تفسیر کمالین

(شرح اردو)

تفسیر جلالین

(شریف)

تفسیر

علامہ جلال الدین محلیؒ و علامہ جلال الدین سیوطیؒ

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

ناشر: مکتبہ شرکت علمیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
فون نمبر: ۳۲۳۰۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در مکتبہ لائبریری

الکلیۃ الشرعیۃ للبنات منک آباد گجرات

منجانب

ر.ک قادری

3.1.05

پرنسپل

شریعت کالج طالبات

Marfat.com

جلد ششم

قال ربنا العلی العلیم

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ

کمالین

شرح اردو

جلالین

(شریف)

تفسیر

علامہ جلال الدین محلیؒ ۔ و ۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

الیہ یرد (۲۵)

مکتبہ شرکت علمیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین پارہ اِلَیہِ یُرَدُّ ۲۵

مضمون	صفحہ
اللہ کا علم ذاتی دلیل توحید ہونے کے ساتھ دلیل قیامت بھی ہے۔	۷
انسان کی حرص و طمع لامحدود ہے۔	۸
انسان کی خود فریبی	۹
یاس اور دعا میں کوئی منافات نہیں۔	"
فرمانبردار اور نافرمان کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں	۱۰
ایک علمی اشکال کا جواب	"
فرشتوں میں جسم اور ثقل ہوتا ہے	۲۰
استغفار کی برکت سے نظامِ عالم قائم ہے۔	"
مکہ زمین کا نقطۂ آغاز ہے	"
دین و مذہب کا بنیادی پتھر	۲۱
دین و مذہب اللہ کا سب سے بڑا انعام ہے۔	"
دنیا میں ہمیشہ دو طبقے رہے ہیں	۲۲
غیر متزلزل عزم اور دنیا کی سب سے بڑی حقیقت۔	"
اللہ کی میزانِ عدل و انصاف	۲۳
خوف اور شوق دو طرح کے ہوتے ہیں	"
یقینی وعدوں پر تو اطمینان نہیں مگر موہوم پر کامل اعتماد ہے۔	۲۹
انسانیت و قرابت کا لحاظ کر کے ہی ظلم سے باز آنا چاہیئے۔	۳۰

مضمون	صفحہ
محبتِ اہلِ بیت جزوِ ایمان ہے	۳۰
چار مقدمات استدلال	۳۱
توبہ و انابت پر بشارت	۳۲
دنیا میں نہ سب امیر ہیں نہ سب غریب	"
شانِ نزول و روایات	۳۹
نعمت و مصیبت دونوں حکمتِ الٰہی کے تحت ہیں۔	"
ایک اور شبہ اور اس کا جواب	۴۰
تمام ایجادات کا سرچشمہ اللہ کی قدرت ہے۔	"
اخلاقِ فاضلہ	۴۱
مشورہ کے حدود	"
بدلہ کی حدود	"
معافی کے حدود	"
پیغمبر کا کام سمجھانا ہے منوا دینا نہیں ہے۔	۴۸
اولاد کی تقسیم	"
حصرِ عقلی پر اشکال کا جواب	"
اللہ سے ہمکلام ہونے کی تین صورتیں	۴۹
فرشتہ کے ذریعہ وحی کی ایک اور شق	۵۰
اولیاء کا فرشتوں سے ہمکلام ہونا	"
وحی سے پہلے اور وحی کے بعد نبی کے ایمانی منازل۔	۵۱

marfat.com
Marfat.com

مضمون	صفحہ
قرآن کی خوبیاں اور خصوصیات۔	۵۹
جو خالق ہے وہی معبود ہے	۶۰
اللہ کی شان میں حد درجہ گستاخی	"
مجموعی اعتبار سے عورت مرد سے کمزور اور کم سمجھ ہوتی ہے۔	۶۱
فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت	۶۲
مشرکین کی دلیل کا تار و پود	"
اندھی تقلید کے سوا مشرکین کے پاس کیا ہے؟	"
قرآن کو جادو بتلانے والے	۷۰
ایک شبہ کا ازالہ	۷۱
شبہ کا ازالہ	"
شبہات کا جواب	۷۲
ہدایت و گمراہی اللہ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں۔	"
فرعون کی ڈینگیں	۸۰
بھانت بھانت کی بولیاں	"
حضرت عیسیٰ کی پیدائش اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔	۸۱
حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی حکمتیں۔	"
حضرت عیسیٰ نے یہود کی اصلاح فرمائی۔	۸۲
عیسائیوں کی چار جماعتیں	"

مضمون	صفحہ
اللہ کے لیے اولاد کا عقیدہ	۸۹
قرآن شب قدر میں نازل ہوا یا شب برات میں۔	۹۹
قحط کا عذاب	"
دھوئیں کا عذاب	۹۸
سزا کے وقت توبہ بے فائدہ ہے	"
حضرت موسیٰؑ کا نعرۂ آزادی	۹۹
زمین و آسمان کا رونا	"
تبع کون تھے؟	۱۰۶
قیامت کا ہونا عقلی ہے یا نقلی؟	۱۰۷
ثمود کی تحقیق	"
شانِ نزول	۱۱۵
قرآن سے زیادہ سچی بات کون سی ہے؟	۱۱۶
ہر شخص اپنے اعمال کے نتائج سے بندھا ہوا ہے۔	۱۱۷
ناز برداری سے انسان بگڑ جاتا ہے	۱۱۸
نیک معاش اور بد معاش کا انجام۔	"
مومن و کافر کی دنیا و آخرت یکساں نہیں ہو سکتی۔	۱۲۵
عقل معاش و معاد کے لیے کافی نہیں ہے۔	"
انکار آخرت کی دلیل نہیں بلکہ وجود آخرت کی دلیل ہے۔	۱۲۶
اشکال کا جواب	۱۲۷

Marfat.com

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ مَتٰى تَكُوْنُ لَا يَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَةٍ وَفِيْ قِرَاءَةٍ ثَمَرَاتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا اَوْعِيَتِهَا جَمْعُ كِمٍّ بِكَسْرِ الْكَافِ اِلَّا بِعِلْمِهٖ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ لَا قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۚ اَيْ اَعْلَمْنَاكَ الْاٰنَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۝ اَيْ شَاهِدٍ بِاَنَّ لَكَ شَرِيْكًا وَضَلَّ غَابَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ قَبْلُ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْاَصْنَامِ وَظَنُّوْا اَيْقَنُوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝ مَهْرَبٍ مِنَ الْعَذَابِ وَالنَّفْيُ فِي الْمَوْضِعَيْنِ مُعَلَّقٌ عَنِ الْعَمَلِ وَقِيْلَ جُمْلَةُ النَّفْيِ سُدَّتْ مَسَدَّ الْمَفْعُوْلَيْنِ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ اَيْ لَا يَزَالُ يَسْاَلُ رَبَّهُ الْمَالَ وَالصِّحَّةَ وَغَيْرَهُمَا وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ الْفَقْرُ وَالشِّدَّةُ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ ۝ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَهٰذَا وَمَا بَعْدَهٗ فِي الْكَافِرِيْنَ وَلَئِنْ لَّامُ قَسَمٍ اَذَقْنٰهُ اٰتَيْنَاهُ رَحْمَةً غِنًى وَ صِحَّةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ شِدَّةٍ وَبَلَآءٍ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ اَيْ بِعَمَلِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ لَّامُ قَسَمٍ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ اَيِ الْجَنَّةُ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ شَدِيْدٍ وَاللَّامُ فِي الْفِعْلَيْنِ لَامُ قَسَمٍ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ الْجِنْسِ اَعْرَضَ عَنِ الشُّكْرِ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ ثَنٰى عِطْفِهٖ مُتَبَخْتِرًا وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِتَقْدِيْمِ الْهَمْزَةِ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝ كَثِيْرٍ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ اَيِ الْقُرْاٰنُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَيْ لَا اَحَدَ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ خِلَافٍ بَعِيْدٍ ۝ عَنِ الْحَقِّ اَوْقَعَ هٰذَا مَوْقِعَ مِنْكُمْ بَيَانًا لِحَالِهِمْ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنَ النَّيِّرَاتِ وَالنَّبَاتِ وَالْاَشْجَارِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مِنْ لَطِيْفِ الصَّنْعَةِ وَبَدِيْعِ الْحِكْمَةِ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهٗ اَيِ الْقُرْاٰنُ الْحَقُّ ۚ اَلْمُنَزَّلُ مِنَ اللّٰهِ بِالْبَعْثِ وَالْحِسَابِ وَالْعِقَابِ

marfat.com
Marfat.com

فَيُعَاقَبُونَ عَلَى كُفْرِهِمْ بِهِ وَبِالْجَائِي بِهِ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ فَاعِلٌ يَكْفِ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○
بَدَلٌ مِنْهُ أَيْ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ فِي صِدْقِكَ أَنَّ رَبَّكَ لَا يَغِيبُ عَنْهُ شَيْءٌ مَا أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ شَكٍّ
مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ لِإِنْكَارِهِمُ الْبَعْثَ أَلَا إِنَّهُ تَعَالَى بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ ○ عِلْمًا وَقُدْرَةً فَيُجَازِيهِمْ بِكُفْرِهِمْ

ع ۶ ۱

ترجمہ قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جا سکتا ہے (اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی ؟) اور کوئی پھل (ایک قراءت میں ثمرات ہے) اپنے خول سے باہر نہیں آتا (اکمام کم بکسر الکاف کی جمع ہے۔ یعنی برتن۔ اللہ ہی کے علم سے نکلتا ہے) اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے۔ مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور جس دن اللہ ان کو پکارے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم آپ سے۔ یہی عرض کرتے ہیں (اب درخواست گزار ہیں) کہ ہم میں سے کوئی بھی دعوے دار نہیں ہے (یعنی آپ کے شریک ہونے کا کوئی مدعی نہیں ہے) اور وہ سب غائب (لاپتہ) ہو جائیں گے جن جن کو یہ لوگ پوجا کرتے تھے پہلے سے (دنیا میں رہتے ہوئے یعنی بت) اور یہ لوگ سمجھ لیں گے (جان جائیں گے) کہ ان کے لئے کوئی بچاؤ کی صورت نہیں ہے۔ (عذاب سے چھٹکارہ۔ پس ما منا اور مالہم میں دونوں جگہ نفی، نفظوں میں عمل نہیں کر رہی ہے اور بعض کے نزدیک جملۂ نفی دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہے) انسان کا جی نہیں اکتاتا ترقی کی خواہش سے (یعنی ہمیشہ اللہ سے مال و دولت، صحت و تندرستی وغیرہ مانگتا ہی رہتا ہے) اور اگر اس کو کوئی تکلیف (فقر و تنگی) پہنچتی ہے تو ناامید اور ہراساں ہو جاتا ہے (اللہ کی رحمت سے مایوس، یہ اور اس کے بعد کی آیتیں کفار کے متعلق ہیں) اور اگر (لام قسمیہ ہے) ہم چکھا دیں (عنایت کر دیں) مزہ اپنی مہربانی (خوشحالی اور تندرستی) کا اس تکلیف (مصیبت اور تنگی) کے بعد جو اس پر واقع ہوئی تھی تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میرے لئے (میرے کارناموں کی وجہ سے) ہونا ہی چاہئے تھا۔ اور میں قیامت کو آنے والا خیال نہیں کرتا۔ اور اگر (لام قسمیہ ہے) میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے وہاں بھی بہتری (جنت) ہے سو ہم ان منکروں کو ان کے سب کرتوت ضرور بتلا دیں گے اور ان کو سخت عذاب ہو گا (دونوں فعلوں میں لام قسمیہ ہے) اور جب ہم انسان کو (کوئی بھی آدمی ہو) نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے (شکر بجا لانے سے) اور کروٹ لے لیتا ہے (اتراتے ہوئے پہلو تہی کرنے لگتا ہے۔ ایک قراءت میں ناء کی ہمزہ پہلے ہے) اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی (بکثرت) دعائیں کرنے لگتا ہے۔ آپ کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ یہ (قرآن) اللہ کے یہاں سے اگر آیا ہو (جیسا کہ آنحضرتؐ کا دعوے ہے) پھر تم اس کا انکار کرو تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہو گا۔ (یعنی کوئی نہیں) جو مخالفت (اختلاف) میں پڑا ہو دور دراز کی (حق سے بعید۔ ممن ہو الخ بجائے منکم کے ہے ان کی حالت کا بیان ہے) ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں دکھلائیں گے جہان بھر کی (آسمانوں اور زمین کے گرد و نواح کی جیسے چاند، سورج، ستارے، گھاس پھونس، درخت) اور خود ان کی ذات میں بھی (یعنی بہترین صنعت اور عمدہ

Marfat.com

حکمت) یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ (یعنی قرآن) حق ہے (اللہ کی طرف سے قیامت، حساب، عذاب کا بیان لایا ہے۔ لہٰذا ان باتوں کے اور ان کو پیش کرنے والے کے انکار پر ان کو سزا ہوگی) کیا آپ کے پروردگار کی یہ بات کافی نہیں ہے (کیف کا فاعل برّبک کا ہے) کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے (یہ جملہ برّبک کا بدل ہے۔ یعنی کیا آپ کے سچا ماننے کے لیئے یہ بات ان کے لیئے کافی نہیں کہ آپ کے رب سے کوئی چیز بھی غائب نہیں ہے) یاد رکھو کہ وہ لوگ شک (شبہ) میں پڑے ہوئے ہیں اپنے پروردگار کے روبرو جانے سے (قیامت کا انکار کرنے کی وجہ سے) یاد رکھو کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ میں لیئے ہوئے (بلحاظ علم وقدرت کے، لہٰذا ان کو ان کی سزا یقیناً دے گا)

تحقیق وترکیب

من ثمرة۔ اکثر قراء کے نزدیک ثمرة ہے۔ لیکن نافعؒ، ابن عامرؒ اور حفصؒ کے نزدیک ثمرات ہے۔

یوم ینادی ای اذکر اذ نالک۔ یعنی آپ کو ہمارے دلوں کی یہ بات معلوم ہوگئی کہ ہم آپ کے لیئے شریک نہیں مانتے اپنے دلوں کا حال جاننے کو اپنی طرف نسبت کردیا۔ کہ گویا ہم نے آپ کو یہ بتلایا۔ اس توجیہ کے بعد اب یہ اشکال نہیں رہتا۔ کہ اللہ تو پہلے سے ہی جانتے ہیں۔ پھر ان کو بتلانا اعلام عالم ہے جو محال ہے۔ اور الآن کی قید سے اس طرف اشارہ ہے کہ انشاء مراد ہے اخبار مراد نہیں۔ گویا یہ جملہ لفظاً خبریہ ہے اور معناً انشائیہ۔

من شہید۔ تفسیری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہم اپنے شاہد ہونے کا انکار کرتے ہیں اور بعض نے یہ معنی لیئے ہیں کہ بت چونکہ غائب ہوگئے۔ اس لیئے ہم ان کے شاہد نہیں رہے۔ اور بعض نے اس کو خود شرکاء کا قول کہا ہے یعنی شرکاء کہیں گے کہ ہم ان کافروں کے برسرِ حق ہونے کی شہادت نہیں دے سکتے۔

مامنا من شہید اور مالہ من محیص دونوں جگہ ما نافیہ ہے اور یہ دونوں فعل آذنا اور ظنوا متعدی بدو مفعول ہیں۔ اس کے دونوں مفعول اور آذنا متعدی بسہ مفعول ہیں اور اس کے مفعول ثانی اور ثالث کے قائم مقام جملہ نفی ہے۔

لا یسأم الانسان۔ انسان اگرچہ جنس ہے۔ لیکن اکثریت میں کفار مراد ہیں۔ کیونکہ رحمتِ الٰہی سے مایوسی کفر ہے۔

فیؤس قنوط۔ مایوسی بمعنی ناامیدی۔ یہ قلب کی صفت ہے۔ اور چہرے وغیرہ پر اس کے آثار ظاہری کو قنوطیت کہا جاتا ہے۔

لیقولن۔ یہ جواب قسم ہے اور جواب شرط محذوف کے قائم مقام ہے۔

ھذا لی۔ لام استحقاقیہ ہے جس کو مفسرؒ نے بعلمی سے ظاہر کیا ہے۔

واذا انعمنا الخ یہ انسان کی دوسری کوتاہی ہے کہ نعمت کی مستی میں منعم کو بھول جاتا ہے۔

ونأیٰ بجانبہ۔ نأیٰ بروزن قال ہے۔ لیکن ابن عامرؒ کی قرأت ابن ذکوانؒ کی روایت سے یہ لفظ بروزن رأیٰ

marfat.com
Marfat.com

ہے اور باقدیہ کے لیئے ہے اس لیئے بُعدٌ جانبہ معنی ہو گئے۔

عریض۔ اہل عرب طویل و عریض بول کر کثیر کے معنی لیتے ہیں۔ اطال فلان واعرض فی الاعاء پس استعارہ تخییلیہ ہو گیا کہ دعا کو مقداری چیز سے تشبیہ دی گئی اور چونکہ طول بہ نسبت عرض کے زیادہ ہوا کرتا ہے۔ اس لیئے کسی چیز کے عرض زیادہ ہونے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ طول کس قدر ہو گا۔

ارأیتم۔ استفہام انکاری ہے اس لیئے مفسرؒ نے لا احد کہا ہے۔

ممن ھو فی شقاق یہ عبارت بجائے متکلم ہے۔ چنانچہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ موصول کو صلہ کی جگہ گمراہی زیادہ ہونے کے لیئے کہا گیا ہے۔

فی الآفاق۔ افق کی جمع آفاق ہے جیسے عنق کی جمع اعناق ہے۔ اُفُقٌ آفَاقٌ جیسے عُلُمٌ اَعْلَامٌ یہاں آیات آفاقیہ سے مراد حسی واقعات ہیں۔ جیسے فتوحاتِ اسلامیہ خواہ وہ اس آیت سے پہلے ہوں یا بعد میں اور سَنُرِیْھِمْ میں سین استقبالیہ اطلاع دینے کے اعتبار سے ہے نہ کہ بلحاظ وقوع۔ اور عالم کبیر کی آیات کے بعد عالم صغیر یعنی آیاتِ انفسی کا ذکر ہے۔

او لم یکف۔ ہمزہ کا مدخل محذوف ہے واؤ عاطفہ ہے ای اتحزن علی انکارھم ومعارضتھم لک ولم یکف الخ اس میں استفہام انکاری ہے اور بآ فاعل و مفعول پر زائد ہو سکتا ہے۔

انہ علی کل۔ یہ بدل الکل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہو گی۔ اتحزن علی کفرھم ولم یکفک شھادۃ ربک لک وعلیھم مفسرؒ کی رائے پر تقدیر عبارت اس طرح ہو گی۔ اولم یعتبروا ولم یکفھم شھادۃ ربک لک بالصدق وعلیھم بالتکذیب لیکن دونوں کا مآل ایک ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ پہلی صورت میں استفہام انکاری ہے اور دوسری صورت میں تاکیدی ہے اور پہلی صورت میں بدل الکل اور دوسری صورت میں بدل الاشتمال ہے۔

من لقاء ربھم یعنی انکارِ قیامت زبانی ہے اور چونکہ یہ انکار محض ان کے گمان میں ہے جو دلیل کے خلاف ہے اس لیئے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ دل سے قیامت کے جب منکر تھے پھر کیسے ان کو مبتلاء شک کہا گیا۔

الا انہ۔ اس میں آپ کو تسلی ہے۔

ربط آیات پہلی آیات میں توحید اور قرآن کے مخالفین کو یوم الوعید کی دھمکی دی گئی تھی اگلے آیت الیہ یرد الخ سے توحید و رسالت اور قرآن کے منکرین سے ملا جلا خطاب اور کلام ہو رہا ہے۔

تشریح

اللہ کا علمِ ذاتی دلیلِ توحید ہونے کے ساتھ دلیلِ قیامت بھی ہے۔ الیہ یرد۔ بڑے سے

Marfat.com

بڑا پیغمبر یا فرشتہ بھی قیامت کی ٹھیک ٹھیک تعیین نہیں کرسکتا۔ اس کا صحیح ناپ تول صرف اللہ کو معلوم ہے۔ لیکن کسی چیز کے نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز موجود ہی نہیں۔ اور ایک قیامت کے علم ہی کی تخصیص کیا۔ اللہ کی وسعت علم کا حال تو یہ ہے کہ کوئی کھجور اپنے گابھے سے اور کوئی دانہ اپنے توشہ سے اور کوئی میوہ یا پھل اپنے غلاف سے باہر نہیں آتا جس کی خبر خدا کو نہ ہو، اسی طرح جو بچہ عورت اور جانور کے پیٹ سے ہوتا ہے یا جنا جاتا ہے سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔ گویا اللہ کا علم ذاتی صفت کمال ہونے کی وجہ سے جہاں دلیل توحید ہے وہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دنیا کے نتیجہ کے طور پر جو آخرت کا ظہور اور قیامت کا وقوع ہونے والا ہے اس کا وقت بھی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ گویا علم کی صفت ذاتیہ کی نسبت تمام متعلقات کے ساتھ مساوی ہونے کی وجہ سے یہ علم قیامت کی دلیل بھی ہوئی۔

چنانچہ آگے قیامت کے ایک واقعہ کا ذکر ہے جس سے توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال بھی ہو رہا ہے کفار سے پکار کے فرمایا جائے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک۔ اب بلاؤ تا کہاں ہیں وہ! عرض کریں گے ہم میں سے کوئی بھی اس کا مدعی نہیں ہے کہ اقبال جرم ہونے کی حیثیت سے اس جرم کا اعتراف کرنے کے لئے تیار ہو گویا نہایت دیدہ دلیری سے جھوٹ بول کر واقعہ کا انکار کریں گے۔

یا کہا جائے کہ چونکہ وہ عالم حقائق ہوگا انہیں اپنے عقیدے کی غلطی منکشف ہو جائے گی اور غلطی کا یہ اقرار ایک طرح سے اضطراری اقرار ہوگا جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا یا اس سے نجات کی کچھ توقع کریں گے مگر لاحاصل اور بعض نے شہید کو شاہد کے معنی میں لے کر یہ مطلب لیا ہے کہ ہم سے کوئی اس وقت ان شرکاء کو نہیں دیکھ رہا ہے کہاں غائب ہو گئے اور سمجھ جائیں گے جنہیں دنیا میں خدا کے شریک کی حیثیت سے پکارتے تھے۔ آج ان کا کہیں پتہ نہیں۔ وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو نہیں آتے۔ بس جی اب خدا کی سزا سے بچنے کی کوئی سبیل نہیں۔ یہاں وما منا من شہید میں شرکاء کے حاضر ہونے کا انکار بظاہر آیت وقیل ادعوا شرکاءکم کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ وہ پکارنا فرط حیرت اور بدحواسی سے ہوگا، اعتقاد سے نہیں ہوگا۔ اور یہ انکار حق واضح ہو جانے کے بعد ہوگا۔ اب وہ اعتقاد زائل ہو جائے گا۔ یا چونکہ شرکاء نفرت نہیں کر سکیں گے اس لئے اس اقرار پر مجبور ہوں گے۔

انسان کی حرص وطمع لامحدود ہے

آگے آیت لا یسئم الانسان سے کفر وشرک کی نحوست کا اثر طبیعت انسانی پر بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص توحید وایمان سے بے بہرہ ہو جاتا ہے۔ اس کے عقائد۔ اخلاق۔ اعمال سب کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور اس کی عجیب کیفیت ہو جاتی ہے۔ دنیا کی ذرا سی بھلائی پہنچتی ہے اور کچھ دنوں عیش وآرام نصیب ہو جاتا ہے۔ تو مارے حرص کے چاہتا ہے کہ ساری دنیا کو بٹور لوں، اس کی طمع کا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ اگر بس چلے تو ساری دنیا کی دولت سمیٹ کر اپنے گھر میں ڈال لے۔ لیکن پھر جہاں ذرا کوئی افتاد پڑی۔ تو پھر

marfat.com
Marfat.com

مایوس اور نا امید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی اور اللہ پر سے اعتماد اور بھروسہ یکسر اٹھ جاتا ہے۔ اور ہمہ تن اسباب کی اُلٹ پلٹ میں کھو جاتا ہے۔ یہ اس کی انتہائی ناشکری اور اللہ سے بدگمانی اور مشیت الٰہی سے سخت ناگواری کا پہلو ہوتا ہے۔

پھر بالفرض اگر اس مایوسی کے بعد اللہ اپنی مہربانی سے اس کی مصیبت دور کر کے عیش و آرام سے ہمکنار کر دیتا ہے تو پھر اچانک اپنی لیاقت و قابلیت پر نظر چلی جاتی ہے اور کہہ اُٹھتا ہے کہ میری تدبیر کا کرشمہ دیکھو کہ کیسی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ میں اسی لائق ہوں۔ یہ میرے ہی ہنر کی دین ہے۔ اب نہ خدا کی مہربانی یاد آتی ہے اور نہ مایوسی کی وہ کیفیت رہتی ہے جو ابھی چند منٹ پہلے اس پر طاری تھی اور اس تازہ عیش میں یہاں تک بھولتا اور بھولتا ہے اور خوشی و مسرت کے اس نشہ میں اتنا مخمور ہو جاتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت کا خطرہ نہیں رہتا اور سمجھ بیٹھتا ہے کہ اب تو ہمیشہ یہی حالت رہے گی اور ایسے میں قیامت کا نام سن لیتا ہے تو بدمستی میں کہہ اُٹھتا ہے کہ یہ سب واہیات ڈھکوسلے ہیں۔ قیامت ویامت کہیں نہیں ہے۔

انسان کی خود فریبی

اور بالفرض اگر ایسا ہوا بھی تو یار لوگ وہاں بھی مزے اُڑائیں گے۔ یہاں موج کی ہے۔ کیونکہ اگر اللہ کے نزدیک میں نالائق ہوتا تو یہیں کیوں آرام و عیش ملتی اس لیئے میرے تو وہاں بھی مزے ہی مزے ہوں گے۔ اس طرح قیامت کا انکار انتہائی کفر اور برتقدیر فرض وہاں بھی اپنے لیئے بہتراتی کی امید، پرلے درجہ کی خود فریبی ہوگی۔

غرضکہ کفر و شرک کے یہ نتائج و ثمرات ہیں اور قلب و نظر کا کھوٹ ہے۔ سو یہ لوگ یہاں جتنا چاہیں خوش ہولیں مگر وہاں پہنچ کر پتہ لگ جائے گا۔ کہ کس طرح عمر بھر کے کرتوت سامنے آتے ہیں اور کیسی سخت سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

یاس اور دُعا میں کوئی منافات نہیں

آگے آیت واذا انعمنا الخ سے کفر و شرک کے آثار کا تتمہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اس نالائق آدمی کی یہ کیفیت رہتی ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے لذت اندوز ہوتے وقت تو محسن حقیقی کی شکر گزاری سے کنارہ کش ہو کر خود نعمت میں کھو جاتا ہے اور پھر جب کوئی آفت آنے لگتی ہے تو بے شرمی سے اس خدا کی چوکھٹ پر سر رکھ دیتا ہے اور اس کے آگے ہاتھ پھیلا پھیلا کر لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگ جاتا ہے اور ذرا نہیں شرماتا کہ کس منہ سے اب اس کو پکاروں اور طرفہ یہ کہ اسباب سے مایوسی کے باوجود بھی ایسے میں بدحواسی اور پریشانی میں بے اختیار اسی کی طرف ہاتھ اٹھنے لگتے ہیں۔ گویا دل میں مایوسی مگر زبان پر اللہ کا نام ہوتا ہے۔

یاس و دعا میں جو بظاہر تعارض ہوتا ہے وہ اس تقریر سے صاف ہو گیا۔ کیونکہ یہ دعا التجاء الی اللہ کے طور پر نہیں ہوتی۔ بلکہ اضطراراً ہوتی ہے۔ جیسے اکثر عشاقِ دُنیا کو دیکھا کہ ناگوار باتوں کے پیش آنے پر ہائے ہائے مچاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں ہائے اللہ اب کیا کروں۔ ہائے اللہ اب کیا ہوگا۔ گویا یہ ایک تکیہ کلام ہوتا ہے کہ اللہ کا نام

Marfat.com

زبان پر چڑھا ہوا ہے ایسے موقعوں پر بے ساختہ نکل ہی جاتا ہے۔ اس میں اختیار کو دخل نہیں ہوتا۔ یا جیسے بچہ کی زبان پر کسی بھی آفت کے وقت ابا امان کے نام آجاتے ہیں۔ وہ اضطراراً آجاتے ہیں۔ تاہم اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کو پکارنا اور یاد کرنا فطرتِ انسانیت ہے۔ مگر افسوس! کہ ناشکرے اس پہلو پر بھی دھیان نہیں دیتے۔

فرماں بردار اور نافرمان کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔

البتہ ایمان کے آثار، کفر و شرک کے آثار سے بالکل مختلف ہیں۔ مثلاً حرص اور طمع کا نہ ہونا، اسی طرح ضرر و نقصان کی صورت میں مایوسی اور جزع فزع نہ ہونا، علیٰ ہذا امن وعیش کے حالات میں کفر و کفران نہ کرنا۔

غرضکہ انسان کی طبیعت کا عجیب وغریب نقشہ کھینچ کر اس کی کمزوریوں اور بیماریوں پر نہایت مؤثر انداز میں توجہ دلا کر آیت قل ارأیتم الخ میں قرآن اور پیغمبر قرآن کی طرف تلطف آمیز دعوت ہے کہ یہ کتاب جو تمہاری کمزوریوں سے آگاہ کرنے والی اور انجام کی طرف توجہ دلانے والی ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے مان لو کہ خدا کی طرف سے ہے تم اس کو نہ مانو تو دیکھو کہ نقصان کس کا ہے؟ ایسی اعلیٰ نصیحتوں اور حکمتوں سے لبریز کتاب کا یا تمہارا اپنا؟ کم از کم تمہیں اس امکانی پہلو پر ہی غور کر کے اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیئے تھی۔ مگر تم ہو کہ حق سے ایک دم دُور ہوتے چلے جارہے ہو اور نہیں دیکھتے کہ اس سے بڑھ کر نقصان اور خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور مقدم قطعی کے محتمل ہونے کی صورت میں اگرچہ تالی بھی محتمل ہوتی ہے۔ مگر تالی کا ترتب مقدم پر واجب ہے۔

ایک علمی اشکال کا جواب

پس عقلاً اضلال کے احتمال سے بچنا بھی واجب ہے اور وہ وقوف ہے قرآن کے تدبر پر۔ پس واجب کا مقدمہ ہونے کی وجہ سے تدبر بھی واجب ہوا۔ اس لیئے قرآن کا انکار جلدی سے نہ کر ڈالو بلکہ سوچ سمجھ سے کام لو تاکہ تم پر حق واضح ہو جائے اور قرآن کی حقانیت پر دوسرے دلائل تو بجائے خود ہیں۔ ہم تو ان منکروں کو خود ان کی اپنی جانوں میں اور ان کے گرد و پیش بلکہ سارے عالم میں اپنی قدرت کے وہ نمونے دکھلاتے ہیں جن سے قرآن اور پیغمبر قرآن کی حقانیت و صداقت روزِ روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے اور اسباب ظاہری کے بالکل برخلاف قرآنی پیشگوئیاں واقعات کے مطابق ہو جائیں۔ پھر تو تم قرآن کو اللہ غیب دان کا کلام مانو گے۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ آیات سے مراد قدرت کی عام نشانیاں ہوں خواہ وہ انفسی ہوں یا آفاقی۔ جب کہ وہ ان سنن الٰہیہ اور قوانین فطریہ کے موافق ہوں جو اس عالم تکوین میں کارفرما ہیں اور چونکہ ان کا انکشاف دفعتاً نہیں ہوتا۔ بلکہ وقتاً فوقتاً تدریجاً ہوتا ہے۔ اس لیئے سنریھم فرمادیا اور اگر قرآن کی صداقت کوئی نہ بھی مانے تو اکیلے خدا کی گواہی کیا کم ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے اور غور کرنے سے ہر چیز میں اس کی گواہی کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر افسوس کہ یہ ابھی تک اسی مغالطہ اور غلط فہمی میں پھنسے ہوئے ہیں کہ خدا کے پاس انہیں حاضر ہونا نہیں

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ حالانکہ اللہ ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی چیز بھی ہو مکانیات یا مکان۔ زمانیات یا زمان سب احاطۂ وجود میں چونکہ داخل ہیں اور وجود حقیقی اللہ ہے۔ پس اللہ کے احاطہ سے کوئی چیز بھی باہر نہیں ہے اور جس طرح زندہ رہتے ہوئے باہر نہیں ہیں اسی طرح فنا ہونے کے بعد بھی ممکنات اس کے احاطۂ قدرت سے باہر نہیں ہیں۔ محالات اور ممتنعات میں گفتگو نہیں ہے کہ وہ دائرہ سے باہر ہیں۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ اِلَّا قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمُ الْاٰيَاتُ الْاَرْبَعُ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ ○ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِهٖ كَذٰلِكَ اَیْ مِثْلَ ذٰلِكَ
الْاِیْحَاءِ یُوْحِیْ اِلَیْكَ وَاَوْحٰی اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ فَاعِلُ الْاِیْحَاءِ الْعَزِیْزُ فِیْ مُلْكِهٖ الْحَكِیْمُ ○
فِیْ صُنْعِهٖ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مُلْكًا وَّخَلْقًا وَّعَبِیْدًا وَهُوَ الْعَلِیُّ عَلٰی خَلْقِهِ الْعَظِیْمُ ○
الْكَبِیْرُ یَكَادُ بِالتَّاءِ وَالْیَاءِ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ بِالنُّوْنِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالتَّاءِ وَالتَّشْدِیْدِ مِنْ فَوْقِهِنَّ
اَیْ تَنْشَقُّ كُلُّ وَاحِدَةٍ فَوْقَ الَّتِیْ تَلِیْهَا مِنْ عَظْمَتِهٖ تَعَالٰی وَالْمَلٰٓئِكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اَیْ
مُلَابِسِیْنَ لِلْحَمْدِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ لِاَوْلِیَآئِهِ
الرَّحِیْمُ ○ بِهِمْ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَیِ الْاَصْنَامَ اَوْلِیَآءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ مُّحْصٍ عَلَیْهِمْ لِیُجَازِیَهُمْ
وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ○ تُحَصِّلُ الْمَطْلُوْبَ مِنْهُمْ مَا عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلَاغُ وَكَذٰلِكَ مِثْلَ ذٰلِكَ الْاِیْحَاءِ
اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ تُخَوِّفَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ وَسَائِرَ النَّاسِ وَتُنْذِرَ
النَّاسَ یَوْمَ الْجَمْعِ اَیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُجْمَعُ فِیْهِ الْخَلْقُ لَا رَیْبَ شَكَّ فِیْهِ ؕ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ فِی الْجَنَّةِ
وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ○ النَّارِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً اَیْ عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ وَهُوَ الْاِسْلَامُ وَّ
لٰكِنْ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ الْكَافِرُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ○ یَدْفَعُ عَنْهُمُ
الْعَذَابَ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَیِ الْاَصْنَامَ اَوْلِیَآءَ اَمْ مُنْقَطِعَةٌ بِمَعْنٰی بَلِ الَّتِیْ لِلْاِنْتِقَالِ وَهَمْزَةُ

Marfat.com

الْاِنْكَارِ اَیْ لَیْسَ الْمُتَّخِذُوْنَ اَوْلِیَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ اَیِ النَّاصِرُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْفَآءُ لِمُجَرَّدِ الْعَطْفِ
وَهُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی ز وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ مَعَ الْكُفَّارِ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ مِنَ الدِّیْنِ
وَغَیْرِهٖ فَحُكْمُهٗۤ مَرْدُوْدٌ اِلَی اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَفْصِلُ بَیْنَكُمْ قُلْ لَهُمْ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ
اِلَیْهِ اُنِیْبُ ۝ اَرْجِعُ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مُبْدِعُهُمَا جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا حَیْثُ
خَلَقَ حَوَّآءَ مِنْ ضِلْعِ اٰدَمَ وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ذُكُوْرًا وَّاِنَاثًا یَذْرَؤُكُمْ بِالْمُعْجَمَةِ یُخْلُقُكُمْ فِیْهِ
فِی الْجَعْلِ الْمَذْكُوْرِ اَیْ یُكْثِرُكُمْ بِسَبَبِهٖ بِالتَّوَالُدِ وَالضَّمِیْرُ لِلْاَنَاسِیِّ وَالْاَنْعَامِ بِالتَّغْلِیْبِ لَیْسَ
كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ الْكَافُ زَائِدَةٌ لِاَنَّهٗ تَعَالٰی لَا مِثْلَ لَهٗ وَهُوَ السَّمِیْعُ لِمَا یُقَالُ الْبَصِیْرُ ۝ بِمَا یُفْعَلُ
لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَیْ مَفَاتِیْحُ خَزَائِنِهِمَا مِنَ الْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ وَغَیْرِهِمَا یَبْسُطُ
الرِّزْقَ یُوَسِّعُهٗ لِمَنْ یَّشَآءُ اِمْتِحَانًا وَیَقْدِرُ ۚ یُضَیِّقُهٗ لِمَنْ یَّشَآءُ اِبْتِلَآءً اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ شَرَعَ
لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا هُوَ اَوَّلُ اَنْبِیَاءِ الشَّرِیْعَةِ وَالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ
اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰۤی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ؕ هٰذَا هُوَ الْمُشْرُوْعُ الْمُوْصٰی بِهٖ وَ
الْمُوْحٰۤی اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ التَّوْحِیْدُ كَبُرَ عَظُمَ عَلَی الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ مِنَ
التَّوْحِیْدِ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْهِ اِلَی التَّوْحِیْدِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۝ یُقْبِلُ عَلٰی طَاعَتِهٖ
وَمَا تَفَرَّقُوْۤا اَیْ اَهْلُ الْاَدْیَانِ فِی الدِّیْنِ بِاَنْ وَحَّدَ بَعْضٌ وَكَفَرَ بَعْضٌ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ
الْعِلْمُ بِالتَّوْحِیْدِ بَغْیًۢا مِّنَ الْكٰفِرِیْنَ بَیْنَهُمْ ؕ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ بِتَاْخِیْرِ الْجَزَآءِ
اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی یَوْمُ الْقِیٰمَةِ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ بِتَعْذِیْبِ الْكٰفِرِیْنَ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا
الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهُمُ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مِنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرِیْبٍ ۝
مَوْقِعُ الرِّیْبَةِ فَلِذٰلِكَ التَّوْحِیْدِ فَادْعُ ۚ یَا مُحَمَّدُ النَّاسَ وَاسْتَقِمْ عَلَیْهِ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ

marfat.com
Marfat.com

اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ
فِي الْحُكْمِ اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ خُصُوْمَةَ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ هٰذَا قَبْلَ اَنْ يُّؤْمَرَ بِالْجِهَادِ اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ فِي الْمَعَادِ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ وَاِلَيْهِ
الْمَصِيْرُ ۝ اَلْمَرْجِعُ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ نَبِيِّهٖ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ بِالْاِيْمَانِ
لِظُهُوْرِ مُعْجِزَتِهٖ وَهُمُ الْيَهُوْدُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ بَاطِلَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ
عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الْقُرْاٰنَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقٌ بِاَنْزَلَ وَالْمِيْزَانَ وَالْعَدْلَ
وَمَا يُدْرِيْكَ يُعْلِمُكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ اَيْ اِتْيَانَهَا قَرِيْبٌ ۝ وَلَعَلَّ مُعَلَّقٌ لِلْفِعْلِ عَنِ الْعَمَلِ اَوْ
مَا بَعْدَهٗ سَدَّ مَسَدَّ الْمَفْعُوْلَيْنِ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى تَاْتِيْ ظَنًّا
مِنْهُمْ اَنَّهَا غَيْرُ اٰتِيَةٍ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ خَآئِفُوْنَ مِنْهَا وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ
يُمَارُوْنَ يُجَادِلُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ بِرِّهِمْ وَفَاجِرِهِمْ حَيْثُ
لَمْ يُهْلِكْهُمْ جُوْعًا بِمَعَاصِيْهِمْ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ مِنْ كُلٍّ مِنْهُمْ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ عَلٰى مُرَادِهٖ
الْعَزِيْزُ ۝ الْغَالِبُ عَلٰٓى اَمْرِهٖ

ع ۲ ۳

ترجمہ یہ سورۂ شوریٰ مکیہ ہے بجز آیت قل لا اسئلکم چار آیات کے۔ اس میں چار آیات ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حٰمٓ عٓسٓقٓ (اس کی حقیقی مراد تو اللہ ہی کو معلوم ہے) اسی طرح (جیسے یہ وحی ہے) آپ پر وحی بھیجتا ہے
اور (وحی بھیجی ہے) جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اللہ نے (یہ فاعل ہے ایحاء کا) جو اپنے ملک میں) زبردست
(کاریگری میں) حکمت والا ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (سب اسی کے قبضہ
میں ہیں۔ سب اسی کی مخلوق ہے سب اسی کے بندے ہیں) اور (اپنی مخلوق میں) وہی سب سے برتر اور عظیم الشان
(لائق تعظیم) ہے۔ کچھ بعید نہیں (تا اور یا کے ساتھ ہے) کہ آسمان پھٹ پڑیں (یتفطرن نون کے ساتھ ہے اور
ایک قراءت میں تا اور تشدید کے ساتھ ہے) اپنے اوپر سے (یعنی ہر آسمان اوپر والا نچلے آسمانوں پر اللہ کی
عظمت کی وجہ سے پھٹ کر گر پڑے) اور فرشتے اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد کرتے رہتے ہیں (یعنی ان کی تسبیح
حمد پر مشتمل ہوتی ہے) اور اہل زمین (مسلمانوں) کے لیے معافی مانگتے رہتے ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی (اپنے

Marfat.com

دوستوں کو) معاف کرنے والا (اوران پر) مہربان ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے (بُت) کارساز بنا رکھے ہیں اللہ ان کی دیکھ بھال (نگرانی) کر رہا ہے (ان کو سزا دے گا) اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے (کہ آپ ان کو مطلوب تک پہنچادیں اور آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے) اور اسی طرح (جیسے کہ یہ وحی ہے) ہم نے آپ پر قرآن عربی وحی کے ذریعہ اُتارا ہے تاکہ آپ مکہ کے باشندوں کو ڈرائیں (خوف دلائیں) اور آس پاس کے رہنے والوں کو (یعنی مکہ اور تمام دُنیا) اور (لوگوں کو) جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں (یعنی قیامت کے دن سے جس میں ساری مخلوق جمع ہو جائے گی) جس میں ذرا تردّد (شک) نہیں ہے (ان میں کا) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ (کی آگ) میں ہوگا اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنادیتا (یعنی سب ایک ہی دینِ اسلام پر ہوتے) لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے اور ظالموں (کافروں) کا کوئی مددگار نہیں (جو اُن پر سے عذاب ہٹا سکے) کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے (بُتوں کو) کارساز قرار دے رکھا ہے (ام منقطعہ بمعنی بل ہے انتقال کے لیئے ہے اور بمعنی ہمزہ انکاری ہے یعنی یہ بناوٹی چیزیں کارساز نہیں ہیں) سو اللہ ہی کارساز ہے (مسلمانوں کا مددگار، اور فاء محض عطف کے لیئے ہے) وہی مُردوں کو جلائے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور جس جس بات (دین وغیرہ) میں اختلاف کرتے ہو (کافروں سے) اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپُرد (حوالہ) ہوگا (قیامت کے روز وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ آپ ان سے کہہ دیجئے) یہ اللہ میرا رب ہے میں اسی پر توکل رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع (توجہ) کرتا ہوں وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (بنانے والا) ہے اس نے تمہارے لیئے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے (حواء کو آدم کی پسلی سے پیدا فرمایا) اور مویشیوں کے (نر و مادہ) جوڑے۔ تمہاری نسل چلاتا ہے (یذرء کم ذال کے ساتھ یعنی یخلقکم) اس کے ذریعہ (مذکورہ طریقہ پر یعنی اسی سبب سے تمہیں پیدا کر کے تمہاری افزائش کردی اور ضمیر جمع مذکر انسانوں اور چوپاؤں کی طرف تغلیباً راجع ہے) کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے (اس میں کاف زائد ہے کیونکہ خدا کا کوئی مثل ہی نہیں ہے) اور وہی (ہر بات کا) سننے والا (ہر کام کا) دیکھنے والا ہے اسی کے اختیار میں ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں (یعنی بارش، پیداوار وغیرہ کے ذخیروں کی چابیاں) جس کو چاہتا ہے (آزمائشی طریقہ پر) زیادہ روزی دیتا ہے اور کم دیتا ہے (جس کو چاہتا ہے بطور آزمائش کے کم دیتا ہے) بلاشبہ وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا (جو پہلی شریعت لانے والے پیغمبر تھے) اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے۔ اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسےٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا (یہی حکم شریعت، وصیت اور آنحضرتؐ کی وحی ہے یعنی توحید) مشرکین کو وہ بات بڑی گراں (ناگوار) گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو دعوت دے رہے ہیں (یعنی توحید) اللہ اپنی (توحید کی) طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرے (اس کی فرمانبرداری کرے) اس کو اپنے تک

Marfat.com

رسائی دے دیتا ہے اور وہ لوگ باہم متفرق ہو گئے (یعنی اہل مذاہب کہ بعض نے توحید برقرار رکھی اور بعض نے کفر اختیار کر لیا) اس کے بعد کہ ان کے پاس علم (توحید) آچکا تھا۔ محض (کافروں کی) آپس کی ضد اضدی سے اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات (تاخیر عذاب کی) پہلے سے قرار پا نہ چکی ہوتی ایک معین وقت (قیامت) تک کے لیے تو ان کا فیصلہ (دنیا ہی میں کافروں کی سزا کا) ہو چکا ہوتا۔ اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے (یعنی یہود و نصاریٰ) وہ آپ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو تردد (شبہ) میں ڈالنے والا ہے سو آپ اسی (توحید) کی طرف بلائیے جائیے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو) اور (اس پر) جمے رہیئے جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلئے (اس کو چھوڑ دینے کے متعلق) اور آپ سنا دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں سب پر ایمان لاتا ہوں اور مجھ کو یہ حکم ملا ہے کہ تمہارے درمیان (فیصلہ کرنے میں) عدل (انصاف) رکھوں۔ اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے۔ ہمارے عمل ہمارے لیئے ہیں اور تمہارے عمل تمہارے لیئے (ہر آدمی اپنے کئے کا پھل پائے گا) ہماری تمہاری کچھ بحث (لڑائی) نہیں ہے (یہ جہاد سے پہلے کا حکم ہے) اللہ ہم سب کو جمع کرے گا (قیامت کے روز فیصلہ کے لیئے) اور اسی کے پاس لوٹنا (واپس جانا) ہے اور جو لوگ اللہ کے (دین کے متعلق) جھگڑے نکالتے ہیں (اس کے پیغمبر کے ساتھ) اس کے بعد کہ اس کو قبول کر لیا گیا ہے (ایمان لا کر اس کے کھلے معجزہ کی وجہ سے اور جھگڑا ڈالنے والے یہود ہیں) ان لوگوں کی حجت ان کے پروردگار کے نزدیک غلط (واہیات) ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کے لیئے سخت عذاب ہے اللہ ہی ہے جس نے کتاب (قرآن) کو نازل کیا ہے برحق (اس کا تعلق انزل کے ساتھ ہے) اور ترازو (انصاف) کو اتارا ہے اور آپ کو کیا خبر (پتہ) عجب نہیں کہ قیامت (کا آنا) قریب ہے (لعل نے فعل کو ظاہر عمل سے روک دیا۔ یا کہا جائے کہ اس کے بعد دونوں مفعول کے قائم مقام ہے) اس کا تقاضہ کرتے ہیں جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے (یہ گمان رکھتے ہوئے کہ قیامت نہیں آئے گی پوچھتے ہیں کہ کب آئے گی؟) اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے (خوف رکھتے) ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے متعلق جھگڑتے (لڑتے مرتے) ہیں وہ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے (نیک ہو یا بد۔ کسی کو بھی گناہ کی وجہ سے بھوکا نہیں مارتا) روزی دیتا ہے (ان میں سے ہر ایک کو) جس کو چاہتا ہے اور وہ (اپنے منصوبہ پر) قابو یافتہ زبردست ہے (اپنے کام میں غالب)۔

تحقیق و ترکیب

حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ یہ دونوں لفظ اگر سورت کے دو نام ہیں تو دو آیتیں شمار ہوں گی اور دونوں کا الگ الگ لکھنا بھی اسی وجہ سے ہو گا اور دونوں مل کر ایک ہی نام اگر ہے تو پھر الگ الگ لکھنا اس لیئے ہو گا کہ دوسرے حوامیم کے ساتھ موافقت رہے۔

کذلک۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے۔ کہ کاف منصوب ہے۔ مصدر محذوف کی صفت ہونے کی وجہ

Marfat.com

سے ای یوحی ایحاء مثل ذلک الایحاء اور مضارع حکایت حال ماضیہ کے طریقہ پر ہے۔

یتفطرن۔ ایک قراءت یتفطرن اور دوسری قراءت یتفطرن بھی ہے۔

تکاد۔ کی دو قراءتیں مل کر چار قراءتیں نہیں بلکہ تین قراءتیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ تکاد کے ساتھ تو یتفطرن کی دو صورتیں ہیں۔ اور یکاد کی صورت میں صرف یتفطرن پڑھا جائے گا۔

من فوقھن۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ ضمیر سمٰوات کی طرف راجع ہے یعنی ہر اوپر والا آسمان نچلے آسمان پر ٹوٹ کر گر جائے اور سب ٹوٹ کر زمین پر آرہیں۔ اس صورت میں زیادہ ہیبت و عظمت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن بعض کی رائے میں ضمیر کفار و ارض کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔

یستغفرون۔ استغفار سے مراد یہاں شفاعت ہے اور من فی الارض سے مراد صرف مسلمان ہیں اور بعض کی رائے میں عام باشندگان سرزمین مراد ہیں۔ چنانچہ بیضاویؒ کا خیال بھی یہی ہے۔

حفیظ۔ مکمل نگرانی اور چوکسی کرنے والا۔

ام القریٰ۔ مکہ کو ام القریٰ۔ زمین کا وسط ہونے کی وجہ سے یا اول قطعہ یا اشرف بقعہ ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے مراد اہل مکہ ہیں اس معنی کر بھی ان کو اُمّی کہہ سکتے ہیں۔

ومن حولھا۔ مکہ کے اردگرد اور اردگرد کے اردگرد، پھر آگے اسی طرح سلسلہ چلا جائے تو سارا عالم مراد ہوگا جس سے آپ کی عموم بعثت ثابت ہوئی اور یہاں چونکہ کفار مخاطب ہیں اس لیئے صرف آپ کے وصف نذیر ہونے پر اکتفا کیا گیا۔ ورنہ آپ بشیر بھی ہیں۔

لاریب۔ مستانفہ ہے یا یوم الجمع سے حال ہے۔

فریق۔ مبتداء اور فی الجنۃ خبر ہے اور تفصیل کے موقعہ پر نکرہ مبتداء ہو سکتا ہے۔

یحیی الموتیٰ۔ یعنی مردہ کو جلانا صرف اللہ کی شان ہے۔ تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ مُردہ دلوں کو زندہ اور زندہ دلوں کو مردہ کر دینا بھی اس میں داخل ہے اور واسطیؒ فرماتے ہیں کہ دل تجلّیٔ الٰہی سے زندہ اور استتار سے مردہ ہو جاتے ہیں اور سہلؒ فرماتے ہیں کہ بغیر موت کے حیات حاصل نہیں ہوتی۔ یعنی نفس کے اوصاف کو مارنے سے حیات حاصل ہوتی ہے۔

ما اختلفتم۔ ما شرطیہ یا موصولہ مبتداء ہے من شیٔ بیان ہے اور فحکمہ الخ خبر ہے۔

من انفسکم۔ ای من جنسکم ازواجًا ای نساءً۔

یذرءکم فیہ۔ اس میں فی اپنے ہی معنی پر ہے اور کم ضمیر انسان اور انعام دونوں کی طرف بطور تغلیب ہے بقول زمخشریؒ یہ احکام ذات العلتین میں سے ہے۔ یعنی حاضر غائب میں سے حاضر کی تغلیب کر لی گئی ہے۔ اور فیہ کی بجائے بہ کہنا چاہیئے تھا۔ مگر اس تدبیر کو تکثیر نسل کا منبع قرار دیا گیا ہے۔ جیسے ولکم فی القصاص حیاۃ میں فی لایا گیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور دوسری صورت یہ ہے کہ فی کو بمعنی با لیا جائے بمعنی سبب اور ضمیر فیہ جعل یا خلق کی طرف راجع کی جائے اور بعض نے ضمیر فیہ کو بطن یا رحم کی طرف راجع کیا ہے حکماً مذکور ہونے کی وجہ سے۔

لیس کمثلہ۔ اس میں لفظ مثل مبالغہ کے لیے ایسے ہی ہے جیسے لا یفعل مثلک اور لا مثل لہ میں ہے یعنی کنایہ ذات سے ہے۔ گویا جب مثل سے نفی کر دی گئی تو ذات سے نفی بدرجۂ اولیٰ ہو گئی۔ اور کاف تاکید کے لیے زیادہ ہے۔ اس لیے اب شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ آیت میں تو اللہ کے مثل کی نفی کی گئی ہے اس سے اللہ کے مثل کی نفی نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کا ثبوت ہو رہا ہے۔ حالانکہ اللہ کا مثل محال ہے۔ لیکن مفسرؒ نے جواب دے دیا کہ کاف زائد ہے اس لیے مثل کی نفی ہو گئی۔ یہ توجیہ سب سے آسان ہے۔ ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ مثل زائد ہے۔ لیکن اس میں دو خرابیاں لازم آئیں گی۔ ایک تو اسم کو زائد ماننا، دوسرے کاف کا ضمیر پر داخل ہونا جو شعر کے علاوہ جائز نہیں ہے۔

اسی طرح ایک جواب یہ بھی ہے کہ مثل بمعنی صفت ہے یعنی کوئی چیز اللہ کی صفت جیسی نہیں ہے۔ لیکن دقیق جواب یہ ہے کہ نہ کاف زائد مانا جائے اور نہ مثل بلکہ کلام بطور کنایہ ہو۔ اہل عرب مثل کو نفس کی جگہ استعمال کرتے ہیں جیسے مثلک لا یبخل یا لیس لاخی زید اخ۔ پس معنی یہ ہوں گے کہ جب اللہ کے مماثل کا مماثل بھی نہیں تو خود اس کا مماثل کس طرح ممکن ہے۔

نوحا۔ اکابر انبیاءؑ کا ذکر کیا گیا جن کو مستقل دین اور شریعت دی گئی ہے اور حضرت نوحؑ چونکہ اول شارع ہیں۔ ان سے پہلے صرف توحید و رسالت اور معاشیات کی تعلیم تھی۔ حتیٰ کہ اختلاف بطن کے ساتھ حقیقی بہنوں سے شادی جائز تھی۔ کیونکہ ابھی تک دنیا ہی آباد نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے ابتداءً آبادی سے متعلق احکام آئے اور جب آبادی بڑھ گئی تو پھر اللہ اور بندوں کے حقوق کا سوال کھڑا ہوا۔ اس لیے شرائع کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ حضرت نوحؑ کی شریعت میں مائیں، بیٹیاں، بہنیں حرام کر دی گئیں اور دیانات و معاملات کے ابواب کھلے اور یہ سلسلہ ترقی پذیر ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ پیغمبر آخر الزمانؐ پر شرائع مکمل ہو گئیں۔

ان اقیموا۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ ان تفسیریہ ہے اور بقول کرخی ان مصدریہ بھی ہو سکتا ہے محل رفع میں ہے مبتداء محذوف کی خبر کی وجہ سے ای ہو ان اقیموا یا موصول سے بدل ہونے کی وجہ سے محل نصب میں اور الدین سے بدل مان کر محل جر میں بھی مانا جا سکتا ہے۔

اللہ یجتبی۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ایک سالک ہوتا ہے جو اپنی محنت و مجاہدہ سے عشق کی گھاٹیاں طے کر کے منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ ارشاد ہے۔ والذین جاھدوا الخ اور ایک مجذوب ہوتا ہے جس میں منجانب اللہ جذب و کشش ہوتا ہے۔ وہ خود بخود اس کی طرف کھنچتا ہے۔ اس میں چونکہ شانِ اصطفائیت و محبوبیت ہوتی ہے اس لیے یہ پہلے سے زیادہ عالی مرتبہ ہوتا ہے۔ الیہ میں الی بمعنی لام ہے۔

کما امرت۔ خواہ رخصت سے پہلے مرتبۂ عزیمت مراد ہے۔ جیسے اتقوا اللہ حق تقاتہ یا رخصت کے بعد

Marfat.com

تسہیلی احکام مراد ہوں۔ جیسے فاقرأوا ما استطعتم۔

لاعدل۔ لام بمعنی با ہے اور لام تعلیلیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں امر کا صلہ مقدر ہوگا۔ ای امرت بالعدل لاعدل بینکم اور لام زائد مانا جائے تو فا مقدر ہوگا۔

والذین یحاجون۔ مبتداء اول ہے اور حجتھم مبتداء ثانی ہے جس کی خبر داحضۃ ہے اور جملہ مل کر پہلے مبتداء کی خبر ہے۔

والمیزان۔ میزان انصاف کا ذریعہ ہے۔ اس لیئے انصاف کے معنی ہیں۔ میزان اُتارنے کا مطلب حکم انصاف نازل کرنا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ حضرت نوحؑ کے وقت میزان آتاری گئی اور اوزان کی درستگی پر زور دیا گیا ہے۔

قریب۔ موصوف مؤنث ہو تو صفت بھی مونث ہونی چاہیئے۔ مفسرؒ نے اس شبہ کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مضاف محذوف ہے اور یہ جواب کہ قریب بروزن فعیل ہے۔ جس میں سب مذکر مؤنث برابر ہوتے ہیں صحیح نہیں۔ کیونکہ فعیل بمعنی فاعل ہے جس میں دونوں برابر نہیں ہوتے۔ اور خطیبؒ نے یہ توجیہ کی ہے کہ ساعت اگرچہ مؤنث ہے۔ لیکن بمعنی وقت اور بمعنی بعث ہے اس لیے قریب لانا صحیح ہو گیا۔ یا کہ قریب میں نسبت کے معنی لیے جائیں یعنی ذاتِ قرب۔ ان سب صورتوں میں یہ استعمال درست ہو جائے گا۔ مفسر علامؒ دوسری ترکیب یہ بتلا رہے ہیں کہ یدریک فعل متعدی ہے جس کے تین مفعول ہیں۔ مفعول اول کان ہے اور لعل الساعۃ مفعول ثانی اور قریب مفعول ثالث ہے۔

لطیف۔ یہ صفت اگرچہ اللہ کے لیئے عموم ثابت کر رہی ہے اور آگے رزق کی تخصیص بظاہر اس کے منافی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ رزق میں مرزوقین کی تخصیص مقصود نہیں۔ بلکہ حکمت کے مطابق توزیع و تقسیم کا اظہار پیشِ نظر ہے۔

ربط آیات

سورۃ الشوریٰ۔ چونکہ وامرھم شوریٰ میں مشورہ کا استحسان معلوم ہوا۔ اس لیئے یہ سُورت اسی نام سے موسوم ہو گئی۔ اس کے مضامین حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ توحید کا بیان اور شرک کا بطلان جس کے ذیل میں صفاتِ کمالیہ اور افعال حکمت کا تذکرہ بھی ہے۔
۲۔ رسالت کی بحث اور اس کے ذیل میں مضامین تسلی بھی ہیں۔
۳۔ بعث وجزا کا بیان اور عذاب میں جلدی مچانے کا جواب مذکور ہے
۴۔ دنیا میں انہماک کرنے کی مذمت اور طلب آخرت کی ترغیب ہے۔
۵۔ مسلمانوں کے حُسنِ اعمال اور حُسنِ مآل کا تذکرہ ہے۔ اور اس کے بالمقابل کفار کی بداعمالی اور بدمآلی کا تذکرہ ہے۔ اور یہ سب مضامین متداخل ہیں۔

اس سے پچھلی سورت کے ساتھ بھی ارتباط واضح ہو گیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

روایات

ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ لیس من نبی صاحب کتاب الا وقد اوحی حمعسق۔ یعنی توحید و رسالت و بعث یہ تینوں مضامین جو اس سورت کا نچوڑ ہیں وہی سب انبیاء کی مشترک دعوت ہے۔ نیز ابن عباسؓ یتفطرن ای من الثقل فرماتے ہیں۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کے آگے سب سے اوّل جبرئیلؑ سجدہ ریز ہوئے۔ پھر میکائیلؑ و اسرافیلؑ و عزرائیلؑ علی الترتیب اور ان کے بعد دوسرے فرشتے آدم کے سامنے سجدہ بجالائے اور من انفسکم ازواجا کے تحت بقول جبل ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ سجدہ جمعہ کے روز زوال سے عصر تک ہوتا رہا۔ پھر بحالت منام حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے حوّاء کی تخلیق ہوئی اور حوّاء کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ انہیں زندہ انسان سے پیدا کیا گیا حضرت آدمؑ نے دیکھا تو ان کی جانب گشش ہوئی۔ وہ ہاتھ بڑھانا ہی چاہتے تھے کہ فرشتوں نے روکا کہ پہلے ان کا مہر ادا کرو۔ پوچھا کہ مہر کیا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ محمدؐ پر تین دفعہ صلوٰۃ و سلام۔

نیز مجاہد سے یذرء کم نسلاً بعد نسل منقول ہے۔

حضرت نوحؑ کو پہلے نبی کہنے کی تائید میں حدیث بخاری ہے کہ شفاعت کے سلسلہ میں مخلوق حضرت نوحؑ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرے گی کہ سرزمین پر آپ رسول بن کر آئے تھے۔

کما امرت۔ اگر تقوے اور عبادت کا اعلیٰ مرتبہ مراد لیا جائے تو حدیث شیبتنی ھود و اخواتھا میں یہی معنی ہیں کہ آپ کو اس غم و فکر نے بوڑھا بنا دیا کہ میں حق ادا نہیں کر سکا۔

ولا تتبع اھوا ئھم۔ روایات میں ہے کہ کفار نے خواہش کی تھی کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کیجئے ایک سال ہم آپ کے خدا کی پرستش کریں گے۔

والذین یحاجون۔ یہود کہا کرتے تھے۔ کتابنا قبل کتابکم و نبینا قبل نبیکم فنحن خیر منکم

تشریح

کذلک یوحی۔ حاصل یہ ہے کہ جس طرح اس سورت میں اعلیٰ مضامین آپ پر وحی کیے جا رہے ہیں اسی طرح دوسری سورتوں اور دوسرے انبیاءؑ کے لیے بھی اللہ کی عادت و حکمت یہی رہی ہے۔ اللہ کی عظمت شان کو اگر اہل زمین نہ جانیں نہ مانیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ آسمان پر فرشتے اس کثرت سے اس کو مانتے اور جانتے والے ہیں کہ آسمان ان کے بوجھ سے چڑچڑاتا اور پھٹ پڑنے کے قریب ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آسمانوں میں چار انگشت جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سربسجود نہ ہو یا اللہ کے ذکر کی کثرت کی تاثیر ہے یا خود اللہ کی عظمت و جلال سے آسمان کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔

اور بعض نے یہ مطلب لیا ہے کہ کفار کے شرکیہ اور گستاخانہ کلمات سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان کی بالائی سطح پھٹ

Marfat.com

پڑے۔ مگر اللہ کی شانِ عفو و رحمت کے اثر سے آسمانوں کا یہ نظام تھما ہوا ہے۔ اہلِ زمین کی گستاخیوں کے اثرات کم کرنے کے لیئے آسمانی فرشتے خود ان کے حق میں استغفار کرتے رہتے ہیں۔

فرشتوں میں جسم اور ثقل ہوتا ہے

فرشتوں کے بوجھ سے آسمانوں کا پھٹ پڑنا بتلا رہا ہے کہ فرشتوں میں ثقل ہوتا ہے اور یہ کچھ مستبعد نہیں ہے۔ کیونکہ فرشتوں کے لیئے جسم ہونا تو نصوص سے ثابت ہے اور اجسام میں ثقل ہونا قابلِ تعجب نہیں۔

رہا یہ شبہ کہ ثقل کی وجہ تو مرکز کی طرف ہوا کرتی ہے اور فرشتوں کا میلان اجسام لطیفہ ہونے کی وجہ سے محیط کی جانب ہونا چاہیئے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ دونوں باتیں ہی مسلم نہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر کسی جسم کو اس میلان کے خلاف پیدا کر دے تو اس کی نفی کی کیا دلیل ہے۔ دوسرے لطیف اجسام کا میلان محیط کی جانب اس لیئے ہے کہ وہ اس کا حیز ہے۔ پس اصل میلان تو حیز کی طرف ہوا۔ اور چونکہ ہر آسمان کے فرشتوں کا حیز وہی آسمان ہے جس پر وہ رہتے ہیں اس لیئے اس طبعی قاعدہ کی بناء پر ان کا میلان اسی آسمان کی طرف ہوگا اور فرشتے چونکہ آسمانوں کی بالائی سطح پر رہتے ہیں پس اس میلان کا وزن اور اثر آسمانوں کے اوپر ہی ہوگا۔ اور میلان مرکز کی اصطلاح کی رو سے گو اس کو ثقل نہ کہا جائے مگر لغت کے لحاظ سے اس کو ثقل کہا جائے گا۔

استغفار کی برکت سے نظامِ عالم قائم ہے۔

بہر حال فرشتوں کے استغفار کی برکت سے اللہ نافرمانوں کو ایک وقت مہلت دے رہا ہے۔ ورنہ دُنیا کا یہ سارا نظام چشم زدن میں درہم برہم ہو جانا چاہیئے تھا۔ ویسے معمولی واقعات میں سزاؤں کا ہونا یا آخرت میں اصلی عذاب کا ہونا اس استغفار کے مفہوم سے خارج ہے۔ اس لیئے کوئی اشکال نہیں رہتا۔ تاہم دنیا میں مخالفین کو مہلت دینے سے یہ نہ سمجھو کہ وہ ہمیشہ کے لیئے بچ گئے۔

اللہ حفیظ علیہم۔ یعنی ان کے سب اعمال و احوال ہمارے یہاں محفوظ ہیں جو وقت پر کھول دیئے جائیں گے۔ آپ اس فکر میں نہ پڑیئے کہ یہ مانتے کیوں نہیں، اور جب مانتے نہیں تو تباہ کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔ یہ آپ کی ذمہ داری نہیں۔ آپ تو پیغام پہنچا دینے کے ذمہ دار ہیں۔ یہ ہمارا کام ہے ہم ان کا حساب کتاب وقت پر ضرور چکا دیں گے۔

مکہ زمین کا نقطۂ آغاز ہے

کہ کو اُم القریٰ۔ بڑا گاؤں فرمایا۔ اللہ کا گھر وہیں ہے۔ جس کی وجہ سے وہاں عرب کا اجتماع رہتا ہے اور وہی روئے زمین کی پہلی عبادت گاہ ٹھہری۔ بلکہ زمین کا نقطۂ آغاز بھی یہی جگہ ہے جہاں سے زمین پھیلنی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے آنحضرتؐ کی دعوت وہیں سے شروع ہوئی۔ پھر آس پاس عرب کے دوسرے خطوں میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں پھیل گئی۔ اس سے آپ کی عمومِ بعثت ثابت ہوتی ہے۔ آپ کے پیغام کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز ساری زندگی کا حساب کتاب

marfat.com
Marfat.com

دینا ہوگا۔ اس کا احساس و یقین پہلے سے ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ سارے انسان اپنے حالات کے لحاظ سے دو حصوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک حصہ جنتی ہوگا اور دوسرا دوزخی۔ اب تم خود سوچ لو کہ تمہیں کس طبقہ میں شامل ہونا ہے اور اس کے لیے کیا تیاری کرنی ہے۔ یوں تو اللہ سب کو ایک راستہ پر ڈال سکتا تھا۔ لیکن اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ شان جمال و جلال نمایاں ہو اور اس کی صفات و کمالات عیاں ہوں۔ اس لیے اس نے اپنے بندوں کے حالات میں فرق رکھا۔ کہ کسی کو موردِ الطاف و عنایات قرار دیا اور کسی کو مستحقِ تعذیب و سزا گردانا۔

دین و مذہب کا بنیادی پتھر

وما اختلفتم میں عقائد و اعمال، احکام و معاملات میں جہاں کہیں بھی اختلاف پڑ جائے اس کا بہترین فیصلہ اللہ ہی کر سکتا ہے۔ بندہ کو چاہیئے کہ بلا چوں و چرا اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے۔ توحید جو اس ساری تعمیر کا بنیادی پتھر ہے اس کو کسی کے کہنے سننے سے کس طرح ہلایا جا سکتا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہر معاملہ میں میرا سہارا وہی ہے۔ مجھے اسی پر بھروسہ کرنا ہے۔ کیونکہ سارا جہان اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ انسان کا وجود اور اس کی نسل کا سلسلہ اور مختلف جانوروں کے گلے سب اسی کی رحمت کا پرتو ہیں۔ اللہ کی ذات، صفات، کمالات و افعال اور احکام و فیصلے سب بے مثل ہیں۔ وہ مخلوق کی مماثلت و مشابہت سے بالکلیہ پاک صاف ہے۔ پھر اس تک رسائی کیسے ہو؟ صرف ایک ہی راستہ معرفت کا ہے کہ اس کے کاموں سے اس کے کمالات و صفات کا اندازہ کیا جائے اور کمالات و اوصاف ذات کی طرف رہنمائی کریں۔ چنانچہ تمام نعمتوں کے خزانے اور ان کی کنجیاں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ کم و بیش روزی کی تقسیم اس کی حکمت و مصلحت کے سراسر تابع ہے۔

دین و مذہب اللہ کا سب سے بڑا انعام ہے

بے شمار حسی نعمتوں کے ساتھ اللہ نے انسان پر ایک غیر معمولی انعام یہ بھی فرمایا کہ اس کی روحانی رہنمائی کے لیے سینکڑوں ہادی اور رہنما وقتاً فوقتاً بھیجے۔ سب سے پہلے شارع حضرت نوح علیہ السلام سے آخری پیغمبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک انسانیت کے ارتقائی مدارج کی رعایت سے مختلف انبیاءؑ شرائع و صحائف لے کر آتے رہے جن میں سے پانچ تو اولوالعزم پیغمبر کہلاتے ہیں اور ان میں بھی تین تو ایسے رہے کہ ہر زمانہ میں ان کے نام لیوا بکثرت پائے گئے۔ حاصل یہ کہ دین سب کا قدرے مشترک ایک ہی رہا صرف زمان و مکان کے لحاظ سے حسب مصالح کچھ فرق رہا اور دین کو قائم کرنے کے لیے کچھ طور طریق مختلف ہوئے۔ مگر اصل حقیقت سب جگہ محفوظ رہی اور سب انبیاءؑ اور ان کے پیروکاروں کو سختی سے یہی ہدایت رہی کہ دین میں کسی طرح کی تفریق نہ ہونے دیں۔ تاہم دین کی متحدہ دعوت جس کی طرف آنحضرتؐ مشرکین کو بلا رہے ہیں وہ اُن کے گلے نہیں اُتر رہی ہے اور انہیں بالکل انوکھی دکھائی پڑ رہی ہے۔ حالانکہ اس سے پرانی اور متفق علیہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مگر ان کی جہالت اور بدبختی کی حد ہو گئی۔

بات دراصل یہی ہے کہ ہدایت، دانائی اور سمجھ سب اللہ کے ہاتھ ہے۔ وہ جسے چاہے چُن کر اپنی طرف

Marfat.com

کھینچ لے اور محض اپنی عنایت سے مقام قرب پر فائز کر دے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ اپنی صلاحیت و استعداد سے اللہ کی طرف جھکیں اور محنتیں کریں وہی ان کو کامیاب کرتا ہے اور اس طرح جذب و سلوک کی یہ دونوں منزلیں اپنی اپنی صلاحیت و قسمت کی رُو سے خوش نصیب لوگ طے کرتے ہیں

دُنیا میں ہمیشہ دو طبقے رہے ہیں

وما تفرقوا۔ پھر بھی دین کی پختہ اور متفق علیہ بنیادوں میں جو لوگ رخنے ڈالتے رہے ہیں۔ وہ کسی غلط فہمی یا شبہ کی بنیاد پر نہیں۔ کیوں کہ اصول دین سے بڑھ کر معقول اور سچی حقیقتیں اور کوئی نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ محض ضد و عناد غرور نفس، مال و دولت کی محبت رسم و رواج کی پابندی نے انہیں فریب نفس میں مبتلا کر رکھا ہے۔ شروع میں یہ اختلافات فروعی رہے ہوں گے۔ مگر بڑھتے بڑھتے اصول تک نوبت جا پہنچی اور پھر جتھہ بندی ہو کر لوگوں نے اپنے اپنے مورچے بنا لیئے۔ پھر بعد کی آنے والی نسلیں خبط اور الجھنوں میں پھنس کر رہ گئیں اور شکوک و شبہات کی ایسی اونچی دیواریں کھڑی کر لیں۔ کہ ان سے پھلانگنا دوبھر ہو گیا اور آخر کار یہ لوگ دین ہی کو خیر باد کہہ بیٹھے اور اسے ڈھکوسلہ سمجھنے لگے۔ اللہ چاہتا تو یہ سارے اختلافات رُونما ہی نہ ہوتے یا ہوتے تو دم کے دم میں ختم کر دیئے جاتے۔ مگر مصلحت خداوندی اور مشیت ایزدی سے انہیں مہلت اور ڈھیل ملی اور عملی فیصلہ ایک معین وقت تک کے لیئے ملتوی رکھنا طے کر دیا گیا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو دو ٹوک فیصلہ اب بھی ممکن تھا۔

غیر متزلزل عزم اور دُنیا کی سب سے پُرانی حقیقت۔

بہر حال آپ نہایت استقلال اور مضبوطی کے ساتھ اور غیر متزلزل عزم سے اس اجتماعی دین پر خود بھی جمے رہیئے۔ اور دوسروں کو بھی قول و عمل سے مسلسل دعوت دیتے رہیں۔ آپ معاندین کی بالکل پرواہ نہ کریں بلکہ صاف اعلان کر دیں کہ میں پچھلی کتابوں اور صداقتوں کو جھٹلانے کے لیئے نہیں۔ بلکہ سب کو تسلیم کرنے اور جانے کے لیئے آیا ہوں اور مجھے حکم ملا ہے کہ جو اختلافات تم نے ڈال رکھے ہیں ان کا منصفانہ فیصلہ کروں اور احکام کی تبلیغ اور مقدمات نبٹانے میں انصاف، و مساوات کا اصول قائم رکھوں اور سچائی جہاں بھی ملے اس کو قبول کروں اور خدا کی فرمانبرداری خود بھی کروں اور اس کا اطاعت گزار بندہ ہونا ثابت کروں اور تمہیں بھی اسی طرف لے چلوں۔ سب کا رب جب ایک ہے تو ہم سب کو اس کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیئے۔ تم اگر اس بات کو نہیں مانتے تو میری تمہاری الگ الگ راہ ہے۔ میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکا۔ آگے تم جانو تمہارا کام جانے۔

ایک دوسرے کے عمل کے جوابدہ نہیں ہیں۔ ہر ایک کو نتائج عمل کے لیئے تیار رہنا چاہیئے۔ اس کے بعد لڑنے جھگڑنے کی اور بات بھی کیا رہ جاتی ہے۔ اللہ کے دربار میں سب کو حاضر ہونا ہے۔ وہاں ہر ایک کے سامنے آجائے گا کہ وہ دنیا سے کیا کما کر لایا ہے۔

Marfat.com

والذین یحاجون۔ یعنی دین کی سچائی اتنی کھلنے کے بعد بھی جو لوگ بدستور کٹ حجتی میں لگے رہیں اور وہی مرغے کی ایک ٹانگ ہانکے رہیں ان سے بحث و مباحثہ فضول ہے۔ انہیں خدا کے حوالہ کیجئے۔ وہ سخت غضب اور دردناک عذاب کے ساتھ خود نبٹ لے گا۔

اللہ کی میزان عدل و انصاف

اللہ الذی انزل۔ ایک ترازو تو وہ ہوتی ہے جس میں اجسام تُلتے ہیں۔ اور ایک ترازو وہ ہوتی ہے جس میں اعراض کا وزن ہوتا ہے۔ حرارت و برودت کی کمیت و کیفیت معلوم کرلی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ محبت و عداوت پیما آلات بھی ایجاد ہوگئے ہیں۔ جن سے جرائم کی تحقیقات میں بڑی مدد مل رہی ہے۔ لیکن ایک علمی اور اخلاقی ترازو بھی قدرت نے اُتاری ہے۔ علمی ترازو انسانی عقل سلیم ہے اور اخلاقی ترازو عدل و انصاف ہیں۔ لیکن ان سب سے بڑی ایک ترازو دین حق کی ہے۔ جس میں خالق و مخلوق اور بندوں کے باہمی حقوق ٹھیک ٹھیک تُلتے ہیں، قیامت قائم ہونے پر اس کی مکمل شکل سامنے آجائے گی۔ اس لیے لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے اعمال و احوال کو کتاب اللہ کی کسوٹی پر کس کر اور دین حق کی ترازو میں تول کر دیکھ لیں۔ کیا معلوم قیامت کی گھڑی قریب ہی آلگی ہو۔ پہلے ہی کر لو جو کچھ کرنا ہے پھر موقعہ نہیں رہے گا۔

خرق العباد اگرچہ کتاب اللہ میں داخل ہیں۔ مگر میزان سے تعبیر کرکے ان کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا ہے اور اس لیے بھی ہے کہ اس کی تصدیق سے کتاب کی طرف رغبت زیادہ ہوگی۔ کہ اس کے ماننے سے تو ہماری دنیوی مصالح کی حفاظت بھی رہے گی۔ ہاں جن کو قیامت کا یقین نہیں وہ ہنسی ہی اڑاتے رہیں گے۔ ان کا کہنا تو یہی ہے کہ قیامت کہاں ہے؟ کب آئے گی؟ کیا دیر ہے؟ جلدی کیوں نہیں آجاتی؟ البتہ جن کو اللہ نے ایمان و ایقان سے بہرہ ور کیا ہے وہ اس ہولناک گھڑی کے تصور سے بھی کانپتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ اس لئے وہ اس کی تیاری میں بھی پورے طور پر لگے رہتے ہیں۔ مگر جس کو اس حقیقت کا یقین ہی نہیں وہ اس کی تیاری کیا خاک کرے گا۔ بلکہ جتنا مذاق اڑائے گا اتنا ہی گمراہی کی دلدل میں پھنستا چلا جائے گا۔

خوف اور شوق دو طرح کے ہوتے ہیں

خوف و شوق دو طرح کے ہوتے ہیں ایک خوف و شوق طبعی اضطراری دوسرے خوف و شوق اعتقادی اختیاری۔ یہ دونوں طرح جمع بھی ہو سکتے ہیں اور الگ الگ بھی پائے جاسکتے ہیں۔ یہاں آیت میں جس خوف کا ذکر ہے وہ اعتقادی خوف ہے جو دو اعتقادوں کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ ایک قیامت قائم ہونے کا اعتقاد، دوسرے یہ اعتقاد کہ نہ معلوم میرے اعمال رد ہوتے ہیں یا قبول۔ لیکن اگر اس اعتقاد اور اختیاری خوف کے ساتھ کسی کو موت یا قیامت کا شوق بھی غلبۂ حال کے درجہ میں پہنچ جائے تو وہ طبعی اضطراری شوق، اعتقادی اختیاری خوف کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

اسی طرح قبر میں بھی مردہ کا رب اقم الساعۃ کی درخواست کرنا بھی باعث اشکال نہیں۔ کیونکہ برزخ

Marfat.com

میں زوال خوف کی یقینی بشارتیں سُن کر اعمال کے رد ہو جانے کا کھٹکا نہیں رہتا۔ البتہ یہ خوف اور ڈر دنیا میں ہے اور یہ ہیبتِ امر عقلی ہے۔

اللہ لطیف۔ یعنی باوجود مخالفین کی تکذیب و انکار کے اللہ کسی کی روزی بند نہیں کرتا۔ بلکہ جس کو جتنا چاہتا ہے دیتا ہے۔ دنیا میں دینا اصولِ مکافات و مجازات کی رو سے نہیں ہوتا۔ بلکہ قانون حکمت و مصلحت کے پیش نظر ہوتا ہے۔

لطائف سلوک

اللہ یجتبی۔ اس میں جذب و سلوک دو مرتبوں کی طرف اشارہ ہے اول لفظ سے اول کی طرف اور دوسرے لفظ سے دوسرے کی طرف۔

لنا اعمالنا۔ اس میں کسی کی اصلاح اور قبولِ حق سے مایوسی کے وقت کیا جواب ہونا چاہیئے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ بِعَمَلِهٖ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ اَیْ كَسْبَهَا وَهُوَ الثَّوَابُ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ؕ بِالتَّضْعِيْفِ فِيْ الْحَسَنَةِ
اِلٰى عَشْرَةٍ وَاَكْثَرَ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ بِلَا تَضْعِيْفٍ مَا قُسِّمَ لَهٗ وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ
مِنْ نَّصِيْبٍ ۝ اَمْ بَلْ لَهُمْ لِكُفَّارِ مَكَّةَ شُرَكٰٓؤُا هُمْ شَيٰطِيْنُهُمْ شَرَعُوْا اَیِ الشُّرَكَاءُ لَهُمْ لِلْكُفَّارِ
مِّنَ الدِّيْنِ الْفَاسِدِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ كَالشِّرْكِ وَاِنْكَارِ الْبَعْثِ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ اَیِ الْقَضَاءُ
السَّابِقُ بِاَنَّ الْجَزَاءَ فِیْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَقُضِیَ بَيْنَهُمْ ؕ وَبَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالتَّعْذِيْبِ لَهُمْ فِی الدُّنْيَا وَاِنَّ
الظّٰلِمِيْنَ الْكٰفِرِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ مُؤْلِمٌ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُشْفِقِيْنَ خَآئِفِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا
فِی الدُّنْيَا مِنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يُّجَازَوْا عَلَيْهَا وَهُوَ اَیِ الْجَزَاءُ عَلَيْهَا وَاقِعٌ بِهِمْ ؕ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا مَحَالَةَ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ اَنْزَهُهَا بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَنْ دُوْنَهُمْ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ ذٰلِكَ الَّذِیْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ مِنَ الْبِشَارَةِ مُخَفَّفًا وَمُثَقَّلًا بِهٖ عِبَادَهُ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَیْ عَلٰی تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی
الْقُرْبٰی ؕ اِسْتِثْنَاءٌ مُّنْقَطِعٌ اَیْ لٰكِنْ اَسْاَلُكُمْ اَنْ تَوَدُّوْا قَرَابَتِیَ الَّتِیْ هِیَ قَرَابَتُكُمْ اَیْضًا فَاِنَّ لَهٗ فِیْ كُلِّ
بَطْنٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَرَابَةً وَمَنْ يَّقْتَرِفْ يَكْتَسِبْ حَسَنَةً طَاعَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ بِتَضْعِيْفِهَا اِنَّ اللّٰهَ

marfat.com
Marfat.com

غَفُوْرٌ لِّلذُّنُوْبِ شَكُوْرٌ ۝ لِلْقَلِيْلِ فَيُضَاعِفُهٗ اَمْ بَلْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ بِنِسْبَةِ الْقُرْاٰنِ
اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ يَرْبِطْ عَلٰى قَلْبِكَ ۚ بِالصَّبْرِ عَلٰى اَذَاهُمْ بِهٰذَا الْقَوْلِ وَغَيْرِهٖ وَ
قَدْ فَعَلَ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ الَّذِيْ قَالُوْهُ وَيُحِقُّ الْحَقَّ يُثْبِتُهٗ بِكَلِمٰتِهٖ ۚ اَلْمُنَزَّلَةِ عَلٰى نَبِيِّهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ بِمَا فِي الْقُلُوْبِ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ مِنْهُمْ وَيَعْفُوْا عَنِ
السَّيِّاٰتِ الْمُتَابِ عَنْهَا وَيَعْلَمُ مَا يَفْعَلُوْنَ ۝ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
يُجِيْبُهُمْ اِلٰى مَا يَسْاَلُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ وَلَوْ بَسَطَ
اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ جَمِيْعِهِمْ لَبَغَوْا جَمِيْعُهُمْ اَيْ طَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِالتَّخْفِيْفِ وَضِدِّهٖ
مِنَ الْاَرْزَاقِ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۚ فَيَبْسُطُهَا لِبَعْضِ عِبَادِهٖ دُوْنَ بَعْضٍ وَيَنْشَاُ عَنِ الْبَسْطِ الْبَغْيَ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ
خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ الْمَطَرَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا اَيِسُوْا مِنْ نُّزُوْلِهٖ وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۚ
يَبْسُطُ مَطَرَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْمُحْسِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْحَمِيْدُ ۝ الْمَحْمُوْدُ عِنْدَهُمْ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَخَلْقُ مَا بَثَّ فَرَّقَ وَنَشَرَ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۚ هِيَ مَا يَدُبُّ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ النَّاسِ وَغَيْرِهِمْ
وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ لِلْحَشْرِ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۝ فِي الضَّمِيْرِ تَغْلِيْبُ الْعَاقِلِ عَلٰى غَيْرِهٖ

ع ۳ ۴

ترجمہ جو شخص (اپنے عمل سے) آخرت کا طلب گار ہو (یعنی آخرت کے پھل، ثواب کا) ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے (ایک نیکی کا دس گنا اور اس سے بڑھ کر صلہ) اور جو دنیا کی کھیتی کا جویا ہو گا تو ہم اس کو کچھ اس میں سے دے دیں گے (اس کا مقررہ حصہ بغیر بڑھائے ہوئے) اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے۔ کیا (ام بمعنی بل) ان (کفار مکہ) کے کچھ شریک (یعنی شیاطین) ہیں جنہوں نے (یعنی شرکاء نے) ان (کفار) کے لیے ایسا (کھوٹا) مذہب مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی (جیسے شرک اور قیامت کا انکار) اور اگر ایک فیصلہ کن بات نہ ہو چکی ہوتی (یعنی یہ طے شدہ تقدیر کہ اصل صلہ قیامت میں ملے گا) تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا (کہ کفار کو دنیا ہی میں سزا دے کر ان کے اور مسلمانوں کے مابین فیصلہ کر دیا جاتا) اور ان ظالموں (کافروں) کو ضرور دردناک (تکلیف دہ) عذاب ہو گا۔ آپ ان ظالموں کو (قیامت میں) دیکھیں گے کہ ڈر رہے (خوف زدہ) ہوں گے اپنے اعمال سے (دنیا میں جو برائیاں کیں ان پر کہیں سزا ہو جائے) اور وہ (بدلہ) ان پر پڑ کر رہے گا (قیامت

Marfat.com

میں لامحالہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیئے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے (جو اپنے سے کمتر لوگوں کے مقابلہ میں برتر ہوں گے) وہ جس چیز کو چاہیں گے ان کے پروردگار کی طرف سے ان کو ملے گی۔ یہی بڑا انعام ہے یہی ہے جس کی بشارت اللہ دے رہا ہے (پیغمبر بشارت سے ماخوذ ہے تخفیف و تشدید کے ساتھ) اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیئے۔ آپ کہیئے کہ میں تم سے (پیغام رسالت پہنچانے پر) اور کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کے تعلق کے (یہ استثناء منقطع ہے یعنی البتہ میں تم سے یہ چاہتا ہوں کہ تم اس قرابت داری کا خیال رکھو جو ہمارے تمہارے درمیان باہمی قائم ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کی رشتہ داری قریش کی تمام شاخوں تک پھیلی ہوئی تھی) اور جو شخص کوئی نیکی (طاعت) کرے گا ہم اس میں اور خوبی (یا زیادہ کر دیں گے (ثواب بڑھا کر) بلاشبہ اللہ (گناہوں کا) بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے (تھوڑے عمل کو بڑھا دیتا ہے) کیا (ام بمعنی بل) یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ باندھ رکھا ہے (قرآن کی نسبت اللہ کی طرف کرکے) سو اللہ اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے (کفار کی اس گفتگو اور دوسری باتوں پر آپ کو صبر دے دے چنانچہ یہ ہو گیا) اور اللہ باطل کو (جو یہ بک رہے ہیں) مٹا دیا کرتا ہے اور حق کو اپنے احکام سے (جو اس نے اپنے پیغمبر پر اتارے) ثابت کیا کرتا ہے بلاشبہ وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے (جو سینوں میں ہوتی ہیں) اور وہ ایسا ہے کہ (ان میں سے) اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ گناہوں کو (جن سے توبہ کر لی جائے) معاف فرما دیتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم یہ کرتے ہو (یا اور تا کے ساتھ ہے) اور وہ ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیئے (جو دعائیں مانگتا ہے ان کو پورا کرتا ہے) اور اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اگر اللہ اپنے (سب) بندوں کے لئے روزی فراخ کر دیتا تو (سب) شرارت پر اتر آتے دنیا میں لیکن اتارتا ہے (بتنزل تخفیف اور عدم تخفیف کے ساتھ ہے مراد روزیاں ہیں) اندازہ سے جتنا چاہتا ہے (چنانچہ اپنے بعض بندوں کے لیئے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور بعض کے لیئے نہیں اور کشادہ کرنے سے شرارت پھیلتی ہے) اور وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے اور وہ ایسا ہے جو بارش (مینہ) برساتا ہے لوگوں کے (بارش سے ناامید) مایوس ہو جانے کے بعد اور اپنی رحمت (بارش) پھیلاتا ہے اور وہ کارساز (مومنین کا محسن) قابل حمد ہے (ان کے اعتقاد میں) اور منجملہ اس کی نشانیوں کے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے (اور پیدا کرنا) ان جانداروں کا جو اس نے پھیلا رکھے (متفرق کر رکھے) ہیں آسمان و زمین میں (دابۃ، انسان وغیرہ جاندار چیزیں جو زمین پر چلتی پھرتی ہیں) اور وہ (محشر میں) ان کو جمع کر لینے پر بھی جب چاہے قادر ہے (جمہم کی ضمیر میں ذی عقل مخلوق کو غیر ذی عقل پر غالب کر لیا ہے)۔

تحقیق و ترکیب

حرث۔ بقول بغویؒ بمعنی کسب اور بقول زمخشریؒ بمعنی رفع۔ قاموس میں ہے کہ حرث کسب، مال کے جمع کرنے اور کھیتی پیدا وار کو کہتے ہیں مجازاً ثواب مراد ہے۔

نوشہ منہا۔ انتیاء دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے اور من تبعیضیہ ہے۔

Marfat.com

ام لھم۔ ام منقطعہ بمعنی بل ہے اور ہمزہ تقریر یا توبیخ کے لیے ہے۔

شرعوا۔ اس کی اسناد شیاطین و شرکاء کی طرف اسناد مجازی ہے سبب گمراہی ہونے کی وجہ سے۔

مما کسبوا۔ مفسرؒ نے ان یجازوا کہہ کر تقدیر مضاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ای من جزاء ما کسبوا۔

وھو واقع۔ اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اشفاق اور خوف آئندہ خطرہ کی توقع کو کہا جاتا ہے۔ پھر واقع کیسے کہا گیا۔ جب کہ اول محتمل اور دوسرا یقینی ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ خطرہ کے دور ہونے کی توقع پر انسان اس کے دفعیہ کی کوشش کرتا ہے۔ مگر ناامیدی کی صورت میں محض ڈر ہی ڈر رہ جاتا ہے۔ خطرہ ضرور واقع ہو کر رہتا ہے اس لیے کوشش ترک کر دی جاتی ہے۔

فی روضات الجنت۔ انزھا۔ تفسیری عبارت سے اشارہ ہے کہ جنت میں مختلف مراتب ہوں گے۔ ایمان اور عمل صالح کے مجموعہ پر اعلیٰ مرتبہ اور ایمان بلا عمل پر ادنیٰ درجہ مرتب ہوگا۔

عند ربھم۔ عند مجازیہ ہے اور یشاءون کا ظرف ہے۔

ذلک۔ یہ مبتدا ہے الذی الخ خبر ہے مفسرؒ نے بہ عائد محذوف نکال دیا ہے اور یہ موصولہ ہونے کی صورت میں ہے البتہ بقول یونس ما مصدریہ کی صورت میں عائد کی ضرورت نہیں رہتی۔ ای ذلک تبشیر اللہ عبادہ۔ ابن عمرؒ ابن کثیرؒ حمزہؒ علیؒ کے نزدیک تخفیف کے ساتھ اور باقی قراءؒ کے نزدیک تخفیف کے ساتھ ہے۔

الا المودۃ فی القربیٰ۔ مفسرین کے تین قول ہیں :۔

۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ قریش کے وسط خاندان سے تھے۔ جس کی شاخیں سب طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ آیت میں صلہ رحمی اور قرابت داری کی رعایت کا واسطہ دیا گیا کہ اگر میری پیروی نہیں کر سکتے تو کم از کم خاندانی لحاظ ملاحظہ تو رکھو۔ اپنے نفع کی خاطر میرا نقصان تو گوارا نہ کرو۔

۲۔ ابن عباسؓ کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب آپؐ ہجرت فرما کر مدینہ آئے تو آپؐ کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ حضرات انصار نے جمع ہو کر آپؐ کے ساتھ کچھ حسن سلوک کیا اور کچھ رقم جمع کر کے پیش خدمت کی۔ مگر آپؐ نے اپنی خوشگی کی وجہ سے اس کو واپس کر دیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں انصار کو خطاب ہے۔

۳۔ حسنؒ سے اس جملہ کے یہ معنی منقول ہیں کہ قرابتداری اور تعلقات کا اصل اور صحیح مصرف اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ دنیاوی غرض میں اس کا استعمال نہیں ہونا چاہیئے۔

الحاصل قربیٰ پہلی صورت میں قرابت بمعنی رحم سے ہے اور دوسری صورت میں بمعنی اقارب ہے اور تیسری صورت میں قرب و تقرب کے معنی میں ہے۔ آنحضرتؐ کے اہل قرابت بعض کے نزدیک فاطمہ و علی و حسنین ہیں اور بعض کے نزدیک آل علیؓ، آل عقیلؓ، آل جعفرؓ، آل عباسؓ ہیں۔ مفسر علامؒ الا القربیٰ کو استثناء منقطع کہہ رہے ہیں یعنی قل لا اسئلکم اجرا الا بمعنی لکن ہے اور قرابت صورۃً اجر ہے حقیقۃً اجر نہیں ہے۔

حسنۃ۔ بعض کے نزدیک قرابت رسول کی رعایت مراد ہے۔ یہ تو قیر اگرچہ باعث فضیلت ہے۔ لیکن ظاہر

Marfat.com

حسنہ کو عام لینا ہے۔

شکور۔ قدردان، توبہ قبول کرنے والا، توبہ کی توفیق دینے والا اور بعض کے نزدیک اللہ کی صفت میں اس لفظ کے معنی طاعت کی ہمت، ثواب کی توفیق دینا لیئے ہیں۔

یختم علی قلبك۔ یعنی آپ کے دل کو مضبوط کر دینا جس سے آپ ناگوار باتوں پر صبر کر سکیں۔ چنانچہ بقول مجاہدؒ یہ وعدہ پورا ہو گیا۔

ویمح اللہ۔ یہ مستقل جملہ ہے یختم پر عطف نہیں ہے۔ کیونکہ باطل کو مٹا دینے کا وعدہ مطلق ہے مشروط نہیں ہے اس لیئے لفظ اللہ مکرر لایا گیا ہے۔

ویحق پر رفع آیا ہے اور یمح میں یدع کی طرح واو گر گیا ہے۔

عن عبادہ۔ یعنی عن بعض من ہے۔

یستجیب۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ اس میں سین زائد ہے تاکید فعل کے لیئے ہے جیسے تعظم استعظم۔

الغیث۔ قحط سالی کی وجہ سے چونکہ بارش کی طلب ہوتی ہے اس لیئے بادل بارش کو غیث کہا جاتا ہے۔

فیہما من دابۃ۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ یہاں بھی تثنیہ سے مفرد مراد ہے۔ جیسے یخرج منہما اللؤلؤ میں ہے۔ چنانچہ دواب صرف زمین میں ہوتے ہیں۔ جیسے کہ موتی صرف دریائے شور سے برآمد ہوتے ہیں۔ اگرچہ بعض نے معنی کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ کو قدرت ہے کہ زمین کی طرح آسمانوں میں بھی دواب پیدا کر دے۔ جیسے کہ موتی مونگا دریائے شیریں میں بھی نکلتے ہیں۔

ربط آیات

پہلی آیات میں منکرین قیامت کی گمراہی کا ذکر تھا۔ آیت من کان یرید سے انکار قیامت کی وجہ کا بیان ہے کہ وہ لوگ دنیا پر فریفتہ ہیں اور پھر اس فریفتگی کی برائی اور ان کا جواب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس آخرت کی ترغیب کا ذکر ہے۔

اور چونکہ آیت شرع لکم الخ میں دین حق یعنی توحید وغیرہ شریعت الٰہیہ ہونا بیان کیا گیا تھا۔ اس لیئے ام لہم شرکاء سے دین باطل کا غیر مشروع ہونا ارشاد فرما رہے ہیں۔

اسی طرح آیت والذین یحاجون میں منکرین کا مستحق عذاب ہونا اور مومنین کا مستحق ثواب ہونا بیان ہوا تھا۔ اور آیت من کان یرید میں دنیا کے فریب میں مبتلا ہونے والوں کا ثواب سے محروم ہونا اور مومنین کا مستحق ثواب ہونا صراحۃً بیان ہو چکا ہے۔ اس لیئے آگے بھی اسی کی تفصیل ہے اور اس مجموعی مضمون کے درمیان وحی کی حقانیت آیت قل لا اسئلکم سے بطور جملہ معترضہ ارشاد ہے۔

اسی طرح آیت ام یقولون افتری سے پھر وحی، توحید و رسالت تینوں مضامین کا اعادہ ہے۔

آیت الا المودۃ فی القربیٰ کے متعلق ابن عباسؓ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ سدیؒ سے منقول ہے کہ یہ آل رسول کے متعلق نازل ہوئی۔ چنانچہ صاحب کشافؒ نے نقل کیا ہے

marfat.com
Marfat.com

کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو آپؐ سے پوچھا گیا۔ من قرابتک ھولاء الذین وجبت علینا مودتھم؟ فقال علیؓ و فاطمۃؓ و ابناءھماؓ۔ اس سے ان حضرات کی خصوصی تعظیم ثابت ہوئی حتیٰ کہ جاہل تو حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے بھی افضل ماننے لگے جو صحیح نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ظاہر آیت سے اس کے مصداق میں عموم ہی معلوم ہوتا ہے۔

ھوالذی یقبل التوبۃ کے ذیل میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک گنہ گار حق تعالیٰ کی جناب میں دو بار ہاتھ اُٹھا کر التجا کرے گا۔ مگر اس کی طرف التفات نہیں ہوگا۔ تیسری بار ارشاد ہوگا۔ قد استجیبت من عبدی ولیس لہ رب غیری فقد غفرت لہ و استجیب۔

اسی طرح ارشاد نبویؐ ہے۔ ما من مسلم ینصب وجھہ للہ فی مسئلۃ الا اعطاہ ایاھا اما ان یعجلھا لہ و اما ان یدخرھا لہ۔

بغوی نے انس سے روایت کی ہے۔ ان من عبادی من لا یصلحہ الا الغنی ولو افتقرتہ لافسدت علیہ دینہ وان منھم من لا یصلحہ الا الفقر ولو اغنیتہ لافسدت علیہ دینہ۔

تشریح

من کان یرید۔ یعنی دنیاوی عیش دلیل مقبولیت نہیں ہے اور نہ آخرت کی کامرانی کا باعث ہے بلکہ اصل ضابطہ اور دستور یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں رہ کر آخرت کی کھیتی کا طالب ہوگا۔ یعنی ہر عمل میں اس کی نظر وہاں کے نتائج و ثمرات پر ہوگی۔ اس کے لیے آخرت کی نعمتیں ہوں گی اور بڑھ چڑھ کر ہوں گی۔ نیکیوں کا پھل دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زائد ہوگا اور دنیا میں ایمان و عمل کی برکت سے جو انعامات ملیں گے وہ مزید برآں ہیں۔ البتہ جس کی ساری جدوجہد صرف دنیا کے لیے ہوگی۔ اس کے لیے آخرت میں تو یقینی محرومی ہے ہی۔ لیکن دنیا میں بھی اس کے لیے کوئی حتمی وعدہ نہیں ہے۔ قسمت میں ہوگا مل جائے گا ورنہ نہیں۔

یقینی وعدوں پر تو اطمینان نہیں مگر موہوم پر کامل اعتماد ہے۔

مگر لوگوں کا حال عجیب ہے کہ موہوم کے لیے تو جدوجہد یقینی اور یقین کے لیے محض تمنائیں اور خالی آرزوئیں۔ اللہ نے نبیوں کی زبانی آخرت کا راستہ بتلا دیا پھر آخر مشرکین نے اس راستہ کو چھوڑ کر دوسری راہیں کہاں سے نکالی ہیں۔ اللہ کے علاوہ اور کون ہے جس کو حلال حرام کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ دنیا میں کھول کھول کر حق ناحق کو بیان کر دیا گیا۔ مگر پھر بھی یہ نہیں مانتے تو عملی فیصلہ تو مقررہ وقت پر ہوگا۔ اس کا انتظار کریں سب کرنی سامنے آجائے گی۔ آج اگر نہیں ڈرتے تو اس وقت ڈریں گے مگر لاحاصل۔ اس سے رہائی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

Marfat.com

والذین اٰمنوا۔ البتہ جو ایمان دار نیکو کار ہوں گے۔ جنہوں نے دنیا میں ہر قسم کی صعوبتیں دین کی خاطر برداشت کیں۔ وہ آخرت کی جسمانی اور روحانی ہر قسم کی نعمتوں سے لذت آشنا ہوں گے۔ ان کی ہر تمنا ہر آرزو پوری کی جائے گی۔

ذلک الذی ۔ سے جو مضمونِ بشارت آرہا ہے۔ چونکہ کفار پوری بات سننے سے پہلے ہی جھٹلا دینے کے خوگر تھے۔ اس لیے بشارت کا مضمون درمیان میں روک کر بطور جملہ معترضہ ان کو ایک دل گداز بات سنائی جارہی ہے۔

انسانیت و قرابت کا لحاظ کرکے ہی ظلم سے باز آجانا چاہیئے۔

قل لا اسئلکم۔ یعنی جو کچھ آپ ان کی خاطر مشکلات اٹھا رہے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ بلکہ صرف لوجہ اللہ تمہیں فلاح کا راستہ بتلا رہا ہوں۔ تم سے اس پر کچھ بدلہ نہیں مانگتا۔ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ کم از کم خاندانی تعلقات کا لحاظ کرتے ہوئے بالکل بے مروتی پر تو نہ اتر آؤ۔ تم میری بات نہیں مانتے نہ مانو۔ میرا دین قبول نہیں کرتے نہ کرو، میری تائید و حمایت میں کھڑے نہیں ہوتے نہ سہی۔ لیکن قرابتداری کا خیال کرکے ظلم پر تو کمر نہ باندھو۔ ہر وقت کی ایذا رسانی سے باز آؤ۔ اتنی تو آزادی دو کہ اللہ کا پیغام پہنچاتا رہوں کیا میں اتنی دوستی اور اتنی محبت و انصاف کا بھی حق دار نہیں ہوں۔ میری دشمنی اور عداوت میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ بلکہ ٹھنڈے دل و دماغ سے میری پوری بات سن لو اور اس کو عقل و دلیل کی میزان میں تول لو۔ اگر معقول ہو قبول کرلو۔ کچھ شبہات ہوں تو صاف کرلو اور بالفرض اگر غلط ہو تو مجھے سمجھا دو، راہ پر لے آؤ۔ غرض جو بات ہو وہ خیر خواہی اور خیر اندیشی سے ہو۔ یہ نہیں کہ بے سمجھے فوراً ہی بھڑک اٹھو۔ بلکہ سمجھانے پر بھی خلاف سے باز نہ آؤ۔ آخر رشتہ داری کا کیا فائدہ، جب ایک دوسرے کے اتنا بھی کام نہ آئے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ خالی رشتہ داری پیش نظر ہے اور اس کے بعد ایمان مطلوب نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ لطیف طریقہ سے تدریجی طور پر یہ ایمان ہی کی طرف لے جانے کا راستہ ہے۔

محبتِ اہل بیت جزوِ ایمان ہے

بعض حضرات نے مودت قربیٰ کے یہ معنی لیے ہیں۔ کہ میں تم سے صرف اس صلہ کا خواہشمند ہوں کہ میرے خویش و اقارب کا خیال رکھو۔ اہل بیت کی محبت یقیناً جزوِ ایمان اور محبتِ نبوی کا شاخسانہ مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ تفسیر آیت کے شانِ نزول سیاق و سباق کے مناسب بھی ہے یا نہیں۔ نیز آنحضرتؐ کے شایانِ شان بھی ہے یا نہیں؟

اسی طرح بعض حضرات نے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی قرابت اور صلہ رحمی کا لحاظ اور خیال رکھو اور باہمی حقوق کی پاسداری کرو۔

marfat.com
Marfat.com

اور بعض نے قربیٰ سے مراد قربِ خداوندی لیا ہے یعنی ہر کام میں اصل دھیان قربِ خداوندی کا ہونا چاہیئے کیونکہ محبتِ الٰہی ہی اصل وظیفہ ہے۔ تاہم راجح تفسیر پہلی ہی ہے۔

ومن یقترف الخ سے پھر وہی قانت مومنین کی بشارت کا تتمہ ارشاد ہے کہ جو شخص بھلائی اور نیکی کا راستہ اپناتا ہے اللہ بھی اس کی بھلائی کو بڑھا دیتا ہے کہ آخرت میں اس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اور دنیا میں بھی اسے اچھی خصلت ملتی ہے اور اس کی لغزشیں معاف کر دی جاتی ہیں۔

چار مقدمات استدلال

ام یقولون۔ کفار آپ پر جھوٹا دعوائے نبوت کر دینے کا الزام لگاتے ہیں۔ سو ان کی یہ بکواس خود افتراء ہے چار مقدمات کی بنیاد پر۔

اول یہ کہ کسی خارق عادت معجزہ کا آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہونا نہ ہونا دونوں فی نفسہ ممکن ہوئے اور اللہ کی قدرت میں ہونے کے لحاظ سے اگرچہ برابر ہیں۔

دوسرے یہ کہ اللہ کی عادت لوگوں کو تلبیس سے بچانے کے لیئے یہ ہے کہ وہ سچے کے ہاتھ معجزہ ظاہر کر دیتا ہے اور جھوٹے کے ہاتھ پر ظاہر نہیں کرتا۔ پس آپ کا جھوٹا ہونا اس کو مستلزم ہے کہ آپ کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ لازم کا نہ ہونا ملزوم کے نہ ہونے کو مستلزم ہے۔

چوتھے یہ کہ آپ کی زبان سے معجزانہ کلام قرآن ظاہر ہوا ہے۔ پس لازم یعنی معجزہ کے نہ ہونے کی نفی ہوئی۔ اس لیے ملزوم یعنی جھوٹ کی بھی نفی ہو گئی۔ اس طرح آپ کا سچا اور مخالفین کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ "اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے" اور فرشتہ آپ کے قلب پر یہ کلام معجزہ نہ اتار سکے۔ اور وحی کا سلسلہ بند ہو جائے۔

حاصل یہ ہے کہ پہلے مقدمہ کی رو سے اللہ کو یہ قدرت ہر وقت حاصل ہے کہ یہ معجزانہ کلام صادر نہ ہونے دے۔ اور دوسرے مقدمہ کی رو سے عادتِ الٰہیہ کے مطابق اللہ جھوٹے دعوے کو مٹا دیا کرتا ہے۔ جھوٹے کے ہاتھ پر خرقِ عادت ظاہر ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ احکامِ تنزیلیہ اور تکوینیہ سے نبوت کے سچے دعویٰ کو ثابت اور غالب کر دیا کرتا ہے۔ اور تیسرا مقدمہ بدیہی اور چوتھا مقدمہ بالکل مشاہد ہے۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ آپ سچے اور مخالفین جھوٹے ہیں۔ اس لیے محض ان بدبختوں کی ناقدری اور طعن و تشنیع کی وجہ سے فیضان کا یہ سلسلہ منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کو جاری رکھے گا اور عملی طور پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ ثابت کرکے رہے گا۔ اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ دل پر اللہ نے مہر لگائی اور کون جھوٹا ہے اور اللہ سے ان کا کوئی حال قال مخفی نہیں۔ حتیٰ کہ وہ دلی منصوبوں سے بھی واقف ہے۔ اس لیئے وہ خود ان سے نبٹ لے گا۔

تکوینی احکام سے مراد عادتِ الٰہیہ ہے اور تنزیلی احکام سے مراد انفسی اور آفاقی دلائل و براہین ہیں۔ آیت کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں۔ چنانچہ مفسر علام رح نے اس کو آنحضرت ﷺ کی تسلی پر محمول کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ میں صبر

Marfat.com

کا مادہ پیدا کر دے گا۔ جس سے آپ کا دل ایسا مضبوط ہو جائے کہ ان کی تکالیف کا اس پر اثر ظاہر نہ ہو۔ مگر سیاق و سباق کے مطابق وہی تقریر ہے جو عرض کی گئی ہے۔

توبہ و انابت پر بشارت

لیکن جو لوگ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں گے اور مخالفت کی بجائے توبہ و انابت کی راہ اپنائیں گے۔ آیت وھوالذی یقبل سے ان کو بشارت سنائی جارہی ہے کہ نبی تو اپنا کام کر چکے اب آگے تمہارا کام ہے۔ جیسا کرو گے تمہاری استعداد اور کام کے مطابق اللہ تعالیٰ آخرت میں معاملہ فرمائے گا۔ وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور کتنی غلطیوں کو جاننے کے باوجود معاف فرما دیتا ہے اور جو ایماندار نیک بندے اس کی سنتے ہیں وہ بھی ان کی سنتا ہے اور اطاعت و عبادت کو قبول کر کے اجر و ثواب عام ضابطہ سے بڑھ چڑھ کر عنایت کرتا ہے۔ البتہ جو اپنے انکار و کفر پر مرتے دم تک ڈٹے رہیں ان کے لیے سخت ترین سزائیں بھی تیار ہیں۔

دُنیا میں نہ سب امیر ہیں نہ سب غریب

ولو بسط اللہ الرزق۔ اللہ کے خزانوں میں اگرچہ کسی چیز کی کمی نہیں۔ وہ چاہے تو سب کو بے اندازہ دولت دے کر غنی بنا دے۔ مگر دنیا کو جس نظام پر چلانا منظور ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ غنا عام نہ کی جائے۔ بلکہ ہر ایک کو اس کی استعداد اور احوال کی رعایت سے جتنا مناسب ہو ناپ تول کر دیا جائے اور یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کس کے حق میں کیا صورت بہتر اور اصلح ہے۔ کیوں کہ سب حالات اسی کے سامنے ہیں۔

غنا کے عام نہ ہونے کی جس حکمتِ الٰہی کی طرف آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر سرمایہ داری عام ہو جائے اور کہیں بھی فقر نہ رہے۔ تو کسی کو کسی کی احتیاج نہ رہے گی۔ اور ہر طرف بے نیازی ہی بے نیازی عام ہو جائے گی اور احتیاج ہی ایسی چیز ہے جو ہر ایک کو دوسرے سے جوڑے ہوئے ہے۔ کیونکہ لزوم عادی کے طور پر یہ بات طے شدہ ہے کہ کوئی نہ کوئی چیز ایسی ضرور ہوتی ہے۔ جو دوسرے کے پاس نہیں ہوتی۔ پس لامحالہ جس کے پاس چیز نہ ہوگی وہ اس کا محتاج ہوگا۔ جس کے پاس وہ چیز موجود ہے۔ اس احتیاج ہی کی بدولت ایک دوسرے سے وابستگی کا علاقہ رہے گا۔ لیکن اگر غنا اس طرح عام ہو جائے کہ کوئی کسی کا دستگیر نہ ہو تو کوئی کسی کی طرف جھکے گا نہیں۔ بلکہ ہر ایک دوسرے سے بے تعلق ہو کر رہ جائے گا۔ اور اجتماعیت کا سارا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا اور بغاوت عام ہو کر عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ لیکن بغاوتِ عامہ کی صورت غنا۔ عام کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیونکہ اس کے برعکس اگر فقر عام ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کسی کے پاس کوئی چیز نہ رہے گی اس میں تکلیف تو سب کو ہو سکتی ہے مگر رغبت کسی کو نہ رہے گی جو جڑ ہے سارے فتنہ و فساد کی اور شاذ و نادر اگر کوئی چیز کسی کے پاس دوسرے کی رغبت کے لائق ہو گی بھی تو بہت کم ہوگی اس لیے بغاوت بھی کم ہوگی۔

بہر حال فقر و حاجت عام ہونے کی صورت میں بغاوت عام نہ ہوگی۔ اگرچہ دوسرے نقصانات ہو جائیں مثلاً

Marfat.com

سب بجائے خود ہلاک ہو جائیں اور یہی حکمت ہے فقر کے عام نہ ہونے کی۔ لیکن یہاں جس ضرر کا بیان ہے وہ حسد ہے غنائے عام اور بسط عام کے ساتھ اور ہر چند کہ عام بغاوت کا انجام بھی وہی ہے۔ جو فقر عام کا نتیجہ ہے یعنی سب کا ہلاک ہو جانا۔ مگر مر جانا ہلکا ہوتا ہے بہ نسبت مارے جانے کے۔ اس لیے فقہ عام کا نقصان بھی غناء عام کے نقصان سے کم ہوگا۔ اور ممکن ہے یہاں اسی لیئے غنائے عام نہ ہونے کی حکمت تو بیان کی گئی ہے اور فقر عام نہ ہونے کی حکمت سے تعرض نہیں کیا گیا۔

حاصل یہ ہے کہ نہ سرتاسر سرمایہ داری اور غناء کو عام کیا گیا اور نہ فقر و احتیاج کو بلکہ ملی جلی حالت رکھی تاکہ ایک دوسرے کی وابستگی رہے اور صبر و شکر کا ذریعہ تعلق مع اللہ بھی رہے۔ لیکن یہ تمام تر تقریر عام طبائع کی موجودہ فطرت و روش کے لحاظ سے ہے۔ لیکن اگر طبائع تبدیل کر دی جائیں جیسے امام مہدی کے زمانہ میں جب کہ برکت عام ہو جائے گی۔ حدیث میں ہے کہ کوئی صدقہ قبول نہ کرے گا۔ یا جنت میں سب کے پاس نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی۔ مگر سلامتی طبع سے سب مگن رہیں گے۔ کوئی ایک دوسرے سے بے تعلق نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر عام طبائع نہ ہوں بلکہ مخصوص طبائع کے حضرات ہوں جیسے انبیاءؑ و صلحاءؒ تو وہاں اگرچہ بسط عام کی صورت میں بغاوت کا سبب موجود ہوگا۔ مگر ان کی سلامتی طبع مانع بھی ہوگی۔ اس لیئے بغاوت مرتب نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ محض سبب کا ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ مانع کا نہ ہونا بھی ضروری ہے۔

انسان کی کوتاہ نظری کا حال تو یہ ہے کہ ذرا بارش میں دیر ہوئی تو بسا اوقات ایک دم مایوس ہو بیٹھتا ہے۔ حالانکہ اللہ اپنی حکمت و مصلحت سے باران رحمت نازل فرما دیتا ہے اور اپنی مہربانی کے آثار و برکات چاروں طرف پھیلا دیتا ہے۔ تاکہ بندوں پر ثابت ہو جائے کہ رزق کے اسباب جس کے قبضہ میں ہیں رزق بھی اسی کے قبضہ میں ہے اور جیسے وہ روزی ہر ایک کو ایک خاص اندازے سے عنایت فرماتا ہے۔ بارش بھی خاص اندازے سے خاص اوقات میں برساتا ہے۔ کیونکہ سب کام اسی کے اختیار و حکمت سے ہوتے ہیں۔ سارے کمالات و خوبیوں کا سرچشمہ وہی ہے۔ رزق، اس کے اسباب اور ان اسباب کے اسباب خواہ وہ سماویہ ہوں یا زمینی اور ان کے آثار و نتائج سب اسی کی مخلوق ہیں۔ سرتاسر مایوسی تو شیوۂ کفار ہے۔ البتہ ایک مومن کی نظر میں اسباب کا سلسلہ یاس انگیز ہو سکتا ہے۔

وھو الذی۔ اس میں کلی حالت کا بیان نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی قرینہ کمیت کا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ مایوسی سے پہلے بھی بارش ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ مایوسی ہو جانے کے بعد بھی نہیں ہوتی۔

وما بث فیھما۔ کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی طرح آسمانوں پر بھی جانوروں کی قسم سے کوئی مخلوق پائی جاتی ہے۔ پس جس ذات نے مخلوق کو سارے عالم میں بکھیر رکھا ہے وہی قیامت میں سب کو اکٹھا کرے گا اور جانوروں کے زمین و آسمان میں ہونے کی دوسری توجیہ وہ ہے جو مفسرؒ نے بیان کی ہے یعنی مجموعہ میں تحقیق کے لیئے ایک جزو میں بھی تحقق کافی ہوتا ہے۔ ہر ہر جزو میں تحقق ضروری نہیں۔ یہ دونوں توجیہات تو دابہ کو حقیقی معنی لینے کی صورت میں

Marfat.com

تھیں۔ اگر مجازاً ذی روح مراد لی جائے تو ظاہر ہے کہ فرشتے بھی ذی روح ہوتے ہیں۔

لطائف سلوک

ام لہم شرکاء۔ اس میں شرک اور بدعت دونوں پر رد ہے۔

قل لا اسئلکم۔ سے معلوم ہوا کہ شیخ و مرشد کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے اعزاء و اقرباء دوں سے محبت و تعلق ہو۔ کیونکہ جب شیخ سے محبت ہوگی تو اس کے اقارب سے قربت ہوگی۔

ترمذی میں حدیث مرفوع ہے۔ احبوا اھل بیتی لحبی اور فرمایا۔ کہ ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی۔

فان یشاء اللہ یختم علی قلبک۔ یعنی بالفرض آپ کی زبان مبارک سے ناحق بات نکلے تو ہم آپ کے دل پر مہر کر دیں گے۔ شیخ شبلیؒ نے جب امام سے نماز میں یہ آیت سنی۔ تو غلبۂ حال میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہنے لگے۔ اچھے لوگوں سے اس طرح خطاب ہو رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ احوال سلب ہو جانے سے ہر وقت ڈرتا رہے۔

ویبسط اللہ۔ اسی طرح بعض اوقات سالک کے لیے بسط مضر ہوتا ہے اور قبض مفید۔ تو اس کو مغموم نہیں ہونا چاہیئے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ الْمُنْشَاٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝

marfat.com
Marfat.com

مَهْرَبٍ مِنَ الْعَذَابِ وَجُمْلَةُ النَّفْيِ سُدَّتْ مَسَدَّ مَفْعُوْلَيْ يَعْلَمُ اَوِ النَّفْيُ مُعَلَّقٌ عَنِ الْعَمَلِ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ
خِطَابٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَغَيْرِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ مِنْ اَثَاثِ الدُّنْيَا فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا يَتَمَتَّعُ بِهٖ فِيْهَا ثُمَّ
يَزُوْلُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الثَّوَابِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَيُعْطَفُ
عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ مُوْجِبَاتِ الْحُدُوْدِ وَمِنْ عَطْفِ الْبَعْضِ عَلَى
الْكُلِّ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ يَتَجَاوَزُوْنَ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ اَجَابُوْهُ اِلٰى مَا
دَعَاهُمْ اِلَيْهِ مِنَ التَّوْحِيْدِ وَالْعِبَادَةِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اَدَامُوْهَا وَاَمْرُهُمْ الَّذِيْ يَعُدُّ لَهُمْ
شُوْرٰى بَيْنَهُمْ يَتَشَاوَرُوْنَ فِيْهِ وَلَا يُعْجِلُوْنَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اَعْطَيْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فِيْ طَاعَةِ
اللّٰهِ وَمِنْ ذِكْرِ صِنْفٌ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ الظُّلْمُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ صِنْفٌ اَيْ يَنْتَقِمُوْنَ
مِمَّنْ ظَلَمَهُمْ بِمِثْلِ ظُلْمِهٖ كَمَا قَالَ تَعَالٰى وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا سُمِّيَتِ الثَّانِيَةُ سَيِّئَةً
لِمُشَابَهَتِهَا لِلْاُوْلٰى فِي الصُّوْرَةِ وَهٰذَا ظَاهِرٌ فِيْمَا يُقْتَصُّ فِيْهِ مِنَ الْجِرَاحَاتِ قَالَ بَعْضُهُمْ وَاِذَا قَالَ
لَهٗ اَخْزَاكَ اللّٰهُ فَيُجِيْبُهٗ اَخْزَاكَ اللّٰهُ فَمَنْ عَفَا عَنْ ظَالِمِهٖ وَاَصْلَحَ الْوُدَّ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ بِالْعَفْوِ عَنْهُ
فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اَيْ اَنَّ اللّٰهَ يَاْجُرُهٗ لَا مُحَالَةَ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَيِ الْبَادِيْنَ بِالظُّلْمِ فَيُرَتِّبُ
عَلَيْهِمُ الْعِقَابَ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ اَيْ ظُلْمِ الظَّالِمِ اِيَّاهُ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝
مُؤَاخَذَةٍ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ بِالْمَعَاصِيْ
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ مُؤْلِمٌ وَلَمَنْ صَبَرَ فَلَمْ يَنْتَصِرْ وَغَفَرَ تَجَاوَزَ اِنَّ ذٰلِكَ الصَّبْرَ وَالتَّجَاوُزَ
لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ اَيْ مَعْزُوْمَاتِهَا بِمَعْنَى الْمَطْلُوْبَاتِ شَرْعًا

ترجمہ اور تمہیں (مسلمانو) جو مصیبت (بلا اور شدت) پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے ہوتی ہے (یعنی تم نے جو گناہ کیے ہوئے ہیں اور اکثر کام چونکہ ہاتھ سے کیے جاتے ہیں اس لیے ہاتھوں ہی کی طرف نسبت کر دی) اور بہت سے کاموں سے تو وہ درگزر کر دیتا ہے (کہ ان پر دنیا

Marfat.com

میں سزا نہیں دیتا اور پھر آخرت میں ان پر سزا دنیا اس کے کرم سے بعید ہو گا۔ البتہ بے قصور لوگوں کو دنیا میں جو مصیبتیں پیش آتی ہیں ان سے ان کے اخروی درجات بلند کرنے مقصود ہوتے ہیں، اور (اے مشرکین) تم (اللہ کو) زمین میں ہرا نہیں سکتے (کہ اس سے بچ نکلو) اور اللہ کے سوا (علاوہ) تمہارا کوئی بھی حامی و مددگار نہیں ہے (جو تمہیں اس کے عذاب سے بچا سکے)، اور منجملہ اس کی نشانیوں کے جہاز (کشتیاں) ہیں سمندر میں پہاڑ جیسے (پہاڑ برابر بڑے وہ اگر چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ کھڑے کے کھڑے (ٹھہرے ہوئے) رہ جائیں سطح سمندر پر، بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صابر شاکر کے لیے (مومن مراد ہیں جو مصیبت میں صبر اور عیش میں شکر ادا کرتے ہیں)، یا ان جہازوں کو تباہ کر دے (اس کا عطف یسکن پر ہے یعنی ہواؤں کے جھکڑوں سے جہازوں کو سواروں سمیت غرق کر دے) ان کے اعمال کی وجہ سے (سواروں کے گناہوں کے باعث) اور بہت سے لوگوں سے درگذر کر دے (ان کو غرق نہ کرے) اور معلوم ہونا چاہیئے (یعلم رفع کے ساتھ مستانفہ ہے اور نصب کی صورت میں علت مقدر پر معطوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی یغرقھم لینتقم منھم ویعلم) ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں میں جھگڑا نکالتے رہتے ہیں کہ ان کے لیے بچاؤ نہیں ہے (عذاب سے چھٹکارا۔ اور جملہ نفی یعلم کے دونوں مفعولوں کے بجائے ہے یا حرف نفی کا لفظوں میں عمل نہیں ہے) سو تمہیں (مسلمانوں اور دوسروں کو خطاب ہے) جو کچھ (دنیا کا ساز و سامان) دیا دلایا گیا ہے وہ محض دنیاوی زندگی میں برتنے کے لئے ہے (نفع اٹھانے کے بعد سب فنا ہو جائے گا) اور جو اللہ کے یہاں (ثواب) ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائیدار وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں (اگلے جملہ کا اس پر عطف ہے) اور جو کہ بچتے ہیں کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے (جن پر شرعی حد واجب ہو جاتی ہے یہ بعض کا کل پر عطف ہے) اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف (درگذر) کر دیتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا حکم مانا (توحید و عبادت کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں)، اور نماز کے پابند ہیں (مستقل نمازی ہیں)، اور ان کا ہر کام (جو انہیں درپیش ہوتا ہے) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے (باہمی صلاح مشورہ کرتے ہیں جلد بازی سے کام نہیں لیتے) اور ہم نے جو کچھ عطا کیا (دیا) ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں۔ جن لوگوں کا ذکر ہوا یہ ایک قسم ہے) اور جو لوگ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں (یہ دوسری قسم ہوئی) یعنی جو شخص ان پر ناانصافی کرتا ہے تو وہ اس سے اتنا ہی انتقام لیتے ہیں جیسا کہ آگے ارشاد ہے) اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی سے ہونا چاہیئے (بدلہ کو برائی کہنا اس لیئے ہے کہ صورت شکل میں پہلی برائی جیسا ہوتا ہے اور صورۃً یہ مشابہت ان زخموں میں ظاہر ہے جن میں قصاص کا حکم ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اگر کوئی اخزاک اللہ کہے تو اس کے جواب اخزاک اللہ کہنے کی اجازت ہے)، پھر جو شخص معاف کر دے (ظالم کو) اور اصلاح کر لے (معاف کرتے ہوئے باہمی محبت بحال کر لے)، تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے (یعنی ضرور اللہ اس کو اجر عطا فرمائے گا)، واقعی ظالموں سے اللہ کا تعلق نہیں ہے (یعنی ظلم کی ابتداء کرنے والے کہ وہ مستحق سزا ہو جاتے ہیں) اور جو اپنے اوپر (ظالم کا ظلم) ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے۔ سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام (اعتراض) نہیں

Marfat.com

الذام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور سرکشی پھیلاتے (کرتے) ہیں زمین میں ناحق (شرعاً غلط طریقہ پر) ایسوں کے لیئے دردناک (تکلیف دہ) عذاب ہے اور جو شخص صبر کرے (بدلہ نہ لے) اور معاف کر دے (درگزرے) یہ (صبر اور معافی) البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے (یعنی لائق عزیمت ہے اس معنی کر کہ شرعاً مطلوب ہے)

تحقیق و ترکیب

الجوار۔ بظاہر یہ وہم ہو سکتا ہے کہ یہاں موصوف محذوف ہوگا۔ حالانکہ جری ان صفات میں سے نہیں ہے جو موصوف کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ اس لیئے حذف محذوف جائز نہیں ہوگا۔ مفسر علام نے اسی شبہ کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ صفت پر اسمیت غالب آجانے کی وجہ سے صفت قائم مقام موصوف کے نہیں ہوا کرتی۔ جیسے ابرق، ابطح، اجرع میں ہے ورنہ موصوف کا حذف کرنا جائز ہوتا ہے۔ اس لیئے جوار کی تفسیر سفن کے ساتھ ہے اور السفن الجاریہ نہیں کہا۔

فیظللن۔ اصل معنی تو یمضین النہار ہیں۔ لیکن یصرن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ گویا دن رات میں کسی چیز کا ہونا مراد ہے۔

صبار شکور۔ ایمان کا نصف حصہ صبر ہے اور نصف شکر۔ دونوں مل کر ایمان کامل ہوتا ہے۔

یوبقھن۔ سکون ریح کی قید احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے کیونکہ کشتی اور اسباب سے بھی غرق ہو سکتی ہے جیسے ٹوٹ جائے یا پانی بھر جائے۔

مالھم من محیص۔ مالھم خبر مقدم اور من محیص مبتداء مؤخر ہے من زائد ہے دوسری صورت یہ ہے کہ افعال قلوب کی خاصیت کے اعتبار سے کہا جائے کہ ما نافیہ میں تعلیق ہے یعنی لفظاً عمل معطل ہوگیا ہے جس کے لیئے شرط یہ ہے کہ استفہام اور نفی اور لام ابتداء سے پہلے ما ہو اور یعلم میں یہ شرط پائی جارہی ہے۔

فما اوتیتم۔ اس میں ما شرطیہ محل نصب میں ہے اوتیتم کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے اور مفعول اول ضمیر ہے جو قائم مقام فاعل کے ہے اور مفعول ثانی صدارت کا کلام کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے اور من شیء بیان ہے ما کا۔

فمتاع۔ جواب شرط ہے ای ھو متاع اور ما عند اللہ مبتداء ہے اور خیر خبر ہے اور للذین متعلق ہے ابقی کے۔

یتوکلون۔ توکل کا ایک درجہ تو واجبی اور ضروری ہے کہ نفع بخش اور ضرر رساں صرف اللہ کو مانا جائے اور اور ایک درجہ خصوصیت اور کمال ایمان کا ہے کہ تمامی امور اللہ کے حوالہ کر دیئے جائیں۔

والذین یجتنبون۔ اس کا عطف اگر للذین آمنوا پر ہے تب تو محل جر میں ہے ورنہ مدح کے اعتبار سے منصوب یا مرفوع بھی ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

کبائر الاثم والفواحش۔ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر شرعی وعید آئی ہو۔ اور فواحش جن پر حد شرعی قائم کی جائے یہ عطف خاص علی العام ہے۔

اذا ما غضبوا۔ یہ مبتداء خبر سے مل کر جزائے شرط ہے۔ ای ھم الاعفاء بالغفران عند الغضب۔

استجابوا۔ اس میں سین تاز ائد ہیں۔

وامرھم شوریٰ۔ شوریٰ مصدر ہے جیسے بشریٰ شرکت فی الرای کو کہتے ہیں۔ اصل میں شہد کی مکھیوں کا شہد نکالنا اور شہد جمع کرنا شوریٰ کے معنی میں ہے۔

جزاء سیئۃ سیئۃ۔ برائی کا بدلہ اگرچہ فی الواقع برائی نہیں ہے مگر مشاکلت و مشابہت کی وجہ سے اس کو بطور استعارہ سیئہ کہہ دیا گیا۔ تمام وہ جنایات جن میں قصاص آتا ہے ان میں یہ آیت ظاہر ہے۔ البتہ مجاہدؒ اور سدیؒ برے بھلے الفاظ کو بھی اس میں داخل کرتے ہیں۔

فمن عفی۔ یعنی چونکہ بدلہ میں پوری یکسانیت اور برابری ضروری ہے اور وہ نہایت مشکل ہے اس لیے عفو و درگذر ہی بہتر ہے۔ چنانچہ فا لانے میں یہی نکتہ ہے اور اصلاح بھی چونکہ تتمہ عفو ہے اس لیے اس میں بھی ترغیب کا پہلو ہے۔

اجرہ علی اللہ۔ اس کو مبہم لانے میں مبالغہ ہے۔

الظالمین۔ حدیث میں ہے "البادی اظلم" چنانچہ بطور شرعی بدلہ کے ظلم نہیں ہوگا۔

لمن انتصر۔ لام ابتدائیہ اور من شرطیہ ہے اور اولئک جواب شرط ہے یا من مبتداء ہے اور اولئک خبر ہے

بغیر الحق۔ لیکن اگر شرعی اجازت سے ہو تو پھر ناحق نہیں ہوگا۔

یبغون۔ یعنی کو اگر اپنے معنی پر رکھا جائے تب تو بغیر الحق قید احترازی نہیں ہے اور یبغون کی اگر یعلمون کے معنی میں تجرید کر لی جائے تو پھر بغیر الحق تاکید ہوگا۔ ابو سعید قرشی کہتے ہیں کہ ناگواریوں کو برداشت کرنا علامات انتباہ میں سے ہے۔ جو شخص کسی حادثہ پر صبر کرے اور جزع نہ کرے اللہ اس سے راضی ہوگا۔ یہ بڑا عالی مقام ہے لیکن جو مصیبت پر شکوہ اور تنگی ظاہر کرے اللہ اس کو اس کے نفس کے حوالہ کر دیتا ہے اور وہ ہمیشہ شکایت میں مبتلا رہتا ہے۔

ربط آیات

آیت وما اصابکم الخ کا وہی ربط ہے جو آیات ولو بسط اللہ الخ میں گزر چکا ہے۔ ان آیات میں نعمت و مصیبت کی حکمت ارشاد فرمائی جا رہی ہے۔

آیت من کان یرید۔ میں دنیا کے فریب میں مبتلا ہونے کی برائی اور طلب آخرت کی ترغیب کا بیان تھا۔

آیات فما اوتیتم الخ میں اسی کی تائید کے لیے دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت کا ذکر ہے اور عمدہ اعمال ذکر کر کے اس کی طلب کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اور آیت "ولو بسط" میں کمی رزق کی حکمت اور ما اصابکم اور لیعلم الذین میں گناہوں کی شامت اور نقصان کا بیان تھا۔ آگے یہی دنیا کا فانی ہونا اور اعمال وطاعت کی ....

marfat.com
Marfat.com

فضیلت و برکت ارشاد فرمائی جا رہی ہے اور ان میں باہمی مناسبت ظاہر ہے۔

شان نزول و روایات

آیت والذین استجابوا۔ انصار کے بارہ میں نازل ہوئی۔ آنحضرتؐ نے ان کو جب دعوت دی تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔ آپؐ نے ان کیلئے بارہ نقیب مقرر فرما دیئے۔ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے ہوا۔

وامرھم شوریٰ۔ آنحضرتؐ کی ہجرت سے پہلے انصار مدینہ دینی کام باہمی مشوروں سے کیا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ اسی کی توصیف فرما رہے ہیں۔ آپ اگرچہ مشورہ کے محتاج نہیں تھے۔ لیکن صحابہؓ کی تالیف قلب کے لیئے آپ کو حکم دیا گیا۔ بعض کے نزدیک آپ کے لیے یہ حکم وجوبی تھا اور بعض کے نزدیک استحبابی۔ چنانچہ آنحضرتؐ اور صحابہؓ برابر اجتہادی امور میں مشورہ پر کاربند رہے۔

فمن عفا۔ حدیث میں ارشاد ہے قیامت میں منادی ہوگی۔ من کان لہ اجر علی اللہ فلیقم فلا یقوم الا من عفا۔

لمن عزم الامور۔ ابو سعید قرشیؒ فرماتے ہیں۔ الصبر علی المکارہ من علامات الانتباہ فمن صبر علی مکروہ یصیبہ ولم یجزع اورثہ اللہ حال الرضا وھو اجل الاحوال ومن جزع من المصیبات وشکی وکلہ اللہ تعالیٰ لرمی نفسہ ثم لم تنفاہ شکواہ۔

تشریح

نعمت و مصیبت دونوں حکمت الٰہی کے تحت ہیں

وما اصابکم الخ اسی طرح آیت ظہر الفساد فی البر الخ میں یہ ظاہر فرمایا جا رہا ہے کہ جس طرح نعمتیں ہماری خاص حکمت کی رو سے تقسیم ہوتی ہیں۔ اسی طرح مصائب بھی خاص اسباب اور ضوابط دونوں کے تحت آتی ہیں۔ کیف ما اتفق نہیں جیسے عام طور سے بیماریوں کے کچھ نہ کچھ اسباب ہوتے ہیں کھوج لگائی جائے تو ثابت ہوگا کہ ہر آفت کے پیچھے انسان کا اپنا ہاتھ ہوتا ہے اور ہر مصیبت کے نیچے سے خود اس کا اپنا کوئی نہ کوئی عمل ابھرتا ہے۔ گو بادی النظر میں سرسری طور پر دکھائی نہ دے۔ بعض اوقات ماں کی بدپرہیزی بچہ کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے۔ کبھی ایک شخص کی حماقت اور بے تدبیری سے پورے محلہ بلکہ سارے شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ایک شخص کا قول و عمل بسا اوقات پورے ملک بلکہ پوری دنیا کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیتا ہے۔

اور جس طرح مادی طور پر سبب قریب خود آدمی کی اپنی حرکت ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی اور باطنی آفات کا حال بھی سمجھنا چاہیئے۔ انسان کے لیئے ماضی کی غلطیاں مستقبل کے لیئے سامان عبرت ہیں اور گرفت و مصیبت کا سلسلہ بھی بعض کوتاہیوں پر ہوتا ہے۔ اکثر غلطیاں تو نظر انداز کر دی جاتی ہیں ورنہ تو ہر غلطی پر اگر پکڑ ہونے لگے تو کوئی متنفس

Marfat.com

باقی نہیں رہ سکتا۔

انبیاءؑ اور معصوم بچے اس میں داخل نہیں۔ یہ خطاب بالغ گنہ گاروں کو ہے اور مصیبت سے مراد بھی حقیقۃً مصیبت ہے اور ان قیود کا مقصد ایک سوال کے دو جواب ہیں۔

ایک اور شبہ اور اُس کے دو جواب

سوال یہ ہے کہ لفظ مَا کے عموم سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مصیبت گناہوں کی وجہ سے آتی ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر بڑی بڑی بلائیں آئیں۔ باوجودیکہ وہ گناہوں سے پاک تھے؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہوا کہ یہ خطاب عام نہیں بلکہ صرف گنہگاروں کو خطاب ہے۔ اس لیئے انبیاءؑ و صلحاءؒ کے متعلق شبہ نہیں رہا۔

دوسرا جواب یہ نکل آیا کہ انبیاءؑ و اولیاءؒ پر جو بلائیں آتی ہیں وہ صورۃً مصیبت ہوتی ہیں۔ مگر حقیقۃً مصیبت نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ ان کے حق میں نعمت ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان سے ان کے علوم و مدارج اور مراتب میں ترقی ہوتی ہے اور ان پر اسرار و حکم منکشف ہوتے ہیں۔ اسلئے وہ ان میں مسرور رہتے ہیں۔ ان کی دلجمعی میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ وہ پریشان ہوتے ہیں۔

اور وہ معصوم بچوں کی تکالیف یا تو اسباب تکوینی کے تحت ہوتی ہیں۔ جیسے جانوروں وغیرہ میں اور یا ان کا سبب ان کے بڑے ہوتے ہیں اور وہی بالواسطہ مبتلائے مصیبت ہوتے ہیں۔

تمام ایجادات کا سرچشمہ اللہ کی قُدرت ہے

ومن آیاته الجوار۔ نزول قرآن کے وقت بادبانی جہاز اور کشتیوں کا رواج تھا۔ جن کا سارا مدار ہواؤں کے رحم و کرم پر تھا۔ کہ ہوا کا رخ صحیح رہا تو منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ ورنہ سارا سفر کالعدم ہو جاتا تھا۔ اس لئے آیت میں ہواؤں کو قدرتِ الٰہی کے تابع بتلایا گیا۔ لیکن اس سے موجودہ دور کے دخانی اسٹیمر اور جہاز اسی طرح فضائی پرواز کے سلسلہ میں جہاز، راکٹ، میزائیل پر شبہ نہ کیا جائے کہ وہ تو ہوا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ اللہ کے محتاج نہیں ہیں۔ کیونکہ جواب میں کہا جائے گا کہ گو وہ ہوا کے تابع نہیں مگر اسٹیم اور بھاپ کے تابع اور کل پرزوں کے تابع تو ہیں اور وہ پھر محتاج قدرت ہیں اس لئے نتیجہ وہی رہا۔

رہا یہ کہنا کہ یہ سب کچھ تو مشینوں کے بل بوتہ پر ہوتا ہے۔ اور وہ انسان کی فِٹ کی ہوئی ہے۔ اس میں قدرت کو کیا دخل؟ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ خود انسان، اس کا دل و دماغ، ہاتھ پاؤں سب اللہ کے بنائے ہوئے اور اس کے تابع ہیں۔ غرضکہ حاصل وہی رہا کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ سب مشینریاں اور کارخانے اللہ کے تابع ہیں۔ اور اگر ہوا کا مفہوم عام کر لیا جائے اسی طرح ہوا کے ٹھہرانے کے مفہوم کو بھی عام کر لیا جائے یعنی سنجارات کا نہ چڑھنا تب بھی مشینری سے چلنے والی سب چیزیں بادبانی جہازوں کے حکم میں شامل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اسٹیم بننے میں جہاں پانی کا دخل ہے وہیں ہوا اور بھاپ کا بھی دخل ہے۔ غرضکہ پانی اور ہوا سب اسی کے زیر فرمان ہیں۔ دریائی اور فضائی سفر میں موافق اور نا موافق دونوں قسم کے حالات سے واسطہ پڑتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ موافق حالات

marfat.com
Marfat.com

پر شکر اور ناموافق حالات پر صبر کرتا رہے وہ چاہے تو انسانی اعمال کی پاداش میں جہاز بھی تباہ کر سکتا ہے اور چاہے تو اسی تباہی کے وقت معاف بھی کر سکتا ہے۔ تاکہ بڑے بڑے جھگڑالو بھی دیکھ لیں کہ خدائی گرفت سے نکل بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

اخلاق فاضلہ

فما اوتیتم۔ میں اس فانی چند روزہ عیش پر انسان مغرور نہ ہو بلکہ یقین رکھے کہ ایمانداروں کو جو آخرت کا عیش ملے گا وہ دنیا کی چمک دمک سے بہتر بھی ہے اور پائدار بھی۔ نہ اس میں کدورت ہوگی اور نہ زوال کا کھٹکا۔

والذین۔ یجتنبون۔ ان آیات میں مختلف اعمال کا ذکر ہے عقائد۔ فرائض غیر فرائض اور سب پر باختلاف درجات اجر و ثواب مرتب ہے۔

کبائر الاثم۔ بڑے گناہ مراد ہیں جو قوتِ نظریہ کی غلط کاری سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے عقائد بدعیہ۔ اور فواحش سے وہ گناہ مراد ہیں جن میں قوتِ شہوانیہ کی بے اعتدالیوں کو دخل ہو اور قوتِ غضبیہ کی روک تھام "واذا ما غضبوا" میں کی گئی ہے۔

مشورہ کے حدود

وامرھم شوریٰ۔ میں مہماتِ امور مراد ہیں۔ جیسا کہ آنحضرتؐ اور صحابہؓ کا معمول رہا۔ کہ دین کا کام ہوتا یا دنیا کا، باہمی مشورے سے انجام دیتے تھے۔ جنگی حالات اور مسائل واحکام میں بھی مشورے ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ خلافتِ راشدہ کی تو بنیاد ہی مشورے پر تھی۔ البتہ روزمرہ کے معمولی کاموں میں مشورہ کی حاجت نہیں۔ اسی طرح منصوص احکام میں مشورہ کی حاجت نہیں۔ امرِ خیر خواہ وہ فرائض ہوں یا واجبات وغیرہ ان میں مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ "در کارِ خیر حاجتِ استخارہ نیست" یا امورِ شرعیہ جن کی صراحۃً ممانعت ہے ان میں بھی مشورہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

نیز احادیث میں آتا ہے کہ زیرک اور دانشمند صالح سے مشورہ لینا چاہیئے ورنہ بیوقوف اور بدنیت و بدطینت اور بددیانت کا مشورہ بربادی کا موجب ہوگا۔ غرضکہ مشورہ کی بڑی قیمت اور اہمیت ہے۔ مشہور ہے کہ کوئی نہ ہو تو اپنے گھٹنے سے مشورہ لینا چاہیئے۔

بدلہ کی حدود

ھم ینتصرون۔ انتقام کی اجازت ہے۔ لیکن انتقام میں صورۃً مشاکلت اس وقت جائز ہوگی جب کہ مصیبت نہ ہو ورنہ جائز نہیں جیسے حرام کاری کے بدلہ میں حرام کاری کرنا، چوری کے بدلہ میں چوری کرنا اور الفاظ ینتصرون۔ جزاء سیئۃ سیئۃ۔ لمن انتصر میں بظاہر تکرار مضمون معلوم ہوتا ہے۔ لیکن منتصرین میں الفاظ کی حیثیت سے تعریف ہے اور جزاء سیئۃ میں انتقام کا جائز ہونا پیش نظر ہے اور لمن انتصر میں انتقام کے حرام ہونے کی نفی کی جا رہی ہے ان تینوں میں اگرچہ باہمی یہ ربط ہے کہ ہر پہلی بات سے پچھلی بات لازم آرہی ہے۔ مگر مستقل طور پر تصریح کرنے سے بلاغت بھی آگئی اور تکرار بھی نہ رہا۔

Marfat.com

معافی کے حدود

اسی طرح "ہم یغفرون" میں ایسے لوگوں کی تعریف ہے اور "من عفا" میں اس کا ثواب پیش نظر ہے اور من صبر سے اس عمل کی تعریف کرنا ہے۔ اس لیے یہاں بھی تکرار نہیں ہے۔ معاف کرنے کے بھی کچھ اصول ہیں۔ مثلاً جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے۔ یہ معاف کرنا محمود ہے۔ ایک شخص کی غلطی پر غصہ آیا اس نے نہایت ندامت سے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا۔ معاف کیا جاسکتا ہے اور جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو وہاں بدلہ لے سکتے ہیں۔ ایک شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا جائے اور ظلم و جبر سے دبانے کی کوشش کرے یا اس کو جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے یا اس کو ڈھیل دینے میں دین کی اہانت اور دینداروں کی تذلیل ہوتی ہے تو بدلہ لینا مناسب ہے۔ مگر بقدر جرم و قصور اس سے زائد تعدی ہو جائے گی اور زیادتی اللہ کے یہاں کسی حالت میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

بہترین خصلت یہ ہے کہ حتی الامکان درگزر کرے۔ بشرطیکہ درگزر کرنے سے بات سنورتی ہے۔ مظلوم ظالم سے بدلہ لے سکتا ہے مگر معاف کرنا افضل ہے۔ البتہ ابتداءً زیادتی کرنا یا انتقام لینے میں حد سے بڑھنا یقیناً برا ہے۔ برائی کا بدلہ حقیقۃً تو برا نہیں اچھا ہے۔ مگر صورۃً برائی معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے سیئہ کہہ دیا۔ البتہ غصہ کر پی جانا اور تکلیفیں برداشت کرکے عفو و درگزر کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ عدل و انصاف صبر و عفو کی اعلیٰ خوبیاں صرف اللہ کی توفیق سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس کی دستگیری کے بغیر کون انسان اخلاقی پستی سے نکل سکتا ہے۔

لطائف سلوک

آیت اذا ما غضبوا سے تو معلوم ہوتا ہے کہ غصہ کے وقت معاف کر دینا قابل تعریف ہے اور والذین اذا اصابھم البغی الخ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ظلم کا برابر بدلہ لے سکتے ہیں۔ گویا یہ دونوں حالتیں اپنے اپنے موقعہ اور محل کے لحاظ سے محمود و مستحسن ہیں اور اہل اللہ کی نظر اپنی مصلحت کی بجائے دونوں موقعوں پر صاحب جنایت کی مصلحت پر ہوتی ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنَ سَبِيْلٍ ۝ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۝

Marfat.com

وَالْمَوْصُوْلُ خَبَرُ اَنَّ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝ دَائِمٍ هُوَ مِنْ مَقُوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ
مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَیْ غَيْرِهٖ يَدْفَعُ عَذَابَهٗ عَنْهُمْ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝ طَرِيْقٍ اِلَى الْحَقِّ فِي الدُّنْيَا وَاِلَى الْجَنَّةِ فِي الْاٰخِرَةِ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ اَجِيْبُوْهُ
بِالتَّوْحِيْدِ وَالْعِبَادَةِ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ هُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ لَا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ اَیْ اَنَّهٗ اِذَا اَتٰى بِهٖ
لَا يَرُدُّهٗ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ تَلْجَئُوْنَ اِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝ اِنْكَارٍ لِذُنُوْبِكُمْ فَاِنْ اَعْرَضُوْا عَنِ
الْاِجَابَةِ فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ تَحْفَظُ اَعْمَالَهُمْ بِاَنْ تُوَافِقَ الْمَطْلُوْبَ مِنْهُمْ اِنْ مَّا عَلَيْكَ
اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْجِهَادِ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً نِّعْمَةً كَالْغِنٰى وَالصِّحَّةِ
فَرِحَ بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ الضَّمِيْرُ لِلْاِنْسَانِ بِاِعْتِبَارِ الْجِنْسِ سَيِّئَةٌ بَلَآءٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اَیْ
قَدَّمُوْهُ وَعُبِّرَ بِالْاَيْدِيْ لِاَنَّ اَكْثَرَ الْاَفْعَالِ تُزَاوَلُ بِهَا فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۝ لِلنِّعْمَةِ لِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنَ الْاَوْلَادِ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝
اَوْ يُزَوِّجُهُمْ اَیْ يَجْعَلُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ فَلَا يَلِدُ وَلَا يُوْلَدُ لَهٗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ
بِمَا يَخْلُقُ قَدِيْرٌ ۝ عَلٰى مَا يَشَآءُ ؕ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّوْحِيَ اِلَيْهِ وَحْيًا فِي الْمَنَامِ اَوْ
بِالْاِلْهَامِ اَوْ اِلَّا مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ بِاَنْ يُّسْمِعَ كَلَامَهٗ وَلَا يَرَاهُ كَمَا وَقَعَ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْ اِلَّا
اَنْ يُّرْسِلَ رَسُوْلًا مَلَكًا كَجِبْرِيْلَ فَيُوْحِيَ الرَّسُوْلُ اِلَى الْمُرْسَلِ اِلَيْهِ اَیْ يُكَلِّمُهٗ بِاِذْنِهٖ اَیْ اللّٰهِ مَا يَشَآءُ ؕ
اِنَّهٗ عَلِيٌّ عَنْ صِفَاتِ الْمُحْدِثِيْنَ حَكِيْمٌ ۝ فِيْ صُنْعِهٖ وَكَذٰلِكَ اَیْ مِثْلَ اِيْحَائِنَا اِلٰى غَيْرِكَ مِنَ
الرُّسُلِ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ رُوْحًا هُوَ الْقُرْاٰنُ بِهٖ تَحْيَى الْقُلُوْبُ مِنْ اَمْرِنَا الَّذِيْ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ
مَا كُنْتَ تَدْرِيْ تَعْرِفُ قَبْلَ الْوَحْيِ اِلَيْكَ مَا الْكِتٰبُ الْقُرْاٰنُ وَلَا الْاِيْمَانُ اَیْ شَرَائِعُهٗ وَمَعَالِمُهٗ وَ
النَّفْيُ مُعَلَّقٌ لِلْفِعْلِ عَنِ الْعَمَلِ اَوْ مَا بَعْدَهٗ سَدَّ مَسَدَّ الْمَفْعُوْلَيْنِ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ اَیِ الرُّوْحَ اَوِ

Marfat.com

الْكِتٰبَ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝ ع ۵ ۶

ترجمہ اور اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی چارہ ساز نہیں ہے (یعنی اللہ کے گمراہ کر دینے کے بعد کوئی ایسا نہیں جس کی ہدایت اسے نصیب ہو سکے) اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے جب کہ عذاب کا مشاہدہ ہوگا۔ بول اُٹھیں گے کہ کیا واپس جانے کی کوئی صورت ہے (دنیا میں) اور آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے وہ دوزخ (کی آگ) کے سامنے لائے جائیں گے جھکے ہوئے ہوں گے (خوفزدہ عاجزانہ) مارے ذلت کے دیکھتے ہوں گے (دوزخ کو) چپکے چپکے (چوری چھپے، اور من ابتدائیہ ہے۔ یا بمعنی با ہے) اور اہل ایمان کہیں گے کہ پورے گھاٹے میں وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں پڑے (ہمیشہ جہنم میں رہنے اور جنت کی موعودہ حور سے محرومی کی وجہ سے ایمان نہ لانے کی صورت میں الذین خسروا خبر ہے ان کی) یاد رکھو کہ ظالم لوگ (کافر) دائمی عذاب میں رہیں گے (یہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے) اور ان کے کوئی مدد گار نہ ہوں گے جو اللہ سے الگ ان کی مدد کریں (یعنی اللہ کے سوا کوئی ان کا عذاب رفع کر سکے) اور جس کو اللہ گمراہ کر ڈالے اس کے لیے کوئی رستہ ہی نہیں (دنیا میں تو حق کی راہ اور آخرت میں جنت کی راہ) تم اپنے پروردگار کا حکم مان لو (توحید و عبادت کو اختیار کر کے) اس دن (قیامت) کے آنے سے پہلے جو اللہ کی طرف سے ٹلے گا نہیں (آنے کے بعد لوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی) نہ تم کو کوئی پناہ ملے گی (جس کی پناہ میں تم جا سکو) اس روز اور نہ تمہاری نسبت کوئی انکار کرنے والا ہوگا (یعنی تمہارے گناہوں کا انکار کرنے والا) پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں۔ (ماننے سے) تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا (کہ آپ ان کے اعمال کے اس طرح ذمہ دار ہوں کہ وہ حکم کے مطابق ہوں) آپ کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے (یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) اور ہم جب آدمی کو کچھ اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں (جیسے خوشحالی اور تندرستی) تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے (ضمیر انسان کی طرف بلحاظ جنس کے راجع ہے) ان کے اعمال کے بدلہ میں جو اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں (پہلے۔ اور ہاتھوں سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر کام انہی سے ہوتے ہیں) تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے (خدا کی نعمت کی) اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے (اولادیں) بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے (یعنی ان کو پیدا کر دیتا ہے) بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے (یعنی نہ عورت جن سکتی ہے اور نہ مرد جنوا سکتا ہے) وہ بڑا جاننے والا (کہ کیا پیدا کرنا ہے) بڑی قدرت والا ہے (اپنے چاہنے پر) اور کسی بشر کی

Marfat.com

یہ شان نہیں کہ اللہ اس سے ہمکلام ہو مگر یا تو (اس پر وحی اُتارے) بطور وحی کے (خواب میں ہو یا بذریعہ الہام کے) یا پس پردہ (اس طرح کہ اس کا کلام سُنے مگر اس کو دیکھے نہیں جیسا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے لیے ہوا) یا کسی فرشتہ کو بھیجدے (جیسے جبرئیل) کہ وہ پیغام پہنچادے خدا کے حکم سے (فرشتہ پیغمبر کو پیغام پہنچادے یعنی فرشتہ پیغمبر سے ہمکلام ہو) جو اللہ کو منظور ہو۔ بلا شبہ وہ بڑا عالی شان ہے (مخلوق کی صفات سے) بڑی حکمت والا ہے (اپنی کاریگری میں) اور اسی طرح (جیسے کہ ہم نے آپ کے علاوہ اور پیغمبروں کو وحی کی ہے) ہم نے آپ کے پاس (اے محمدؐ) زندگی بھیجی ہے (قرآن جس سے دل زندہ ہوتے ہیں) یعنی اپنا حکم (جو آپ پر ہم نے وحی کیا ہے) آپ کو تو یہ خبر نہیں تھی (وحی آنے سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے) کہ کتاب (قرآن) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کیا چیز ہے (یعنی اس کے احکام اور علامات۔ اور نفی نے فعل کو لفظاً عمل سے روک دیا ہے اور یا کہا جائے کہ فعل کے بعد کا جملہ دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہے) اور لیکن ہم نے اس کو بنایا ہے (یعنی روح یا قرآن کو) نور جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے راستہ (دین اسلام کی ہدایت کر رہے ہیں (اپنی وحی کے مطابق دعوت دے رہے ہیں) یعنی اس خدا کے راستہ کی کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کا ہے (اسی کے مملوک مخلوق بندے ہیں) یاد رکھو سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے۔

تحقیق و ترکیب

تراهم۔ رویت بصریہ ہے اس لیے حال ہے اور خاشعین بھی حال ہے علیہا کی ضمیر نار کی طرف راجع ہے جو عذاب سے مفہوم ہو رہا ہے۔

من طرف۔ گوشۂ چشم اور بعض نے طرف کے معنی آنکھ لیے ہیں اور بعض اسی سے مصدر مراد لیتے ہیں کہا جاتا ہے۔ طرفت عینہ تطرف غرضکہ خائفانہ دیکھنا مراد ہے۔

یوم القیٰمۃ۔ اگر یہ خسروا کا ظرف ہے تب تو یہ قول دنیا میں واقع ہے اور اگر یقال کا ظرف ہے۔ تو اس کا وقوع آخرت میں ہوگا اور اہل سے مراد حوریں ہیں یا دُنیاوی بیویاں۔

الا ان الظالمین۔ بعض کے نزدیک یہ جملہ بھی انہی کے کلام کا تتمہ ہے۔

استجیبوا۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ اس میں سین طلب کا نہیں ہے۔

لامرد۔ یعنی اللہ کا حکم اٹل ہے۔

مالکم من نکیر۔ یا تو بقول مفسرؒ گناہوں کے انکار کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ ہاتھ پاؤں خود گواہی دیں گے۔ اور یا اہل جنت کے لیے کوئی روک ٹوک نہ ہونا مراد ہے کہ انہیں کامل آزادی ہوگی۔ نکیر بمعنی منکر ہے جیسے الیم بمعنی مولم۔

فما ارسلناک۔ یہ جملہ تعلیل ہے جواب محذوف کی ای فلا تحزن اولا عتاب لک اولا تکلف بشیء لانا ما ارسلناک الخ یعنی ہم نے آپ کو اس لیے نہیں بھیجا کہ آپ ان کو شریعت کے مطابق چلنے پر مجبور

Marfat.com

کریں۔

انت علیہ۔ مفسرؒ کا اس حکم کو منسوخ کہنا بلحاظ حصر ہے۔ ورنہ جہاد کی مشروعیت کے بعد بھی تبلیغ مامور بہ ہے۔

اذا اذقنا۔ نعمت کا آنا چونکہ یقینی ہے اور مصیبت آنا محض محتمل ہے۔ اس فرق کو ظاہر کرنے کے لئے اول اذا پھر ان لایا گیا اور چونکہ تمام تر دنیاوی نعمتیں آخرت کے مقابلہ میں ایک قطرہ کی مثل ہیں۔ اس لئے لفظ اذاق استعمال فرمایا گیا۔

وان تصبھم۔ ضمیر جمع انسان کی طرف بلحاظ معنی ہے۔

بما قدمت۔ یعنی معصیت کا سبب معصیت ہوتی ہے اور نعمت کا سبب محض فضل الٰہی ہے۔

فان الانسان۔ اسم ظاہر بجائے ضمیر لایا گیا۔ دراصل "فانہ کفور" ہونا چاہیئے تھا اور ابوالبقاءؒ ضمیر مقدر مانتے ہیں۔ ای فان الانسان منھم۔ اور یقول کرخیؒ بظاہر یہ جملہ جواب شرط ہے۔ مگر حقیقۃً جواب مقدر کی علت ہے۔ ای ان تصبھم سیئۃ نسی نعمۃ داسًا و ذکر البلیۃ یہ مخصوص حالت اگرچہ صرف مجرمین کی ہوتی ہے لیکن جنس کی طرف اسناد غلبہ کی وجہ سے بطور مجاز عقلی کے ہے الانسان میں الف لام جنس کے لئے ہے عہد کے لئے نہیں ہے۔

لمن یشاء اناثا۔ ان چاروں احتمالات میں اناث کو مقدم کرنے میں اشارہ ہے کہ صرف اللہ کی مشیت چلتی ہے بندوں کی مشیت اگر چلتی تو سب کی خواہش نرینہ اولاد کی ہوتی ہے اور اناثا کو نکرہ اور الذکور کو معرفہ لانے میں دونوں کے فرق مراتب کی طرف اشارہ ہے۔

او یزوجھم۔ یہاں واؤ کی بجائے اَوْ کے ذریعہ عطف لانے میں یہ نکتہ ہے کہ تقسیم اول کی دو قسموں کے بعد تقسیم ثانی کی یہ قسمیں ہیں۔ ای یھب الاناث منفردات و ذکرا منفردات لمن یشاء او مجتمعین ای حال کونھم ذکرا و اناثا۔

من یشاء عقیما۔ مرد و عورت دونوں میں یہ نقصان و عیب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فلاں مرد عورت کے بانجھ ہونے کی طرف اشارہ ہے اور تذکیر لفظ من کے اعتبار سے ہے۔ اگرچہ ایک نسخہ میں لاتلد بھی ہے اور لایولد لہٗ مرد کے ناکارہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ مصباح میں ہے کہ عقیم کا اطلاق مرد و عورت دونوں پر ہوتا ہے جدید سائنسی نظریہ یہ ہے کہ مادہ منویہ میں نر و مادہ دونوں قسم کے جراثیم ہوتے ہیں۔ اختلاط نطفہ کے وقت ان نر و مادہ جرثوموں کا اگر اختلاط ہو جاتا ہے تو تولید کی صورت ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ اور نر و مادہ نیز ایک یا دو بچوں کی تولید کا تعلق بھی انہی جرثوموں کے اختلاط سے وابستہ ہے۔ چنانچہ مشینوں میں رکھ کر تولیدی تجربات اس کے شاہد ہیں۔ تاہم قرآن و حدیث کی نصوص ان نظریات کی نہ مدعی ہیں اور نہ مخالف، آیات کی تفسیر نہ ان پر موقوف ہے اور نہ ان کی معارض۔

marfat.com
Marfat.com

وحیا کے معنی الہام ہیں۔ بقول بیضاویؒ کلام خفی یدرک بسرعۃ وحی کہلاتا ہے۔ امام راغبؒ کہتے ہیں کہ کلام الٰہیہ جو انبیاء و اولیاء کی طرف القاء کیا جائے۔ جیسے حدیث میں ہے نفث فی روعی۔ یا خواب مراد ہیں۔ جیسے حدیث میں رؤیا الانبیاء وحی ہے۔

من وراء حجاب۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام الٰہی سُنا اور یہ حجاب حسی نہیں ہے جو اجسام کے لیئے ہوتا ہے۔ بلکہ عدم رویت مراد ہے جو بندہ کا وصف ہے اللہ کا وصف نہیں ہے۔ گویا ناظر کے لیئے حجاب مراد ہے جو سامع کے لیئے ہوتا ہے مگر رائی نہیں ہوتا۔

او یرسل۔ میں وحی بواسطۂ فرشتہ مراد ہے۔

روحا۔ جس طرح جسمانی روح، اجسام کے لیئے منبع حیات ہوتی ہے۔ اسی طرح وحی و قرآن حیاتِ روحانی ہیں اور بعض نے اس کے معنی جبرئیل لیئے ہیں۔

ماالکتاب۔ بتقدیر المضاف ای جواب ماالکتاب الخ۔ جواب ھذا الاستفہام۔

ولا الایمان۔ ایمان تفصیلی مراد ہے۔ کیونکہ اجمالی ایمان تو آپ کو نبوت سے پہلے بھی حاصل تھا۔

نورا۔ تشبیہاً فرمایا ہے۔ لفظ جعلناہ سے بظاہر شبہ ہو سکتا ہے کہ قرآن مجہول ہے اور مجہول مخلوق ہوتا ہے حالانکہ حدیث میں ہے۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق۔ جواب یہ ہے کہ جعل بمعنی خلق نہیں ہے بلکہ بمعنی صیر ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو کسی حالت پر کر دینا۔ چنانچہ یہاں قرآن کو نور کر دینا اور ہدایت بنا دینا یا اگلی آیت میں عربی زبان میں کر دینا مراد ہے کہ بجائے عجمی زبان کے عربی زبان میں قرآن آتارا ہے اس لیے قرآن کو حادث کہنے والوں کا استدلال غلط ہو گیا۔

امام رازیؒ نے اسی شبہ کا دوسرا جواب دیا ہے کہ اس سے کلام لفظی کا حادث ہونا معلوم ہوا۔ اس کو اہلسنت بھی تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ کلام اللہ کلام نفسی کے مرتبہ میں قدیم اور غیر مخلوق ہے۔

ربط آیات

پچھلی آیات میں طلبگارانِ آخرت کی خوش انجامی بیان ہوئی تھی۔ آیت ومن یضلل اللہ سے دنیا کے طلب گاروں کی بدانجامی بیان کی جارہی ہے۔ اس کے بعد ایمان نہ لانے پر عذاب قیامت کی وعید سنا کر آیت استجیبوا سے وعید آنے سے پہلے ہی ایمان کی تیاری کا حکم دیا جارہا ہے اور ایمان نہ لانے کی صورت میں آنحضرتؐ کے لیئے تسلی ہے۔

آگے شرک کی تردید اور توحید کی تاکید کی جارہی ہے۔ آیت للہ ملک السمٰوٰت سے اللہ کا اختیار کلی ارشاد فرمایا جارہا ہے۔ توحید کے بعد رسالت کا درجہ ہے۔ اس سلسلہ میں کفار یہ شبہ کرتے تھے۔ کہ اللہ یا فرشتے ہم سے بالمشافہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پیغمبر ہیں۔

اس کے جواب میں وما کان لبشر آیات نازل ہوئیں۔

Marfat.com

تشریح

وتری الظالمین۔ قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر کفار وہی پرانی رٹ دہرائیں گے کہ کاش ہمیں دنیا میں واپس کر دیا جائے تو اس دفعہ پکے نیک بن کر آئیں گے اور ایک سہمے ہوئے مجرم کی طرح خوف ودہشت کے مارے گردن نیچی ہوگی اور شرمساری اور ندامت کی وجہ سے آنکھ نہیں اٹھے گی۔ اس منظر کو دیکھ کر بے ساختہ اہل ایمان کی زبان پر ہوگا کہ واہ صاحب واہ تم تو ڈوبے ہی مگر اپنے ساتھ اور متعلقین کو بھی لے ڈوبے۔ فرماتے ہیں وہاں کا عذاب دنیا کی طرح نہیں کہ ٹل جاتے۔ وہ آکر رہے گا۔ اللہ جس کی راہ مار دے اسے سنبھالنے والا نہ دنیا میں کوئی ہے۔ اور نہ عقبیٰ میں اس کی نجات ہے۔

ومالکم من نکیر۔ یعنی اللہ کے آگے مکرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہاں اوپرے اور اجنبی سمجھ کر کوئی چھوڑ دے ایسا نہیں ہوگا۔ بلکہ ہر موقع پر پہچان لئے جاؤ گے۔

پیغمبر کا کام سمجھانا ہے، منوا دینا نہیں ہے

فان اعرضوا۔ اتنے سمجھانے پر بھی اگر یہ راہ راست پر نہیں آتے۔ تو آپ پر یہ ذمہ داری نہیں کہ ضرور ہی ان کو منوا کر چھوڑیں۔ آپ کا کام سمجھانا ہے وہ ہو رہا ہے اب نہ مانیں تو جائیں جہنم میں۔ آپ ان کی وجہ سے غمگین نہ ہوں۔ ان کی دو حالتیں ایسی ہیں جن سے خواہشات نفسانی کے ساتھ ان کا تعلق اور اللہ سے بے تعلقی کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ اللہ کا انعام ہونے کی صورت میں تو یہ اکڑنے اور اترانے لگتے ہیں۔ لیکن اپنے کرتوت سے کوئی آفت آتی ہے تو یک لخت ساری نعمتیں بھول کر ناشکرے بن جاتے ہیں۔ گویا کبھی ان پر اچھا وقت آیا ہی نہیں تھا۔ خلاصہ یہ کہ اچھی بری حالت میں اپنی حد پر نہیں رہتے۔ اس لئے نہ آپ اپنے ذمہ داری میں کوتاہی کا اندیشہ کیجئے اور نہ ان کی حالت سے توقع رکھئے۔ مسلمانوں کی حالت ان کے برعکس ہے کہ وہ نعمت پر شکر گزار اور مصیبت میں صبر دار رہتے ہیں۔ کسی حال میں اللہ سے بے تعلق نہیں ہوتے۔

اولاد کی تقسیم

للہ ملک السموٰت۔ سارے عالم میں اسی کا تصرف اور حکم چلتا ہے۔ جس کو جو چاہے دے جو چاہے نہ دے۔ کوئی سرے سے اولاد ہی سے محروم، کسی کو بیٹیاں ہی بیٹیاں، کسی کو بیٹے ہی بیٹے، کسی کو دونوں جڑواں یا الگ الگ۔ غرض سب طرح اپنی کمال قدرت و عطا ظاہر کرتا ہے اور حکمت ومصلحت اسی کی چلتی ہے۔ وہ مالک حقیقی ہے۔ ہر شخص کے مناسب حالات سے واقف اور علم وحکمت کے موافق تدبیر کرنے والا ہے۔ کسی کی کیا مجال کہ اس کے حکمت وارادہ اور اس کی تقسیم پر حرف گیری کرے۔

حصر عقلی پر اشکال کا جواب

یوں تو تصرفات الٰہی، کائنات کے ذرہ ذرہ میں جاری وساری ہیں۔ لیکن یہاں زوجہ کی تخصیص شاید اس لیے ہو کہ وہ ہمہ وقت

marfat.com
Marfat.com

نظروں کے سامنے ہے اور انسان کی قریبی حالت ہونے کی وجہ سے استدلال میں سہولت ہے۔ آیت میں چاروں قسمیں بطور حصر عقلی ہیں۔ حمل گر جانے کی صورت سے اس پر اشکال نہ کیا جائے۔ کیونکہ بچہ میں جان پڑنے سے پہلے اگر اسقاط ہوا ہے۔ تب تو من یشاء عقیما میں داخل ہے اور جان پڑ جانے کے بعد اگر بچہ گرا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اعضاء بن چکے ہیں یا نہیں۔ اگر بن گئے ہیں تو نر و مادہ کا فیصلہ انہی کے اعتبار سے کیا جائے گا۔ البتہ بعض اعضاء بنے ہیں یا دونوں طرح کے اعضاء بن گئے ہیں۔ تو پھر واقعہ کے لحاظ سے یا تو بچہ ہوگا یا بچی۔ اگرچہ حسی طور پر اس کی تعیین نہ کی جا سکے۔

وما کان لبشر میں کفار کے اس اعتراض کا جواب ہے۔ لولا انزل علینا الملائکۃ او نری ربنا۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنی ساخت پرداخت اور موجودہ قویٰ کے لحاظ سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ اس دنیا میں براہ راست اللہ اس سے بالمشافہ کلام کرے اور وہ اس کا تحمل بھی کرے۔

اللہ سے ہمکلام ہونے کی تین صورتیں۔

اس لیے اللہ نے کلام کرنے کی تین صورتیں رکھی ہیں۔ ایک یہ کہ براہ راست دل میں الہام کر دے یا خواب میں کچھ بتلا دے یا دکھلا دے۔ انبیاءؑ کے لیے قطعی صورت میں اور دوسروں کے لیے غیر قطعی صورت میں۔ دوسری صورت میں کلام پس پردہ ہوتا ہے یعنی سامعہ کلام سے تو لذت اندوز ہوتی ہے۔ مگر آنکھیں جمال و مشاہدہ سے سرشار نہیں ہوتیں۔ جیسے حضرت موسےٰؑ سے کوہ طور پر یا آنحضرتؐ سے شب معراج میں کلام ہوا۔ فہم یختصم الاعلیٰ۔

اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ دوسری آیت میں وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ہے اور حدیث میں ہے۔ قسم اللہ رویتہ وکلامہ بین موسیٰ ومحمد علیہما السلام ان دونوں نصوص سے کلام کرنے کی خصوصیت حضرت موسیٰؑ سے معلوم ہوتی ہے۔ پھر آنحضرتؐ کو اس قسم میں کیسے شریک کیا جا سکتا ہے۔

جواب یہ ہے ان دونوں نصوص میں کلام کی کسی خاص نوع کی تخصیص کی گئی ہے۔ جیسا کہ لفظ تکلیما اس کا قرینہ ہے وہ حضرت موسےٰؑ کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن کلام وراء حجاب میں آنحضرتؐ بھی شریک ہیں۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اس حجاب کا مطلب کسی جسم کا حائل ہونا نہیں ہے اور نہ یہ پردہ اللہ کی ذات اور نور کو چھپا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی ضعف ادراک اللہ کی تجلی کے لیے رکاوٹ بنا ہوا ہے ورنہ اللہ کے نور کے کمال ظہور میں تو شبہ بھر خفا نہیں ہے۔ سورج کی کمال روشنی کا تحمل دیکھنے والے کی آنکھوں کی خیرگی نہیں کر سکتی۔ اس لیے اس پر نگاہ نہیں ٹھہرتی اور سورج نظر نہیں آتا۔ پس یہاں قصور سورج کا نہیں بلکہ دیکھنے والے کا ہے۔ چنانچہ حضرت موسےٰؑ کے لیے بھی یہی حجاب بشریت تھا جو دیدار الٰہی کا مانع بنا۔ لیکن آخرت میں یہ ضعف قوت سے بدل جائے گا اور مانع دور ہو جائے گا۔ اس لیے دولت دیدار میسر آسکے گی اور دیدار کا تحمل ہو جائے گا۔ فکشفنا عنک غطاءک

Marfat.com

فبصرك اليوم حديد۔ کفار کی نگاہیں جب طاقت ور ہو جائیں گی تو اہل ایمان کا کیا پوچھنا۔

غرض کلام کا یہ سننا بھی عام ہے انبیاءؑ کے لیئے قطعی اور اولیاء کے لیئے غیر قطعی جیسے علامہ شعرانیؒ فاروق اعظمؓ کے لیے کہتے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ کے واسطہ سے اللہ کلام فرمائے گو فرشتہ نظر نہ آئے۔ مگر فرشتہ یا اس کی آواز کا ادراک قلب ہی کرے۔ حواس ظاہرہ کا چنداں دخل نہ ہو۔ حدیث عائشہؓ یاتینی فی مثل صلصلة الجرس اور روایت بخاری کے الفاظ وهو اشده علی اور آیت نزل به الروح الامین۔ فانه نزله علی قلبك باذن الله میں اشارہ اسی قسم کی طرف ہے۔ یہ کیفیت چونکہ خود پیغمبر پر تمام تر گزرتی ہے اور اس کے وجود کے باہر کوئی ہستی علیحدہ نظر نہیں آتی اور نہ یہ کلام اس طرح ہوتا ہے۔ جیسے ایک آدمی دوسرے سے کلام کرتا ہے کہ پاس بیٹھنے والے بھی سمجھ لیتے ہیں۔ اس لیے اس کو وحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وحی میں اخفاء اور جلد اشارہ کے معنی ہیں۔

فرشتہ کے ذریعہ وحی کی ایک اور شق

فرشتہ کی معرفت وحی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مجسم فرشتہ نبی کے سامنے آجائے اور روبرو پیغام الٰہی اس طرح پہنچائے۔ جیسے کوئی ایک دوسرے سے بات کرتا ہے جیسا کہ جبرئیل امین دو مرتبہ اپنی اصل شکل میں اور اکثر دحیہ کلبی کی شکل وصورت میں حضورؐ کے پاس آئے اور کبھی غیر معروف صورت میں بھی حاضر ہوئے اس وقت آنکھیں فرشتہ کو دیکھتیں اور کان آواز سنتے۔ بلکہ بعض اوقات پاس بیٹھنے والے بھی گفتگو سنتے اور سمجھتے تھے ممکن ہے حدیث عائشہؓ میں جو دو صورتیں بیان ہوئی ہیں یہ ان میں سے دوسری صورت ہو اور اس آیت کے آخری حصہ او یرسل رسولا الخ میں یہی صورت مراد ہو۔ باقی حجاب والی صورت نادر الوقوع ہونے کی وجہ سے حدیث عائشہؓ میں ذکر نہیں کی گئی ہوگی۔

اولیاء کا فرشتوں سے ہمکلام ہونا

انبیاءؑ کے علاوہ دوسروں کا فرشتوں سے ہمکلام ہونا جیسے حضرت مریمؑ کے ساتھ ہوا۔ اور شیخ اکبرؒ کی رائے یہی ہے کہ اس میں قطعی اور ظنی دونوں قسمیں ہوں گی۔ اگرچہ الہام کی وجہ سے ظنی کو وحی کہنا جائز نہیں ہے۔ اور آیت میں ایک ہی قسم قطعی مراد ہے، دوسری قسم ظنی سے تینوں قسموں کا حصر متاثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ مقسم میں صرف قطعی مراد لے لی جائے گی اور ظنی قسمیں دوسرے مستقل دلائل سے ثابت ہو جائیں گی۔

حاصل یہ کہ اللہ سے ہمکلام کی صرف یہ تین صورتیں ہیں اور ان تینوں کو کلام کہنا بطور عموم مجاز ہے بالمشافہ اللہ سے کلام یہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔ پھر ان نالائقوں کو اس بے جا فرمائش کا کیسے حوصلہ ہوا۔ حالانکہ ان میں تو کفر کی وجہ سے ظنی طریقہ کلام کی بھی لیاقت نہیں ہے۔

ممکن ہے معترضین یہ کہیں کہ اچھا بالمشافہ نہ سہی۔ انہی مقررہ طریقوں میں کسی ایک طریقہ سے ہم سے بات

Marfat.com

کر لی جائے۔ اس کا جواب اس آیت میں ارشاد ہے۔ قالوا لن نؤمن حتیٰ نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اور کلام میں بشر کی تخصیص محض اس لیئے ہے۔ کہ گفتگو بشر ہی کے بارے میں تھی۔ اور یہ ممکن ہے کہ فرشتوں کو مستثنیٰ کرنا مقصود ہو کہ ان سے بالمشافہ کلام ہوتا ہوگا۔ اس پر اگرچہ کوئی دلیل نہیں ہے۔

انہ علی حکیم۔ یہ جملہ پہلے مضمون کی علت ہے۔ علی تو مستثنیٰ منہ کی علت ہے۔ یعنی وہ اس قدر عالی شان ہے کہ بالمشافہ اس سے کلام کی طاقت کسی میں بحالت موجودہ نہیں ہے۔ تاوقتیکہ وہ طاقت نہ دے۔ اور حکیم مستثنیٰ کی علت ہے۔ یعنی اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ کلام کی بعض صورتیں تجویز کر دی جائیں۔ اور بحالت موجودہ کی قید اس لیئے لگائی۔ کہ بعض اکابر معراج میں آنحضرتؐ سے بالمشافہ کلام مانتے ہیں۔ اسی طرح حدیث جابرؓ میں فکلمہ کفاحًا کے الفاظ ہیں۔ یا جنت میں اہل جنت کو شرف ہمکلامی نصیب ہوگا۔ ان صورتوں میں حجاب ضعیف نہیں رہے گا۔

اور حدیث جابرؓ میں جو یہ فرمایا ہے کہ اللہ نے کسی اور سے روبرو کلام نہیں فرمایا۔ تو مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے درجہ کے کسی اور شخص سے ہمکلامی نہیں ہوئی۔ اس سے ان سے بڑے درجہ کے لوگوں سے نفی نہیں ہوئی۔

وحی سے پہلے اور وحی کے بعد نبی کے ایمانی منازل

وکذلک اوحینا۔ یعنی ہم اسی قاعدہ کے مطابق آپ کے پاس بھی وحی بھیج رہے ہیں اور اس کے وحی ہونے پر دلائل قائم ہیں۔ جن سے آپ کی نبوت ثابت ہے معترضین کی فرمائش کے مطابق نبوت اس پر موقوف نہیں کہ ہم لوگوں سے بالمشافہ کہیں۔ کیونکہ جب باوجود صلاحیت کے آپ سے بالمشافہ کلام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مقررہ طریقوں سے ہوتا ہے تو پھر یہ کس شمار میں ہیں۔

بعض حضرات نے روح سے مراد فرشتہ یعنی جبرئیل امین لیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ قرآن کو روح کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ مردہ دلوں کو زندگی بخشتا ہے اور جو قومیں روحانی اور اخلاقی موت مر چکی ہوتی ہیں۔ قرآن ان میں جان تازہ ڈال دیتا ہے۔

قرآن کا ہدایت کرنے ہونا اس سے واضح ہے کہ پیغمبر جو ایمان و عمل کا منبع اور مخزن ہوتا ہے۔ لیکن اس کی ساری تفصیلی بہار قرآن ہی کی بدولت ہے۔ اس سے پہلے آپ ان تفصیلات سے بے خبر تھے۔ اب آپ جس طرح اس پر خود کاربند ہیں دوسروں کو بھی سیدھی راہ بتلاتے رہتے ہیں۔ خواہ کوئی اس پر چلے یا نہ چلے۔ سیدھی راہ وہی ہے جس پر چل کر آدمی خدا تک پہنچتا ہے جو اس راہ سے بھٹکا۔ وہ خدا سے الگ ہوا۔ انسان کو چاہیئے کہ شروع سے انجام پر نظر رکھے اور خدا تک پہنچنے کی راہ اختیار کرے۔

لطائف سلوک

وما کان لبشر۔ اس میں انبیاءؑ کے علاوہ اوروں سے بھی اللہ کی ہمکلامی کی بعض خاص صورتوں کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ مفصل بیان گزر چکا ہے۔

Marfat.com

وما کنت تدری سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہر کامل اپنی ذات میں کمالات سے عاری ہے۔ سب کمالات علیہ الٰہی ہیں۔ اور جس طرح اللہ کو عطا پر قدرت ہے، ان کے چھین لینے پر بھی قدرت ہے۔ اس لیئے اپنے کسی کمال پر ہرگز ناز نہ کرے۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَقِيْلَ اِلَّا وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا اٰيَةُ تِسْعٌ وَثَمَانُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ حٰمٓ ۚ ○ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِهٖ وَالْكِتٰبِ الْقُرْاٰنِ الْمُبِيْنِ ○ الْمُظْهِرِ طَرِيْقَ الْهُدٰى وَمَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ مِنَ الشَّرِيْعَةِ اِنَّا جَعَلْنٰهُ اَوْجَدْنَا الْكِتَابَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا بِلُغَةِ الْعَرَبِ لَعَلَّكُمْ يَا اَهْلَ مَكَّةَ تَعْقِلُوْنَ ○ تَفْهَمُوْنَ مَعَانِيْهِ وَاِنَّهٗ مُثْبَتٌ فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ اَصْلِ الْكُتُبِ اَيِ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ لَدَيْنَا بَدَلُ عِنْدَنَا لَعَلِيٌّ عَلَى الْكُتُبِ قَبْلَهٗ حَكِيْمٌ ○ ذُوْ حِكْمَةٍ بَالِغَةٍ اَفَنَضْرِبُ تُمْسِكُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ الْقُرْاٰنَ صَفْحًا اِمْسَاكًا فَلَا تُؤْمَرُوْنَ وَلَا تُعَذَّبُوْنَ لِاَجْلِ اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ○ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ○ وَمَا كَانَ يَاْتِيْهِمْ اَتَاهُمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ كَاسْتِهْزَاءِ قَوْمِكَ بِكَ وَهٰذَا تَسْلِيَةٌ لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ مِّنْ قَوْمِكَ بَطْشًا قُوَّةً وَّمَضٰى سَبَقَ فِيْ اٰيَاتٍ مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ○ صِفَتُهُمْ فِي الْاِهْلَاكِ فَعَاقِبَةُ قَوْمِكَ كَذٰلِكَ وَلَئِنْ لَامُ قَسَمٍ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ حُذِفَ مِنْهُ نُوْنُ الرَّفْعِ لِتَوَالِي النُّوْنَاتِ وَوَاوُ الضَّمِيْرِ لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ○ اَخْرَجَ جَوَابُهُمْ اَيِ اللّٰهُ ذُو الْعِزَّةِ وَالْعِلْمِ زَادَ تَعَالَى الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا فِرَاشًا كَالْمَهْدِ لِلصَّبِيِّ وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا طُرُقًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ اِلٰى مَقَاصِدِكُمْ فِيْ اَسْفَارِكُمْ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ اَيْ بِقَدْرِ حَاجَتِكُمْ اِلَيْهِ وَلَمْ يُنْزِلْهُ طُوْفَانًا فَاَنْشَرْنَا اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ اَيْ مِثْلَ هٰذَا الْاِحْيَاءِ تُخْرَجُوْنَ ○ مِنْ قُبُوْرِكُمْ اَحْيَاءً وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ الْاَصْنَافَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ السُّفُنِ وَالْاَنْعَامِ

Marfat.com

كَالْاِبِلِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ حُذِفَ الْعَائِدُ اِخْتِصَارًا وَهُوَ مَجْرُوْرٌ فِي الْاَوَّلِ اَيْ فِيْهِ مَنْصُوْبٌ فِي
الثَّانِيْ لِتَسْتَوٗا لِتَسْتَقِرُّوْا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ذُكِرَ الضَّمِيْرُ وَجُمِعَ الظَّهْرُ نَظَرًا لِلَفْظِ مَا وَمَعْنَاهَا ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ
رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ مُطِيْقِيْنَ وَاِنَّآ
اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ لَمُنْصَرِفُوْنَ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ حَيْثُ قَالُوا الْمَلٰٓئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ لِاَنَّ
الْوَلَدَ جُزْءُ الْوَالِدِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ اِنَّ الْاِنْسَانَ الْقَائِلَ ذٰلِكَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ بَيِّنٌ ظَاهِرُ
الْكُفْرِ اَمِ بِمَعْنٰى هَمْزَةِ الْاِنْكَارِ وَالْقَوْلُ مُقَدَّرٌ اَيْ اَتَقُوْلُوْنَ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ لِنَفْسِهٖ وَّاَصْفٰىكُمْ
اَخْلَصَكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝ اللَّازِمُ مِنْ قَوْلِكُمُ السَّابِقِ فَهُوَ مِنْ جُمْلَةِ الْمُنْكَرِ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ
لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا جَعَلَ لَهٗ شِبْهًا بِنِسْبَةِ الْبَنَاتِ اِلَيْهِ لِاَنَّ الْوَلَدَ يَشْبَهُ الْوَالِدَ اَلْمَعْنٰى اِذَا اُخْبِرَ اَحَدُهُمْ
بِالْبِنْتِ تَوَلَّدَ لَهٗ ظَلَّ صَارَ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا مُتَغَيِّرًا تَغَيُّرَ مُغْتَمٍّ وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ مُمْتَلِئٌ غَمًّا فَكَيْفَ
يُنْسِبُ الْبَنَاتِ اِلَيْهِ تَعَالٰى عَنْ ذٰلِكَ اَوَ هَمْزَةُ الْاِنْكَارِ وَوَاوُ الْعَطْفِ لِجُمْلَةٍ اَيْ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ
مَنْ يُّنَشَّؤُا اَيْ يُرَبّٰى فِي الْحِلْيَةِ الزِّيْنَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ۝ مُظْهِرُ الْحُجَّةِ لِضُعْفِهٖ
عَنْهَا بِالْاُنُوْثَةِ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا حَضَرُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ
شَهَادَتُهُمْ بِاَنَّهُمْ اِنَاثٌ وَيُسْئَلُوْنَ ۝ عَنْهَا فِي الْاٰخِرَةِ فَيَتَرَتَّبُ عَلَيْهَا الْعِقَابُ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ
الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ اَيِ الْمَلٰٓئِكَةَ فَعِبَادَتُنَا اِيَّاهُمْ بِمَشِيَّتِهٖ فَهُوَ رَاضٍ بِهَا قَالَ تَعَالٰى مَا لَهُمْ
بِذٰلِكَ الْمَقُوْلِ مِنَ الرِّضَا بِعِبَادَتِهَا مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ مَا هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ يَكْذِبُوْنَ فِيْهِ فَيَتَرَتَّبُ
عَلَيْهِمُ الْعِقَابُ بِهٖ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَيِ الْقُرْاٰنِ بِعِبَادَةِ غَيْرِ اللّٰهِ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝ اَيْ
لَمْ يَقَعْ ذٰلِكَ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ مِلَّةٍ وَّاِنَّا مَاشُوْنَ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ بِهِمْ
وَكَانُوْا يَعْبُدُوْنَ غَيْرَ اللّٰهِ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ
مُتَنَعِّمُوْهَا مِثْلَ قَوْلِ قَوْمِكَ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ مِلَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ مُتَّبِعُوْنَ

Marfat.com

قُلْ لَهُمْ أَتَتَّبِعُونَهُ ذٰلِكَ وَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهٖ
أَنْتَ وَمَنْ قَبْلَكَ كٰفِرُونَ ○ قَالَ تَعَالٰى تَخْوِيفًا لَهُمْ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ أَيْ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ لِلرُّسُلِ قَبْلَكَ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ○

النصف

سورۂ زخرف مکی ہے اور ایک روایت میں واسئل من ارسلنا کے علاوہ۔ نواسی آیات ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ حٰمٓ (اس کی قطعی مراد اللہ کو معلوم ہے) قسم ہے اس کتاب (قرآن) واضح کی (جو ہدایت کی راہوں اور ضروریاتِ شریعت کو ظاہر کر دینے والی ہے) کہ ہم نے اس کو کر دیا ہے (کتاب کو موجود) قرآن عربی زبان (لغت عرب) میں تاکہ تم (مکہ والو) سمجھ سکو (اس کی مرادات) اور وہ (ثابت ہے) بنیادی (اصل) کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں ہمارے پاس (یہ بدل ہے بمعنی عندنا) بلند رتبہ ہے (پچھلی کتابوں پر) حکمت بھری (انتہائی حکمت والی) ہے۔ کیا ہم تم سے ہٹا لیں گے (روک لیں گے) اس نصیحت (قرآن) کو (کہ نہ تمہیں کوئی حکم دیا جائے اور نہ تمہیں کسی چیز کی ممانعت کی جائے محض اس لیے) کہ تم حد سے گزرنے والے ہو اور کتنے پیغمبر ہم پچھلے لوگوں میں بھیجتے رہے اور کوئی نبی ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے ٹھٹھا نہ کیا ہو (جیسے آپ کی قوم آپ کا ٹھٹھا کر رہی ہے۔ اس میں آنحضرت کو تسلی ہے) پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان (آپ کی قوم والوں) سے زیادہ زور آور (طاقت ور) تھے اور ہو چکی ہے (آیات میں گزر چکی ہے) پہلے لوگوں کی حالت (تباہی کی کیفیت، یہی انجام آپ کی قوم کا بھی ہو سکتا ہے) اور اگر (لام قسمیہ ہے) آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کی ہے؟ تو ضرور یہی کہیں گے (یقولن میں نون رفع تو تین نون جمع ہو جانے کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اور واؤ ضمیر دو ساکن جمع ہو جانے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے) کہ ان کو زبردست جاننے والے نے پیدا کیا ہے (یہاں تک ان کا جواب پورا ہو گیا۔ مراد اس سے اللہ ہے جو ذی عزت اور ذی علم ہے۔ آگے حق تعالیٰ اضافہ فرما رہے ہیں) جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا (جیسے بچہ کے لیے جھولا اور پالنا ہوتا ہے) اور اس میں تمہارے لیے اس نے راستے بنا ڈالے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو (سفر میں جو تمہارے مقاصد ہوں) اور جس نے آسمان سے پانی ایک اندازے برسایا (یعنی تمہاری ضرورتوں کے مطابق بارش ہوتی ہے۔ طوفانی صورت میں نہیں) پھر ہم نے اگایا (پیداوار کر دی) اس کے ذریعہ مردہ زمین کو اسی طرح (یعنی اس چلانے کی طرح) تم نکالے جاؤ گے (اپنی قبروں سے زندہ کر کے) اور جس نے تمام اقسام (صنفیں) بنائیں اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے (جیسے اونٹ) بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو (اس میں اختصار کے طور پر عائد کو حذف کر دیا گیا ہے اور وہ پہلے لفظ میں مجرور یعنی فیہ ہے اور دوسرے لفظ میں منصوب ہے) تاکہ تم اس کی پیٹھ پر جم کر (مضبوطی سے) بیٹھو، (ضمیر کو مذکر اور لفظ ظہر کو جمع لایا گیا۔ ما کے لفظ اور معنی کی رعایت کرتے ہوئے) پھر جب تم اس پر بیٹھ چکو تو اپنے

marfat.com
Marfat.com

پروردگار کی نعمت کو یاد کرو اور یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو ایسے (طاقت ور) نہ تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے اور ہم کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے خدا کا جزو ٹھہرا دیا (چنانچہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اور بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہی ہے۔ حالانکہ فرشتے خدا کے بندے ہیں) واقعی انسان (جس کا عقیدہ یہ ہو) صریح ناشکرا ہے (جس کا کفر واضح ہے) کیا (ہمزہ انکار کے معنی میں ہے اور قول مقدر ہے یعنی اتقولون) خدا نے پسند کیں (اپنے لیئے) بیٹیاں اور تمہارے لیئے خاص (انتخاب) کیئے بیٹے (جو تمہارے پہلے قول سے لازم آرہا ہے۔ اس لیئے یہ بات بھی قابل رد ہے) حالانکہ جب تم میں سے کسی کو خوشخبری دی جاتی ہے اس چیز کے ہوئے کی جس کو خدا نے رحمان کے لئے نمونہ بنا رکھا ہے (اللہ کے لئے لڑکیوں کی تجویز کرنا نمونہ ماننا ہے کیونکہ اولاد باپ کا نمونہ ہوتی ہے حاصل یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے) تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق (غم کے مارے کالا) رہتا ہے اور دل ہی دل میں کڑھتا رہتا ہے (غم سے گھٹتا ہے، پھر خدا کی طرف نسبت کرنا کیسے ہے جبکہ وہ نفس اولاد ہی سے پاک ہے) کیا (ہمزۂ انکار ہے اور واؤ جملہ کے عطف کے لئے ہے یعنی یجعلون للہ) جو کہ پرورش پائے (پلے) آرائش (زیب و زینت) میں اور مباحثہ میں قوت بیانیہ نہ رکھے (صنف نازک ہونے کی وجہ سے دلیل کے اظہار میں کمزور ہو) اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں عورت قرار دے رکھا ہے۔ کیا یہ لوگ موجود (حاضر) تھے فرشتوں کی پیدائش کے وقت ان کا یہ دعوٰی لکھ لیا ہے (کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں) اور ان سے بازپرس ہوگی (اس کے متعلق آخرت میں چنانچہ اس پر سزا ہوگی) اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر چاہتا اللہ تو ہم ان کی پرستش نہ کرتے (یعنی فرشتوں کی، لہذا ہمارا فرشتوں کی بندگی کرنا اللہ کے ارادہ سے ہے تو اس کی مرضی سے بھی ہوا فرماتے ہیں) ان کو اس کی (اپنے پرستش کرنے کو اللہ کی رضامندی کی دلیل کہنا) کچھ تحقیق نہیں ہے یہ محض بے تحقیق بات ہے (غلط بات کہہ رہے ہیں لہذا اس کی سزا پائیں گے) کیا ہم نے ان کو اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے (غیر اللہ کی پرستش کے متعلق) کہ یہ اس سے استدلال کرتے ہیں (یعنی ایسے نہیں ہوا) بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ (دستور) پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر راستہ چل رہے ہیں (چنانچہ پہلے لوگ غیر اللہ کی پرستش کیا کرتے تھے) اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا۔ مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا (مالداروں نے جیسے آپ کی قوم کے لوگ کہہ رہے ہیں) کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ (دستور پر) پایا ہے اور ہم بھی انہی کے پیچھے پیچھے (پیروی میں) چل رہے ہیں۔ ان کے پیغمبر ان سے بولے کہ کیا (پھر بھی تم پیروی کرتے رہو گے) اگرچہ میں اس سے بہتر طریقہ تمہارے پاس لے کر آیا ہوں کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہو وہ کہنے لگے کہ جس پیغام کو دے کر تمہیں (اور تم سے پچھلوں کو) بھیجا گیا ہے ہم اس کو مانتے ہی نہیں (حق تعالیٰ ان کو دھمکاتے ہوئے فرماتے ہیں) سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا (جو آپ سے پہلے پیغمبروں کو جھٹلانے والے تھے) سو دیکھئے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

Marfat.com

تحقیق وترکیب

المبین۔ قرآن کا واضح ہونا بلحاظ معانی اولیہ کے ہے اور اصول دینیہ کے ترغیبی ترہیبی ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اسی حیثیت سے اس کو آسان اور سہل بھی کہا گیا ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ احکام ومسائل فرعیہ جزعیہ کا استنباط بھی سہل ہے۔ تاکہ ہر شخص کو اجتہاد کا حق اور اجازت ہو جائے۔

انا جعلناہ۔ جیسا کہ ابھی گزرا کہ ان جیسے الفاظ معتزلہ خلق قرآن کے نظریہ پر استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہاں جعل بمعنی خلق نہیں۔ بلکہ بمعنی صیّر ہے۔ کیوں کہ سیاق کلام قرآن کی مخلوقیت کے لیئے نہیں ہے۔ بلکہ اس کی عربیت بیان کرنے کے لیئے ہے کہ اول مخاطب کی رعایت سے اس زبان کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جیسا کہ لعلکم تعقلون سے واضح ہے۔ اور بالفرض اگر مخلوق ہونے پر دلالت بھی ہو تب بھی کلام لفظی کے مرتبہ میں مخلوق ہونا معلوم ہوگا۔ جس کے اہلسنت منکر نہیں ہیں۔ البتہ حنابلہ کے خلاف ہوگا۔ بلکہ ام الکتاب کی تفسیر اگر علم الٰہی سے کی جائے تو آیت سے کلام نفسی کا قدیم ہونا ثابت ہو جائے گا۔

لدینا سے مراد مرتبہ صفات ہے جو ذات سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

لعلی کے معنی کونہ عالیا عن الحدوث اور حکیم کے معنی محکم کے ہیں اور قدیم ظاہر ہے کہ ناقابل تبدیل ہوتا ہے۔ بہرحال یہ دونوں مسئلے اگرچہ عقلی ہیں مگر اس سے نقل کی بھی تائید ہو رہی ہے۔

وانہ فی ام الکتاب۔ پہلے جواب قسم پر اس دوسرے جواب قسم کا عطف ہے اور مفسر نے مثبت سے جار مجرور کے خبر انّ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور لعلی خبر ثانی ہو جائے گی اور ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے وہی تمام کتب الٰہیہ کی بنیاد ہے۔ اور لدینا ام الکتاب سے بدل ہے اور قرآن ہر لحاظ سے دوسری کتب پر فائق ہے اس لیئے اس کو علی کہا گیا۔ یہ دونوں لفظ انّ کی خبر ہیں۔

افنضرب۔ استفہام انکاری ہے اور فا مقدر کے لیئے عاطفہ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ انہملکم فنضرب اور ضرب کے معنی امسک کے ہیں۔ ضربت عنہ واضربت عنہ کہہ کر چھوڑنے کے معنی لیے جاتے ہیں اور زمخشری مجازاً بعید کر دینے کے معنی لیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ ضرب الغرائب من الحرض۔

صفحاً۔ مفعول مطلق ہے معناً نضرب کا۔ کہا جاتا ہے۔ ضرب عن کذا واضرب عنہ۔ اعراض کرنے کے معنی ہیں اور فاعل حال ہونے کی وجہ سے بھی منصوب مانا جا سکتا ہے بمعنی صافحین۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مفعول مطلق تاکید کے لیئے ہو۔ مضمون جملہ کی اس صورت میں عامل محذوف ہوگا جیسے صنع اللہ۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ مفعول لہ کہا جائے مفسرؒ نے فلا تؤمرون الخ سے قتادہؒ کی تفسیر نقل کی ہے۔ لیکن مجاہدؒ وسدیؒ اس طرح تفسیر کر رہے ہیں۔ افنعرض عنکم و نترککم فلا نعاقبکم علی کفرکم۔

وکم ارسلنا۔ کم خبریہ ہے ارسلنا کا مفعول مقدم ہے اور من نبی تمیز ہے اور فی الاولین متعلق ہے۔

یاتیھم۔ مفسرؒ نے مضارع کو ماضی کے معنی میں ہونے کی طرف اشارہ ہے اور مضارع لانے میں اس صورت

marfat.com
Marfat.com

تعجب کا استحضار مقصود ہے۔

اشد منھم۔ یہ صفت ہے محذوف کی جو فی الحقیقت مفعول ہے۔ ای اھلکنا قوما ھم المستھزءون بوسلھم اشد منھم ای من قومک۔

بطشا۔ اس کو تمیز ماننا بہ نسبت حال ماننے کے زیادہ اچھا ہے۔

مثل الاولین۔ قرآن میں گذشتہ تاریخی حالات جگہ جگہ بیان ہوئے ہیں۔ اس جملہ میں وعد و وعید دونوں آگئے۔

ولئن سالتھم۔ لام قسمیہ یقولن جواب قسم ہے اور جواب شرط اسی کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ آخری جواب حذف کر دیا جاتا ہے۔

العزیز العلیم۔ یعنی کفار کا جواب اس پر ختم ہو گیا۔ اسی لیے ابو حاتمؒ اس پر وقف کرتے ہیں۔ کیونکہ اگلے جملوں میں بعث کا اظہار ہے اور کفار کی طرف سے اس کا انکار تھا۔ اس لیئے وہ جملے ان کے نہیں ہو سکتے۔

خلق الازواج۔ یعنی زوج کے مشہور معنی مراد نہیں بلکہ بمعنی صنف ہے۔

ما ترکبون۔ رکبت الدابۃ کہا جاتا ہے بقول زمخشریؒ ترکبونہ کے معنی ہیں۔ یعنی متعدی بالواسطہ پر متعدی بلا واسطہ کی تغلیب کر لی گئی ہے اور عائد محذوف ہونے کا مطلب من الفلک سے ہے۔

علی ظھورہ۔ لفظ ظہور جمع اور اس کے ساتھ ضمیر مفرد مذکر لائی گئی ہے۔ لفظ ما کی لفظی و معنوی رعایت کرتے ہوئے۔

ثم تذکروا۔ یعنی سواریاں نقل مکانی کے لیئے ہوتی ہیں۔ لیکن اس سے نقل عظمیٰ کی طرف رہنمائی ہونی چاہیئے۔ یعنی انقلاب الی اللہ۔ چنانچہ طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان سوار ہونے کے وقت یہ الفاظ کہے اور یاد کرے کہ آخری وقت جنازہ پر سوار ہو کر اللہ کی طرف جانا ہو گا۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ ہر قسم کی سواری پر یہ الفاظ پڑھنے چاہئیں اور بعض کے نزدیک یہ جانور کی سواری کے لیے مخصوص ہے۔ جیسا کہ وما کنا لہ مقرنین اس کا قرینہ ہے۔ کیونکہ سرکشی اور اطاعت جانوروں میں ہی ہو سکتی ہے نہ کہ کشتی، جہاز، موٹر، اسکوٹر، ٹرین، ہوائی جہاز وغیرہ میں۔ ان پر سواری کے وقت بسم اللہ مجرھا الخ پڑھنا چاہیئے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان سواریوں کا قابو سے باہر ہو جانا جانور سے بھی زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہو سکتا ہے۔ اس لیئے یہ الفاظ ہر طرح کی سواریوں میں پڑھنے چاہئیں۔

اور گو حدیث میں صرف جانور کی سواری میں اس کا پڑھنا منقول ہے۔ لیکن اول تو اس زمانہ میں کشتی میں سوار ہونے کا کم اتفاق ہوتا ہو گا۔ دوسرے کشتی میں پڑھنے کی نفی بھی کہیں نہیں ہے۔ بلکہ سیاق و سباق سے متبادر یہی ہے کہ کشتی وغیرہ میں بھی پڑھے۔

وجعلوا لہ۔ اس کا عطف مضمون سابق پر ہو گا۔ ای اعترفوا بخالقیۃ اللہ وجعلوا لہ الخ۔

Marfat.com

جزءًا۔ جعل کا مفعول اول ہے اور جعل سے مراد تصییر قولی ہے۔ ای حکموا اوسموا او اعتقدوا کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور کفار سے اللہ کی جزئیت کا اعتقاد اگرچہ صراحۃً کہیں منقول نہیں۔ مگر اس کے لیئے اولاد ہونے کے قائل تھے اور وہ معنی حقیقی کے لحاظ سے مستلزم جزئیت ہی ہے۔

واصفاکم۔ یعنی فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہنے سے بطور لازم یہ مفہوم لازم ہو رہا ہے کہ ان کے لیے صرف نرینہ اولاد مخصوص ہے۔

بما ضرب۔ ما موصولہ ہے ضرب بمعنی جعل ہے اس کا مفعول اول جو عائد بھی ہے محذوف ہے۔ ای ضربہ۔ اور مثلاً مفعول ثانی ہے شبہاً کہہ کر مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ مثل یہاں کہاوت کے مشہور معنی میں نہیں ہے بلکہ مشابہ کے معنی میں ہے۔

ادمن ینشوء۔ عام قراءت تو ینشاء فتح یا اور سکون نون کے ساتھ ہے اور ضمہ یا اور فتحہ نون اور تشدید شین کے ساتھ ہے بصیغہ مجہول لیکن قراءت شاذہ ضمہ یا کے ساتھ بحالت تخفیف ہے اور ینا شا مثل یقاتل مجہول ہے۔

غیر مبین۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ ابان متعدی سے ماخوذ ہے۔

وجعلوا الملئکۃ۔ فرشتے جو اعلیٰ ترین بندے ہیں ان کے لیئے انوثیت کی خسیس صفت ثابت کرنا غلط ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے جب ان سے پوچھا کہ تمہیں یہ کہاں سے پتہ چلا ہے؟ تو کہنے لگے باپ دادا سے ایسے ہی سنتے چلے آرہے ہیں اور ہم اس کے شاہد ہیں کہ انہوں نے غلط بیانی نہیں کی ہوگی۔ اس پر ستکتب شھادتھم الفاظ نازل ہوئے۔

ما لھم بذلک من علم۔ یعنی مشیت الٰہی چونکہ فرشتوں کی پرستش نہ کرنے کی نہیں ہوئی۔ اس لیے کفار اس کو دلیل رضامندی بنا رہے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ دلیل بنانا غلط ہے۔ کیونکہ مشیت نام ہے ممکن کی دونوں جانبوں میں سے کسی ایک جانب کو ترجیح دینے کا خواہ وہ مامور ہو یا ممنوع، مستحسن ہو یا غیر مستحسن۔ پھر مشیت کو دلیل بنانا کیسے صحیح ہوگا۔ معتزلہ اور اہلسنت کے نقطہ نظر میں بھی تقریباً یہی فرق ہے۔

ام اتیناھم۔ یعنی کسی چیز کا ثبوت یا مشاہدہ سے ہوا کرتا ہے اور یا نقل سے اور یہاں دونوں ہیں۔

من قبلہ۔ یعنی مرجع اس کا قرآن ہے یا رسول۔

بل قالوا۔ یعنی عقلی، نقلی اور عینی اور تینوں صورتیں ان کے پاس ثبوت کی نہیں لے دے کر صرف پرانی لکیر کے فقیر ہونا ہے۔ سو اس کا حال آگے آرہا ہے۔

علیٰ امۃ۔ بمعنی مقصد طریقہ ہے جیسے رمل بمعنی مرحول الیہ آتا ہے ایسے ہی امۃ بمعنی ملۃ ہے۔

وانا علیٰ اثارھم۔ مفسرؒ نے متعلق کے محذوف ہونے اور اس کے خبر ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔

مھتدون۔ یہ خبر ثانی ہے اور بعض کی رائے ہے کہ علیٰ آثارھم حال ہے فاعل مھتدون سے کا مثلین

Marfat.com

علیٰ اٰثارھم.

ما ارسلنا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔

اولو جئتکم۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ ہمزہ فعل مقدر پر داخل ہے اور واؤ حالیہ ہے۔

اھدیٰ۔ بلا دلیل محض اندھی تقلید اگرچہ غلط اور گمراہی ہوتی ہے۔ مگر آیت میں اس کو ہدایت کہنا بطور ارخاء وعنان ہے۔ تاکہ یہ نرم روی مخاطب پر اثر انداز ہو جائے اور وہ نرما جائے۔ اس طرح نصیحت کارگر اور مفید ہو جاتی ہے۔

ربط آیات

اس سورت کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ توحید کا اثبات۔

۲۔ شرک کا بطلان۔

۳۔ اور بتوں کے جہنم رسید ہونے پر کفار کے اعتراض کی لغویت۔

۴۔ وحی ورسالت کا اثبات۔

۵۔ اور رسالت سے متعلق بعض شبہات کا جواب۔

۶۔ اور آنحضرتؐ کو تسلی اور درگزر کرنے کا حکم۔

۷۔ دنیا کی تحقیر۔

۸۔ اور نبوت کے استحقاق واہلیت میں مال کا دخیل نہ ہونا۔

۹۔ منکرین کے لیے تہدید۔

۱۰۔ حضرت ابراہیم وموسےٰ وعیسیٰ علیہم السلام کے حالات جن سے توحید ورسالت کی تائید اور قائلین ومنکرین قیامت کے لیے وعدہ ووعید کا بیان، نیز پچھلی سورت کے خاتمہ اور اس سورت کے افتتاح میں رسالت کا مضمون مشترک ہے۔

تشریح

والکتٰب المبین۔ یہاں قسم کا استعمال عرب کی عادت کے مطابق تاکید کلام کے لیے تو ہے ہی لیکن خود جواب قسم کی دلیل بھی ہے۔ کیونکہ قرآن میں غور کرنے سے اس کا اعجاز ظاہر ہے اور وہ دلیل ہے اللہ کی طرف سے نازل ہونے کی۔ پس ایک ذات کی ایک صفت دوسری صفت کی دلیل ہے اور عربی زبان چونکہ اول مخاطبین کی مادری زبان ہے۔ ان کے ذریعہ سے دنیا کی قومیں اس کتاب کو سیکھیں گی۔ اس لیے اس سے قرآن کے خطاب عام پر اشکال نہ کیا جائے اور لدینا۔ شرف وخصوصیت کے اعتبار سے فرمایا۔ پس یہ قرب رتبی ہے قرب مکانی نہیں ہے۔

قرآن کی خوبیاں اور خصوصیات

انہ فی ام الکتاب الخ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم بھی دوسری کتب سماویہ کی طرح نزول سے پہلے

Marfat.com

لوحِ محفوظ میں لکھا گیا تھا اور وجوہِ اعجاز اور اسرار و حکم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے وہ نہایت بلند مرتبہ ہے اور تبدیل و تحریف سے محفوظ رہنے کی وجہ سے نہایت مستحکم ہے۔ اس کے دلائل نہایت مضبوط اور احکام غیر منسوخ ہیں۔ اس کا ہر حکم حکمت لیے ہوئے اور تمام مضامین اصلاح معاش و معاد کے سلسلہ میں اعلیٰ ترین ہدایات اور حکیمانہ خوبیوں سے لبریز ہیں اور ان تمام محاسن پر خود قرآن ہی اپنا مشاہد ہے۔

افنضرب۔ یعنی باوجود تمہاری شرارتوں کے کتابِ الٰہی کا نزول اور دعوت و نصیحت کا سلسلہ بند نہیں کیا جائے گا۔ اول تو بہت سی سعید روحیں اس سے مستفید ہوں گی۔ دوسرے منکرین پر کامل طور سے اتمامِ حجت بھی کرنا ہے اس لیے اللہ کی رحمت و حکمت کا یہ سلسلہ موقوف نہیں ہوگا۔ چنانچہ پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا۔ ان کی تعلیمات کو جھٹلایا گیا۔ مگر اس کی وجہ سے پیغمبری کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ اے منکرین تم سے پہلے ان مکذبین کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ جو زور و قوت میں تم سے کہیں زیادہ تھے جب وہ اللہ کی پکڑ سے نہ بچ سکے تو تم کس ہوا میں ہو؟

جو خالق ہے وہی معبود ہے

ولئن سالتھم سے اللہ کی عظمت و قدرت اور کمال تصرف کا ذکر ہے اور تخلیق میں اس کا یگانہ ہونا اس کے الوہیت میں یگانہ ہونے کو مستلزم ہے۔ پس گویا اللہ کی الوہیت خود ان کے اقرار سے ثابت ہو گئی۔

خدا کے ان گنت انعامات میں سے زمین کا قابلِ رہائش بنا دینا ہے۔ اس میں اللہ نے راستے بنا دیئے کہ جہاں آبادیاں ہیں انسان چل پھر کر ایک دوسرے سے مل سکیں اور تمدن کے تقاضے پورے ہو سکیں۔ وہ بارشیں برساتا ہے تو وہ بھی بے اندازہ نہیں۔ بلکہ اپنے علم و حکمت کے مناسب اندازوں کے ساتھ۔ اور جس طرح اللہ زمین کی فصل پر مردہ زمینوں میں بارانِ رحمت کے ذریعے زندگی کی بہار دکھلاتا رہتا ہے۔ اسی طرح مردہ جسموں میں جان ڈال کر قبروں سے نکال کھڑا کرے گا۔

دنیا میں جتنی چیزوں کے جوڑے ہیں اور مخلوق ہیں، جتنی قسمیں ہیں اور متماثل یا متقابل انواع و اصناف ہیں سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ انسان سے زیادہ طاقت ور، قوی الجثہ جانوروں کو اس کے قابو میں کرنا اور مختلف قسم کی سواریوں اور ان کے کل پرزوں کی ایجادات کا سہرا انسان کے سر باندھنا یہ اللہ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اللہ کی اس تسخیری نعمت کا اعتراف و شکر گزاری انسان پر لازم ہے اور یہ شکر گزاری اسی طرح انسان کو اللہ کے آگے جھکا دیتی ہے۔ جیسے مصیبتوں میں صبر خدا کی طرف مڑنے پر انسان کو مجبور کرتا ہے۔

غرضکہ دنیا کے اس سفر سے سفرِ آخرت کو یاد کرو۔ آنحضرتؐ سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے اور احادیث میں اور دعائیں اور اذکار بھی آئے ہیں۔

اللہ کی شان میں حد درجہ گستاخی

وجعلوا لہ۔ یعنی افسوس کہ انسان اللہ کی صریح ناشکری پر اتر آیا۔ اس سے بڑھ کر ناشکری اور گستاخی اور کیا ہو گی کہ اس کے لیے اولاد تجویز کر بیٹھا جو عقلاً محال ہے۔ کیونکہ اولاد باپ کا جز ہوتی ہے۔ جس سے اللہ کا ذی اجزا ہونا یعنی

Marfat.com

ب ارتکاب ہونا اور حادث ہونا لازم آتا ہے۔ دوسرے اولاد ماں باپ کی ہم جنس ہوتی ہے۔ اگر ہم جنس نہ ہو تو عیب ہے اور خالق و مخلوق میں جنسیت ہو تو کیسے ؟ تیسرے یہ کہ اولاد میں یہ لوگ لڑکیوں کو کم درجہ سمجھتے ہیں اور یوں بھی ارائے جسمانیہ اور عقلیہ کے لحاظ سے عموماً لڑکیاں لڑکوں سے کم ہی ہوتی ہیں۔

پس گویا اللہ کے لیئے اولاد بھی گھٹیا قسم کی تجویز کی ۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ اپنے لیئے تو بڑھیا اولاد پسند ر خدا کے لیئے گھٹیا اولاد۔ جو عقلاً عرفاً دونوں طرح غلط۔ جب کہ خود تمہارا حال یہ ہے کہ اگر تمہیں بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی جائے تو مارے رنج اور غصہ کے پیشانی پر بل پڑ جائیں اور یوں شرما حضوری زبان سے کچھ نہ کہو مگر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے رہو۔

مجموعی اعتبار سے عورت مرد سے کمزور اور کم سمجھ ہوتی ہے

یہاں تک الزامی رد تھا۔ آگے اوصاف یعنی وعوارض سے تحقیقی رد ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ گو لڑکی ہونا فی نفسہ عار و ذلت کا باعث نہیں۔ جیسا کہ تم جہالت سے سمجھتے ہو۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ عوارض سے قطع نظر لڑکی اپنی اصل وضع کے اعتبار سے کمزور اور کم سمجھ ہوتی ہے۔ آخر یہ اس کی ناسمجھی ہی تو ہے کہ عادۃً وہ آرائش و زیبائش پسند ہوتی ہے۔ یورات اور سجاوٹ ہی میں اس کی نشو و نما ہوتی ہے جو دلیل ہے کم عقلی اور ضعف رائے کی۔ اور مباحثہ کے وقت ت بیانیہ نہیں رکھتی۔ جو دلیل ہے قوت فکریہ کے ضعف کی۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ عورتیں ہمیشہ ادھوری بات کہتی ہیں یا گفتگو میں فضول اور زائد باتیں ملا دیتی ہیں۔ جن کا مطلب سے ادنیٰ تعلق نہیں ہوتا۔ اور مباحثہ کی تخصیص اس لیئے کر دی کہ عادۃً اس میں زیادہ زور دکھلانے کی ضرورت ہوتی ہے اور جب ضرورت کے موقعہ پر عجز کلام ہے بلا ضرورت کلام میں تو بدرجہ اولیٰ ضعیف ہوگا۔ غرضکہ ہر طویل گفتگو میں وہ مات کھا جاتی ہیں اور معمولی جملوں کا عمدہ طریقہ سے ادا کر دینا قوت گویائی کی دلیل نہیں ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فی زمانہ عورتیں ہر میدان میں ترقی کا ریکارڈ قائم کر رہی ہیں۔ لیکن قرآن کریم کا یہ بیان بحالہ ایک حقیقت ہے۔ کیونکہ اول تو عورتوں کی تمام تر ترقیات خود ان کے ماضی کے اعتبار سے ہیں۔ مردوں کے مقابلہ میں نہیں۔ بلکہ ان ترقیات کے باوجود مردوں کے مقابلہ میں اب بھی ان میں فاصلہ ماننا پڑے گا۔ اور بالفرض اگر کسی وقت یہ فاصلہ نہ بھی رہے یا معاملہ برعکس ہو جائے تب بھی کلام الٰہی کی سچائی پر شبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ گفتگو عوارض سے قطع نظر محض اصل وضع کے اعتبار سے ہے۔ لیکن عوارض کی رد سے جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ اگر یہ نسبت متاثر ہو جائے تو وہ عوارض کی بات ہوگی۔

رہا عورت کی طرف سے فی الخصام کے جواب میں یہ کہنا کہ وہ عارض ملکیت ہے جو جابر نقصان ہے۔ سو اس عارض کا مؤثر ہونا ان کو ثابت کرنا ہوگا ورنہ مطلق عارض کافی نہیں ہے۔

Marfat.com

فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت

وجعلوا الملٰئکۃ۔ اس میں تیسری خرابی کا بیان ہے کہ فرشتوں کو عورتوں میں داخل کر کے دیویاں کہنا یہ ان کا ایک اور جھوٹ ہے۔ کیونکہ فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت، وہ الگ جنس ہیں۔ پس ان کے اس دعوے پر عقلی نقلی دلیل تو کوئی ہے نہیں۔ پھر کیا فرشتوں کے پیدا ہونے کے وقت یہ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ جو انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ مرد نہیں عورت ہیں۔ بہت اچھا ان کی یہ گواہی دفتر اعمال میں لکھی جا رہی ہے۔ اللہ کی عدالت عالیہ میں پیشی کے وقت ان سے جرح ہو گی۔ کہ تم نے یہ کیوں کہا تھا۔ اور کہاں سے کہا تھا؟

بہر حال یہ دعویٰ بلا دلیل غلط ہے جھوٹ ہے۔ خاص کر عقائد میں۔ اب پھر جب اس کے ساتھ اور بھی مفاسد ہوں تو کریلا اور نیم چڑھا ہے۔

مشرکین کی دلیل کا تار و پود

یہاں تک تو فرشتوں کے اولاد اور بیٹیاں ہونے کے بارہ میں گفتگو تھی۔ اب آگے دقالوا سے ان کی معبودیت کے متعلق کلام ہے کہ ملاحظہ ہو یہ لوگ اپنی مشرکانہ حرکتوں کے جواز میں کیا عمدہ دلیل عقلی پیش کرتے ہیں۔ کہ ہمارا فرشتوں کی پرستش کرنا اگر اللہ کو ناپسند ہوتا وہ کیوں ہمیں کرنے دیتا۔ مگر جب اس نے کرنے دیا تو معلوم ہوا کہ وہ راضی ہے۔

یہ بھی خوب رہی۔ اسی لئے فرمایا وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یخرصون۔ یقیناً اس میں شبہ نہیں کہ کوئی کام اللہ کے چاہے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس سے اس کام کا پسندیدہ ہونا نہیں نکلتا۔ کیونکہ ایسا ہو تو پھر دنیا میں کوئی کام بھی برا نہیں رہے گا۔ ہر جھوٹا، خونخوار، ظالم، چور، اچکا، بدمعاش ہر ایک یہی کہہ دے گا کہ اگر خدا کو یہ کام ناپسند تھا تو مجھے یہ کرتے نہ دیتا۔ لیکن جب کرنے دیا تو اس کا پسندیدہ ہونا معلوم ہوا۔ اسی طرح عالم میں سب کچھ خیر محض ہی ہو گا۔ شر کا وجود ہی نہیں رہے گا۔ پھر مخالفین شرک بھی اس دلیل کو اپنا کر یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس سے ہمارے طریقہ کا برحق ہونا بھی معلوم ہوا۔ پس یہ دلیل گویا مستلزم نقیضین ہو گئی کہ شرک حق بھی ہے اور ناحق بھی۔ اسی طرح توحید حق بھی ہے اور ناحق بھی۔ یا یوں کہا جائے کہ توحید و شرک دونوں حق بھی ہیں اور ناحق بھی۔ بہر حال مشیت اور رضا میں کوئی لزوم عقلی علمی نہیں۔ بلکہ محض اٹکل پچو بات ہے۔

اندھی تقلید کے سوا مشرکین کے پاس کیا ہے

ام اتیناھم۔ یعنی ان کی عقلی دلیل کا تانا بانا تو معلوم ہو گیا۔ اب کیا کوئی نقلی گل افشانی کریں گے۔ کسی آسمانی کتاب یا صحیفہ میں شرک کا اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہونا لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نام کی کوئی بھی چیز ان کے پاس نہیں۔ اب لے دے کر سب سے بڑی دلیل پرانی ریت اور اپنے بڑوں کی اندھی تقلید رہ جاتی ہے۔ جو ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ جس کو دلیل تو کیا خلاف دلیل کہنا چاہیئے۔

جس کے جواب میں پیغمبرانہ جواب یہی ہے کہ تمہارے باپ دادوں کی راہ سے بھی اچھی راہ اگر تم کو بتلائی جا رہی ہے تو کیا پھر بھی تم اسی پرانی لکیر کو پیٹتے رہو گے؟ مگر برا ہو ہٹ دھرمی کا جب انسان کی مت ماری جاتی ہے تو کتنی ہی عمدہ

Marfat.com

بات کہی جائے مگر ایک مان کر نہیں دیتا۔ چنانچہ جواب الجواب میں بدبخت لوگ کہتے ہیں کہ کچھ بھی ہو ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے اور پرانا آبائی طریقہ نہیں چھوڑ سکتے۔ (فوائد عثمانی)

وَاذْكُرْ إِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَآءٌ أَيْ بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي
خَلَقَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ○ يُرْشِدُنِي لِدِينِهِ وَجَعَلَهَا أَيْ كَلِمَةَ التَّوْحِيدِ الْمَفْهُومَةِ مِنْ قَوْلِهِ إِنَّنِي
ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيَهْدِينِ كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ ذُرِّيَّتِهِ فَلَا يَزَالُ فِيهِمْ مَنْ يُوَحِّدُ اللَّهَ لَعَلَّهُمْ أَيْ أَهْلَ مَكَّةَ
يَرْجِعُونَ ○ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ إِلَى دِينِ إِبْرَاهِيمَ أَبِيهِمْ بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ الْمُشْرِكِينَ وَآبَاءَهُمْ وَلَمْ
أُعَاجِلْهُمْ بِالْعُقُوبَةِ حَتَّى جَاءَهُمُ الْحَقُّ الْقُرْآنُ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ○ مُظْهِرٌ لَهُمُ الْأَحْكَامَ الشَّرْعِيَّةَ
وَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ الْقُرْآنُ قَالُوا هٰذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ○ وَ
قَالُوا لَوْلَا هَلَّا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ مِنْ آيَةٍ مِنْهُمَا عَظِيمٍ ○ أَيِ الْوَلِيدُ بْنُ
الْمُغِيرَةِ بِمَكَّةَ وَعُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ بِالطَّائِفِ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ ۚ النُّبُوَّةَ نَحْنُ قَسَمْنَا
بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَجَعَلْنَا بَعْضَهُمْ غَنِيًّا وَبَعْضَهُمْ فَقِيرًا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ بِالْغِنَى فَوْقَ
بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمُ الْغَنِيُّ بَعْضًا الْفَقِيرَ سُخْرِيًّا مُسَخَّرًا فِي الْعَمَلِ لَهُ بِالْأُجْرَةِ وَالْيَاءُ
لِلنَّسَبِ وَقُرِئَ بِكَسْرِ السِّينِ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ أَيِ الْجَنَّةُ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ○ فِي الدُّنْيَا وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ
النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً عَلَى الْكُفْرِ لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوتِهِمْ بَدَلٌ مِّنْ لِمَنْ سُقُفًا بِفَتْحِ السِّينِ
وَسُكُونِ الْقَافِ وَبِضَمِّهِمَا جَمْعًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ كَالدَّرَجِ مِنْ فِضَّةٍ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ○ يَعْلُونَ
إِلَى السَّطْحِ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا مِّنْ فِضَّةٍ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سُرُرًا مِّنْ فِضَّةٍ جَمْعُ سَرِيرٍ عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ ○ وَ
زُخْرُفًا ذَهَبًا الْمَعْنَى لَوْلَا خَوْفُ الْكُفْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ مِنْ إِعْطَاءِ الْكَافِرِ مَا ذُكِرَ لَأَعْطَيْنَاهُ ذٰلِكَ لِقِلَّةِ خَطَرِ
الدُّنْيَا عِنْدَنَا وَعَدَمِ حَظِّهِ فِي الْآخِرَةِ فِي النَّعِيمِ وَإِنْ مُخَفَّفَةٌ مِّنَ الثَّقِيلَةِ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا بِالتَّخْفِيفِ فَمَا
زَائِدَةٌ وَبِالتَّشْدِيدِ بِمَعْنَى إِلَّا فَإِنْ نَافِيَةٌ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا يَتَمَتَّعُ بِهِ فِيهَا ثُمَّ يَزُولُ وَالْآخِرَةُ الْجَنَّةُ

Marfat.com

عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَمَنْ يَّعْشُ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ نُسَبِّبْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ
لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ لَا يُفَارِقُهٗ وَاِنَّهُمْ اَيِ الشَّيَاطِيْنُ لَيَصُدُّوْنَهُمْ اَيِ الْعَاشِيْنَ عَنِ السَّبِيْلِ طَرِيْقِ الْهُدٰى وَ
يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ فِي الْجَمْعِ رِعَايَةً مَعْنٰى مَنْ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا الْعَاشِيْ بِقَرِيْنِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
قَالَ لَهٗ يَا لِلتَّنْبِيْهِ لَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ اَيْ مِثْلَ بُعْدِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فَبِئْسَ
الْقَرِيْنُ ۝ اَنْتَ لِيْ قَالَ تَعَالٰى وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ اَيِ الْعَاشِيْنَ تَمَنِّيْكُمْ وَنَدَمُكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَلَمْتُمْ اَيْ تَبَيَّنَ لَكُمْ
ظُلْمُكُمْ بِالْاِشْرَاكِ فِي الدُّنْيَا اَنَّكُمْ مَعَ قُرَنَائِكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ عِلَّةٌ بِتَقْدِيْرِ اللَّامِ لِعَدَمِ
النَّفْعِ وَاِذْ بَدَلٌ مِنَ الْيَوْمِ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ بَيِّنٍ اَيْ
فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ فَاَمَّا فِيْهِ اِدْغَامُ نُوْنِ اِنَّ الشَّرْطِيَّةِ فِيْ مَا الزَّائِدَةِ نَذْهَبَنَّ بِكَ بِاَنْ نُمِيْتَكَ قَبْلَ
تَعْذِيْبِهِمْ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝ فِي الْاٰخِرَةِ اَوْ نُرِيَنَّكَ فِيْ حَيٰوتِكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ بِهٖ مِنَ
الْعَذَابِ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ عَلٰى عَذَابِهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝ قَادِرُوْنَ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اَيِ الْقُرْاٰنُ
اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّشَرَفٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ لِنُزُوْلِهٖ بِلُغَتِهِمْ وَسَوْفَ
تُسْـَٔلُوْنَ ۝ عَنِ الْقِيَامِ بِحَقِّهٖ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ
اَيْ غَيْرِهٖ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝ قِيْلَ هُوَ عَلٰى ظَاهِرِهٖ بِاَنْ جَمَعَ لَهُ الرُّسُلَ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ وَقِيْلَ الْمُرَادُ
اُمَمُ مَنْ اَيْ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ وَلَمْ يَسْاَلْ عَلٰى وَاحِدٍ مِنَ الْقَوْلَيْنِ لِاَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْاَمْرِ بِالسُّؤَالِ
اَلتَّقْرِيْرُ لِمُشْرِكِيْ قُرَيْشٍ اَنَّهٗ لَمْ يَاْتِ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَا كِتَابٌ بِعِبَادَةِ غَيْرِ اللّٰهِ

ترجمہ اور (یاد کیجئے) جب کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں بیزار (و بے تعلق) ہوں ان چیزوں سے جن کی تم پوجا کرتے ہو مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا (بنایا) پھر وہی میری (دینی) رہنمائی کرتا ہے اور کر گئے ابراہیمؑ اس کو (یعنی کلمہ توحید کو جو ان کے قول انی ذاھب الی ربی سیھدین سے سمجھ میں آ رہا ہے) ایک قائم رہنے والی بات اپنی اولاد (نسل) میں (چنانچہ کوئی نہ کوئی ان کی نسل میں پرستارِ توحید رہتا ہے) تاکہ یہ لوگ (مکہ والے) باز رہیں (اپنے

Marfat.com

موجودہ طریقہ سے (اپنے آبائی دین (ابراہیمی) کی طرف) بلکہ میں نے ان (مشرکین) کو اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا ہے (اور ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کی) یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف بتلانے والا رسول آیا (جو شرعی احکام ان کو بتلاتا ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے ہم اس کو نہیں مانتے اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے (کسی ایک میں) کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا (یعنی ولید بن مغیرہ پر مکہ میں یا عروہ بن مسعود ثقفی پر طائف میں) کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (نبوت) تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے تو ان کی روزی تقسیم کر رکھی ہے دنیا کی زندگی میں (کہ ان میں سے کسی کو ہم نے امیر بنا دیا اور کسی کو فقیر بنا دیا) اور ہم نے ایک کو (خوشحالی سے) دوسرے پر برتری دے رکھی ہے۔ تاکہ ایک (امیر) دوسرے (غریب) سے کام لیتا رہے (اجرت کے ذریعہ کام پر مجبور ہو سکے۔ سخری میں یا نسبت کے لیئے ہے اور یہ لفظ کسر سین کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور آپ کے پروردگار کی رحمت (جنت) بدرجہا اس سے بہتر ہے جس کو یہ (دنیا میں) سمیٹتے پھرتے ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ (کفر) پر ہو جاویں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان کے لیئے ان کے گھر کی (لمن میں من سے بدل ہے) چھتیں (سقف فتحہ سکون قاف کے ساتھ اور دونوں کے ضمہ کے ساتھ) چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی (سیڑھیاں بھی چاندی کی بنا دیتے) جن پر یہ چڑھا کرتے (چھت پر جانے کے لیئے) اور ان کے گھروں کے دروازے بھی (چاندی کے) اور (ہم نے ان کے لیئے بنائے) تخت بھی (چاندی کے سرجمع سریر کی ہے) جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور سونے کے بھی (حاصل یہ ہے کہ اگر مذکورہ چیزوں کے کافر کو دے دینے سے مومن کے کافر بن جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ضرور کافر کو یہ ساری چیزیں دے ڈالتے۔ کیونکہ دنیا ہمارے نزدیک حقیر ہے اور آخرت میں اس کے لیئے جنت کا حصہ نہیں ہے) اور یہ (ان مخففہ ہے جو اصل میں مثقلہ تھا) سب کچھ بھی نہیں (لما تخفیف کے ساتھ اگر ہے تو ما زائد ہوگا اور تشدید کی صورت میں بمعنی الا ہوگا کہ ان نافیہ ہو جائے گا) صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے (جس سے نفع اٹھانے کے بعد ختم ہو جائے گی) اور آخرت (جنت) آپ کے پروردگار کے ہاں خدا ترسوں کے لیے ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ذکر (قرآن) سے اندھا بن جائے (منہ موڑلے) ہم اس پر (اس وجہ سے) ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ سو وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے (کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا) اور وہ (یعنی شیطان) ان (دنیا داروں) کو راہ (ہدایت) سے روکتے رہتے ہیں اور یہ لوگ اس خیال میں رہتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں (ضمائر جمع لانے میں معنی من کی رعایت ہے) یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آئے گا (دنیا دار اپنے ساتھی کے ساتھ قیامت میں) تو کہے گا (اس ساتھی سے) کہ اے کاش! (یا تنبیہ کے لیئے ہے) میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کے برابر فاصلہ ہوتا (یعنی جس قدر دوری مشرق اور مغرب کے درمیان ہوتی ہے) سو برا ساتھی ہے (تو میرے لیئے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) اور ہرگز تمہارے کام نہ آئے گی یہ بات (دنیا دار و تمہاری تمنا اور ندامت) آج جب کہ تم ظلم کر چکے تھے (یعنی دنیا میں شرک کرنے کی وجہ سے آج

Marfat.com

تمہارا ظلم واضح ہو چکا ہے، یقیناً تم سب (مع اپنے ساتھیوں کے) عذاب میں شریک ہو (انکم الخ جملہ علت ہے عدم نفع کی تقدیر اللام اور اذ بدل ہے الیوم کا) سو کیا آپ ان بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی پر ہیں راہ پر لا سکتے ہیں (یعنی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے) پھر اگر (اما میں ان شرطیہ کے نون کا ما زائدہ میں ادغام ہوگیا) ہم آپ کو اٹھا لیں (کہ ان پر عذاب آنے سے پہلے آپ کی وفات ہو جائے) تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں (آخرت میں) یا اگر ہم آپ کو (آپ کی زندگی ہی میں) دکھلا دیں جس (عذاب) کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ تب بھی ہم کو ان (کے عذاب) پر ہر طرح کی قدرت (طاقت) ہے۔ سو آپ اس (قرآن) پر قائم رہیے جو آپ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے۔ یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں اور یہ قرآن آپ کے لیے بڑے شرف کی چیز ہے اور آپ کی قوم کے لیے (ان کی مادری زبان میں اترنے کی وجہ سے) اور عنقریب تم پوچھے جاؤ گے (اس کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں) اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا (علاوہ) دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی پرستش کی جائے (بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر ہے یعنی واقعہ معراج میں سب پیغمبر اسی لیئے جمع کیئے گئے اور بعض کی رائے میں ان پیغمبروں کے امتی یعنی اہل کتاب مراد ہیں۔ تاہم دونوں صورتوں میں آنحضرتؐ نے کسی پیغمبر سے دریافت نہیں فرمایا۔ کیونکہ یہاں سوال کرنے کا منشاء مشرکین قریش پر یہ ثابت کرنا ہے کہ کوئی رسول اور کوئی کتاب غیر اللہ کی پرستش کے لیئے نہیں آئی)۔

تحقیق و ترکیب

براء۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ بمعنی برئی مصدر ہے جو صفت میں استعمال کیا گیا۔ اس میں واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث یکساں ہوتے ہیں۔

الا الذی۔ استثناء کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ منقطع ہو۔ کیونکہ ابراہیم کی قوم مشرک نہیں بلکہ دہریہ تھی۔ صرف بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ دوسرے یہ کہ ان کو مشرک مانتے ہوئے استثناء متصل مانا جائے۔ کیونکہ شرک کی صورت میں اللہ کی عبادت کا لعدم ہے

تیسرے کہ اللہ کی صفت کے لیئے بمعنی غیر ہو اور ما نکرہ موصوفہ رہے جیسا کہ زمخشریؒ کی رائے ہے۔

وجعلها۔ ضمیر مستتر کا مرجع حضرت ابراہیمؑ ہیں اور لعلہم یرجعون اللہ کا ارشاد ہے اور اس کو مفسرؒ کے قول مقدر اذکر کی علت کہا جائے گا۔ اور ہا ضمیر کا مرجع کلمہ توحید ہے۔

لیکن خود قول مذکور بھی ہو سکتا ہے۔

بل متعت۔ یہ اعراض توبیخ کے لیے ہے قوم کے اتباع نہ کرنے پر۔ اور اسم اشارہ سے مراد آنحضرتؐ کے زمانہ کے مشرکین ہیں۔

حتی جاءھم۔ کشاف وغیرہ میں اس کے تمتیع کی غایت پر یہ اشکال کیا گیا ہے ان دونوں میں کوئی تناسب نہیں۔ بلکہ مابعد اور ماقبل کی مخالفت کی اس میں رعایت نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ دنیا کا وہ اشتغال مراد ہے جو شکر

marfat.com
Marfat.com

منہم سے اعتراض کا سبب ہو۔ گویا عبارت یوں ہوگی۔ اشغلوا بہ حتی جاءھم الحق اور نفس الامر میں یہ غایت صحیح ہے۔ کیونکہ یہ حالت قابل زجر ہے۔ لیکن ان لوگوں کی سرکشی کے سبب اس کو برعکس کر دیا گیا۔ جیسا کہ دوسری آیت وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتہم البینۃ میں ہے۔

وقالوا۔ یہ لوگوں کی بہت پرانی گمراہی ہے۔ کہ نبوت و رسالت کو شریف ترین منصب سمجھتے ہوئے یہ خیال کیا کرتے ہیں۔ کہ اس کا مستحق ایسا شخص ہونا چاہیئے جو دنیاوی لحاظ سے بس معزز اور مالدار ہو۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں دیکھتے تھے۔ آنحضرتؐ چونکہ اس معیار پر پورے نہیں اترے۔ اس لیئے لگے اعتراض کرنے حالانکہ اللہ کے یہاں دوسرا معیار ہوتا ہے۔

اھم یقسمون۔ استفہام انکار توبیخی کے لیئے ہے۔ یعنی نبوت کے معاملہ میں تمہارے مشورہ اور رائے کا دخل نہیں۔ اللہ جس کے قلب کو ازکیٰ اور نفس کو پاکیزہ اور نسب کو اعلیٰ دیکھتا ہے۔ اس کو یہ خلعت پہنا دیتا ہے۔

نحن قسمنا۔ یعنی نبوت تو بڑی چیز ہے روزی رسانی جو اس سے کم درجہ ہے۔ ہم تو اس میں بھی ان کا عمل دخل نہیں رکھتے۔ جس کو چاہتے ہیں بخش دیتے ہیں اور دنیا میں اونچ نیچ، مال و دولت کے اعتبار سے کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہ مقبولیت کی علامت ہے اور نہ مردودیت کی بلکہ نظام تکوین کے مصالح کے پیش نظر ایسا کیا جاتا ہے۔

سخریا۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ سخری منسوب الی السخرۃ کے معنی میں ہے۔ زبردستی کام پر لگانا سخریا بمعنی استہزاء نہیں ہے۔

ولولا ان۔ مضاف محذوف ہے۔ ای ولولا خوف ان یکون الناس الخ لیکن اللہ کے لیئے خوف کا لفظ کچھ مناسب نہیں۔ اس لیئے بیضاویؒ کی تقریر بہتر ہے۔ ای ولولا ان یرغبوا فی الکفر اراد الکفار فی سعۃ وتنعم لجمہم الدنیا فیجتمعوا علیہ۔

سقفا۔ ابن کثیرؒ اور ابو عمروؒ کے نزدیک فتحہ سین کے ساتھ اور باقی قراء کے نزدیک ضمتین کے ساتھ ہے۔

معارج۔ معرج کی جمع ہے۔ سیڑھی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ زینہ کی پٹڑیوں اور سیڑھی کے ڈنڈوں پر چڑھنا ایسا ہوتا ہے۔ جیسے لنگڑا کر چلنا۔

وزخرفا۔ حل کی وجہ سے بھی منصوب ہو سکتا ہے اور بقول زمخشری من فضۃ کے محل پر عطف کرتے ہوئے بھی منصوب ہو سکتا ہے۔ ای سقفا من فضۃ وذھب۔ زخرف کے معنی سونے کے ہیں۔ لیکن مجازاً زینت کے لیئے بھی آتا ہے۔

وان کل۔ اکثر قراءؒ کے نزدیک تخفیف کے ساتھ ہے۔ ان مخففہ ہے جس کا قرینہ لام ہے جو فارق ہوتا ہے مخففہ اور نافیہ میں اور عاصمؒ اور حمزہؒ کی قراءت تشدید کی ہے۔

ومن یعش۔ کہا جاتا ہے۔ عشوف الی النار اعشوا عشوا جب کہ ٹھیک ٹھیک منزل مقصود کی طرف چلا جائے اور

Marfat.com

عشوٗ اعنہا کے معنی اعراض کرنے کے ہیں اور فتحہ شین کے ساتھ اس کے معنی اندھے ہونے کے آتے ہیں عشی یعشی عشاۃ فہو عشی وامراۃ عشواء۔ (بغویؒ)

ذکر الرحمٰن۔ ذکر کی اضافت رحمٰن کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن سے اعراض کی وجہ سے اس ذات کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے جو سرتا پا رحمت ہے پس رحمٰن نے بھی جس کو ٹھکرا دیا اس کے لئے کہاں پناہ گاہ ہو سکتی ہے۔

نقیض لہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ فہو معہ فی الدنیا والآخرۃ ویحملہ علی المعاصی۔

وانہم۔ جنس شیاطین چونکہ مراد ہے اس لئے ضمیریں جمع لائیں گئیں۔

ومن یعش۔ یہاں بھی تینوں ضمیریں ومن یعش کی طرف بلحاظ معنی جمع کے طور پر راجع ہیں۔ لیکن قاضیؒ کی رائے میں پہلی ضمیر عاشی کی طرف اور باقی ضمیریں شیاطین کی طرف راجع ہیں۔ یعنی دنیا پرست یہ سمجھتا ہے کہ شیاطین حق کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

اذا جاءنا۔ کافر کے مع شیطان کے حاضر ہونے پر ابن کثیرؒ اور نافعؒ وابن عامرؒ وابو بکرؒ کی قراءت اذا جاءانا تثنیہ کے ساتھ بھی دلالت کر رہی ہے۔

بعد المشرقین۔ قمرین، شمسین، عمرین کی طرف تغلیب کر لی گئی ہے۔

لن ینفعکم۔ مفسرؒ نے فاعل تنفع کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اذ ظلمتم۔ اس پر یہ اشکال ہے کہ اذ ظرف ہے بلحاظ ماضی کے دنیا میں پھر الیوم جس سے مراد قیامت ہے بدل کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن مفسرؒ نے تبین لکم الخ تفسیری عبارت سے اس کا ازالہ کر دیا کہ شرک تو دنیا میں کیا تھا مگر اس کا ظلم ہونا قیامت میں واضح ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ خبر اپنی حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ اگرچہ وزن ماضی کا لایا گیا ہے۔ بلکہ مستقبل کو ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یقین ہونے کی وجہ سے۔

انکم فی العذاب۔ بقول یہ علت لن ینفعکم کی فاعلیت کی وجہ سے محل رفع میں بھی ہو سکتا ہے ای لن ینفعکم اشتراککم فی العذاب پہلی ترکیب کی تائید ابن عامرؒ کی قراءت سے ہوتی ہے۔ انکم کسرہ کے ساتھ ہے یعنی چونکہ کفر میں تم اور تمہارے قرین شریک رہے جو سبب عذاب ہے۔ لہٰذا عذاب میں بھی شریک رہو۔

افانت۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اور فا کا معطوف علیہ محذوف ہے۔ ای انت ترید ان یحصل ایمانہم فانت تسمع الصم ای انت لا تسمعہم۔

فاما نذہبن۔ ای فان قبضناک قبل ان یتصرک عذابہم ونشفی بذلک صدرک وصدور المؤمنین فانا منہم منتقمون لا محالۃ فی الدنیا والآخرۃ۔ مفسرؒ نے اگرچہ زمخشریؒ کے اتباع میں محض عذاب آخرت پر اقتصار کیا ہے جس کی تائید دوسری آیت اونتوفینک فالینا یرجعون سے بھی ہو رہی ہے۔ اور بغویؒ نے صرف عذاب دنیا پر اکتفار کیا ہے۔ ای ینتقمون بالقتل بعدک۔ لیکن بیضاویؒ نے دنیا اور آخرت دونوں کے عذاب کے لئے عام رکھا ہے۔

Marfat.com

مقتدرون۔ یعنی ہم بر وقت انتقام پر قادر ہیں۔ جیسا کہ بدر میں ہو چکا۔
فاستمسك۔ ای دم علی التمسك یا آپ کی امت کو حکم ہے۔

واسئل۔ انبیاء علیہم السلام سے حقیقۃً سوال مقصود نہیں، بلکہ مجازاً ان کے مذاہب میں غور خوض کرنا مراد ہے۔ کہ آیا کسی کے مذہب میں کبھی بھی بت پرستی اور شرک ہوا ہے یا نہیں؟ لیکن اس آیت میں اس کی تردید ہی اس کا واضح ثبوت ہے کہ کسی صحیح آسمانی مذہب میں کبھی شرک نہیں ہوا۔ اس لیے کتب سابقہ اور ادیان سابقہ کے مطالعہ کی حاجت نہیں ہے۔ لیکن بعض حضرات کے نزدیک حقیقت دریافت کرنا مراد ہے۔ چنانچہ واقعہ معراج میں انبیاءؑ سے آنحضرتؐ کی ملاقات کے وقت سوال کرنے کی بات چیت چلی تھی۔

ربط آیات

پچھلی آیات میں توحید کا بیان تھا۔ آیت واذ قال ابراہیم الخ سے اس کی تائید کے لیے حضرت ابراہیم کی زبانی توحید کی تقریر نقل کی گئی۔ جس سے تقلید آباء کے بہانہ کا جواب بھی ہو گیا۔ پھر ان کی اولاد میں اس کا نقل ہوتے چلا جانا اور آخر میں حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدیم دعوت کو لے کر مبعوث ہونا اور ان کی نبوت سے متعلق مشرکین کے اعتراض کا جواب ارشاد ہے۔

اس کے بعد منکرین کے کفر و ضلالت کا بیان ہے۔ جس سے آنحضرتؐ کو رنج والم تھا۔ آیت ومتعنہم الخ سے اس کا ازالہ اور آپ کی تسلی کے لیے اس گمراہی کی علت کا بیان ہے۔ اسی سلسلہ میں مخالفین کو قیامت میں ندامت و خسارت کا ہونا اور عقوبت سے نہ بچ سکنا اور یہ کہ ان کی ہدایت آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ نیز قرآن، اسلام، توحید کا نعمت اور برحق ہونا مذکور ہے۔ جس کو تسلی میں بڑا دخل ہے۔

ربط روایات

وقالوا لولا انزل الخ مشرکین نے ولید اور عروہ کے دو نام پیش کیے تو ان کے نزدیک نبی کے لیے گویا شرافت ضروری ہوئی۔ یہاں تک تو صحیح بات تھی۔ مگر شرافت کو مالداری میں منحصر کرنے میں ان سے غلطی ہوئی۔ مال کو معیار بنانا اصولاً غلط ہے۔ اگلی آیات میں اسی کی وضاحت فرمائی۔

نقیض لہ شیطانا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ نسلطہ علیہ فنومعہ فی الدنیا والآخرۃ ونحملہ علی المعاصی۔

اذ جاءنا۔ مراد عیش کنندہ ہے۔ چنانچہ ابن کثیر، نافع، ابن عامر، ابوبکر کی قراءت جاءانا بصیغہ تثنیہ اس کی مؤید ہے۔ جس میں عیش کنندہ اور اس کا قرین شیطان مراد ہے۔

واسئل۔ ابن عباسؓ سے اور زہریؒ، سعید ابن جبیرؒ، ابن زیدؒ سے منقول ہے کہ جب آنحضرتؐ کے ساتھ انبیاءؑ کا اجتماع بیت المقدس میں نماز کے وقت سات صفوں پر مشتمل ہوا۔ اور جس میں چار صفوف انبیاءؑ کی اور تین صفوف رسولوں کی تھیں۔ اسی طرح کہ حضرت ابراہیمؑ آنحضرتؐ کے پیچھے اور حضرت اسماعیلؑ دائیں، حضرت اسحٰقؑ

Marfat.com

بائیں، پھر اُن کے پیچھے حضرت موسےٰؑ اور دوسرے انبیاءؑ تھے۔ بعض روایات کے مطابق آپ نے فرمایا۔ ان ربی اوحیٰ الیّ ان اسألکم هل ارسل احد منکم بدعوة الٰهة عبادة غیر الله فقالوا یا محمد انا نشهد انا ارسلنا اجمعین بدعوة واحدة ان لا اله الا الله وان ما یعبدون من دونه باطل و انك خاتم النبیین و سید المرسلین قد استبان ذلك بامامتك ایانا وانه لا نبی بعدك الی یوم القیامة الا عیسیٰ بن مریم فانه مامور ان یتبع اثرك۔

اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے عرض کیا۔ سل یا محمد من ارسلنا من قبلك۔ آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا۔ لا اسأل فقد اکتفیت اور بعض حضرات نے اہل کتاب سے پوچھنا مراد لیا ہے کہ وہی انبیاء سے سوال کے قائم مقام ہے۔

بغوی نے ابن عباسؓ کا ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے چنانچہ ابن مسعودؓ، ابی ابن کعبؓ کی قراءت واسأل الذی ارسلنا الیهم قبلك من رسلنا بھی اس کی مؤید ہے۔ مگر بہر صورت آپ نے کسی سے دریافت نہیں کیا۔ کیونکہ حقیقۃً سوال مراد نہیں تھا۔ بلکہ مشرکین کو یقین دلانا تھا۔ کہ کسی نبی کی تعلیم بھی شرک کی نہیں ہے۔ قرآنی بیانات ہی اس کے لیئے کافی ہیں۔

تشریح

حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ نقل کرکے یہ تاثر دیا ہے کہ جو مشرکین تقلید آباء کو بہانہ بناتے ہیں۔ ان کو اپنے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ کی تقلید کرنی چاہیئے جنہوں نے ناحق بات پر اپنے آباء کی تقلید چھوڑ دی اور دنیا میں حق و صداقت کا جھنڈا گاڑ کر اپنی اولاد کو وصیت کردی۔ کہ میرے بعد اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجنا۔ مجھے صرف ایک خدا سے علاقہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی میری منزلِ مقصود ہے جس پر مجھے وہ آخر تک لے چلے گا۔ میرے بعد یہی دلائل سُن کر راہِ حق کی طرف لوگ رجوع ہوتے رہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی وصیت کو لوگ بھول گئے اور ان کے مسلک کو چھوڑ بیٹھے۔ اللہ نے انہیں جو سامانِ عیش دیا۔ اسی کی مستی اور غفلت میں پڑ گئے۔ حتیٰ کہ انہیں کے سبق کو یاد دلانے اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیئے اللہ نے انہیں کی اولاد میں ایسا لائق پیغمبر بھیجا۔ جس نے روشن دلائل کے ساتھ پیغامِ حق سُنایا۔ اللہ کے احکام سے صاف طور پر آگاہ کیا۔

قرآن کو جادو بتلانے والے

مگر ناہنجاروں نے قرآن کو جادو بتلایا اور پیغمبر کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگے اگر قرآن کو اُترنا ہی تھا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے شخص کے اوپر اُترتا۔ یہ کیا کہ بڑے بڑے دولت مندوں کو چھوڑ کر ایک کنگال شخص کو نبوت کے لیئے منتخب کیا؟

فرمایا کہ نبوت و رسالت کیا تمہارے گھر کی چیز ہے جو اس کے انتخاب پر بحث کر رہے ہو۔ نبوت و رسالت

Marfat.com

کا شرف تو بہت بڑی چیز ہے۔ ہم تو دنیاوی جاہ و مال بھی کسی کی تجویز سے نہیں بانٹتے۔ جسے چاہا ہم نے غنی کر دیا۔ جسے چاہا فقیر بنا دیا۔ ایک کو بے شمار دولت دے دی۔ ایک کو کنگال کر دیا۔ کسی کو تابع، کسی کو متبوع بنا دیا۔ پھر مال و دولت تو کوئی معیار کمال اور مدار شرافت نہیں۔ وہ تو نہایت حقیر چیز ہے۔ نہ تو اس کا دیا جانا اللہ سے قربت و نزدیکی کی دلیل ہے اور نہ اس سے محروم ہونا دوری کا سبب ہے۔ اگر تکوینی خاص مصالح نہ ہوتیں تو ہم کافروں کے مکانات کی چھتیں، دروازے، زینے، چوکھٹ اور تالے، تخت و چوکیاں سب ہی سونے چاندی کی بنا ڈالتے۔ لیکن اس صورت میں لوگ یہ سمجھ بیٹھتے کہ چیزیں کفر کے سبب سے اور کافروں ہی کو ملتی ہیں۔ اس لیے عموماً لوگ کفر کا راستہ اختیار کر لیتے اور یہ بات مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اگر دنیا کی قدر و قیمت ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیا جاتا۔ پس جو چیز اللہ کے نزدیک اس درجہ حقیر ہو اس کو نبوت کا معیار بنانا کہاں تک درست ہوگا۔

والآخرة عند ربك۔ یعنی دنیا کی بہار میں سب اچھے بُرے شریک ہیں۔ مگر آخرت کی نعمتیں متقیوں کے لیے مخصوص ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اور مشرکین کے لولا انزل الخ کہنے سے شبہ نہ کیا جائے کہ "بشریت اور نبوت" میں منافات ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان کا ایک قول تو عقلی عقیدہ تھا اور ایک قول برسبیل تنزل تھا۔ اور "قریتین" کی تخصیص اس لیے کی کہ قرب و جوار میں اور کوئی شہر نہیں تھا۔ رہ گئے دیہات ان کو وہ اس قابل نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ سلیقہ میں کمی کے علاوہ مال و جاہ میں بھی شہریوں سے کم سمجھے جاتے تھے۔ اور اس آیت کے جوابی مضمون سے یہ نہ سمجھا جائے کہ انبیاء کرامؑ میں دنیاوی وجاہت اور وقار کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ بقدر ضرورت انبیاءؑ میں وقعت و عزت کافی سمجھی جاتی ہے۔ یعنی عوام کی نظروں میں حقیر نہ سمجھے نہ جائیں جو سبب بن جائے ان کی پیروی سے رکاوٹ کا۔

چنانچہ بخاریؒ کی روایت قصہ ہرقل کے یہ الفاظ ہیں۔ کذلك الرسل تبعث في نسب قومها۔ اس سے زیادہ ترفع محض ہے اور جس جاہ کی مذمت آئی ہے اس سے یہی دوسرا مرتبہ ہے نہ کہ پہلا مرتبہ۔ کیونکہ ضروریات تو مطلوب ہوتی ہیں نہ کہ ممنوع۔

شبہ کا ازالہ

اور لولا ان یکون الناس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بہت سے لوگ تو بالیقین اب بھی یہی جانتے ہیں کہ کافر ہو جانے سے دنیا خوب مل سکتی ہے۔ مگر پھر بھی ان کو اگر کوئی قتل بھی کر دے تو تب بھی کسی قیمت پر کافر نہ ہوں گے

جواب یہ ہے کہ الناس سے تمام انسان مراد نہیں بلکہ اکثریت مراد ہے اور گو کفار عددی لحاظ سے اب بھی اکثر ہیں مگر مطلق اکثریت سے مراد نہیں۔ بلکہ قریب کل کے جو اکثریت ہو وہ مراد ہے۔ یعنی اس طرح کہ مسلمان فی نفسہ بھی قلیل ہوتے ہو الحمد للہ یہ بات نہیں ہے۔ پس اس پر کوئی شبہ نہیں رہا۔

Marfat.com

ومن یعش الخ جو شخص سچی نصیحت اور یادِ الٰہی سے کنارہ کشی کرتا ہے۔ اس پر شیطان خصوصی طور پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ جو اس کے دل میں ہر وقت وسوسے ڈالتا رہتا ہے اور دوزخ میں داخل کر کے چھوڑتا ہے اور شیاطین اس کی راہ روکے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے پیروکاروں کی عقلیں ایسی مسخ ہو جاتی ہیں کہ بھٹکی ہوئی راہ ہی کو ٹھیک راستہ سمجھتے ہیں۔ نیکی بدی کی تمیز بھی ان میں نہیں رہتی۔ لیکن جب اللہ کے آگے پیشی ہوگی اس وقت حقیقت حال کھلے گی۔ اس وقت حسرت و غصہ کی تصویر بن کر گمراہ انسان پکار اُٹھے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ ایک لمحہ کے لیے بھی تیرا ساتھ نہ ہوتا۔ کمبخت اب تو دُور ہو جا۔ انسان کا یہ بُرا ساتھی انسان بھی ہو سکتا ہے اور جن بھی۔

شُبہات کا جواب

اور شیطان کی نسبت اگر یہ شبہ ہو کہ احادیث میں تو یہ ہے کہ ہر شخص پر ایک شیطان مسلط ہے۔ پھر ومن یعش الخ کی کیا تخصیص؟ جواب یہ ہے۔ کہ حدیث میں عام شیطان مراد ہے اور یہاں خاص قسم کا شیطان مراد ہے۔ جس پر گمراہی ضرور مرتب ہو جائے۔ نیز قرین سے مراد چونکہ ہر وقت کا ساتھی ہے جو خاص ہے کفار کے ساتھ۔ کیونکہ مومن کا شیطان ذکر اللہ کے وقت ہٹ جاتا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ ومن یعش سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ حق و باطل دونوں جانتے تھے اور یحسبون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باطل کو حق جانتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ اضطراراً تو حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتے تھے۔ مگر جان بوجھ کر کچھ مصلحتوں کی خاطر باطل کو حق کہتے تھے اور باطل پر جمے ہوئے تھے اور من کثرت مصلحتوں کو ضروری اور ان کی ضرورت کو حق جانتے تھے۔ اور واقعی حق کو ذہن سے نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔ جیسے اہل غرض ضدی لوگوں کا طریق ہوتا ہے اور حتیٰ اذا جاءنا میں پر اگر یہ شبہ ہو کہ یہ پیشی قیامت کے روز ہوگی۔ حالانکہ حق و باطل مرتے ہی منکشف ہو جائے گا۔ اور جواب یہ ہے کہ صرف آخرت کا مقدمہ مراد ہے۔ اس لیے وہ بھی قیامت ہی میں شمار ہے۔ قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ دونوں متحد ہیں۔

ولن ینفعکم الیوم۔ دنیا میں تو ایک دوسرے کو تکلیف میں دیکھ کر کچھ ڈھارس مل جاتی ہے اور کچھ مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔ مگر دوزخ میں سب عذاب کے شریکوں کو دیکھ کر یہ فائدہ بھی نہیں ہوگا۔ عذاب کی شدت ایسی ہوگی کہ ایسی معمولی باتوں سے کچھ کام نہیں چلے گا۔ بلکہ ایک دوسرے کو دیکھ کر یہ کہے گا کہ اس نے مجھے عذاب میں ڈلوایا مگر خوب ہوا کہ خود بھی نہ بچا۔

ہدایت و گمراہی اللہ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں

افانت تسمع الخ یعنی اندھوں کو حق کا راستہ دکھلا دینا۔ بہروں کو حق کی آواز سنا دینا، گمراہی میں بھٹکے ہوؤں کو اندھیرے سے نکال کر سیدھی سچی راہ پر چلا دینا یقیناً آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ خدا کے بس میں ہے۔ وہ چاہے تو آپ کی آواز میں تاثیر پیدا کر سکتا ہے جو

marfat.com
Marfat.com

اس لیئے آپ اس غم میں نہ رہیں کہ یہ سب حق کو کیوں قبول نہیں کرتے۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کیجئے۔ وہی ان کے کیئے کی ان کو سزا دے گا۔ خواہ آپ کے سامنے یا آپ کے بعد، کچھ بھی ہو یہ ہمارے قابو سے نکل نہیں سکتے اور نہ ہم ان کو چھوڑ سکتے ہیں۔ آپ کا کام تو وحی پر مضبوطی سے جمے رہنا اور اپنا فریضہ بدستور انجام دیئے جانا ہے۔ دنیا کہیں جائے مگر آپ بفضل الٰہی سیدھے راستے پر ہیں۔ جس سے بال برابر ادھر اُدھر ہونے کی ضرورت نہیں۔

وانہ لذکر لک الخ یعنی قرآن آپ کے اور آپ کی قوم کے لیئے خاص شرف و فضل کا موجب ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا عزت و خوش نصیبی ہو گی۔ کہ اللہ کا آخری کلام اور انسانیت کی نجات و فلاح کا ابدی دستور العمل قومی زبان میں اُترے اور تم اس کے اول مخاطب قرار پاؤ۔ آخرت میں اس نعمت کی پوچھ ہو گی۔ کہ اس نعمت کی کیا قدر و منزلت کی گئی؟ اور اس فضیلت و شرف کا کیا شکر ادا کیا گیا ہے؟ پھر آپ کا راستہ کوئی نیا اور اجنبی نہیں ہے کہ لوگ بدکیں۔ بلکہ سابقہ انبیاءؑ کی قدیمی راہ ہے اور اس کی تحقیق واقعہ معراج میں انبیاءؑ سے ملاقات کے وقت ہو چکی ہے۔ اسی طرح مذہبی کتابوں کے مطالعہ اور دیگر ذرائع تحقیق و تفتیش سے بھی ہو سکتی ہے کہ شرک کی اجازت کسی بھی دین سماوی میں نہیں ہوئی۔

لطائف سلوک

وقالوا لولا انزل الخ منکرین اولیاء بھی اسی طرح ان کے نسبی شرف و جاہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی ولایت کا انکار کر دیتے ہیں۔

ولولا ان یکون الناس الخ میں ترغیب ہے دنیا اور اس کی زینت و آرائش سے بچنے کی۔

ومن یعش الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر معصیت پر ظاہری سزا نہ بھی ہو تب بھی یہ ایک مستقل سزا ہے کہ برائیوں میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ گویا یہ قہر بصورتِ مہر ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ فَلَمَّا
جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ○ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا
وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ
عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ○ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ

Marfat.com

اِفْتِخَارًا فِیْ قَوْمِہٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ اَیْ مِنَ النِّیْلِ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ج
اَیْ تَحْتَ قُصُوْرِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ عَظَمَتِیْ اَمْ تُبْصِرُوْنَ وَحِیْنَئِذٍ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا اَیْ مُوْسٰی
الَّذِیْ ھُوَ مَھِیْنٌ ۙ ضَعِیْفٌ حَقِیْرٌ وَّلَا یَکَادُ یُبِیْنُ ۝ یُظْھِرُ کَلَامَہٗ لِلُثْغَۃٍ بِالْجَمْرَۃِ الَّتِیْ تَنَاوَلَھَا فِیْ
صِغَرِہٖ فَلَوْلَآ ھَلَّا اُلْقِیَ عَلَیْہِ اِنْ کَانَ صَادِقًا اَسَاوِرُ مِنْ ذَھَبٍ جَمْعُ اَسْوِرَۃٍ کَاَغْرِبَۃٍ جَمْعُ سَوَارٍ
کَعَادَتِھِمْ فِیْمَا یَسُوْدُوْنَہٗ اَنْ یُّلْبَسُوْہُ اَسْوِرَۃُ ذَھَبٍ وَیُطَوَّقُوْہُ طَوْقَ ذَھَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ
مُقْتَرِنِیْنَ ۝ مُتَتَابِعِیْنَ یَشْھَدُوْنَ بِصِدْقِہٖ فَاسْتَخَفَّ اسْتَفَزَّ فِرْعَوْنَ قَوْمَہٗ فَاَطَاعُوْہُ ط فِیْمَا یُرِیْدُ
مِنْ تَکْذِیْبِ مُوْسٰی اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا اَغْضَبُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْھُمْ فَاَغْرَقْنٰھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝
فَجَعَلْنٰھُمْ سَلَفًا جَمْعُ سَالِفٍ کَخَادِمٍ وَخَدَمٍ اَیْ سَابِقِیْنَ عِبْرَۃً وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ۝ بَعْدَھُمْ یَتَمَثَّلُوْنَ
بِحَالِھِمْ فَلَا یَقْدِمُوْنَ عَلٰی مِثْلِ اَفْعَالِھِمْ وَلَمَّا ضُرِبَ جُعِلَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا حِیْنَ نَزَلَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی اِنَّکُمْ
وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ رَضِیْنَا اَنْ تَکُوْنَ اٰلِھَتُنَا مَعَ عِیْسٰی لِاَنَّہٗ عُبِدَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِذَا قَوْمُکَ الْمُشْرِکُوْنَ مِنْہُ مِنَ الْمَثَلِ یَصِدُّوْنَ ۝ یَضِجُّوْنَ فَرَحًا بِمَا سَمِعُوْہُ وَقَالُوْٓا
ءَاٰلِھَتُنَا خَیْرٌ اَمْ ھُوَ ط اَیْ عِیْسٰی فَنَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ اٰلِھَتُنَا مَعَہٗ مَا ضَرَبُوْہُ اَیِ الْمَثَلَ لَکَ اِلَّا جَدَلًا ط
خُصُوْمَۃً بِالْبَاطِلِ لِعِلْمِھِمْ اَنَّ مَا لِغَیْرِ الْعَاقِلِ فَلَا یَتَنَاوَلُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بَلْ ھُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝
شَدِیْدُ الْخُصُوْمَۃِ اِنْ مَا ھُوَ عِیْسٰٓی اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ بِالنُّبُوَّۃِ وَجَعَلْنٰہُ وُجُوْدَہٗ مِنْ غَیْرِ اَبٍ مَثَلًا
لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۝ اَیْ کَالْمَثَلِ لِغَرَابَتِہٖ یُسْتَدَلُّ بِہٖ عَلٰی قُدْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی مَا یَشَآءُ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا
مِنْکُمْ بَدَلَکُمْ مَّلٰٓئِکَۃً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ۝ بِاَنْ نُّھْلِکَکُمْ وَاِنَّہٗ اَیْ عِیْسٰی لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ تُعْلَمُ بِہٖ نُزُوْلُہٗ
فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا اَیْ تَشُکُّنَّ فِیْھَا حُذِفَ مِنْہُ نُوْنُ الرَّفْعِ لِلْجَزْمِ وَوَاوُ الضَّمِیْرِ لِالْتِقَاءِ السَّاکِنَیْنِ وَقُلْ لَھُمْ
اتَّبِعُوْنِ ط عَلَی التَّوْحِیْدِ ھٰذَا الَّذِیْ اُمُرُکُمْ بِہٖ صِرَاطٌ طَرِیْقٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ وَلَا یَصُدَّنَّکُمُ یُصْرِفَنَّکُمْ عَنْ دِیْنِ

ب یضحکون

Marfat.com

اللّٰهِ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ بَيِّنِ الْعَدَاوَةِ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ بِالْمُعْجِزَاتِ وَالشَّرَائِعِ
قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ بِالنُّبُوَّةِ وَشَرَائِعِ الْاِنْجِيْلِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ مِنْ
اَحْكَامِ التَّوْرٰىةِ مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ وَغَيْرِهٖ فَبَيَّنَ لَهُمْ اَمْرَ الدِّيْنِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فِيْ عِيْسٰى هُوَ اللّٰهُ اَوِ
ابْنُ اللّٰهِ اَوْ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ فَوَيْلٌ كَلِمَةُ عَذَابٍ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا كَفَرُوْا بِمَا قَالُوْهُ فِيْ عِيْسٰى مِنْ عَذَابِ
يَوْمٍ اَلِيْمٍ ○ مُؤْلِمٍ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اَيْ كُفَّارُ مَكَّةَ اَيْ مَا يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَدَلٌ مِنَ
السَّاعَةِ بَغْتَةً فَجْاَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ بِوَقْتِ مَجِيْئِهَا قَبْلَهٗ اَلْاَخِلَّآءُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ فِي الدُّنْيَا
يَوْمَئِذٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ○ ع الْمُتَحَابِّيْنَ فِي اللّٰهِ عَلٰى طَاعَتِهٖ
فَاِنَّهُمْ اَصْدِقَآءُ

ع ۱۱ ۱۲

ترجمہ اور ہم نے موسےٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء (قبطیوں) کے پاس بھیجا تھا۔ سو انہوں نے فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں۔ پھر جب موسےٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے (جو اُن کے رسول ہونے پر دلالت کرنے والی تھیں) تو وہ یکایک ان پر لگے ہنسنے اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے (عذاب کی نشانیوں میں سے مثلاً طوفان کا پانی ان کے گھروں میں داخل ہوا اور ایک ہفتہ تک بیٹھنے والوں کے گلے گلے آتا رہا۔ اسی طرح ٹڈیوں کا عذاب) تو وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی (جو اس سے پہلے آچکی ہوتی) اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تاکہ وہ باز آجائیں (اپنے کفر سے) اور وہ لوگ بولے (عذاب آنے پر حضرت موسےٰ سے) اے جادوگر! (ماہر کامل کیونکہ جادو ان کی نظر میں سب سے بڑا علم تھا) اپنے پروردگار سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے (کہ اگر ہم ایمان لے آئیں تو ہم سے عذاب اُٹھا لیا جائے گا) ہم ضرور راہ پر آجائیں گے (ایمان لے آئیں گے) پھر جب ہم نے (موسےٰ کی دعا سے) ان سے وہ عذاب ہٹا لیا تب بھی انہوں نے عہد توڑ دیا (اپنے کفر پر بدستور جمے رہے) اور فرعون نے (فخریہ) اپنی قوم میں منادی کرائی، کہا اے میری قوم کیا سلطنتِ مصر میری نہیں؟ اور یہ (دریائے نیل کی) نہریں (میرے محل کے) پائیں میں بہہ رہی ہیں۔ کیا تم (میری عظمت کو) دیکھتے نہیں ہو یا دیکھ رہے ہو اس صورت میں تو میں بہتر ہوں اس (موسیٰ) سے جو گھٹیا درجہ کا ہے (کمزور حقیر ہے) اور قوتِ بیانیہ بھی نہیں رکھتا (قادر الکلام اس لکنت کی وجہ سے

Marfat.com

جو بچپن میں ان کی زبان میں چنگاری رکھنے کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی) سو اس کے سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے (اگر وہ سچا تھا۔ اساور جمع اسورۃ کی جیسے اغربۃ اور اسورۃ جمع ہے سوار کی۔ امرا اپنی عادت کے مطابق سونے کے کنگن اور ہار پہنا کرتے تھے) یا فرشتے اس کے جلو میں پرے باندھ کر آئے ہوتے (اس کی سچائی کی تصدیق کرنے کے لیے) غرض (فرعون نے) اپنی قوم کو دبا لیا (مغلوب کر لیا) سو وہ اس کے آگے جھک گئے (موسیٰ کی تکذیب کے سلسلہ میں) وہ لوگ تھے ہی شرارت کے بھرے ہوئے۔ پھر جب ان لوگوں نے ہمیں غصہ دلایا۔ (برہم کر دیا) تو ہم نے ان سے بدلہ لے لیا اور ان سب کو ڈبو دیا اور ہم نے ان کو افسانہ (سلف) جمع سالف کی ہے جیسے خادم کی جمع خدمہ آتی ہے۔ یعنی مقدمہ عبرت) اور نمونہ بنا دیا آئندہ آنے والوں کے لیے (بعد کے لوگ ان کے حالات سے سبق لے کر ایسے کام نہیں کریں گے) اور جب ابن مریم کے لیے ایک مضمون بیان کیا گیا (جب یہ آیت نازل ہوئی وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم تو مشرکین بولے کہ ہم اس پر راضی ہیں کہ ہمارے معبود حضرت عیسیٰ کے ساتھ رکھے جائیں۔ کیونکہ ان کی بھی تو پرستش کی گئی ہے) تو یکایک آپ کی قوم کے لوگ (مشرکین) چلانے لگے (اس بات کو سن کر بہت خوش ہوئے) اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ اس لیے ہم راضی ہیں کہ ہمارے معبود ان کے ساتھ رہیں) ان لوگوں نے (یہ بات) جو آپ سے بیان کی ہے تو محض جھگڑے کی غرض سے ہے (غلط بکواس ہے ورنہ یہ خوب جانتے ہیں کہ ما غیر عاقل کے لیے آتا ہے۔ اس لیے حضرت عیسےٰ اس میں آتے ہی نہیں) بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو (بات کا بتنگڑ بنانے والے) عیسیٰؑ تو محض ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے (نبوت دے کر) فضل کیا تھا۔ اور ان کو (بلا باپ پیدا کر کے) بنی اسرائیل کے لیے نمونہ بنایا تھا (عجیب غریب مثال جس سے اللہ کی قدرت معلوم ہوتی ہے کہ جو وہ چاہتا ہے وہی ہو جاتا ہے) اور اگر ہم چاہتے تو (تمہاری بجائے) تم میں سے فرشتے پیدا کر دیتے کہ زمین پر وہ یکے بعد دیگرے رہا کرتے (ہم تمہیں ہلاک کر دیتے) اور وہ (عیسےٰ) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں (ان کے نازل ہونے کے بعد قیامت آئے گی) تو تم لوگ اس میں تردد نہ کرو (تمترن اصل میں تمترون تھا نون رفع جزم کی وجہ سے اور واؤ التقائے ساکنین کی وجہ سے گر گیا ہے اس میں سکون کیا جاتا ہے) اور (ان سے فرمائیے) کہ تم میری پیروی کرو (توحید کے متعلق) یہ (جو میں تمہیں بتلا رہا ہوں) سیدھا راستہ (طریق) ہے اور تمہیں شیطان روکنے نہ پائے (اللہ کے دین سے برگشتہ نہ کر دے) بلاشبہ وہ تمہارا صریح (کھلا) دشمن ہے۔ اور عیسےٰ جب معجزات لے کر آئے (نشانات و احکام) کہنے لگے تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں (نبوت اور احکام انجیل) اور تاکہ بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کر دوں (یعنی تورات کے دین وغیرہ کے احکام بیان کر دوں) سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مان لو۔ بلاشبہ اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ سو اسی کی عبادت کرو یہی ہے سیدھی راہ۔ سو مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈال لیا (حضرت عیسےٰ کے متعلق کہ آیا وہ اللہ ہیں یا اس کے بیٹے ہیں یا منجملہ تین خداؤں کے ایک ہیں) سو ان ظالموں کے لیے (جو عیسےٰ کے متعلق کفریہ کلمات کہتے ہیں) بڑی

marfat.com
Marfat.com

خرابی ہے ایک پُر درد، دن کے عذاب سے۔ یہ لوگ (کفار مکہ) نہیں انتظار کر رہے ہیں مگر قیامت کا کہ وہ دفعۃً ان پر آ پڑے (ان تاتیہم الساعۃ سے بدل ہے) اور ان کو (اس کے آنے کا پہلے سے) احساس بھی نہ ہو تمام دوست (دنیا میں گناہ کے ساتھی) اس روز (قیامت میں، اس کا تعلق اگلے جملے سے ہے) ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، بجز اللہ سے ڈرنے والوں کے (جو اللہ کی اطاعت میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ وہ آپس میں سچے دوست ہوں گے)

تحقیق و ترکیب

اذا هم منها۔ اذا مفاجاتیہ ہے۔

من آیۃ۔ نو نشانیاں قوم موسیٰؑ کی مراد ہیں۔

الا هی اکبر۔ اضافی بڑائی بھی مراد ہو سکتی ہے اور فی نفسہ نشانیوں کا بڑا ہونا بھی ہو سکتا ہے۔

من اختها۔ جب دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوں۔

یا ایها الساحر۔ یہ ندا تعظیم کے لیے ہے۔ ساحر سے مراد عالم ماہر ہے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ یہ مذمت کے لیے نہیں کہا۔ اور یا خود کو بڑا سمجھتے ہوئے اس طرز سے گفتگو کی بہ نیت تحقیر۔

بما عهد۔ ما موصولہ ہے لیکن بیضاویؒ نے ما مصدریہ مانا ہے اور عہد سے مراد نبوت ہے اور مستجاب الدعوات ہونا یا عذاب کا موقوف ہو جانا مراد ہے۔

و هذه الانهار۔ واؤ عاطفہ ہے یا حالیہ ہے اور تجری حال ہے یا خبر۔

ام انا خیر۔ ام متصلہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا جس سے مقصود کسی چیز کی تعیین ہوتی ہے۔

یکاد مبین۔ لثغہ کہتے ہیں کہ زبان سے سین کی بجائے ثاء اور راء کی بجائے غین نکلے یا لام یا یا نکلے یا کسی اور حرف کی بجائے اور حرف نکلے یا زبان حرف کی ادائیگی میں نہ اُٹھ سکے اس میں ثقل ہو۔

اساورۃ۔ سوار بروزن کتاب یا غراب ہے جمع اسورۃ اساور، اساورۃ آتی ہے۔

اسفونا۔ اسف سے منقول ہے غضب ناک ہو جانا۔

فاغرقناهم۔ جس نیل پر فرعون فخر کرتا تھا آخر کار وہی اس کو لے ڈوبا۔ اور حضرت موسیٰؑ کو حقیر سمجھا مگر وہی غالب رہے۔

مثلا۔ یعنی جو خدا بے باپ پیدا کر سکتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اذا قومك۔ عبداللہ بن زبعری مراد ہے اور نام کی تصریح شاید اس لیے مناسب نہ سمجھی کہ یہ بعد میں مسلمان ہو گئے۔

یصدون۔ شور مچانا۔

ءالهتنا۔ تحقیق ہمزتین اور بغیر الف درمیان میں لائے۔ ہمزہ ثانیہ کی تسہیل کے ساتھ دونوں قراءتیں مشہور ہیں اور قراءت شاذہ صرف ایک ہمزہ کے ساتھ اور اس کے بعد الف ہے اس صورت میں خبر ہوگی۔

Marfat.com

الاعبد۔ جواب کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ پر تو اللہ کا انعام ہے ان کو عذاب کیسے ہوگا۔
لجعلنا منکم۔ من بدلیہ ہے۔ جیسے ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاٰخرۃ۔
یخلفون۔ انسانوں کی بجائے فرشتے زمین میں خلیفہ ہوں یا فرشتے باہم ایک دوسرے کے خلیفہ ہوں یا یہ مطلب ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔ اسی طرح انسانوں سے فرشتے بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ فرشتے اللہ کی اولاد نہیں ہیں۔
لعلم للساعۃ۔ علم سے مجازاً علاقہ مراد ہے اور ابن عباس نے عَلَم مبالغہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔
ولابین لکم۔ یہ عطف جملہ سے ہے۔ ای جئتکم بالحکمۃ لا بین لکم اور عام محذوف پر بھی عطف ہو سکتا ہے۔ ای جئتکم لاذکرکم ولابین لکم ما الی کفار مکۃ۔
تختلفون فیہ۔ یعنی دنیا و دین کے مجموعی امور میں تم اختلاف کرتے ہو ان میں سے دین کو بتلانے کے لیے آیا ہوں۔
من بینھم۔ مفسرؒ نے فرقہ یعقوبیہ، مرقوسیہ، ملکانیہ کے عقائد کی طرف علی الترتیب اشارہ کیا ہے اور ایک فرقہ عیسائیوں کا صحیح العقیدہ بھی تھا اور یہودی حضرت عیسیٰ کو ولد الزنا کہتے تھے۔
الاخلاء۔ مفسرؒ کے مطابق اگر معصیت کی قید لگائی جائے تو پھر الا المتقون میں استثناء منقطع ہوگا اور مطلقاً دوستی مراد ہو تو پھر استثناء متصل ہو جائے گا۔

ربط آیات

گذشتہ آیات میں کفار کے اس خیال کی بھی تردید تھی۔ کہ انبیاء کے لیے دنیاوی عُرفی وجاہت و دولت ضروری ہے۔ چنانچہ آیات ولقد ارسلنا موسیٰ الخ اور ولما ضرب ابن مریم الخ میں اس کی تائید کی جا رہی ہے کہ یہ دونوں حضرات ہر چند کہ ان کے معیار کے مطابق نہیں تھے۔ مگر خدا کے فرستادہ تھے۔

شان نزول

توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں خصوصیت سے پیش نظر ہے۔ کفار کے ایک معاندانہ شبہ کا جواب ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے قریش سے شرک کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ انکم وما تعبدون من دون اللہ فیہ خیر اس پر بعض لوگ بولے کہ اس عموم میں تو عیسیٰؑ بھی آتے ہیں کہ ان میں بھی خیریت نہیں۔ آخر عیسائی ان کی پرستش تو کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ ان کو نیک بندہ اور نبی مانتے ہیں۔ پس آپ کی ان دونوں باتوں میں تعارض ہو گیا۔ اس شبہ کے جواب میں بقول ابن عباسؓ یہ آیات ولما ضرب ابن مریم نازل ہوئیں۔
حاصل اعتراض یہ ہوا کہ ہمارے معبودوں میں اگر خیر نہیں تو حضرت عیسیٰؑ میں بھی خیر نہیں ہوگی۔ حالانکہ آپ ان کو خیر پر مانتے ہیں۔ پس ہمارے معبودوں کو بھی خیر پر ماننا پڑے گا؛ اور مشرکین کا مقصد اس معارضہ سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک آنحضرتؐ کے ابطال شرک کا جواب اور دوسرے حضرت عیسیٰؑ کی معبودیت سے شرک کی

Marfat.com

صحت ثابت کرنا ہے۔

مشہور شانِ نزول یعنی ابن زبعری کا اعتراض جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا اس لیئے باعث اشکال ہے۔ کہ اس صورت میں آیت انکم وما تعبدون کا نزول مقدم ماننا پڑے گا۔ اور دلما ضرب ابن مریم کا نزول مؤخر۔ حالانکہ تقیر اتقان میں سورۂ زخرف کو سورۂ انبیاء سے پہلے نازل ہونا بیان کیا گیا ہے۔ لیکن پہلی تقریر پر اشکال لازم نہیں آتا۔

تاہم مشہور شان نزول کی یہ توجیہ روایات ذیل قال ابن الزبعری اھذا لنا ولالھتنا ام لجمیع الامم فقال رسول اللہ ھو لکم ولالھتکم ولجمیع الامم فقال قد خصمتک ورب الکعبۃ الیست النصاریٰ المسیح والیھود یعبدون عزیزا۔ وبنو ملیح یعبدون الملئکۃ فان کان ھؤلاء فی النار فقد رضینا ان نکون نحن والھتنا معھم فسکت انتظار اللوحی فظنوا انہ الزمہ الحجۃ فضجوا وارتفعت اصواتھم فظنوا ان محمدا صار مغلوبا بھذا الجدال کی بنا پر کی جاسکتی ہے کہ سورۂ زخرف اکثر آیات کے اعتبار سے سورۂ انبیاء سے پہلے نازل ہوئی ہوگی۔ اور اگر انکم وما تعبدون کا نزول پہلے مان لیا جائے تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ما کا استعمال غیر ذوی العقول ہونے کی وجہ سے بت مراد ہیں۔ فرشتے اور حضرت عیسیٰؑ اس میں داخل نہیں ہیں۔ اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حضورؐ نے جواب کیوں نہیں دیا کیونکہ آپ نے جواب ارشاد فرمایا تھا کہ بل ھم عبدو الشیاطین التی امرتھم بذلک۔

تشریح

فلما جاءھم بآیاتنا۔ یعنی دوسرے دلائل برنگ عقوبت ہم نے ظاہر کیئے۔ جن کا بیان آیت ولقد اخذنا آل فرعون میں گزر چکا ہے۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر پھر بھی ان کا مذاق اڑایا کہ یہ تو محض معمولی واقعات ہیں۔ قحط وغیرہ حوادث دنیا میں ہوتے ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ مقامی قرائن سے ان کا عجیب اور خارق عادت ہونا معلوم تھا۔ مگر پھر بھی ایک سے ایک بڑھ کر نشانات کا مذاق اُڑاتے رہے۔ یہ بطور محاورہ کے فرمادیا۔ ورنہ سب نشانیاں بڑی تھیں۔ اور اگر تفاصیل جزئی کا خیال کیا جائے تو عرفی صحت کی بجائے صحت عقلی کے اعتبار سے بھی کہنا صحیح ہوگا۔ وہ نشانات جن کا ذکر فارسلنا علیھم الطوفان والجراد میں آچکا ہے۔ ایک طرف وہ دلائل نبوت تھے اور دوسری طرف نہ ماننے والوں کے لیئے عقوبت وسزا بھی۔

وقالوا یا ایھا الساحر۔ ممکن ہے بعض نشانیاں جو صورۃً چھوٹی تھیں ان کو دیکھ کر ہنسی کی ہو اور بڑی نشانیاں دیکھ کر گڑگڑانے لگے ہوں یا شروع میں سب کا مذاق اُڑایا ہو اور بعد میں ان کے شدید و مدید ہونے پر منت خوشامد کرنے لگے ہوں۔ اور حضرت موسےٰؑ کو ساحر کہنا یا تو ماہر کے معنی میں ہو اور یا بدحواسی میں زبان پر چڑھا ہوا لفظ منہ سے نکل گیا ہو۔

Marfat.com

فرعون کی ڈینگیں

ونادیٰ فرعون۔ اپنی کوتاہ نظری سے فرعون دنیاوی طمطراق کو لازمہ نبوت سمجھ بیٹھا اور حضرت موسےٰ کو بھی اس پیمانہ سے ناپنا چاہا اور اپنے خوشامدیوں کے آگے ڈینگیں ماریں۔ کہ یہ دیکھ مصر کی ساری باگ ڈور میرے ہاتھ میں ہے اور یہ نہریں میری بنائی ہوئی ہیں۔ جو دریائے نیل سے نکالی گئی تھیں اور موسےٰ کے پاس کیا دھرا ہے کہ تم لوگ اس کے آگے گردنیں جھکاؤ، نہ اس کے پاس روپیہ پیسہ، نہ حکومت وعزت اور نہ دوسرا کوئی ظاہری کمال حتیٰ کہ زبان بھی صاف نہیں کہ سلیقہ سے گفتگو کرسکے لیکن ہم خود بھی سونے کے کنگن پہنتے ہیں اور جس امیر وزیر پر مہربان ہو جائیں اس کو بھی سونے کے کنگن پہنا دیتے ہیں اور فوج فرّا بھی ہمارے اعزاز دیئے ہوئے امیر کبیر کے آگے صف بستہ کھڑی رہتی ہے۔ ایک یہ موسےٰ ہیں کہ ان کو یہ دونوں چیزیں حاصل نہیں۔ پھر کس برتے پر نبوت کا دعویدار ہے۔ غرضکہ اس طرح کی پُرفریب باتوں سے فرعون نے سب کو اُلّو بنا دیا۔ اس کی قوم کے لوگ پہلے ہی سے نافرمان تھے۔ اب اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہوگیا۔ جب پانی سر سے گزر گیا تو خدائی انتقام حرکت میں آگیا اور اسی نیل میں غرقاب کردیا گیا جس پر اس کو ناز تھا۔ اب دنیا کے لیئے یہ عظیم قوم محض ایک افسانۂ عبرت بن کر رہ گئی۔

سلفاً۔ یعنی خاص طور سے متقدمین کے لیئے۔ یعنی ان کا قصہ بیان کرکے لوگ عبرت دلاتے ہیں کہ دیکھ متقدمین میں ایسے ایسے مجرمین ہوئے ہیں جن کا یہ حال ہوا ہے۔ اور فرعون کا لایکاد یبین کہنا یا تو نری غلط بیانی ہے اور اگر کچھ روانی میں کمی ہوگئی یا زبان میں کچھ لکنت کا کچھ اثر رہ گیا ہو تو وہ منانی کمال نہیں جس کو اس نے بڑھا چڑھا کر رنگ آمیزی کرکے بیان کیا ہے۔

بھانت بھانت کی بولیاں

ولما ضرب ابن مریم۔ حضرت عیسیٰؑ کا جب ذکر آتا۔ تو مشرکین عرب قسم قسم کی آوازیں اُٹھاتے تھے۔ شان نزول کے ذیل میں ان کے جن دو مقصودوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان آیات میں ان دونوں کا جواب ہے۔ پہلی بات کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ خیریت کی نفی میں جس سے شرک کا باطل کرنا مقصود ہے مقتضی ہے غیر اللہ کے معبود ہونے کو لیکن مانع کی موجودگی میں مقتضی کا اثر نہیں رہا تھا اور حضرت عیسیٰ میں مانع موجود ہے۔

اور اعتراض کے دوسرے حصہ کا جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی معبودیت اس لیئے حجت ہے۔ کہ اس کا کوئی صحیح منشاء نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خود حضرت عیسیٰ کے خلاف ہیں اور جن باتوں سے پرستش کرنے والوں کو اشتباہ یا مغالطہ ہوسکتا تھا ان کا جواب دے دیا۔

بہرحال حضورؐ کا منشاء انکم وما تعبدون سے وہ چیزیں تھیں جن کی لوگ پرستش کرتے ہیں۔ مگر وہ خود اس پرستش سے لوگوں کو نہ روکتے ہیں اور نہ اظہار بیزاری کرتے ہیں۔ مگر کٹ حجتی کرنے والوں کا مقصد ہی حق کو رلانا اور جھگڑے نکالنا ہوتا ہے۔

کچھ اسی ایک مسئلہ میں نہیں بلکہ ہر سیدھی سچی بات کو بھی جھگڑالو، ایچ پیچ میں ڈال دیتے ہیں اور دور از کار مہمل

Marfat.com

بخشیں لاکھڑی کر دیتے ہیں۔ بھلا کہاں شیاطین جو لوگوں سے پرستش کرا کر خوش ہوتے ہیں یا پتھر وغیرہ کی بے جان مورتیاں جو کفر و شرک سے کسی کو باز رکھنے پر اصلاً قادر نہیں اور کہاں حضرت عیسیٰؑ یا حضرت عزیرؑ جیسے پاک طینت جن کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا۔ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیئے کھڑا کیا۔ جنہیں خود بھی اپنی بندگی کا اقرار تھا۔ اور دوسروں کو بھی ہمیشہ اسی کی دعوت دیتے رہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

قرآن کریم کسی بندہ کو بھی خدائی کا درجہ نہیں دیتا۔ اس کا تمام تر زور ہی اس کے خلاف ہے اور نہ یہ کہ محض چند بیوقوفوں کے کسی کو معبود بنا لینے سے خدا کے ایک برگزیدہ مقبول بندے کو پتھروں یا شریروں کے برابر کر دے۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔

رہا حضرت عیسیٰؑ کا بن باپ پیدا کرنا۔ سو اللہ کے لیئے یہ کچھ مشکل نہیں۔ اللہ چاہے تو تمہاری نسل سے فرشتے پیدا کر دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں فرشتوں کے سے آثار تھے۔ لیکن اتنی سی بات سے کوئی شخص معبود نہیں بن بن جاتا۔ یا تمہاری جگہ آسمان سے فرشتوں کو لا کر اللہ زمین پر بسا دے، آباد کر دے۔ اسے سب کچھ قدرت ہے۔ ان ھو الا عبد سے دونوں باتوں کا جواب نکل آیا۔ پہلی بات کا تو اس طرح کہ حضرت عیسیٰؑ پر چونکہ اللہ کا انعام ہے اس لیے وہ خیریت سے خالی نہیں ہو سکتے۔ اس مانع کے ہوتے ہوئے وہ مقتضی یعنی غیر اللہ کا معبود ہونا مؤثر نہیں ہوا۔ خیریت کی نفی میں۔ برخلاف شیاطین اور بتوں کے وہاں غیر مانع کے مقتضی موجود ہے۔ بلکہ شیاطین میں خیریت نہ ہونے کا ایک دوسرا مقتضی بھی موجود ہے یعنی ان کا کفر۔

خلاصہ یہ کہ ان کے فرضی خداؤں کا خیریت پر نہ ہونا حضرت عیسیٰؑ کے خیریت پر نہ ہونے کو مستلزم نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خیریت پر ہونا ان کے معبودوں کے خیریت پر ہونے کو مستلزم نہیں۔

اسی طرح دوسری بات کا جواب بھی اس طرح نکل آیا کہ مطلق خیریت الوہیت کو مستلزم نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ باوجود منعم علیہ اور باخبر ہونے کے خدا کے بندے تھے۔ بلکہ ان کی خیریت کی بنا پر ہی ان پر اللہ کا انعام تھا۔ رہ گیا لوگوں کا ان کی پرستش کرنا، اس سے شرک کے صحیح ہونے پر استدلال اس لیئے غلط ہے۔ کہ اس کا کوئی صحیح منشاء نہیں تھا۔ محض جہلاء کو ان کے بلا باپ پیدا ہونے سے اشتباہ ہو گیا۔ ورنہ صحیح الفکر لوگ اس وقت بھی کسی مغالطہ میں نہیں پڑے تھے۔ سو فی نفسہ بغیر باپ پیدا کرنا بھی اس بدعقیدگی کا صحیح منشاء نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی حکمتیں

ایسی پیدائش مختلف حکمتوں کے پیش نظر ہوئی۔ مثلاً خدائی قدرت مطلقہ پر استدلال کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس سے پیدا ہونے والے کی الوہیت پر استدلال کرنا انتہائی عنادت و بلادت کی بات ہے۔ وہ تو انسانوں سے فرشتے بھی پیدا کر سکتا ہے اور پھر ان فرشتوں کی مرت بھی انسانوں کی طرح ہو سکتی ہے اور یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے

Marfat.com

بھی زیادہ عجیب و غریب ہے۔ کیونکہ آدمؑ و حواؑ کی پیدائش تو ان سے پہلے ہی ہو چکی ہے۔ لیکن فرشتوں کی پیدائش
و وفات انسانوں کی طرح کبھی بھی نہیں ہوئی۔ مگر اللہ اس پر بھی قادر ہے۔ اس لیے حضرت عیسیٰؑ کی یہ پیدائش
منشاء عبادت نہیں ہو سکتی۔ علیٰ ہذا حضرت عیسیٰؑ کی اس طرح پیدائش میں دوسری حکمت یہ ہے کہ وہ قیامت کے
یقینی ہونے کا ایک ذریعہ ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش خاص طور پر بنی اسرائیل کے لئے نشان قدرت تھی۔ کہ اللہ
عجیب و غریب خوارق دکھلائے اور دوسری مرتبہ ان کا نزول قیامت کا نشان ہوگا۔ وہ قریبی علامات قیامت ہیں
لوگ سمجھ جائیں گے کہ قیامت اب بالکل قریب آ لگی ہے۔ نیز قیامت کو لوگ خلاف عادت ہونے کی وجہ سے
ہی تو بعید سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ دنیا میں آنا ہی تو خلاف عادت ہوگا۔ اس سے قیامت
پکا یقین ہو جائے گا۔

مشرکین توحید کی طرح چونکہ قیامت کے بھی منکر تھے۔ اس لیے اس دوسری حکمت میں جملہ معترضہ کے طور پر اس کی
نہائش اور تائید بھی ہو گئی۔ غرضکہ ان دونوں عقائد میں بلکہ جملہ عقائد و اعمال میں آنحضرتؐ کی پیروی کا حکم ہے کہ یہی سیدھا
راہ ہے اس کے خلاف شیطانی راہ ہے جو انسان کا کھلا دشمن ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے یہود کی اصلاح فرمائی

ولما جاء عیسیٰ۔ یہود میں چونکہ سرکشی زیادہ تھی۔ ممکن ہے انہوں نے بعض حلال چیزوں
کو حرام اور بعض حرام چیزوں کو حلال کر لیا ہو اور بعض احکام بحالہ رہنے دیئے ہوں۔ اس لیے حضرت عیسیٰؑ نے تشریف
لا کر انہی محرف احکام کو بیان فرمایا ہو یا بقول حافظ ابن کثیرؒ دنیاوی اور دینی احکام میں سے صرف دینی احکام کو بیان
فرمایا ہو۔ جیسا کہ انبیاء کا عام طریقہ ہوتا ہے دنیاوی احکام سے تعرض نہیں کیا۔

ھذا صراط مستقیم۔ یہ تھا حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کا خلاصہ جس میں توحید و اطاعت پر زور دیا گیا ہے۔ اس
لیے ان کے نام لیواؤں میں سے بعض نادانوں کے مشرکانہ طرزِ عمل سے شرک کے صحیح ہونے پر استدلال کرنا دعویٰ
"سست گواہ چست" کا مضمون ہوگا۔

عیسائیوں کی چار جماعتیں

فاختلف الاحزاب۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل میں اختلاف
ہو گیا۔ یہود ان کے منکر اور عیسائی ان کے قائل ہو گئے۔ پھر آگے
چل کر عیسائیوں میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔ تین فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک حضرت عیسیٰؑ کو تین خداؤں میں سے ایک کہتا ہے
اور کوئی خدا کا بیٹا مانتا ہے اور کچھ کوئی کہتا ہے۔ غرضکہ ان میں سے ایک بھی عیسوی تعلیم پر برقرار نہیں رہا۔ اتنی واضح
تعلیم کے بعد جب یہ راہِ راست پر نہیں آئے۔ تو بس معلوم ہوتا ہے کہ آپ قیامت کے بگل کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب
کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ اس روز کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آئے گا۔ سب دوستیاں اور
محبتیں ختم ہو جائیں گی۔ کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ بلکہ بُری دوستی پر انسان پچھتائے گا۔ البتہ اللہ کے لیے دوستی
یقیناً کام آئے گی۔

marfat.com
Marfat.com

وَيُقَالُ لَهُمْ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا الْقُرْاٰنِ وَكَانُوْا
مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ مُبْتَدَاٌ اَوْ اَزْوَاجُكُمْ زَوْجَاتُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ○ تُسَرُّوْنَ وَتُكْرَمُوْنَ خَبَرُ
الْمُبْتَدَاِ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ بِقِصَاعٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ جَمْعُ كُوْبٍ وَهُوَ اِنَاءٌ لَا عُرْوَةَ لَهٗ
يَشْرَبُ الشَّارِبُ مِنْ حَيْثُ شَاءَ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ تَلَذُّ اَوْ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ نَظَرًا وَاَنْتُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا اَيْ بَعْضُهَا
تَاْكُلُوْنَ ○ وَمَا يُوَكَّلُ يُخْلِفُ بَدَلَهٗ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يُفَتَّرُ يُخَفَّفُ
عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ سَاكِتُوْنَ سُكُوْتَ يَاْسٍ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ
هُوَ خَازِنُ النَّارِ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ لِيُمِتْنَا قَالَ بَعْدَ اَلْفِ سَنَةٍ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ○ مُقِيْمُوْنَ فِي الْعَذَابِ
دَائِمًا قَالَ تَعَالٰى لَقَدْ جِئْنٰكُمْ اَيْ اَهْلَ مَكَّةَ بِالْحَقِّ عَلٰى لِسَانِ الرَّسُوْلِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ○ اَمْ
اَبْرَمُوْٓا اَيْ كُفَّارُ مَكَّةَ اَحْكَمُوْٓا اَمْرًا فِيْ كَيْدِ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۝ مُحْكِمُوْنَ كَيْدَنَا
فِيْ اِهْلَاكِهِمْ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ ۭ مَا يُسِرُّوْنَ اِلٰى غَيْرِهِمْ وَمَا يُجْهِرُوْنَ بِهٖ بَيْنَهُمْ
بَلٰى نَسْمَعُ ذٰلِكَ وَرُسُلُنَا الْحَفَظَةُ لَدَيْهِمْ عِنْدَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ○ ذٰلِكَ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَرْضًا
فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ لِلْوَلَدِ لٰكِنْ ثَبَتَ اَنْ لَا وَلَدَ لَهٗ تَعَالٰى فَانْتَفَتْ عِبَادَتُهٗ ۭ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ الْكُرْسِيِّ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ يَقُوْلُوْنَ مِنَ الْكَذِبِ بِنِسْبَةِ الْوَلَدِ اِلَيْهِ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا
فِيْ بَاطِلِهِمْ وَيَلْعَبُوْا فِيْ دُنْيَاهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ○ فِيْهِ الْعَذَابَ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ وَ
هُوَ الَّذِيْ هُوَ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَاِسْقَاطِ الْاُوْلٰى وَتَسْهِيْلِهَا كَالْيَاءِ اَيْ مَعْبُوْدٌ وَّفِي الْاَرْضِ
اِلٰهٌ ۭ وَكُلٌّ مِنَ الظَّرْفَيْنِ مُتَعَلِّقٌ بِمَا بَعْدَهٗ وَهُوَ الْحَكِيْمُ فِيْ تَدْبِيْرِ خَلْقِهِ الْعَلِيْمُ ○ بِمَصَالِحِهِمْ وَتَبٰرَكَ
تَعَظَّمَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ مَتٰى تَقُوْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

Marfat.com

بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَعْبُدُوْنَ اَيِ الْكُفَّارُ مِنْ دُوْنِهٖ اَيِ اللّٰهِ الشَّفَاعَةَ لِاَحَدٍ اِلَّا مَنْ
شَهِدَ بِالْحَقِّ اَيْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ بِقُلُوْبِهِمْ مَا شَهِدُوْا بِهٖ بِاَلْسِنَتِهِمْ وَهُمْ عِيْسٰى وَ
عُزَيْرٌ وَالْمَلٰٓئِكَةُ فَاِنَّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَئِنْ لَامُ قَسَمٍ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ
حُذِفَ مِنْهُ نُوْنُ الرَّفْعِ وَوَاوُ الضَّمِيْرِ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ يُصْرَفُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَقِيْلِهٖ اَيْ
قَوْلِ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَصْبُهٗ عَلَى الْمَصْدَرِ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ اَيْ وَقَالَ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ
لَّا يُؤْمِنُوْنَ ○ قَالَ تَعَالٰى فَاصْفَحْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ مِنْكُمْ وَهٰذَا قَبْلَ اَنْ يُّؤْمَرَ بِقِتَالِهِمْ فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ○ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ تَهْدِيْدٌ لَّهُمْ

ع ۱۲ ۱۳

ترجمہ (اور ان متقیوں سے فرمایا جائے گا کہ) اے بندو آج تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔ وہ بندے جو ایمان لائے (عبادی کی صفت ہے) ہماری آیات (قرآن) پر اور وہ فرمانبردار تھے۔ تم جنت میں داخل ہو جاؤ (انتم مبتداء ہے) اور تمہاری بیویاں خوش بخوش ہوں گی (مسرت اور اکرام کے ساتھ یہ خبر ہے مبتداء کی) پیش کیئے جائیں گے ان کے پاس سونے کے پیالے (بادیئے) اور گلاس (اکواب کوب کی جمع ہے ایسا برتن جس میں پکڑنے کا دستہ نہ ہو۔ تاکہ پانی پینے میں آزادی رہے) اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا (مزے کے لیئے) اور جن سے آنکھوں (نظر) کو لذت ہوگی اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ جنت ہے جس کے مالک تم بنا دیئے گئے اپنے اعمال کے عوض۔ تمہارے لیئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے (بعض کو) تم کھا رہے ہو (اور جو پھل کھاتے ہو اس کی جگہ دوسرا پھل پیدا ہو جاتا ہے) بے شک نافرمان ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے۔ ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس (چپ یاس میں ڈوبے ہوئے پڑے رہیں گے) اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ مگر یہ خود ہی ظالم تھے اور وہ پکاریں گے اے مالک (داروغۂ جہنم) تمہارا پروردگار ہمارا قصہ ہی ختم کر دے (ہمیں موت دے دے) وہ (ہزار سال بعد جواب دے گا) کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے (دائماً عذاب میں رہو گے حق تعالیٰ فرمائیں گے) ہم نے تمہارے پاس (مکہ والو) سچا دین پہنچایا (انبیاءؑ کے ذریعہ) مگر تم میں اکثر لوگ سچے دین سے نفرت رکھتے رہے۔ ہاں کیا (مکہ کے کافروں نے) کوئی انتظام درست کیا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سازش کے سلسلہ میں) سو ہم نے بھی ایک انتظام درست کر رکھا ہے (ان کی تباہی کا فیصلہ کر دیا ہے) ہاں کیا ان کا خیال یہ ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگرمیوں کو (جو دوسروں سے چھپ چھپ کر اور آپس میں کھلم کھلا مشورے کرتے ہیں) سنتے نہیں، کیوں نہیں

marfat.com
Marfat.com

(ہم ضرور سنتے ہیں) اور ہمارے جو فرشتے (محافظ) ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں (یہ سب باتیں) آپ کہیئے کہ اگر خدائے رحمٰن کے اولاد ہو (بالفرض) تو سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں (مگر چونکہ یہ ثابت ہے کہ اس کی اولاد نہیں۔ اس لیئے اس کی عبادت کا بھی کوئی سوال نہیں) آسمانوں اور زمین کا مالک جو کہ عرش (کرسی) کا بھی مالک ہے۔ ان باتوں سے منزہ ہے جو لوگ بیان کر رہے ہیں (اولاد کی جھوٹی نسبت اس کی طرف کر رہے ہیں) تو آپ ان کو اسی شغل (باطل) اور تفریح (دنیا) میں رہنے دیجئے۔ یہاں تک کہ ان کو اس دن سے سابقہ پڑے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (کہ اس میں عذاب ہوگا یعنی روزِ قیامت) اور وہی ذات ہے (وہ) جو آسمانوں میں بھی قابلِ عبادت ہے (دونوں ہمزہ کی تحقیق اور پہلی ہمزہ گرا کر اور اس کی تسہیل کرتے ہوئے مثل یا کے یعنی معبود ہے) اور زمین بھی قابلِ عبادت ہے (فی السماء اور فی الارض دونوں ظرف إلٰہ سے متعلق ہیں) اور وہی بڑی حکمت والا ہے (مخلوق کی تدبیر میں) بڑا جاننے والا ہے (ان کی مصالح کو) اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے (باعظمت) ہے جس کے لیئے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو ان کی درمیان میں ہے سلطنت ثابت ہے اور اس کو قیامت کی خبر ہے (کہ کب آئے گی؟) اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے (تا اور یا کے ساتھ ہے) اور جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں (کفار بندگی کرتے ہیں) اسی (اللہ) کے سوا وہ (کسی کے لیئے) سفارش کا اختیار نہیں رکھیں گے۔ ہاں جن لوگوں نے حق کا اقرار کیا تھا (یعنی لا الٰہ الا اللہ کا) اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے دل سے اگرچہ زبان سے نہ کہا ہو۔ جن سے حضرت عیسیٰؑ، حضرت عزیرؑ اور فرشتے مراد ہیں۔ کیونکہ یہ سب مومنین کی سفارش کریں گے) اور اگر (لام قسمیہ ہے) آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو یہی جواب دیں گے۔ کہ اللہ نے (لیقولن سے نون رفع حذف کر دیا گیا ہے اور واؤ خبر حذف کر دیا گیا ہے) سو یہ لوگ کدھر اُلٹے چلے جا رہے ہیں (اللہ کی عبادت سے روگردانی کر رہے ہیں) اور اس کے رسول کے کہنے کی (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی اور قیل مصدر منصوب ہے فعل مقدر کی وجہ سے یعنی قال کے سبب) کہ اے میرے رب! یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے (حق تعالیٰ کا ارشاد ہے) تو آپ ان سے بے رُخ (بے توجہ) رہیئے اور (یوں) کہہ دیجئے کہ تمہیں سلام ہو (یہ جہاد کی اجازت سے پہلے کا حکم ہے) سو اُن کو بھی معلوم ہو جائے گا (یا اور تا کے ساتھ ان کے لیئے تہدید ہے)۔

تحقیق و ترکیب

یا عباد۔ یہ ندا جنتیوں کی تشریف و تکریم کے لیئے ہوگی۔ جس میں چار باتیں ہوں گی خوف کی نفی، حزن کی نفی، جنت میں داخلہ، سرور کی بشارت، عاصمؒ کی قراءت میں یا عبادی فتحہ یا کے ساتھ اور ابن کثیرؒ و حفصؒ وصل و وقف دونوں حالتوں میں حذف یا کرتے ہیں اور باقی قراء یائے ساکنہ پڑھتے ہیں۔ اور لا خوف میں عام قراءت رفع اور تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ابن محیص بغیر تنوین کے حذف مضاف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

الذین اٰمنوا۔ عبادی کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب المحل ہے۔ کیونکہ عبادی منادی مضاف ہے اور

Marfat.com

یا مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔

تحبرون۔ یہ خبر ہے انتم مبتداء کی۔ اور ازواجکم اگر معطوف ہے ضمیر ادخلوا پر اور فصل کی وجہ سے یہ عطف جائز ہے تو پھر تحبرون حال ہو جائے گا۔

بصحاف۔ کسائی کہتے ہیں کہ سب سے بڑے بادیہ کو جفنۃ کہتے ہیں۔ اس سے کم کو فصعۃ کہتے ہیں جس میں دس آدمی شکم سیر ہو جائیں اور اس سے چھوٹے کو صحفۃ کہتے ہیں جس میں پانچ آدمی سیر ہو جائیں۔ پھر اس سے چھوٹا میکلہ ہوتا ہے جس میں دو تین آدمی پیٹ بھر لیں۔

اکواب۔ کوب کہتے ہیں پیالہ کو جس میں پکڑنے کا حصہ نہ لگا ہو۔

تلك الجنة۔ یہ مبتداء خبر ہے اور یا جنت کو صفت اور "التی اورثتموھا" کو خبر کہا جائے اور "بما کنتم" میں با سببیہ ہے۔ حدیث میں جو لن یدخل احدکم الجنۃ بعملہ بل برحمۃ اللہ فرمایا گیا ہے۔ اس سے مراد مستقل سبب کی نفی ہے اور یہاں فی الجملہ عمل کو سبب کہا جا رہا ہے اور بعض نے یا ملابستہ یا مقابلہ کے لئے مانی ہے اور بعض کے نزدیک دخول جنت تو فضل الٰہی سے ہوگا اور مراتب و درجات اعمال کے لحاظ سے ہوں گے۔ یا کہا جائے کہ عمل کا سبب ہونا بھی تو اللہ کی رحمت سے ہے۔

منھا تاکلون۔ من تبعیضیہ ہے۔ کیونکہ تمام پھل کھائے جاتے ہیں۔ جنت کے پھل بارہ ماسی ہوں گے جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

مبلسون۔ ابلاس کے معنی سکوت اور انقطاع حجت کے ہیں۔ شروع میں مایوس ہو کر جہنمی خاموش ہوں گے۔ لیکن بعد میں مجبور ہو کر پھر داروغۂ جہنم کو پکاریں گے۔ و نادوا یا مالك۔ بہرحال قیامت کے طویل وقفہ میں مختلف حالات میں پیش آئیں گے۔

ونادوا۔ ماضی کا صیغہ ہے۔

لقد جئناکم۔ یہ مالک جہنم کے جواب کی وجہ سے بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کلام بھی مالک ہی کا ہو۔

اکثرکم بمعنی کلکم لان للاکثر حکم الکل۔

ابرموا۔ ابرام کہتے ہیں ڈورا بنانا، بٹنا لیکن مراد تدبیر اور مضبوطی ہے۔ ابرم الحبل۔ ڈبل کرنا۔

ان کان۔ یعنی بالفرض اگر اللہ کے اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اس کو مانتا اور لازم نہیں اس لئے ملزوم بھی نہیں۔ یہ قیاس استثنائی ہے۔ جس میں نقیض مقدم کا استثناء کیا گیا۔ جس کا نتیجہ نقیض تالی ہوتا ہے یعنی چونکہ اس کے اولاد نہیں۔ اس لئے اس کی عبادت کا بھی سوال نہیں۔ اس طرح ابلغ طریقہ پر اولاد کی نفی ہو گئی۔

رب السموات۔ یعنی اللہ خالق عالم ہے اس لئے جسم نہیں۔ اگر جسم ہوتا تو عالم کی تخلیق نہ کر سکتا اور جب جسم نہیں

Marfat.com

تو اس کے لیے اولاد کا بھی سوال نہیں ہوتا۔ کیونکہ توالد و تناسل جسم کی شان ہے۔

فی السماء اور فی الارض کا مطلب ہے کہ عالم علوی، عالم سفلی سب کا معبود ہے۔ یہ دونوں لفظ ترکیب میں حال نہیں۔ بلکہ الٰہ کے متعلق ہیں۔

ترجمہ۔ نافعؒ، ابن عمرؓ، ابن عاصمؒ، ابن عامرؒ کی قراءت تاء کے ساتھ بطور التفات کے اور باقی قراءؒ کے نزدیک یاء کے ساتھ ہے۔

الا من شہد۔ یعنی فرشتے، حضرت عیسیٰؑ، حضرت عزیرؑ صرف شفاعت کریں گے۔ اور وہ بھی صرف مومنین کی گر یا شافعین بھی خاص ہیں۔ اور مشفوع لہ بھی مخصوص۔ نہ بت سفارشی ہوں گے اور نہ کفار کے حق میں سفارش ہوگی۔

الذین یدعون۔ سے مراد اگر عام ہے۔ تو "الا من شہد" استثناء فصل ہے۔ اور اگر صرف بت مراد ہوں تو پھر استثناء منفصل ہوگا۔ مفسرؒ کا رجحان پہلے احتمال کی طرف ہے۔ یدعون صلہ ہے جس کا عائد محذوف ہے۔

وھم یعلمون۔ ضمیر ہم کا مرجع من ہے اور جمع کا لانا بلحاظ معنی من ہے۔ تفسیری عبارت ھم عیسیٰ الخ سے بھی یہی توجیہ ہوگی۔

ولئن سالتھم۔ ضمیر جمع سے مراد عابدین اور معبودین سب ہیں۔

لیقولن اللہ۔ جواب قسم ہے اور حسب قاعدہ جواب شرط محذوف ہے لفظ اللہ فاعل ہے۔ جیسے دوسری آیت لیقولن خلقھن العزیز میں ہے۔ اس لیے مبتداء کہنے کی حاجت نہیں ہے۔

فانی یؤفکون۔ یعنی تنہا خالق مان کر تنہا معبود ماننے سے انکار باعث تعجب ہے۔

وقیلہ۔ قیل بمعنی قول منصوب بنا بر مصدر ہے قول، قیل، قال، مقالہ سب مصادر ہیں باہم مرادف۔ ندا اور اس کے بعد قیل کا معمول ہے۔

قیل سرھم و نجوٰھم پر عطف کی وجہ سے بھی منصوب ہو سکتا ہے۔ یا "محل الساعۃ" پر عطف کیا جائے۔ حمزہؒ اور عاصمؒ اس کو جر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں "الساعۃ" پر عطف ہو جائے گا۔ دوسری ترکیب اس وقت ہے جب قسمیہ کی بھی ہو سکتی ہے اور جواب قسم یا محذوف ہے۔ ای لافعلن بھم ما اریدیا ان ھؤلاء قوم لا یؤمنون جواب قسم مانا جائے۔ (زمخشری)

اعرجؒ، ابو قلابہؒ، مجاہدؒ، حسنؒ اس کو مرفوع پڑھتے ہیں۔ "وعلم الساعۃ" پر عطف کرتے ہوئے مضاف مقدر مانکر ای وعندہ علم قیلہ۔ پھر حذف کرکے اس کو قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ یا کہا جائے کہ مبتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور جملہ "یارب ان ھؤلاء" اس کی خبر ہے۔ یا خبر کو محذوف مانا جائے "ای وقیلہ وکیت وکیت مسموع او منقبل"، مفسر علامؒ نے "قول محمد" کہہ کر مضاف مضاف الیہ دونوں کی تفسیر کر دی اور "نصبہ" کا مطلب نصب لام

Marfat.com

لام قبل ہے اور ضمیر پہ رفع ہو گا۔

سلام۔ یہ سلام مشارکت ہے سلام تحیۃ نہیں ہے۔ ترکیب میں یہ خبر ہے مبتدائے محذوف کی۔ ای امری سلام منکم۔ اگر اس سے مراد کفار سے تنازعی گفتگو سے روکنا ہو تو پھر آیت کو منسوخ کر کے ماننے کی ضرورت نہیں۔

ربط آیات

آیت الاخلاء یومئذ میں قیامت کے روز کفار کی باہمی دشمنی سے متقین کے استثناء کا ذکر تھا آیت یاعبادی الخ سے انہی کی بشارت کا بیان ہے۔

پھر آگے آیت لقد جئنا کم بالحق سے کفار کے جرائم کا تفصیلی اور سزا کا اجمالاً ذکر ہو رہا ہے۔ جرائم کا حاصل دو چیزیں ہیں۔ شرک اور رسول کی نافرمانی۔ جرم شرک کے سلسلہ میں اور عذاب کی تائید کے لیئے توحید کے مضامین بھی آ گئے اور رسول کی نافرمانی بلکہ دونوں مضامین کے تعلق سے بطور تسلی کفار سے بے تعلقی اور ان کے لیئے شفاعت کا نہ ہونا تاکید عذاب کے لیئے آ گیا۔

روایات

مقاتل کا بیان ہے کہ قیامت میں جب حق تعالیٰ یاعبادی الخ فرمائیں گے تو تمام اہل محشر سر اُٹھا کر اوپر دیکھیں گے۔ فرمایا جائے گا "الذین آمنوا الخ تو یہ سُن کر دوسرے مذاہب والے گردنیں نیچی کر لیں گے۔

ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت نقل کی ہے کہ دو قریشی اور ایک ثقفی یا ایک قریشی اور دو ثقفی کافر کعبہ اور غلاف کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ زور سے باتیں کرتے سے اللہ سن لیتا ہے آہستہ باتیں کرو کہ وہ نہیں سُن سکتا۔ اس پر آیت ام یحسبون انا لا نسمع الخ نازل ہوئی۔

تشریح

الذین آمنوا بایٰتنا وکانوا مسلمین سے ایمان اور اسلام کا فرق معلوم ہوتا ہے اور اہل ایمان کے خوف و حزن نہ ہونے اور جنت میں داخل ہونے کی بشارت، نافرمان مسلمانوں کو عذاب و سزا ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان اور یہ چیزیں کلیات متشکک ہیں۔ ایمان اکمل کی صورت میں فوراً جنت میں داخلہ ہو جائے گا اور مطلق ایمان کی صورت میں مطلقاً جنت میں داخلہ کا استحقاق ہو گا جو اہل سنت کا مسلک ہے۔

اورثتموھا۔ یعنی جنت تمہارے باپ کی میراث نہیں واپس مل گئی۔ جو تمہارے اعمال کا نتیجہ اور ثمرہ ہے جس کا حقیقی سبب اللہ کا فضل ہے۔ اعمال کی ظاہری سببیت بھی فضل الٰہی اور توفیق الٰہی کی محتاج ہے۔

منھا تاکلون۔ جنت کے پھلوں کو چن چن کر کھاتے رہو۔ لیکن جنتیوں کے برخلاف دوزخیوں کو دائمی عذاب بھگتنا پڑے گا۔ جو نہ ہلکا ہو گا اور نہ ملتوی۔ دوزخی مایوس ہو جائیں گے۔ کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہو گی۔

Marfat.com

وماظلمناھم۔ دنیا میں ہر طرح نرم گرم کرکے سمجھادیا اور انبیاءؑ کے ذریعہ اتمام حجت کردیا۔ کوئی معقول عذر نہیں چھوڑا۔ پھر بھی کوئی نہ مانے اور اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے تو اس صورت میں سزا کو کون ناانصافی کہہ سکتا ہے۔

ونادوا۔ دوزخی چھٹکارہ پانے سے مایوس ہوکر موت کی تمنا کریں گے۔ ہزار سال چلانے پر صرف یہ جواب ملے گا کہ چلانے سے کوئی فائدہ نہیں چپ رہو۔ تمہاری اکثریت کا یہ حال تھا کہ تمہیں سچائی سے چڑ تھی اور اندھوں کی طرح ناحق لوگوں کے پیچھے ہولیتے تھے۔ اکثریت اس لیے کہا کہ بعض لوگ علم الٰہی کے مطابق ایمان لانے والے تھے۔ یا یوں کہا جائے کہ بعض لوگ محض لوگوں کی دیکھا دیکھی ان کے پیچھے ہولیے۔ پہلی صورت میں اعتقادی نفرت مراد ہوگی اور دوسری صورت میں طبعی کراہت۔ بہرصورت اس حق سے روگردانی میں شرک اور معصیت رسول دونوں آگئے۔ جس کی تفصیل ام ابوھوا سے بیان ہورہی ہے۔ کہ ہرچند انہوں نے پیغمبر اسلام کے خلاف سازشیں، تدبیریں کیں۔ مگر اللہ کی مخفی تدبیر نے سب کا تارپود بکھیر دیا اور سارے منصوبے دھرے رہ گئے۔ جیسا کہ سورۂ انفال کی آیت اذیدبرک الذین میں گزر چکا ہے اللہ سب کے دلوں کے بھید جانتا ہے۔ اور ان کے خفیہ مشورے بھی معلوم ہیں، اور انتظامی ضابطہ کے لحاظ سے ان کی مسل کی تیاری پر بھی فرشتوں کا عملہ لگا رہتا ہے۔ یہ ساری مسل قیامت میں پیش ہوجائے گی۔ اللہ کے بارے میں ان کا یہ گمان یا تو حقیقۃً ہوگا جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ یا کہا جائے کہ ان کی جرأت آمیز حرکتوں سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ اللہ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ گویا جہاں سے مراد مجازی معنی ہیں۔ دو آدمیوں کے درمیان سرگوشی کو دو سر" اور دو سے زائد کے درمیان سرگوشی کو نجویٰ کہا جاتا ہے۔

اللہ کے لئے اولاد کا عقیدہ

پیغمبر کی خلاف ورزی کے بعد آیت قل ان کان الخ سے شرک کا رد ہے۔ یعنی جس طرح تم فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی عبادت کرتے ہو۔ اسی طرح اگر بالفرض اللہ کے اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرتا۔ مگر سرے سے یہ بات ہی بے اصل و بے بنیاد ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مجھے تمہاری طرح حق بات ماننے سے انکار نہیں۔ لیکن اولاد کا ثابت کرنا تمہارا کام ہے۔ اگر تم ثابت کردو تو پھر میری عبادت کا سوال بھی ہوسکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کے لیے اولاد محال ہے۔ اس لیے غیر اللہ کی پرستش بھی محال۔ پس اس میں شرک کے ابطال کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ چونکہ معبودیت وجود کے واجب ہونے کے خواص میں سے ہے۔ اس لیے اللہ کی اولاد کے لیے واجب الوجود ہونا بھی لازم ہوتا جس کی وجہ سے اولاد مستحق عبادت ہوتی۔ لیکن اولاد کا واجب الوجود ہونا محال ہے۔ اس لیے استحقاق عبادت بھی ناممکن اور شرک محال۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں یا حضرت عیسیٰ و عزیر علیہم السلام کی پرستش واجب الوجود نہ ہونے کے باوجود نری حماقت و جہالت ہے۔

اور بعض حضرات نے عابد کے معنی جاحد کے لیے ہیں۔ یعنی میں سب سے پہلے اس فاسد عقیدہ کا منکر ہوں۔ اور بعض کے نزدیک ان نافیہ ہے۔ یعنی رحمٰن کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ مگر یہ کچھ زیادہ مضبوط توجیہ نہیں ہے اور

Marfat.com

بھی کچھ احتمالات ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔

فذرھم۔ غفلت و حماقت کے نشہ میں جو کچھ یہ بک رہے ہیں اس پر توجہ نہ کیجئے۔ چند روزہ عیش پر اترا لیں۔ آخر وہ دن بھی آنے والا ہے جس میں ان کی یہ سب خرمستیاں نکل جائیں گی اور ایک ایک گستاخی اور شرارت کا مزہ چکھایا جائے گا۔ چھوڑ دینے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو نصیحت و فہمائش بھی نہ کی جائے۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ ان کی مخالفت سے رنجیدہ نہ ہوجیئے اور ایمان نہ لانے پر غمگین نہ ہوجیئے۔ اسی کے ساتھ وظیفہ تبلیغ بدستور رکھیئے اور ہر چند کہ نظر انداز کرنا موت تک ہوتا ہے۔ لیکن موت مقدمہ آخرت ہے اس لیئے یوم موعود کہہ دیا۔

وھوالذی۔ زمین، آسمان، ساری کائنات کا اکیلا مالک اور اس عالم کون و فساد میں باختیار متصرف تنہا اللہ ہے۔ اس سے شرک کے جرم کو شدید بتلانا ہے اور یہ کہ اس کی سزا بھی انتہائی سخت ہوگی۔ کہ اللہ سے اوپر کوئی طاقت نہیں جو اس کے مجرم کو چھڑا سکے۔

الامن شھد۔ یعنی سفارش کرنے والے بھی اہل علم صالح ہوں گے اور جن کی سفارش ہوگی۔ وہ بھی اہل ایمان ہوں گے۔ نہ بت سفارش کے اہل اور نہ مشرک اس کے مستحق۔

فانی یؤفکون۔ یعنی جب اللہ صرف خالق و مالک ہے۔ پھر دوسروں کی عبادت کیسی؟ گویا سارے مقدمات تسلیم مگر نتیجہ کا انکار۔

فاصفح۔ یعنی نہ ان کے زیادہ پیچھے پڑیئے اور نہ غم کھائیے۔ فریضۂ تبلیغ انجام دیتے رہیئے اور ان کو اللہ کے حوالہ کیجئے۔ اور کہہ دیجئے کہ نہیں مانتے تو ہمارا سلام۔

سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَّقِيْلَ اِلَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ اَلْاٰيَةُ وَهِيَ سِتٌّ اَوْ سَبْعٌ اَوْ تِسْعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ حٰمٓ ۝ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِهٖ وَالْكِتٰبِ الْقُرْاٰنِ الْمُبِيْنِ ۝ اَلْمُظْهِرِ لِلْحَلَالِ مِنَ الْحَرَامِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ هِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ اَوْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ نَزَلَ فِيْهَا مِنْ اُمِّ الْكِتٰبِ مِنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ○ مُخَوِّفِيْنَ بِهٖ فِيْهَا اَيْ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اَوْ لَيْلَةِ نِصْفِ شَعْبَانَ يُفْرَقُ يُفْصَلُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ مُحْكَمٍ مِنَ الْاَرْزَاقِ وَالْاٰجَالِ وَغَيْرِهِمَا الَّتِيْ تَكُوْنُ فِي السَّنَةِ اِلٰى مِثْلِ تِلْكَ اللَّيْلَةِ اَمْرًا فِرْقًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ الرُّسُلَ مُحَمَّدًا وَمَنْ قَبْلَهٗ رَحْمَةً رَافَةً بِالْمُرْسَلِ

مع عند المتقدمین ۱۲

marfat.com
Marfat.com

وقف لازم

اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ لِاَقْوَالِهِمُ الْعَلِيْمُ ۝ بِاَفْعَالِهِمْ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا م بِرَفْعِ
رَبُّ خَبَرٌ ثَالِثٌ وَبِجَرِّهٖ بَدَلٌ مِّنْ رَّبِّكَ اِنْ كُنْتُمْ يَا اَهْلَ مَكَّةَ مُّوْقِنِيْنَ ۝ بِاَنَّهٗ تَعَالٰى رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
فَاَيْقِنُوْا بِاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ
مِنَ الْبَعْثِ يَّلْعَبُوْنَ ۝ اِسْتِهْزَاءً بِكَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ قَالَ تَعَالٰى
فَارْتَقِبْ لَهُمْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَاَجْدَبَتِ الْاَرْضُ وَاشْتَدَّ بِهِمُ الْجُوْعُ اِلٰى اَنْ رَاَوْا مِنْ
شِدَّتِهٖ كَهَيْاَةِ الدُّخَانِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ فَقَالُوْا هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ
عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝ مُصَدِّقُوْنَ بِنَبِيِّكَ قَالَ تَعَالٰى اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى اَيْ لَا يَنْفَعُهُمُ الْاِيْمَانُ عِنْدَ
نُزُوْلِ الْعَذَابِ وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ بَيِّنُ الرِّسَالَةِ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ اَيْ يُعَلِّمُهُ

وقف لازم

الْقُرْاٰنَ بَشَرٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ اَيِ الْجُوْعِ عَنْكُمْ زَمَنًا قَلِيْلًا فَكَشَفَ عَنْهُمْ اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝
اِلٰى كُفْرِكُمْ فَعَادُوْا اِلَيْهِ اُذْكُرْ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ هُوَ يَوْمُ بَدْرٍ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝ مِنْهُمْ وَالْبَطْشُ
الْاَخْذُ بِقُوَّةٍ وَلَقَدْ فَتَنَّا بَلَوْنَا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ مَعَهٗ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ هُوَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَرِيْمٌ ۝ عَلَى
اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ اَيْ بِاَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ مَا اَدْعُوْكُمْ اِلَيْهِ مِنَ الْاِيْمَانِ اَيْ اَظْهِرُوْا اِيْمَانَكُمْ بِالطَّاعَةِ لِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِنِّيْ
لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ عَلٰى مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا تَتَجَبَّرُوْا عَلَى اللّٰهِ ؕ بِتَرْكِ طَاعَتِهٖ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ بُرْهَانٍ
مُّبِيْنٍ ۝ بَيِّنٍ عَلٰى رِسَالَتِيْ فَتَوَعَّدُوْهُ بِالرَّجْمِ فَقَالَ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۝ بِالْحِجَارَةِ
وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ تُصَدِّقُوْنِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۝ فَاتْرُكُوْا اَذَايَ فَلَمْ يَتْرُكُوْهُ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ اَيْ بِاَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ

الثلثة

مُّجْرِمُوْنَ ۝ مُشْرِكُوْنَ فَقَالَ تَعَالٰى فَاَسْرِ بِقَطْعِ الْهَمْزَةِ وَوَصْلِهَا بِعِبَادِيْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَيْلًا اِنَّكُمْ
مُّتَّبَعُوْنَ ۝ يَتْبَعُكُمْ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ اِذَا قَطَعْتَهٗ اَنْتَ وَاَصْحَابُكَ رَهْوًا ؕ سَاكِنًا مُتَفَرِّجًا
حَتّٰى تَدْخُلَهُ الْقِبْطُ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝ فَاطْمَاَنَّ بِذٰلِكَ فَاُغْرِقُوْا كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ بَسَاتِيْنَ وَّ

Marfat.com

عُيُونٍ ۝ تَجْرِي وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ فَجَلِسٍ حَسَنٍ وَنَعْمَةٍ مُتْعَةٍ كَانُوا فِيهَا فَكِهِينَ ۝ نَاعِمِينَ بِ
كَذَلِكَ قف خَبَرُ مُبْتَدَإٍ أَيِ الْأَمْرُ وَأَوْرَثْنَاهَا أَيْ أَمْوَالَهُمْ قَوْمًا آخَرِينَ ۝ أَيْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَمَا بَكَتْ
عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِينَ يَبْكِي عَلَيْهِمْ بِمُوتِهِمْ مُصَلَّاهُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَمَ
مَصْعَدُ عَمَلِهِمْ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ ۝ مُؤَخَّرِينَ لِلتَّوْبَةِ

ع ۱ ۲۹ ۱۴

ترجمہ

سورۂ دخان مکیہ ہے اور بعض کے نزدیک آیت کاشفوا العذاب مکیہ نہیں۔ کل آیات ۵۹ یا ۵۷ یا ۵۹ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حٰمٓ (اس کی واقعی مراد اللہ کو معلوم ہے) قسم ہے اس کتاب (قرآن) واضح کی (جو حلال و حرام بتلانے والی ہے) کہ ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں اُتارا ہے (شب قدر مراد ہے یا شب برات جس میں قرآن پاک ساتویں آسمان دنیا پر نازل ہوا ہے) ہم آگاہ کرنے والے (ڈرانے والے) ہیں اس (شب قدر یا شب برات) میں ہر حکمت والا معاملہ طے (فیصلہ) کیا جاتا ہے (روزی، موت وغیرہ کے۔ حالات جو اگلے سال کی اسی شب تک طے کیجئے جاتے ہیں) ہماری پیشی سے حکم ہو کر۔ ہم پیغمبر بنانے والے ہیں (محمدؐ اور ان سے پہلے انبیاءؑ کو) اپنی رحمت کی وجہ سے (جو پیغمبر کی قوموں پر ہوتی ہے) جو آپ کے پروردگار کی طرف سے ہے وہ (ان کی باتوں کو) سننے والا (ان کے کاموں کو) جاننے والا ہے جو کہ مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان میں ہے۔ (رب اگر مرفوع ہے تو تمہیں خبر ہوگی اور مجرور ہونے کی صورت میں رب کا بدل ہوگا) اگر تم (کچھ مانو) یقین لانا چاہو (کہ اللہ آسمان زمین کا رب ہے تو یہ بھی یقین رکھو کہ محمد اس کے رسول ہیں) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی۔ بلکہ یہ (قیامت کے معاملہ میں) شک میں ہیں، بیکار باتوں میں پڑے ہوئے ہیں (آنحضرتؐ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ان کے لیے قوم یوسف کی طرح قحط سالی کی بد دعا فرمائی۔ جس کو حق تعالیٰ نے منظور فرمایا) سو آپ (ان کے لیے) انتظار کیجئے اس روز کا کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو (چنانچہ زمین میں سوکھا پڑا اور فقر و فاقہ زیادہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس کی شدت سے زمین و آسمان کے درمیان دھوئیں کی طرح ترمرے نظر آنے لگے) جو سب لوگوں کو گھیر لے (تو کہنے لگے) یہ ایک دردناک سزا ہے (اے ہمارے پروردگار ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے (آپ کے پیغمبر کی تصدیق کریں گے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے) ان کو نصیحت کب ہوتی ہے؟ یعنی عذاب آنے پر ایمان لانا مفید نہیں ہوتا) حالانکہ ان کے پاس کھلے طور پر رسول آیا (جن کی رسالت واضح ہے) پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ یہ پڑھایا ہوا ہے (قرآن کسی انسان نے ان کو سکھلایا ہے) دیوانہ ہے، ہم (بھوک کے) عذاب کو ہٹائیں گے

marfat.com
Marfat.com

کچھ روز (چنانچہ یہ عذاب ہٹ گیا) تم پھر اسی حالت پر (سابقہ کفر کی طرف) آجاؤ گے (یاد کیجئے) جب ہم بڑی سخت پکڑ کریں گے (مراد جنگ بدر ہے) ہم بدلے لینگے (ان سے۔ اور بطش کہتے ہیں سخت پکڑ کو) اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو (فرعون سمیت) آزمایا اور ان کے پاس ایک پیغمبر (موسیٰ علیہ السلام) تشریف لائے۔ جو (اللہ کے نزدیک) معزز تھے کہ میرے کہنے پر چلو (جس ایمان کی تمہیں دعوت دے رہا ہوں، امانت دار ہوں اس کو پورا کرو میری فرمانبرداری کرکے) اے اللہ کے بندو! میں تمہارے پاس رسول ہو کر آیا ہوں، امانت دار ہوں (پیغام پہنچانے میں) اور تم سرکشی (ظلم) نہ کرو اللہ پر (اس کی نافرمانی کرکے) میں تمہارے سامنے ایک واضح (کھلی) دلیل پیش کرتا ہوں (اپنی رسالت پر۔ اس پر مشرکین نے آپ پر پتھراؤ کرنے کی دھمکی دی تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ) میں اپنے آپ کو اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے (میری تصدیق نہیں کرتے) تو تم مجھ سے الگ ہی رہو (میرے درپئے آزار نہ ہو لیکن وہ بدستور درپئے آزار رہے) تب موسیٰؑ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں (مشرک ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ) تو اب لے کر چلیئے (لفظ اسر ہمزہ قطعی کے ساتھ اور ہمزہ وصلی کے ساتھ ہے) میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو راتوں رات، بلاشبہ تمہارا تعاقب کیا جائے گا (فرعون اور اس کا لشکر تمہارا پیچھا کریں گے) اور تم اس دریا کو چھوڑ دینا (جب آپ اور آپ کے ساتھی پار ہو جائیں گے) سکون کی حالت میں (کہ پانی میں راستے بنے رہیں تاکہ قبطی اس میں داخل ہو سکیں) ان کا سارا لشکر ڈبو دیا جائے گا (حضرت موسیٰؑ اس پر مطمئن ہو گئے اور لشکر فرعون غرقاب ہو گیا) ان لوگوں نے کتنے باغات چھوڑے اور چشمے (رواں) اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات (آراستہ مجلسیں) اور آرام کے سامان جن میں وہ خوش (مگن) رہا کرتے تھے، اسی طرح ہوا (یہ خبر ہے مبتدا محذوف الامر کی) اور ہم نے (ان کے اموال کا) وارث بنا دیا دوسری قوم (بنی اسرائیل) کو سو نہ ان پر آسمان و زمین کو رونا آیا (بدخلاف مسلمانوں کے ان کی موت پر ان کے نماز پڑھنے کی جگہ زمین میں اور اعمال چڑھنے کی جگہ آسمان میں روتی ہے) اور نہ ان کو مہلت (توبہ کے لئے ڈھیل) دی گئی۔

تحقیق و ترکیب

لیلۃ القدر: ایک رائے یہ بھی ہے کہ لیلہ مبارکہ اور لیلۃ القدر کے درمیان اکتالیس راتیں ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ آیت انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اور آیت شہر رمضان الذی الخ کی وجہ سے، کیونکہ اکثریت کے مطابق لیلۃ القدر رمضان میں ہوتی ہے۔ گویا اولیٰ نزول پورے قرآن کا شب قدر میں ہوا اور پھر بقدر ضرورت نزول کا سلسلہ تیئس سال رہا۔ یا نزول وحی کی شروعات شب قدر سے ہوئی اور اختتام آخر عمر تک ہوا۔ اس رات کی دوسری بے شمار برکتوں میں سب سے بڑی برکت قرآن کا نزول ہے۔ لیلہ مبارکہ کا مصداق شب برات کو ماننا بعید معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن کا رمضان میں نزول منصوص ہے اور وہ حدیث جس میں شب شعبان کو فیصلوں کی رات فرمایا گیا ہے مرسل ہے۔ جو نص قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ عکرمہؒ اور ایک جماعت کی رائے شب برات کے متعلق

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ اس کو لیلۃ مبارکہ، لیلۃ البرات، لیلۃ الرحمۃ، لیلۃ الصک فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں عبادت کی فضیلت آئی ہے

فیہا یفرق۔ یہ جملہ مستانفہ ہے یا لیلۃ کی صفت ہے اور موصوف صفت کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ حسن، مجاہد، قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس رات میں پورے سال کا چارٹ تیار کر دیا جاتا ہے۔

امرا من عندنا۔ انزلناہ کے فاعل سے حال ہے یا مفعول سے حال ہے۔ ای انزلناہ امرین او مامورا یہ اور مفعول لہ بھی ہو سکتا ہے۔ انزلناہ یا منذرین یا یفرق سے اور یفرق کا معنی مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اور "من عندنا" صفت ہو جائے گی "لامرا" کی۔

رحمۃ من ربک۔ یہ مفعول لہ ہے انزلناہ یا امرا یا یفرق یا منذرین کا اور فعل مقدر کا مفعول مطلق بھی ہو سکتا ہے ای رحمنا رحمۃ اور مرسلین کا مفعول بھی ہو سکتا ہے اور حال بھی اور امرا کا بدل بھی بن سکتا ہے اور من ربک رحمۃ کے متعلق بتایا جائے یا محذوف کے متعلق کر کے صفت بنادی جائے اور "رحمۃ من ربک" میں التفات ہے رحمۃ منا ہونا چاہیئے تھا۔

موقنین۔ تفسیری عبارت میں "فایقنوا" جواب شرط کے محذوف ہونے کی طرف اشارہ ہے یہ جملہ معترضہ ہو جائے گا اور لا الہ الا اللہ چوتھی خبر ہے۔

ربکم۔ عام قراءت رفع کی ہے رب السمٰوات سے بدل یا عطف بیان یا صفت ہونے کی وجہ سے اور ابن محیصنؒ، ابن ابی اسحٰقؒ، ابو حیوۃؒ، حسنؒ "رب السمٰوات" سے بدل یا بیان یا صفت مان کر مجرور پڑھتے ہیں اور الطائیؒ بطور مدح منصوب پڑھتے ہیں۔

بل ھم فی شک۔ یہ محذوف سے اضراب ہے۔ ای موقنین بل ھم فی شک۔

یلعبون۔ حال ہے لعب سے مراد فانی چیزوں میں مشغول ہو کر باقی رہنے والی نعمتوں سے روگردانی کرنا۔

دخان مبین۔ بعض کی رائے میں یہ قحط سالی آنحضرتؐ کے مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے ہوئی۔ لیکن راجح یہ ہے کہ مدینہ طیبہ ہجرت کے بعد ہوئی ہے۔ ابن مسعودؓ کے نزدیک قریش کی قحط سالی مراد ہے لیکن ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، حسن وغیرہ کے نزدیک اس دخان سے مراد وہ دخان ہے جو علامات قیامت میں سے ہے۔

اسی طرح واقعہ قحط سالی میں حقیقت دخان مراد نہیں۔ بلکہ ابن عباسؓ، مقاتل، مجاہد، ابن مسعودؓ کی رائے ہے کہ بھوک کی وجہ سے ضعف نظر مراد ہے۔ بھوک میں آنکھوں کے آگے تمرے نظر آنے لگتے ہیں۔ لیکن ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ، زید بن علی، حسن کے نزدیک حقیقت دخان مراد ہے۔ لیکن اخیر زمانہ میں اس کا ظہور ہوگا۔ چالیس روز سارا عالم دھوئیں سے لبریز رہے گا۔ مومن تو صرف زکام کی سی کیفیت محسوس کرے گا۔ لیکن کافر مدہوش ہوں گے۔ یہ دھواں ان کے پیٹ میں گھس کر آنکھ، ناک، کان سے نکلے گا۔ اور ساری زمین بھٹی کی طرح ہو جائے گی۔

Marfat.com

انّٰی لھم الذکریٰ حقیقی استفہام مراد نہیں بلکہ استبعاد مراد ہے۔ تفسیری عبارت لا ینفعھم الایمان اس وقت تو صحیح ہے۔ جب کہ عذاب مہلک ہو۔ جیسا کہ تباہ شدہ قوموں کا حال ہوا۔ البتہ اس دھوئیں سے ہلاکت نہیں ہوگی۔ اس لیئے ایمان کا غیر مانع یا نامقبول ہونا محل تامل ہے۔ الا یہ کہ کہا جائے کہ اس وقت باب توبہ بند ہو جائے گا۔

وقالوا معلم۔ قبیلہ ثقیف کے عجمی غلام عداس کے متعلق کہا کرتے تھے کہ وہ آنحضرتؐ کو قرآن سکھلاتا تھا اور دوسرے سانس میں حضورؐ کو دیوانہ مجنون بھی کہتے تھے کیا یہ دیوانگی نہیں ہے کہ ایسے عجیب و غریب کلام پیش کرنے والے کو مجنون کہا جائے۔

انا کاشفوا العذاب۔ یہ جواب ہے ان کی درخواست ربنا اکشف الخ کا بطور التفات کے ہے۔ مقصود تہدید و توبیخ ہے۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ اور قلیلاً کا مطلب مختصر مہلت ہے خواہ غزوۂ بدر کے بعد یا بقیہ عمر تک۔

ولقد فتنا۔ آزمائش کبھی نعمت دے کر ہوتی ہے۔ جیسے قوم فرعون کی آزمائش ہوئی اور کبھی مصیبت دے کر آزمائش ہوا کرتی ہے اور اس آزمائش میں فرعون بھی شریک رہا۔ بلکہ بدرجہ اولیٰ حضرت موسےٰ کو کریم فرمایا گیا۔ حق تعالیٰ کے لحاظ سے بمعنی عزت و وجاہت ہے اور مومنین کے اعتبار سے بمعنی شفیق و مہربان یا دونوں لحاظ سے بمعنی مکرم و مشرف ہے۔ کیونکہ شرف نسبی ان کو حاصل تھا اور بمعنی خصلت محمودہ بھی ہو سکتا ہے۔

ان ادوا۔ مفسرؒ نے ان مصدریہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور "ادوا" بمعنی طاعت و قبول دعوت ہے بشرطیکہ ان مصدریہ کا امر پر داخل ہونا جائز ہو۔ ورنہ تفسیریہ ہوگا۔ یعنی اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کرو۔ گویا ان کی آزادی کا مطالبہ تھا۔ کیونکہ فرعون نے ان کو غلام اور بیگار بنا رکھا تھا۔ اس صورت میں "عباد اللہ" سے مراد بنی اسرائیل ہوں گے۔ اور پہلی صورت میں عام مراد ہوں گے۔ اور منادی مضاف ماننا ہوگا۔

ترجمون۔ یائے زائد کے ساتھ جو رسم الخط میں لکھی نہیں جاتی۔ البتہ بلحاظ تلفظ بحالت وصل حذف اثبات دونوں جائز ہیں اور بحالت وقف صرف حذف ہے۔

فاسر۔ نافعؒ، ابن کثیرؒ کے نزدیک ہمزہ وصل کے ساتھ "سری" سے ہے۔ اسراء اور سری دونوں لازم ہیں۔ با کے ذریعہ متعدی ہوتے ہیں۔

واترک البحر۔ یعنی پار ہو جانے کے بعد دوبارہ دریا کے عصا نہ ماریئے۔ تاکہ پانی مل نہ جائے۔ بلکہ دریا کو بدستور رہنے دیجئے۔

رھوا۔ نہایت کشادہ، مبالغہ کے لیئے کہا گیا۔ اس کے دو معنی ہیں ساکن اور کشادہ۔ مفسرؒ نے دونوں کی طرف اشارہ کر دیا۔ اور یہ کہ یہ اسم فاعل ہے۔ تاکہ اس کو دریا کا وصف قرار دیا جا سکے۔ جو مقتضی حالیہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ربط آیات

جس طرح پچھلی سورت رسالت و توحید کے مضمون سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوئی تھی۔ اسی طرح سورۂ دخان کی ابتداء انتہا بھی اسی مضمون سے ہے۔ درمیان منکرین کے لیئے عذاب کی وعید ہے اور سابقہ تباہ شدہ اقوام کی حالت بطور نظیر کے پیش فرمائی گئی ہے۔

پھر آیت ان ھؤلاء لیقولون سے منکرین قیامت کے خیالات نقل کر کے بعض قوموں کی ہلاکت سے دھمکایا گیا۔ اور قیامت کی صحت و وقوع و حکمت پر کلام فرمایا اور اس ذیل کے واقعات ذکر فرمائے گئے ہیں۔

روایات

یوم تاتی السماء بدخان کے ذیل میں منقول ہے کہ فاقہ اور بھوک زیادہ بڑھی تو ابوسفیانؓ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔ یا محمد جئت تامر بصلة الرحم وان قومك قد هلكوا فادع الله ان يكشف عنهم۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ اس پر ایک ہفتہ مسلسل بارش ہوئی۔ جب وہ تکلیف کی حد تک پہنچ گئی تو ابوسفیانؓ نے پھر دوبارہ حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ دعا کرنے پر بارش رُک گئی۔

فما بكت عليهم السماء۔ حضرت انسؓ سے مرفوع روایت ہے۔ ما من عبد الا وله في السماء بابان باب يدخل فيه عمله وكلامه وباب يخرج منه رزقه فاذا مات فقداه وبكيا عليه۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

حضرت علیؓ سے منقول ہے۔ ان المومن اذا مات بكى عليه مصلاه من الارض ومصعد عمله من السماء۔ شریح بن عبیدؒ حضرمی کا ارشاد ہے۔ ما مات مومن في غربة غابت عنه فيها بواكيه الا بكت عليه السماء والارض۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں۔ بكاء السماء حمرة اطرافها۔

سدیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام حسینؓ شہید ہوئے تو آسمان رویا یعنی حزین و غمگین ہوا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ آسمان زمین کے رونے سے مراد مخلوق کا رونا اور رنجیدہ ہونا ہے۔

تشریح

قرآن پاک اور حق تعالیٰ کی تعظیم تو ان آیات سے ظاہر ہے پیغمبر کی عظمت انا كنا مرسلين سے مفہوم ہو رہی ہے۔ اور مرسلین کے مفعول "رسولاً" کو حذف کرنے سے اور رحمة من ربك میں اسم ظاہر لانے سے اس تعظیم کی اور تاکید ہو گئی اور قرآن کی قسم کی تحقیق سورۂ زخرف میں گزر چکی ہے۔ البتہ یہ قسم محض تنزیل کے اعتبار سے ہے۔ ظرف یعنی لیلہ مبارکہ کی قید کے لحاظ سے نہیں۔ لیلہ مبارکہ کی تعیین اکثر حضرات نے شب قدر کے ساتھ کی ہے۔ چنانچہ سعید بن جبیرؒ کا ارشاد ہے کہ پورا قرآن آسمان دنیا پر شب قدر میں نازل ہو گیا۔ اور پھر تھوڑا تھوڑا آپ پر اترتا رہا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سال بھر کے حالات لوح محفوظ سے شب قدر میں نقل کر لیئے جاتے ہیں۔ البتہ قرآن کی دوسری صفت تنزیل ہے۔ یعنی تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال میں پورا ہوا۔ اور بعض نے شب برات مراد لی ہے۔ کیونکہ روایات

marfat.com
Marfat.com

میں سالانہ کارروائی کا اس رات میں فیصلہ ہونا آیا ہے۔

قرآن شبِ قدر میں نازل ہوا یا شبِ برات میں؟

لیکن خود قرآن میں چونکہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر آچکا ہے اور کسی روایت میں قرآن کا نازل ہونا شب برات میں نہیں آیا۔ اس لیئے دوسری تفسیر صحیح نہیں ہے اور شب برأت میں واقعات کے فیصلہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن بھی اس میں نازل ہوا ہو۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ دونوں راتوں میں فیصلے ہوتے ہوں۔ یا ان فیصلوں کی تجویز تو شب برأت میں ہو جاتی ہو۔ مگر اُن کی تنفیذ شب قدر میں ہوتی ہو۔ چنانچہ روح المعانی میں ابن عباسؓ کا ایک قول بلا سند کے بھی نقل کیا گیا ہے۔ اور احتمال کے لیئے کسی باقاعدہ ثبوت کی حاجت نہیں۔

بہرحال فرشتے مناسب کاموں پر مامور ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام کے شایانِ شان وحی اور قرآن کا لانا رکھا گیا اللہ چونکہ سارے عالم کے حالات سے باخبر ہے اور ان کی پکار سنتا ہے۔ اس لیئے سارا عالم جب گمراہی سے لبریز ہو گیا۔ تو رحمۃ للعالمین کی شکل میں رحمتِ کبریٰ کا مظاہرہ فرمایا۔

ان کنتم موقنین۔ یعنی تم میں اگر یقین رکھنے کی صلاحیت ہے تو سب سے پہلے یقین رکھنے کی چیز اللہ کی ربوبیت عام ہے جس کے آثار ذرہ ذرہ میں ہویدا ہیں۔ جس کے قبضہ میں مارنا جلانا، زندگی موت کی باگ ڈور ہے اور سب اس کے زیرِ فرمان ہیں۔ کیا اس کے سوا بھی کسی کی بندگی اور طاعت ہو سکتی ہے؟ ان واضح نشانات اور روشن دلائل کا تقاضہ تو یہ تھا۔ کہ یہ لوگ فوراً اس حقیقت کو مان لیتے۔ مگر حیرت ہے کہ وہ توحید وغیرہ جیسے بنیادی اور سچے عقائد کے متعلق بھی شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور دنیا میں اتنے غرق ہیں کہ کبھی انہیں آخرت کا دھیان بھی نہیں آتا۔

قحط کا عذاب

اس کے بعد "یوم تاتی السماء" سے منکرین کے لیئے وعید کا بیان ہے۔ روح المعانی کے مطابق قحط سالی دو مرتبہ ہوئی۔ ایک مکہ میں، دوسری مرتبہ مدینہ میں۔ جس کا حقیقی سبب تو آنحضرتؐ کی بددعا تھی اور ظاہری سبب یہ ہوا کہ مکہ میں غلہ یمامہ سے آیا کرتا تھا۔ مگر ثمامہ رئیس یمامہ کے مسلمان ہو جانے پر مشرکین نے ان کو ملامت کی۔ تو انہوں نے یمامہ سے غلہ آنا بند کر دیا۔ آسمان سے تو بارش بند ہوئی تھی اب زمین سے غلہ بھی بند ہو گیا اور مکہ والے دانہ دانہ کو محتاج ہو گئے اور بھوک کے مارے آنکھوں کے سامنے تیرے آنے لگے۔ ابوسفیانؓ نے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مجبور ہو کر آنحضرتؐ کو خط لکھا اور حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ آپؐ نے دعا بھی فرمائی اور یمامہ سے دس ہزار کا غلہ منگوا کر مفت غریبوں کو تقسیم کر دیا۔

ابن مسعودؓ بڑے زور سے یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ اس سے مراد قریشِ مکہ کو قحط سالی کی پیشگوئی ہے۔ جو مصری قحط کی طرح سات سال ان پر مسلط رہا۔ جس میں مُردار، چمڑے، ہڈیاں تک کھانے کی نوبت آگئی۔ اس صورت میں الناس

Marfat.com

سے مراد اہل مکہ ہوں گے۔

اس پر شبہ نہ کیا جائے کہ یہ دھواں تو بھوک میں خیالی ہوتا ہے۔ پھر اس کو مبین کیسے فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ وہ دھواں واقعی تھا خیالی نہیں تھا۔ کیونکہ سوکھے میں گرد و غبار اور بخارات فضا میں پھیل جاتے ہیں۔ اور روح میں بعض عرب سے نقل کیا ہے کہ "شر غالب" کو دہ دخان کہتے ہیں۔ کیونکہ موذی چیز دھوئیں کی طرح تکلیف دہ ہوا کرتی ہے اس لیے تشبیہا قحط مراد لینے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔

اور سماء سے مراد اوپر کی سمت ہے اور بخارات بلکہ بارش بھی اول اوپر ہوتی ہے پھر نیچے آتی ہے اس طرح بارش اور بخارات دونوں کا محل اول اوپر کی سمت ہوتی ہے۔

دھوئیں کا عذاب

اور اس واقعہ کے پیشین گوئی ہونے کا قرینہ "فارتقب" ہے۔ کیونکہ یہ آیات ان واقعات کے ہونے سے پہلے نازل ہوئیں یوم تاتی السماء بدخان کے واقعہ سے پہلے اور انا کاشفوا العذاب اس عذاب کے دور ہونے سے پہلے۔ اور بعض روایات میں جو آیت فارتقب کا دخان واقع ہونے کے بعد نازل ہونا آیا ہے تو ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ آیت تلاوت فرمائی ہوگی مگر نازل پہلے ہو چکی ہوگی۔ راوی یہ سمجھے کہ اب تلاوت کے وقت نازل ہوئی ہے۔ یا کہا جائے۔ کہ "فانزل اللہ" کے معنی یہ ہیں۔ کہ "فظہر ما انزل اللہ" اور چونکہ یہ دھوئیں کا عذاب ہجرت کے بعد دور ہوا۔ اس لیے "انا کاشفوا العذاب" کا مدنی ہونا بقول بیضاوی صحیح ہے۔ اور فی نفسہ مکی ہونا بھی باعث اشکال نہیں۔ کیونکہ یہ بھی پیشگوئی ہے۔ جیسا کہ بعض نے کہا ہے خواہ کتنے ہی پہلے ہو۔ البتہ در منثور کی اس روایت سے کہ "انا کاشفوا العذاب" دخان دور ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی مدنیت راجح معلوم ہوتی ہے۔

ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں کہ دخان سے مراد قیامت کے قریب ایک عالمگیر دھواں اٹھے گا۔ نیک آدمی کے لیے تو زکام کی سی کیفیت ہوگی۔ مگر کافر و منافق کے دماغ میں گھس کر برا حال بنا دے گا۔ ممکن ہے اس تقدیر پر یہ دھواں آسمانوں کے اسی مادہ سے ہوگا۔ جس کا ذکر آیت ثم استوی الی السماء وھی دخان میں آیا ہے۔ گویا آسمان دھوئیں کی صورت میں تحلیل ہو کر پہلی حالت کی طرف لوٹنے لگیں گے اور یہ اس کی ابتدا ہوگی۔

سزا کے وقت توبہ بے فائدہ ہے۔

انی لھم التناوش۔ یعنی ہر چند کہ یہ لوگ توبہ تلا کر رہے ہیں کہ اب اس آفت سے نجات دے دیجئے۔ ہماری توبہ کہ پھر شرارت نہ کریں گے۔ پکے مسلمان بن کر رہیں گے۔ لیکن عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد یہ سارا رونا دھونا ہے۔ اب سمجھنے اور نصیحت سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ کہاں رہا۔ پیغمبروں کی کھلی نشانیوں اور واضح ہدایتوں کے وقت تو مانے نہیں۔ اس وقت تو کہہ رہے تھے کہ یہ بادلا ہے۔ کبھی کہتے کہ کسی سے پڑھ پڑھا کر آیا ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ لیکن ابن مسعودؓ کی تفسیر پر دھوئیں کے دفعیہ کے لیے دعا کی درخواست مراد ہے۔ اس صورت میں بھی حاصل آیات یہ ہوگا۔ کہ یہ لوگ ان باتوں سے کہاں ماننے والے ہیں؟ آفتاب سے روشن آپ کی نبوت کو

Marfat.com

نہیں مانا۔ ایسے ضدی اور عنادی لوگوں سے سمجھنے کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب بھی ہٹا لیں۔ پھر وہی حرکتیں کرنے لگیں گے یا بقول ابن مسعودؓ ہم کچھ عرصہ کے لیے عذاب ہٹائے لیتے ہیں۔ مگر وہی کریں گے جو کرتے آئے ہیں۔

یوم نبطش۔ بقول ابن عباسؓ قیامت کی پکڑ دھکڑ مراد ہے اور بقول ابن مسعودؓ غزوۂ بدر میں جو ان کی درگت بنی ہے وہ مراد ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا نعرۂ آزادی

ان لا تعلوا۔ یعنی اللہ کے بندوں کو اے فرعونیو! اپنا بندہ نہ بناؤ۔ بلکہ ان کو غلامی سے آزادی دے کر میرے حوالہ کر دو۔ حضرت موسیٰؑ نے عصا، اور ید بیضا کے کھلے نشانات دکھلائے۔ مگر طاقت کے نشہ میں جو لوگ ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں وہ حجت سے کہاں سمجھتے ہیں۔ وہ تو بس طاقت ہی کی زبان سمجھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ادھر لوگوں نے موسےٰ علیہ السلام کو بہت ڈرایا دھمکایا۔ مگر اہل حق طاقت کے آگے کہاں جھکتے ہیں۔ فرمایا اللہ کی پناہ مجھے حاصل ہے۔ اس کی طاقت وحفاظت پر مجھے بھروسہ ہے۔ تاہم اگر تم میری بات نہیں مانتے تو کم از کم ستانے سے تو باز آؤ۔ اپنے جُرم کو خواہ مخواہ سنگین کیوں بنا رہے ہو۔ مجھے اپنی قوم کو لے جانے دو، میری راہ نہ روکو۔ آخر کار پھر اللہ سے دُعا کی۔ کہ یہ باز آنے والے معلوم نہیں ہوتے۔ میرے ان کے درمیان بس فیصلہ فرما دیجئے۔ وہاں کیا دیر تھی حکم ہوا کہ چپکے سے راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چلے جاؤ۔ لیکن یاد رکھنا صبح تمہاری تلاش میں پیچھا کیا جائے گا۔ سمندر سے پایاب ہونے کی صورت یہ کہ دریا پر عصا مار دینا۔ اس طرح پانی اِدھر اُدھر ہٹ کر تمہیں گزرنے کے لیے خشکی کا راستہ دے دے گا اور جب تم بخیریت پار ہو جاؤ تو دریا کو یوں ہی رہنے دینا، دوبارہ عصا مت مارنا۔ اس کی فکر نہ کرنا کہ راستہ باقی نہ رہے۔ بلکہ پانی کو بدستور رہنے دینا تاکہ فرعون اور اس کی قوم کی ڈوبنے کی تدبیر کامیاب ہو جائے۔ وہی ہوا کہ دشمن کا سارا لشکر ڈوب کر قصہ پاک ہو گیا۔

کذلک واورثناھا۔ اس سے متعلق کچھ ضروری تفصیل سورۂ اعراف و سورۂ شعراء میں گزر چکی ہے۔ تاہم حضرت حسنؒ کی رائے ہے بنی اسرائیل دوبارہ پھر مصر واپس آکر آباد ہوئے جیسا کہ ظاہر آیت سے مفہوم ہو رہا ہے لیکن حضرت قتادہؒ اس واپسی کے منکر ہیں۔ جیسا کہ مشہور تاریخوں سے ثابت ہے۔ پہلی صورت میں تو وارث بنانے کے معنی ظاہر ہیں۔ لیکن دوسری صورت میں قدرتِ تصرف کے معنی ہوں گے جو واپسی پر موقوف نہیں۔ یا یہ مطلب ہے۔ کہ فرعونیوں جیسا سامان و قوت بنی اسرائیل کو بھی مل گئی

زمین وآسمان کا رونا

فما بکت۔ بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ مومن کے مرنے پر چالیس روز تک زمین روتی ہے کہ افسوس یہ سعادت ہم سے چھن گئی۔ کافر کے پاس ایمان اور نیک عمل نہیں۔ پھر اس پر زمین وآسمان کیوں روئیں۔ بلکہ شاید خوش ہوتے ہوں گے کہ چلو اچھا ہوا پاپ کٹا۔

Marfat.com

آیت میں جب رونے کے حقیقی معنی ہو سکتے ہیں اور ان کے لینے میں کوئی مانع بھی نہیں کیونکہ بقدر ضرورت ہر چیز میں ادراک و شعور وان من شیء الا یسبح بحمدہ نص سے ثابت ہے۔ بلکہ مذکورہ بالا روایات سے حقیقی معنی کی تصریح اور ترجیح ثابت ہو رہی ہے۔ پس اب رونے کے مجازی معنی لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ بطور استعارہ تمثیلیہ کسی کی عظمت و شدت موت کو اس شخص کی موت سے تشبیہ دیتی ہے۔ جس پر آسمان زمین کا رونا فرض کیا جائے۔ اس طرح نہ رونے کے مجازی معنی بھی نہیں لیے جائیں گے۔ کہ مثلاً اس کا وجود قابل لحاظ نہیں۔ بلکہ بے کار محض ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب معنی حقیقی رونے نہ رونے دونوں کے بن سکتے ہیں۔ پھر مجاز اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

لطائف سلوک

الی عذت بربی و ربکم الخ میں حق تعالیٰ کی طرف رجوع و التجا کرنا اور مدعیان تصرف کی طرح اپنی قوت کا دعوے نہ کرنا اظہار عبدیت کے لیے ہے۔

وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون میں جس شخص کی اصلاح کی امید نہ ہو اس سے قطع تعلق کر لینے پر دلالت ہو رہی ہے۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝ مِنْ فِرْعَوْنَ
قِيلَ بَدَلٌ مِنَ الْعَذَابِ بِتَقْدِيرِ مُضَافٍ اَیْ عَذَابِ وَقِيلَ حَالٌ مِنَ الْعَذَابِ اِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِنَ
الْمُسْرِفِينَ ۝ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ اَیْ بَنِيٓ اِسْرَآئِيلَ عَلٰى عِلْمٍ مِنَّا بِحَالِهِمْ عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝ اَیْ عَالِمِي
زَمَانِهِمْ اَیِ الْعُقَلَاءِ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيهِ بَلٰٓؤٌا مُبِينٌ ۝ نِعْمَةٌ ظَاهِرَةٌ مِنْ فَلْقِ الْبَحْرِ
وَالْمَنِّ وَالسَّلْوٰى وَغَيْرِهَا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ اَیْ كُفَّارُ مَكَّةَ لَيَقُولُونَ ۝ اِنْ هِيَ مَا الْمَوْتَةُ الَّتِي بَعْدَهَا الْحَيٰوةُ
اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُولٰى اَیْ وَهُمْ نُطَفٌ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ۝ بِمَبْعُوثِينَ اَحْيَاءً بَعْدَ الثَّانِيَةِ فَاْتُوا
بِاٰبَآئِنَآ اَحْيَاءً اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ۝ اِنَّا نُبْعَثُ بَعْدَ مَوْتَتِنَا اَیْ نُحْيَا قَالَ تَعَالٰى اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ هُوَ
نَبِيٌّ اَوْ رَجُلٌ صَالِحٌ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ اُمَمٌ اَهْلَكْنٰهُمْ لِكُفْرِهِمْ وَالْمَعْنٰى لَيْسُوا اَقْوٰى مِنْهُمْ
فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِينَ ۝ بِخَلْقِ ذٰلِكَ
حَالٌ مَا خَلَقْنٰهُمَآ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ اَیْ مُحِقِّينَ فِي ذٰلِكَ لِيَسْتَدِلَّ بِهِ عَلٰى قُدْرَتِنَا وَوَحْدَانِيَّتِنَا وَلٰكِنَّ
وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ اَیْ كُفَّارُ مَكَّةَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُفْصَلُ اللّٰهُ

Marfat.com

فِيْهِ بَيْنَ الْعِبَادِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لِلْعَذَابِ الدَّائِمِ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى بِقَرَابَةٍ
اَوْ صَدَاقَةٍ اَيْ لَا يَدْفَعُ عَنْهُ شَيْئًا مِنَ الْعَذَابِ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ يُمْنَعُوْنَ مِنْهُ وَيَوْمَ
بَدَلٌ مِنْ يَوْمِ الْفَصْلِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ فَاِنَّهٗ يَشْفَعُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ بِاِذْنِ اللّٰهِ
اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَالِبُ فِيْ انْتِقَامِهٖ مِنَ الْكُفَّارِ الرَّحِيْمُ ۝ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ هِيَ مِنْ
اَخْبَثِ الشَّجَرِ الْمُرِّ بِتِهَامَةَ يُنْبِتُهَا اللّٰهُ فِي الْجَحِيْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ اَيْ اَبِيْ جَهْلٍ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِي
الْاِثْمِ الْكَثِيْرِ كَالْمُهْلِ ۚ اَيْ كَدُرْدِيِّ الزَّيْتِ الْاَسْوَدِ خَبَرُ ثَانٍ يَّغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ بِالْفَوْقَانِيَّةِ خَبَرٌ
ثَالِثٌ وَبِالتَّحْتَانِيَّةِ حَالٌ مِنَ الْمُهْلِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ الْمَاءِ الشَّدِيْدِ الْحَرَارَةِ خُذُوْهُ يُقَالُ لِلزَّبَانِيَةِ
خُذُوا الْاَثِيْمَ فَاعْتِلُوْهُ بِكَسْرِ التَّاءِ وَضَمِّهَا جُرُّوْهُ بِغِلْظَةٍ وَشِدَّةٍ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ وَسْطِ
النَّارِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ اَيْ مِنَ الْحَمِيْمِ الَّذِيْ لَا يُفَارِقُهُ الْعَذَابُ فَهُوَ
اَبْلَغُ مِمَّا فِيْ اٰيَةٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ وَيُقَالُ لَهٗ ذُقْ اَيِ الْعَذَابَ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ
الْكَرِيْمُ ۝ بِزَعْمِكَ وَقَوْلِكَ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا اَعَزُّ وَاَكْرَمُ مِنِّيْ وَيُقَالُ لَهُمْ اِنَّ هٰذَا الَّذِيْ تَرَوْنَ مِنَ
الْعَذَابِ مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۝ فِيْهِ تَشُكُّوْنَ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ مَّجْلِسٍ اَمِيْنٍ ۝ يُؤْمَنُ فِيْهِ
الْخَوْفُ فِيْ جَنّٰتٍ بَسَاتِيْنَ وَعُيُوْنٍ ۝ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ اَيْ مَا رَقَّ مِنَ الدِّيْبَاجِ
وَمَا غَلُظَ مِنْهُ مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ حَالٌ اَيْ لَا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى قَفَا بَعْضٍ لِدَوَرَانِ الْاُسِرَّةِ بِهِمْ كَذٰلِكَ تَفْ
يُقَدَّرُ قَبْلَهٗ الْاَمْرُ وَزَوَّجْنٰهُمْ مِنَ التَّزْوِيْجِ اَوْ قَرَنَّاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ بِنِسَاءٍ بِيْضٍ وَاسِعَاتِ الْاَعْيُنِ
حِسَانِهَا يَدْعُوْنَ يَطْلُبُوْنَ الْخَدَمَ فِيْهَا اَيِ الْجَنَّةِ اَنْ يَّاْتُوْا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ مِّنْهَا اٰمِنِيْنَ ۝ مِنِ
انْقِطَاعِهَا وَمُضَرَّتِهَا وَمِنْ كُلِّ مَخُوْفٍ حَالٌ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى اَيِ الَّتِيْ فِي
الدُّنْيَا بَعْدَ حَيٰوتِهِمْ فِيْهَا قَالَ بَعْضُهُمْ اِلَّا بِمَعْنٰى بَعْدَ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ فَضْلًا مَّصْدَرٌ

ع ۲ ۱۳ ۱۵ مع ۳ عند الشافعیہ ۱۲

Marfat.com

بِمَعْنٰى تَفَضُّلًا مَنْصُوْبٌ بِتَفَضُّلٍ مُقَدَّرًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ
سَهَّلْنَا الْقُرْاٰنَ بِلِسَانِكَ بِلُغَتِكَ لِتُفَهِّمَهُ الْعَرَبَ مِنْكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ يَتَّعِظُوْنَ فَيُؤْمِنُوْنَ
لٰكِنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ فَارْتَقِبْ اِنْتَظِرْ اِهْلَاكَهُمْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝ هَلَاكَكَ وَهٰذَا قَبْلَ
نُزُوْلِ الْاَمْرِ بِجِهَادِهِمْ ع ۳ ۱۶

ترجمہ اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب (لڑکوں کے قتل اور لڑکیوں سے خدمت لینے) یعنی فرعون سے نجات دے دی (بعض نے من فرعون کو مضاف مقدر مان کر من العذاب سے بدل مانا ہے اور بعض نے حال کہا ہے) واقعی وہ بڑا سخت سرکش، حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا۔ اور ہم نے (بنی اسرائیل کو) برتری بخشی (ان کے حالات سے) اپنی واقفیت کی بناء پر دنیا جہان والوں پر (یعنی اپنے زمانہ کے دانشوروں پر) اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں کھلم کھلا انعام تھا (یعنی دریائے نیل کا پھٹ جانا من وسلویٰ کا اترنا، اسی طرح کی اور کھلی نعمتیں) یہ لوگ (کفار مکہ) کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی (یعنی دوبارہ موت کے بعد پھر زندہ ہونا نہیں ہے) پہلی دفعہ کی موت تھی (یعنی وجود سے پہلے نطفہ کی حالت تھی) اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے (دوسری موت کے بعد پھر زندہ ہو کر نہیں اٹھیں گے) سو ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کر کے) لاموجود کرو اگر تم سچے ہو (اس بارہ میں کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے زندہ کئے جائیں گے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے) یہ لوگ زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا تبع (پیغمبر یا ولی) کی قوم اور جو (قومیں) ان سے پہلے ہو گزری ہیں ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا (ان کے کفر کی وجہ سے۔ حاصل یہ ہے کہ اہل مکہ پہلے لوگوں سے زیادہ مضبوط نہیں۔ پھر بھی وہ ہلاک ہو گئے) واقعۃً یہ لوگ مجرم تھے اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے فضول پیدا نہیں کیا (لاعبین حال ہے) اور ہم نے آسمانوں اور زمین (اور ان کے درمیان کی چیزوں) کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے (اس حقیقت کے پیش نظر کہ ان سے ہماری قدرت و وحدانیت وغیرہ پر استدلال کیا جا سکے) لیکن (مکہ کے کافروں میں) اکثر سمجھتے نہیں۔ بلاشبہ فیصلہ کا دن (قیامت کا روز جس میں اللہ بندوں کا فیصلہ فرمائے گا) ان سب (کے دائمی عذاب) کا مقررہ وقت ہے جس دن کوئی تعلق والا کسی تعلق والے کے (تعلق یا دوستی کی وجہ سے۔ یعنی کوئی مدافعت نہیں کر سکے گا) ذرا بھی کام نہیں آئے گا (عذاب سے بچاؤ کے لیے) اور نہ ان کی کچھ حمایت کی جائے گی (مدد ہوگی، یوم بدل ہے یوم الفصل کا) ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرمائے (مومنین اللہ کی اجازت سے ایک دوسرے کی سفارش کریں گے) یقیناً وہ زبردست ہے (کفار سے انتقام لینے میں غالب) مہربان ہے (مؤمنین کے لیے) بلاشبہ زقوم کا درخت (جو بدترین کڑوا درخت تہامہ میں ہوتا ہے۔ دوزخ میں اللہ پیدا فرمائے گا) بڑے مجرم کا کھانا ہوگا (ابوجہل اور اس کے یار دوستوں کے لیے

Marfat.com

(جو بڑے پانی تھے) جو تیل کی تلچھن جیسا ہوگا (سیاہ تیل کی گاد کی طرح، یہ خبر ثانی ہے) وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا (تغلی خبر ثالث ہے اور یغلی حال ہے من المہل سے) جیسے گرم پانی (انتہائی تیز) کھولتا ہے، اس کو پکڑو (دوزخ کے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان مجرموں کو گرفتار کرلو) پھر ان کو گھسیٹتے ہوئے (کھڑتا اور ضمہ کے ساتھ۔ نہایت سختی سے کھینچنا) دوزخ کے بیچوں بیچ (درمیان) تک لے جاؤ۔ پھر اس کے سر پر کھولتا ہوا تکلیف دہ پانی انڈیل دو۔ (یہ یعنی ایسا گرم پانی جو تکلیف دہ ہو۔ یہ الفاظ دوسری آیت یصب من فوق رؤسہم الحمیم سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں، اور اس سے کہہ دیا جائے گا) لے (عذاب) چکھ تو بڑا معزز مکرم ہے (اپنے خیال میں اور تیرا کہنا تھا کہ مکہ میں تجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے اور دوزخیوں سے کہا جائے گا۔ کہ) یہ (عذاب جو تم دیکھ رہے ہو) وہی چیز ہے جس میں تم شک (شبہ) کیا کرتے تھے۔ یقیناً اللہ سے ڈرنے والے ایسی جگہ ہوں گے جہاں امن ہو گا (خوف نہیں ہوگا) یعنی باغات اور نہریں ہوں گی، وہ باریک اور دبیز لباس پہنیں گے (ریشم کا باریک اور دبیز لباس) آمنے سامنے بیٹھے ہوئے (یہ حال ہے مطلب اسپرنگ دار کرسیوں کی وجہ سے آپس میں منہ پھیرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی) یہ بات اسی طرح ہے (کذلک سے پہلے الامر مقدر ہے) اور ہم ان کی شادی کردیں گے (یہ لفظ تزویج سے ہے یا یہ معنی ہے کہ ہم ان کو باہم جوڑے ملادیں گے) گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے (گورے رنگ کی بڑی آنکھوں والی حسین عورتوں سے) منگواتے ہوں گے (خدمتگاروں سے فرمائش کرتے ہوں گے) وہاں (جنت میں) ہر قسم کے پھل پھلاری اطمینان کے ساتھ (نہ ان کے ختم ہوجانے کا کھٹکا ہوگا اور نہ نقصان کا اندیشہ اور نہ کسی اور طرح کا ڈر۔ یہ حال ہے) وہاں اس موت کے سوا جو دنیا میں آچکی تھی اور موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے (یعنی دنیاوی زندگانی میں جو موت پیش آچکی ہے اور بعض نے الا بمعنی بعد کہا ہے) اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا یہ سب کچھ مہربانی (فضل مصدر بمعنی تفضل منصوب ہے تفضل مقدر کی وجہ سے) آپ کے پروردگار کی ہے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ سو اس قرآن کو ہم نے آسان (سہل) کردیا ہے آپ کی زبان میں (عربی لغت میں تاکہ عرب آپ کی بات سمجھ سکیں) اس امید پر کہ یہ نصیحت قبول کریں (راہ راست پر آکر ایمان لے آئیں لیکن یہ ایمان نہیں لا رہے ہیں) تو آپ منتظر رہیئے (ان کی تباہی کا انتظار کیجئے) یہ لوگ بھی منتظر ہیں (آپ کی وفات کے۔ یہ حکم جہاد کے حکم آنے سے پہلے کا ہے)

تحقیق و ترکیب

علی العالمین۔ عالمین سے مراد ساری دنیا یا قیامت تک کا زمانہ نہیں ہے کہ پھر آنحضرتؐ اور آپ کی امت کی افضلیت کے متعلق شبہ ہو۔ بلکہ خاص ان کا دور مراد ہے۔ مفسرؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

بلاء مبین۔ بلاء آزمائش کو کہتے ہیں نعمت و نقمت پر بھی مجازاً بول دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں ذرائع آزمائش ہیں۔ رہا یہ شبہ کہ تفسیری عبارت میں جن چیزوں کا ذکر ہے وہ تو خود انعامات ہیں۔ پھر آیت میں "مافیہ" کیوں فرمایا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہاں لہم فیہا دار الخلد کی طرح فی تجریدی کے لیے ہے۔

Marfat.com

ان ھٰؤلاء۔ مشرکین مکہ کے لیئے اسم اشارہ قریب تحقیر کے لیئے ہے۔

ان ھی الا موتتنا الاولیٰ۔ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے۔ اس لحاظ سے عبارت اس طرح ہونی چاہیئے تھی۔ ان ھی الاحیاتنا الدنیا حالانکہ آیت اس طرح نہیں ہے، مفسر علام اس کی توجیہ فرما رہے ہیں کہ اس موت سے دنیاوی زندگانی کے بعد کی موت مراد نہیں ہے۔ بلکہ دنیا میں آنے سے پہلے کی حالت کو موت اولیٰ سے تعبیر کر رہے ہیں۔ یعنی ایسی موت کہ جس کے بعد زندگی ہو وہ ایک مرتبہ ہو چکی دوسری موت ایسی نہیں ہوگی کہ جس کے بعد زندگی مل سکے۔ حاصل وہی نکل آیا کہ دوبارہ زندگی کا انکار ہے۔ اور جس طرح عدم لاحق کو موت کہتے ہیں عدم سابق کو بھی موت کہہ سکتے ہیں۔ وقالوا ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین کیونکہ اماتت کے معنی اعدام کے ہیں۔ خواہ ابتداء ہو یا بعد میں جیسے تصغیر اور تکبیر الفاظ دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں شروع سے چھوٹی بڑی چیز ہو اور اس میں یہ دونوں تبدیلیاں ہو جائیں۔ یا پہلے ایک چیز چھوٹی تھی بعد میں بڑی ہو گئی۔ یا اس کا برعکس ہو۔ چنانچہ کہا گیا۔ سبحان من صغر البعوض وکبر الفیل۔

فاتوا بابائنا۔ یہ کفار کا کہنا اس تقدیر پر ہوگا کہ وہ آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو یہ سمجھ رہے تھے۔ کہ جب یہ عقیدہ رکھتے ہیں تو اس کا ثبوت عملاً پیش کریں۔ گویا ایک طرح مسلمانوں پر الزام دینا تھا۔

قوم تبع۔ یہ حمیری تھے جو حیرہ اور بنی سمرقند پر لشکر کشی کر کے اس کو برباد کر چکے تھے۔ خود مومن تھے لیکن ان کی قوم نالائق تھی۔ اس لیئے قرآن نے قوم کی مذمت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ادرک اکان تبع ذبیا ادغیر ذبی اور یہود کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حضورؐ سے نو سو سال پہلے ایمان لے آئے تھے۔ یہ تبع الاکبر ابو کریب کہلاتے ہیں۔ ان کا نام اسعد تھا۔ حضرات انصارؓ اپنی نسبت ان کی طرف کرتے تھے۔ بیت اللہ پر غلاف سب سے اوّل انہوں نے ہی ڈالا تھا۔ مدینہ پر بھی انہوں نے چڑھائی کی تھی مگر جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ آخری پیغمبر کی ہجرت گاہ ہوگی۔ تو واپس ہو گئے اور یہ شعر کہا ؎

شھدت علی احمد انہ رسول من اللہ باری النسم

فلو مد عمری الی عمرہ لکنت وزیرا لہ وابن عم

ابن عباسؓ تبع کو نبی مانتے ہیں اور کعبؓ کہتے ہیں یہ بادشاہ تھے۔ ان کی قوم میں کاہن اور اہل کتاب دونوں تھے۔ انہوں نے دونوں کو قربانی پیش کرنے کے لیئے کہا۔ چنانچہ اہل کتاب کی قربانی قبول ہو گئی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ تبع کو برا نہیں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ایک صالح شخص تھے۔

سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے کعبۃ اللہ پر غلاف انہوں نے ڈالا ہے۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی برائی نہیں فرمائی۔ قریش چونکہ ان کے قریب تھے اور ان کو بڑا سمجھتے تھے۔ اس لیئے ان کی عبرت کے لیئے قرآن نے یہ مثال تجویز کی۔ اہل یمن اس آیت پر فخر کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس میں ان کو قریش سے بہتر کہا ہے اور ان کو تبع اس لیے کہا کہ انہوں نے اپنے لشکر سمیت آفتاب طلوع ہونے کی سمت سفر کر کے مشرقی کنارہ کے قریب

Marfat.com

پہنچے یا بعد کے لوگوں نے بکثرت ان کا اتباع کیا۔

والذین من قبلھم۔ قوم تبع پر اس کا عطف ہے یا یہ مبتداء ہے اور ھم اھلکنٰھم۔ خبر ہے پہلی صورت میں اھلکنٰھم مستانفہ یا صلہ کی ضمیر سے حال ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ فعل مقدر کی وجہ سے حال ہے جس کی تفسیر اھلکنٰھم ہے۔ اس وقت اھلکنٰھم محل اعراب میں نہیں ہوگا۔

الا بالحق۔ یا ملابست کے لیئے۔ جار مجرور فاعل سے حال ہے اور مفسرؒ نے اس کو با سببیہ مانا ہے سببیۃ غائیۃ۔

یوم الفصل مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ اضافت بمعنی فی ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ اضافت بواسطہ لام ہے کیونکہ پہلی صورت میں ثانی اول کا ظرف ہونا چاہیئے جیسے مکر اللیل۔

لا یغنی۔ اس میں پہلا مولیٰ فاعلیۃ کی بناء مرفوع ہے اور دوسرا مولیٰ مجرور ہے عطف کی وجہ سے اور شیئا منصوب ہے ولا ہم ضمیر جمع مولیٰ ثانی کی طرف ہے جو معنیٰ جمع ہے اس سے کافر مراد ہے اور پہلے مولیٰ سے مومن مراد ہے۔ یعنی کوئی مومن کسی کافر کے کام نہیں آئے گا۔ واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا کی طرح یہ مضمون ہے۔ ولا ہم ینصرون، اس کی تاکید ہے کہ رشتہ داری اور دوستی دونوں کارگر نہیں ہونگی۔

مولیٰ۔ کے معنی آقا، غلام، چچازاد بھائی، مددگار، ستار، حلیف کے آئے ہیں۔

شجرۃ الزقوم۔ اس کا تیل نہایت مفید ہے۔ ریاح بارده، وجع المفاصل، بلغمی امراض، عرق النساء کے لیئے عجیب وغریب ہے۔ اس کی جڑ کو اہلیلج کابلی کہتے ہیں۔

المہل۔ تیل کے نیچے جو خراب تلچھٹ ہوتا ہے

خذوہ۔ تعبیری عبارت میں عطف کے لیئے اشارہ کردیا۔

فاعتلوہ۔ قاموس میں ہے عتلہ، یعتلہ، فانتعل۔ سختی سے گھسیٹنا۔

من عذاب الحمیم۔ اگرچہ عذاب پینے والی چیز نہیں کہ اس کو انڈیلا جائے مگر مبالغہ مقصود ہے۔

مقام امین۔ فعیل بمعنی مفعول مکان کی صفت بلحاظ مکین لائی گئی ہے۔

کذلک۔ ای الامر کذلک یہ جملہ معترضہ ہے۔

زوجناھم۔ جنت احکام کی جگہ نہیں۔ اس لیے تزویج شرعی مراد نہیں۔ بلکہ بمعنی قرین مراد ہے چنانچہ تزویج بمعنی عقد، با کے ذریعہ متعدی نہیں ہوتا۔ بلکہ بنفسہ متعدی ہوا کرتا ہے البتہ جو حضرات تزویج بمعنے عقد لیتے ہیں وہ با کو زائد کہتے ہیں یا بقول اخفشؒ لغت ازد شنوءۃ میں با کے ذریعہ بھی تعدیہ ہو سکتا ہے

بحور عین۔ حور، حوراء کی اور عین عیناء کی جمع ہے۔

الا الموتۃ الاولیٰ۔ جنت میں موت کا ذائقہ نہیں ہوگا۔ پھر یہ کیسے فرمادیا؟ اس لیئے بقول طبری کہا جائے گا کہ الا بمعنی بعد ہے۔ اس توجیہ سے اگرچہ اشکال صاف ہو جائے گا۔ لیکن الا بمعنی بعد آنا باعث تامل ہے۔ اس لیئے

Marfat.com

بعض نے توجیہ کی کہ الا استثناء منقطع کے لیئے ہے۔

فضلا۔ مفعول لہ بھی ہو سکتا ہے۔

فارتقب۔ اس کا اور مرتقبون کا مفعول محذوف ہے۔ اس ہدایت کے حکم جہاد سے پہلے ہونے کا مطلب نسخ اصطلاحی نہیں ہے۔ کیونکہ سابق حکم کو دوسرے حکم سے بدلنے کو نسخ کہا جاتا ہے۔

ربط آیات

منکرین کی وعید کی تاکید کے لیئے فرعون اور اس کی قوم کی تباہی کا ذکر ہے۔

آیت ان ھؤلاء سے منکرین قیامت کا انکار اور اس کا جرم اور مستحق عذاب ہونا اور بطور نظیر قوم تبع کا واقعہ اور قیامتؔ کے امکان وصحت اور وقوع اور قیامتؔ کی حکمت و ترجیح اور اجمالی واقعات کا تذکرہ ہے۔ پھر آیت سے واقعات قیامت کی قدرے تفصیل ہے۔

روایات

محمد بن اسحاقؒ وغیرہ نے تبع کی کتاب کا یہ اقتباس پیش کیا ہے۔ اما بعد فانی آمنت بیتزل علیك وانا علی دینك و سنتك وآمنت بربك ورب كل شئ وآمنت بكل ماجاء من ربك من شرائع الاسلام فان ادركت نبيهما ونعمت وان لم ادرك فاشفع لی ولاتنسنی يوم القيامة فانی من امتك الاولين وباينتك قبل مجيئك وانا على ملتك وملة ابيك ابراهيم عليه السلام پھر اس تحریر کے آخر میں لله الامر من قبل ومن بعد کی مہر ہے اور خط کے شروع میں الی محمد بن عبد الله نبی الله ورسوله خاتم النبيين ورسول رب العالمين صلى الله عليه وسلم ہے۔ والله اعلم بحقيقة الحال۔

تشریح

علیٰ علم کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ بنی اسرائیل کی کمزوریاں اور کوتاہیاں ہمیں معلوم تھیں۔ مگر ہم نے اپنی حکمت بالغہ کے پیش نظر اس دور کے اور بعد کے لوگوں پر ان کو ایک خاص برتری بھی بخشی۔ مثلاً یہی کہ اتنے انبیاءؑ اور بادشاہ کسی دوسری قوم کو میسر نہیں آسکے، من وسلویٰ کا اترنا، بادل کا سایہ فگن رہنا وغیرہ۔

ان ھؤلاء۔ یہاں سے پھر روئے سخن قریش کی طرف ہو گیا جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کو کسی طرح نہیں مانتے تھے اور کہتے تھے کہاں کا حشر، کیسا حساب؟ وہ پیغمبر اور مسلمانوں سے کہتے کہ اچھا ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو ذرا زندہ کر کے دکھا دو تب ہم جانیں ـــــ فرماتے ہیں بھلا یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور دوسری پچھلی قومیں، جب ہم نے ان مجرموں کو معاف نہیں کیا تو ان کی گستاخیاں کیسے برداشت کی جائیں گی۔ یہ بھی اپنے جرموں کی پاداش کو پہنچ کر رہیں گے۔

تبع کون تھے؟

یمن کے اس بادشاہ کی قلمرو سبا اور حضرموت علاقوں تک تھی۔ تبع بہت گزرے ہیں۔ یہ وہاں کے بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا۔ اللہ جانے یہاں کون سا تبع مراد

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ بہرحال اتنا ظاہر ہے کہ اس کی قوم صاحب قوت و جبروت تھی۔ ابن کثیر نے ہم سبا مراد لی ہے جن کا ذکر سورۂ سبا میں گزرا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ اس کا نام اسعد تھا اور وہ اسلام لے آیا تھا اور اپنی قوم جو بت پرست تھی اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے سرکشی کی۔ ان پر ایک آگ آئی جس نے ان کا کام تمام کر دیا۔ بعض مسلمان ہوئے بعض ذمی بنے اور بعض کی رائے میں یہ تبع اوّل تھا۔ جو قبل مسیح گزرا ہے۔ کثرتِ اتباع کی وجہ سے یہ لقب پڑا۔ اس کے بعد یمن کے بادشاہوں کا یہی لقب رہا ہے۔

قیامت کا ہونا عقلی ہے یا نقلی

وما خلقنا۔ یعنی اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشہ نہیں۔ بڑی حکمت سے بنایا گیا ہے۔ ایک دن اس کا نتیجہ نکل کر رہے گا اور وہی نتیجہ آخرت ہے۔ لیکن دنیا کے اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ یعنی ان بڑے بڑے کرتوں کو دیکھ کر بھی نہیں سمجھتے کہ جو اتنے بڑے جہان بنا سکتا ہے وہ دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔ یہ تو قیامت کے امکان و صحت پر استدلال عقلی ہوا۔

اسی طرح دلائل نقلیہ یہ بتلا رہے ہیں کہ یہ جہان ہمارے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تاکہ نعمتوں سے متمتع ہو کر طاعت و شکر بجالائیں۔ جن پر کامل ثمرات ملیں۔ ورنہ ناسپاسی اور نافرمانی کی صورت میں خسران کامل سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ ہوئی آخرت کی حکمت اور یہی حکمت مقتضی ہے آخرت کے بجان وجود کی۔ کیونکہ اگر مشیتِ الٰہی قیامت کے ہونے کے لئے ہوتی تو پھر وہی حکمت ہوتی اور اسی کو ترجیح ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کا وجود عقلی نہیں ہے پس مجازات کے واجب ہونے کا شبہ ساقط ہو گیا۔

ان یوم الفصل سے قیامت کے واقع ہونے کا پہلے اجمالی بیان ہے کہ سارے عالم کا حساب کتاب بیک وقت ہو جائے گا۔ اللہ کی رحمت ہی کام آئے گی۔ کوئی کسی کی دستگیری نہیں کر سکے گا۔

زقوم کی تحقیق

ان شجرۃ الزقوم۔ یہ قیامت کا تفصیلی بیان ہے۔ زقوم سینڈھ کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے کسی ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے اس کو سینڈھ کہتے ہیں۔ ورنہ دوزخ کے سینڈھ کی کیفیت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ جنت و جہنم کی چیزوں کے ناموں میں محض اشتراک ہے۔ ورنہ کیفیت اور حقیقت حال اللہ ہی کو معلوم ہے۔

آج کل عرب میں زقوم کا پھل برشومی کہلاتا ہے۔ جو کھایا جاتا ہے۔ سو اول تو ممکن ہے کہ یہ برشومی دوسری نوع کا پھل ہوتا ہو زقوم کے علاوہ۔ کیونکہ ہر زمانہ میں اصطلاحات بدلتی رہتی ہیں۔ اگر وہی نوع ہو تب بھی آیت میں چونکہ درخت کھانے کا ذکر فرمایا گیا ہے پھل کو نہیں فرمایا گیا۔ اس لئے آیت میں اشکال نہیں رہا۔ پھر زقوم کا کھلانا دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے ہو گا۔ جیسا کہ سورۂ واقعہ کی آیت ھذا نزلھم سے مفہوم ہوتا ہے اور اعتلوہ کی فا کے ظاہر سے بھی یہی سمجھ میں آ رہا ہے۔ لیکن اگر دوزخ میں داخل ہونے کے بعد بھی یہ کھلانا ہو۔ تو پھر فا کی رعایت کرتے ہوئے اس کا پہلے ہونا بلحاظ سواء الجحیم کے ہو گا۔ یعنی زقوم کھانے کے وقت دوزخ

marfat.com
Marfat.com

میں تو ہو ہو گا۔ مگر وسطِ دوزخ میں نہیں ہو گا۔ زقوم کھلا کر پھر وسطِ دوزخ میں پہنچا دیا جائے گا۔ جیسا کہ سورۂ صافات کی آیت ثم ان مرجعھم لالی الجحیم سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس لیے اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ زقوم کھلانے دوزخ سے باہر لے جانا ہو گا۔ پھر دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس کا کچھ بیان سورۂ مؤمن میں بھی ہو چکا ہے۔

انک انت العزیز الکریم۔ یعنی دنیا میں بڑا بنتا تھا اب کہاں گئی وہ بڑائی۔ پہلے یقین نہیں آتا تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا پڑے گا۔ یہی سمجھتا رہا کہ یوں ہی کھیلتے کودتے گزر جائے گی۔ آخر مٹی ہو کر مٹی میں مل جائیں گے۔ اب دیکھ لیا کہ وہ باتیں سچی نکلیں جو پیغمبروں نے بتلائی تھیں۔

ان المتقین۔ مضرت کے بعد منفعت کا بیان ہے کہ جنت ہر قسم کے دائمی عیش وعشرت کی جگہ ہو گی۔ وہاں کبھی موت نہیں آئے گی۔ نہ عیش فانی نہ عیش اٹھانے والی فانی، اس سے بڑھ کر اور کامیابی کیا کہ ہمیشہ کے لیے اللہ کی عنایات والطاف میں مگن رہیں گے۔

فانتظر۔ یعنی یہ تو منتظر ہیں کہ آپ پر کوئی اُفتاد پڑے۔ لیکن آپ دیکھتے جائیے کہ ان کا کیا حال بنتا ہے۔ آپ تبلیغ کے علاوہ فکرات میں نہ پڑیئے۔ اور نہ ان کی مخالفت پر رنجیدہ ہوجیئے۔ صبر کیجئے اور انہیں خدا کے حوالے کیجئے وہ خود سمجھ لے گا۔

لطائف سلوک

ولقد اخترناھم علی علم سے معلوم ہوا کہ جو اولیاء مرتبۂ مرادیت پر فائز ہوتے ہیں۔ اللہ ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ ان کو ان کے نفس کے حوالہ نہیں کرتا۔ وہ خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

ان شجرۃ الزقوم۔ روح المعانی میں بعض کا قول منقول ہے کہ دنیا کی حرص وطمع قیامت میں زقوم کی صورت میں متشکل ہو گی۔ مسئلہ تمثیل کی یہ بھی ایک فرع ہے۔

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ اِلَّا قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا الْاٰيَةَ وَهِيَ سَبْعٌ اَوْ سَبْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ حٰمٓ ○ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِهٖ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ الْقُرْاٰنِ مُبْتَدَاٌ مِّنَ اللّٰهِ خَبَرُهٗ الْعَزِيْزِ فِيْ مُلْكِهِ الْحَكِيْمِ ○ فِيْ صُنْعِهٖ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَيْ فِيْ خَلْقِهِمَا لَاٰيٰتٍ دَالَّةٍ عَلَى قُدْرَةِ اللّٰهِ وَوَحْدَانِيَّتِهٖ تَعَالٰى لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَفِيْ خَلْقِكُمْ اَيْ خَلْقِ كُلٍّ مِّنْكُمْ مِّنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ عَلَقَةٍ ثُمَّ مُضْغَةٍ اِلٰى اَنْ صَارَ اِنْسَانًا وَخَلْقِ مَا يَبُثُّ يُفَرِّقُ فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ هِيَ مَا يَدُبُّ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ النَّاسِ

Marfat.com

ةٍ غَيْرِهِمْ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ بِالْمَعْثِ وَفِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ذِهَابِهِمَا وَمَجِيْئِهِمَا وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
نَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ مَّطَرٍ لِاَنَّهٗ سَبَبُ الرِّزْقِ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ
لِتَقْلِيْبِهَا مَرَّةً جَنُوْبًا وَّمَرَّةً شَمَالًا وَّبَارِدَةً وَّحَارَّةً اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ فَيُؤْمِنُوْنَ تِلْكَ
لْاٰيٰتُ الْمَذْكُوْرَةُ اٰيٰتُ اللّٰهِ حُجَجُهُ الدَّالَّةُ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِهٖ نَتْلُوْهَا نَقُصُّهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ مُتَعَلِّقٌ
تَتْلُوْا فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ اَيْ حَدِيْثِهٖ وَهُوَ الْقُرْاٰنُ وَاٰيٰتِهٖ حُجَجِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَيْ كُفَّارُ مَكَّةَ اَيْ
يُؤْمِنُوْنَ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالتَّاءِ وَيْلٌ كَلِمَةُ عَذَابٍ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ كَذَّابٍ اَثِيْمٍ ۝ كَثِيْرِ الْاِثْمِ يَسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ
قُرْاٰنِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ عَلٰى كُفْرِهٖ مُسْتَكْبِرًا مُتَكَبِّرًا عَنِ الْاِيْمَانِ كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ
لِيْمٍ ۝ مُؤْلِمٍ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا اَيِ الْقُرْاٰنِ شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اَيْ مَهْزُوًّا بِهَا اُولٰٓئِكَ اَيِ الْاَفَّاكُوْنَ
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ذُوْ اِهَانَةٍ مِنْ وَّرَآئِهِمْ اَيْ اَمَامِهِمْ لِاَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا جَهَنَّمُ ۭ وَلَا يُغْنِيْ
عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا مِنَ الْمَالِ وَالْاَفْعَالِ شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَيِ الْاَصْنَامِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ
ذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ هٰذَا اَيِ الْقُرْاٰنُ هُدًى ۚ مِنَ الضَّلَالَةِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ
سٌّ مِّنْ رِّجْزٍ اَيْ عَذَابٍ اَلِيْمٌ ۝ مُوْجِعٌ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ السُّفُنُ فِيْهِ
اَمْرِهٖ بِاِذْنِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا تَطْلُبُوْا بِالتِّجَارَةِ مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
مِنْ شَمْسٍ وَّقَمَرٍ وَّنُجُوْمٍ وَّمَآءٍ وَّغَيْرِهٖ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّشَجَرٍ وَّنَبَاتٍ وَّاَنْهَارٍ وَّغَيْرِهٖ اَيْ
خَلَقَ ذٰلِكَ لِمَنَافِعِهِمْ جَمِيْعًا تَاْكِيْدٌ مِّنْهُ ۭ حَالٌ اَيْ سَخَّرَهَا كَائِنَةً مِّنْهُ تَعَالٰى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
قَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ فِيْهَا فَيُؤْمِنُوْنَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ يَخَافُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ
قَائِعَهٗ اَيْ اِغْفِرُوْا لِلْكُفَّارِ مَا وَقَعَ مِنْهُمْ مِنَ الْاَذٰى لَكُمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِجِهَادِهِمْ لِيَجْزِيَ
ي اللّٰهُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالنُّوْنِ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ مِنَ الْغَفْرِ لِلْكُفَّارِ اِذَا هُمْ مِّنْ عَمِلَ صَالِحًا

Marfat.com

فَلِنَفْسِهٖ ۚ عَمِلَ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ○ تَصِيْرُوْنَ فَيُجَازِي الْمُصْلِحَ
الْمُسِيْٓءَ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ التَّوْرٰىةَ وَالْحُكْمَ بِهٖ بَيْنَ النَّاسِ وَالنُّبُوَّةَ لِمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ
مِنْهُمْ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ الْحَلٰلَاتِ كَالْمَنِّ وَالسَّلْوٰى وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ ○ عَالِمِيْ زَمَانِهِمْ
الْعُقَلَآءِ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ اَمْرِ الدِّيْنِ مِنَ الْحَلٰلِ وَالْحَرَامِ وَبَعْثِهٖ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ
وَالسَّلَامِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا فِيْ بِعْثَتِهٖ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ۚ اَيْ لِبَغْيِ حَدَثَ بَيْنَهُمْ حَسَدًا
لَهٗ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ يَا مُحَمَّدُ عَلٰى شَرِيْعَةٍ
طَرِيْقَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ اَمْرِ الدِّيْنِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ فِيْ عِبَادَةِ غَيْرِ اللّٰهِ ۚ
اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا يَدْفَعُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَذَابِهٖ شَيْـًٔا ۚ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ الْكٰفِرِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ اَلْمُؤْمِنِيْنَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ مَعَالِمُ يَتَبَصَّرُوْنَ بِهَا
الْاَحْكَامِ وَالْحُدُوْدِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ بِالْبَعْثِ اَمْ بِمَعْنٰى هَمْزَةِ الْاِنْكَارِ حَسِبَ
الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا اكْتَسَبُوا السَّيِّاٰتِ الْكُفْرَ وَالْمَعَاصِيَ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَوَآءً خَبَرٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ مُبْتَدَأٌ وَّمَعْطُوْفٌ وَالْجُمْلَةُ بَدَلٌ مِّنَ الْكَافِ وَالضَّمِيْرَانِ لِلْكُفَّارِ لَفْ
اَلْمَعْنٰى اِحْسِبُوْا اَنْ نَّجْعَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ فِيْ خَيْرٍ كَالْمُؤْمِنِيْنَ اَيْ فِيْ رَغَدٍ مِّنَ الْعَيْشِ مُسَاوِلِعَيْشِهِمْ فِي
الدُّنْيَا حَيْثُ قَالُوْا لِلْمُؤْمِنِيْنَ لَئِنْ بُعِثْنَا لَنُعْطَى مِنَ الْخَيْرِ مِثْلَ مَا تُعْطَوْنَ قَالَ تَعَالٰى عَلٰى وَفْقِ اِنْكَارِ لَا
بِالْهَمْزَةِ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ اَيْ لَيْسَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ فَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ عَلٰى خِلَافِ عَيْشِهِمْ ع ۲ ۱۸
فِي الدُّنْيَا وَالْمُؤْمِنُوْنَ فِي الْاٰخِرَةِ فِي الثَّوَابِ بِعَمَلِهِمُ الصَّالِحَاتِ فِي الدُّنْيَا مِنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ
الصِّيَامِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَمَا مَصْدَرِيَّةٌ ۚ اَيْ بِئْسَ حُكْمًا حُكْمُهُمْ هٰذَا

ترجمہ سورۂ جاثیہ مکیہ ہے بجز آیت قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ کے اس میں کل آیات ۳۶ یا ۳۷ ہیں۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حٰمٓ (اس کی واقعی مراد اللہ کو معلوم ہے) یہ نازل کی ہوئی کتاب (قرآن مبتدا ہیں

Marfat.com

ہے) اللہ کی طرف سے (خبر ہے) جو (اپنے ملک میں) غالب (اپنی صنعت میں) حکمت والا ہے۔ آسمانوں اور زمین (کے بنانے) میں بہت سے دلائل ہیں (جو اللہ کی قدرت و وحدانیت پر رہنمائی کرنے والے ہیں) اہل ایمان کے لیے اور خود تمہارے پیدا کرنے میں (یعنی ہر انسان کو عام طور سے نطفہ پھر علقہ، پھر مضغہ بنا کر مکمل انسان بنا ڈالا) اور ان جانوروں کے پیدا کرنے میں (جن کو زمین میں پھیلا رکھا ہے) جو چلتے پھرتے ہیں (زمین پر خواہ وہ انسان ہوں یا اور مخلوق) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (قیامت کا) یقین رکھتے ہیں اور یکے بعد دیگرے دن رات کے اختلاف (جانے آنے) میں اور اس روزی میں (مراد بارش ہے کیونکہ وہ رزق پیدا ہونے کا سبب ہوتی ہے) جس کو اللہ نے آسمان سے اتارا ہے پھر اس سے زمین کو تر و تازہ کیا زمین سوکھنے کے بعد اور ہواؤں کے الٹ پھیر میں (کبھی جنوبی ہوا چلتی ہے کبھی شمالی، کبھی ٹھنڈی کبھی گرم) دلائل ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں (دلیل کو اور ایمان قبول کر لیتے ہیں) یہ (مذکورہ نشانیاں) اللہ کی آیتیں ہیں (اس کی وحدانیت پر رہنمائی کرنے والی حجتیں) جو ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں (بتلاتے ہیں) صحیح صحیح طریقہ پر (تلوا کے متعلق ہے) پھر کون سی بات پر اللہ کے بعد (یعنی اس کی بات قرآن کے بعد) اور اس کی آیتوں (حجتوں) کے بعد یہ لوگ ایمان لائیں گے (مراد کفار مکہ ہیں۔ یعنی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور ایک قراءت میں تؤمنون تا کے ساتھ ہے) بڑی خرابی ہوگی (ویل کلمہ عذاب ہے) ہر ایسے شخص کے لیے جو جھوٹا نافرمان ہو (بڑا گنہ گار) جو اللہ کی آیتیں (قرآن) سنتا ہے جب کہ وہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر بھی وہ (کفر پر) اڑا رہتا ہے تکبر (ایمان سے روگردانی) کرتے ہوئے اس طرح جیسے اس نے ان کو سنا ہی نہیں۔ سو ایسے شخص کو دردناک (تکلیف دہ) عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے اور جب وہ ہماری (قرآن کی) آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے (اس کو مذاق بنا لیتا ہے) ایسے (جھوٹے لپاٹیوں) کے لیے ذلت آمیز (آبرو ریز) عذاب ہے۔ ان کے آگے (یعنی سامنے کیوں کہ یہ لوگ دنیا میں تھے) دوزخ ہے اور نہ ان کے وہ چیزیں کام آئیں گی۔ جو (مال و اعمال) کمائے ذرا بھی اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کے سوا (بتوں کو) کارساز بنا رکھا تھا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہوگا۔ یہ (قرآن) سرتاسر (گمراہی سے) ہدایت ہے اور جو لوگ اس کی آیتوں کو نہیں مانتے۔ ان کے لیے سختی (عذاب) کا دردناک (تکلیف دہ) عذاب کا حصہ ہوگا، اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس کے حکم (اجازت) سے اس میں کشتیاں (جہاز) چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی (کاروبار کے ذریعہ) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو اور جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں (سورج، چاند، ستارے، پانی وغیرہ) اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں (چوپائے، درخت، گھاس، نہریں وغیرہ۔ حاصل یہ کہ یہ سب کچھ لوگوں کے فائدہ کی خاطر پیدا کیا۔) ان سب کو (تاکید ہے) اپنی طرف سے مسخر بنایا (حال ہے یعنی اللہ ہی کی طرف سے یہ سب چیزیں انسان کے لیے مسخر ہوئی ہیں) بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں (پھر ایمان لے آتے ہیں) آپ ایمان لانے والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگزریں جو یقین (خوف) نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے معاملات کا (واقعات کا یعنی کفار سے کچھ تمہیں تکالیف پہنچیں ان کو جانے دو۔ یہ جہاد سے پہلے کی بات ہے) تاکہ صلہ دے (اللہ۔ ایک قراءت میں نجزی نون کے ساتھ ہے) ایک قوم کو عمل کا (کفار کی اذیتوں پر چشم پوشی کرنے کا) جو شخص نیک کام کرتا ہے سو اپنے ذاتی نفع کے لیے (کرتا ہے) اور جو شخص بُرا کام کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے۔ پھر تمہیں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے (جہاں نیک و بد کو بدلہ ملے گا) اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (تورات) اور حکومت (لوگوں کے درمیان فیصلے) اور نبوت دی تھی (حضرت موسےٰ و ہارون بھی انہی میں ہوئے ہیں) اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں (حلال جیسے من وسلویٰ) کھانے کو دی تھیں اور ہم نے ان کو جہان والوں (اس دور کے دانشوروں) پر فوقیت بخشی دی تھی اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دی تھیں (حلال وحرام کے احکام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت) سو انہوں نے (آنحضرتؐ کی بعثت کے متعلق) علم آنے کے بعد ہی باہم اختلاف کیا آپس کی ضد (حسد) کی وجہ سے (حسد کے سبب جو اُن میں عناد بڑھا) آپ کا رب قیامت کے روز ان کے درمیان ان باتوں کے متعلق فیصلہ کردے گا جن میں باہم یہ اختلاف کیا کرتے تھے، پھر ہم نے (اے محمدؐ) آپ کو ایک خاص طریقہ پر دین کے کر دیا۔ سو آپ اسی پر چلتے رہیئے اور ان لوگوں کی خواہش پر دھیان نہ دیجئے جو جہلاء ہیں (غیر اللہ کی پرستش کے سلسلہ میں) یہ لوگ آپ کے کام نہ آئیں گے (بچاؤ نہیں کرسکیں گے) اللہ کے مقابلہ میں ذرا بھی اور ظالم (کافر) ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ متقیوں (مومنوں) کا دوست ہے یہ (قرآن) عام لوگوں کے لیے دانش مندیوں کا ذریعہ ہے (ایسے اصول کا مجموعہ ہے جن سے احکام وحدود میں بصیرت ملتی ہے) اور ہدایت ورحمت ہے یقین دلانے والوں کے لیے (قیامت پر) کیا (ہمزہ انکاری ہے) یہ خیال کرتے ہیں جو بُرے بُرے کام (کفر ومعاصی) کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا۔ ان سب کا مرنا جینا یکساں ہوجائے (سواء خبر ہے اور احیاء ہم مبتداء ہے اور مماتہم معطوف ہے اور یہ جملہ کاف سے بدل ہے اور محیاہم مماتہم دونوں ضمیریں کفار کی طرف راجع ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ کیا ان کا خیال یہ ہے کہ ہم ان شریروں کو آخرت میں مومنین کے برابر بھلائی میں یکساں کردیں گے یعنی دنیا میں جیسی عیش و عشرت کرتے تھے۔ یہاں بھی وہی حالت برقرار رہے گی۔ چنانچہ یہ لوگ مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے لیے قیامت ہوئی تو ہمیں بھی مسلمانوں کی طرح بھلائی نصیب ہوگی۔ حق تعالیٰ بذریعہ ہمزہ انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں) یہ بُرا فیصلہ کرتے ہیں (یعنی واقعہ اس طرح نہیں ہوگا۔ بلکہ کفار دنیاوی عیش وعشرت کے برخلاف آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوں گے اور مسلمانوں کو آخرت میں ان نیک اعمال کا ثواب ملے گا جو انہوں نے دنیا میں رہ کر نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ ادا کی تھی۔ اس میں ما مصدریہ ہے۔ یعنی ان کا یہ حکم لگانا غلط فیصلہ ہے)۔

تحقیق وترکیب

حٰمٓ۔ اگر یہ سورت کا نام ہو تو مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور تنزیل الکتاب خبر ہوگی۔ لیکن اگر حروف کی تعداد مراد ہے تو پھر تنزیل الکتاب مبتداء

Marfat.com

اور من اللہ خبر ہوگی۔

ان فی السمٰوات۔ ان تین آیات میں چھ دلائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ پہلی آیت کو لفظ مؤمنین پر دوسری کو یوقنون پر تیسری کو یعقلون پر ختم کیا گیا ہے۔ کیونکہ آسمان وزمین پر نظر کرنے سے صانع عالم پر ایمان پیدا ہوتا ہے اور خود اپنی ذات اور زمینی چیزوں پر نظر ڈالنے سے یقین پیدا ہوتا ہے، اور حوادث عالم پر نظر کرنے سے عقل میں کمال اور علم میں استحکام پیدا ہوتا ہے یا نفس کلام کے لیے مختلف الفاظ لائے گئے ہیں۔

لآیات للمؤمنین۔ تمام قراءؒ کے نزدیک حالت نصبی میں کسرہ ہے ان کا اسم ہونے کی وجہ سے لیکن آیات "لقوم یوقنون" اور آیات "لقوم یعقلون" دونوں میں قراءت سبعہ میں نصب اور رفع دونوں ہیں رفع تو مبتداء ہونے کی وجہ سے اور فی خلقکم خبر ہے اور جملہ کا عطف ان فی السمٰوات پر ہے۔ اگرچہ معطوف بغیر تاکید کے اور معطوف علیہ تاکید یہ ہے۔ دوسری صورت رفع کی یہ ہے کہ لفظ آیات کا اول آیات پر محلاً عطف کیا جائے بغیر ان کے۔ اسی طرح نصب کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ لفظ آیات کا پہلی آیات پر اسم ان کی حیثیت سے عطف کیا جائے۔ اور فی خلقکم کا خبر ان پر ہو۔ ای وان فی خلقکم وما یبث من دابۃ آیات۔

دوسری صورت یہ ہو کہ لفظ آیات کو صرف پہلی آیات کی تاکید مانا جائے اور فی خلقکم کا فی السمٰوات پر عطف کیا جائے۔ حرف جر کا اعادہ تاکید کے لیے ہو۔ علیٰ ہذا ما یبث من دابۃ میں بھی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں جن میں بہتر صورت یہ ہے کہ اس کو فی خلقکم مجرور پر عطف کیا جائے۔ تقدیر مضاف جیسا کہ مفسرؒ نے کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ضمیر مجرور اعادہ جار کے عطف کیا جائے۔ جیسا کہ بعض کے نزدیک جائز ہے۔

واختلاف اللیل۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے فی کے مقدر ہونے کی طرف۔ چنانچہ قراءۃ شاذہ میں فی موجود ہے۔ مفسرؒ نے جنوبی شمالی ہواؤں کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ پروا، پچھوا ہوائیں بھی ہوتی ہیں۔ اسی طرح چوطرفی ہوا ہوتی ہے۔

بعد اللہ۔ ای بعد آیات اللہ جیسا کہ اعجبنی زید وکرمہ میں اعجبنی کرم زید ہے۔

یؤمنون۔ ابو عمروؒ، حفصؒ، نافعؒ، ابن کثیرؒ کے نزدیک یا کے ساتھ ہے اور دوسرے قراء کے نزدیک تا کے ساتھ ہے۔

ویل۔ کلمہ عذاب ہے اور جہنم کی وادی کا نام بھی ہے۔

یسمع آیات اللہ۔ جملہ مستانفہ ہے اور اثیم کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے اور صفت بھی۔

تتلیٰ علیہ۔ آیات اللہ سے حال ہے۔

ثم یصر۔ یہاں تراخی رتبی مراد ہے۔ یعنی دلائل کے بعد پھر اصرار عقلاً بعید ہے اور مد کان لم یسمعہا، جملہ مستانفہ یا حال ہے کان مخففہ ہے ضمیر شان محذوف ہے۔

فبشرہ۔ بشارت کا تہکماً فرمایا ہے۔

Marfat.com

اتخذ ھا ھزوًا۔ ضمیر مؤنث آیاتنا کی طرف راجع ہے اور لفظ شئ کی طرف بھی مذکر ہونے کے باوجود راجع ہو سکتی ہے یعنی آیت لے کر ای اتخذ ذالک الشئ ھزوًا مگر اس تعبیر میں نکتہ یہ ہے کہ منکرین کا مذاق محض ایک آیت تک نہیں رہتا۔ بلکہ وہ سارے کلام کو نشانۂ ہدف ومذاق بنالیتے ہیں۔ جو خبثِ باطن کی دلیل ہے۔ قرآن کی زوری بلاغت کے جواب میں مخالفین نے ڈھونڈھ ڈھانڈ کر دو لفظ پکڑے اور کہا کہ قرآن میں لفظ ھزوًا اور کبار فصاحت سے گرے ہوئے ہیں۔ صحابہؓ اور مخالفین میں یہ بحث جاری تھی۔ کہ سامنے سے ایک پیر مرد آتا ہوا دکھائی دیا۔ سب مخالفین نے ایک زبان ہوکر کہا کہ ہمیں ان نووارد کا فیصلہ منظور ہوگا۔ چنانچہ مخالفین نے پہل کرتے ہوئے پیر مرد سے درخواست کی کہ آپ ہمارے ایک متنازعہ معاملہ میں فیصلہ کیجئے۔ یہ سنتے ہی پیر مرد کی زبان سے جو پہلا جملہ نکلا وہ یہ تھا۔ اتتخذ ونی ھزوًا وانا مشیخ کبار۔ مخالفین سن کر ہکا بکا رہ گئے۔ اب آگے بولیں تو کیا بولیں۔ مسلمان اس بے ساختہ تائید غیبی پر نہایت مسرور ومطمئن ہوئے اور مخالفین لاجواب و نامراد "جادو وہ ہوتا ہے جو سر چڑھ کر بولے"

من ورائھم۔ لفظ وراء اضداد میں سے ہے آگے اور پیچھے دونوں معنی میں آتا ہے۔ آخرت کو دونوں اعتبار سے وراء کہتے ہیں۔

ھٰذا ھدی۔ قرآن کی دونوں شانیں ہیں۔ مومنین کے لیے ہدایت اور کفار کے لیے گمراہی اور خسران کا باعث ہے۔ یضل بہ کثیرا ویھدے بہ کثیرا۔ شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظالمین الا خسارا۔

سخر لکم البحر۔ یعنی دنیا کی چیزیں بھی سمندر سے گزر جاتی ہیں اور ڈوبتی نہیں۔

یغفروا۔ مفسرؒ نے بمعنی اغفروا لیا ہے جواب امر حذف مفعول پر دلالت کر رہا ہے بمعنی غفران جیسے آیت اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا کی تقدیر اذن فی القتال تھی۔ لیکن الذین یقاتلون کے قرینہ سے فی القتال کو حذف کر دیا۔ مفسرؒ اس آیت کے منسوخ ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ضدی لوگوں سے تعرض نہ کرنا مراد ہو تو پھر منسوخ کہنے کی حاجت نہیں رہتی۔

من عمل صالحا۔ جملہ مستانفہ ہے پہلے اجمال کی تفصیل ہے۔

والحکم۔ حکمت، فقہ، فیصلہ سب معنی ہو سکتے ہیں۔

فضلنا ھم۔ فضیلت کلی مراد نہیں۔ بلکہ فضیلت جزئی ہے۔ اس لیے ان کے زمانہ کے ساتھ تخصیص کی حاجت نہیں رہتی۔

عالمین۔ کی تفسیر عقلاء کی بجائے ثقلین کے ساتھ زیادہ انسب ہے۔

من الامر۔ بعض نے دین اور بعض نے آنحضرتؐ کی بعثت مراد لی ہے۔ مگر مفسرؒ نے دونوں کو جمع کر دیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

جعلناك - کاف مفعول اول اور علی شریعۃ مفعول ثانی ہے۔ شریعت کے معنی گھاٹ، ملت اور مذہب کے آتے ہیں۔ دین الٰہی مراد ہے۔

ھٰذا بصائر - مبتداء خبر ہے اور خبر کو جمع لانا اس لیئے ہے کہ مبتدا متضمن آیات ہے۔

ام حسب الذین - ام بمعنی ہمزہ منقطعہ ہے اور منقطعہ میں کبھی بل اور ہمزہ دونوں مقدر ہوتے ہیں اور کبھی حرف بل مقدر ہوتا ہے اور کبھی صرف ہمزہ۔

سواء - رفع کی قراءت پر محیاہم و مماتہم کی خبر ہے۔ لیکن حمزہؒ، علیؓ، حفصؒ کی قراءت نصب کی ہے بمعنی مستویا کاف سے بدل کل یا بدل اشتمال ہے یا حال ہے اور اس کے بعد فاعلیت کی وجہ سے مرفوع ہے اور اور جعل کا مفعول ثانی "کالذی آمنوا" ہے۔ ای احسبوا ان نجعلھم مثلھم فی حال استواء محیاھم و مماتھم بل الامر کذلك۔ محیاہم و مماتہم کی ضمیریں کفار کی طرف راجع ہیں۔ لیکن اگر مومنین کی طرف راجع ہوں تو پھر جملہ ضمیر مفعول ثانی سے حال ہو جائے گا۔ ای احسبوا ان نجعل فی الآخرۃ فی خیر کالمومنین۔ حاصل یہ ہے کہ کفار نے دنیا میں تو مزے اڑائے ہیں۔ لیکن کیا یہ چاہتے ہیں کہ مومنین کی طرح آخرت میں بھی یہ مزے کریں۔ جیسا کہ یہ کہا کرتے تھے۔

ساء ما یحکمون۔ بقول ابن عطیہؒ ما مصدریہ ہے اور ساء افعال ذم میں سے ہے۔ ضمیر مبہم فاعل ہے تمیز محذوف ہے۔ جیسا کہ رضی کی رائے آیت بئس مثل القوم الذین میں تمیز محذوف ہونے کے متعلق ہے۔ ای بئس مثلہ مثل القوم یہاں مخصوص بالمذمت "ما یحکمون" بتاویل مصدر ہے۔ ای ساء حکمھم ھذا۔ لیکن فاضی ما موصوفہ مانتے ہیں۔ ای ساء شیئا حکموا بذلك۔ اول صورت میں ساء خبریہ ہے اور دوسری صورت میں انشائیہ ہوگا۔ لیکن فاعل مذکور ہونے کی صورت میں تمیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اگر تمیز مانی جائے۔ تو پھر فاعل کو مستتر ماننا پڑے گا۔ جو ما مصدریہ ہونے کے منافی ہے۔ اس لیئے مفسرؒ کی تقدیر عبارت اشکال سے خالی نہیں ہے۔

ربط آیات

پچھلی سورت کے آخر میں قرآن کریم کا ذکر تھا۔ اسی مضمون سے اس سورت کو شروع کیا جا رہا ہے۔ اس سورت میں توحید و نبوت و معاد تین مضامین تو اصل ہیں۔ باقی مضامین انہی کی مناسبت سے آگئے ہیں۔

شان نزول

یہ پوری سورت مکی ہے یا بقول ابن عباسؓ و قتادہؓ علاوہ آیت قل للذین اٰمنوا کے مکی ہے اور صرف یہ آیت مدنی ہے۔

فاروق اعظمؓ سے ایک مرتبہ عبد اللہ بن ابی اُلجھ پڑا۔ غزوہ بنی المصطلق کے موقعہ پر مریسیع کے کنویں پر ابن اُبی نے اپنے غلام کو پانی لینے بھیجا۔ وہ دیر میں واپس آیا تو ابن ابی نے دیر کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کنویں پر عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب تک حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کی مشکیں بھری نہیں گئیں کسی کو پانی نہیں لینے دیا

Marfat.com

اس پر ابن ابی بولا۔ کہ ان لوگوں کی مثال تو سمن کلبك یا کلك ہے۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو آپ نے اس کو مار ڈالنے کا ارادہ فرمایا۔ مگر اس آیت میں روک دیا گیا ہے۔

لیکن ماولن ابن خیران نے نقل کیا ہے کہ جب آیت من ذاالذی یقرض اللہ نازل ہوئی۔ تو فخاص یہودی بولا۔ کہ محمدؐ کا رب مفلس ہو گیا۔ حضرت عمرؓ اس کو مارنے کے لیئے نکل کھڑے ہوئے۔ مگر آنحضرتؐ نے روک دیا۔ اور ابو السعودؒ اور قاضیؒ کہتے ہیں کہ ایک غفاری نے گالی دی۔ جس پر فاروق اعظمؓ جھپٹ پڑے۔ پہلی صورت میں بھی کسی مشرک نے مکہ مکرمہ میں فاروق اعظمؓ کو گالیاں دیں۔ جس پر انہوں نے اس کو مار ڈالنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تلك ایات اللہ۔ نضر بن الحارث نے کچھ عجمی تاریخی کتابیں خرید کر لوگوں کو پڑھانا چاہا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ لیکن الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جائے گا۔

آم حسب الذین۔ بقول کلبیؒ اس سے عتبہ، شیبہ دونوں ربیعہ کے بیٹے۔ ولید بن عتبہ مراد ہیں۔ اور الذین آمنوا سے حضرت علی، حمزہ، عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ جب کہ انہوں نے بدر میں مشرکین کو قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مشرکین جب قتل ہوئے تو کہنے لگے۔ کہ ہمیں آخرت میں مسلمانوں سے بہتر نعمتیں ملیں گی۔

تشریح

حم تنزیل۔ پہلی آیت سے قرآن عزیز کے کلام الٰہی ہونے کا بیان ہے۔ پھر آیت ان فی خلق السموات سے یعقلون تک توحید کا مضمون ہے۔ جس حاصل یہ ہے کہ زمین آسمان کی پیدائش اور ان کے محکم نظام میں غور کرنے سے صاف دکھائی دیتا ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا ضرور کوئی ہے جس نے کمال خوبی اور حکمت سے ان کو پیدا کیا اور لامحدود قدرت سے ان کی حفاظت کر رہا ہے۔

ایک بدوی نے کیا خوب کہا تھا۔ البعرة تدل علی البعیر والاقدام علی المسیر فکیف السماء ذات الابراج والارض ذات الافراج لاتدلان علی اللطیف الخبیر۔ ان آیات کے فواصل میں مومنین، یوقنون، یعقلون فرمانا تفنن کلام کے لیئے ہے۔ یہ دلائل اگرچہ عقلی ہیں جیسا کہ لقوم یعقلون سے معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن اہل ایمان و یقین سے مراد عام ہے خواہ بالقوۃ ہو یا بالفعل، طلب کے ذریعہ ہو یا حصول کے طریقہ پر عقلی دلیل میں بھی تو آخر طلب و نظر ہوتی ہے۔ توحید کے بعد آگے نبوت سے بحث ہے۔

قرآن سے زیادہ سچی بات کون سی ہے

تلك ایات اللہ۔ اللہ کے سوا دوسرا کون ہے جس کی بات ماننے کے قابل ہو جب اس سچے اور بڑے مالک کی سیدھی صاف بات بھی کوئی بدنصیب نہ مانے تو آخر کس چیز کو قبول کرنے کا منتظر ہے

Marfat.com

وہ اپنی ضد اور غرور کی وجہ سے بات نہیں سنتا۔ حق بات سن کر اس طرح منہ پھیر لیتا ہے کہ گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ پس جب وہ اللہ کی آیات سے یہ اہانت آمیز برتاؤ کرتا ہے تو اسے سخت اہانت آمیز سزا بھگتنے کے لیے بھی تیار رہنا چاہیئے جو آگے آرہی ہے۔ اس وقت مال اولاد کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اللہ کے سوا جن کو مددگار کارساز بنا رکھا تھا وہ کام آئیں گے۔ فی الحقیقت قرآن کریم ایک عظیم الشان صحیفۂ ہدایت ہے جو ہر قسم کی برائی بھلائی سمجھانے کے لیے آیا ہے جو اس کو نہ مانے وہ ہولناک عذاب کے لیے آمادہ رہے۔ اللہ کی قدرت وطاقت کا کیا پوچھنا اس نے تو سمندر جیسی مخلوق کو مسخر کر دیا۔ جس میں انسان بے تکلفی سے جہاز اور کشتیاں لیئے لیئے پھرتا ہے۔ مگر کی سیر وسیاحت، کاروبار، آبدار قیمتی موتیوں کا نکالنا، مچھلیوں کا شکار، غرض ہر طرح کے منافع و فوائد حاصل کرتا ہے۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ تم منعم حقیقی کو نہ بھولو اور زبان ودل سے اس کے شکر گزار بنو اور یہی نہیں بلکہ اللہ نے اپنی قدرت وحکمت سے ساری کائنات کو تمہاری خدمت پر لگا دیا۔ یہ اسی کی عنایت ہے کہ بڑی سے بڑی مخلوق کو انسان کے لیے بیگاری بنا دیا۔ آدمی اگر دھیان کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ اس کے بس کی بات نہ تھی۔ اللہ ہی نے اپنے فضل وکرم سے سب کچھ ہمارے لیے وقف کر دیا ہے پس ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم اپنے خالق ومالک کی طاعت وعبادت میں لگیں۔ نعمتوں میں گم ہو کر منعم کو نہ بھول جائیں۔

آگے معاد کی جزاء وسزا کا ذکر ہے۔

پچھلی آیت ویل لکل افاک میں کفار کی شرارت وخباثت کا ذکر تھا۔ ممکن ہے ان شرارتوں پر مسلمانوں کو غصہ آجائے اس لیے آیت قل للذین امنوا سے تسامح اور چشم پوشی کا حکم ہے۔

ہر شخص اپنے اعمال کے نتائج سے بندھا ہوا ہے

ایام اللہ سے قیامت مراد ہے۔ جس میں اچھے بروں کو ان کے کیئے کا بدلہ ملے گا۔ آپ اور مسلمان ان کے بدلہ کی فکر نہ کریں۔ اللہ پر چھوڑ دیں۔ وہ ان کی شرارتوں کا بھی مزہ چکھا دے گا اور تمہارے صبر وتحمل کا بھی صلہ دے گا۔ جو اچھائی کرتا ہے اس کا فائدہ خود اسی کو ہوتا ہے۔ اللہ کو اس کی کیا ضرورت؟ اسی طرح جو برائی کرتا ہے وہ اپنے حق میں کانٹے اور بیج بوتا ہے۔ کسی کی برائی کسی پر نہیں پڑتی۔ ہر شخص اپنے نتائج عمل سے بندھا ہوا ہے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

جو کام کرے یہ سمجھ کر کرے کہ اس کا نفع نقصان خود اسی کو پہنچ کر رہے گا۔ اور یہاں نہیں تو وہاں پہنچ کر سب بھلائی برائی مع نتائج کے سامنے آجائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس فرمانے سے جہاد کی نفی نہیں ہو رہی ہے کہ اس کو منسوخ کہا جائے۔ بلکہ مقصد ایسے انتقام سے روکنا ہے۔ جس کا منشاء محض تسکین جذبات ہو۔ اعلاء کلمۃ اللہ پیش نظر نہ ہو لیکن جہاد جس کا اصلی سبب اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہے اس کو روکنا نہیں ہے۔ گو اس کے ضمن میں طبعاً تسکین غیظ بھی ہو جائے۔ آگے پھر نبوت ورسالت کی تائید ہے۔

Marfat.com

ناز برداری سے انسان بگڑ جاتا ہے

ولقد اٰتینا بنی اسرائیل۔ حکومت و سلطنت قوت و طاقت اسی طرح ولایت، نبوت و رسالت غرضکہ ہر قسم کی مادی اور روحانی نعمتوں سے بنی اسرائیل کو نوازا۔ مگر، اتنی ناز برداریوں سے بھی وہ راہِ راست پر نہیں آئے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ بگڑتے چلے گئے۔ آپسی پھوٹ کی وجہ سے بے شمار فرقوں میں بٹ گئے۔ جس سے ان کی قوت پارہ پارہ ہوتی چلی گئی۔ اگر دلیل و برہان کی روشنی میں حق و ناحق کا فیصلہ دنیا میں بھی ہوتا رہا۔ مگر بہت طبائع جو علم جو نہیں ہوتی۔ ان کے لیے ایسا فیصلہ تسلی بخش نہیں ہوتا۔ ان کے لیے عملی فیصلہ کی ضرورت رہتی ہے اس لیئے وہ قیامت میں کر دیا جائے گا۔ اس وقت پتہ چلے گا کہ فرقہ بندیوں میں پڑنا ہوا پرستی اور نفس پروری کے سوا کچھ نہ تھا۔

ثم جعلناك۔ یعنی ان اختلافات کی کشمکش میں آپ کو راہِ مستقیم پر قائم کر دیا۔ اسی پر آپ اور آپ کی اُمت گامزن رہے۔ کبھی بھول کر بھی نادانوں کی بات نہ مانے اور جاہلوں کی خواہشات پر نہ چلے کہ آپ ان کے رویہ سے تنگ آکر دعوت و تبلیغ چھوڑ بیٹھیں یا مسلمان بھی اختلافات کے سلسلہ میں ان کے نقش قدم پر چل پڑیں ضرورت اس کی ہے کہ ان کی یہ خواہشیں یکسر پامال کر دی جائیں۔

ھٰذا بصائر۔ قرآن کریم حقیقت آمیز، بصیرت افروز کتاب ہے یوں تو سب کے لیئے یہ دسترخوانِ نعمت چنا ہوا ہے۔ مگر جو نصیبہ ور اس کی نعمتوں کو چکھے اور کھائے۔ وہی صحیح معنوں میں لذت اندوز ہو سکتا ہے۔

نیک معاش اور بدمعاش کا انجام

ام حسب الذین۔ اللہ کی حکمت پر نظر کرتے ہوئے کیا کوئی عقلمند یہ گمان کر سکتا ہے کہ ایک بدمعاش اور نیک معاش دونوں کو اللہ برابر کر دے گا، دونوں کا انجام یکساں بنا دے گا؟ نہ یہ دونوں اس زندگی میں برابر ہو سکتے ہیں اور نہ اُس زندگی میں، دنیا میں مومن فرمانبرداری کی زندگی گزارتا ہے۔ جس سے اللہ راضی رہتا ہے وہ کافر و منافق کو کہاں نصیب۔ اسی طرح آخرت کی تمام نعمتیں مومن کے لیے مخصوص اور کافر و منافق کے لیئے نکبت و خسران کے سوا کیا ہے؟

غرضکہ یہ خیال بالکل مہمل اور یہ کہنا سراسر غلط کہ اللہ نیکوں بدوں کا مرنا جینا برابر کر دے گا۔ اس کے انصاف کا تقاضا ہے کہ دونوں کا نتیجہ الگ الگ ظاہر ہو، دنیا میں کسی مصلحت و حکمت سے وہ نتائج اگر فی الجملہ ظاہر ہوئے ہوں تو ان کا پوری طرح معائنہ اور مشاہدہ آخرت میں ہو جائے۔

اور اس آیت کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ مؤمنین کا مرنا جینا بایں معنی نہیں ہو سکتا کہ جس طرح دنیا میں یہ لذات سے لطف اندوز ہو سکے۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی یہ محروم رہیں۔ اسی طرح کافروں کا مرنا جینا بھی بایں معنی یکساں نہیں ہو سکتا۔ کہ دنیا میں جیسے سزا سے بچے رہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی سزا سے مامون رہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے انکار سے تو یہ لازم آتا ہے کہ فرمانبرداروں کو کہیں بھی ثمرہ نہ ملے اطاعت کا۔ اور

marfat.com
Marfat.com

مخالفین پر کہیں بھی مخالفت کا وبال نہ آئے۔ یہ بات اگرچہ عقلاً فی نفسہ ممکن ہے مگر حکمت کی رو سے ہر ایک کو اس کے کیئے کا پھل ملنا ضروری ہے اور دنیا میں اس کا وقوع نہیں ہوا۔ اس لیئے آخرت کا ہونا ناگزیر اور ضروری ہے۔ . . . . . پس قیامت کا انکار کرکے جو یہ لوگ برابری کا حکم لگا رہے ہیں وہ سراسر غلط اور بے ہودہ ہے۔

لطائف سلوک

آیت قل للذین امنوا۔ میں بعض مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔

آیت ثم جعلناك علی شریعة۔ سے اتباعِ شریعت کی اہمیت ظاہر ہے۔

جب صاحب شریعت کو شریعت کی پابندی کا حکم ہے تو دوسرے کس شمار میں ہیں۔ اس لیے خلاف شریعت ہوتے ہوئے دعوائے کمال کرنا کس قدر غلطی ہے۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقٌ بِخَلَقَ لِيَدُلَّ عَلٰى قُدْرَتِهٖ وَوَحْدَانِيَّتِهٖ وَلِتُجْزٰى كُلُّ
نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ مِنَ الْمَعَاصِيْ وَالطَّاعَاتِ فَلَا يُسَاوِي الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ اَفَرَءَيْتَ
اَخْبِرْنِيْ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ مَا يَهْوَاهُ مِنْ حَجَرٍ بَعْدَ حَجَرٍ يَرَاهُ اَحْسَنَ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْهُ
تَعَالٰى اَيْ عَالِمًا بِاَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الضَّلَالَةِ قَبْلَ خَلْقِهٖ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ فَلَمْ يَسْمَعِ الْهُدٰى
وَلَمْ يَعْقِلْ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ظُلْمَةً فَلَمْ يُبْصِرِ الْهُدٰى وَيُقَدَّرُ هٰهُنَا الْمَفْعُوْلُ الثَّانِيْ لَرَاَيْتَ
اَيْ اَيَهْتَدِيْ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَيْ بَعْدَ اِضْلَالِهٖ اِيَّاهُ اَيْ لَا يَهْتَدِيْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○
تَتَّعِظُوْنَ فِيْهِ اِدْغَامُ اِحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الذَّالِ وَقَالُوْا اَيْ مُنْكِرُوا الْبَعْثِ مَا هِيَ اَيِ الْحَيٰوةُ اِلَّا حَيَاتُنَا
الَّتِيْ فِي الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا اَيْ يَمُوْتُ بَعْضٌ وَيَحْيٰى بَعْضٌ بِاَنْ يُّوْلَدُ وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ اَيْ
مُرُوْرُ الزَّمَانِ قَالَ تَعَالٰى وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ الْمَقُوْلِ مِنْ عِلْمٍ اِنْ مَّا هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
بَيِّنٰتُنَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اَنَّ الدَّالَّةَ عَلٰى قُدْرَتِنَا عَلَى الْبَعْثِ بَيِّنٰتٍ وَاضِحٰتٍ حَالٌ مَّا كَانَ حُجَّتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا
ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَا اَحْيَاءٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ اَنَّا نُبْعَثُ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ حِيْنَ كُنْتُمْ نُطَفًا ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ
يَجْمَعُكُمْ اَحْيَاءً اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ شَكَّ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ وَهُمُ الْقَائِلُوْنَ مَا ذُكِرَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع ۳ ۵ ۱۹

Marfat.com

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ○ الْكَافِرُوْنَ
اَیْ یَظْهَرُ خُسْرَانُهُمْ بِاَنْ یَصِیْرُوْا اِلَی النَّارِ وَتَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ اَیْ اَهْلَ دِیْنٍ جَاثِیَةً قَدْ عَلَی الرُّکَبِ
اَوْ مُجْتَمِعَةً کُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰی اِلٰی کِتٰبِهَا ۭ کِتَابِ اَعْمَالِهَا وَیُقَالُ لَهُمُ الْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○
اَیْ جَزَاءَهُ هٰذَا کِتٰبُنَا دِیْوَانُ الْحَفَظَةِ یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ نُثْبِتُ وَنَحْفَظُ مَا کُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ○ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ۭ جَنَّتِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْمُبِیْنُ ○ اَلْبَیِّنُ الظَّاهِرُ وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقْفٌ فَیُقَالُ لَهُمْ اَفَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ الْقُرْاٰنُ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ
فَاسْتَکْبَرْتُمْ تَکَبَّرْتُمْ وَکُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ○ کَافِرِیْنَ وَاِذَا قِیْلَ لَکُمْ اَیُّهَا الْکُفَّارُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
بِالْبَعْثِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ لَا رَیْبَ شَكَّ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ لَا اِنْ مَّا
نَظُنُّ اِلَّا ظَنًّا قَالَ الْمُبَرِّدُ اَصْلُهُ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا نَظُنُّ ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ○ اِنْهَا اٰیَةٌ وَبَدَا ظَهَرَ
لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا فِی الدُّنْیَا اَیْ جَزَاءُهَا وَحَاقَ نَزَلَ بِهِمْ مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ○
اَیِ الْعَذَابُ وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰىکُمْ نَتْرُکُکُمْ فِی النَّارِ کَمَا نَسِیْتُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا اَیْ تَرْکَکُمُ الْعَمَلَ
لِلِقَائِهٖ وَمَاْوٰىکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ○ مَانِعِیْنَ مِنْهَا ذٰلِکُمْ بِاَنَّکُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ
الْقُرْاٰنِ هُزُوًا وَّغَرَّتْکُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ حَتّٰی قُلْتُمْ لَا بَعْثَ وَلَا حِسَابَ فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ بِالْبِنَاءِ لِ
لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ مِنْهَا مِنَ النَّارِ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ○ اَیْ لَا یُطْلَبُ مِنْهُمْ اَنْ یُّرْضُوْا رَبَّهُمْ بِالتَّوْبَةِ وَ
وَالطَّاعَةِ لِاَنَّهَا لَا تَنْفَعُ یَوْمَىِٕذٍ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ الْوَصْفُ بِالْجَمِیْلِ عَلٰی وَفَاءِ وَعْدِهٖ فِی الْمُکَذِّبِیْنَ رَبِّ
السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ خَالِقِ مَا ذُکِرَ وَالْعَالَمُ مَا سِوَی اللّٰهِ وَجُمِعَ لِاخْتِلَافِ اَنْوَاعِهٖ
وَرَبِّ بَدَلٌ وَلَهُ الْکِبْرِیَاءُ الْعَظَمَةُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ حَالٌ اَیْ کَائِنَةٌ فِیْهِمَا وَهُوَ الْعَزِیْزُ
الْحَکِیْمُ ○ تَقَدَّمَ

ع ۱۱ ۲۰

Marfat.com

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا (بالحق کا تعلق خلق سے ہے تاکہ اللہ کی قدرت و وحدانیت پر دلالت کرے) اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کیئے کا بدلہ دیا جا سکے (جو اس نے نافرمانی اور فرمانبرداری کے کام کیئے۔ جس سے یہی نکلا کہ کافر و مومن برابر نہیں ہیں) اور ان پر ذرا ظلم روا نہیں رکھا جائے گا۔ سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی (مجھے بتلایئے) جس نے اپنا معبود اپنی نفسانی خواہش کو بنا رکھا ہے (ایک پتھر کے بعد دوسرا پتھر اس سے اچھا ملتا ہے تو اسی کو خدا بنا لیتا ہے) اور اللہ نے اس کو سمجھ بوجھ کے باوجود گمراہ کر دیا ہے (یعنی اللہ کو اس کی پیدائش سے قبل پہلے ہی اس کا گمراہ ہونا معلوم تھا) اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے (اس لیئے نہ وہ ہدایت کو سنتا ہے اور نہ سمجھتا ہے) اور اس کی نگاہ پر پردہ ڈال دیا ہے (ظلمت کا اس لیے اس کو ہدایت نظر نہیں آتی۔ اور یہاں رایت کا مفعول ثانی مقدر ہے یعنی یہتدی) سو ایسے شخص کو اللہ کے (گمراہ کر دینے کے) بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ (کوئی ہدایت نہیں دے سکتا) کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے اور یہ لوگ (منکرین قیامت) یوں کہتے ہیں کہ ہماری اس دنیاوی زندگانی کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں ہے ہم مرتے جیتے ہیں (یعنی بعض مرتے ہیں اور بعض کو پیدا ہو کر زندگی ملتی ہے) اور ہمیں صرف زمانہ (کے گزرنے) سے موت آتی ہے (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) حالانکہ ان کے پاس اس (بات) پر کوئی دلیل نہیں ہے یہ محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں (قرآن کریم کی جن سے قیامت کی نسبت ہماری قدرت معلوم ہوتی ہے) کھلی کھلی (واضح بحال ہے) تو ان کا اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کر کے) سامنے لے آؤ اگر تم اس بات میں سچے ہو (کہ ہم قیامت میں اٹھائے جائیں گے) آپ کہہ دیجیئے کہ اللہ ہی نے تمہیں زندگی بخشی (نطفہ ہونے کی حالت میں) پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں (جلا کر جمع کرے گا قیامت کے روز جس کے آنے میں شک (شبہ) نہیں لیکن اکثر لوگ (جو ان باتوں کے قائل ہیں) نہیں سمجھتے۔ اور اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں اور جس روز قیامت ہو گی (آگے بدل ہے) اس روز غلط کار لوگ ٹوٹے میں ہوں گے (مراد کافر) یعنی ان کا خسارہ کھل کر سامنے آجائے گا جب وہ جہنم رسید ہوں گے) اور آپ ہر فرقہ (مذہبی جماعت) کو دیکھیں گے اوندھے منہ گرے پڑیں گے (زانو کے بل یا اوندھے منہ) ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا کہ) آج تمہارے کیے کا بدلہ (صلہ) تمہیں ملے گا۔ یہ ہمارا دفتر (محافظ خانہ) ہے۔ جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے ہم تمہارے اعمال لکھواتے (محفوظ کرتے) جاتے تھے۔ سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیئے تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت (جنت) میں کر دے گا اور یہ کھلی (روشن واضح) کامیابی ہے اور جو لوگ کافر رہے (ان سے کہا جائے گا) کیا میری آیات (قرآن) تمہیں پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھی، سو تم نے تکبر کیا اور تم بڑے مجرم (کافر) رہے اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ (قیامت) برحق ہے اور قیامت میں (رفع اور نصب کے ساتھ

Marfat.com

ہے) کہ کوئی شک (شبہ) نہیں۔ تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے؟ محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے (مبرد کی رائے ہے کہ اصل عبارت ان نحسب الا ظن ظناً ہے) اور ہمیں یقین نہیں ہے (کہ قیامت آئے گی) اور ان کو (آخرت میں) ظاہر ہو جائیں گے تمام بُرے اعمال (جو دنیا میں کیئے تھے یعنی ان کی سزا) اور آگھیرے گا (پکڑلے گا) ان کو جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اور کہہ دیا جائے گا آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں (دوزخ میں ڈال کر) جب کہ تم نے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا (یعنی قیامت کی تیاری نہیں کی تھی) اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی تمہارا مدد گار (اس سے بچاؤ کا راستہ) نہیں ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیات (قرآن) کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیاوی زندگانی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا (حتی کہ تم یہاں تک کہہ اُٹھے کہ نہ قیامت ہوگی نہ حساب کتاب) سو آج نہ یہ دوزخ (جہنم) سے نکالے جائیں گے (لایخرجون معروف مجہول دونوں طرح ہے) اور نہ ان سے اللہ کی خفگی کا تدارک چاہا جائے گا (یعنی ان سے خواہش نہیں کی جائے گی۔ کہ وہ اللہ کی فرمانبرداری اور توبہ کر کے اس کو راضی کرلیں۔ کیونکہ اب اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا) سو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیئے ہیں (مکذبین کے متعلق اس کے وعدہ پورا کرنے پر۔ اس کی تعریف ہے) جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین اور سارے عالم کا (مذکورہ چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ عالم سے مراد اللہ کے علاوہ کائنات ہے۔ اور جمع، اختلاف نوع کی وجہ سے لائی گئی ہے۔ اور رب بدل ہے) اور اسی کی بڑائی (عظمت) ہے آسمانوں اور زمین میں (حال ہے ای کائنۃ فی السموات والارض) اور وہی زبردست حکمت والا ہے (پہلے اس پر کلام ہو چکا ہے)۔

تحقیق وترکیب

والجثی۔ مفسرؒ نے اس سے پہلے لیدل نکال کر اشارہ کیا ہے کہ لیجزی کا معطوف علیہ محذوف ہے۔ لیکن اس کا عطف بالحق کے معنی پر بھی ہو سکتا ہے۔ ای خلقھا للبدل والصواب لا للعبث۔

افرأیت۔ مفسرؒ نے اخبرنی سے تفسیر کر کے اس میں دو مجاز مانے ہیں۔ ایک رویت سے خبر مراد لی ہے اور دوسرے سبب سے مسبب مراد لیا ہے۔ نیز استفہام سے امر مراد لیا ہے۔ کیونکہ دونوں میں طلب ہوتی ہے۔ رأیت کا مفعول اول من اتخذ ہے۔

علی علم۔ مفسرؒ نے اس کو فاعل سے حال مانا ہے اور مفعول بھی حال ہو سکتا ہے۔ فما اختلفوا الا من بعد ما جاء ھم العلم کی طرح ہو جائے گا۔ ای اضلہ وھو عالم بالحق۔ یعنی اللہ نے اس کو اس کی سمجھ بوجھ کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔ اس صورت میں اس کی بُرائی اور زیادہ ہو گئی۔ رایت کا مفعول ثانی محذوف ہے کیونکہ من بعد یہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

من بعد اللہ۔ مفسرؒ نے بعد اضلالہ سے تقدیر مضاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پہلی عبارت جس کا قرینہ ہے۔

Marfat.com

نموت ونحیا۔ اس پر یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ اس میں تو موت کے بعد حیات کا اعتراف موجود ہے۔ پھر ان کو منکر بعث کیسے کہا گیا؟ مفسرؒ نے اسی کے جواب کے لیئے تفسیر کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ موت وحیات کا محل ایک نہیں بلکہ الگ الگ ہے۔

بذلک۔ مفسرؒ نے اس کا مشار الیہ ظاہر کر دیا۔

ما کان حجتھم۔ کان کی خبر حجت ہے اور الا ان قالوا اسم ہے الا قولھم اور کفار کی بات کو ان کے گمان کے اعتبار سے بطور تہکم حجۃ کہا گیا ہے۔

یوم تقوم الساعۃ۔ یہ ظرف ہے یخسر کا اور یومئذ پہلے یوم کا بدل ہے تاکید کے لیئے اور جملہ مقدرہ کے عوض میں یومئذ پر تنوین ہے۔ ای یومئذ تقوم الساعۃ۔

یخسر المبطلون۔ کفار کا خسران روز ازل میں طے ہو چکا پھر یومئذ کی قید کیوں لگائی گئی۔ مفسرؒ نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ خسران کا اظہار مراد ہے جو فی الوقت ہوا ہے۔

کل امۃ۔ مبتدا ہے تدعی خبر ہے لیکن یعقوبؒ نے کل امۃ کو منصوب پڑھا ہے پہلے کل امۃ سے بدل بناتے ہوئے نکرہ موصوفہ ہونے کی وجہ سے۔

جاثیۃ۔ گھٹنوں کے بل بیٹھنا یا مجتمع ہو کر بیٹھنا۔

الی کتابھا۔ ادنی مناسبت وتلبس کی وجہ سے اعمالنامہ کی اسناد بندوں کی طرف ہے اور اللہ کی طرف مالک ہونے کی وجہ سے ہے۔

ینطق علیکم۔ معلوم ہوا کہ اعمالنامے سب پڑھ سکیں گے کتاب بولنے سے یہی مراد ہے لیکن آج ریڈیو بولنے اور ریکارڈ بولنے سے تو اعمالناموں کے بولنے کا استبعاد بھی دور ہو گیا ہے۔ اس لیے مجاز کی بجائے حقیقی معنی لینے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ یقولون یاویلتنا مالھذا الکتاب لایغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا۔

نستنسخ۔ بمعنی نکتب ونثبت ونحفظ نسخ اور استنساخ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ اس کے معنی نقل کتاب اور ابطال شئی کے نہیں ہیں۔

فاما الذین۔ یہاں سے اعمالنامہ کے بولنے کی تفصیل ہے۔

فیدخلھم جنت کا دخول اولی مراد ہے ورنہ نفس دخول جنت تو محض ایمان سے بغیر عمل صالح کے بھی ممکن ہے۔

رحمت۔ کی تفسیر جنت کے ساتھ گویا عام خاص سے تفسیر ہے۔

والساعۃ۔ رفع اور نصب دونوں طرح ہے اول صورت میں مبتدا اور لاریب فیہ اس کی خبر ہے اور نصب اسم ان یعنی وعد اللہ پر عطف کرتے ہوئے حمزہؒ کے نزدیک۔

ان نظن۔ چونکہ مصدر مؤکد استثنار مفرغ نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ ما ضربت الا ضربا کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ

Marfat.com

ایسا ہی ہے جیسے ما ضربت الاضربت کہا جائے جو بے فائدہ ہے۔ چنانچہ نحو کی کتابوں میں لکھا ہے عامل کو بعد کے تمام معمولات کے لیے فارغ کرنا جائز ہے بجز مفعول مطلق کے اسی لیے ماظننت الا ظناً کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ نفی اور اثبات دونوں کا محل ایک ہی ہو جاتا ہے یعنی ظن۔ حالانکہ حصر اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ دونوں میں مغایرت ہو۔ اسی اشکال کے ازالہ کے لیے مفسر علامؒ قال المبرد الخ سے جواب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

حاصل تاویل یہ ہے کہ یہاں نفی کا مورد محذوف ہے۔ یعنی متکلم کا کسی فعل پر ہونا، اور اثبات کا مورد متکلم کا ظن کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں باتیں الگ الگ ہیں، اس جملہ میں لفظ الا اگرچہ لفظاً موخر ہے لیکن تقدیراً مقدم ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اثبات ظن کا حصر تو متکلم کے لیے ہے اور اپنے علاوہ سے ظن کی نفی ہے اور یقین بھی علاوہ میں داخل ہے۔ اگرچہ یقین کی نفی مقصود ہے۔ لیکن بطور مبالغہ مطلقاً ظن کے علاوہ کی نفی کر دی گئی ہے۔ جس میں یقین کی نفی بھی آ گئی۔ اسی کی تائید کے لیے آیت کا اگلا حصر وما نحن بمستیقنین ارشاد فرمایا گیا۔

سیئات۔ مفسرؒ نے لفظ جزاء بڑھا کر حذف مضاف کی طرف اشارہ کر دیا۔

ننساکم۔ مسبب بول کر سبب یعنی ترک مراد لیا ہے اور لقاء کی اضافت یوم کی طرف مکر اللیل و النہار کی طرح ہے۔

لا یخرجون۔ اس میں التفات ہے خطاب سے غائب کی طرف جس میں نکتہ یہ ہے کہ کفار کو ناقابل التفات سمجھا گیا۔

یستعتبون۔ سین تاطلب کے لیے ہے۔

رب السموات۔ تینوں جگہ رب، اللہ کا بدل ہے۔

فی السموات۔ یہ کبریا سے حال ہے۔

ربط آیات

آیت وخلق اللہ السموات آیت ام حسب الذین کا تتمہ ہے جس میں اللہ کی قدرت وحکمت کا بیان ہے۔

پھر آیت افرأیت سے قیامت کا بیان ہے جو آخر سورت تک ہو رہا ہے۔

تشریح

آیت ام حسب الذین اور آیت وخلق اللہ میں ایک ہی حکمت کا بیان ہے۔ یعنی فرمانبرداروں کو ان کی فرمانبرداری کا صلہ ملنا اور مخالفین کو مخالفت کی سزا ہونا۔ البتہ دوسری آیت میں فی نفسہ عمل کا مقتضی جزاء ہونا اور نیکی بدی دونوں کا برابر نہ ہونا مقصود ہے۔ لیکن پہلی آیت میں نفس عمل کے مقتضی جزاء ہونے کے علاوہ اس خاص لحاظ سے بھی مقتضی جزا ہونا مقصود ہے کہ بدلہ نہ ہونے کی صورت میں نیک وبد کی برابری لازم آتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور یہ خود طبعی طور پر ایک مستقل خرابی ہے۔ کیونکہ عادۃً دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کے پاس ایک ہی نوکر ہو اور وہ ہر طرح اپنے آقا کی طاعت و فرمانبرداری کرتا ہو۔ مگر اس کو کوئی انعام و اکرام نہ ملے تو اسے شکایت ہوتی ہے۔ مگر اتنی نہیں جتنی کہ اس صورت میں ہوتی ہے۔ کہ ایک شریر نوکر آجائے اور وہ ہر طرح کی شرارت کر کے بھی سزا سے بچا رہے۔ اس وقت فرمانبردار نوکر کو اپنی اطاعت کے رائیگاں جانے کا زیادہ قلق اور افسوس ہوگا۔ کیونکہ شریر ملازم کو اگر سزا مل جاتی تو اسے یہ تسلی رہتی کہ خیر اطاعت میں اگر انعام نہیں ملا تو یہی غنیمت ہے کہ نافرمانی کی سزا سے بچ گیا۔ لیکن جب شریر ملازم کو سزا بھی نہ ملے تو رنج و ملال زیادہ ہوگا کہ میری اطاعت بیکار گئی۔

مومن و کافر کی دنیا و آخرت یکساں نہیں ہو سکتی۔

پہلی آیت کی اگرچہ مشہور تفسیر وہی ہے جو پہلے شروع میں گزر چکی کہ مومن و کافر دونوں کی زندگی اور موت میں برابری نہیں ہو سکتی گویا مجموعہ کا انکار ہے یعنی جس طرح مومن و کافر دنیاوی اکثر امور تندرستی، بیماری، رزق وغیرہ میں شریک اور برابر رہتے ہیں۔ اگرچہ ان کی کمیت کیفیت میں کچھ فرق ہو تو کیا مرنے کے بعد بھی ان دونوں کو برابر رکھیں گے۔ ایک کی طاعت اور دوسرے کی معصیت پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔

خازن میں بلاسند لکھا ہے کہ کفار یہ کہتے تھے کہ اگر آخرت کوئی چیز ہے تب بھی ہم وہاں مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر رہیں گے۔ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

تو اس وقت پہلی تقریر اس طرح ہوگی کہ کیا ہم مسلمانوں کی زندگی اور موت برابر کر دیں گے کہ جس طرح دنیاوی عیش و آرام میں مسلمانوں کی اکثریت کفار سے کم رہی اسی طرح آخرت میں بھی کم رہیں۔

علی ہذا کیا کافروں کی زندگی موت برابر کر دیں گے۔ کہ جس طرح دنیا میں کفار کی اکثریت مسلمانوں سے بڑھی۔ اسی طرح آخرت میں بھی یہی رہے۔

اور دوسری تقریر اس طرح ہوگی کہ آخرت میں کفار کا مسلمانوں سے بڑھا ہوا ہونا کیا معنی؟ عزت افزائی یا پکڑ دھکڑ میں برابری بھی نہیں ہوگی۔ بلکہ مرنے کے بعد دونوں میں سزا ہونے نہ ہونے کا فرق ہوگا۔ اگرچہ دنیا میں سزا نہ ملنے میں دونوں برابر رہے ہوں۔

غرضکہ دوسری آیت کا حاصل یہ ہے کہ زمین و آسمان اللہ نے یوں ہی بیکار پیدا نہیں کیے۔ بلکہ انتہائی حکمت سے کسی خاص مقصد کے لیے بنائے ہیں اور وہ یہ کہ لوگ اندازہ کر سکیں کہ بلاشبہ ہر چیز ٹھیک موقعے سے بنائی گئی ہے اور یہ کہ ضرور ایک دن اس عظیم الشان کارخانۂ ہستی کا کوئی عظیم الشان نتیجہ نکلے گا۔ اسی کو آخرت کہتے ہیں جہاں ہر ایک کو اس کے کیے کا پھل ملے گا اور جو بویا تھا وہی کاٹنا پڑے گا۔

عقل۔ معاش، معاد کے لئے کافی نہیں ہے

افرأیت من اتخذ۔ یعنی اللہ کو معلوم تھا کہ اس کی استعداد خراب

Marfat.com

ہے اور یہ اسی لائق ہے کہ سیدھی راہ سے اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرے۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ بدبخت سمجھ بُوجھ اور دانش بینش کے باوجود یہ خود راہ سے بھٹکا۔ کیونکہ جو شخص محض خواہش نفس کو اپنا حاکم اور معبود بنالے اور حق و ناحق کا معیار اس کی یہ خواہش نفس ہی رہ جائے تو اللہ بھی اس کو اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اس کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ نہ اس کے کان نصیحت کی بات سنتے ہیں اور نہ دل سچی بات قبول کرتا ہے اور نہ آنکھ سے بصیرت کی روشنی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ جس کو اس کی کرتوت کی بدولت اس حالت پر پہنچادے۔ پھر کون سی طاقت ہے جو اس کے بعد اس کو سیدھی راہ پر لے آئے۔

وقالوا ما ھی۔ کفار کی ذہنیت یہی ہوتی ہے کہ اس دنیاوی زندگانی کے علاوہ کوئی دوسری زندگی نہیں ہے بس مرنا جینا جو کچھ ہے یہیں ہولیتا ہے اس کے بعد کوئی جہان نہیں ہے۔ چنانچہ بارش ہونے پر سبزہ اُگتا ہے جو خشکی ہونے پر سوکھ کر کم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح انسان کو سمجھو کہ ایک وقت پیدا ہوتا ہے۔ پھر ایک مقررہ وقت تک جیتا ہے۔ آخر کار زمانہ کا چکر اسے ختم کرڈالتا ہے۔ موت وحیات کا یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔ یہ سب کچھ زمانہ کی کارگزاری ہے۔ حالانہ یہ کافرانہ نقطۂ نظر سراسر مہمل ہے۔ کیونکہ زمانہ اور دہر میں نہ جس ہے نہ ادراک و شعور، نہ ارادہ ہے اور نہ قدرت۔ پھر کیوں نہ اللہ کو مان لیا جائے جو مومنانہ نقطہ فکر ہے اور جس کا وجود اور عملی الاطلاق متصرف ہونا فطری دلائل اور عقلی نقلی براہین قاطعہ سے ثابت ہوچکا ہے اور زمانہ کا اُلٹ پھیر اور دن رات کی گردش اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

زمانہ کو بُرا کہنے سے حدیث میں اسی لیئے منع فرمایا گیا ہے کہ زمانہ خود کوئی چیز نہیں ہے اس میں اللہ ہی کا تصرف ہے اس کو بُرا کہنے سے اللہ پر بُرائی آتی ہے اور یہ نہایت گستاخی ہے۔

اِنکار آخرت کی دلیل نہیں بلکہ وجُود آخرت کی دلیل ہے

کفار نے اپنے قول وما یھلکنا الا الدھر کو اپنے قول ان ھی الا حیاتنا کی دلیل میں پیش کیا ہے یعنی موت اسباب طبعیہ سے ہوتی ہے کہ زمانہ گزرنے سے قوائے بدنیہ تحلیل ہوکر موت آجاتی ہے پس اسی طرح وہ سمجھتے تھے کہ حیات بھی اسباب طبعیہ سے ہوتی ہے یعنی اسباب طبعیہ کا اگر تقاضہ نہیں ہوگا تو موت کے بعد دوبارہ زندگی نہیں ہوگی۔ تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خدا کے منکر اور دہریہ ہوں۔ بلکہ ممکن ہے فلاسفہ یونان کی طرح وہ بھی قدرت نوعیہ کو فاعل اور ہیولیٰ کو قابل مانتے ہیں۔

تاہم ان کے پاس آخرت کے انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جو دلیل انہوں نے یہ ذکر کی ہے وہ خود بے دلیل ہے اور اس کا بدیہی نہ ہونا ظاہر بلکہ خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ علم کلام میں ثابت ہوچکا ہے کہ حق تعالیٰ فاعل مختار ہیں جس سے لازم آتا ہے کہ کوئی چیز بھی اسباب طبعیہ پر موقوف نہیں ہے۔ پس نہ خود ان کے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ وہ اہل حق کی دلیل کا پکا جواب دے سکتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

واذا تتلیٰ۔ یعنی قرآن پاک کی آیات یا قیامت کے دلائل اگر منکر کو سنائے جاتے ہیں تو ایک دم کہہ اٹھتا ہے کہ میں کسی دلیل کو نہیں مانوں گا۔ تم اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو بس مختصر یہ ہے کہ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھلا دو۔ تب ہم جانیں گے کہ دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے۔

اس جواب کے علاوہ اور کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ مثلاً یہی کہ عقلی دلیل سے دوبارہ زندہ ہونے کو محال ثابت کر دیتے تو اس صورت میں اگر نقلی صحیح دلیل اس عقلی دلیل کے معارض ہوتی تو اس کی تاویل کی جاتی۔ اور نقلی صحیح دلیل اگر صحیح نہ ہوتی تو پھر عقلی دلیل کے معارض ہونے کی وجہ سے اسی کو چھوڑ دیا جاتا۔ یا قرآن کی طرح کا معجزانہ کلام پیش کر دیتے تاکہ وہی حجت ہو سکتا۔ مگر ایسی کوئی بات بن نہ پڑ سکی اور جو جواب دیا وہ محض نامعقول ہے کیونکہ خاص اشخاص کے زندہ نہ کرنے سے عام زندہ کرنے کی نفی کیسے لازم آئی؟ آگے جواب الجواب ارشاد فرماتے ہیں۔

آپ فرما دیجئے کہ مارنے جلانے کا مجھ سے کیا تعلق۔ اس کا تعلق اللہ سے ہے جس نے ایک دفعہ زندہ کیا پھر مارا۔ اب اسے کیا مشکل ہے کہ دوبارہ زندہ کر دے اور سب کو یکجا کر دے۔ اس روز ذلت و خواری کے ساتھ کہنے لگے گا کہ کس دھوکا میں پڑے ہوئے تھے۔

اشکال کا جواب

وترٰی کل امۃ جاثیہ۔ اس میں اگر لفظ کل کو عام مانا جائے تو مقبولین کے لیے بھی خوف و ہراس لازم آتا ہے۔ حالانکہ نصوص میں اس کا انکار کیا گیا ہے۔ جواب میں کہا جائے گا کہ ممکن ہے بہت خفیف اور برائے نام ہو جو غیر معتد بہ ہونے کی وجہ سے نصوص کے معارض و منافی نہیں۔ جیسا کہ آیت وان منکم الا واردھا میں مقبولین اور جنتیوں کے لیے بھی توجیہ کی گئی ہے اور اگر عام مخصوص البعض ہو تو سوال ہی متوجہ نہیں ہوتا۔

نیز اگر بعض مفسرینؒ کے مطابق "جاثیہ" کے معنی دو زانو ادب سے بیٹھ کر حساب دینے کے لیے جائیں تو پھر بھی کوئی اشکال نہیں رہتا۔ قیامت میں لوگوں کو اعمالنامے پیش کرنے کا حکم ہوگا کہ اس کے موافق آ کر حساب دو۔ دنیا میں جو کچھ کمایا تھا آج اسی کے مطابق بدلہ ملے گا۔ یہ اعمالنامہ ٹھیک ٹھیک حساب بتلائے گا۔ ذرہ برابر کمی بیشی نہیں ہوگی۔

آج کے سائنسی دور میں ایسے ایسے کمپیوٹر ایجاد ہو گئے ہیں کہ قرآن کی ان خبروں میں صداقت کا پلہ غالب آ گیا اور حیرت و تعجب کی کوئی وجہ نہیں رہی۔ اللہ کے علم میں ہر چیز اگرچہ ازل سے تھی۔ لیکن فرماتے ہیں کہ ضابطہ کے مطابق ہمارے رپورٹر لکھنے پر مامور تھے۔ آج ان کی رپورٹ اور ڈائریاں جوں کی توں مکمل تمہارے سامنے ہیں۔

افلم تکن ایاتی۔ ہماری طرف سے نصیحت و فہمائش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ مگر تمہارے غرور کی وجہ سے پھر بھی نیچی نہ ہوئی۔ آخر تم پکے مجرم رہے۔ یا کہا جائے کہ جرم تمہارے ضمیر میں پہلے ہی سے داخل تھا۔

واذا قیل۔ یعنی قیامت کے ذکر پر تمہارا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیسی ہوتی ہے یوں ہی تمہاری سنی سنائی باتوں سے کچھ کبھی دھیان اور خیال آ جاتا ہے۔ جیسے قضائے کاذبہ میں مناطقہ کے یہاں تصور

Marfat.com

موضوع ہو جایا کرتا ہے لیکن قضایائے یقینیہ یا ظنیہ کی طرح منطقی تصدیق ہمیں حاصل نہیں ہے۔

وبدا لھم۔ لیکن جب قیامت سر پر آموجود ہوگی تو ان کی تمام کارگزاری اور ان کے نتائج سامنے آجائیں گے اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان کے سر پر آپڑے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ جس طرح دنیا میں تم نے اس دن کو بھلائے رکھا۔ آج تم بھی اسی طرح نظر انداز کیے جارہے ہو۔ تم نے دنیا کے مزوں میں خود کو پھنسا کر چھوڑ دیا تھا۔ آج عذاب میں پھنس کر چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ دنیا کے مزوں میں پڑ کر کبھی تم نے خیال ہی نہیں کیا کہ یہاں سے جانا بھی ہے اور اللہ کے حضور پیش ہونا بھی ہے اور اگر کبھی کچھ خیال آیا بھی تو یہ خیال کر کے تسلی کر لی کہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے زور آور ہیں، وہاں بھی زوردار رہیں گے۔ فرماتے ہیں کہ نہ ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا اور نہ اس کا انتظار ہوگا کہ یہ منت خوشامد کر کے اللہ کو خوش کرلیں۔

فللہ الحمد۔ حدیث قدسی ہے۔ الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی واحدا منھما قذفتہ فی النار۔

لطائف سلوک

افرأیت من اتخذ۔ اس میں نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے کی کھلی برائی ہے۔ بالخصوص دوسرے جملہ میں "اضلہ اللہ" اس کی برائی ہے جو حق واضح ہو جانے کے باوجود نفسانیت کا پیروکار رہے۔

یہ وبا روز بروز بڑھتی جارہی ہے کہ علم سے کورے مگر خود کو عالم سمجھنے والے مشائخ کی رسوم پر محض تعصباً جمے رہتے ہیں۔

ولہ الکبریاء۔ کبریائی اللہ کی صفت ہے جو اس کی ذات سے الگ نہیں ہو سکتی اور اس صفت کبریائی کا عالم کے لیے محیط ہونا اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس کی ذات ہی محیط عالم ہے۔

الحمد للہ کہ پارہ الیہ یرد کی تفسیر مکمل ہوئی

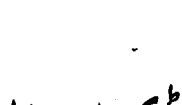

ناشر۔ عتیق اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

کتابت ـــــ محمد حفیظ الحق صدیقی چک ۹۳/۱۰R ـــــ خانیوال

marfat.com
Marfat.com

قال ربنا العلی العلیم

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ

کمالین

شرح اردو

جلالین

(شریف)

تفسیر

علامہ جلال الدین محلیؒ - و - علامہ جلال الدین سیوطیؒ

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

جزء (۲۶)

مکتبہ شرکت علمیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

Marfat.com

فہرست عنوانات کمالین ترجمہ وشرح اُردو جلالین پارہ ۲۶

عنوانات	صفحہ
مشرکین کی حماقت	۹
قرآن اور جادو میں فرق	〃
نکتۂ نادرہ اور تحقیق لطیف	۱۰
ایک دقیق اشکال کا حل	〃
ایک علمی تحقیق انیق	۱۱
نہ نبی الوکھا ہے نہ دعوت الوکھی ہے	〃
پیغمبر آخر کی اطلاع پہلے سے چلی آرہی ہے	۱۲
شاہد سے کیا مراد ہے	〃
شان نزول	۱۹
پُرانا جھوٹ نہیں بلکہ پُرانا سچ ہے	〃
دودھ پلانے کی مدت	۲۰
چالیس سال پختہ کاری کا زمانہ ہوتا ہے	۲۱
نادان اولاد کا رویہ	〃
شان نزول وروایات	۳۰
قوم عاد وہود پر عذاب کا بادل	۳۱
انسان سے توجنات ہی غنیمت نکلے	۳۲
جنات کی نظر میں قرآن	〃
اسلام لانے سے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں	۳۳
جنات جنت میں جائیں گے یا نہیں؟	〃
اولوالعزم پیغمبر کون ہوئے ہیں	۳۴
حق وباطل کی آویزش	۴۱
اسیران جنگ کی رہائی	〃
جہاد کی حکمت	〃

عنوانات	صفحہ
اللہ کی مدد مسلمانوں کے لیئے ہے	۴۲
شان نزول وروایات	۴۸
نیک وبد کیا برابر ہو سکتے ہیں	۴۹
جنت کی نہریں	〃
دوزخیوں کا حال	۵۰
منافقین کا دوغلاپن	〃
علاماتِ قیامت	〃
پیغمبر کا استغفار کرنا	۵۱
شان نزول وروایات	۵۸
جہاد کے فوائد ومصالح	۶۰
دلوں پر تالے	۶۱
مخلص ومنافق کی پہچان	〃
کفر ونفاق سے اللہ کا کچھ نقصان نہیں	۶۲
فرمانبرداری اور نافرمانی کے درجات	۶۳
حنفیہ اور شوافع کا اختلاف	〃
بزدلی مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔	〃
دنیا اور آخرت کا موازنہ	۶۴
امام اعظم رح کی منقبت	۶۵
شان نزول وروایات	۷۴
فتح مبین	۷۶
شاہانہ انعامات	۷۷
چار وعدے	۷۸
فتح مکہ سبب مغفرت ہے	۷۹

marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ
فتح مکہ میں عورتیں	۷۹
بیعتِ جہاد اور بیعتِ سلوک	۸۱
منافقین کے حیلے بہانے	۸۲
منافقین کا پوسٹ مارٹم	۸۳
فتح خیبر	〃
ناپاک ذہن میں خیالات بھی ناپاک آتے ہیں	۸۴
حدیبیہ فتح خیبر کا اور وہ فتح مکہ کا پیش خیمہ بنا	۹۵
سنت اللہ	۹۶
حدیبیہ کی صلح میں مصالح	〃
چند شبہات کا ازالہ	۹۷
مشرکین کی ہٹ دھرمی	〃
سچا خواب	۹۸
حدیبیہ میں جنگ نہ ہونا ہی مصلحت تھا	〃
دین متین اور فتح مبین	۹۹
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان	〃
اسلام کا ارتقاء	۱۰۰
مدح صحابہؓ اور خلفاء راشدینؓ کا امتیاز	〃
تورات وانجیل کی تائید	〃
ردِ روافض	۱۰۱
شانِ نزول	۱۰۸
آدابِ نبویؐ	۱۰۹
ادب نبوی کی کیفیت	۱۱۰
گناہوں سے ایمان چلا جاتا ہے یا نہیں ؟	〃
ایک نفیس علمی بحث	۱۱۱
تعظیم نبوی کی ترغیب	۱۱۲
حضورؐ کی محبت وتعظیم ہی مسلم قوم کی ترقی کیلئے نقطۂ عروج ہے	۱۱۳

عنوانات	صفحہ
انتہائی ادب کا تقاضہ	۱۱۳
بے تحقیق خبر پر عمل کرنے سے بڑی خرابیاں ہو جاتی ہیں	〃
چند شبہات کا ازالہ	۱۱۴
خبر کی تحقیق کہاں ضروری ہے	۱۱۵
رسول کی اطاعت کاملہ	〃
اسلام ایک دوامی قانون ہے	۱۱۶
مسلمانوں کے جھگڑوں کا حل	〃
مسلمانوں میں باہم میل ملاپ ضروری ہے	۱۱۷
مسلمانوں کے اختلافات ختم کرنے کے طریقے	〃
شان نزول	۱۲۴
محاسن اخلاق جماعتی نظام کے لیے ضروری ہیں	〃
کسی کو برے ناموں سے پکارنا دل آزاری کی بدترین قسم ہے	۱۲۵
اختلافات کی کہانیاں	〃
مختلف قسم کے گمان اور ان کے احکام	۱۲۶
تجسس، غیبت، بہتان کے احکام	۱۲۷
مدار فضیلت خاندانی اونچ نیچ نہیں بلکہ ایمان وعمل ہے	۱۲۸
اسلام ناز کی بجائے نیاز پسند کرتا ہے	۱۲۹
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خود مسلمانوں کے باہمی حقوق کا خلاصہ	〃
اسلام لانا کچھ اسلام پر احسان نہیں	۱۳۰
قیامت ممکن بھی ہے اور واقعی بھی	۱۴۰
صندی آدمی ہر سچی بات کا انکار کر دیتا ہے۔	〃
قیامت کے امکان کی دلیل	۱۴۱
علم الٰہی اور کراماً کاتبین دونوں اعمال کے نگران ہیں	۱۴۲
اللہ کے دربار میں شیطان اور انسان کی نوک جھوک	۱۴۳
نظام عالم قیامت کی شہادت دے رہا ہے	۱۵۸
سب کی روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے	۱۵۹

Marfat.com

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ اِلَّا قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْاٰيَةَ وَاِلَّا فَاصْبِرْ
كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ الْاٰيَةَ وَاِلَّا وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اَلثَّلَاثُ
اٰيَاتٍ وَّهِيَ اَرْبَعٌ اَوْ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ حٰمٓ ۚ اَللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمُرَادِهٖ بِهٖ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ الْقُرْاٰنِ مُبْتَدَاٌ مِّنَ اللّٰهِ خَبَرُهٗ الْعَزِيْزِ فِيْ مُلْكِهِ الْحَكِيْمِ ○ فِيْ صُنْعِهٖ
مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا خَلْقًا بِالْحَقِّ لِيَدُلَّ عَلٰى قُدْرَتِنَا وَوَحْدَانِيَّتِنَا وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
اِلٰى فَنَآئِهِمَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا اَخْوِفُوْا بِهٖ مِنَ الْعَذَابِ مُعْرِضُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
اَخْبِرُوْنِيْ مَا تَدْعُوْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَيِ الْاَصْنَامَ مَفْعُوْلٌ اَوَّلٌ اَرُوْنِيْ اَخْبِرُوْنِيْ تَاْكِيْدٌ مَاذَا
خَلَقُوْا مَفْعُوْلٌ ثَانٍ مِنَ الْاَرْضِ بَيَانٌ مَا اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ مُشَارَكَةٌ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ مَعَ اللّٰهِ وَاَمْ
بِمَعْنٰى هَمْزَةِ الْاِنْكَارِ اٰتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مُّنَزَّلٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ الْقُرْاٰنِ اَوْ اَثٰرَةٍ بَقِيَّةٍ مِّنْ عِلْمٍ يُّؤْثَرُ عَنِ
الْاَوَّلِيْنَ بِصِحَّةِ دَعْوَاكُمْ فِيْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ اَنَّهَا تُقَرِّبُكُمْ اِلَى اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فِيْ دَعْوٰكُمْ
وَمَنْ اَسْتَفْهَامٌ بِمَعْنَى النَّفْيِ اَيْ لَا اَحَدَ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا يَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَيْ غَيْرِهٖ مَنْ
لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمُ الْاَصْنَامُ لَا يُجِيْبُوْنَ عَابِدِيْهِمْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْاَلُوْنَهٗ اَبَدًا وَهُمْ
عَنْ دُعَآئِهِمْ عِبَادَتِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ لِاَنَّهُمْ جَمَادٌ لَا يَعْقِلُوْنَ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا اَيِ الْاَصْنَامُ
لَهُمْ لِعَابِدِيْهِمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ بِعِبَادَةِ عَابِدِيْهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ جَاحِدِيْنَ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
اَيْ اَهْلِ مَكَّةَ اٰيٰتُنَا الْقُرْاٰنِ بَيِّنٰتٍ ظَاهِرَاتٍ حَالٌ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ لِلْحَقِّ اَيِ الْقُرْاٰنِ لَمَّا
جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ بَيِّنٌ ظَاهِرٌ اَمْ بِمَعْنٰى بَلْ وَهَمْزَةُ الْاِنْكَارِ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ اَيِ
الْقُرْاٰنَ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَرْضًا فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَذَابِهٖ شَيْئًا ؕ اَيْ لَا تَقْدِرُوْنَ عَلٰى

Marfat.com

دَفْعِهٖ عَنِّیْ اِذْ اَعَذَّبَنِیَ اللّٰهُ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ تَقُوْلُوْنَ فِی الْقُرْاٰنِ كَفٰى بِهٖ تَعَالٰى شَهِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ وَهُوَ الْغَفُوْرُ لِمَنْ تَابَ الرَّحِیْمُ ○ بِهٖ فَلَمْ یُعَاجِلْكُمْ بِالْعُقُوْبَةِ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا بِدِیْعًا مِّنَ الرُّسُلِ اَیْ اَوَّلَ مُرْسَلٍ قَدْ سَبَقَ مِثْلِیْ قَبْلِیْ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فَكَیْفَ تُكَذِّبُوْنَنِیْ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ فِی الدُّنْیَا اَاُخْرَجُ مِنْ بَلَدِیْ اَمْ اُقْتَلُ كَمَا فُعِلَ بِالْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ اَوْ تُرْمَوْنَ بِالْحِجَارَةِ اَمْ یُخْسَفُ بِكُمْ كَالْمُكَذِّبِیْنَ قَبْلَكُمْ اِنْ مَا اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَیِ الْقُرْاٰنَ وَلَا اَبْتَدِعُ مِنْ عِنْدِیْ شَیْئًا وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○ بَیِّنُ الْاِنْذَارِ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اَخْبِرُوْنِیْ مَاذَا حَالُكُمْ اِنْ كَانَ اَیِ الْقُرْاٰنُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ جُمْلَةٌ حَالِیَةٌ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ عَلٰى مِثْلِهٖ اَیْ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَاٰمَنَ الشَّاهِدُ وَاسْتَكْبَرْتُمْ تَكَبَّرْتُمْ عَنِ الْاِیْمَانِ وَجَوَابُ الشَّرْطِ مَا عُطِفَ عَلَیْهِ اَسْتُمْ ظٰلِمِیْنَ دَلَّ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○ ع

ترجمہ

سورۂ احقاف مکیہ ہے بجز آیت قل ارأیتم الخ اور آیت فاصبر کما صبر الخ اور آیت ووصینا الانسان ان تین آیات کے۔ اس میں کل ۳۴ یا ۳۵ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حٰمٓ۔ (اس کی یقینی مراد تو اللہ ہی کو معلوم ہے) یہ کتاب (قرآن مبتدا ہے) اللہ کی طرف سے بھیجی گئی ہے جو (اپنے ملک میں) زبردست (اپنی کاریگری میں) حکمت والے ہیں۔ ہم نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں حکمت کے ساتھ پیدا کیا (تاکہ ان میں سے ہر ایک ہماری قدرت و وحدانیت پر دلالت کرے) اور ایک میعاد معین کے لیئے (قیامت میں ان کے فنا ہونے تک اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے (عذاب سے خوف زدہ کیا جاتا ہے) وہ اس سے بے رُخی کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ (مجھ سے کہو کہ) جن چیزوں کی تم عبادت (بندگی) کرتے ہو اللہ کے علاوہ (یعنی بتوں کی یہ مفعول اول ہے) مجھ کو یہ دکھلاؤ (بتلاؤ یہ تاکید ہے) کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے (مفعول ثانی ہے) زمین (یہ بیان ہے ما کا) یا ان کا آسمانوں (کے پیدا کرنے) میں ساجھا (شرکت) ہے (خدا کے ساتھ۔ ام بمعنی ہمزۂ انکار ہے) میرے پاس کوئی کتاب جو اس کتاب سے پہلے کی ہو یا کوئی اور علمی مضمون منقول لاؤ (جو پہلے لوگوں سے نقل ہوا ہو۔ جس سے تمہارے اس دعوے کی تصدیق ہو کہ بُت پرستی اللہ سے تم کو قریب کر دیتی ہے) اگر تم سچے ہو (اپنے دعویٰ میں) اور اس شخص سے زیادہ اور کون گمراہ ہوگا (استفہام نفی کے

Marfat.com

معنے میں ہے یعنی کوئی نہیں) جو خدا کو چھوڑ کر ایسے معبود غیر اللہ کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ کرے (یعنی بت جو اپنے عبارت گزاروں کی کسی بات کا جواب بھی قیامت تک نہیں دے سکتے) اور ان کو ان کے پکارنے (پوجا پاٹ کرنے) کی بھی خبر نہ ہو (کیونکہ وہ محض بے جان ہیں سمجھتے نہیں) اور جب سب آدمی جمع کیے جائیں تو وہ (بت) ان (پجاریوں) کے دشمن ہو جائیں اور ان (پجاریوں) کی بندگی ہی کا انکار کر بیٹھیں اور جب لوگوں (مکہ والوں) کے سامنے پڑھی جاتی ہیں ہماری آیتیں (قرآن کی) کھلی کھلی (واضح یہ حال ہے) تو (ان میں سے) منکر لوگ کہنے لگتے ہیں اس سچی بات (قرآن) کی نسبت جب کہ وہ ان تک پہنچتی ہے کہ یہ صریح (کھلم کھلا) جادو ہے۔ کیا (بل اور ہمزۂ انکار کے معنی میں ہے) یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے (قرآن کو) اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے ..... آپ کہہ دیجئے اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہو گا (بالفرض) تو پھر تم لوگ مجھے اللہ (کے عذاب) سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے (یعنی اللہ اگر مجھے عذاب دینے لگے تو کون بچا سکتا ہے) وہ خوب جانتا ہے تم اس کی نسبت جو جو باتیں بنا رہے ہو (یعنی قرآن کے متعلق جو کچھ رہے ہو) میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے اور بڑی مغفرت والا (توبہ کرنے والوں کے لیے) بڑی رحمت والا ہے (ان پر اس لیے تمہیں جلد سزا نہیں دیتا) آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں (یعنی نیا۔ پہلا پہل، بلکہ مجھ سے پہلے بہت کچھ آچکے ہیں پھر میری تکذیب تم کیسے کر رہے ہو) اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ تمہارے ساتھ جانتا ہوں (دنیا میں رہتے ہوئے کہ آیا مجھے دیس نکالا دیا جائے گا یا مارا جاؤں گا۔ جیسے مجھ سے پہلے انبیاء شہید کیے گئے، اسی طرح تم پر پتھراؤ کیا جائے گا یا زمین میں دھنسا دیے جاؤ گے اپنے پچھلوں کی طرح) میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعہ آتا ہے (یعنی قرآن کی پیروی۔ میں اپنی طرف سے کچھ بھی بناوٹ نہیں کر رہا ہوں) اور میں تو صرف (واضح طور پر) صاف صاف ڈرانے والا ہوں، آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھے یہ بتلاؤ (تمہاری حالت کیا ہو گی) اگر یہ (قرآن) منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر (جملہ حالیہ ہے) اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ (یعنی عبداللہ بن سلام) اس جیسی کتاب پر (یعنی اس کتاب کے متعلق کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے) کہ یہ ایمان لے آئے (وہ گواہ) اور تم تکبر ہی میں رہو (ایمان سے روگردانی کرو اور جواب شرط اس پر معطوف ہے یعنی الستم ظالمین چنانچہ اگلا جملہ اس پر دلالت کر رہا ہے) اللہ بلاشبہ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

تحقیق و ترکیب

الاحقاف۔ احقاف جمع ہے حقف کی ریت کا ٹیلہ، یمن کی ریتلی وادی کو کہتے ہیں جہاں قوم عاد آباد تھی۔

الاقل ارأیتم۔ اس آیت میں شاہد سے مراد عبداللہ بن سلام ہیں اور وہ قرآن کے مصداق ظاہر ہے کہ مدینہ طیبہ میں رہتے تھے۔ اس لیے آیت مدنی ہے۔ لیکن اگر شاہد سے مراد حضرت موسیٰ ہوں تو پھر آیت مدنی نہیں ہو گی۔

marfat.com
Marfat.com

وھی اربع۔ تعداد آیات میں اختلاف اس لیے ہے کہ حٰمٓ کو مستقل آیت شمار کیا جائے یا نہیں؟ متشابہات کے سلسلہ میں سلف کا مسلک ہی اسلم ہے کہ ان کا حقیقی علم اللہ ہی کو ہے۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے جو مختلف تفسیریں منقول ہیں وہ ظنی ہیں ورنہ اس میں باہمی اختلاف کیسا؟

الا بالحق۔ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ مفسرؒ نے خلقاً نکال کر اشارہ کیا ہے اور یا ملابست کے لیے ہے۔

واجل مسمی۔ اس کا عطف بالحق پر ہے اور مضاف محذوف ہے۔ یعنی والا بتقدیر اجل مسمی اس میں فلاسفہ پر رد ہے جو قدم عالم کے قائل ہیں۔

عما انذروا۔ ما موصولہ یا مصدریہ ہے۔

اروني۔ مفسرؒ کی رائے پر اس صورت میں ارأیتم کا مفعول ثانی جملہ ماذا خلقوا ہے اور مفعول اول ماتدعون ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو تاکید نہ مانا جائے۔ بلکہ تنازع فعلین کے طرز پر حل کیا جائے۔ دونوں فعل مفعول ثانی کے خواہاں ہیں اور وہ "ماذا خلقوا" ہے دوسرے کا مفعول بنا کر پہلے کا محذوف مان لیا جائے۔ اور ابن عطیہؒ کہتے ہیں کہ ارأیتم استفہام کے لیے ہے متعدی نہیں ہے۔ کہ مفعول کی حاجت ہو۔ بلکہ استفہام توبیخی ہے اور تدعون بمعنی تعبدون ہے اخفشؒ کی رائے بھی یہی ہے۔

ایتوني۔ یہ بھی مجمل مقولہ کے ہے اور یہ امر تبکیتی ہے یعنی دلیل عقلی تو ہے ہی نہیں نقلی دلیل بھی نہیں ہے۔

اثارة۔ غواية وضلالة کی طرح اثارۃ بھی مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے۔ سمنت الناقة على اثارة من لحم اور بعض نے اس کے معنی روایت اور بعض نے علامت لیے ہیں۔ اور ابن عباسؓ اثر بمعنی خط لیتے ہیں۔

من لا یستجیب۔ من نکرہ موصوفہ یا اسم موصول ہے اور بعد کا جملہ صفت یا صلہ ہے یدعوا کا معمول ہے اور مفعول اعم لا احد اضل من شخص یعبد شیئاً لا یجیبه او الشیء الذی لا یجیبه ولا ینفعه فی الدنیا والاخرة

الی یوم القیامة۔ غایۃ مُغیا میں داخل ہے یعنی دنیا و آخرت میں دعا قبول نہ ہو۔ یہ تا بید ایسے ہی ہے جیسے ان علیك لعنتی الی یوم الدین میں ہے اور بتوں کو مَنْ اور ہُمْ کے الفاظ سے تعبیر کرنا پجاریوں کے اعتبار سے ہے کہ ان کے اعتقاد میں بُت ذی ہوش ہوتے تھے۔ گویا یہ الفاظ قرآن نے مجاراتِ خصم کے طریقہ پر استعمال کیے ہیں۔

تفیضون۔ یعنی قرآن میں طعن تشنیع کرتے ہیں افاضہ بمعنی اندفاع ہے۔

ما کنت بدعا۔ اس میں دو صورتیں ہیں حذف مضاف کیا جائے۔ ای ما کنت ذا بدع۔ اور بدع مصدر ہے دوسرے یہ کہ بدع صفت بمعنی بدیع جیسے خف اور خفیف۔ بدیع بمعنی نظیر۔

Marfat.com

ابتداع بمعنی اختراق ہے۔ اور عکرمہؒ، ابو حیوۃؒ، ابن ابی عبلہؒ تینوں لفظ بدعاً فتحہ دال کے ساتھ پڑھتے ہیں بدعۃ کی جمع ہے اور ابو حیوۃؒ اور مجاہدؒ بدعا فتحہ با اور کسر دال کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں حذر کی طرح وصف ہو جائے گا۔

ما ادری۔ یعنی میں اپنے اور تمہارے متعلق از خود آئندہ کا کیا حال بتلا سکتا ہوں۔ جو کچھ تقدیر ہو گی پیش آ کر رہے گا۔ پھر قرآن اپنی طرف سے کس طرح گھڑ کے پیش کر سکتا ہوں۔

ارأیتم۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ اس کے دونوں مفعول محذوف ہیں۔ دوسری تقدیر عبارت اس طرح بھی ہو سکتی ہے۔ ارأیتم حالکم ان کان کذا الستم ظالمین اور جواب شرط بھی محذوف ہے۔ ای فقد ظلمتم اسی لیے فعل شرط ماضی ہے۔

شاھد۔ ترمذیؒ نے خود عبداللہ کی روایت پیش کی ہے اور شیخین نے عامر بن سعید عن ابیہؒ سے تخریج کی ہے۔ اس وقت یہ آیت مدنی ہو جائے گی۔ اور ونادی اصحاب الاعراف کی طرح ویشھد شاھد کی تاویل بھی ہو سکتی ہے۔

علی مثلہ۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ مثل صلہ ہے مراد قرآن کے من اللہ ہونے کی شہادت دینا ہے۔

الستم ظالمین۔ جیسا کہ زمخشریؒ کی رائے ہے اور بعض نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ جملہ استفہامیہ جواب بنانے کی صورت میں فا کے ساتھ لانا ضروری ہے۔ ای فقد ظلمتم۔

ربط آیات

پچھلی سورت کے آخر اور اس سورت کے شروع میں توحید و معاد کا بیان وجہ ارتباط ہے لیکن پہلے معاد مفصل اور توحید مجمل تھی اور یہاں اس کا برعکس ہے۔

آیت واذا تتلیٰ علیھم سے نبوت و رسالت کا مضمون ہے۔

تشریح

واجل مسمیٰ۔ یعنی یہ دنیا جہان ہم نے یوں بے کار و بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ بلکہ ایک مقصد اور خاص غرض کے لیے پیدا کیا ہے۔ جو ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا۔ تا آنکہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو جس کو آخرت کہتے ہیں اس لیے فلاسفہ کا دعوئے قدم عالم غلط ہے۔

قل ارأیتم۔ یعنی تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کل کائنات تو اللہ کی بنائی ہوئی ہے۔ پھر کیا تم سچے دل سے کہہ سکتے ہو کہ کسی نے زمین کا ٹکڑا یا آسمان کا کوئی حصہ بنایا ہو۔ پھر ان کو خدا کے ساتھ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیوں پکارا جاتا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ خالق ماننا ہی استحقاق الوہیت کی دلیل ہو سکتی ہے اور جب وہ نہیں بلکہ اللہ کے سوا سب کو مخلوق مانتے ہو تو وہ منافی ہے استحقاق الوہیت کے اس لیے عقلی دلیل دوسروں کے معبود ہونے پر تو قائم نہ ہو سکی۔ بلکہ نہ ہو سکنے پر قائم ہو گئی۔ ہاں اگر کوئی دلیل نقلی تمہارے پاس ہو تو بسم اللہ شوق سے باقاعدہ

marfat.com
Marfat.com

آسمانی کتاب ہو یا کوئی معتبر مضمون ہو جو مستند طور پر نقل ہوتا چلا آیا ہو اسی کو پیش کرو۔ لیکن اگر ایسا نہیں کر سکتے۔ تو پھر بھلا بتلاؤ کہ عقلی نقلی دلیل کے بغیر یوں ہی آنکھ بند کر کے کس طرح تمہاری بات مان لی جائے۔

مشرکین کی حماقت

اس سے بڑھ کر حماقت اور گمراہی کیا ہوگی۔ کہ اللہ کو چھوڑ کر اپنی حاجت براری کے لیئے بے جان و بے اختیار چیز کو پکارا جائے۔ پتھر کی مورتیوں کا تو کہنا ہی کیا۔ فرشتے اور پیغمبر بھی اگر کچھ سن سکتے ہیں یا کچھ کام کر سکتے ہیں تو وہی جس کی اجازت و قوت منجانب اللہ عطا ہوگی۔ تمہارے اعتقاد کے مطابق نہ ان کا سننا لازمی اور دائمی ہے اور نہ فائدہ مند۔ بلکہ قیامت کے روز جہاں ایک تنکے کے سہارے کو بھی غنیمت سمجھا جائے گا۔ مگر بے چارے ان کے فرضی معبود اپنے عابدوں کی مدد تو کیا کر سکتے اور الٹے دشمن بن کر سامنے آجائیں گے اور اظہار بیزاری کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیں گے کہ انہوں نے ہماری بندگی نہیں کی یہ جھوٹے ہیں۔ پس جب ان کی پرستش کا ایک بھی مقتضی نہیں بلکہ پرستش نہ کرنے کے مقتضیات بکثرت ہیں۔ پھر کیوں ان کو پکڑے بیٹھے ہیں۔

قرآن اور جادو میں فرق

واذا تتلی۔ یعنی حال ان کا ملاحظہ ہو کہ انہیں اپنے انجام کی ذرہ برابر پرواہ اور فکر نہیں۔ اگر کوئی ان کے لیئے دل سوزی کرنا بھی چاہے اور قرآن بطور نصیحت پڑھ کر سنائے تو اس کو جادو کہہ کر ٹال جاتے ہیں۔ حالانکہ جادو کی کاٹ ممکن ہے۔ مگر قرآن کا معارضہ ممکن نہیں ہے۔ یہ کھلی دلیل ہے ان کی بات کے جھوٹا ہونے کی۔ چنانچہ بینات کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے اور جادو کہنے سے بھی بڑھ کر خباثت لیئے ہوئے ان کا یہ کہنا ہے کہ قرآن شریف آپ خود بنا لائے ہیں اور اللہ میاں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ کیونکہ جادو کی برائی تو سب کے نزدیک مسلم نہیں۔ کچھ لوگ اس کے معتقد بھی ہوئے ہیں بلکہ اس کو کمال سمجھتے ہیں۔ مگر جھوٹ بولنا اور وہ بھی خدا پر۔ وہ تو متفقہ طور پر سب ہی کے نزدیک برائی ہے۔

اگر بالفرض میں ایسی جسارت بھی کروں تو گویا جان بوجھ کر خود کو اللہ کے غضب کے حوالے اور اس کی بدترین سزا کے آگے پیش کر رہا ہوں۔ میری عمر تم میں گزری ہے۔ مگر کبھی کسی نے ادنیٰ جھوٹ کی تہمت بھی لگائی ہے۔ پس بندوں کے معاملات میں تو میری سچائی کی قسمیں کھاتے ہو اور محمد الامین کہہ کر نام لیتے ہو۔ لیکن کوئی باور کر سکتا ہے کہ جب خدا کا معاملہ آتے تو ایک دم خدا پر جھوٹ باندھ کر خواہ مخواہ خود کو عظیم ترین مصیبت میں پھنسا دوں گا جس سے بچانے والا بھی روئے زمین پر کوئی نہیں ہے۔

مان لو کہ میں تمہیں اس طرح اپنا گرویدہ اور پیروکار بنالوں مگر جھوٹے نبی پر جو خدائی وبال اور زوال آئے گا اس سے کیا تم اس کو بچا سکتے ہو؟ پھر بتلاؤ میں یہ دردسری کیوں لیتا۔ کیونکہ جھوٹے نبی پر ادبار کا آنا تو ایسا لازم ہے جسے اس کا حامی بھی دفع نہیں کر سکتا۔ مگر یہاں لازم کی نفی ہے پس ملزوم کی نفی بھی ہوگئی۔

Marfat.com

نکتۂ نادرہ اور تحقیق لطیف

اور ان افتریتہ میں ان سے استقبال کی خصوصیت مقصود نہیں ہے۔ بلکہ مقدم اور تالی میں مطلقاً اتصال بتلانا ہے چنانچہ آیت لو تقول میں لو ماضی کے لیے آیا ہے۔ اس لیے یہ شبہ اب نہیں رہتا کہ بولتے وقت تو لازم کی نفی کا حکم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے مستقبل کا انتظار کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر ان کو مستقبل ہی کے لیے لیا جائے تب بھی تھوڑا انتظار کافی ہو جائے گا۔ یعنی کچھ دیر بعد پتہ چل جائے گا کہ انتفاء لازم ہو گیا کہ عذاب سے بچے رہے اور اگر اتنے دنوں عذاب نازل نہ ہونے سے کسی کو لزوم پر شبہ ہونے لگے تو اس کے جواب کے لیے کہا جائے گا کہ محض دعوائے نبوت کر دینا ملزوم نہیں ہے۔ بلکہ اس پر برقرار رہنا ملزوم ہے۔

البتہ تحقیق بقاء کی مدت کے اعتبار سے اگر تلبیس کا شبہ ہو تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ دعوائے نبوت کے وقت معجزہ کا ظاہر کرنا یا نہ کرنا تلبیس دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ البتہ جھوٹ بولنے کی صورت میں جب کہ معجزہ بھی ظاہر نہ ہو عذاب کا ہونا اس تلبیس کے دور کرنے کی تاکید کے لیے ہے بس اس معہ کہ یعنی عذاب نہ ہونے سے خود تلبیس کا نہ ہونا جو موجب اعتراض ہے لازم نہیں آتا۔

یہ ساری گفتگو تو قرآن کے من گھڑت ہونے کی صورت میں تھی۔ لیکن قرآن کو اگر تم من گھڑت نہیں مانتے تو پھر میں بہتان تراش نہ ہوا۔ پس جو باتیں تم نے شروع کر رکھی ہیں اللہ ان کو بھی چونکہ خوب جانتا ہے۔ اس لیے بس اپنے انجام کی فکر رکھو اور ایک سچے پیغمبر کو جھوٹا مفتری کہنے کا انجام بھی سوچ لو کہ وہی میرے تمہارے درمیان سچ کو سچ، جھوٹ کو جھوٹ ثابت کرنے کے لیے گواہ ہے۔ وہ اب بھی اور آئندہ بھی اپنے قول و فعل سے یہی بتلائے گا کہ کون سچا ہے، کون جھوٹا مفتری ہے۔

یہ واضح رہے کہ نبوت کے اثبات کا اصل مدار تو معجزہ کے اظہار پر ہوتا ہے جو ہو چکا ہے۔ اس آخری مضمون پر مدار نہیں ہے۔ بلکہ یہ مضمون تو صرف ہٹ دھرمی کرنے والوں کے لئے آخری جواب کے طور پر ہے۔

حاصل یہ کہ اگر میں دعوئ نبوت میں جھوٹا ہوں تو مجھے فوراً پکڑ لیا جائے گا اور تم اس کے انکار میں اگر جھوٹے نکلے تو یاد رکھو تم پکڑے جاؤ گے خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔

ایک دقیق اشکال کا حل

اور آگے وھو الغفور الرحیم میں ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ کفار اگر کہنے لگیں کہ ھو اعلم بما تفیضون فیہ جب فرمادیا یعنی ہماری حرکتوں کا علم اللہ کو ہے۔ مگر پھر بھی ہم پر عذاب نہیں آیا۔ پس جس طرح مدعی نبوت پر عذاب نہ آنا اس کی سچائی کی دلیل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ہم انکار کرنے والوں پر عذاب نہ آنا بھی ہمارے سچے ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے۔ گویا ایک قسم کا یہ معارضہ ہوا۔

اس کا جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ اللہ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے۔ وہ دنیاوی عذاب سے کافروں کو اگر بچالے تو یہ اس کی ایک خاص قسم کی مغفرت و رحمت ہو گی جس میں کفار بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ لیکن مدعی نبوت میں

marfat.com
Marfat.com

یہ احتمال نہیں ہے۔ کیونکہ جھوٹے دعویٰ نبوت کرنے اور عذاب نازل ہو جانے میں ملزوم عادی ثابت ہے۔ اور یہاں انکارِ حق اور نزولِ عذاب میں لزوم ثابت نہیں ہے۔ پس نبوت کے سلسلہ میں عذاب نازل نہ ہونے کو انتفاء لازم کہا جائے گا اور منکرین کے حق میں نہیں کہا جائے گا خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

ایک علمی تحقیق انیق

اور ان دونوں میں فرق کا راز یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق و باطل کی تحقیق کا آخری مرجع چونکہ نبوت ہے اس لیے فکر و نظر کا اخیر مرجع بھی ہدایت ہونی چاہیئے اور مقصود جس طرح مہتم بالشان ہوا کرتا ہے اس کی ہدایت بھی اتنی ہی کھلی اور روشن ہونی چاہیئے یعنی تلبیس کا شائبہ بھی اگر ہوگا تو ہدایت کے خلاف سمجھا جائے گا۔ اسی لیئے تلبیس کا شائبہ تک نبوت کے معاملہ میں گوارا نہیں کیا گیا برخلاف معارضہ کرنے والوں کے کہ نبوت سے تلبیس اُٹھ جانے کے بعد پھر اس میں تلبیس کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دو نقیضوں میں سے ایک نقیض کا صدق دوسری نقیض کے کذب کو مستلزم ہوا کرتا ہے۔ پس جب صدق میں التباس نہ ہوگا تو کذب میں بھی التباس نہ ہوگا۔ اس لیئے حق کے انکار اور عذاب کے نازل ہونے میں لزوم نہ ہوا۔ بلکہ انکارِ حق پر اکثر بطورِ استدراج کے عذاب نہ آنا تجویز کیا گیا ہے۔ (ماخوذ من بیان القرآن لکنہ صعب)

نہ نبی انوکھا ہے اور نہ دعوت انوکھی ہے

آگے وما کنت بدعا سے اسی مضمون کی تاکید کے لیئے ارشاد ہے۔ یعنی میری باتوں سے بدکتے کیوں ہو۔ میں کوئی انوکھی چیز لے کر تو نہیں آیا۔ میں وہی کہہ رہا ہوں جو مجھ سے پہلے ہزارہا نبی کہہ چکے۔ پھر میری بشارت پہلے انبیاءؑ دے چکے۔ اس لئے میں بھی انوکھا اجنبی نبی نہیں ہوں۔ بلکہ تمہیں مطمئن اور خوش ہونا چاہیئے۔ کہ اتنی پرانی بشارت کا آج ظہور ہو رہا ہے۔ یوں تو انوکھا اور نیا نبی ہونا بھی فی نفسہ باعثِ انکار نہیں ہونا چاہیئے۔ آخر جو سب سے پہلے پیغمبر ہوئے ہوں گے۔ وہ انوکھا ہونے کے باوجود بھی پیغمبر تھے۔ البتہ انوکھا ہونا باعثِ تعجب ضرور ہو سکتا ہے۔ گویا وہ تعجب دُور ہی کیا جا سکتا ہے مگر یہاں تو انوکھا ہونا بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ مجھ سے پہلے بہت انبیاءؑ آ چکے، جن کی خبر تواتر کے ساتھ تم نے بھی سُن رکھی ہے۔

اسی طرح میرا دعویٰ بھی کوئی انوکھا نہیں کہ میں سب سے ہٹ کر کوئی انوکھی بات کہہ رہا ہوں۔ مثلاً یہ کہ میں غیب دان ہوں۔ بلکہ میرا کہنا تو یہ ہے کہ معلوماتِ وحی کے علاوہ مجھے کچھ پتہ نہیں۔ حتیٰ کہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میرے کام کا آخری نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ میرے ساتھ اللہ کیا معاملہ کرے گا۔ اور خود تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ پس جب اپنے اور تمہارے قریبی احوال جاننے کا مجھے دعوےٰ نہیں ہے تو اور دُور کی غیبی باتوں کا میں کیا مدعی ہو سکتا ہوں۔ پس اس لحاظ سے بھی میرا کوئی انوکھا نعرہ نہیں ہے۔ جو تمہارے لیئے وجہ انکار بنے۔ البتہ جوں جوں مجھے وحی کے ذریعہ علم ہوتا رہے گا خواہ اپنے متعلق یا دوسروں کے متعلق اور خواہ دنیاوی احوال ہوں یا اخروی حالات۔ بلاشبہ وہ علم کامل مکمل ہوگا۔ لیکن نہ از خود جاننے

Marfat.com

کا دعوے ہے اور نہ سب تفصیلات سے فی الحال آگاہ ہونے کا، اس بحث میں پڑنا ہی لاحاصل ہے۔ میرا کام صرف وحی کا اتباع ہے اور احکامِ الٰہی کا امتثال ہے اور کفر و طغیان کے خطرناک نتائج سے کھول کھول کر آگاہ کر دینا ہے آگے چل کر دنیا یا آخرت میں میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا۔ اس کی پوری تفصیلات فی الحال نہیں جانتا۔ بندہ کا کام نتیجہ سے قطع نظر مالک کے احکام کی تعمیل کرنا ہے اور بس۔

پیغمبر آخر کی اطلاع پہلے سے چلی آرہی ہے۔

پہلے آیت ھو اعلم بما تفیضون الخ میں قرآن کو بہتان تراشی نہ ہونے کی تقریر جو جواب کی اجمالی تقریر تھی۔ آیت قل ارأیتم الخ سے اس کی تفصیل ارشاد فرمائی جارہی ہے۔ پس یہ اجمال و تفصیل مکرر دوسری شق ہوئی۔ اور پہلی شق ان افتریتہ الخ تھی۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ تم مجھ کو مفتری کہتے ہو۔ تو دو حال سے خالی نہیں یا تو میں مفتری ہوں یا مفتری نہیں۔ پہلی شق تو اس لیے صحیح نہیں کہ اس کے لوازم میں سے فوری تباہی ہے جو ہوئی نہیں۔ البتہ دوسری شق صحیح ہے سو اب تمہیں اپنی فکر کرنی چاہیئے۔

چونکہ عرب کے جاہل مشرک بنی اسرائیل یہود کے علم و فضل سے مرعوب تھے۔ اس لیے حضورؐ کے دعویٰ نبوت پر مشرکین نے بنی اسرائیل کا عندیہ لینا چاہا۔ تاکہ ان کی تکذیب سے ہمارے لیئے ایک بہانہ ہاتھ آجائے مگر اس مقصد میں وہ ہمیشہ ناکام رہے۔ کیونکہ کھلم کھلا علماء یہود نے اعتراف کیا کہ بلاشبہ ہماری کتابوں میں اس ملک کے لیئے ایک نبی کی آمد کی بشارت دی گئی ہے، یہ رسول اسی طرح کے اور یہ کتاب بھی اسی طرح کی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ تورات وغیرہ کتب محرف ہو چکی تھیں۔ مگر پھر بھی باقی ماندہ حصہ میں آج تک یہ پیش گوئیاں چلی آتی ہیں جن کا نمونہ مقدمہ تفسیر حقانی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جو اس باب میں ایک معتبر دستاویز ہے۔

پس ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل کے سب سے بڑے گواہ حضرت موسےٰ علیہ السلام ہزاروں سال پہلے گواہی دے چکے ہیں کہ بنی اسرائیل کے برادر بنی اسماعیل میں ایک رسول آنے والا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ بعض حق پرست عبداللہ بن سلام جیسے حضرات آنحضرتؐ کا چہرۂ انور دیکھنے کے ساتھ پکار اٹھے ان ھذا الوجہ لیس بوجہ کاذب اور ایمان لے آئے۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہزاروں سال پہلے ایک چیز پر ایمان رکھیں اور ان کو ماننے والے انصاف پسند، حق پرست یہودی علماء اس کے صدق کی گواہی دیں۔ بلکہ بعض مشرف باسلام بھی ہو جائیں۔ مگر تم اپنی ہٹ اور ضد سے باز نہ آؤ تو تم سے زیادہ عقل و ہوش کا دشمن اور کون ہوگا۔ آخر شیخی اور غرور کی کوئی حد بھی! ایسوں کی فلاح و نجات کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

شاہد سے کیا مراد ہے؟

یہ وشھد شاھد فرمانا ایسا ہی ہے جیسے سورۂ شعراء میں اولم یکن لھم ایۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل فرمایا گیا ہے جس سے مقصود اس شہادت میں ترجیح نبوت کا انحصار نہیں ہے۔ بلکہ شاہد پر تنوین، جنس یا تفخیم کے لیئے ہے جو کہ تمام

marfat.com
Marfat.com

منصف مزاج اور باایمان علماء یہود کو شامل ہے۔ خواہ وہ اس آیت سے پہلے ایمان لا چکے ہوں یا بعد میں لائے ہوں گویا منشاء یہ ہے کہ اس آیت کے کلی مفہوم میں یہ حضرات بھی داخل ہیں اور وہ بھی اسی کی جزئی ہیں۔ چنانچہ سعید بن جبیرؓ کا قول درمنثور میں ہے کہ اس آیت کا نزول میمون بن یامین کے بارہ میں ہوا ہے جو یہود کے رئیس العلماء تھے۔ اس سے بھی تخصیص نہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ عام اس سے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے اسلام کے بعد آئی ہو۔ جیسا کہ بعض مفسرینؒ اس آیت کو مدنی کہتے ہیں یا پہلے نازل ہوئی ہو۔ جیسا کہ بعض مفسرینؒ پوری سورت کی طرح اس آیت کو بھی مکی کہتے ہیں۔

اور قرآن میں قرآن کو مثل القرآن سے تعبیر کرنے میں مبالغہ کے علاوہ یہ نکتہ بھی ہو سکتا ہے کہ علماء بنی اسرائیل کو قرآن کا علم پچھلی کتابوں سے اجمالی طور پر ہوا تھا۔ لیکن قرآن سے اس کی تفصیل معلوم ہو گئی۔ اور اجمال و تفصیل میں ظاہر ہے کہ من وجہ اتحاد اور من وجہ تغائر ہوا کرتا ہے۔ اس لیئے اس کو مثل سے تعبیر کرنا انتہائی حسن بلاغت ہے اور کفرتم اور استکبر تم کو تکرار نہ سمجھا جائے۔ کیونکہ کفرتم کا تعلق علماء کی شہادت دینے سے پہلے ہے اور استکبرتم کا تحقق بعد میں ہوا۔ بیان القرآن

لطائف سلوک

ایتونی بکتاب الخ میں اس پر دلالت ہے کہ دین میں کوئی دعوٰے بغیر معتبر دلیل کے لائق قبول نہیں۔ چنانچہ کشف یا الہام بھی اس بارہ میں حجت نہیں ہوگا۔

ماادری ما یفعل الخ اس میں دو شخصوں پر رد ہو رہا ہے ایک تو اس پر جو ہر کلی جزئی علم کی نسبت اولیاء کی طرف کرتا ہو۔ دوسرے اس پر جو اپنی اور اپنے متبعین کی نجات کا پکا یقین کیئے ہو۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَيْ فِيْ حَقِّهِمْ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا اَيِ الْقَائِلُوْنَ بِهٖ اَيْ بِالْقُرْاٰنِ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اَيِ الْقُرْاٰنُ اِفْكٌ كَذِبٌ قَدِيْمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلِهٖ اَيِ الْقُرْاٰنِ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اَيِ التَّوْرٰىةُ اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِهٖ حَالَانِ وَهٰذَآ اَيِ الْقُرْاٰنُ كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّلْكُتُبِ قَبْلَهٗ لِسَانًا عَرَبِيًّا حَالٌ مِنَ الضَّمِيْرِ فِيْ مُصَدِّقٌ لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيْ مُشْرِكِيْ مَكَّةَ وَهُوَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّاعَةِ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ حَالٌ جَزَاۗءً مَّنْصُوْبٌ عَلَى الْمَصْدَرِ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ اَيْ يُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَفِيْ قِرَاءَةٍ اِحْسَانًا اَيْ اَمَرْنَاهُ اَنْ يُّحْسِنَ اِلَيْهِمَا فَنَصْبُ اِحْسَانًا عَلَى الْمَصْدَرِ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ وَمِثْلِهٖ

Marfat.com

حُسْنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ اَیْ عَلٰی مَشَقَّةٍ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ مِنَ الرِّضَاعِ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ
سِتَّةُ اَشْهُرٍ اَقَلُّ مُدَّةِ الْحَمْلِ وَالْبَاقِیْ اَکْثَرُ مُدَّةِ الرِّضَاعِ وَقِیْلَ اِنْ حَمَلَتْ بِهٖ سِتَّةً اَوْ تِسْعَةً اَرْضَعَتْ تَ
الْبَاقِیْ حَتّٰٓی غَایَةٌ لِحَمْلَةٍ مُقَدَّرَةٍ اَیْ وَعَاشَ حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ هُوَ کَمَالُ قُوَّتِهٖ وَعَقْلِهٖ وَرَاْیِهٖ اَقَلُّهُ
ثَلَاثٌ وَّثَلٰثُوْنَ سَنَةً وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ اَیْ تَمَامَهَا وَهُوَ اَکْثَرُ الْاَشُدِّ قَالَ رَبِّ اِلٰی اٰخِرِهٖ نَزَلَ فِیْ
اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ لَمَّا بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً بَعْدَ سَنَتَیْنِ مِنْ مَبْعَثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنَ بِهٖ ثُمَّ اٰمَنَ
اَبَوَاهُ ثُمَّ ابْنُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُوْ عَتِیْقٍ اَوْزِعْنِیْٓ اَلْهِمْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ
بِهَا عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَهِیَ التَّوْحِیْدُ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ فَاَعْتَقَ تِسْعَةً مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یُعَذَّبُوْنَ
فِی اللّٰهِ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۭ فَکُلُّهُمْ مُؤْمِنُوْنَ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ اُولٰٓئِكَ اَیْ
قَابِلُوْا هٰذَا الْقَوْلَ اَبُوْ بَکْرٍ وَغَیْرُهٗ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ بِمَعْنٰی حَسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ
سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ حَالٌ اَیْ کَائِنِیْنَ فِیْ جُمْلَتِهِمْ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ○
فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالْاِفْرَادِ
اُرِیْدَ بِهِ الْجِنْسُ اُفٍّ بِکَسْرِ الْفَاءِ وَفَتْحِهَا بِمَعْنٰی مَصْدَرٍ اَیْ نَتْنًا وَقُبْحًا لَکُمَا اَتَضْجَرُ مِنْکُمَا اَتَعِدَانِنِیْٓ
وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالْاِدْغَامِ اَنْ اُخْرَجَ مِنَ الْقَبْرِ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ الْاُمَمُ مِنْ قَبْلِیْ ۭ وَلَمْ تُخْرَجْ مِنَ
الْقُبُوْرِ وَهُمَا یَسْتَغِیْثَانِ اللّٰهَ یَسْاَلَانِ الْغَوْثَ بِرُجُوْعِهٖ وَیَقُوْلَانِ اِنْ لَّمْ تَرْجِعْ وَیْلَكَ اَیْ هَلَاکَكَ بِمَعْنٰی
هَلَکْتَ اٰمِنْ ۚ بِالْبَعْثِ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ بِهٖ حَقٌّ ۚ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَآ اَیِ الْقَوْلُ بِالْبَعْثِ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ○
اَکَاذِیْبُهُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ وَجَبَ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ بِالْعَذَابِ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ کَانُوْا خٰسِرِیْنَ ○ وَلِکُلٍّ مِّنْ جِنْسِ الْمُؤْمِنِ وَالْکَافِرِ دَرَجٰتٌ فَدَرَجٰتُ الْمُؤْمِنِ فِی
الْجَنَّةِ عَالِیَةٌ وَدَرَجَاتُ الْکَافِرِ فِی النَّارِ سَافِلَةٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ اَیِ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ الطَّاعَاتِ وَالْکَافِرُوْنَ مِنَ

Marfat.com

الْمَعَاصِيْ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَيِ اللّٰهُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالنُّوْنِ اَعْمَالَهُمْ اَيْ جَزَاءَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ شَيْئًا يَنْقُصُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيُزَادُ لِلْكُفَّارِ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ بِاَنْ تُكْشَفَ لَهُمْ وَيُقَالُ لَهُمْ اَذْهَبْتُمْ بِهَمْزَةٍ وَبِهَمْزَتَيْنِ وَبِهَمْزَةٍ وَمَدَّةٍ وَبِهِمَا وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ طَيِّبٰتِكُمْ بِاسْتِعْجَالِكُمْ بِلَذَّاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ تَمَتَّعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ اَيِ الْهَوَانِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ تَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ○ ع بِهٖ وَتُعَذَّبُوْنَ بِهَا ۲ ع ۳

ترجمہ اور یہ کافر اہل ایمان کی نسبت (متعلق) یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ (ایمان) کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ ہم سے پہلے اس کی طرف سبقت نہ کرتے اور جب ان (کہنے والوں) کو اس (قرآن) سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہی کہیں گے کہ یہ (قرآن) پرانا جھوٹ ہے اور اس (قرآن) سے پہلے موسےٰ کی کتاب (تورات) آئی جو رہنما اور رحمت تھی (اہل ایمان کے لیے یہ دونوں حال ہیں) اور یہ (قرآن) ایک ایسی کتاب ہے۔ جو (پچھلی کتابوں کی) تصدیق کرتے والی، عربی زبان میں (مصدق کی ضمیر سے یہ حال ہے) ظالموں (مکہ کے مشرکوں) کو ڈرانے کے لیے اور (یہ) بشارت دینے کے لیے ہے (نیک لوگوں مومنین) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ پھر (فرمانبرداری پر) جمے رہے سو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ اہل جنت ہیں۔ جو ہمیشہ رہیں گے اس میں (یہ حال ہے) ان کاموں کا صلہ (فعل مقدر کے مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ یعنی یجزون) جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا (ایک قراءت میں احسانا ہے۔ یعنی ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ والدین کے ساتھ احسان کرے۔ پس اس ترکیب میں احسان کا نصب فعل مقدر کے مفعول مطلق ہونے کی بناء پر ہوگا اور یہی ترکیب لفظ حسنا کی ہے) اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت سے اس کو جنا (کرھا بمعنی مشقت) اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے (چھ مہینے کم از کم مدت حمل اور باقی دو سال دودھ چھڑانے کی اکثر مدت ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ چھ یا نو مہینے اگر حمل رہے تو باقی وقت دودھ پلائے) یہاں تک کہ (یہ جملہ مقدرہ کی غایت ہے یعنی وعاش حتی) جب اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے (جو قوت وعقل ورائے کے کمال کا زمانہ ہے وہ کم از کم ۳۳ سال ہے) اور جب چالیس برس کو پہنچتا ہے (یعنی چالیس سال مکمل کر لیتا ہے جو بھرپور جوانی کی انتہا ہے) تو کہتا ہے اے میرے پروردگار (یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں آئیں جب کہ وہ آنحضرت

Marfat.com

کی رسالت کے دو سال بعد چالیس سال کی عمر میں ایمان لائے۔ پھر ان کے والدین اور صاحبزادہ عبدالرحمٰن اور پوتے ابوعتیق سب مشرف باسلام ہوئے) مجھے توفیق بخشئے (دل میں بٹھا دیجئے) کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں (یعنی توحید کی دولت) اور یہ کہ میں اچھے کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں (چنانچہ صدیق اکبرؓ نے ان نو مسلمانوں کو آزاد کیا جنہیں اللہ کے راستہ میں بُری طرح ستایا جارہا تھا) اور میری اولاد میں میرے لیے حلاوت پیدا کر دیجئے (چنانچہ سب اہل ایمان ہو گئے) میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں۔ یہ (یعنی یہ دعائیں کرنے والے ابوبکرؓ وغیرہ) وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے اچھے کاموں کو قبول کرلیں گے (احسن بمعنی حسن ہے) اور ان کے گناہوں سے درگزر کردیں گے کہ جنتیوں میں سے ہو جائیں گے (یہ حال ہے یعنی منجملہ اہل جنت کے) اس سچے وعدہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا (آیت وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنات ہے) اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا (ایک قراءت میں والد مفرد ہے مراد جنس ہو جائے گی) تف ہے (لفظ اف کسر فا اور فتحہ فا کی مصدر کے معنی میں ہے۔ بمعنی قابل نفرت اور گندگی) تم پر (تمہاری طرف سے بے قراری ہے) کیا تم مجھ کو یہ وعدہ دیتے ہو کہ (ایک قراءت میں ادغام کے ساتھ ہے) کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا۔ حالانکہ مجھ سے پہلے صدیاں بیت چکی ہیں (کوئی ابھی تک قبر سے برآمد نہیں ہوا) اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں (اللہ سے کسی سہارے کو مانگ رہے ہیں جو بیٹے کو پھیر دے۔ اور جب بیٹا نہ پھرے تو کہتے ہیں) ارے تیرا ناس ہو (برباد تباہی آجائے) ایمان لے آ (قیامت کو مان لے) بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تو یہ کہتا ہے۔ کہ یہ باتیں (قیامت کے چرچے) اگلے وقتوں سے بے سند نقل ہوتی چلی آرہی ہیں (جو جھوٹی ہیں) یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ (کے عذاب) کا قول پورا (ثابت) ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن اور انسان ہو گزرے ہیں۔ بلاشبہ یہ خسارے میں رہے۔ اور ہر ایک (مومن و کافر کی جنس) کے لئے الگ الگ درجے ہیں (چنانچہ مومن کے لئے جنت میں بالائی منزلیں ہیں اور کافر کے لئے جہنم میں نچلے خانے ہیں) ان کے اعمال کی وجہ سے، اور تاکہ اللہ سب کو پورے کردے (ایک قراءت میں نون کے ساتھ ہے) ان کے اعمال (کا بدلہ) اور ان پر ظلم نہ ہوگا (ذرہ بھر اس طرح کہ مومن کے کوئی اور کافر کے زیادتی کردی جائے) اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے (جہنم ان کو نظر آجائے گی۔ ان سے کہا جائے گا) کہ تم حاصل کر چکے (یہ لفظ ایک ہمزہ اور دو ہمزاؤں کے ساتھ اور ایک ہمزہ اور حرف مد کے ساتھ، اور دونوں ہمزاؤں کے ساتھ اور دوسری ہمزہ کی تسہیل کرتے ہوئے) اپنی لذت کی چیزیں (خواہشات میں لگے رہنے کی وجہ سے) دنیاوی زندگانی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے، سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔ اس لیے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے (اللہ کی جس کی بنا پر تمہیں عذاب دیا جارہا ہے)۔

Marfat.com

تحقیق و ترکیب

لو کان خیرا۔ کفار مکہ عمار بن یاسرؓ، صہیبؓ، ابن مسعودؓ وغیرہ غرباء کو دیکھ کر یہ فقرے چست کیا کرتے تھے۔

اذلم یھتدوا زمخشریؒ کہتے ہیں کہ یہ محذوف کا ظرف ہے ای ظھر عنادھم اور فسیقولون کا ظرف نہیں ہے۔ کیونکہ اذ ماضی کے لیے اور سیقولون استقبال کے لیے آتا ہے۔ البتہ یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ مضارع استمرار کے لیے ہے اور سین محض تاکید کے لیے ہے اور فا ماقبل میں عمل کرنے سے نہیں روکتا۔

روح المعانی میں ہے کہ بعض نے اذ کر سیقولون کی تعلیل مانا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ اس کی علت تو کفر ہے تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ابتداء نہ ہونا اور کفر دونوں ایک ہی ہیں۔

من قبلہ۔ یہ خبر مقدم اور کتاب مبتداء مؤخر ہے اور جملہ حالیہ یا مستانفہ ہے۔ یہ کفار کے "انک قدیم" کہنے کا جواب ہے یعنی تورات میں بھی تو یہی قرآنی مضامین ہیں جو تمہارے نزدیک مسلمہ ہے۔

عربیا۔ یعنی مادری زبان ہونے کی وجہ سے تمہارے لیے آسان مگر پھر بھی معجز ہے۔

ثم استقاموا۔ استقامت علم و عمل کا نام ہے اور "ثم" اس لیے ہے کہ توحید کے بعد ہی علم و عمل کا درجہ ہے اور استمرار استقامت بیان کرنے کے لئے ہے۔

حسنا۔ حسن و احسان دونوں مرادف ہیں۔ قول و فعل کی خوبی مراد ہے۔ مفسرؒ دونوں قراءتوں کے اختلاف اعراب کو لف و نشر غیر مرتب بیان کر رہے ہیں۔

امہ کرھا۔ چونکہ باپ کی نسبت ماں زیادہ تکالیف عام طور پر جھیلتی ہے۔ اس لیے اس کی زیادہ خدمت کی تاکید فرمائی گئی ہے اور اسی وجہ سے یہاں اس کے بیان پر اکتفاء کیا ہے۔

کرھا۔ بمعنی ثقل و مشقت ای ذات کرہ۔ نافعؒ و ابن کثیرؒ ابو عمروؒ کی قراءت میں فتحہ کاف کے ساتھ ہے اور باقی قراءؒ کے نزدیک ضمہ کاف کے ساتھ ہے۔ اس میں یہ دونوں لغت ہیں اور بعض نے اول کو مصدر اور دوسرے کو اسم کہا ہے اور مفسرؒ نے "علی مشقۃ" کہہ کر منصوب بنزع الخافض ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور بعض کے نزدیک حال یا مفعول مطلق کی وجہ سے منصوب ہے۔

وحملہ۔ یہاں عبارت میں حذف ہے ای مدۃ حملہ ومدۃ فصالہ ثلثون شہرا ورنہ پھر ثلثین ظرفیت کی وجہ سے منصوب ماننا پڑے گا اور معنی بدل جائیں گے۔ مدارک میں ہے اس میں ۶ ماہ حمل کے اقل مدت ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ جب دو سال رضاعت کی مدت ہوئی۔ حولین کاملین کی وجہ سے تو باقی مدت حمل ہی کی رہ گئی۔ جیسا کہ صاحبین فرماتے ہیں اور روح البیان میں ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک مدت رضاعت ڈھائی سال ہے۔

اشدہ۔ ای وقت اشدہ مضاف محذوف ہے۔

والدی۔ حضرت ابوبکرؓ کے والد کا نام عثمانؓ بن عامر بن عمرو ہے اور ابو قحافہ کنیت اور والدہ کا نام

Marfat.com

ام الخیرؓ بنت صخر بن عمرو ہے اور پوتے کا نام محمدؐ تھا۔ ان سب کو صحابیت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کو یہ امتیاز حاصل نہیں ہوا۔

نتقبل یہ اور نتجاوز دونوں یا اور نون کے ساتھ ہیں بمعروف صیغہ سے ہیں۔ اور احسن مفعول کی وجہ سے منصوب ہے۔

فی اصحاب الجنۃ۔ یہ حال ہے ضمیر سیئاتھم سے اس میں کئی توجیہات ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ محل حال میں ہو ای کائنین فی جملۃ اصحاب الجنۃ جیسے کہا جائے اکرمنی الامیر فی اصحابہ دوسری صورت یہ کہ فی بمعنی مع لیا جائے اور تیسرے یہ کہ مبتداء محذوف کی خبر کہا جائے۔ ای ھم فی اصحاب الجنۃ۔

وعد الصدق۔ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای وعدھم اللہ وعد الصدق۔

اف۔ یہ مصدر ہے بمعنی ہلاکت و بربادی یا ایسی آواز کو کہتے ہیں جس سے ڈانٹنا معلوم ہو یا اسم فعل بمعنی ڈانٹ ہو۔ مفسرؒ نے ان تین میں سے دو احتمال کا ذکر کیا یعنی مصدر یا اسم فعل۔

لکما۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ لام بمعنی من ہے۔

وقد خلت القرون۔ حالانکہ قبور سے نکلنے کا مطلب قیامت سے پہلے نہیں ہے مگر وہ یہی سمجھا

ویلك۔ حقیقۃً بددعا مراد نہیں۔ بلکہ ایمان کی ترغیب مقصود ہے۔ بطور محاورہ کے یہ منصوب ہے مفعول مطلق کی بنا پر۔ اس جیسے الفاظ اور بھی ہیں جیسے ویحہ، ویلہ، ویبہ اور مفعول بہ کے طور پر بھی منصوب ہو سکتا ہے ای الزمك اللہ ویلك ان دونوں صورتوں میں یہ جملہ قول مقدر کا معمول ہوگا۔ ای یقولان ویلك اور یقولان منصوب علی الحال ہے ای یستغیثان اللہ قائلین ذلك۔

درجات۔ یہاں طبقاتِ جہنم کو بھی تغلیباً درجات کہہ دیا گیا ہے۔ ورنہ ان کو درکات کہا جاتا ہے یا درجات سے مراد مطلقاً منازل لے لیے جائیں عالیہ ہوں جیسے جنت میں یا سافلہ جیسے جہنم میں۔

ولیوفیھم۔ عاصمؒ، ابن کثیرؒ، نافعؒ کی قراءۃ یا کے ساتھ ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ قدرلھم درجات وجازاھم۔

یوم۔ منصوب ہے قول مقدر سے ای یقال لھم اذھبتم فی یوم عرضھم اور زمخشریؒ کے نزدیک عرضت الناقۃ علی الحوض کی طرح قلب ہے۔ لیکن جو جانی قلب کرنے کو بلا ضرورت نہیں مانتے۔ نیز کہتے ہیں کہ عرض امر نسبی ہے جس کی نسبت ناقہ اور حوض دونوں طرف ہو سکتی ہے۔

اذھبتم۔ اکثر قراءؒ کے نزدیک ایک ہمزہ کے ہمزہ ساتھ بغیر استفہام کے ہے اور ابن ذکوانؒ، ابن عامرؒ سے دو محقق ہمزہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور ہشامؒ کے نزدیک ایک ہمزہ اور مد کے ساتھ اور ابن کثیرؒ کے نزدیک ہمزہ ثانیہ کی تسہیل کرتے ہوئے بغیر مد کے ہے۔

بغیر الحق۔ تکبر کی صفت کاشفہ ہے احتراز یہ نہیں۔

Marfat.com

ربط پچھلی آیات کی طرح آیت وقال الذین کفروا سے بھی کفار و رسالت کے متعلق مضامین تاکیداً ارشاد فرمائے جا رہے ہیں اور اس سلسلہ میں ظالموں کے لیے وعید ..... اور محسنین کے لیے وعدہ فرمایا جا رہا ہے۔

شانِ نزول "وقال رب" ابن مردویہؒ، ابن عباسؓ سے تخریج کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی یہ امتیازی خصوصیت یعنی اصول و فروع کا مسلمان اور صحابی ہونا کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔

والذی قال لوالدیہ۔ لفظ والد سے مراد کوئی خاص نہیں بلکہ جنس مراد ہے۔ اور ابن جریرؒ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں اور مقاتلؒ کے نزدیک بھی کہ اس سے مراد عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ ہیں۔ اور ابن ابی حاتمؒ مجاہدؒ سے ناقل ہیں کہ عبداللہ بن ابوبکرؓ ہیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ نے اس کا انکار کیا ہے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ مروان نے معاویہؓ میں کہا تھا۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے اسی کو اصح الاسناد کہا ہے اور بالفرض کہیں سبب خاص مان بھی لیا جائے تو سبب کے خاص ہونے سے مسبب خاص نہیں ہو جاتا۔ حکم عام ہی رہے گا۔

تشریح

وقال الذین کفروا۔ غلام، باندیوں، غریبوں کو مسلمان ہوتا دیکھ کر کافر یہ تبصرہ کرتے تھے۔ اور خود کو عقلمند شمار کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ حق بات کو عقل مند ہی پہلے قبول کیا کرتا ہے۔ اگر اسلام حق ہوتا تو ہم اول قبول کرتے۔ لیکن جب ہم نے نہیں مانا تو معلوم ہوا کہ حق نہیں ہے۔ یہ کچھ بے عقل لوگ ہیں۔ جو ادھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر غلط اور تکبر آمیز گفتگو ہے۔ کیونکہ وہ حال سے خالی نہیں۔ عقل سے ان کی مراد یا تو عقل معاش (دنیاوی) ہوگی۔ تو کلیۃً یہ کہنا کہ حق بات اول عقلمند قبول کیا کرتا ہے۔ .....

..... غلط ہے اور اگر عقل سے مراد عقل معاد (اخروی) لی جائے تو پہلا مقدمہ کہ ہم عقلمند ہیں غلط ہے۔ پھر نتیجہ صحیح کیسے سمجھ رہے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ اگر حق ہوتا تو ہم لوگ پہلے مانتے غلط بر غلط ہوا۔

پرانا جھوٹ نہیں بلکہ پرانا سچ ہے هذا افك قدیم۔ قرآن کو پرانا جھوٹ کہنا غالباً ماکنت بدعاً الخ اور وشهد شاهد کے جواب کے طور پر ہوگا۔ آگے دمن قبلہ سے حق تعالیٰ اس کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں کہ یہ پرانا جھوٹ نہیں بلکہ پرانا سچ۔ تمام سابقہ کتب سماویہ کا یہی پیغام رہا ہے۔ جس پر سارے انبیاءؑ و اولیاء چلتے رہے ہیں۔ مگر کافر الناس اعداء لما جھلوا کا مصداق ہیں انہیں سچ بھی جھوٹ ہی نظر آتا ہے۔

لینذر الذین ظلموا۔ آیت ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین سے جو وعید مفہوم ہو رہی ہے۔ اسی کی تصریح لینذر الخ میں کر دی گئی ہے۔ اور چونکہ وعید میں بالاتفاق مفہوم مخالف کا اعتبار ہوا کرتا ہے۔ اس

Marfat.com

لیے ان اللہ لا یہدی کی وعید سے وعدہ بھی اشارۃً مفہوم ہو گیا تھا۔ بشرے للمحسنین میں اسی وعدہ کی صراحت ہو گئی۔

ان الذین قالوا۔ اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بعض دفعہ اسی شان کے مومن کو دوسرے کسی گناہ کی وجہ سے خوف و حزن میں مبتلا رکھا جاتا ہے۔ پھر وعدہ فرمانا کیسے صحیح رہا؟

جواب یہ ہے کہ آیت میں ایمان و استقامت کا یہ تقاضا بیان کیا جا رہا ہے۔ لیکن اگر کسی مانع کی وجہ سے مقتضیٰ مرتب نہ ہو تب بھی وہ مقتضی رہے گا۔ اس کے مقتضی ہونے میں فرق نہیں آئے گا۔ مثلاً دوا مقتضی ہے اور شفا مقتضیٰ ہے۔ لیکن کسی بدپرہیزی سے دوا پر شفا مرتب نہ ہوئی تو دوا کے مقتضی ہونے میں کیا فرق آئے گا۔ اگرچہ یہاں مقتضیٰ یعنی شفا مرتب نہیں ہوئی۔

ووصینا الانسان۔ بلاشبہ والدین کی یہ ساری جد وجہد اور احسانات فطرت کے تقاضہ سے ہوتے ہیں۔ مگر آیت کا منشاء اسی فطرت کا یہ تقاضا بتلاتا ہے کہ اولاد کو بھی ماں باپ کی شفقت و محبت کا احساس کر کے احسان مند اور قدردان ہونا چاہیئے اور بالفرض والدین مشقت نہ بھی اٹھائیں۔ تب بھی والدین کا حق اولاد کے ذمہ ہے۔ یورپ اور مغرب کے طور طریق دوسرے ہیں۔ لیکن روشنی تو مشرق سے نکلتی ہے نہ کہ مغرب سے۔ گو پرورش میں ماں اور باپ دونوں ہی شریک رہتے ہیں۔ لیکن ماں کا حصہ زیادہ ہے۔ اسی لیے جب ایک صحابی نے آنحضرتؐ سے من ابر؟ کہہ کر تین دفعہ سوال کیا۔ تو آپ نے تینوں دفعہ ماں ہی کا ذکر فرمایا۔ صرف ایک مرتبہ چوتھی بار والد کی نسبت فرمایا۔ لطف یہ ہے کہ ان آیات میں بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ والد کا ذکر تو صرف ایک بار اور وہ بھی لفظ والدیہ کے ذیل میں ہے۔ لیکن والدہ ذکر تین دفعہ کیا ایک والدیہ کے ذیل میں، دوسرے وحملتہ امہ میں تیسرے وضعتہ میں

دودھ پلانے کی مدت

ثلثون شہرا۔ بچہ اگر تندرست قوی ہے تو اکیس مہینہ میں دودھ چھوڑ دیتا ہے۔ اور نو مہینے حمل کے اس طرح تیس مہینے ہو گئے یا جمہور کے طرز پر یوں کہہ لیا جائے۔ کہ چھ مہینے حمل کا کم از کم وقت اور عموماً بچوں کا دودھ دو برس میں چھڑا دیا جاتا ہے۔ اس طرح تیس مہینے ہو جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ رضاعت کا زمانہ بہت شاذ و نادر ہوتا ہے۔

رہی یہ بات کہ ایک کی کم اور دوسرے کی زیادہ مدت کیوں لی؟ سو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ دو مدتیں تو منضبط ہو سکتی ہیں۔ لیکن حمل کی اکثر مدت یا دودھ کی کم سے کم مدت دونوں کسی قطعی دلیل سے منضبط نہیں ہیں۔ حمل کی کم مدت چھ ماہ ہونے میں صاحب روح المعانی نے جالینوس اور ابن سینا کا تجرباتی مشاہدہ لکھا ہے۔ دو چار دن کا فرق الگ بات ہے اور سہل بات یہ ہے کہ مجموعی ۳۰ ماہ مدت کو غالب اور اکثری عادت پر محمول کیا جائے۔ اور مدارک میں امام اعظمؒ سے "حملہ بالکف" تفسیر نقل کی ہے۔ یعنی بچہ گود میں لیئے پھرنا، ہاتھوں

marfat.com
Marfat.com

ں اُٹھائے رکھنا۔ پس امام صاحبؒ کے نزدیک شیر خوارگی ڈھائی سال ہوگی۔ اور آیت حولین کاملین
والا جواب یہ ہوگا کہ وہ مطلقاً شیر خوارگی کی مدت نہیں ہے۔ بلکہ بطور اُجرت شیر خواری کی مدت مراد ہے۔ کہ والد
پر اتنی مدت کی اُجرت ہے۔ تاہم ان دونوں قولوں کا لحاظ کرتے ہوئے دودھ پلانے میں تو احتیاط یہ ہے۔ کہ
دو سال سے زائد نہ پلائے۔ اور اگر کسی وجہ سے پلا دیا۔ تو پھر اس بچہ کے نکاح میں رضاعت کی احتیاط
کی جائے۔

چالیس سال پختہ کاری کا زمانہ ہوتا ہے

اربعین سنة۔ چالیس سال کی عمر میں عموماً انسان کی عقل اور اخلاقی قوتیں پختہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اکثر انبیاءؑ کی بعثت بھی اسی عمر میں ہوئی ہے۔ ان الفاظ سے حکم کی تقیید مقصود نہیں کہ چالیس سال سے پہلے رجوع الی اللہ نہ کرے۔ بلکہ چالیس سال کے بعد غفلت نہیں رہنی چاہیئے۔ اب قوائے طبعیہ مضمحل اور قوائے عقلیہ غالب ہیں۔ اب تو اللہ کا دھیان بہت ضروری ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اگرچہ اس عمر میں آیت کا مصداق ہو گئے تھے مگر بقول محققین عموم مراد ہے۔ اگرچہ وہ بھی اس میں داخل ہیں۔

قال رب اوزعنی۔ انسان کی سعادت مندی اسی میں ہے کہ جو احسانات اللہ نے اس پر اور اس کے ماں باپ پر کیئے ہیں۔ ان کا شکر گزار ہوتے ہوئے اپنی اولاد کے لیئے اور آئندہ کے لیئے اپنے واسطے بھی توفیق الٰہی کی دعا کرے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کمی کی تلافی کرتے ہوئے راہِ تواضع اختیار کرے۔ ایسے ہی سعید لوگ وہ ہیں جن کی نیکیاں قبول اور کوتاہیاں معاف ہوتی ہیں اور جنت ان کا مقام بن جاتا ہے۔

نادان اولاد کا رویہ

آگے والذی قال میں نالائق و نااہل اولاد کا ذکر ہے۔ جو ماں باپ کی نصیحت تو کیا مانتا اور اُلٹا انہیں تکلیفیں پہنچاتا ہے، نہ مرنے کے بعد اُٹھائے جانے کے خوف سے ڈرتا ہے۔ بلکہ اُلٹا منہ زوری دکھلاتے ہوئے کہتا ہے کہ آج تک تو کسی کو اٹھتے دیکھا نہیں ہے یہ لوگوں سے سنتے ہی چلے آئے ہیں۔ بھلا ایسی بات کا کیا اعتبار؟ ماں باپ ایسی ناہنجار اولاد کی گستاخیوں پر سوائے اللہ سے فریاد وزاری کرنے کے اور کیا کر سکتے ہیں۔ کبھی غصہ و شفقت کے ملے جلے جذبات میں سمجھاتے ہیں کہ کمبخت تیرا ستیاناس اب بھی باز آجا، اللہ کا وعدہ اٹل ہے اور وہ آکر رہے گا۔ اس وقت تیرا انکار و اصرار رنگ لائے گا۔ مگر اس کی بدبختی زور پکڑتی ہے اور وہ باپ کے جواب میں کہتا ہے کہ پرانے وقتوں کے جھوٹے سچے قصے یوں ہی مشہور ہو جاتے ہیں۔ ان کی اصلیت کچھ نہیں ہوتی۔ ایسی بہت کہانیاں افسانے سنتے رہتے ہیں! اللہ نے اپنے فضل سے ہر آدمی کے دل میں جو ایمان و سعادت کا فطری بیج بکھیرا تھا۔ وہ بھی افسوس کہ بدنصیبوں نے ضائع کر دیا۔ جو تاجر تجارت میں منافع کی بجائے اپنا راس المال بھی گنوا بیٹھے۔ اس کی بدبختی میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ کو اس آیت کا مصداق ماننا یوں بھی غلط ہے۔ کہ اس آیت میں "حق علیہم القول"

Marfat.com

فرمایا گیا۔ حالانکہ وہ ایمان لاچکے ہیں۔ پس ان کا ایمان لانا بھی اس کا تقتضی ہے کہ وہ "حق علیہم القول" میں داخل نہیں ہیں۔ صرف مروان نے دشمنی میں آکر ان پر اتہام لگایا تھا۔ جس کی حضرت عائشہؓ نے تردید فرمائی جیساکہ بخاری شریف میں ہے۔

ولکل درجات۔ یعنی نیکی بدی اور ان کے مراتب مختلف ہیں۔ اس لیے جنت وجہنم میں ان کے نتائج وثمرات بھی لازمی طور پر مختلف ہونے چاہئیں۔ اور کافر کے نیک عمل میں چونکہ روح نہیں ہوتی۔ محض نیکی کا ڈھانچہ ہوتا ہے جو فانی ہوتا ہے اور فانی عمل کا بدلہ بھی فانی ہی ہونا چاہیئے۔ دوامی کیسے ہو سکتا ہے۔ پس دنیا میں کامیابی وکامرانی کی مختلف شکلیں یہ اس کے نیک اعمال کی پاداش سمجھنی چاہیئے۔ یہاں کا عمل یہیں رہ جائے گا۔ آخرت میں تو جھوٹی شیخی، نافرمانیوں کی سزا میں بدترین عذاب رہ جائے گا جو ان کے حصہ میں آئے گا۔ ان دونوں مضمونوں میں تمام تخصیص کے لیئے نہیں۔ بلکہ تمثیل ہیں۔ چنانچہ جزاء اور سزا مجموعہ پر موقوف نہیں ہے اور دنیا سے مطلق لذت اندوزی منع نہیں۔ اور نہ مذموم ہے بلکہ جو فسق وکفر تک پہنچا دے اس کو بُرا کہا جائے گا۔

لطائف سلوک

اذھبتم طیبٰتکم سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی عیش وعشرت میں توسع باعث خطر ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ معاصی بھی ہوں۔ مطلقاً توسع مذموم نہیں۔ چنانچہ بما کنتم تفسقون اس کا قرینہ ہے۔ پس آیت میں زُہد پر روشنی پڑ رہی ہے۔

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ۗ هُوَ هُودٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذْ إِلَى آخِرِهِ بَدَلُ اشْتِمَالٍ أَنْذَرَ قَوْمَهُ خَوَّفَهُمْ بِالْأَحْقَافِ
وَادٍ بِالْيَمَنِ بِهِ مَنَازِلُهُمْ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مَضَتِ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَيْ مِنْ
قَبْلِ هُودٍ وَمِنْ بَعْدِهِ إِلَى أَقْوَامِهِمْ أَنْ أَيْ بِأَنْ قَالَ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَجُمْلَةُ وَقَدْ خَلَتِ مُعْتَرِضَةٌ
إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ إِنْ عَبَدْتُمْ غَيْرَ اللَّهِ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ○ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا
لِتَصْرِفَنَا عَنْ عِبَادَتِهَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا مِنَ الْعَذَابِ عَلَى عِبَادَتِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ○ قَالَ
إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللَّهُ يَأْتِيكُمْ بِهِ إِنْ شَاءَ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ
بِهِ إِلَيْكُمْ وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ○ بِاسْتِعْجَالِكُمُ الْعَذَابَ فَلَمَّا رَأَوْهُ أَيْ مَا هُوَ الْعَذَابَ
عَارِضًا سَحَابًا عَرَضَ فِي أُفُقِ السَّمَاءِ مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا أَيْ مُمْطِرٌ إِيَّانَا
قَالَ تَعَالَى بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ۗ مِنَ الْعَذَابِ رِيحٌ بَدَلٌ مِنْ مَا فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ تُدَمِّرُ

Marfat.com

تُدَمِّرُ تُهْلِكُ كُلَّ شَيْءٍ مَرَّتْ عَلَيْهِ بِأَمْرِ رَبِّهَا بِإِرَادَتِهِ أَيْ كُلَّ شَيْءٍ أَرَادَ إِهْلَاكَهُ بِهَا فَأَهْلَكَتْ
رِجَالَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ وَصِغَارَهُمْ وَكِبَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ طَارَتْ بِذٰلِكَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
وَمَزَّقَتْهُ وَبَقِيَ هُودٌ وَمَنْ آمَنَ مَعَهُ فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ كَذٰلِكَ كَمَا جَزَيْنَاهُمْ نَجْزِي الْقَوْمَ
الْمُجْرِمِينَ ۝ غَيْرَهُمْ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا فِي الَّذِي إِنْ نَافِيَةٌ أَوْ زَائِدَةٌ مَكَّنَّكُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ فِيهِ
مِنَ الْقُوَّةِ وَالْمَالِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا بِمَعْنَى أَسْمَاعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً ۖ قُلُوبًا فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ
سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ أَيْ شَيْئًا مِنَ الْإِغْنَاءِ وَمِنْ زَائِدَةٌ إِذْ مَعْمُولَةٌ
لِأَغْنَى وَأُشْرِبَتْ مَعْنَى التَّعْلِيلِ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ حُجَجِهِ الْبَيِّنَةِ وَحَاقَ نَزَلَ بِهِمْ
مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ أَيِ الْعَذَابُ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَى أَيْ أَهْلَهَا كَثَمُودَ وَعَادٍ ع ٣
وَقَوْمِ لُوطٍ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ كَرَّرْنَا الْحُجَجَ الْبَيِّنَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ فَلَوْلَا هَلَّا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ يَدْفَعُ
الْعَذَابَ عَنْهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَيْ غَيْرِهِ قُرْبَانًا مُتَقَرَّبًا بِهِمْ إِلَى اللّٰهِ آلِهَةً بَدَلٌ مِنْ مَفْعُولِ
وَهُمُ الْأَصْنَامُ وَمَفْعُولُ اتَّخَذُوا الْأَوَّلُ ضَمِيرٌ مَحْذُوفٌ يَعُودُ إِلَى الْمَوْصُولِ أَيْ هُمْ وَقُرْبَانًا
الثَّانِي وَآلِهَةً بَدَلٌ مِنْهُ بَلْ ضَلُّوا غَابُوا عَنْهُمْ عِنْدَ نُزُولِ الْعَذَابِ وَذٰلِكَ أَيِ اتِّخَاذُهُمُ الْأَصْنَامَ
آلِهَةً قُرْبَانًا إِفْكُهُمْ كَذِبُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ يَكْذِبُونَ وَمَا مَصْدَرِيَّةٌ أَوْ مَوْصُولَةٌ وَالْعَائِدُ
مَحْذُوفٌ أَيْ فِيهِ وَاذْكُرْ إِذْ صَرَفْنَا أَمَلْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ جِنَّ نَصِيبِينَ الْيَمَنِ أَوْ جِنَّ نِينَوَى وَ
كَانُوا سَبْعَةً أَوْ تِسْعَةً وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَطْنِ نَخْلٍ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ الْفَجْرَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ
يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَيْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَنْصِتُوا اُصْغُوا لِلِاسْتِمَاعِ فَلَمَّا قُضِيَ
فُرِغَ مِنْ قِرَاءَتِهِ وَلَّوْا رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ۝ مُخَوِّفِينَ قَوْمَهُمْ بِالْعَذَابِ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا وَكَانُوا
يَهُودًا قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا هُوَ الْقُرْآنُ أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ أَيْ تَقَدَّمَهُ

Marfat.com

كَالتَّوْرٰىةِ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ الْاِسْلَامِ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ اَيْ طَرِيْقِهٖ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ مُحَمَّدًا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْاِيْمَانِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ اللّٰهُ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ اَيْ بَعْضَهَا لِاَنَّ مِنْهَا الْمَظَالِمَ
لَا تُغْفَرُ اِلَّا بِرِضَا اَرْبَابِهَا وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ مُؤْلِمٍ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ
فِي الْاَرْضِ اَيْ لَا يُعْجِزُ اللّٰهَ بِالْهَرَبِ مِنْهُ فَيَفُوْتُهٗ وَلَيْسَ لَهٗ لِمَنْ لَّا يُجِبْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَيِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءُ
اَنْصَارٌ يَدْفَعُوْنَ عَنْهُ الْعَذَابَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُجِيْبُوْا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ بَيِّنٍ ظَاهِرٍ اَوَلَمْ يَرَوْا يَعْلَمُوْا الْكُفَّارُ
مُنْكِرُوا الْبَعْثِ اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ لَمْ يَعْجِزْ عَنْهُ بِقَدِرٍ خَبَرُ اَنَّ وَ
زِيْدَتِ الْبَآءُ فِيْهِ لِاَنَّ الْكَلَامَ فِيْ قُوَّةِ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِقَادِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى هُوَ قَادِرٌ عَلٰٓى اِحْيَاءِ
الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ بِاَنْ يُّعَذَّبُوْا هَا يُقَالُ لَهُمْ اَلَيْسَ
هٰذَا التَّعْذِيْبُ بِالْحَقِّ ط قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ء قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ فَاصْبِرْ عَلٰٓى اَذٰى
قَوْمِكَ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ ذَوُوا الثَّبَاتِ وَالصَّبْرِ عَلَى الشَّدَآئِدِ مِنَ الرُّسُلِ قَبْلَكَ فَتَكُوْنُ ذَا عَزْمٍ
وَمِنْ لِّلْبَيَانِ فَكُلُّهُمْ ذَوُوْ عَزْمٍ وَقِيْلَ لِلتَّبْعِيْضِ فَلَيْسَ مِنْهُمْ اٰدَمُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا
وَلَا يُوْنُسُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ لِقَوْمِكَ نُزُوْلَ الْعَذَابِ بِهِمْ
قِيْلَ كَاَنَّهٗ ضَجِرَ مِنْهُمْ فَاَحَبَّ نُزُوْلَ الْعَذَابِ بِهِمْ فَاُمِرَ بِالصَّبْرِ وَتَرْكِ الْاِسْتِعْجَالِ لِلْعَذَابِ
فَاِنَّهٗ نَازِلٌ بِهِمْ لَا مُحَالَةَ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ مِنَ الْعَذَابِ فِي الْاٰخِرَةِ لِطُوْلِهٖ لَمْ يَلْبَثُوْٓا
فِي الدُّنْيَا فِيْ ظَنِّهِمْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ هٰذَا الْقُرْاٰنُ بَلٰغٌ تَبْلِيْغٌ مِّنَ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ فَهَلْ اَيْ لَا يُهْلَكُ
عِنْدَ رُؤْيَةِ الْعَذَابِ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ ع اَيِ الْكَافِرُوْنَ

ع ۴

ترجمہ آپ قوم عاد کے بھائی (ہود علیہ السلام) کا ذکر کیجیے۔ جب کہ (آخر تک بدل اشتمال ہے) انہوں نے اپنی قوم کو ڈرایا (خوف دلایا) ریت کے خمدار تودوں کے مقام پر (یمن کی وادی میں ان کے مکانات تھے) اور ان سے پہلے اور پیچھے بہت سے ڈرانے والے (پیغمبر) گزر چکے ہیں (یعنی ہود علیہ السلام سے پہلے اور

marfat.com
Marfat.com

بعد میں اپنی اپنی قوموں کی طرف جا چکے) یہ کہ (یعنی یہ فرمایا) تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (اور جملہ "قد خلت" معترضہ تھا) مجھے تم پر اندیشہ ہے (اگر تم غیر اللہ کی پرستش کرتے رہے) ایک بڑے دن کے عذاب کا۔ وہ کہنے لگے تم ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے ہو کہ ہمیں اپنے معبودوں سے ہٹا دو (ان کی پرستش سے پھیر دو) سو لے آؤ ہمارے پاس جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو (ان کی پرستش کرنے پر عذاب سے) اگر تم سچے ہو (کہ تم اس کو لے آؤ گے) فرمایا (ہود نے) کہ پوری بات تو اللہ کو معلوم ہے (وہی جانتا ہے کہ کب تم پر عذاب آئے گا) اور مجھ کو تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے۔ وہ (تم کو) پہنچا رہا ہوں۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نری جہالت کی باتیں کر رہے ہو (جلد عذاب آنے کے بارے میں) سو ان لوگوں نے جب اس کو آتے دیکھا (جو کچھ عذاب تھا) بادل کی شکل میں (آسمان کے کنارے) اپنی وادیوں کے مقابل تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا ہمیں بارش دے گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ) نہیں نہیں بلکہ یہ تو وہی (عذاب) ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے ایک آندھی ہے (ما کا بدل ہے) جس میں دردناک (تکلیف دہ) عذاب ہے وہ ہر چیز کو (جس پر گزرے گی) ہلاک (تباہ) کر دے گی اپنے پروردگار کے حکم سے (اس کے ارادہ سے یعنی ہر چیز وہ جس کی ہلاکت منظور ہوگی۔ چنانچہ ان کے مرد، عورتیں، چھوٹے بڑے سب برباد ہوگئے۔ آسمان و زمین کے درمیان اڑتے پھرتے۔ آندھی نے سب کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ ہود علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھی بچے رہے) چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہم مجرموں کو یوں ہی (جیسے ان کو سزا دی) سزا دیا کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو ان باتوں میں (ما بمعنی الذی ہے) قدرت دی تھی کہ تم کو (مکہ والو) ان میں قدرت نہیں دی (یعنی طاقت اور مال) اور ہم نے ان کو کان (سمع بمعنی اسماع ہے) اور آنکھیں اور دل دیئے تھے۔ مگر نہ ان کے کان کام آئے اور نہ آنکھیں اور نہ دل ذرا بھی (یعنی کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا اس میں من زائد ہے) کیونکہ (اذ معمول ہے اغنی کا اس میں سببیت کے معنی آگئے ہیں) وہ لوگ آیات اللہ (کھلے دلائل) کا انکار کرتے رہے اور انہیں آ گھیرا۔ (ان پر نازل ہو گیا وہ عذاب) جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں بھی غارت کر ڈالی ہیں (یعنی ان بستی والوں کو جیسے ثمود و عاد اور قوم لوط) اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں (کھلی دلیلیں) بتلا دی تھیں تاکہ وہ باز آجائیں۔ سو ان کی مدد کیوں نہ کی (ان کا عذاب دور کر کے) ان چیزوں نے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیئے (ان کی پرستش کر کے اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کے لیئے) معبود بنا رکھا تھا (اللہ کے ساتھ شریک کر کے۔ یعنی بتوں کو۔ اور اتخذوا کا مفعول اول ضمیر محذوف ہے جو موصول کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی ہم اور مفعول ثانی قربانا ہے اور آلہۃ اس کا بدل ہے) بلکہ وہ تو سب کے سب غائب (گم) ہو گئے (عذاب آنے کے وقت) اور وہ (یعنی بتوں کو خدائی قرب حاصل کرنے کے لیئے معبود بنا لینا) محض ان کی تراشی ہوئی (جھوٹ) اور گھڑی ہوئی بات ہے (یہ لوگ غلط بیانی سے کام لیتے ہیں اور ما مصدریہ ہے یا موصولہ ہے اور عائد محذوف ہے یعنی فیہ) اور (یاد کیجئے) جب کہ ہم لے آئے (مائل کر دیا) آپ کے

Marfat.com

پاس جنات کی ایک جماعت (نصیبین یمن یا نینوی کے جنات جو سات یا نو تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطن نخلہ میں اپنے احباب کے ساتھ نماز فجر پڑھ رہے تھے شیخین کی روایت کے مطابق) جو قرآن سننے لگے تھے۔ غرض جب وہ قرآن کے پاس پہنچے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو (غور سے سنو) پھر جب قرآن پڑھا جا چکا (قراءت سے فراغت ہوگئی) تو وہ جنات اپنی قوم کے پاس ان کو خبردار کرنے کے لیے واپس پہنچے (لوٹ) گئے (کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان پر عذاب آجائے گا، اس بات سے ڈرانے کے لئے اور یہ جنات یہودی تھے) کہنے لگے۔ اے بھائیو! ہم ایک کتاب (قرآن) سُن کر آرہے ہیں جو موسےٰ کے بعد اُتاری گئی ہے جو پہلی کتابوں کی (جیسے تورات ہے) تصدیق کرنے والی ہے حق (اسلام) اور راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو! تم اللہ کی طرف بلانے والے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ایمان کی طرف دعوت دینے والے ہیں) کا کہنا مانو اور ان پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا (یعنی بعض گناہوں کو کیونکہ جو مظالم ہیں وہ مظلوموں کی مرضی کے بغیر معاف نہ ہوں گے) اور تمہیں دردناک (سخت) عذاب سے بچالے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہیں مانے گا تو وہ دنیا میں ہرا نہیں سکتا (یعنی کہیں بھاگ کر اللہ کو عاجز نہیں کرسکتا کہ بچ جائے) اور (کہنا نہ ماننے والے کے لیے) اللہ کے سوا کوئی اس کا حامی نہیں ہوگا۔ (مددگار جو اللہ کے عذاب سے بچالے) یہ لوگ (جو کہنا نہیں مانتے) صریح گمراہی میں ہیں (جو بالکل واضح ہے) کیا ان لوگوں (منکرین قیامت) نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا بھی نہیں تھکا (عاجز نہیں ہوا) وہ اس پر قدرت رکھتا ہے (ان کی خبر ہے جس پر باء زائد ہے۔ کیونکہ تقدیر عبارت اس طرح تھی "الیس اللہ بقادر") کہ مردوں کو زندہ کردے۔ کیوں نہیں (وہ مُردوں کو جلانے پر قادر ہے) بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جس روز کافر دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے (عذاب بھگتنے کے لیے تو ان سے کہا جائے گا) کیا یہ (دوزخ کا عذاب) امر واقعی نہیں ہے۔ بولیں گے ہمارے پروردگار کی قسم ضرور امر واقعی ہے۔ ارشاد ہوگا۔ تو اپنے کفر کی پاداش میں اس کا عذاب چکھ۔ پس آپ (اپنی قوم کی تکالیف پر) صبر کیجئے۔ جیسا کہ اور ہمت والے (مصیبتوں کو جھیل کر برداشت کرنے والے) پیغمبروں نے کیا ہے (جو آپ سے پہلے ہوگزرے ہیں۔ لہٰذا آپ بھی باہمت بن جائیں گے۔ اور مِن بیانیہ ہے۔ چنانچہ تمام انبیاء باہمت ہی ہوتے ہیں۔ اور بعض کی رائے میں مِن تبعیضیہ ہے۔ کیونکہ آدمؑ ان میں شامل نہیں ہیں۔ جیسا کہ آیت ولم نجد له عزما سے معلوم ہوتا ہے اور حضرت یونسؑ بھی ان میں نہیں۔ چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے ولا تكن كصاحب الحوت الخ) اور آپ ان لوگوں کے لیے جلدی نہ کیجئے (اپنی قوم پر جلد عذاب نازل ہونے کے لیے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ اپنی قوم سے تنگ دل ہوکر ان پر عذاب چاہ رہے تھے۔ اس لیے صبر کرتے اور عذاب میں جلدی نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ آخر کار عذاب تو آئے گا ہی) جس روز یہ لوگ دیکھیں گے اس کو جس کے بارہ میں ان کو دھمکایا جارہا ہے (عذاب آخرت کو اس کا سلسلہ طویل ہونے کی وجہ سے) تو گویا یہ لوگ دن بھر میں (دنیا کے لحاظ سے ان کے گمان

Marfat.com

میں) ایک گھڑی رہے ہوں گے۔ (یہ قرآن) پہنچا دیتا ہے (اللہ کا پیغام تمہیں دے دیتا ہے) سو وہی برباد ہوں گے (عذاب آنے پر) جو نافرمانی (کفر) کریں گے۔

تحقیق و ترکیب

اذ انذر۔ لفظ اذ بدل اشتمال ہے اخا عاد کا۔ اور بعض کا خیال یہ ہے کہ اذ ہمیشہ محل نصب میں ہوتا ہے ظرفیت کی بناء پر۔

الاحقاف۔ حقف کی جمع ہے۔ لمبا خمدار ریت کا ٹیلہ حقق الرمح نیزہ ٹیڑھا ہو گیا۔ بقول ابن عباسؓ عمان و مہرہ کے درمیان ایک وادی ہے۔

من بین یدیہ۔ چار پیغمبر ہودؑ سے پہلے ہوئے۔ آدمؑ، شیثؑ، اور ادریسؑ، نوحؑ اور بعد میں صالحؑ، ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحٰقؑ وغیرہ ہوئے۔

ان لا تعبدوا۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ ان مخففہ ہے یا مصدریہ اور با مقدر ہے۔

انما العلم۔ یعنی عذاب کا وقت۔ اور بقول کرخیؒ مجھے قطعاً نہ معلوم اور نہ اس میں کوئی دخل ہے کہ میری طرف سے جلدی ہوئی۔ پس گویا یہ "فاتنا بما تعدنا" کا جواب ہے۔ لہٰذا زمخشریؒ کے اس کہنے کی اب حاجت نہیں رہ جاتی کہ اس سے باب دعا بند ہو گیا۔

فلما رأوہ۔ یعنی ضمیر ماقبل یعنی عذاب کی طرف راجع ہے اور زمخشریؒ کی رائے میں یہ مبہم ہے جس کی تفسیر عارضا ہے جو تمیز یا حال ہے۔ لیکن زمخشریؒ کی اس رائے پر یہ تنقید کی گئی ہے کہ یہ صورت تو باب رب ونعم کے ساتھ مخصوص ہے۔ نیز نحوی حضرات اس کو تفسیر نہیں کہتے۔

عارضا۔ ای معترضا فی افق السماء۔

مستقبل اودیتھم۔ اس میں اضافت لفظی ہے۔ اسی لیے نکرہ کی صفت بن رہی ہے اور ممطرنا میں بھی یہی صورت ہے۔

بل ھو۔ یہ کلام باری ہے یا کلام ہود؟ بہتر دوسری صورت ہی ہے۔

فاصبحوا۔ ہودؑ اور ان کے رفقاء چار ہزار ہوں گے اور بستی میں صرف مکان یا نشان رہ گئے۔ مکیں کا کہیں پتہ نشان نہ رہا۔ یہ روئے سخن آنحضرتؐ کی طرف ہے یا ہر سننے والے کو خطاب ہے۔

ان مکناکم۔ ان نافیہ بمعنی ما ہے تکرار سے بچنے کے لیے خود ما نہیں لایا گیا۔ اور شرطیہ مانا جائے تو جواب محذوف ہوگا۔ ای ولقد مکناھم فی الذی ان مکناکم فیہ۔

اذ کانوا۔ میں فما اغنی کی وجہ سے اذ منصوب ہے اور گویا علت ہے بقول زمخشریؒ کیونکہ ظرف اور علت کا ماحصل قریب قریب ایک ہی ہوتا ہے۔ البتہ تمام ظروف میں نہیں۔ بلکہ اذ اور حیث کی حد تک ہے۔

قربانا۔ تقرب اگرچہ لازم ہے تاہم با کے ذریعہ متعدی ہو گیا۔ اور "اتخذوا" کا مفعول اول ضمیر محذوف ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اور قربانا مفعول ثانی ہے اور آلہۃ بدل ہے۔ یہ رائے ابن عطیہؒ،

Marfat.com

حوتی اور ابو البقاء کی ہے۔ لیکن بعض کی رائے ہے کہ آلہۃ مفعول ثانی یا حال مقدم یا مفعول ہے۔ جیسا کہ ابھی ذکر آرہا ہے۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ ضمیر حسب سابق مفعول محذوف اور قربانا حال اور آلہۃ مفعول ثانی ہو۔ ای فھلا نصرھم الذین اتخذوھم متقربا بھم الھۃ۔ تیسری صورت یہ ہے کہ قربانا مفعول لہٗ ہے۔ اس صورت میں مفعول اول محذوف رہے گا اور آلہۃ مفعول ثانی ہے۔

نفرا۔ تین سے دس افراد تک بولا جا سکتا ہے۔

نینوی۔ موصل میں حضرت یونس علیہ السلام کی بستی کا نام ہے۔

جنات نصیبین کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ منشی۔ ۲۔ ناشی۔ ۳۔ منا صین۔ ۴۔ ماضر۔ ۵۔ الاحقب (مواہب میں ابن درید سے نقل کیا ہے) اور بقیہ نام نہیں لکھے ہیں۔

مفسرؒ نے لبطن نخلہ مقام کا نام بتلایا ہے۔ حالانکہ یہ جگہ مدینہ سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر ہے اور آنحضرتؐ نے صلوٰۃ الخوف پڑھی ہے۔ بلکہ صحیح نام لبطن نخلہ ہے۔ جو مکہ سے ایک رات کے فاصلہ سے طائف کے راستہ پر ہے۔ نیز آپ کے ہمراہ زید بن حارثہؓ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اس میں بھی تسامح ہوا۔ نیز وقت فجر کہنے میں بھی تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ نماز کی فرضیت سے پہلے ہوا ہے۔ اس لیے بعض نے ان دو رکعتوں کو اس دوگانہ پر محمول کیا ہے۔ جو پنجگانہ فرائض سے پہلے آپ ادا فرماتے تھے۔

مواہب میں ہے کہ آنحضرتؐ ابو طالب کی وفات کے بعد باہر نکلے۔ زید ابن حارثہ ہمراہ تھے۔ چنانچہ ایک ماہ آپ نے قیام فرمایا اور اشراف ثقیف کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے قبول نہیں کی۔ بلکہ غنڈوں کو آنحضرتؐ کے پیچھے لگا دیا۔ جنہوں نے بہت کچھ ستایا۔ طائف سے جب آپ کی واپسی ہوئی تو نخلہ میں فروکش ہوئے۔ یہاں جنات کی حاضری ہوئی۔ جب کہ آپ نماز تہجد میں مصروف تھے۔

اور تفسیر کبیر میں ہے۔ کہ آنحضرتؐ اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر لبطن نخلہ میں فروکش ہو کر نماز فجر پڑھ رہے تھے کہ اشراف جن حاضر خدمت ہوئے۔ سورۃ جن کی آیات اسی سلسلہ کی ہیں۔

یستمعون۔ لفظ نفر کی رعایت سے تو یسمع مفرد آنا چاہیئے تھا۔ مگر معنی کی رعایت سے جمع لائی گئی۔

بعض نے ان کی تعداد بستر بتلائی ہے۔ جن میں یہود، نصاریٰ، مجوس، بت پرست سب قسم کے تھے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات تین قسم کے ہیں۔ ایک قسم کے پر ہوتے ہیں۔ دوسری قسم سانپ اور کتوں کی شکل میں ہوتی ہے۔ اور تیسری قسم ہوائی ہوتی ہے۔ مومن جنات کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ امام اعظم اور ابو اللیث کے نزدیک جہنم سے رہائی دے کر ان کو نابود کر دیا جائے گا۔ جنات جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ علامہ نسفی کہتے ہیں کہ امام اعظمؒ ان کو ثواب ملنے میں توقف فرماتے ہیں۔ اور نفی بھی یقین سے نہیں کرتے تینوں

Marfat.com

ائمہ اور صالحین کے نزدیک انسانوں کی طرح یہ بھی اہل جنت ہوں گے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ جنت کے آس پاس رہیں گے۔

من بعد موسیٰ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا حال جنات کو معلوم نہیں ہوا ہوگا۔

من ذنوبکم۔ حقوق العباد کی معافی متعلقہ اشخاص کی مرضی سے ہوگی۔ البتہ آگ میں جل جانے والا شخص مستثنیٰ ہے اس کو نہ قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور نہ اُخروی عذاب ہوگا۔

ولم یعی بخلقھن۔ مفسرؒ ایک شبہ کے جواب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ شبہ یہ ہے کہ باء نفی کے بعد آیا کرتی ہے۔ اور یہاں ان کے بعد مثبت ہے۔ پھر بخلقھن پر باء کیسے داخل ہو گئی۔ جواب یہ ہے کہ نفی ابتداء آیت میں آ چکی ہے یعنی الم یروا۔ اس لیے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ الیس اللہ بقادر اسی لیے آگے بلیٰ ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

یوم یعرض۔ مفسرؒ نے یقال سے اشارہ کر دیا کہ یوم محذوف کا ظرف ہے اور یہ کہ الیس ھذا بالحق۔ قول محذوف کا مقولہ ہے۔

وربنا۔ واؤ قسمیہ ہے ان کے جواب کی تاکید کے لیے لائی گئی ہے۔ گویا ان کو یہ امید ہو گئی۔ کہ شاید اعتراف جرم ہی سے چھٹکارا مل جائے۔

کما صبر۔ کاف بمعنی مثل ہے اور ما مصدریہ ہے مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای اصبر صبرا مثل صبر اولی العزم من الرسل۔ اولوالعزم سارے ہی انبیاءؑ ہیں۔ جمہور مفسرین کا قول یہی ہے۔ مفسرؒ بھی من بیانیہ کہہ کر اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ لیکن اگر خاص درجہ عزم مراد لیا جائے تو بقول ابن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسےٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اس کا مصداق ہیں۔

ابن عساکر۔ قتادہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت نوحؑ، ہودؑ، ابراہیمؑ، شعیبؑ و موسےٰؑ ہیں اور ابن المنذر ابن جریج سے نقل کرتے ہیں۔ کہ اسماعیلؑ، یعقوبؑ اور ایوبؑ ہیں۔ حضرت آدمؑ، یونسؑ، سلیمانؑ ان میں داخل نہیں ہیں۔ اور ابن مردویہؒ، ابن عباسؓ سے ناقل ہیں۔ کہ حضرت نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ، موسےٰؑ، داؤدؑ اور سلیمانؑ مراد ہیں۔ اور جابر سے منقول ہے کہ تین سو تیرہ رسول ہیں اور مقاتلؒ کے نزدیک چھ ہیں۔ نوحؑ، ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، ایوبؑ ہیں۔ اور صاحب قاموسؒ نے حضرت موسےٰؑ، داؤدؑ، عیسیٰؑ تین کا اضافہ کر کے نو کہا ہے۔ بہرحال آیت تلک الرسل فضلنا الخ کی رو سے تمام انبیاءؑ یکساں نہیں ہیں۔ ان میں فرق مراتب ہے۔

لا تستعجل۔ عذاب میں کسی مصلحت سے تاخیر بھی ہو جائے۔ مگر ہو گا ضرور۔ اس لیے آپ جلدی نہ کیجئے۔

بلاغ۔ عام قراءت میں مرفوع ہے۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔

Marfat.com

تلك الساعة بلاغ.

الا ساعة۔ قرینہ کی وجہ سے یا تقدیر عبارت اس طرح ہو گی۔ ھذا القرآن او التبلیغ بلاغ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ مبتدا ہو اور اس کی خبر لہم ہو جو لا تستعجل کے بعد ہے۔ مگر اس صورت میں لا تستعجل پر وقف کرنا پڑے گا۔ اور جملہ تشبیہ کے فصل کی وجہ سے یہ ترکیب نہایت ضعیف ہے۔ نیز لہم کا بظاہر تعلق لا تستعجل سے ہے۔ البتہ زید بن علیؒ، حسنؒ، عیسیٰؒ نے بلاغاً نصب کے ساتھ پڑھا ہے بنا پر مصدریت کے۔ ابو حیوہؒ کی قراءت مد بلغ امراءہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور مکیؒ کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ساعۃ کی صفت کی بنا پر نصب بھی جائز ہے۔ چنانچہ نصب کی قراءت ابھی گزری ہے۔ مگر غالباً ان کو یہ قراءت پہنچی نہیں ہو گی۔ اور حسنؒ نے بلاغ جر کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ حذف مضاف کے ساتھ یہ نہار کی صفت ہو جائے گا۔ ای من نہار ذی بلاغ یا زمانہ کو بطور مبالغہ بلاغ کے ساتھ متصف کیا ہے۔

فھل یھلك۔ اس کے حصر سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ مومن فاسق اگر ایمان پر انتقال کرے تو اس کے لیے نجات ہے۔ اے اللہ کریم اس عبد اثیم کو بھی اس امید سے نا امید نہ کیجئے۔ علامہ قرطبیؒ نے ابن عباسؓ سے عورت کے دردِ زہ کے لیے یہ تعویذ نقل کیا ہے کہ پیالہ پر لکھ کر دیتے تھے۔ جو عورت کو دھو کر پلانے سے بسہولت جلد ولادت ہو جاتی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم الکریم سبحان اللہ رب السموات ورب الارض ورب العرش العظیم کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحاھا کانھم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نہار بلاغ فھل یھلك الا القوم الفاسقون۔

ربط سابقہ مضمون رسالت کی تائید کے لیے عرب اور آس پاس کی گذشتہ قوموں عاد و ثمود و لوط وغیرہ کے واقعات ذکر کیے جا رہے ہیں۔ تاکہ ان کے لیے درس عبرت ہوں۔

اولو العزم۔ پچھلی آیت یوم یعرض الذین میں اسی طرح بعد کی آیات میں قیامت کی جزاء و سزا کا بیان تھا۔ لیکن چونکہ بعض مخاطب خود امکان قیامت ہی کے منکر تھے۔ اس لیے اس آیت میں پہلے قیامت کا امکان پھر اس کا اور عذاب کا وقوع پھر اس پر پیغمبر کو صبر و تسلی کی تلقین بطور تفریع فرمائی جا رہی ہے اور اس کی تاکید کے لیے کفار کی تفریع بعنوان کلی ارشاد ہے۔

شانِ نزول و روایات

فلما راوہ۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے جب قوم عاد پر آثارِ عذاب آتے دیکھے تو اپنی مختصر سی مومن جماعت کو لے کر حنیرۃ القدس تشریف لے گئے۔ چنانچہ آندھی آئی اور لوگ ریت کے تودوں کے نیچے دب گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد پھر آندھی چلی اور ریت کے تودوں کو دوسری طرف منتقل کر دیا اور تمام نعشوں کو سمندر میں اٹھا کر پھینک دیا۔ برخلاف حضرت ہودؑ اور ان کے رفقاء کے۔ شروع میں جب ان کو عذاب کی آندھی کا احساس ہوا تو انہوں نے ایک حصار کھینچ لیا۔ جس میں وہ سب محفوظ رہے۔ ہوا ان پر گزرتی نہایت جانفزا بن جاتی۔

Marfat.com

ولقد صرفنا۔ آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے کاہنوں اور نجومیوں کو کچھ آسمانی خبریں معلوم ہو جایا کرتی تھیں۔ مگر آپ پر وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ سلسلہ تقریباً بند ہو گیا۔ جنات کو خیال ہوا کہ ضرور کوئی بات ہوئی۔ کہ آسمانی خبروں پر اس قدر پہرے بٹھا دیئے گئے۔ اس کی جستجو کے لئے ان کی ٹکڑیاں مختلف سمتوں میں پھیل گئیں۔ اتفاق سے ایک جماعت کا گزر بطن نخلہ پر ہوا۔ وہاں آنحضرتؐ مع چند رفقاء کے نمازِ فجر ادا فرما رہے تھے۔ قرآن کی آواز جب ان کے کانوں میں پہنچی اور وہ بھی خود صاحب وحی کے لب ولہجہ اور کیفیات کے ساتھ، تو عجیب سماں بندھا، اور وہ اس کی عظمت و ہیبت سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور سرگوشیاں کرتے رہے۔ جب قرآن کی دلکشی اور تاثیر نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا۔ تو سمجھے کہ ہو نہ ہو یہی سبب ہے جس سے آسمانی خبریں آنی بند ہو گئیں۔ حضورؐ نماز و قرآن سے فارغ ہوئے اور یہ جنات اثر میں ڈوبے ہوئے اپنی قوم میں واپس ہوئے اور جا کر انہیں نصیحت و فہمائش کی۔

تشریح

حضرت ہود علیہ السلام عاد کے بھائی تھے۔ احقاف میں قیام پذیر تھے۔ جو "ارض القرآن" کے بیان کے مطابق یمامہ، عمان، بحرین — حضرموت اور مغربی یمن کے درمیان میں جو صحرائے اعظم ہے وہ اگرچہ ناقابلِ رہائش ہے۔ تاہم آس پاس کہیں کہیں کچھ زمین کے ٹکڑے ہیں۔ بالخصوص حضرموت سے نجران تک عہدِ قدیم میں آباد تھا۔ عاد ارم کا مشہور قبیلہ رہتا تھا۔ جو خدا کی نافرمانی کی پاداش میں نیست و نابود ہو گیا۔

وقد خلت النذر۔ یا تو حق تعالیٰ کا ارشاد بطور جملہ معترضہ تائید کے لئے ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ خود حضرت ہودؑ نے سب پیغمبروں کا اتفاق مسئلہ توحید میں بطور تائید بیان فرمایا ہو اور وہ نذیر ممکن ہے دوسری بستیوں کے مراد ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسی بستی میں آئے ہوں۔ بہرحال قوم پر کہاں جونک لگنے والی تھی۔ انہوں نے صاف کہہ دیا۔ کہ ہم اس پرانی ڈگر سے ہٹنے والے نہیں۔ تم جو زبانی دھمکیاں دے رہے ہو۔ ذرا دھمکیاں پوری کر کے دکھاؤ۔ فرمایا کہ عذاب تو آئے گا، پر آئے گا لیکن کب؟ یہ اللہ ہی جانے مجھے جتنا بتلایا گیا۔ میں نے تمہیں بتلا دیا ہے۔ اس سے زائد کا نہ مجھے علم اور نہ اختیار۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ مہلت کب تک ہے اور ساعتِ عذاب کب آئے گی؟ تعجب ہے کہ تم اپنی بربادی کی فرمائش کر رہے ہو کوئی حد ہے اس جسارت اور گستاخی کی۔

قوم عاد و ہود پر عذاب کا بادل

فلما رأوہ۔ چنانچہ عذاب کا بادل سامنے اٹھتا دکھائی دیا۔ نادان بہت خوش ہوئے اور سمجھے کہ اب ندی نالے بھر جائیں گے۔ اور خشک سالی سے مارے ہوؤں کا کام بن جائے گا۔ مگر وہ برسنے والا بادل کب تھا۔ وہ تو ان کی کم بختی اور شامت کا بادل اور تباہی کی آندھی تھی۔ جس کے وہ خواہاں ہو رہے تھے۔ چنانچہ ایک

Marfat.com

ہفتہ کے شدید طوفان نے ان کے سارے نشانات مٹا کر رکھ دیئے۔ آدمی، جانور، درخت تنکوں کی طرح اڑے پھر رہے تھے۔ مکانات کھنڈرات میں تبدیل ہو کر رہ گئے۔ اے مکہ کے باسیو! دیکھ لیا تم نے اللہ کے مجرموں کا کیا حال ہوا۔ اب بھی سنبھل جاؤ۔ ورنہ تمہارا انجام بھی یہی ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ اور آسانی سے۔ کیوں کہ وہ ہر چیز میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے۔ مگر عذاب کے آگے کوئی چیز کام نہ دے سکی۔ آخر تم کس بات پر مغرور ہو۔ انہیں نصیحت سننے کے لیئے کان اور قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سمجھنے بوجھنے کے لیئے دل دیئے تھے۔ پر وہ اندھے، بہرے، پاگل بن کر پیغمبروں کا مقابلہ کرتے رہے اور کسی قوت سے کام نہ لیا۔ آخر کار یہ قوتیں دیکھنے میں سب موجود رہیں۔ مگر عذابِ الٰہی نے آگھیرا۔ تو کچھ کام نہ آسکا۔ وہ جس کی ہنسی اُڑایا کرتے تھے۔ وہ قدرت اب گویا ان پر مسکرا رہی تھی۔ اور قوم عاد ہی نہیں بلکہ قوم ہود و لوط کی بستیاں بھی اسی طرح اُلٹ کر رکھ دی گئی۔ جو اہل مکہ کے آس پاس اور ان کی گذرگاہیں تھیں۔ انہیں کتنا سمجھایا، کتنی ڈھیل دی پر وہ اتنے سمجھانے پر بھی باز نہ آئے اور جن بتوں کی پرستش وہ اس لیئے کرتے تھے کہ وقت پر کام آئیں گے، ہمیں اللہ سے نزدیک کر دیں گے۔ آخر وقت پڑا تو وہ کیا ہوئے، کہاں گئے۔ ذرا ان کو بُلایا تو ہوتا، اب کام نہ آئے تو پھر کب کام آئیں گے۔ مگر آج ان کا کہیں پتہ نہیں۔ جس سے ظاہر ہوا یہ سب من گھڑت، جھوٹی، واہیات باتیں تھیں۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے پھر وہ چلے تو کیسے؟

انسان سے تو جنات ہی غنیمت نکلے۔

واذا صرفنا الخ یعنی اشرف المخلوق انسان کی سرکشی اور نافرمانی تو دیکھ لی۔ اب ذرا جنات کی اطاعت کوشی اور فرمانبرداری کا موازنہ کر لو۔ حالانکہ ان میں تکبر کا مادہ زیادہ ہوا کرتا ہے۔ مگر ایمان کے آگے کفر سے بالکلیہ دست بردار ہو گئے۔ بطن نخلہ کی پہلی حاضری میں جب کہ آپ نماز فجر میں مشغول تھے۔ جنات کی حاضری اور متاثر ہو کر واپسی اس وقت تو حضور کو تفصیل سے معلوم نہ ہو سکی۔ صرف ایک درخت نے اللہ کے حکم سے اس کی اجمالی اطلاع آپ کو دی۔ مگر حسب بیان خانجی کچھ مرتبہ جنات کی آپ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ بعد میں اس کی تفصیلات کا آپ کو پتہ چل سکا۔ چنانچہ سورۂ جن نازل ہوئی اس میں اس کا ذکر ہے۔ جنات کی تعداد وغیرہ بہت سی باتوں میں جو روایاتِ مختلفہ آئی ہیں ان کو متعدد واقعات پر محمول کر کے منطبق کیا جا سکتا ہے۔

جنات کی نظر میں قرآن

من بعد موسیٰ۔ اس جملہ سے بعض نے یہ سمجھا ہے کہ وہ جن یہودی تھے۔ حالانکہ اس کی کوئی نقلی دلیل نہیں ہے اور یہ استنباط ناکافی ہے البتہ چونکہ کوئی آسمانی کتاب تورات کے برابر احکام پر مشتمل نہیں تھی۔ اس لیئے انبیاء بنی اسرائیل اس پر عامل رہے۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ کو بھی فرمانا پڑا کہ میں تورات بدلنے کے لیئے نہیں بلکہ اس کو مکمل کرنے کے لیئے آیا ہوں۔ ادھر حضرت سلیمان کے وقت سے ہی جنات میں تورات مشہور چلی آرہی تھی۔ ممکن ہے انہوں نے اس

Marfat.com

اہمیت کے پیشِ نظر یہ اشارہ کیا ہو کہ جیسی مستقل اور عظیم کتاب حضرت موسےٰ لے کر آئے تھے۔ اسی کے مشابہ اور اسی عظمت و شان کا یہ قرآن معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسےٰ کو یہ پیشگوئی ہوئی تھی کہ اے موسیٰ تیری مانند ایک نبی اُٹھاؤں گا۔

رہا یہ کہ انہوں نے تھوڑا سا قرآن سُن کر یہ کیسے سمجھ لیا؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اس وقت حضورؐ نے جو قرآن کا حصہ تلاوت فرمایا۔ اس میں یہ مضمون ہو یا کسی قرینہ اور طرزِ بیان، جلالتِ شان سے انہیں یہ گمان ہوا ہو جو واقعہ کے مطابق نکلا۔

یھدی الی الحق۔ حق اور طریق مستقیم میں یا اُصول و فروع کا فرق مانا جائے اور یا ایک صفت کا عطف دوسری صفت پر ہو رہا ہے۔

اسلام لانے سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

یقومنا۔ جو گناہ اسلام لانے سے پہلے حالتِ کفر میں ہو چکے وہ اسلام کی برکت سے سب معاف ہو گئے۔ الاسلام یھدم ما کان قبلہ اب آئندہ نیا کھاتہ کھُلے گا۔

بعض حضرات نے من ذنوبکم میں من تبعیضیہ لیا ہے کیونکہ اسلام لانے سے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ لیکن بعض علما نے منّ کو زائد مانا ہے۔ یعنی اسلام لانے سے کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ رہ گئے حقوق العباد تو ان کی دو قسمیں ہیں۔ بعض گناہ بھی ہیں جیسے قتل وغیرہ ان کا معاف ہونا تو متفق علیہ ہے اور جو حقوق محض حقوق ہیں گناہ نہیں جیسے قرض وغیرہ وہ چونکہ گناہ میں داخل ہی نہیں کہ اشکال ہو۔ اس لیئے منّ تبعیضیہ لینے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

جنات جنت میں جائیں گے یا نہیں۔

اور جنات کو کفر و معصیت پر عذاب ہونا تو متفق علیہ ہے۔ لیکن ایمان و طاعت پر جنت و ثواب ملنا مختلف فیہ ہے۔ جمہور تو عمومات شرعیہ کی وجہ سے اور خاص طور پر آیت رحمٰن لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان کی بنا پر اور نیز سورۂ انعام کی آیت ولکل درجات مما عملوا کے سبب جنت و ثواب کا عطا ہونا انسانوں کی طرح مانتے ہیں۔ لیکن امام اعظمؒ کسی خاص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ نص نہ پائے جانے کی وجہ سے غایت احتیاط کے سبب توقف فرماتے ہیں نہ اقرار نہ انکار جیسا کہ علامہ ابو البرکات نسفی نے "التیسیر" میں یہ مسلک نقل کیا ہے۔ لیکن امام صاحب کی نسبت جو مشہور ہو گیا کہ وہ جنات کے جنتی ہونے کے قائل نہیں۔ غالباً نقل مذہب میں غلطی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

ولم یعی بخلقھن۔ میں یہود کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ یوم السبت (سنیچر) کو زمین و آسمان کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے آرام فرمایا۔ پس جو اتنا بڑا کام کر کے نہیں تھکتا اسے تمہیں دوبارہ پیدا کرنے میں کیا تھکن ہو گی۔ لہٰذا اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ مر کر کون زندہ ہوتا ہے۔ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔

Marfat.com

الیس ھذا۔ جہنم اور اس کے عذاب کا مشاہدہ کر کر اور اس کا مزہ چکھا کر اقرار کرالیا جائے گا۔ جادو وہی ہے جو سر چڑھ کر بولے۔ ارشاد ہوگا اب خالی اقرار سے کیا۔ ذرا انکار کا مزہ تو چکھو اور چکھتے ہی رہو۔

فاصبر۔ یعنی جب معلوم ہوگیا کہ منکرین کو سزا ضرور ملے گی دنیا میں ملے یا آخرت میں۔ بس اس معاملہ میں اب آپ جلدی نہ کریں اور صبر سے کام لیں جو اولوالعزم انبیاءؑ کا شیوہ رہا ہے۔

اولوالعزم پیغمبر کون ہوئے ہیں

محققین کی رائے ہے کہ سب پیغمبر اولوالعزم ہیں۔ اس لیے "من الرسل" میں من بیانیہ ہے۔ البتہ آیت تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض کی رو سے بعض انبیاءؑ اس وصف میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اس لیے وہ اس لقب سے مشہور ہوگئے۔ جیسا کہ اعلام غالبہ میں ہوا کرتا ہے۔ پھر ان کی تعیین میں بھی اختلاف ہے۔ اکثر کی رائے ہے کہ آیت احزاب واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنك ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم کی رو سے اولوالعزم بالمعنی الثانی یہ پانچ انبیاء ہیں۔ واللہ اعلم

لم یلبثوا۔ یعنی اب تو دنیا میں عذاب آنے میں دیر سمجھتے اور کہتے ہیں جلد کیوں نہیں آجاتا۔ مگر اس دن جانیں گے۔ کہ بہت جلد آگیا۔ دنیا میں تو ہم گھڑی بھر ہی ٹھہرے تھے یا برزخ کا رہنا گھڑی بھر معلوم ہوگا۔ گزری ہوئی مدت تو یوں بھی کم ہی معلوم ہوا کرتی ہے اور مصیبت و سختی کے وقت تو عیش و آرام کا سارا زمانہ کافور نظر آتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے نصیحت کی حد تک حجت پوری کردی اور سب نیک و بد سمجھا دیا۔ اب کوئی نہ مانے وہ جانے۔ ہم کسی کو بے قصور نہیں پکڑا کرتے۔ اسی کو غارت کرتے ہیں جو غارت ہونے پر ہی کمر باندھ لے۔

لطائف سلوک

آیت امنوا بہ یغفر لکم الخ ثواب ذکر نہ فرمانے میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ بندہ کا نجات پا جانا ہی کیا کم انعام ہے۔ اس کے استحقاق سے یقیناً زائد ہے۔ پھر اپنے کو خاص درجات کا مستحق اور اہل کیوں سمجھے۔ یہی تواضع قلندرانہ مذاق ہے۔

سُوْرَةُ الْقِتَالِ مَدَنِيَّةٌ اِلَّا وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اٰلْاٰيَةَ اَوْ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ اَوْ تِسْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ وَصَدُّوْا غَيْرَهُمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَيْ

marfat.com
Marfat.com

الْاِیْمَانِ اَضَلَّ اَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ○ كَاِطْعَامِ الطَّعَامِ وَصِلَةِ الْاَرْحَامِ فَلَا یَرَوْنَ لَهَا فِی الْاٰخِرَةِ ثَوَابًا وَیُجْزَوْنَ
بِهَا فِی الدُّنْیَا مِنْ فَضْلِهٖ ۚ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَیِ الْاَنْصَارُ وَغَیْرُهُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ
عَلٰی مُحَمَّدٍ اَیِ الْقُرْاٰنِ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ غَفَرَ لَهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ○
اَیْ حَالَهُمْ فَلَا یَعْصُوْنَهٗ ذٰلِكَ اَیْ اِضْلَالُ الْاَعْمَالِ وَتَكْفِیْرُ السَّیِّاٰتِ بِاَنَّ بِسَبَبِ اَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا
اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ الشَّیْطٰنَ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ الْقُرْاٰنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ كَذٰلِكَ اَیْ مِثْلَ ذٰلِكَ
الْبَیَانِ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ○ یُبَیِّنُ اَحْوَالَهُمْ اَیْ فَالْكَافِرُ یُحْبَطُ عَمَلُهٗ وَالْمُؤْمِنُ یُغْفَرُ
زَلَلُهٗ فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۚ مَصْدَرٌ بَدَلٌ مِّنَ اللَّفْظِ بِفِعْلِهٖ اَیْ فَاضْرِبُوْا
رِقَابَهُمْ اَیْ اُقْتُلُوْهُمْ وَعَبَّرَ بِضَرْبِ الرِّقَابِ لِاَنَّ الْغَالِبَ فِی الْقَتْلِ اَنْ یَّكُوْنَ بِضَرْبِ الرَّقَبَةِ حَتّٰۤی
اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ اَیْ اَكْثَرْتُمْ فِیْهِمُ الْقَتْلَ فَشُدُّوْا اَیْ فَاَمْسِكُوْا عَنْهُ وَاَسِرُّوْهُمْ وَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۗ مَا یُوْثَقُ
بِهِ الْاَسْرٰی فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ مَصْدَرٌ بَدَلٌ مِّنَ اللَّفْظِ بِفِعْلِهٖ اَیْ تَمُنُّوْنَ عَلَیْهِمْ بِاِطْلَاقِهِمْ مِنْ
غَیْرِ شَیْءٍ ۚ وَاِمَّا فِدَآءً اَیْ تُفَادُوْنَهُمْ بِمَالٍ اَوْ اَسْرٰی مُسْلِمِیْنَ حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَیْ اَهْلُهَا
اَوْزَارَهَا ۚ اَثْقَالَهَا مِنَ السِّلَاحِ وَغَیْرِهٖ بِاَنْ یُّسْلِمَ الْكُفَّارُ اَوْ یَدْخُلُوْا فِی الْعَهْدِ وَهٰذِهٖ غَایَةٌ
لِلْقَتْلِ وَالْاَسْرِ ذٰلِكَ ۚ خَبَرُ مُبْتَدَاٍ مُقَدَّرٍ اَیِ الْاَمْرُ فِیْهِمْ مَا ذُكِرَ وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ بِغَیْرِ
قِتَالٍ وَلٰكِنْ اَمَرَكُمْ بِهٖ لِیَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۚ مِنْهُمْ فِی الْقِتَالِ فَیَصِیْرُ مَنْ قُتِلَ مِنْكُمْ اِلَی الْجَنَّةِ
وَمِنْهُمْ اِلَی النَّارِ وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا وَفِیْ قِرَاءَةٍ قَاتَلُوْا الْاٰیَةَ نَزَلَتْ یَوْمَ اُحُدٍ وَقَدْ فَشَا فِی الْمُسْلِمِیْنَ
الْقَتْلُ وَالْجِرَاحَاتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ یُحْبِطَ اَعْمَالَهُمْ ○ سَیَهْدِیْهِمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ
اِلٰی مَا یَنْفَعُهُمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ حَالَهُمْ فِیْهِمَا وَمَا فِی الدُّنْیَا لِمَنْ لَّمْ یُقْتَلْ وَاُدْرِجُوْا فِی قِتَالُوْا
تَغْلِیْبًا وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا بَیَّنَهَا لَهُمْ ○ فَیَهْتَدُوْنَ اِلٰی مَسَاكِنِهِمْ مِنْهَا وَاَزْوَاجِهِمْ وَخَدَمِهِمْ

Marfat.com

مِنْ غَيْرِ اِسْتِدْلَالٍ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ اَیْ دِيْنَهٗ وَرَسُوْلَهٗ يَنْصُرْكُمْ عَلٰى عَدُوِّكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ○ يُثَبِّتْكُمْ فِي الْمُعْتَرَكِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ مُبْتَدَأٌ خَبَرُهٗ تَعْسًا يَدُلُّ عَلَيْهِ فَتَعْسًا لَّهُمْ اَیْ هَلَاكًا وَخَيْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ عَطْفٌ عَلٰى تَعْسًا ذٰلِكَ اَیِ التَّعْسُ وَالْاِضْلَالُ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ الْمُشْتَمِلِ عَلَى التَّكَالِيْفِ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ○ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ز اَهْلَكَ اَنْفُسَهُمْ وَاَوْلَادَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ○ اَمْثَالُ عَاقِبَةٍ مِّنْ قَبْلِهِمْ ذٰلِكَ اَیْ نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَهْرُ الْكَافِرِيْنَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰى وَلِيٌّ وَنَاصِرُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ○ ع

ع ۱ ۱۱ ۵

ترجمہ سورۃ القتال مدنیہ ہے بجز آیت وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ کے۔ یا یہ سورت مکیہ ہے اس میں ۳۸ یا ۳۹ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (مکہ کے) جو لوگ کافر ہوئے اور (اوروں کو) اللہ کے رستہ (ایمان) سے روکا خدا نے ضائع (کالعدم) کر دیئے ان کے اعمال (مثلاً کھانا کھلانا، صلہ رحمی کرنا۔ لہٰذا ان کاموں کا ثواب انہیں آخرت میں نہیں ملے گا۔ بلکہ اللہ اپنی مہربانی سے دُنیا ہی میں اس کو چکا دیتا ہے) اور جو لوگ (انصار وغیرہ) ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایمان لائے اس سارے (قرآن) پر جو محمدؐ پر نازل کیا گیا اور وہ ان کے پروردگار کے پاس سے امر واقعی ہے اللہ اتار دے گا (معاف کر دے گا) ان کے گناہ اور ان کی حالت درست رکھے گا۔ (لہٰذا وہ ان کی نافرمانی نہیں کریں گے) یہ (نیک کاموں کو ناکارہ اور بُرے کاموں کا کفارہ کرنا) اس لیئے ہے (بوجہ اس کے) کہ کافر تو غلط (شیطان کے) راستہ پر چلے اور ایمان دار صحیح رستہ (قرآن پر) چلے جو ان کے پروردگار کی طرف سے ہے اسی طرح (جیسے یہ بیان ہوا) اللہ لوگوں کے لیئے ان کے حالات بیان فرماتا ہے (ان کے احوال کھول دیتا ہے۔ چنانچہ کافر کا عمل ضبط اور مومن کے خطا قصور معاف) سو کفار سے جب تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں اُڑا ڈالو (ضرب مفعول مطلق ہے مگر لفظوں میں فعل کا بدل ہے ای فاضربوا رقابھم یعنی کافروں کو قتل کر ڈالو لیکن گردن مارنے سے اس کو تعبیر کر دیا کیونکہ قتل میں عموماً گردن ہی اڑائی جاتی ہے) یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو (بکثرت قتل کر دو) تو باندھ ڈالو۔ (قتل روک دو۔ ان کو گرفتار کر کے جنگی قیدی بنا لو۔ مضبوط باندھ رکھو) خوب مضبوط (بیڑی وغیرہ جس سے قیدی

marfat.com
Marfat.com

باندھے جاتے ہیں) پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا (مصدر ہے مگر بلحاظ لفظ فعل کا بدل ہے ای تمنون منا یعنی مفت چھوڑ کر ان پر احسان کر ڈالو) اور یا معاوضہ لے کر چھوڑنا (یعنی ان سے مالی فدیہ کے بدلے یا مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں چھوڑنا) جب تک لڑائی والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں (ہتھیار وغیرہ کا بوجھ۔ کفار مسلمان ہو جائیں یا ذمی ہو جائیں، یہ قتل اور قید کرنے کی غایت ہے) یہ (خبر ہے مبتدا محذوف کی تقدیر عبارت اس طرح ہے الامر فیہم ماذکر) حکم بجالانا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا (بغیر قتل ہی) لیکن (تمہیں قتل کا حکم دیا ہے) تاکہ ایک دوسرے کا امتحان لے سکے (ان کو قتل کرکے، جو تم میں شہید ہو جائے تو جنتی، ان میں کا کوئی مارا جائے تو دوزخی) اور جو لوگ مارے جاتے ہیں (ایک قراءت میں قاتلوا ہے۔ یہ آیت جنگ اُحد کے موقعہ پر نازل ہوئی۔ جب کہ مسلمان شہید و زخمی بکثرت ہو رہے تھے) اللہ کی راہ میں۔ ان کے اعمال کو اللہ ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ اللہ ان کی رہنمائی فرمائے گا (دنیا و آخرت میں نفع بخش مطلوب تک) اور ان کی حالت درست رکھے گا (دونوں جہان میں اور صرف دنیا میں بہتر کرے گا۔ جو شہید نہیں ہوا۔ اور تغلیباً قتلوا میں شمار کیا گیا ہے) اور انہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کرا دے گا (چنانچہ وہ اپنے اپنے گھروں میں اپنی بیویوں اور نوکروں کے پاس بغیر کسی رہنمائی کے از خود پہنچ جائیں گے) اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین اور رسولؐ) کی مدد کرو گے تو وہ (دشمن کے مقابلہ میں) تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا (معرکوں میں تمہیں ثابت قدم رکھے گا) اور جو لوگ کافر ہیں (مکہ والوں میں یہ مبتدا ہے خبر تعسّرا ہے جس پر اگلا لفظ رہنمائی کر رہا ہے) ان کے لیے تباہی ہے (یعنی خدائی ہلاکت و بربادی) اور اللہ ان کے کاموں کو مٹا دے گا (اس کا عطف تعسّرا پر ہو رہا ہے) یہ (ہلاکت اور اعمال کی بربادی) اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کے اُتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا (یعنی قرآن کو جس میں شرعی احکام ہیں) سو اللہ نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کیسی تباہی ڈالی (ان کو ان کی اولاد، مال کو برباد کر ڈالا) اور ان کافروں کے لیے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے کو ہیں (جیسے ان سے پہلوں کا انجام ہوا) یہ (مسلمانوں کی مدد اور کافروں کی تباہی) اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز (ولی، مددگار) ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔

تحقیق و ترکیب

سورۃ القتال۔ سورۂ محمد اور سورۂ الذین کفروا بھی اس کے نام ہیں۔

مدنیہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پوری سورت مدنی ہے۔ مگر آیت وکاین من قریۃ الخ مکہ ہے۔ حجۃ الوداع کے بعد جب آنحضرتؐ مکہ سے روتے ہوئے رخصت ہو رہے تھے۔ گویا محل نزول حوالی مکہ تھا۔ اگر واقعہ ہجرت کے بعد ہوا۔ لیکن اگر مکی اور مدنی ہونے کی تقسیم کا معیار ہجرت کو قرار دیا جائے جیسا کہ مشہور ہے تو پھر یہ آیت بھی مدنیہ ٹھہرتی ہے۔

Marfat.com

صدوا۔ اسلام میں داخل ہونے سے رُکنے کے معنی ہیں تو پہلے جملہ کی تاکید ہے۔ لیکن جوہریؒ رد کنے کے معنی لیتے ہیں۔ جیسا کہ مفسرؒ نے اشارہ کیا تو پھر تاسیس کے لیئے ہے۔

اضل۔ یہ ضلال سے نہیں ہے جو ہدایت کے مقابلہ میں ہوتا ہے بلکہ ضل عنی سے ہے ضائع ہونا۔

الذین امنوا۔ تصدیق قلبی مراد ہے اور عملوا الصالحات عطف مغائرۃ پر دلالت کر رہا ہے۔ چنانچہ اشاعرہ کے نزدیک یہی مختار ہے کہ حقیقت ایمان کی بجائے کمال ایمان میں اعمال کو داخل کیا جائے۔

الذین امنوا۔ عطف خاص علی العام ہے تعظیم اور اہمیت کے لیئے ایسا کیا گیا ہے کہ ایمان اتباع حق کے بغیر نہیں ہوتا۔

امثالھم۔ عام لوگوں کی طرف یا مومن و کافر فریقین کی طرف ضمیر راجع ہے۔

فاذا لقیتم۔ اس ظرف اور ضرب الرقاب دونوں میں عامل فعل مقدر ہے۔ عبارت اس طرح ہوگی۔ فاضربوا الرقاب وقت ملاقاتکم العدو۔ لیکن ابو البقاءؒ مصدر کو بنفسہ عامل نہیں مانتے۔ کیونکہ وہ تو صرف تاکید کے لیئے ہوتا ہے۔ اور مصدر نائب فعل میں بھی یہی اختلاف ہے۔ مثلاً ضربًا زیدًا میں عمل کی نسبت مصدر کی طرف کی جائے یا عامل کی طرف۔ چنانچہ فضرب الرقاب کی اصل فاضربوا الرقاب ضربا تھی فعل حذف کرکے مصدر مقدم کر دیا اور مفعول کی طرف اس کو مضاف کرکے عمل میں قائم مقام فعل کے مان لیا ہے۔

اثخنتموھم۔ اثخان کہتے ہیں سیال چیز کا جمود کے قریب ہو جانا۔ پس اثخان عدو کے معنی خونریزی کی اتنی کثرت کہ خون نکل کر جم جائے۔ اور قاموس میں ہے ثخن بروزن کرم ہے بمعنی غلظ وصلب اثخن فی العدو بمعنی بالغ الجراحۃ۔

فشدوا الوثاق۔ مضبوط باندھنا کہ قیدی کھل کر بھاگ نہ جائے۔ وثاق، رسی، زنجیر، بیڑی بندھن کو کہتے ہیں۔ بظاہر وثاق ذہاب کی طرح مصدر ہے۔ لیکن فعال کا مصدر مشہور یہ ہے کہ اسم آلہ کے لیئے ہوتا ہے۔ جیسے رکاب، امام۔

فاما منا بعد واما فداء۔ ان دونوں جملوں میں دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔ مشہور یہ ہے۔ کہ دونوں مصدر منصوب ہیں فعل واجب الحذف کی وجہ سے۔ کیونکہ مصدر جب کسی جملہ کے بعد میں تفصیل کے لیئے لایا جائے گا تو فعل مضمر کی وجہ سے اس کو منصوب ماننا واجب ہوگا۔ یہاں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ فاما ان تمنوا منا واما ان تفادوا فداءً۔ دوسری ترکیب ابو البقاءؒ کی رائے پر یہ ہے کہ یہ دونوں مفعول بہ ہیں عامل محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ اولوھم منا واقبلوا منھم فداء۔ اس نحوی اختلاف کے بعد فقہی اختلاف بھی پیش نظر رہے۔

سفیان ثوریؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اسحٰقؒ کے نزدیک خلیفہ کو اختیار ہے چار باتوں کا کہ جنگی قیدیوں

marfat.com
Marfat.com

کو (۱) خواہ قتل کر دے۔ (۲) یا مفت احسان کر کے رہا کر دے۔ (۳) یا فدیہ لے کر چھوڑ دے۔ (۴) یا غلام بنا کر رکھ لے۔ چنانچہ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، حسنؒ، محمد ابن سیرینؒ سے یہی منقول ہے۔ لیکن امام اعظمؒ اور اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ آیت براءت واقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ سورۂ براءت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے خلیفۂ وقت جنگی قیدیوں کو قتل کر دے یا غلام بنا لے۔ چنانچہ قتادہؒ، مجاہدؒ، عطاؒ اور سدیؒ سے بلکہ ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ اور بعض کے نزدیک مَنّ سے مراد یہ ہے کہ ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں جزیہ منظور کر لینے کا موقعہ دیا جائے۔ اور فدیہ سے مراد یہ ہے کہ قیدیوں کا قیدیوں سے تبادلہ کیا جائے۔ امام طحاویؒ نے امام اعظمؒ کا مذہب اور صاحبینؒ کا قول نقل کیا ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کے نزدیک مالی اور غیر مالی فدیہ جائز نہیں ہے۔ اور شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ سورۂ براءت کی آیت غیر اسارے سے متعلق ہے۔ کیونکہ ان کو قیدی یا ان کو غلام بنا لینا جائز ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قتل کا تعلق حتمی طور پر اور دوں سے ہے۔

حتی تضع الحرب۔ مفسرؒ نے اہلہا سے مجاز فی الاسناد کی طرف اور "بان یسلم الکفار" سے مجاز فی الظرف کا اشارہ کیا ہے اور کلام میں استعارہ تبعیہ ہے کہ آلات حرب رکھ دینے سے مراد ترک قتال لیا ہے۔

سیھدیھم۔ دنیا میں اعمال صالحہ اور اخلاص کی توفیق ہو جانا اور آخرت میں مغفرت و رضوان کا ملنا مراد ہے۔ چنانچہ اہل بدر کے متعلق ارشاد نبوی ہے۔ اطلع اللہ علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو گناہوں کی چھوٹ مل گئی۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ جب تم نے میری محبت و اطاعت میں فنائیت حاصل کر لی تو ہماری جانب سے تمہاری مکمل حفاظت ہو گئی۔ اب کوئی ناگوار و نامرضی حرکت نہیں ہو گی۔ اس طرح راضیۃ مرضیہ کا مقام حاصل ہو گیا۔

اور "ما فی الدنیا" سے مفسرؒ ایک شبہ کا جواب دے رہے ہیں۔ شبہ یہ ہے کہ "الذین قتلوا" کو شہادت کے بعد سیھدیھم الخ کیسے کہا جا رہا ہے۔

جواب یہ ہے کہ قتلوا سے مراد قاتلوا ہے دوسری قراءت کے قرینہ کی وجہ سے خواہ وہ شہید ہو جائیں یا غازی رہیں جو بالفعل شہید ہو جائیں گے۔ وہ سیھدیھم فی الآخرۃ اور جو غازی ہوں گے وہ ہدایت اصلاح سے مستفید ہوں گے "وادرجوا" سے مراد غازی ہیں۔

عرفھا۔ یعنی جنت میں اجنبیت نہیں ہو گی۔ بلکہ فطری شناخت اور شناسائی حاصل ہو جائے گی۔ بخاری کی مرفوع روایت ہے کہ جنتی ٹھکانہ کی شناخت دنیا کے رہائشی گھر سے زیادہ ہو گی۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عرفھا عرف بمعنی خوشبو سے ہے۔ یعنی خوشبوئیں اور خوشبودار کھانا عطا ہو گا اور قد مقدر مان کر یہ جملہ حالیہ ہو جائے گا۔ لیکن ابو البقاءؒ کے نزدیک جملہ مستانفہ ہے۔

یثبت اقدامکم۔ ثبات قدمی سے مراد ثبات ذات اور استقرار ہے۔

Marfat.com

فتعسا۔ یہ فا خبر محذوف کی ہے اور تعسا اس کا مفعول مطلق ہے۔ بہتر ہوتا اگر مفسر علام فا کے بعد خبر کو مقدر مان لیتے۔

ذٰلك۔ مبتداء ہے اور بعد میں خبر ہے یا یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی۔ ای الامر ذٰلك۔

وان الکافرین لا مولیٰ لھم۔ یہ آیت دوسری آیت ثم ردوا الی اللہ مولھم الحق کے منافی نہیں ہے کیونکہ پہلی آیت میں مولیٰ بمعنی ناصر ہے اور دوسری آیت میں مولیٰ بمعنی مالک ہے۔

ربط پچھلی سورت کے ختم پر فاسقین یعنی کفار کی بُرائی بیان ہوئی تھی اور اس سے پہلے بھی مومن جنات کی فضیلت کے ساتھ کفار کی مذمت کا ذکر ہوا تھا۔ سورۂ قتال کے شروع میں بھی اسی تعریف اور مذمت کا بیان ہو رہا ہے۔

پھر آگے چل کر صدوا الخ میں کفار کی طرف سے فساد اور عملوا الصالحات سے مسلمانوں کی اصلاح کا حال ہے۔ آگے فاذا لقیتم الخ سے بعض جہادی احکام متفرع فرمائے جا رہے ہیں جن کا منشاء مصلحین کے ذریعہ مفسدین کو دبانا ہے۔

اور "فضرب الرقاب" میں چونکہ کفار سے قتال کا حکم ہے۔ اس لیئے ذٰلك سے اصل حکم کی تقریر اور لنشار سے اس کی حکمت اور "والذین قتلوا" میں مسلمانوں کو شہادت کی صورت میں بشارت اور "وان تنصروا الخ" میں قتال کی ترغیب اور "والذین کفروا" میں کفار کی بُرائی اور وعید ہے۔

اور ذٰلك بانھم میں پھر اس مذہب اور وعید کی علت اور افلم یسیروا الخ میں اس وعید کا ممکن ہونا اور ذٰلك بان اللہ میں فریقین کے متعلقہ احکام کی علت ارشاد ہے۔

تشریح

مسلمانوں کی طرح کفار بھی جان و مال کی بازی لگاتے ہیں۔ مگر ایک اللہ کا دین پھیلنے میں اور دوسرا اس کو روکنے میں زور صرف کرتا ہے۔ اس مقصدی فرق کی رو سے نتائج و ثمرات میں فرق کا آنا لازمی ہے کفار جن اعمال کو نیک سمجھتے ہیں وہ مقبول نہیں۔ بلکہ بعض دفعہ وہ اُلٹے اثرات بھی دکھلا دیتے ہیں۔

اضل اعمالھم۔ یعنی پہلے زمانہ میں چونکہ ساری دنیا کا ایک ہی مذہب نہیں تھا بلکہ راہیں مختلف اور متعدد تھیں۔ مگر اب سچا دین اسلام ہی ہے۔ بُرے بھلے کام مسلمان بھی کرتے ہیں اور کافر بھی۔ مگر سچا دین ماننے کی برکت و قبولیت یہ ہے کہ نیکی ثابت اور بُرائی معاف۔ اور نہ ماننے کی سزا یہ ہے کہ نیکی برباد گناہ لازم اضل اعمالھم میں نیکیوں کے اکارت ہونے کے لیئے کفر کرنا اور دوسروں کو اسلام سے روکنا دونوں کا مجموعہ نہیں ہے۔ صرف کفر کی وجہ سے عمل بیکار ہو جاتا ہے۔ پس یہ قید واقعی ہے جس میں کفار کی واقعی حالت کا اظہار ہے۔ نیز یہاں آیت من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ سے تعارض کا شبہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

آیت سورۂ قتال میں بغیر ایمان اعمال کا ضائع ہونا مذکور ہے اور سورۂ زلزال کی آیت میں بحالتِ ایمان نیکی کا معتبر ہونا بتلایا گیا ہے۔ پس دونوں باتیں صحیح ہیں۔ ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

کذلک یضرب اللہ۔ بھلے بُرے کاموں کے متعلق اللہ کھول کھول کر آگاہ کر دیتا ہے تاکہ حق و باطل میں نمایاں امتیاز ہو جائے۔ اور کوئی اشتباہ نہ رہے۔

حق و باطل کی آویزش

فاذا لقیتم۔ حق و باطل کی معرکہ آرائی ہو تو مسلمانوں کو خوب ڈٹ کر اس طرح مقابلہ کرنا چاہیئے کہ مقابل کو چھٹی کا دودھ یاد آجائے اور اسلام کی دھاک بیٹھ جائے اور جب کفر کا زور ٹوٹ جائے گا تو کافروں کو گرفتار کر لینا بھی کافی ہو سکتا ہے۔ بلکہ ممکن ہے اس قید و بند سے وہ کچھ عبرت پکڑلیں یا مسلمانوں کے پاس رہنے سہنے سے اپنی اور ان کی حالت کا موازنہ کرتے اور اسلامی تعلیمات کے سمجھنے کا موقعہ ملے تو ان کے خیالات و حالات بدل جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصلحت سمجھ تو بلا معاوضہ لیئے ہی احسان کرتے ہوئے ان کو مُفت چھوڑ دو۔ اس طرح وہ تلوار کی بجائے احسان سے گھائل ہو جائیں گے اور کیا عجب ہے کہ اسلامی اخلاق سے متاثر ہو کر حق قبول کر بیٹھیں بلکہ دوسروں کو قبول کرانے کا ذریعہ بن جائیں۔

تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان سے زرِ فدیہ لے کر یا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کر کے کافر قیدیوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اسیرانِ جنگ کی دو ہی صورتیں ہیں۔ معاوضہ کے ساتھ چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کر دینا۔ خلیفہ وقت جو مناسب سمجھے فیصلہ کرے۔ فتح القدیر اور شامی وغیرہ میں اس طرح کی روایات حنفیہ کے ہاں بھی موجود ہیں

اسیرانِ جنگ کی رہائی

البتہ اسیرانِ جنگ کی واپسی امام مناسب نہ سمجھے تو پھر تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ ذمی اور رعایا بنا کر رکھ لینا۔ ۲۔ غلام بنالینا۔ ۳۔ قتل کر دینا۔

پہلی دو صورتیں تو عام ہیں البتہ تیسری سزا کسی سنگین جُرم کی پاداش میں دی جائے معمولی طور پر نہیں۔ نیز عورتوں بچوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ چونکہ آیت برأت بعد میں نازل ہوئی۔ اس لیئے حنفیہ کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے۔ پس اس کو اگر مانعۃ الخلو بھی مان لیا جائے تب بھی مضر نہیں کیونکہ منسوخ ہے۔ البتہ جو ائمہ اس کو منسوخ نہیں مانتے وہ اس کو مانعۃ الجمع مانتے ہیں۔ تاہم اس آیت سے غلام بنانے کی نفی پر استدلال کرنا محض باطل ہے۔

جہاد کی حکمت

حتی تضع الحرب۔ قید و بند، حرب و ضرب کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا کہ جنگ موقوف ہو جائے۔ یوں اللہ چاہتا تو عاد و ثمود کی طرح آفاتِ سماوی سے ان مخالفین کو مٹا سکتا تھا۔ مگر اسے بندوں کی آزمائش منظور تھی کہ دیکھیں کون کون دین پر ثابت قدم رہ کر جان دیتا ہے اور کون ڈگمگا جاتا ہے۔ اسی طرح مخالف کیمپ میں کون معمولی تبدیلی و سرزنش سے راہ راست

Marfat.com

پر آجاتا ہے اور کرن اپنی قسمت کا لکھا پورا کرتا ہے۔ اس لیئے ان سے جہاد مشروع کیا اور پہلی قوموں کی طرح ایک دم ان کا استیصال نہیں کرایا۔

والذین قتلوا۔ جان و مال چونکہ اللہ کی ملک ہیں اپنا کچھ نہیں۔ اس لیئے جب وہ مانگیں بندہ اس کی امانت بخوشی اس کے حوالے کردے۔ شہادت کی صورت میں بظاہر کامیابی معلوم نہیں ہوتی۔ مگر فی الحقیقت یہی کامیابی ہے۔

و یدخلھم الجنۃ۔ انبیاءؑ کے پیغامات، اپنے وجدان اور طبعی کشش سے خود بخود جنتی اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے۔ یا بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ معنی ہیں کہ جنت میں خوشبوئیں بسا دی جائیں گی۔

اللہ کی مدد مسلمانوں کے لیئے ہے

یاایھا الذین۔ اللہ چاہے تو خود ہی کافروں کو مسلمان کر ڈالے۔ پر یہ بھی منظور نہیں، جانچنا منظور ہے۔ سو بندہ کی طرف سے کمر باندھنا اور اللہ کی طرف سے کام بنانا۔ تم دین اور پیغمبر کی مدد کرو۔ اللہ تمہارے قدم جما دے گا، ڈگمگائیں گے نہیں۔ اور اس کے برعکس کفار کو منہ کے بل گرا دیا جاتا ہے اور ان کے کام برباد کردیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ جب وہ اللہ کی باتوں کو ناپسند کرتے ہیں تو اللہ بھی ان کے کام کیسے پسند کرسکتا ہے؟ اور جب اللہ ہی کو ناپسند ہے تو پھر کام کیسے بنے۔

اور حبط اعمال سے مراد یہاں یہ نہیں کہ پہلے اعمال صحیح تھے پھر اکارت ہوگئے۔ کیونکہ کافر کے اعمال تو شروع ہی سے معتبر نہیں ہوتے۔ کیونکہ کفر کا جو اول درجہ کی بغاوت ہے یہی اثر ہونا چاہیئے جو گناہوں کے اثر سے بڑھ کر ہے۔

افلم یسیروا۔ ذرا گھر سے باہر قدم نکال کر دنیا میں گھومیں پھریں اور دیکھیں کہ منکروں کی کیسی کیسی درگت بنی اور کیسا ان کا حلیہ بگڑا ہے۔ اب بھی یہ سب کچھ ہوسکتا ہے اللہ کے لیئے کیا مشکل ہے۔

بعد والے کفار کے لیئے امثالھا فرمانا اگر سزائیں بہت سی ہیں تب تو ظاہر ہے۔ لیکن اگر صرف ایک عذاب اور سزا ہو تو پھر جمع کے لفظ سے تعبیر کرنا بلحاظ محل ہوگا کہ وہ متعدد ہیں اور سزا میں شکیت کہنا بلحاظ جنس ہے نہ کہ باعتبار نوع کے۔ اور اللہ کے مولیٰ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مومنین کا مددگار، رفیق ہے وقت پر ان کی مدد کرتا ہے لیکن کفار کا کون مددگار ہے جو اللہ کے مقابلہ میں کام آسکے۔

غزوۂ اُحد میں جب پہاڑی درہ کے ایک مقام پر آنحضرتؐ اور خاص صحابہؓ کو تلاش کرتے ہوئے کفار نے نعرہ لگایا۔ اُعْلُ ھُبَلْ۔ تو آپ نے جواب دیا۔ اللہ اعلیٰ واجل۔ ابوسفیان نے جب دوبارہ کہا۔ لنا عزیٰ ولا عزیٰ لکم تو آپ نے فرمایا۔ جواب دو۔ اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔

بظاہر دوسری آیت شددوا الی اللہ مولٰھم الحق کے یہ آیت منافی معلوم ہوتی ہے مگر کہا جائے گا

marfat.com
Marfat.com

پہلی آیت میں مولیٰ بمعنی مددگار اور دوسری آیت میں بمعنی مالک ہے اس لیے کوئی تعارض نہیں ہے۔

ن اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يَتَمَتَّعُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ اَيْ لَيْسَ لَهُمْ هِمَّةٌ اِلَّا بُطُوْنُهُمْ وَفُرُوْجُهُمْ
لَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلَى الْاٰخِرَةِ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ○ مَنْزِلٌ وَمَقَامٌ وَمَصِيْرٌ وَكَاَيِّنْ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اُرِيْدَ
هَا اَهْلُهَا هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ مَكَّةَ اَيْ اَهْلُهَا الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ رُوْعِيَ لَفْظُ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهُمْ
رُوْعِيَ مَعْنٰى قَرْيَةِ الْاُوْلٰى فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ○ مِنْ اِهْلَاكِنَا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ حُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ مِّنْ
رَّبِّهٖ وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حُسْنًا وَهُمْ كُفَّارُ مَكَّةَ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ○
عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ اَيْ لَا مُمَاثَلَةَ بَيْنَهُمَا مَثَلُ اَيْ صِفَةُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ اَلْمُشْتَرَكَةُ
بَيْنَ دَاخِلِيْهَا مُبْتَدَاٌ خَبَرُهٗ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ كَضَارِبٍ وَحَذِرٍ اَيْ
غَيْرُ مُتَغَيِّرٍ بِخِلَافِ مَاءِ الدُّنْيَا فَيَتَغَيَّرُ لِعَارِضٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ بِخِلَافِ لَبَنِ
الدُّنْيَا لِخُرُوْجِهٖ مِنَ الضُّرُوْعِ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لَذِيْذَةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ بِخِلَافِ خَمْرِ الدُّنْيَا
فَاِنَّهَا كَرِيْهَةٌ عِنْدَ الشُّرْبِ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ بِخِلَافِ عَسَلِ الدُّنْيَا فَاِنَّهٗ لِخُرُوْجِهٖ مِنْ
بُطُوْنِ النَّحْلِ يُخَالِطُهُ الشَّمْعُ وَغَيْرُهٗ وَلَهُمْ فِيْهَا اَصْنَافٌ مِّنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ
رَّبِّهِمْ ؕ فَهُوَ رَاضٍ عَنْهُمْ مَعَ اِحْسَانِهٖ اِلَيْهِمْ بِمَا ذُكِرَ بِخِلَافِ سَيِّدِ الْعَبِيْدِ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّهٗ قَدْ يَكُوْنُ
مَعَ اِحْسَانِهٖ اِلَيْهِمْ سَاخِطًا عَلَيْهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ خَبَرٌ مُبْتَدَاٌ مُقَدَّرٌ اَيْ اَمَنْ هُوَ فِيْ هٰذَا
النَّعِيْمِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا اَيْ شَدِيْدَ الْحَرَارَةِ فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ○ اَيْ مَصَارِيْنَهُمْ فَخَرَجَتْ مِنْ
اَدْبَارِهِمْ وَهُوَ جَمْعُ مِعًا بِالْقَصْرِ وَاَلِفُهٗ عِوَضٌ عَنْ يَاءٍ لِقَوْلِهِمْ مَعْيَانٌ وَمِنْهُمْ اَيِ الْكُفَّارُ مَّنْ يَّسْتَمِعُ
اِلَيْكَ ۚ فِيْ خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

Marfat.com

لِعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ مِنْهُمُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ اِسْتِهْزَاءً وَسُخْرِيَةً مَاذَا قَالَ اٰنِفًا قف بِالْمَدِّ
الْقَصْرِ اَيِ السَّاعَةَ اَيْ لَا يَرْجِعُ اِلَيْهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ بِالْكُفْرِ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ
فِي النِّفَاقِ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ زَادَهُمُ اللّٰهُ هُدًى وَاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝ اَلْهَمَهُمْ
يَتَّقُوْنَ بِهِ النَّارَ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ مَا يَنْتَظِرُوْنَ اَيْ كُفَّارُ مَكَّةَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَدَلُ اشْتِمَالٍ
مِنَ السَّاعَةِ اَيْ لَيْسَ الْاَمْرُ اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَجْاَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا عَلَامَاتُهَا مِنْهَا
بِعْثَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْشِقَاقُ الْقَمَرِ وَالدُّخَانِ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ ذِكْرٰىهُمْ ۝
تُذَكِّرُهُمْ اَيْ لَا تَنْفَعُهُمْ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَيْ دُمْ يَا مُحَمَّدُ عَلٰى عِلْمِكَ بِذٰلِكَ النَّافِعِ لَهُمْ
الْقِيَامَةِ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ لِاَجْلِهٖ قِيْلَ لَهٗ ذٰلِكَ مَعَ عِصْمَتِهٖ لِتَسُنَّ بِهٖ اُمَّتُهٗ وَقَدْ فَعَلَ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
فِيْهِ اِكْرَامٌ لَهُمْ بِاَمْرِ نَبِيِّهِمْ بِالْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ مُنْصَرَفَكُمْ لِاشْتِغَالِكُمْ بِالتَّهَجُّ
وَمَثْوٰىكُمْ ۝ مَاْوٰىكُمْ اِلٰى مَضَاجِعِكُمْ بِاللَّيْلِ اَيْ هُوَ عَالِمٌ بِجَمِيْعِ اَحْوَالِكُمْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْهَا ع ۲
فَاحْذَرُوْهُ وَالْخِطَابُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَغَيْرِهِمْ

ترجمہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیئے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا۔ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں (دنیا میں) اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھایا کرتے ہیں (یعنی ان کی اصل پرواز بس پیٹ اور شرمگاہ تک ہوتی ہے آخرت کا انہیں دھیان بھی نہیں گزرتا) اور دوزخ ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے (گھر، قیام گاہ، پناہگاہ سب کچھ وہی اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں کہ (جہاں کے رہنے والے) آپ کی بستی (مکہ کے رہنے والوں) سے طاقت میں بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے (اللتی کہنے میں قریۃ کی لفظی رعایت کی گئی ہے) آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا کہ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا (ضمیر جمع لانے میں قریۃ کی معنوی رعایت کر لی گئی ہے) سو ان کا کوئی مددگار نہ ہوا (ہماری تباہی سے بچانے کے لیئے) تو جو لوگ کھلے راستہ (حجت و دلیل) پر اپنے پروردگار کے ہوں (یعنی مومن) کیا وہ ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی ان کو بھلی معلوم ہوتی ہے (اور وہ اس

marfat.com
Marfat.com

...را اچھا سمجھتے ہیں یعنی کفار مکہ) اور اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں (بُت پرستی کے سلسلہ میں یعنی ان دونوں
...ں کوئی جوڑ نہیں ہے) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے (جو سب داخل ہونے والوں کے لیئے ہے
... مبتداء ہے جس کی خبر آگے ہے) اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا (مد
...ر قصر الف کے ساتھ بروزن ضارب اور حذر یعنی ہمیشہ یکساں رہتا ہے برخلاف دنیا کے پانی کے وہ کسی بھی عارض سے بدل
...اتا ہے) اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ بدلا ہوا نہ ہوگا (برخلاف دنیاوی دودھ کے تھنوں
...ے نکل جانے کی وجہ سے بدل جاتا ہے) اور بہت سی نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم
...ں گی (برخلاف شراب دنیا کے کہ وہ پینے میں بدذائقہ ہوتی ہے) اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل
...ف ہوگا (برخلاف دنیا کے شہد کے کیونکہ وہ مکھیوں کے پیٹ میں سے نکلتا ہے جس میں موم وغیرہ کی آمیزش
...تی ہے) اور ان کے لیئے وہاں ہر قسم کے پھل اور ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہوگی (اللہ ان
...ے خوش بھی ہوگا، ان چیزوں کے احسان کے باوجود برخلاف دنیوی آقاؤں کے کہ وہ غلاموں پر احسان
...ے ساتھ ان پر ناراض بھی ہوتے رہتے ہیں) کیا یہ لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے (یہ
...ر ہے مبتدائے محذوف کی عبارت اس طرح ہے۔ امن ھو فی ھذا النعیم) اور کھولتا ہوا (نہایت
...م) پانی ان کو دیا جائے گا۔ سو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا (یعنی ان کی انتڑیاں ٹکڑے
...جائیں گی اور پاخانہ کے راستہ نکل پڑیں گی۔ لفظ امعاء معا کی جمع ہے جو قصر الف کے ساتھ ہے اور یہ
...ت یا سے تبدیل ہوا ہے۔ چنانچہ اہل عرب کا قول ہے معیان) اور ان (کفار) میں سے بعض لوگ ایسے
...کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں (جمعہ کے خطبہ میں منافقین مراد ہیں) یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ
...پاس سے باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں (علماء صحابہ سے جیسے ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ
...ق اور دل لگی کے طور پر) کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی (لفظ آنفا مد اور قصر الف کے ساتھ ہے یعنی
...ں وقت۔ حاصل یہ کہ پھر یہ کلام نہ کریں) یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں پر (کفر کی) مہر کر دی ہے۔ اور
...ی نفسانی خواہشات پر (نفاق کرتے ہوئے) چلتے ہیں اور جو لوگ راہ پر ہیں (یعنی مومنین) اللہ تعالیٰ ان کو
...زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو ان کے تقوے کی توفیق دیتا ہے (دوزخ سے بچنے کا طریقہ انہیں الہام
...تا ہے) سو یہ لوگ (کفار مکہ) بس قیامت کے ہی منتظر ہیں کہ ان پر آپڑے (ان تاتیھم الساعۃ سے بدل
...قتال ہے۔ عبارت اس طرح تھی۔ لیس الامر الا ان تاتیھم) اچانک (ایک دم) سو اس کی
...متیں تو آچکی ہیں (علامات قیامت جیسے آنحضرتؐ کی دنیا میں تشریف آوری، شق قمر کا معجزہ۔ ایک خاص
...دال) سو جب قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہوگی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا (نفع نہ دے گا
...اس وقت ایمان کارآمد نہیں ہوگا) تو آپ یقین رکھیئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں (یعنی
...پ اپنے اسی عقیدہ پر جمے رہیئے یہی قیامت میں کام آئے گا) اور اپنی خطا قصور کی معافی مانگتے رہیئے

Marfat.com

(باوجود آپ کے معصوم و بے قصور ہونے کے یہ فرمانا اس لیئے ہے کہ آپ کی امت اس پر کاربند رہے چنانچہ حضورؐ نے اس کی تعمیل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں روزانہ سو بار استغفار کرتا ہوں) اور سب مسلمان مردوں، عورتوں کے لیے بھی (اس میں اُمتیوں کا اعزاز ہے کہ پیغمبر کو ان کے لیئے استغفار کرنے کا حکم ملا) اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے (دن میں کام کاج کے لیے) اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے (رات کے ٹھکانہ کی) حاصل یہ ہے کہ وہ تمہارے کل حالات سے واقف ہے کوئی حال اس پر مخفی نہیں ہے لہذا اس سے ڈرتے رہو اور یہ خطاب سب کے لیئے ہے مومن ہوں یا دوسرے)۔

تحقیق و ترکیب

من قریۃ۔ محل ذکر کر کے مجازاً احال مراد ہے اور یا مجاز مقدر مانا جائے یعنی اہل قریۃ ترجیہ اگلے جملہ من قریتک الخ میں تقدیر مضاف کی ہوگی

وعد المتقون۔ مثل الجنۃ میں کئی ترکیبیں ہو سکتی ہیں:۔

۱۔ مبتداء ہے جس کی خبر محذوف ہے۔ بقول نضر بن شمیل ما تسمعون مقدر ہے اور فیہا انہار اس کی تفسیر ہے جو لیکن بقول سیبویہ فیما یتلیٰ علیکم ہے اور فیہا انہار حسب سابق تفسیر ہے۔

۲۔ لفظ مثل زائد ہے عبارت صرف الجنۃ التی وعد المتقون فیہا انہار ہے۔

۳۔ مثل الجنۃ مبتدا ہے اور فیہا انہار خبر ہے اس صورت میں یہ اشکال ہوگا کہ جملہ میں کوئی عائد نہیں ہے جو مبتدا سے خبر کو وابستہ کرے صرف ضمیر کافی نہیں ہوا کرتی۔

۴۔ مثل الجنۃ مبتدا ہے کمن ھو خالد فی النار خبر ہے جو آگے آرہی ہے۔ اس میں ابن عطیہؒ تو ہمزہ انکار کو اور مضاف مقدر مان کر عبارت اس طرح تجویز کرتے ہیں۔ امثل اھل الجنۃ کمن ھو خالد اور زمخشریؒ کے نزدیک تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ کمثل جزاء من ھو خالد اس کے بعد جملہ فیہا انہار میں بھی تین ترکیبیں ہو سکتی ہیں:۔

۱۔ یہ حال ہے الجنۃ کا ای مستقرۃ فیہا انہار۔

۲۔ خبر ہے مبتداء مضمر کی ای ھی فیہا انہار گویا سوال مقدر کا جواب ہے۔

۳۔ یہ جملہ صلہ کے حکم میں ہے۔ اس لیئے گویا صلہ مکرر ہے۔ چنانچہ التی فیہا انہار کہنا بھی صحیح ہے۔ البتہ اس جملہ میں ہمزہ انکار نہیں ہے۔

اٰسن۔ اٰسن الماء کے معنی پانی بدل گیا۔ ابن کثیر کی قراءت میں قصر الف ہے جیسے ضارب اور حذر اور اکثر قراء کے نزدیک مد کے ساتھ ہے۔

لذۃ۔ یہ مؤنث ہے لذ بمعنی لذیذ کا اس صورت میں بقول کرخیؒ کسی اور تاویل کی ضرورت نہیں رہتی لیکن اگر لذ مصدر ہو تو پھر اس میں وہی تاویلات کرنی ہوں گی جو مصدر کو صفت بنانے میں کی جاتی ہیں۔

مغفرۃ۔ شبہ یہ ہو سکتا تھا کہ مغفرت تو جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوتی ہے اور آیت سے جنت

Marfat.com

میں داخل ہونے کے بعد معلوم ہو رہی ہے۔ مفسرؒ نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مغفرت سے مراد خوشنودی اور رضا ہے اور وہ ظاہر ہے کہ جنت میں داخل ہو کر ظاہر ہو گی۔ کہ کسی چیز پر روک ٹوک اور حساب کتاب نہیں ہو گا۔ حالانکہ دنیا میں ہر چیز پر حساب کتاب تھا۔

کمن ھو خالد۔ یہ خبر ہے اور مبتداء محذوف امن ھو فی ھٰذا النعیم جس میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اور سقوا معطوف ہے ہو خالد پر دونوں میں فرق جملہ فعلیہ اسمیہ کا ہے معطوف میں معنی کی رعایت ہے۔ اور معطوف علیہ میں لفظ کی رعایت ہے۔

مصارین۔ جمع الجمع ہے مصران جمع ہے مصیر کی جیسے رغیف کی جمع رغفان آتی ہے۔ آنت کے معنی میں۔

امعاء۔ جمع معی کی ہے جس کی تثنیہ معیان ہے جس سے یا کا اصلی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ جمع میں یا کو الف سے تبدیل کر دیا۔

من یستمع۔ چونکہ خطبۃ الجمعہ مدینہ میں شروع ہوا ہے اس لیے یہ آیت مدنی ہے۔

انفا۔ مفسرؒ نے ای الساعۃ سے اس کے منصوب علی الظرفیۃ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ بقول زمخشریؒ الف بمعنی تقدم ہے۔ آنفا کے معنی الساعۃ زمانہ حال کے ہیں جو مستقبل سے مقدم ہوتا ہے اور بقول شافعی یہ استیناف سے ماخوذ ہے بمعنی وقت مؤقف ظرف ہے کہا جاتا ہے استنفأت الامر ای ابتدأته۔ آنفا اسم فاعل غیر قیاسی ہے یا زوائد سے تجرید کر لی گئی ہے۔ کیونکہ اس کا فعل ثلاثی سننے میں نہیں آیا۔ لیکن ابن حبانؒ کی رائے ہے کہ کسی نحوی نے اس کو ظرف نہیں کہا ہے اس لیئے منصوب علی الحال ہے۔

لا یرجع الیہ۔ یعنی منافقین آپس میں ہی ایک دوسرے سے دریافت کرتے تھے۔ آنحضرتؐ سے رجوع نہیں کرتے تھے برخلاف مخلص صحابہؓ کے، کوئی بات اگر ان کی سمجھ میں نہ آتی تو آپ سے رجوع کر لیتے۔

اشراطھا۔ علامات قیامت دو طرح کی ہیں۔ صغریٰ یعنی علامات قریبہ جیسے کہ آنحضرتؐ کی تشریف آوری اور شق قمر وغیرہ اور علامات کبریٰ یعنی بعیدہ علامات قیامت جو نصوص میں مذکور ہیں ان میں باہمی ترتیب کون مقدم ہے اور کون مؤخر بے حد مشکل ہے۔

دخان سے مراد اگر بھوک اور قحط سالی ہے تو وہ قریش پر آنحضرتؐ کے زمانۂ قیام مدینہ میں ہو چکی ہے اور خالص دخان قرب قیامت مراد ہے تو وہ ابھی ظاہر نہیں ہوئی۔

فانی لھم۔ یہ خبر مقدم ہے ذکراھم مبتداء مؤخر ہے اور اذا جاءتھم جملہ معترضہ ہے جس کا جواب محذوف ہے۔ ای کیف لھم التذکر اذا جاءتھم الساعۃ فکیف یتذکرون۔

فاعلم۔ یہ پچھلے بیان پر مرتب ہے۔ ای اذا علمت انہ لا ینفع التذکر اذا حضرت الساعۃ فدم علی ما انت علیہ من العلم بالواحدانیۃ۔ علم کے تین درجے ہیں۔ ایک علم بالدلیل جس کو علم یقینی کہتے ہیں۔ اور

Marfat.com

توحید میں یہی علم مطلوب ہے تاکہ تقلیدی ایمان کے ساتھ تحقیقی ایمان بھی حاصل ہو سکے۔
دوسرا درجہ علم کا مراقبہ ہے حق تعالیٰ کا یہ مرتبہ عین الیقین کہلاتا ہے۔
تیسرا درجہ مشاہدہ ہے جو حق الیقین کہلاتا ہے۔
واستغفر۔ انسانی طبیعت اور بشری تقاضہ سے بعض دفعہ انبیاءؑ سے جو ذہول نسیان، لغزش و کوتاہی ہو جاتی ہے وہ مراد ہے کہ ان سے بھی استغفار کیجئے۔ ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے
ان تمام آیات میں فا جملوں کے اتصال کے لئے ہے

ربط آیات

پچھلی آیات میں مومنین کی کامیابی اور کفار کی ناکامی آخرت کا اجمالی بیان ہوا تھا۔ آیت ان الذین سے اس کی تفصیل ہے اور کم من هو خالد میں اس تفصیل کی تکمیل ہے اور درمیان میں کفار کے مزے اڑانے کو ذکر فرما کر یہ تاثر دینا ہے کہ کفار اس پر نہ اترائیں اور آپ دھوکہ میں نہ پڑیں۔ اس کے بعد کفار و مومنین کے احوال و اعمال اور وعد و وعید کا بیان ہے۔
پھر آیت ومنهم من يستمع سے منافقین کی کیفیت، مذمت، وعید کا ذکر اور درمیان میں بطور مقابلہ مخلصین کی مدح و ثنا ہے۔

شان نزول و روایات

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ جب مکہ سے ہجرت کرتے ہوئے غار ثور تک پہنچے تو مکہ معظمہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔
انت احب بلاد الله الى الله وانت احب بلاد الله الى ولولا ان اهلك اخرجوني منك لم اخرج عنك فاعق الاعداء من عنا على الله في حرمه او قتل غير قاتله او قتل بدخول الجاهلية اس پر آیت وكاين من قرية نازل ہوئی۔
درمنثور میں ابن جریج سے نقل ہے کہ مومن و منافق دونوں آنحضرتؐ کی مجلس میں شریک رہتے۔ مخلصین تو پورے انہماک اور توجہ سے آپ کا وعظ سنتے۔ لیکن منافقین بے دلی سے شریک مجلس رہتے اور مجلس سے باہر نکل کر بطور ہنسی مذاق پوچھتے کہ ابھی حضرت نے کیا ارشاد فرمایا تھا۔ اس پر آیت ومنهم من يستمع نازل ہوئی۔ عکرمہؓ فرماتے ہیں بعض اہل کتاب آنحضرتؐ کے ظہور سے پہلے تو نبی خاتمؐ کی آمد کے منتظر تھے۔ اور جب آپ کی بعثت ہو گئی تو وہ اسلام لے آئے اس پر آیت والذين اهتدوا نازل ہوئی۔

تشریح

والذين كفروا۔ یعنی کافر چوپاؤں کی طرح اناپ شناپ کھاتے چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کافر سات آنت سے کھاتا ہے اور مومن ایک سے۔ لیکن نہیں دیکھتے کہ کل یہ کھایا پیا کس طرح نکلے گا یہاں خوب مزے اڑا لیں۔ پھر وہاں آگ کا گھران کے لئے تیار ہے۔

Marfat.com

وکاین من قریۃ۔ مکہ سے ہجرت و رخصت کے وقت آنحضرتؐ آبدیدہ ہو کر فرما رہے تھے۔ کہ بخدا تمام شہروں سے مکہ اللہ تعالیٰ اور میرے نزدیک محبوب ترین شہر ہے۔ اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی یا نکالنے پر مجبور نہ کرتی، تو میں تجھے چھوڑ کر نہ جاتا۔ اسی سلسلہ میں ارشاد باری ہے۔ کہ ہم نے تو مکہ والوں سے کہیں زیادہ طاقت ور، زور آور قوموں کو نافرمانیوں پر تباہ کر ڈالا پھر یہ ہیں کس ہوا میں۔ اُن کی مدد کو کوئی نہ آیا تو اِن کی مدد کون آئے گا۔

نیک و بد کیا برابر ہو سکتے ہیں۔

افمن کان علی بینۃ۔ یعنی ایک شخص تو وہ ہے جو نہایت اطمینان اور پوری بصیرت و یقین کے ساتھ صداقت و سچائی کے صاف شفاف اور کشادہ راستے پر بے کھٹکے دندناتا چلا جا رہا ہے۔ اور ایک وہ اندھا ہے جو اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ اسے سیاہ سفید، اچھائی بُرائی کی تمیز بھی نہیں۔ بلکہ اپنی خواہشات کے پیچھے ایسا اندھا بن رہا ہے کہ اچھائی کو بُرائی، برائی کو اچھائی سمجھ رہا ہے۔ بھلا بتلاؤ تو کیا نتیجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اللہ کی عدالت و حکمت پر دھبہ ہے جو ممکن نہیں۔

جنت کی نہریں

مثل الجنۃ۔ یہاں چار قسم کی نہروں کا ذکر ہے:۔

۱۔ پانی جو جزوِ زندگی اور ناگزیر ہے۔

۲۔ دودھ نہایت لطیف غذا ہے۔

۳۔ اور شراب سرور و نشاط کے لیئے ہے۔

۴۔ اور شہد مٹھائی دوائی دونوں ہے۔

جنت اور دنیا کی نعمتوں میں صرف نام کا اشتراک ہوگا۔ حقیقت و کیفیت بالکل الگ الگ، ایک کو دوسرے پر کسی طرح بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ پھر دنیا اور دُنیا کی ہر چیز خیر و شر سے مرکب ہے۔ جنت اور اس کی اشیاء خیر محض ہوں گی۔ ان میں شر کا دور تک کا سوال۔ پانی ہے کہ شہد سے زیادہ شیریں، دودھ سے زیادہ سفید اور نہایت ٹھنڈا۔ کسی چیز میں لذت و مزہ بدل جانے کا سوال ہی نہیں۔ دنیا میں اگر ایسے تھرمس ہو سکتے ہیں کہ اڑھتالیس گھنٹے اشیاء بحالہ محفوظ رہیں تو جنت کو ایسی تھرمس کیوں نہ مان لیا جائے کہ تمام جنتی اور وہاں کی تمام اشیاء بجنسہ و بعینہ محفوظ رہیں لا فیھا غول میں خبر مقدم کر کے شاید اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہو۔

مشروبات کے بعد ولھم فیھا من کل الثمرات میں جنتی ماکولات کا ذکر ہے اور چونکہ ان سب الفاظ کے حقیقی معانی مراد ہو سکتے ہیں اس لیئے مجاز لینے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ان چیزوں کا دنیا کی چیزوں کے مماثل ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور مغفرت و خوشنودی سے نواز کر پورے طور پر مگن کر دیا جائے گا۔ نہ پچھلی خطاؤں کے خیال سے ملال رہے گا اور نہ آئندہ کسی بات پر گرفت کا کھٹکا۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ھَا لِفَضْلِكَ۔

Marfat.com

دوزخیوں کا حال

اس کے بعد تقابلی نقطہ نظر سے کمن ھوخالدفی النار میں دوزخیوں کی بھی جھلک دکھلائی جارہی ہے۔ پانی انتہائی کھولتا ہوا ملے گا۔ ایسا کہ آنتیں کٹ کر باہر نکل پڑیں گی۔ اعاذنا اللہ منہ۔

دوسری آیت میں اس کھولتے پانی کی نسبت یشوی الوجوہ فرمایا گیا ہے۔ سو دونوں آیتوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پینے سے پہلے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ چہرہ کے قریب لانے سے چہرہ گل جائے گا۔ لیکن پیاس کے مارے مجبور ہو کر جب پیئے گا تو اندر سے آنتیں گل جائیں گی۔

منافقین کا دوغلا پن

مومن کافر کے احوال کے بعد آیت ومنھم من یستمع سے منافقین کی کیفیت ارشاد فرمائی جارہی ہے۔ بظاہر یہ لوگ آپ کی بات سننے کے لیئے کان لگاتے ہیں مگر دل دوسری طرف ہوتا ہے نہ پوری بات سنتے ہیں اور نہ سمجھ کر یاد رکھتے ہیں۔ مجلس ختم ہونے پر باہر نکل کر پوچھتے ہیں کہ ابھی حضورؐ نے کیا ارشاد فرمایا تھا۔ گویا اس طرح دلچسپی دکھلا کر سچی محبت کا اظہار ان کا منشاء تھا۔ اور ساتھ ہی اپنے خاص لوگوں پر یہ تاثر دینا ہوگا کہ ہم شریکِ مجلس تو ہوتے ہیں مگر غور سے سنتے نہیں ہیں۔ چنانچہ اللہ بھی ان کی ان حرکتوں کے نتیجہ میں ایسے لوگوں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔ نیکی کی توفیق سلب ہو کر بدی کے لیئے ڈھیل رہ جاتی ہے۔ اس کے برخلاف سچائی کے راستہ پر چلنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان دن بدن ہدایت و بھلائی میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی سوجھ بوجھ بڑھتی چلی جاتی ہے۔

علاماتِ قیامت

فھل ینظرون۔ یعنی حکمت و نصیحت، ہدایت و موعظت سب سُن چکے ہو۔ پچھلے تاریخی واقعات اور قرآنی مثالیں اور وعد و وعید سب کچھ جان چکے ہو۔ اب آخر انتظار کاہے کا ہے۔ کیوں نہیں حق کو مان لیتے۔ قیامت اور موت جب سر پر آجائے گی جب ہی مانو گے۔ اُس وقت ماننے سے کیا فائدہ جب کہ اس کا اعتبار ہی نہیں ہوگا۔ علامات شروع ہو چکی ہیں۔ موقعہ اب بھی غنیمت ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جن کے سب انبیاءؑ منتظر تھے وہ خاتم الانبیاءؐ آچکے۔ یعنی قیامت کی سب سے بڑی نشانی آگئی۔ کیونکہ تخلیق عالم کا مقصود حاصل ہو چکا۔ اب قیامت ہی آنی باقی ہے۔ اسی کو حدیث میں انا والساعۃ کھاتین فرمایا گیا ہے۔ شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی جتنی آگے پیچھے ہیں اسی طرح آنحضرتؐ اور قیامت کو سمجھو۔ یا شق القمر جو معجزہ ہونے کے علاوہ علاماتِ قیامت بھی ہے۔ چنانچہ سورۂ قمر میں اس کو قیامت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح جھوٹے مدعیانِ نبوت علاماتِ قیامت ہیں اور ان سب علامات کا ظہور آپ کے زمانہ میں ہو چکا ہے۔

اور علاماتِ قیامت سے یہاں قریبی علامات مراد نہیں جیسے نزولِ مسیحؑ یا خروجِ دجال یا طلوع آفتاب از جانب مغرب کیونکہ آپ کے زمانہ کے لوگوں کے لیئے دور ہونے کی وجہ سے ڈرانے میں مؤثر نہیں ہوں گی۔ بلکہ جو اُن کے زمانہ سے قریب ہوں اگرچہ قیامت سے دور ہوں وہ مؤثر ہوں گی۔ اس لیے وہی مراد ہیں۔ غرضکہ قیامت کے

marfat.com
Marfat.com

آجانے کے بعد جب کہ نہ ایمان معتبر ہو گا اور نہ توبہ قبول۔ تو پھر اس سے پہلے صحیح معرفت اور ایمان استغفار کی راہ اختیار کر لینی چاہیئے۔ آیت فاعلم کی فا نے یہ ربط ظاہر کر دیا۔

پیغمبر کا استغفار کرنا

اور یہ خطاب اگرچہ عام ہے۔ لیکن آنحضرتؐ خاص طور پر مخاطب ہوں تو دوام توحید اور ترقی توحید مراد ہو گی۔ کیونکہ آنحضرت کے معصوم ہونے کی وجہ سے اگرچہ عقیدہ توحید پر آپ کے برقرار رہنے کا شبہ نہیں۔ لیکن آپ کا معصوم ہونا آپ کو کوئی حکم دیئے جانے کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ اس حکم کا مقصد کبھی تو نبی کو آگاہ کرنا ہوتا ہے اور اگر وہ حکم اس کو پہلے سے معلوم ہو تو پھر اہتمام کی غرض سے وہ حکم دوسروں کو سنانا ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ متقلبکم ومثواکم میں جمع کی ضمیریں اس کا قرینہ تھیں کہ اوروں کو سنانا مقصود ہے اور آپ کو خطاب کرنے سے یہ جتلا دینا ہے کہ جب معصوم سے کہا جا رہا ہے تو دوسرے کس قطار شمار میں ہیں۔ اس سے حکم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور توجیہ تفریع کا حاصل یہ ہو گا کہ جب سننے والوں کو جزا سزا معلوم ہو گئی تو دین و ایمان پر انہیں قائم رہنا چاہیئے اور زوال ایمان تو بجائے خود ایمان کو ناقص کرنے والے تمام گناہوں سے بھی بچنا چاہیئے اور بالفرض کبھی ہو جائیں تو فوری توبہ اور تدارک میں لگ جائیں اور سزا سے ڈرتے رہیں تاکہ اطاعت کی توفیق رہے۔

اور ہر ایک کا قصور چونکہ اس کی حسب حیثیت ہوتا ہے۔ چنانچہ بہت اونچے لوگوں کیلئے کسی کام میں بہت اعلیٰ پہلو اور بہترین مقام کو چھوڑ کر کم مرتبہ پہلو اختیار کر لینا بھی کوتاہی شمار ہوتا ہے۔ مقربان بارگاہ کی پکڑ بات بات میں ہو جاتی ہے۔ اس لیئے "لذنبک" میں کوئی اشکال نہیں رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہیں۔ جیسے ایک مرتبہ آنحضرتؐ کفار قریش کو دینی دعوت پیش کر رہے تھے۔ کہ درمیان میں عبداللہ ابن مکتومؓ نے آکر ٹوک دیا اور خود کچھ پوچھنے لگے۔ آپؐ کو ناگوار ہوا اور آپؐ چیں بہ جبیں ہوئے۔ جس کا ذکر سورۂ عبس کے شروع میں ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ایک طرف تو مسلمان کو محض ایک فرعی مسئلہ بتلانا تھا اور دوسری طرف ایک کافر کو اصل دین کی دعوت پیش کرنا کون نہیں جانتا کہ اہم عبادت ہے۔ چنانچہ آپؐ کا ذہن اسی اہمیت کی طرف گیا۔ اور آپ نے اپنے اجتہاد سے اصول کو فرع پر مقدم کیا۔ مگر حق تعالیٰ کی نظر اس پر تھی کہ مسلمان پرانا خادم اور جاں نثار تھا۔ اس کو نفع ہونا یقینی تھا اور کافر کو نفع ہو جانا صرف وہمی تھا اور یقین مقدم ہے وہم پر اس لیئے ظاہراً قدرے عتاب آمیز آیتیں نازل ہو گئیں۔ یا بدر کے جنگی قیدیوں کے سلسلہ میں فدیہ اور تاوان جنگ قبول کر کے قیدیوں کو رہا کر دینا اگرچہ گوناگوں مصالح اور فوائد پر مشتمل تھا۔ مگر ان کو قتل کر دینے کی صورت میں جو کفر کا استیصال اور اسلام کا کھلا تغلب تھا وہ رہ گیا اس لیے عتاب ہوا۔

غرضکہ عبادت کے دونوں پہلو تھے۔ مگر اہم عبادت وہی پہلو تھا جو چھوٹ گیا۔ پس ایسی ہی باتوں میں استغفار کا حکم ہوا۔

Marfat.com

اور سورۂ فتح کی آیت لیغفرلك اللہ ما تقدم من ذنبك الخ میں بھی گناہ سے مراد اسی قسم کی لغزشیں ہیں جن پر معافی کی بشارت دی گئی ہے اس لیے عصمتِ انبیاء محفوظ ہے جو قطعی ہے۔

متقلبکم ومثواکم۔ یعنی عدم سے عدم تک تمام تغیرات سے گزر کر آخر کار بہشت یا دوزخ میں پہنچو گے۔ جو تمہارا اصلی ٹھکانہ ہے۔

لطائفِ سلوک

فیھا انھار الخ اہل اشارہ نے پانی کو حیاتِ روحانیہ کی اور دودھ کو علمِ حقانی کی اور شراب کو شوق ومحبت کی اور شہد کو وصل وقرب کی صورت فرمایا ہے۔ اور ممکن ہے یہ ان احوال کی صورت مثالیہ ہوں۔

فاعلم انہ لا الہ الا اللہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ مشائخ کے لیے اپنے ساتھ اپنے پیروکاروں کے لیے بھی دعا کرنا مناسب ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ اٰمَنُوا طَلَبًا لِلْجِهَادِ لَوْلَا هَلَّا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فِيْهَا ذِكْرُ الْجِهَادِ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ
مُّحْكَمَةٌ اَیْ لَمْ يُنْسَخْ مِنْهَا شَیْءٌ ۙ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ اَیْ طَلَبَهٗ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَیْ
شَكٌّ وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ خَوْفًا مِنْهُ وَكَرَاهِيَةً لَهٗ اَیْ
فَهُمْ يَخَافُوْنَ مِنَ الْقِتَالِ وَيَكْرَهُوْنَهٗ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۚ مُبْتَدَاٌ اَخْبَرُهٗ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۙ اَیْ حَسَنٌ
لَكَ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۙ اَیْ فَرْضُ الْقِتَالِ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ فِی الْاِيْمَانِ وَالطَّاعَةِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ
جُمْلَةُ لَوْ جَوَابُ اِذَا فَهَلْ عَسَيْتُمْ بِكَسْرِ السِّيْنِ وَ فَتْحِهَا وَفِيْهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ اِلَى الْخِطَابِ اَیْ
لَعَلَّكُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَعْرَضْتُمْ عَنِ الْاِيْمَانِ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اَیْ تَعُوْدُوْا
اِلٰى اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ مِنَ الْبَغْیِ وَالْقَتْلِ اُولٰٓئِكَ اَیِ الْمُفْسِدُوْنَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ عَنِ
اسْتِمَاعِ الْحَقِّ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝ عَنْ طَرِيْقِ الْهِدَايَةِ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَيَعْرِفُوْنَ الْحَقَّ
اَمْ بَلْ عَلٰى قُلُوْبٍ لَّهُمْ اَقْفَالُهَا ۝ فَلَا يَفْهَمُوْنَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا بِالنِّفَاقِ عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ
مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ زَيَّنَ لَهُمْ ۚ وَاَمْلٰى لَهُمْ ۝ بِضَمِّ اَوَّلِهٖ وَبِفَتْحِهٖ وَاللَّامُ
وَالْمُمْلِی الشَّيْطَانُ بِاِرَادَتِهٖ تَعَالٰى فَهُوَ الْمُضِلُّ لَهُمْ ذٰلِكَ اَیْ اِضْلَالُهُمْ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَثْبِيطِ النَّاسِ عَنِ الْجِهَادِ مَعَهُ قَالُوا ذٰلِكَ سِرًّا فَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۝ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ جَمْعُ سِرٍّ وَبِكَسْرِهَا مَصْدَرٌ فَكَيْفَ حَالُهُمْ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
يَضْرِبُوْنَ حَالٌ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۝ ظُهُوْرَهُمْ بِمَقَامِعَ مِنْ حَدِيْدٍ ذٰلِكَ
اَيِ التَّوَفِّيْ عَلَى الْحَالَةِ الْمَذْكُوْرَةِ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَا اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ اَيِ الْعَمَلَ بِمَا
يُرْضِيْهِ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝
يُظْهِرَ اَحْقَادَهُمْ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ عَرَّفْنٰكَهُمْ وَكُرِّرَتِ اللَّامُ فِيْ
فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ط عَلَامَتِهِمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ اَوْ وَلِقَسَمٍ مَحْذُوْفٍ وَمَا بَعْدَهَا جَوَابُهٗ فِيْ لَحْنِ
الْقَوْلِ ط اَيْ مَعْنَاهُ اِذَا تَكَلَّمُوْا عِنْدَكَ بِاَنْ يُّعَرِّضُوْا بِمَا فِيْهِ تَهْجِيْنُ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
اَعْمَالَكُمْ ۝ وَلَيَبْلُوَنَّكُمْ نَخْتَبِرَنَّكُمْ بِالْجِهَادِ وَغَيْرِهٖ حَتّٰى يَعْلَمَ عِلْمَ ظُهُوْرٍ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ
الصّٰبِرِيْنَ لا فِي الْجِهَادِ وَغَيْرِهٖ وَيَبْلُوَا نُظْهِرَ اَخْبَارَكُمْ ۝ مِنْ طَاعَتِكُمْ وَعِصْيَانِكُمْ فِي الْجِهَادِ
وَغَيْرِهٖ بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ فِي الْاَفْعَالِ الثَّلٰثَةِ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ طَرِيْقِ الْحَقِّ
وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ خَالَفُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى هُوَ مَعْنٰى سَبِيْلِ اللّٰهِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ط
وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝ يُبْطِلُهَا مِنْ صَدَقَةٍ وَنَحْوِهَا فَلَا يَرَوْنَ لَهَا فِي الْاٰخِرَةِ ثَوَابًا نَزَلَتْ
فِي الْمُطْعِمِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَوْ فِيْ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝ بِالْمَعَاصِيْ مَثَلًا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
طَرِيْقِهٖ وَهُوَ الْهُدٰى ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝ نَزَلَتْ فِيْ اَصْحَابِ الْقَلِيْبِ فَلَا
تَهِنُوْا تَضْعُفُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ بِفَتْحِ السِّيْنِ وَكَسْرِهَا اَيِ الصُّلْحِ مَعَ الْكُفَّارِ اِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ وَاَنْتُمُ

Marfat.com

الْاَعْلَوْنَ ۚ حُذِفَ مِنْهُ وَاوُ لَامُ الْفِعْلِ الْاَغْلَبُوْنَ الْقَاهِرُوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ
وَلَنْ يَّتِرَكُمْ يَنْقُصَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝ اَیْ ثَوَابَهَا اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اَیِ الْاِشْتِغَالُ فِيْهَا لَعِبٌ
وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوا اللّٰهَ وَذٰلِكَ مِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ
اَمْوَالَكُمْ ۝ جَمِيْعَهَا بَلِ الزَّكٰوةُ الْمَفْرُوْضَةُ فِيْهَا اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ يُبَالِغْ فِيْ طَلَبِهَا
تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝ لِدِيْنِ الْاِسْلَامِ هَاَنْتُمْ يَا هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ۚ مَا فُرِضَ عَلَيْكُمْ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ يُقَالُ بَخِلَ عَلَيْهِ
وَعَنْهُ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ عَنْ نَّفَقَتِكُمْ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ اِلَيْهِ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا عَنْ طَاعَتِهٖ يَسْتَبْدِلْ
قَوْمًا غَيْرَكُمْ اَیْ يَجْعَلْهُمْ بَدَلَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝ فِي التَّوَلِّيْ عَنْ طَاعَتِهٖ بَلْ مُطِيْعِيْنَ لَهٗ عَزَّوَجَلَّ ع ۲ ۱۸

ترجمہ اور جو لوگ ایمان والے ہیں (جہاد کی تمنا کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ اے کاش کوئی سورت کیوں نہ نازل ہو گئی (جس میں جہاد کی اجازت ہوتی) سو جب کوئی صاف صاف سورت نازل ہوتی ہے۔ (یعنی جس میں کوئی حکم منسوخ نہ ہوا ہو) اور اس میں جہاد کا ذکر (حکم) بھی ہوتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں روگ ہے (یعنی شک۔ منافقین مراد ہیں) کہ وہ آپ کی طرف ایسی نظریں اُٹھاتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو (موت سے گھبراتے ہوئے اور نفرت کرتے ہوئے یعنی جہاد سے یہ ڈرتے ہیں اور جی چُراتے ہیں) پس وائے ہے ان کے لئے (یہ مبتدا ہے جس کی خبر یہ ہے) ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے (آپ کے لئے عمدہ ہے) پھر جب کام پختہ ہو گیا (جہاد فرض ہو گیا) سو یہ لوگ اگر (ایمان اور فرمانبرداری میں) اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہت ہی بہتر ہوتا (اور جملہ لو، اذا کا جواب ہے) تو کیا تم کو یہ احتمال بھی ہے (سین کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ ہے اس میں غیبوبت سے خطاب کی طرف التفات ہے یعنی لعلکم) کہ اگر تم کنارہ کش رہو (ایمان سے پھر جاؤ) تو تم دنیا میں فساد مچا دو اور آپس کی قرابت توڑ دو (یعنی دورِ جاہلیت کی بغاوت اور خونریزی پر اُتر آؤ گے) یہ (فسادی) وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ پھر (حق بات سننے سے) ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو (ہدایت کی راہ سے) اندھا کر دیا تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے (کہ حق پالیں) کیا (بلکہ) ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں (کہ حق سمجھتے ہی نہیں) جو لوگ (نفاق سے) پشت پھیر کر ہٹ گئے اس کے بعد کہ سیدھا رستہ ان کو صاف معلوم ہو گیا۔ شیطان نے ان کو چکمہ (فریب) دیا ہے اور ان کو دور کی سجھائی ہے (لفظ املی ضمہ اول اور کسرِ لام کے ساتھ

marfat.com
Marfat.com

اور فتحہ اول اور فتحہ لام کے ساتھ دونوں طرح ہے اور فریبی شیطان ہے بارادۂ الٰہی لہٰذا وہی ان کے لیے گمراہ کن ہے) یہ (ان کو گمراہ کرنا) اس سبب سے ہوا کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں (مشرکین) سے جو کہ خدا کے اُتارے ہوئے احکام کو ناپسند کرتے ہیں یہ کہا کہ بعض باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر اُبھارنے اور لوگوں کو جہاد سے باز رکھنے کے معاملہ میں گفتگو انہوں نے تو درپردہ کی مگر حق تعالیٰ نے ان کا راز فاش کر دیا) اور اللہ ان کی خفیہ سازشوں کو جانتا ہے (اسرار فتحہ ہمزہ کے ساتھ سر کی جمع ہے اور کسرہ ہمزہ کے ساتھ مصدر ہے) سو ان کا کیا (حال) ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے ان کے چہروں اور کمروں پر (لوہے کے گرز) مارتے ہوں گے (یہ الملائکہ سے حال ہے) یہ (اس صورت سے جان نکالنا) اس وجہ سے ہے کہ جو طریقہ اللہ کی ناراضی کا باعث تھا یہ اسی پر چلے اور اس کی خوشنودی سے نفرت کیا کیے (یعنی پسندیدہ عمل سے) اس لیے اللہ نے ان کے سب اعمال بے کار کر ڈالے جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے کیا ان کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کے دل کی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا (ان کا کینہ پیغمبر اور مسلمانوں پر نہیں کھلے گا) اور اگر ہم چاہتے تو ان کا پورا نشان بتلا دیتے (ان کی شناخت کرا دیتے آگے لام دوبارہ لایا جا رہا ہے) سو آپ ان کے حُلیہ (علامت) سے پہچان لیں گے اور آپ ضرور پہچان جائیں گے (واؤ قسم محذوف کا ہے اور بعد کی عبارت جواب قسم ہے) طرز کلام سے (یعنی کلام کا منتشر آپ کی مجلس میں ان کی گفتگو سے مسلمانوں کی ہجو ٹپکتی ہے) اور اللہ تم سب کے کاموں سے واقف ہے اور ہم ضرور تم سب کی آزمائش کریں گے (جہاد وغیرہ احکام میں تمہارا امتحان لیں گے) تاکہ ہم (کھلے طور پر) معلوم کر لیں کہ تم میں کون مجاہدین ہیں اور ثابت قدم رہنے والے ہیں (جہاد وغیرہ میں) اور تمہارے احوال کی جانچ (پڑتال) کر لیں (یعنی جہاد وغیرہ میں تمہاری فرمانبرداری یا نافرمانی کھل جائے۔ یہ تینوں افعال یا اور نون کے ساتھ دونوں طرح ہیں) بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ (حق) سے روکا اور رسول کی نافرمانی (مخالفت) کی اس کے بعد کہ ان کو ہدایت (جو اللہ کے رستہ کی مراد ہے) نظر آچکی تھی۔ یہ لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اللہ ان کی کوششوں کو ملیامیٹ کر کے رکھ دے گا (یعنی اپنے صدقہ خیرات کا ثواب آخرت میں نہیں پائیں گے کفار جو جنگ بدر میں اسلام کے خلاف غریبوں کی امداد کر رہے تھے ان کے یا بنو قریظہ و بنو نضیر کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے) اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو (گناہ کبیرہ کر کے) بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے رستہ (ہدایت) سے روکا پھر کافر رہ کر ہی وہ مرے ان کو کبھی نہ بخشے گا (بدر کے کنوئیں میں جن کافروں کو ڈالا گیا ہے ان کے متعلق نازل ہوئی ہے) سو تم ہمت مت ہارنا (کمزوری مت دکھانا) اور پیغام صلح مت دینا (سلم فتحہ سین اور کسر سین کے ساتھ دونوں طرح ہے یعنی کفار سے مٹھ بھیڑ ہونے پر صلح کی طرف مت جھک جانا) اور تم ہی غالب رہو گے (لام فعل کی جگہ اعلون کی جو واؤ ہے وہ حذف ہو گئی یعنی غالب کامیاب) اور اللہ تمہارے ساتھ ہے (بلحاظ نصرت و مدد کے) اور تمہارے اعمال میں (ثواب کی) کوتاہی (کمی) ہرگز نہ کرے گا دنیاوی زندگانی (یعنی اس میں انہماک) محض لہو و لعب ہے

marfat.com
Marfat.com

اور اگر تم ایمان اور تقوے اختیار کرو (جو آخرت کے کام ہیں) تو تمہیں اجر عطا فرمائے گا اور وہ تم سے مال نہیں مانگتا (سارا۔ بلکہ صرف مقررہ زکوٰۃ کا مطالبہ ہے) اگر وہ تم سے مال مانگے اور انتہا درجہ تک طلب کرتا رہے (فرمائش میں مبالغہ سے کام لے) تو تم بخل کرنے لگو اور وہ بخل (دین اسلام سے) تمہاری ناگواری ظاہر کردے ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیئے بلایا جاتا ہے۔ سو بعض تم میں سے بخل کرتے لگتے ہیں۔ اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے ساتھ بخل کرتا ہے (بخل علیہ، بخل عنہ دونوں طرح بولا جاتا ہے) اور اللہ تو کسی کا (خرچہ کے معاملہ میں) محتاج نہیں اور تم سب (اس کے) محتاج ہو اور تم (اس کی فرمانبرداری سے) اگر روگردانی کرو گے تو اللہ تمہاری جگہ (بدل بنکر) دوسری قوم پیدا کردے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے (فرمانبرداری سے روگردانی کرنے میں بلکہ اللہ عزوجل کے اطاعت شعار ہوں گے)

تحقیق و ترکیب

فاولیٰ لھم۔ لام بمعنی باء ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کی رائے عطاؒ نقل فرماتے ہیں۔ اور عبدالرزاقؒ اور ابن جریرؒ، قتادہؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ "اولیٰ لھم" وعید ہے پھر اس کے بعد طاعۃ وقول معروف خیر لھم الگ کلام ہے۔

معروف۔ مفسرؒ اس کی خبر محذوف مان رہے ہیں اور جملہ کا جملہ پر عطف ہے یعنی ان الطاعۃ اولی لھم و القول المعروف خیر لك یا محمد اور بغویؒ تقدیر عبارت اس طرح نکالتے ہیں۔ فاولی لھم الطاعۃ و قول معروف بالاجابۃ۔ یعنی قول معروف کا طاعۃ پر عطف ہے۔ مفسرؒ کی عبارت میں حسن تو معروف کی تفسیر ہے اور لك کا تعلق دونوں جملوں سے ہے اور یا حسن لك کو قول معروف کی خبر کہا جائے اور طاعت کو "اولیٰ لھم" کی خبر مانا جائے۔

لکان خیرا۔ یہ جواب ہے۔ اذا عزم الامر کا اور فا کا اتصال عمل میں رکاوٹ نہیں ڈالے گا اور نہ مابعد کے ماقبل میں عامل ہونے میں کوئی مانع ہوگا۔ لیکن قاضیؒ ظرف کو محذوف کہتے ہیں۔ ای اذا قوا اوکرھوا۔

ام علی قلوب۔ یعنی ام منقطعہ بمعنی بل ہے۔ لیکن متصلہ بھی ہو سکتا ہے۔ ام یتدبرون الحق لکن علیھا القفل فلا یدخل الحق فیھا۔

اقفالھا۔ قلوب کی طرف اس کی اضافت یہ ظاہر کرنے کے لیئے ہے کہ کوئی خاص رکاوٹ ہوتی ہے۔

واملی لھم۔ ابوعمروؒ کی قراءت فعل مجہول کی ہے اور یعقوبؒ کی قراءت مضارع معروف کی ہے اس میں واؤ حالیہ ہے۔ یا ان کی خبر پر عطف ہو رہا ہے۔ یہاں امام رازیؒ نے ایک اشکال کا ذکر کیا ہے کہ ہدایت و ضلالت، تزیین و تسویل اور املاء و امہال سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ پھر شیطان کی طرف نسبت کیسی؟ حاصل جواب یہ ہے کہ تمام چیزوں کا حقیقی فاعل اگرچہ اللہ ہے لیکن اسباب کی طرف نسبت کے طور پر شیطان کی جانب اسناد کردی گئی ہے اس پر مفصلاً کلام گزر چکا ہے۔

Marfat.com

بانہم قالوا۔ قالوا کا فاعل منافقین اور کرہوا کا یہود ہیں۔ جیسا کہ مدارک اور بیضاوی کی رائے ہے کرھوا کا فاعل مشرکین نہیں ہیں جیسا کہ مفسرؒ کی رائے ہے۔

ام حسب۔ اس میں ام منقطعہ ہے اور ان مخففہ ہے جس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے اور ان مع اپنے مابعد کے اس کی خبر ہے اور اگر وصلیہ لیا جائے تو پھر حسب کے دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہو جائے گا۔ ای بل احسب الذین فی قلوبھم مرض الخ

اضغانھم۔ ضغن کی جمع ہے دل میں عداوت وکینہ رکھنا۔

ولتعرفنھم۔ اس میں لام مکرر بقول صاحب جملؒ مبالغہ کے لیئے اور بقول ابوالسعودؒ تاکید کے لیئے ہے۔ اور جواب لو کے طور پر اور لتعرفنھم میں لام نون کے ساتھ ہے جواب قسم محذوف کے طور پر۔

لاریناکھم۔ میں رویت علمیہ ہے اور بصریہ بھی ہو سکتی ہے۔

لحن القول۔ لحن کے دو معنی ہیں۔ ایک اعرابی غلطی کرنا۔ اصطلاح تجوید میں لحن جلی اور لحن خفی آتا ہے۔ جس کے مخصوص معانی ہیں، دوسرے معنی کنائی کلام کے ہیں۔ کہ کلام کا ظاہر اچھا ہو مگر باطن خراب ہو۔ یہاں یہی معنی مراد ہے۔ یعنی کلام کے لب ولہجہ سے ان کا نفاق مترشح ہو جاتا ہے۔ قاضی کی عبارت یہ ہے۔ لحن القول اسلوبہ وامالتہ عن جمۃ الصریح الی جمۃ تعریض وتوریۃ۔

تھجین۔ بمعنی تقبیح ہے۔ ہجنہ کلام، عیب دار گفتگو کو اور ہجنہ علم اضاعت علم کو کہتے ہیں۔ یہجین بمعنی لئیم اور افعال ثلثہ سے مراد لنبلونکم، نعلم، نبلو ہے۔

لاتبطلوا اعمالکم۔ علامہ زمخشریؒ اپنے اعتزالی نقطۂ نظر پر استدلال کرتے ہیں کہ معاصی سے طاعات کالعدم ہو جاتی ہیں۔ ساری عمر بھی کوئی نیکی تقوے میں گزارے۔ لیکن ایک کبیرہ سے سب پر پانی پھر جائے گا لیکن اہل حق اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بطلان سے مراد خاص معنی کفر، نفاق، ریا، عجب احسان جتلا کر فقیر کی دل آزاری کرنا ہے۔ یعنی ان کفار کی طرح برائیوں کا ارتکاب مت کرو۔ کہ اس سے نیکیاں متاثر ہو کر مٹ جاتی ہیں۔

اور امام اعظمؒ نفل نماز روزہ کو توڑنے سے قضا کا لازم ہونا اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن امام شافعیؒ نفلی حج وعمرہ کی سزا میں تو حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ مگر اور ابواب میں قضا کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک نوافل جس طرح شروع کرنے سے پہلے نوافل ہیں، شروع کرنے کے بعد بھی نوافل اور غیر لازم رہتے ہیں۔

قلیب۔۔۔ مقام بدر کا کنواں جس میں مقتول کفار کی نعشیں پھینک دی گئی تھیں۔

فلا تھنوا۔ یہ فائے فصیحیہ ہے شرط مصدر کے جواب میں ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ اذ تبین لکم بالدلالۃ القطعیۃ عزالاسلام وذل الکفر فی الدنیا والاخرۃ فلا تھنوا ۱۲ صاوی

Marfat.com

وتدعوا۔ای ولا تدعوا۔ اس کا عطف تھنوا پر یعنی لا کے تحت ہے۔ یوں والصلح خیر فرمایا گیا۔ مگر خاص مصلحت ہو اور صلح نامناسب ہو۔ جیسا کہ بدر میں عین غلبہ کے موقعہ پر صلح کر لینا مسلمانوں کے خلاف اور کفار کے حق میں جانا اس لیئے منع کر دیا۔

لن یترکم۔ وتر وترًا کے معنی ناقص کرنا۔ ابن عباسؓ لن یترکم کے معنی لا یظلمکم فرماتے ہیں۔

لعب ولھو۔ دونوں کے معنی ایسے کام کے ہیں جس میں نہ فی الحال نفع ہو اور نہ فی المآل۔ پھر یہ اشغال اگر اہم کاموں سے مانع ہو جائیں تو لعب ہیں ورنہ لہو سمجھے جائیں گے۔

ھا انتم ھؤلاء۔ اس میں ھا تنبیہ کے لیئے، انتم مبتداء، ھؤلاء منادی اور خبر تدعون ہے اور جملہ ندائیہ جملہ معترضہ ہے۔

یبخل عن نفسہ۔ بخل کے صلہ میں عن اور علیٰ دونوں آتے ہیں یعنی امساک کے متضمن ہونے کی وجہ سے۔

وان تتولوا۔ اگر اس کے مخاطب حضرات صحابہؓ ہوں تو مقصود محض تخویف ہو گی۔ کیونکہ صحابہ کے بعد کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہوا۔ اور قضیہ شرطیہ وقوع کے لیئے مقتضی نہیں ہوا کرتا کہ اشکال ہو اور منافقین اگر مخاطب ہیں تو ان سے بہتر اللہ نے بے شمار خادم اسلام پیدا فرما دیئے۔

ربط سورۂ بقرہ کی طرح سورہ محمد کی آیات میں بھی پہلے اجمالاً مومن و کافر کا ذکر ہوا ہے۔ پھر بعد میں دونوں جگہ تفصیل کے ساتھ منافقین کی قباحتیں کھولی گئی ہیں۔ منافقین نے اپنے کو چھپانے کی جتنی کوشش کی اللہ نے اتنا ہی ان کو کھول کر رکھ دیا۔ آیت ویقول الذین امنوا میں بطریق تمہید پہلے مومنین کا ذکر ہے۔ پھر اگلے جملہ سے منافقین کی بدحالی ارشاد ہے۔

ان الذین کفروا۔ شروع سورت سے اب تک مسلمانوں کی تحسین اور کفار کی تہجین (توہین) ہو رہی تھی اور اس ضمن میں ان سے جہاد کرنے کا حکم بھی ہوا۔ اب ان آیات سے خاتمہ سورت تک انہی مضامین کی تلخیص، تفریع، تتمیم و تاکید سمجھنی چاہیئے۔ مثلاً کفار کی مذمت تہجین کفار کی تلخیص ہو گی اور اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم تحسین مومنین پر تفریع کہلائے گی۔ یعنی اہل ایمان کی مذکورہ خوبیوں کی علت یعنی فرمانبرداری کو مت چھوڑنا۔ بلکہ ان خوبیوں کے خلاف یعنی ابطال عمل سے بچنا، پھر اس تحسین و تہجین کے مجموعہ پر لا تھنوا کی تفریع فرمائی کہ جب ان دونوں میں یہ فرق ہے تو مقبولین کو مخذولین سے دبنا نہیں چاہیئے۔ اس طرح یہ مضمون آیت ضرب الرقاب کی تاکید ہوا۔ اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب ہے، حکم جہاد کی تتمیم ہے اور ان تتولوا میں تمام اوامر و نواہی کے سلسلہ میں ایک ترہیبی مضمون پر سورت کو ختم کر دیا گیا ہے۔

شانِ نزول و روایات

آیت ویقول الذین امنوا سے آخر سورت تک آیات مدنی معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ جہاد کا حکم مدینہ طیبہ میں نازل ہوا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور منافقین کا ظہور بھی مدینہ طیبہ میں ہی ہوا ہے۔ پس سورت کے شروع میں سورت کے مکی ہونے کو اکثریت پر اور مدنی کہنے کو بعض حصہ پر محمول کیا جائے۔

ولنعرفنھم۔ در منثور میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ ما شھد اللہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد علی المنافقین فکان یدعو باسم الرجل من اھل النفاق۔ بقول علامہ رکوسی حضرت انسؓ ناقل ہیں اور بقول طبریؒ ابن زید سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرتؐ سب کو ان کے چہرہ بشرہ، لب و لہجہ سے پہچان گئے تھے اور فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہمارے ساتھ کچھ منافق بھی تھے۔ رات کو سو کر صبح اُٹھے تو دیکھا گیا کہ ان پر منافق لکھا ہوا تھا۔

سیحبطا اعمالھم۔ غزوۂ بدر کے سلسلہ میں مسلمانوں کے خلاف ابوجہل وغیرہ نے غریب کافروں کی امداد کر کے ان کو بھڑکایا تھا۔ ابوجہل نے اور پھر صفوان نے مقام عسفان میں پہنچ کر ۹ اونٹ ذبح کر کے غریب لوگوں کے پیٹ بھر دیئے۔ اس کے بعد سہیل نے بھی دس اُونٹ مقام قدید پر ذبح کر ڈالے اور چونکہ یہ لوگ راستہ بھٹک گئے تھے۔ جس کی وجہ سے ایک روز مزید قیام کرنا پڑا۔ اس لیے شیبہ نے بھی ۹ اونٹ ذبح کر ڈالے۔ اور اگلے روز مقام الواء میں پہنچنے پر مقیس الجمحی نے ۹ اونٹ اور عباس نے دس اور حارث نے ۹ اونٹ ذبح کیے۔ بعد ازاں مقام بدر میں ابو البختری نے دس اور مقیس نے ۹ اونٹ قربان کیے۔ اس طرح لڑائی کے لیے غریب لوگوں کو قربانی کا بکرا بنایا گیا۔

یا ایھا الذین اٰمنوا۔ ابن ابی حاتم اور محمد بن نصر مروزی نے ابو العالیہ تابعی سے تخریج کی ہے کہ صحابہؓ یہ سمجھتے تھے کہ کلمہ طیبہ کی موجودگی میں کوئی گناہ مضر نہیں اور شرک کے ہوتے ہوئے کوئی عمل مفید نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں لا تبطلوا اعمالکم فرمایا گیا۔ اس پر انہیں اندیشہ ہوا کہ گناہ سے عمل بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے یعنی گناہ کو اس درجہ مضر سمجھنے لگے جس کا دفعیہ کیا گیا کہ گناہ مضر تو ہے مگر اس درجہ نہیں کہ عمل ہی ختم ہو جائے حسنؒ فرماتے ہیں کہ کبیرہ گناہ مراد ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ شک و نفاق سے عمل خراب نہ کرو۔ اور کلبیؒ ریاء و سمع کے معنی لیتے ہیں۔

اور عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ پہلے ہم لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہر نیکی قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن جب لا تبطلوا اعمالکم حکم نازل ہوئے تو ہمارا خیال ہو گیا کہ گناہ اور فواحش سے اعمال سوخت ہو جاتے ہیں۔ مگر جب آیت ان اللہ لا یغفر الخ نازل ہو گئی۔ تو پھر ہم اس خیال سے بھی باز آ گئے اور سمجھے کہ کفر و شرک سے کم درجہ گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے۔

تشریح

ویقول الذین اٰمنوا۔ یعنی مسلمانوں کی فرمائش سے تو ان کے شوق اور جذبہ جہاد کا بخوبی اندازہ ہو

Marfat.com

سکتا ہے۔ مگر ان کے بالمقابل منافقین کی حالت ناقابل دید ہوتی ہے۔ حالانکہ مسلمان کافروں کی مختلف ایذاؤں سے عاجز و مجبور ہو کر یہ آرزو کر رہے تھے۔ سو حکم آنے کے بعد وہ تو پکے نکلے کہ ہشاش بشاش رہے۔ مگر روگی دلوں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اور سورت کے ساتھ جو محکمۃ کی قید لگائی، یہ متشابہ کے مقابلہ میں ہے۔ یعنی ممکن تھا کہ دوبارہ جہاد اگر کوئی آیت یا سورت خفی المعنی نازل ہوتی تو منافقین کے لیئے بہانہ کی گنجائش تھی۔ مثلاً کہہ دیتے کہ ہم اس کے معنی نہیں سمجھے تھے۔ مگر سورت محکمۃ میں کیا بہانہ چلتا۔ اس لیئے ایسی سورت اُترنے سے ان کی جان پر بنتی ہے۔

رہا یہ شبہ کہ جہاد کا حکم تو ایک بار بھی ناگواری کے لیئے کافی ہے پھر بار بار کی قید کیوں لگائی؟

جواب یہ ہے کہ یہ قید واقعی ہے۔ یعنی جہاد سے متعلق اکثر آیات ایسی ہی ہیں کہ جب کوئی قصہ پیش آیا اور کسی خاص قوم سے جہاد کی ضرورت پیش آئی تو جہاد کا تازہ حکم آگیا۔ پس اگر نیا حکم نہ آتا تو وہ جہاد سے بے فکر ہونے کے بہانے تلاش کر سکتے تھے۔ کہ پرانا حکم ختم ہو چکا اور نیا حکم آیا نہیں۔ اس لیئے بے فکری ہو گئی۔ مگر بار بار کے تازہ سلسلہ میں اس کی جڑ بھی کٹ گئی۔

طاعۃ وقول معروف۔ یعنی بظاہر زبان سے اگرچہ یہ اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر کام کی بات یہ تھی کہ اللہ و رسول کا حکم عملاً مانیں اور جہاد وغیرہ میں ضرورت پڑے تو اس وقت سچے ثابت ہوں۔ ورنہ رسول بھی جانتا ہے کہ نامردوں کو ساتھ رکھنے سے کیا فائدہ؟ لیکن زیادہ مجبور ہو جائے تو لینا ہی پڑتا ہے ورنہ جہاد کرنے والوں کی کیا کمی ہے۔

جہاد کے فوائد و مصالح

فھل عسیتم۔ یعنی جہاد کی منفعت اُخروی تو ہے ہی لیکن دنیوی مصالح بھی بیشتر ہیں۔ منافقین کم از کم انہی کا خیال کر کے جہاد کو ضروری سمجھتے۔ مثلاً اگر باطل اور کفر و شرک کو اس طرح آزاد اور بے روک ٹوک رہنے دیا جائے تو سارے ملک اور ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اُٹھے اور لوگوں کے حقوق بالکل تلف اور ضائع ہو جائیں اور صلہ رحمی وغیرہ حقوق العباد بھی برباد ہو جائیں تو ان منافع کا خیال کر کے ہی اس کو قبول کر لیتے اور ابتداءً اگر توفیق نہ ہو تو بعد میں تائب ہو کر اپنے بھائیوں کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ مرتے دم تک انسان کے لیئے سنبھل جانے کا موقعہ ہے۔ غرضکہ جہاد میں دینی مصالح کے علاوہ درستگی نظام کی دُنیاوی مصلحت بھی اس کی مقتضی تھی۔ کہ اس کو قبول کر لیا جاتا۔ لیکن بعض حضرات تو یتیم کے معنی غالب اور صاحب حکومت ہو جانے کے لیتے ہیں۔

یعنی اب تو جان سے تنگ آکر جہاد کی آرزو کرتے ہو۔ لیکن اگر اللہ تمہیں غالب کر دے تو فساد نہ کرنا کیونکہ بسا اوقات حکومت کے نشہ میں انسان بہک جاتا ہے اور عدل و انصاف پر نہیں رہتا۔ بلکہ مال و جاہ کی کشمکش اور تگ و دو میں مبتلا ہو کر فتنہ و فساد برپا کر بیٹھتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اور بعض حضرات نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو پھر وہی پرانی جہالت لوٹ آئے گی۔ جو جو خرابیاں اس وقت تھیں وہ ساری پھر ایک ایک کرکے لوٹ آئیں گی۔ یہ سب احتمالات اس صورت میں ہیں کہ آیت کا خطاب مسلمانوں سے بھی مانا جائے۔ لیکن اگر خاص طور پر صرف منافقین کو خطاب ہو تو ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم جہاد میں حصہ نہیں لوگے تو تمہاری حالت سے یہ اندیشہ ہے۔ کہ تم اپنی منافقانہ شرارتوں سے ملک میں فساد مچاؤ گے اور اپنے مسلمان رشتہ داروں کی پرواہ بھی نہیں کروگے بلکہ کافروں ہی کا ساتھ دوگے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ کہ سلطنت کے نشہ میں چور ہوکر ظلم پر کمربستہ ہوگئے۔ اس لیے اللہ کی پھٹکار نے انہیں آگھیرا۔ یہ سب ان کے سوء اختیار اور بد استعدادی سے ہوا۔

دِلوں پر تالے

افلا یتدبرون۔ ان منافقین کو اگر قرآن فہمی کی توفیق ملی ہوتی تو جہاد کی مصلحتیں اور دنیوی و اُخروی فوائد بآسانی سمجھ لیتے۔ مگر ان کے دلوں پر تو گویا تالے ہی پڑ گئے۔ کہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ یہ بطور منع الخلو فرمایا ہے۔ کیونکہ فی الواقع ان میں دونوں ہی باتیں جمع ہیں۔ پہلے قرآن کا انکار کرنے سے تدبر گیا پھر اس کے وبال میں ان کے دلوں پر تالا پڑ گیا۔ جیسا کہ دوسری آیت ذٰلک بانھم اٰمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبھم سے یہی ترتیب سمجھ میں آرہی ہے۔

اس کے بعد آیت ان الذین سے قرآن میں تدبر نہ کرنے کی وجہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اسلام کی حقانیت ظاہر ہوچکنے کے بعد وقت آنے پر اپنی بات سے پھر جاتے ہیں اور شریک نہیں ہوتے۔ کیونکہ شیطان نے ان کے دلوں میں یہ بات بٹھادی ہے کہ جہاد میں جانے سے مر جائیں گے اور نہیں جائیں گے تو نہیں مریں گے۔ اس لیے خواہ مخواہ جان دینے سے کیا فائدہ؟ منافقین یہود کو مطمئن کرنے کے لیے بولے کہ ہم صرف ظاہر میں مسلمان ہوتے ہیں لیکن لڑائی میں ان کا ساتھ نہیں دیں گے۔ بلکہ تمہیں مدد دیں گے اور تمہاری مانیں گے۔ اس طرح شیطان نے انہیں چکمہ دیا اور دور کی سجھائی۔

آگے فکیف اذا توفتھم الخ سے انہیں دھمکی دی جارہی ہے کہ جہاد میں جان چرانے سے کیا ہوتا ہے وہ تو ایک نہ ایک دن جانی ہی ہے جب ملک الموت آدبائیں گے۔ تب یہ جان کیسے بچے گی۔ بلکہ بُری طرح نکلے گی اور یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی خوشنودی کا راستہ نہیں اختیار کیا۔ اس کی ناراضگی ہی مول لیتے رہے اس لیے مرنے کے وقت یہ بھیانک منظر سامنے آیا اور ان کے سارے کیے دھرے پر پانی پھر گیا۔

ام حسب الذین۔ یعنی کیا انہیں یہ خیال ہے کہ ان کی منافقت چھپی ہی رہے گی۔ ان کا خبث باطنی کھلے گا نہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ انہیں امتحان کی بھٹی میں ڈالا جائے گا۔ جہاں کھرا کھوٹا الگ الگ ہوکر رہے گا۔

مخلص و منافق کی پہچان

ولنشاء۔ یعنی اللہ چاہے تو منافقین کی نام بنام نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ مگر اللہ کی مصلحت ابھی ایسی تعیین کرنا نہیں چاہتی اور یوں بھی آپ اپنی اعلیٰ فراست سے ان کے چہرے مہرے کو دیکھ کر اور طرز گفتگو کو پرکھ کر تاڑ لیتے ہیں

Marfat.com

آخر مخلص اور منافق کی بات کب تک چھپی رہ سکتی ہے۔ دونوں کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے۔ رنگ جدا جدا ہوتا ہے۔ بعض احادیث میں آتا ہے کہ بہت سے منافقین کو نام بنام پکار کر آپ نے مجلس سے اُٹھا دیا۔ تو طرزِ گفتگو اور دوسرے قرائن سے پہچان کر ایسا کیا ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ نے اس کے بعد آپ کو مطلع فرما دیا ہو۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایت سے ابھی معلوم ہوا ہے۔ اس صورت میں آیت اور روایت دونوں کے مفہوم میں کوئی ٹکراؤ نہیں رہتا۔ بلکہ دونوں جمع ہو سکتی ہیں۔ یعنی رنگ ڈھنگ بھی آپ نے ایسا دیکھا ہو اور صراحۃً بھی آپ کو آگاہ کر دیا گیا ہو۔

البتہ حضرت انسؓ اور طبری کی روایات جو اُوپر گزری ہیں ان میں بظاہر منافات ہے لیکن لو نشاء الخ لو چونکہ ماضی کے لئے آتا ہے اور ماضی میں کسی چیز کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں کہ وہ مستقبل میں بھی نہ ہو۔ اس لئے یہ ممکن ہے کہ اس آیت کے بعد نام بنام نشاندہی کر دی گئی ہو اور حضرت حذیفہ کو منافقین کا پتہ بتلا دیا جو بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے اس میں بھی آپ کی شناخت کے متعلق دونوں احتمال ہیں۔ عام مفسرینؒ فلعرفتھم کو لو نشاء کے تحت رکھ کر لادینا کھم کو اس پر متفرع کرتے ہیں۔ یعنی ہم چاہیں تو آپ کو دکھلا دیں منافقین پھر آپ پہ انہیں صورت دیکھ پہچان جائیں۔

اور بعض حضرات فلعرفتھم کو الگ کر کے اس طرح تقریر کرتے ہیں کہ ہم چاہیں تو آپ کو انہیں دکھلا دیں۔ سو آپ انہیں چہرہ سے پہچان تو چکے ہی ہیں۔ یہ تقریر زیادہ لطیف معلوم ہوتی ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ بندے ان کا حال جانیں نہ جانیں مگر اللہ سے تو ان کی کیفیت چھپی نہیں ہے۔ وہ کھل کر کام کریں یا چھپ کر، جہاد وغیرہ کے احکام دراصل کھرے کھوٹوں کی آزمائش کا ذریعہ ہیں ان سے کھل جاتا ہے۔ کہ کون کچا ہے کون پکا، کون ثابت قدم رہتا ہے اور کون ڈگمگا جاتا ہے۔

تعلم المجاھدین کی وضاحت آیت بقرہ لنعلم من یتبع الرسول کی تشریح سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس لیے تعلم کے علم کا شبہ نہ کیا جائے۔

کفر و نفاق سے اللہ کا کچھ نقصان نہیں۔

ان الذین کفروا۔ یعنی کافر اللہ و رسول اور اس کے دین کا نقصان نہیں کرتے۔ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ وہ ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا سکتا ہے۔ جہاد وغیرہ تمام ریاضت و مشقت اللہ و رسول کے حکم کے مطابق کی جائیں۔ تو لائق اعتناء ہیں ورنہ محض اپنی طبیعت، شوقِ نفس یا رسم و رواج کے تحت ہو تو اللہ کے یہاں اس کا کوئی وزن نہیں۔ سب اکارت اور ضائع ہیں۔ ایک اطاعت شعار مسلمان کا یہ کام نہیں کہ وہ اس طرح اپنی محنت کو اُدھر میں چھوڑ دے۔ یا ریا و نمود اور نمائش سے اپنے اعمال کو برباد کر دے۔ بھلا ارتداد کا ذکر ہی کیا جو ایک دم بالکلیہ عمل کو سخت کر کے رکھ دیتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فرمانبرداری اور نافرمانی کے درجات

اللہ و رسول کی مخالفت ایمان میں ہوتی ہے یا اعمال میں۔ اول کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک کفر اصلی اور کفر سابق، دوسرے کفر لاحق (ارتداد) پس کفر اصلی تو منافی عمل ہے اور کفر لاحق حابط عمل ہے۔ ظاہر ہے ان دونوں صورتوں میں اعمال بھی برباد۔ اور وہ مخالفت اگر عملی ہے جیسا کہ گنہ گار مسلمان تو پھر عمل کے برباد ہونے کی صورت یہ ہوگی۔ کہ ایک عمل جو کسی دوسرے عملی صحت یا بقاء کی شرط ہو اس میں خلل ڈال دیا جائے۔ جس کی تفصیل آیت لبقرہ لاتبطلوا صدقاتکم میں گزر چکی ہے۔

بہرحال ایمان و عمل دونوں کی مخالفت کا حکم اگرچہ الگ الگ ہے۔ یعنی کفار کی مخالفت بشرط شے کے درجہ میں ہے۔ اور مسلمان کی مخالفت عمل بشرط لاشئے کے مرتبہ میں ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مگر ان میں قدر مشترک لا بشرط شئے یعنی اطلاق کا مرتبہ ہے۔ اس لیے ڈرانے کے موقعہ پر مسلمان کی مخالفت کو کافر کی مخالفت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔

حنفیہ، شوافع کا اختلاف

آیت لاتبطلوا الخ سے نفل نماز روزہ شروع کرنے کے بعد توڑ دینے کی صورت میں قضاء کے واجب ہونے پر مذکورہ بالا تقریر سے جو حنفیہ استدلال کرتے ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے۔ کیونکہ عبادت کے اجزاء میں بعض، بعض کی صحت یا بقاء کے لیے شرط ہیں۔ البتہ شوافع کہہ سکتے ہیں کہ نفل شروع کرکے توڑ دینا اگرچہ ابطال ہے۔ مگر ہر ابطال کی ممانعت حدیث ان المتطوع امیر نفسہ وغیرہ دلائل کی وجہ سے ہم تسلیم نہیں کرتے۔ چونکہ آیت قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے اس لئے مسئلہ ظنی رہے گا۔

یہاں تک کفر کے دنیاوی نقصان کا بیان تھا۔ اب آگے اُخروی خسران کو بھی کچھ کم نہ سمجھ۔ فرمایا کہ کافروں کی اللہ کے یہاں بخشش نہیں۔ خاص کر ان کافروں کی جو اوروں کو اللہ کی راہ سے روکیں۔

حاصل یہ کہ کافر کی بخشش نہ ہونے کے لیے بس کفر پر برقرار رہنا ہی شرط ہے دوسروں کو ایمان سے روکنا شرط نہیں ہے۔ البتہ اس سے اس خباثت میں قباحت اور بڑھ گئی۔ عوام صرف کفر کے مرتکب تھے اور خواص خود بھی کافر تھے اور دوسروں کو بھی اس دلدل میں پھنسا دیا۔

بزدلی مسلمان کا شیوہ نہیں ہے

آگے ولا تھنوا الخ میں فرمایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کا محبوب خدا ہونا اور کفار کا معتوب خدا ہونا جب معلوم ہو گیا تو پھر مسلمان، کفار کے مقابلہ میں سست اور کم ہمت ہرگز نہ بنیں اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر صلح کی طرف نہ دوڑیں ورنہ کفار کی چار آنکھیں ہو جائیں گی اور وہ پھر غرانے لگیں گے۔ ہاں سیاسی مصالح، ملکی اور قومی تقاضوں سے ایسا کرنا ضروری ہو جائے۔ تو وہ بات دوسری ہے۔ مگر اس کی بنیاد بھی پست ہمتی اور نامردی نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ یہ گناہ ہے اور گناہ پر مرتب ہونے والا عمل اور ثمرہ بھی جائز نہ ہوگا۔

Marfat.com

اور فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں صبر و استقلال اور ثبات قدمی ہوگی تو اللہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ تمہارا مال بیکار نہیں ہو سکتا اور آخر کار غالب تم ہی ہوگے۔

اور یہ بشارت اگر صحابہ کو ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔ کیونکہ وعدہ پورا ہوگیا۔ اور عام مومنین اگر مخاطب ہیں تو چونکہ دوسری آیت وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین میں اس دورۂ غلبہ کے ساتھ ایمان کی قید بھی ہے۔ پس یہاں بھی وہی مراد ہوگی۔ اس کے بعد بھی اگر شکست ہوگی تو محض عارضی ہوگی یا صرف صورۃً ہوگی یا آزمائش ہوگی۔

دُنیا اور آخرت کا موازنہ

انما الحیوٰۃ الدنیا۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا ایک کھیل تماشہ ہے اگر تم اس سے بچے رہے اور ایمان و تقوے کو شعار بنائے رکھا۔ تو اللہ تم سے مال تو کیا مانگتا۔ کیونکہ اسے مال کی کیا حاجت۔ وہ تو خود تمہیں دیتا ہے۔ البتہ تمہیں بھرپور بدلہ ضرور دے گا۔ یوں مالک حقیقی ہونے کی وجہ سے اگر مانگ بھی لے تو مال اسی کا ہے۔ مگر سارا مال پھر بھی طلب نہیں کرے گا۔ بلکہ جنگی مصالح کے پیشِ نظر اور وہ بھی خود تم پر خرچ کرنے کے لیئے کچھ حصہ دین کی راہ میں خرچ کرنے کو فرماتا ہے۔

اور ان تؤمنوا کی قید کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ایمان نہ لاؤ تو پھر تمہارا مال لے لے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایمان نہ لانے والے سے تو ہماری کوئی ناآشنائی ہی نہیں۔ اس لیئے وہاں تو مال کے سوال کا احتمال ہی نہیں۔ البتہ ایمان نہ لانے کی صورت میں ڈر تھا کہ کہیں دوستی میں فرمائشیں نہ ہونے لگیں۔ جیسا کہ دُنیا میں اکثر دیکھا جاتا ہے۔ اس لیئے بطور مبالغہ فرمادیا کہ ایمان بھی لے آؤ۔ تب بھی تم سے اپنے لیئے مال کی فرمائش نہیں کریں گے۔ اور اپنے لیئے اللہ کا سوال کرنا تو خیر محال ہے اس کا تو احتمال ہی نہیں۔ ہماری طرف سے تو سوال کی وہ ممکنہ صورت بھی کہ تمہارے فائدہ کے لیئے کل مال مانگ لیں، واقع نہیں ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ طبعاً سارا دے دینا ناگوار ہوتا ہے، کتنے ایسے دل والے مردانِ خدا ہیں جو خندہ پیشانی اور خوش دلی سے اس حکم کی تعمیل کریں گے۔ اکثر تو وہی ہوں گے جو بخل اور تنگ دلی ظاہر کریں گے۔ حالانکہ یہ تھوڑا سا دین کی راہ میں دینا خود تمہارے فائدہ کے لیئے ہے نہ دوگے تو خود تمہارا ہی نقصان ہے۔ اللہ کو کسی کے دینے نہ دینے کی کیا پرواہ۔ اور یہ خرچ کرنے کی حکمت و مصلحت کا حاصل ہونا کچھ تمہارے دینے پر منحصر نہیں ہے۔ وہ تمہیں ہٹا کر دوسری قوم سے یہ کام لے سکتا ہے۔ یہ مت سمجھو کہ تمہارے ہی تان گاڑی چلے گی۔ اللہ کی حکمت و مصلحت تو پوری ہو کر رہے گی۔ البتہ اس سعادت سے تم محروم ہو جاؤ گے۔ یمنون علیک ان اسلموا الخ ۔

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

رہا اس پر یہ شبہ کہ سوال تو خود محال ہے کیونکہ وہ موقوف ہے احتیاج پر اور احتیاج اللہ کے لیے محال ہے پس سوال بھی محال ہوا۔ پھر ممکن کیسے کہہ دیا؟

marfat.com
Marfat.com

جواب یہ ہے کہ سوال سے مراد مطلقاً طلب کرنا ہے خواہ وہ بطور امر ہی ہو۔ جیسے آیت من یقرض اللہ میں قرض سے تعبیر کیا گیا ہے اور تبخلوا میں اکثر افراد مراد ہیں۔ بعض اللہ کے بندے تو ؎

قرار در کف آزادگاں نہ گیرد مال نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

کا مصداق ہوتے ہیں۔ پھر تبخلوا میں سب مراد لینا اکثر حکم الکل کے طور پر ہے۔

رہا اس پر یہ شبہ کہ اگر کوئی سارا مال لٹانے کی نذر کرلے پھر تو سارا مال دینا واجب ہے۔ پھر کیسے کہا کہ سارے مال مانگنے کی ممکنہ صورت بھی واقع نہیں ؟

جواب یہ ہے کہ نذر کرنے والے نے خود اپنے اوپر یہ لازم کرلیا ہے۔ اس لیے شریعت نے بھی واجب کر دیا۔ پھر شریعت پر کیا اعتراض ؟ ——— اور اگر یہ شبہ ہو کہ جان تو مال سے بھی زیادہ عزیز چیز ہے۔ پھر جہاد میں اس کو دے ڈالنے کا کیسے حکم ہوا ؟ جواب یہ ہے کہ حالات کے سدھارنے اور اصلاح کے سلسلہ میں انسان کی جان کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے بہ نسبت سارا مال خرچ کرنے کے، پس ان منافع عظیمہ کی خاطر یہ عظیم قربانی گوارا کی گئی۔ اور شہادت کی صورت میں نفع آخرت الگ رہا۔

اور لتنفقوا میں تھوڑا انفاق مراد ہے جس کی تعیین شریعت کے اختیار میں ہے۔

منکم من یبخل۔ میں یہ اشکال ہے کہ صحابہ کرام رض کی شان سے بخل کرنا بعید ہے۔ لیکن جواب یہ ہے کہ اول تو انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہے۔ دوسرے یہ کیا ضروری ہے کہ صحابہ کرام رض سے وہ بخل سرزد ہوا ہو۔ جو مذموم ہے۔ بلکہ انفاق کرنے میں انقباض مراد لیا جائے جو مذموم نہیں ہے۔ جب کہ اس کے مقتضیٰ پر عمل نہ کیا جائے۔

رہا یہ شبہ کہ اس پر عتاب کیوں ہوا ؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ انقباض کبھی عملی بخل کی طرف ابھارے۔ اس لیے اس کا ازالہ ضروری ہوا۔

اور بعض حضرات نے منکم من یبخل کا مصداق منافقین کو قرار دیا ہے جو اگرچہ خلاف قرائن ہے۔ مگر پھر یہ سارے شبہات متوجہ ہی نہیں ہوتے کہ جواب دہی کی نوبت آئے۔

امام اعظم رض کی منقبت

صحابہ کرام رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ص وہ دوسری قوم کون ہے جس کی طرف یہ اشارہ ہے ؟ حضرت سلمان فارسی رض پر ہاتھ رکھ کر آنحضرت ص نے فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم ——— خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر بھی جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے اس کو اتار لائیں گے۔

باللہ احمد صحابہ کرام رض نے وہ وہ کارنامے انجام دیئے کہ ان کی جگہ دوسری قوم کے لانے کی نوبت نہیں آئی۔ تاہم اہل فارس کی ستائش بدستور رہی۔ چنانچہ اہل فارس نے اسلام میں داخل ہو کر وہ شاندار خدمات انجام دیں۔ جنہیں دیکھ کر ہر شخص کو برملا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بلاشبہ یہی قوم تھی جو حضور ص کے فرمان کے مطابق ضرورت

Marfat.com

پڑنے پر عرب کی جگہ لے سکتی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رح ہی کو دیکھا جائے تو اس پیشگوئی کا مصداق بدرجہ اتم ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

بہرحال ان تتولوا میں حضرات صحابہ رض کا دین سے برگشتہ نہ ہونا اور دوسری قوم سے ان کا تبادلہ نہ ہونا تو یقینی ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ قوماً غیرکم پیدا نہ کی گئی ہو۔ بلکہ حدیث مذکور کی رو سے اہل ایمان فارس کے سچے مسلمان ہیں۔

لطائف سلوک

ولو نشاء لاریناکھم میں فراست کی اصل ہے۔ جس سے مومن، کافر، فاسق، فاجر، صالح، مخالف، موافق، دوست، دشمن میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ لیکن احکام فراست کا جزم یا فراست کی بناء پر تجسس جائز نہیں ہے۔ البتہ مصلح کے لیے تفتیش کی اجازت تحقیق کی حد تک ہے۔ جیسے واقعہ افک میں آنحضرت نے خود حضرت عائشہ رض سے فرمایا اور دوسرے ذرائع سے بھی تحقیق فرمائی تھی۔

ولا تبطلوا اعمالکم۔ روح المعانی میں حضرت قتادہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ گناہ کر کے عمل باطل نہ کرو۔ پس اس سے نفس عمل کا باطل کرنا مراد نہیں۔ بلکہ نور عمل کو باطل کرنا مراد ہے۔ کیونکہ گناہ کرنے سے اعمال کے انوار و برکات توبہ نہ کرنے تک مضمحل رہتے ہیں۔

وان تتولوا۔ میں اسی خیال کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو بعض دینی خدمات انجام دینے والوں کو عجب سے پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ خدمت ہماری ذات پر موقوف ہے۔ اللہ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے۔ وہ چاہے تو پہاڑ کا کام ایک تنکہ سے لے سکتا ہے۔

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ○ بِّيَنًا ظَاهِرًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ بِجِهَادِكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ مِنْهُ لِتَرْغَبَ اُمَّتُكَ فِي الْجِهَادِ وَهُوَ مُؤَوَّلٌ لِعِصْمَةِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِالدَّلِيْلِ الْعَقْلِيِّ الْقَاطِعِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَاللَّامُ لِلْعِلَّةِ الْغَائِيَةِ فَمَدْخُوْلُهَا مُسَبَّبٌ لَا سَبَبٌ وَيُتِمَّ بِالْفَتْحِ حَتّٰى الْمَذْكُوْرِ نِعْمَتَهٗ اِنْعَامَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ بِهٖ صِرَاطًا طَرِيْقًا مُّسْتَقِيْمًا ○ يُّثَبِّتَكَ عَلَيْهِ وَهُوَ دِيْنُ الْاِسْلَامِ وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ بِهٖ نَصْرًا عَزِيْزًا ○ نَصْرًا ذَا عِزٍّ لَا ذُلَّ مَعَهٗ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ

Marfat.com

لمَانِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ بِشَرَائِعِ الدِّيْنِ كُلَّمَا نَزَلَ
جدَةٌ مِنْهَا اٰمَنُوْا بِهَا وَمِنْهَا الْجِهَادُ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ فَلَوْ اَرَادَ نَصْرَ دِيْنِهٖ بِغَيْرِكُمْ
ـلَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا بِخَلْقِهٖ حَكِيْمًا ۝ فِيْ صُنْعِهٖ اَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ لِّيُدْخِلَ مُتَعَلِّقٌ
ـحْذُوْفٍ اَيْ اَمَرَ بِالْجِهَادِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
ـهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ
ـشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّانِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّهَا فِي الْمَوَاضِعِ الثَّلٰثَةِ
ـا اَنَّهٗ لَا يَنْصُرُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ بِالذُّلِّ وَالْعَذَابِ
ـضَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ اَبْعَدَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ مَرْجِعًا وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ
ـمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا فِيْ مُلْكِهٖ حَكِيْمًا ۝ فِيْ صُنْعِهٖ اَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ
ـرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا عَلٰى اُمَّتِكَ فِي الْقِيٰمَةِ وَّمُبَشِّرًا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا بِالْجَنَّةِ وَّنَذِيْرًا ۝ مُنْذِرًا
ـوْفًا فِيْهَا مِنْ عَمَلِ سُوْءٍ بِالنَّارِ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ فِيْهِ وَفِي الثَّلٰثَةِ بَعْدَهٗ
ـزِّرُوْهُ يَنْصُرُوْهُ وَقُرِئَ بِزَايَيْنِ مَعَ الْفَوْقَانِيَّةِ وَيُوَقِّرُوْهُ ؕ تُعَظِّمُوْهُ وَضَمِيْرُهَا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
ـسِّحُوْهُ اَيِ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ
ـدَيْبِيَّةِ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ هُوَ نَحْوُ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ
ـبَايَعُوْا بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْ هُوَ تَعَالٰى مُطَّلِعٌ عَلٰى مُبَايَعَتِهِمْ فَيُجَازِيْهِمْ عَلَيْهَا
ـنَّكَثَ نَقَضَ الْبَيْعَةَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ يَرْجِعُ وَبَالُ نَقْضِهٖ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ
ـفَسَيُؤْتِيْهِ بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ع سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ ع ۱۰ ۹
ـلَّذِيْنَ خَلَّفَهُمُ اللّٰهُ عَنْ صُحْبَتِكَ لَمَّا طَلَبْتَهُمْ لِيَخْرُجُوْا مَعَكَ اِلٰى مَكَّةَ خَوْفًا مِنْ تَعَرُّضِ قُرَيْشٍ

Marfat.com

لَكَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ اِذَا رَجَعْتَ مِنْهَا شَغَلَتْنَا اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا عَنِ الْخُرُوْجِ مَعَكَ فَاسْتَغْفِرْ لَنَا
اللّٰهَ مِنْ تَرْكِ الْخُرُوْجِ مَعَكَ قَالَ تَعَالٰى مُكَذِّبًا لَهُمْ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ اَىْ مِنْ طَلَبِ الْاِسْتِغْفَارِ
وَمَا قَبْلَكَ مَّا لَيْسَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ كَاذِبُوْنَ فِىْ اِعْتِذَارِهِمْ قُلْ فَمَنْ اِسْتِفْهَامٌ بِمَعْنَى النَّفْىِ
لَا اَحَدٌ يَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا بِفَتْحِ الضَّادِ وَضَمِّهَا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا
كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ اَىْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ بَلْ فِى الْمَوْهُوْمَيْنِ لِلْاِنْتِقَالِ
غَرَضٍ اِلٰى اٰخَرَ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ
قُلُوْبِكُمْ اَىْ اَنَّهُمْ يُسْتَاصَلُوْنَ بِالْقَتْلِ فَلَا يَرْجِعُوْنَ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ هٰذَا اَوْ غَيْرُهُ وَكُنْتُمْ
قَوْمًا بُوْرًا ۝ جَمْعُ بَائِرٍ اَىْ هَالِكِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ بِهٰذَا الظَّنِّ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝ نَارًا شَدِيْدَةً وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ اَىْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِمَا ذُكِرَ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ
الْمَذْكُوْرُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ هِىَ مَغَانِمُ خَيْبَرَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا اتْرُكُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ لِنَشْهَدَ
مِنْهَا يُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ وَفِىْ قِرَاءَةٍ كَلِمَ بِكَسْرِ اللَّامِ اَىْ مَوَاعِيْدَهٗ بِغَنَائِمَ
خَيْبَرَ لِاَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ خَاصَّةً قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ اَىْ قَبْلَ رُجُوْعِنَا اِلَيْكُمْ
بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا اَنْ نُّصِيْبَ مَعَكُمْ مِّنَ الْغَنَائِمِ فَقُلْتُمْ ذٰلِكَ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ
اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مِنْهُمْ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ الْمَذْكُوْرِيْنَ اِخْتِبَارًا سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ
اَصْحَابِ بَاْسٍ شَدِيْدٍ قِيْلَ هُمْ بَنُوْ حَنِيْفَةَ اَصْحَابُ الْيَمَامَةِ وَقِيْلَ فَارِسُ وَالرُّوْمُ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ
مُقَدَّرَةٌ هِىَ الْمَدْعُوُّ اِلَيْهَا فِى الْمَعْنٰى اَوْ هُمْ يُسْلِمُوْنَ فَلَا تُقَاتِلُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا اِلٰى قِتَالِهِمْ
يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ مُؤْلِمًا لَيْسَ

Marfat.com

...الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ فِيْ تَرْكِ الْجِهَادِ وَمَنْ يُّطِعِ
...وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ بِالْيَاءِ
وَالنُّوْنِ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ع

ع ۲ ۱۰ النصف

ترجمہ سورۃ الفتح مدنیہ ہے جس میں ۲۹ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بلاشبہ ہم نے آپ کو فتح دی (آئندہ کے لیے مکہ معظمہ وغیرہ مقامات کو طاقت کے ...آپ سے جہاد کرا کر فتح کا فیصلہ کر دیا ہے) کھلم کھلا (واضح طور پر) تاکہ اللہ تعالیٰ (آپ کے جہاد کی برکت سے) ...کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے (تاکہ آپ اپنی امت کو جہاد کی ترغیب دے سکیں، انبیاء علیہم السلام ...معصوم ہونا چونکہ دلیل عقلی قطعی سے طے شدہ ہے۔ اس لیئے آیت کی تاویل کی جائے گی۔ اس میں ...علت غائیہ ہے جو سبب پر نہیں۔ بلکہ مسبب پر داخل ہو رہا ہے) اور مکمل کر دے (اس فتح کے ذریعہ سے) ...نعمت (انعام) آپ پر اور آپ کو سیدھے رستہ پر لے چلے (دین اسلام پر جما دے) اور اللہ آپ کو (اس ...ذریعہ) ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو (ذلت نام ونشان کو نہ ہو) وہ خدا ایسا ہے جس نے تحمل ...طمینان) پیدا کیا مسلمانوں کے دلوں میں۔ تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو (دینی ...پر اس طرح کہ جب کوئی حکم نازل ہو اس پر ایمان لے آئیں۔ ان میں جہاد بھی ہے) اور آسمان ...زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے (اگر وہ تمہارے علاوہ کسی اور سے دینی خدمت لینا چاہے لے سکتا ہے) ...اللہ (اپنی مخلوق کو) بڑا جاننے والا (اپنی صنعت میں) حکمت والا ہے (یعنی ہمیشہ اس کی یہی شان رہتی ...) تاکہ اللہ داخل کرے (محذوف عبارت سے اس کا تعلق ہے ای امر بالجہاد) مسلمان مردوں اور عورتوں ...بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تاکہ ان کے گناہ دور کر دے ...اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں عورتوں، مشرک مردوں عورتوں کو ...دے جو کہ اللہ کے ساتھ بُرے بُرے گمان رکھتے ہیں (السوء فتحہ سین اور ضمہ سین کے ساتھ تینوں مواقع ...پڑھا گیا ہے۔ منافقین کا گمان یہ ہے کہ حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مدد نہیں فرمائیں ...ان پر بُرا وقت پڑنے والا ہے (ذلت اور عذاب کا) اور اللہ ان پر غضب ناک ہو گا اور ان کو (رحمت ...) دور کر دے گا اور ان کے لیئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ (مقام) ہے ...آسمان وزمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنے ملک میں) زبردست، حکمت والا ہے۔ ...اپنی صنعت میں یعنی ہمیشہ سے اس کی یہی شان ہے) ہم نے آپ کو (قیامت میں اپنی امت کے حق میں) ...ہی دینے والا اور (دنیا میں انہیں جنت کی) بشارت سنانے والا اور ڈرانے والا (دنیا میں بدعملی کرنے پر

Marfat.com

لَكَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ اِذَا رَجَعْتَ مِنْهَا شَغَلَتْنَا اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا عَنِ الْخُرُوْجِ مَعَكَ فَاسْتَغْفِرْ لَنَا
اللّٰهَ مِنْ تَرْكِ الْخُرُوْجِ مَعَكَ قَالَ تَعَالٰى مُكَذِّبًا لَهُمْ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ اَیْ مِنْ طَلَبِ الْاِسْتِ
وَمَا قَبْلَهٗ مَّا لَيْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ كَاذِبُوْنَ فِیْ اِعْتِذَارِهِمْ قُلْ فَمَنْ اِسْتِفْهَامٌ بِمَعْنَى النَّفْیِ
لَا اَحَدٌ يَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا بِفَتْحِ الضَّادِ وَضَمِّهَا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا
كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ اَیْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ بَلْ فِی الْمَوْضِعَيْنِ لِلْاِنْتِقَالِ
غَرَضٍ اِلٰى اَخَرَ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ
قُلُوْبِكُمْ اَیْ اَنَّهُمْ يُسْتَاصَلُوْنَ بِالْقَتْلِ فَلَا يَرْجِعُوْنَ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ هٰذَا اَوْ غَيْرُهٗ وَكُنْتُمْ
قَوْمًا بُوْرًا ○ جَمْعُ بَائِرٍ اَیْ هَالِكِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ بِهٰذَا الظَّنِّ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ○ نَارًا شَدِيْدَةً وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ اَیْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِمَا ذُكِرَ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ
الْمَذْكُوْرُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ هِیَ مَغَانِمُ خَيْبَرَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا اتْرُكُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ لِنَاْخُذَ
مِنْهَا يُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ كَلِمَ بِكَسْرِ اللَّامِ اَیْ مَوَاعِيْدَهٗ بِغَنَائِمَ
خَيْبَرَ اَهْلَ الْحُدَيْبِيَةِ خَاصَّةً قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ اَیْ قَبْلَ عَوْدِنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ
بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا اَنْ نُّصِيْبَ مَعَكُمْ مِّنَ الْغَنَائِمِ فَقُلْتُمْ ذٰلِكَ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ
اِلَّا قَلِيْلًا ○ مِنْهُمْ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ الْمَذْكُوْرِيْنَ اِخْتِبَارًا سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ
اَصْحَابِ بَاْسٍ شَدِيْدٍ قِيْلَ هُمْ بَنُوْ حَنِيْفَةَ اَصْحَابُ الْيَمَامَةِ وَقِيْلَ فَارِسُ وَالرُّوْمُ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ
مُقَدَّرَةٌ هِیَ الْمَدْعُوُّ اِلَيْهَا فِی الْمَعْنٰى اَوْ هُمْ يُسْلِمُوْنَ فَلَا تُقَاتِلُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا اِلٰى قِتَالِهِمْ
يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ مُؤْلِمًا لَيْسَ

Marfat.com

الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ فِيْ تَرْكِ الْجِهَادِ وَمَنْ يُّطِعِ
وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ بِالْيَاءِ
وَالنُّوْنِ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ع

ع ۲ ۷ ۱۰ النصف

ترجمہ سورۃ الفتح مدنیہ ہے جس میں ۲۹ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بلاشبہ ہم نے آپ کو فتح دی (آئندہ کے لیے مکہ معظمہ وغیرہ مقامات کو طاقت کے
آپ سے جہاد کرا کر فتح کا فیصلہ کر دیا ہے) کھلم کھلا (واضح طور پر) تاکہ اللہ تعالیٰ (آپ کے جہاد کی برکت سے)
الی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے (تاکہ آپ اپنی امت کو جہاد کی ترغیب دے سکیں، انبیاء علیہم السلام
معصوم ہونا چونکہ دلیل عقلی قطعی سے طے شدہ ہے۔ اس لیئے آیت کی تاویل کی جائے گی۔ اس میں
علت غائیہ ہے جو سبب پر نہیں۔ بلکہ مسبب پر داخل ہو رہا ہے) اور مکمل کر دے (اس فتح کے ذریعہ سے)
نعمت (انعام) آپ پر اور آپ کو سیدھے رستہ پر لے چلے (دین اسلام پر جما دے) اور اللہ آپ کو (اس
ذریعہ) ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو (ذلت نام ونشان کو نہ ہو) وہ خدا ایسا ہے جس نے تحمل
طمینان) پیدا کیا مسلمانوں کے دلوں میں۔ تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو (دینی
پر اس طرح کہ جب کوئی حکم نازل ہو اس پر ایمان لے آئیں۔ ان میں جہاد بھی ہے) اور آسمان
زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے (اگر وہ تمہارے علاوہ کسی اور سے دینی خدمت لینا چاہے لے سکتا ہے)
اللہ (اپنی مخلوق کو) بڑا جاننے والا (اپنی صنعت میں) حکمت والا ہے (یعنی ہمیشہ اس کی یہی شان رہتی
تاکہ اللہ داخل کرے (محذوف عبارت سے اس کا تعلق ہے ای امر بالجہاد) مسلمان مردوں اور عورتوں
بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تاکہ ان کے گناہ دور کر دے
یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں عورتوں، مشرک مردوں عورتوں کو
سب دے جو کہ اللہ کے ساتھ بُرے بُرے گمان رکھتے ہیں (السوء فتحہ سین اور ضمہ سین کے ساتھ تینوں مواقع
پڑھا گیا ہے۔ منافقین کا گمان یہ ہے کہ حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مدد نہیں فرمائیں
ان پر بُرا وقت پڑنے والا ہے (ذلت اور عذاب کا) اور اللہ ان پر غضب ناک ہو گا اور ان کو (رحمت
دور کر دے گا اور ان کے لیئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ (مقام) ہے
آسمان وزمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنے ملک میں) زبردست، حکمت والا ہے۔
دینی صنعت میں یعنی ہمیشہ سے اس کی یہی شان ہے) ہم نے آپ کو (قیامت میں اپنی امت کے حق میں)
دینے والا اور (دنیا میں انہیں جنت کی) بشارت سنانے والا اور ڈرانے والا (دنیا میں بدعملی کرنے پر

Marfat.com

دوزخ سے خوف دلانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ (یہاں اور
کے بعد الفاظ یا اور تا کے ساتھ دونوں طرح ہے) اور اس کی مدد کرو (تقویت دو، ایک قراءت میں تعزروہ
دو زاء اور تا کے ساتھ ہے) اور اس کی تعظیم بجالاؤ (یہ دونوں ضمیریں اللہ و رسول کی طرف ہیں) اور (اللہ
تسبیح کرتے رہو صبح شام (دونوں وقت) جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں (حدیبیہ مقام پر بیعت الرضوان
تو وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں (یہ فرمانا ایسا ہی ہے جیسے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ میں ہے)
کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے (جن ہاتھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے یعنی اللہ کو ان
کی بیعت کا حال معلوم ہے۔ چنانچہ وہ ان کو اس پر صلہ دے گا) پھر جو شخص عہد توڑے گا (وعدہ بیعت) تو اس
(توڑنے) کا وبال خود اسی پر پڑے گا۔ اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر اس نے خدا سے عہد
کیا ہے۔ سو عنقریب اللہ اس کو عطا فرمائے گا (یا اور نون کے ساتھ ہے) عظیم الشان اجر۔ جو دیہاتی آپ سے پیچھے
رہ گئے ہیں (مدینہ طیبہ کے آس پاس کے باشندے جنہیں اللہ نے آپ کی صحبت سے محروم رکھا۔ جب ان کو مکہ
اپنے ہمراہ چلنے کے لیے آمادہ کر رہے تھے۔ اس خیال سے کہ قریش کہیں آپ سے الجھ نہ پڑیں۔ حدیبیہ سے واپسی
پر آپ سے معذرت خواہ ہوں گے) کہ ہمیں ہمارے مال و عیال نے مہلت نہ لینے دی (آپ کے ساتھ چلنے
کے لیے) سو ہمارے لیے معافی کی دعا کر دیجئے (اللہ پاک سے کہ ہم آپ کے ساتھ نہیں جا سکے۔ آگے ان کو
جھٹلاتے ہوئے جواباً حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) یہ زبان سے وہ باتیں کرتے ہیں (یعنی استغفار کی درخواست
وغیرہ) جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں (لہٰذا معذرت کرنے میں یہ جھوٹے ہیں) آپ کہہ دیجئے اچھا وہ کون
ہے (استفہام نفی کے معنی میں ہے، یعنی کوئی نہیں ہے) جو خدا کے سامنے تمہارے لیے کسی چیز کا اختیار
رکھتا ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان (ضرًا فتحہ ضاد اور ضمہ ضاد کے ساتھ دونوں طرح ہے) یا نفع پہنچانا چاہے
بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے (یعنی سدا اس کی یہی شان رہتی ہے) بلکہ دونوں جگہ یہ
ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف منتقل ہونے کے لیے ہے) تم نے یہ سمجھا کہ رسول اور مسلمان اپنے
والوں کے پاس کبھی لوٹ کر واپس نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں کو بھا رہی تھی (یعنی مسلمانوں
قتل ہو کر صفایا ہو جائے واپسی کی نوبت ہی نہ آئے) اور بُرے بُرے خیال (یہ اور اسی طرح کے اور
قائم کر رکھے تھے اور تم برباد ہو گئے (بور، بائر کی جمع ہے یعنی اس بدگمانی کی وجہ سے اللہ کے نزدیک تباہ
ہو گئے) اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا تو ہم نے کافروں کے لیے دوزخ (دہکتی
آگ) تیار کر رکھی ہے اور تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے وہ جس کو چاہے اس کی مغفرت کر دے
اور جسے چاہے عذاب دے دے اور اللہ بڑا غفور رحیم ہے (یعنی سدا اس کی یہی شان رہتی ہے) جو لوگ پیچھے
رہ گئے تھے (جن کا ذکر ابھی ہوا ہے) وہ عنقریب کہیں گے، جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لے چلو گے کہ ہم کو بھی
اجازت دو) کہ ہم تمہارے ساتھ چلے چلیں (تاکہ ہم بھی مال غنیمت حاصل کر لیں) وہ لوگ یوں چاہتے ہیں (اللہ

marfat.com
Marfat.com

طریقہ سے) کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں (اور ایک قراءت میں بجائے کلام لفظ کلم کے ساتھ ہے یعنی خصوصی طور پر خیبر کے مال غنیمت کے وعدے) آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اللہ نے (ہماری واپسی سے) پہلے ہی فرمادیا ہے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو (کہ کہیں ہمیں بھی تمہارے ساتھ مالِ غنیمت مل جائے گا۔ اس لیے تم نے یہ بات بنائی ہے) بلکہ خود یہ لوگ بہت کم سمجھتے ہیں۔ آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے (بطور آزمائش) فرمادیجئے کہ عنقریب تم ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑائی والے ہوں گے (بعض کی رائے میں وہ بنو حنیفہ، بنو یمامہ کے باشندے اور کچھ کی رائے ہے کہ فارسی اور رومی ہیں) کہ یا تو ان سے لڑتے رہو (یہ حال مقدرہ ہے اور بلحاظ معنی یہی وہ بات ہے جس کی ان کو دعوت دی گئی) یا وہ مطیع ہو جائیں (پھر قتل نہ کرنا) سو اگر تم (ان سے جنگ کرنے میں) اطاعت کروگے تو اللہ تمہیں نیک صلہ دے گا اور اگر تم روگردانی کروگے جیسا کہ اس سے پہلے بھی کر چکے ہو تو وہ دردناک (تکلیف دہ) عذاب کی سزا دے گا۔ نہ اندھے شخص پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے شخص پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے (جہاد چھوڑنے کے سلسلہ میں) اور جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مانے گا اس کو داخل کرے گا (یا اور نون کے ساتھ دونوں طرح ہے) ایسی جنتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اور جو شخص روگردانی کرے گا۔ اللہ اس کو دردناک عذاب دے گا (یعذبہ یا اور نون کے ساتھ ہے)

تحقیق و ترکیب

فتحنا۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ فتح مکہ ۸ھ میں ہوا پھر ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر بصیغہ ماضی کس طرح فتح کا ذکر کیا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ تقدیر ازلی کے لحاظ سے بصیغہ ماضی تعبیر کیا گیا ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ یقینی ہونے کی وجہ سے مجازاً ماضی سے تعبیر کیا ہے۔ جیسے آیت ونفخ فی الصور میں ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ حقیقۃً صلح حدیبیہ کو فتح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ فتح کی بنیاد اسی صلح میں پڑ چکی تھی۔ خیبر، حنین، طائف کی فتوحات بھی اسی میں شامل ہیں۔

امام اعظم رح فتح مکہ کو مقابلہ آرائی اور غلبہ اسلام کی صورت میں مانتے ہیں۔ اور امام شافعی رح آیت ولو قاتلکم الذین کفروا اور وھو الذی کف ایدیھم سے استدلال کرتے ہوئے فتح مکہ صلحاً مانتے ہیں۔ رہا آنحضرت کی جنگی تیاری وہ بر بنائے احتیاط تھی۔

اور بوقیطی میں لکھا ہے کہ اسفل مکہ کو حضرت خالد رضی نے جبراً اور اعلیٰ مکہ کو حضرت زبیر رضی نے صلحاً فتح فرمایا۔ اور آنحضرت اسی سمت سے مکہ میں داخل ہوئے اس توجیہ پر تعارض نہیں رہتا اور مختلف روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے اور فتح مکہ اگرچہ محض فضل الٰہی سے ہوئی۔ مگر اسباب کے درجہ میں آنحضرت کے جہاد اور جدوجہد کو بھی دخل ہے۔ اس لیے اس پر مغفرت مرتب فرمائی۔

Marfat.com

امام رازیؒ نے بھی مغفرتِ ذنوب کی کئی توجیہات کی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک (۱) یہ کہ فتح مکہ سے حج بیت اللہ ممکن ہوا اور حج سببِ مغفرت ہے۔ چنانچہ حج کے سلسلہ میں دعاءِ نبوی کے الفاظ یہ ہیں۔ اللھم اجعلہ حجاً مبروراً وسعیاً مشکوراً وذنباً مغفوراً۔

اور تفسیر کبیر میں اس اشکال کا کہ آنحضرتؐ معصوم ہونے کی وجہ سے جب گنہ گار نہیں تو پھر مغفرت کیسی؟ یہ جواب دیا گیا۔ کہ مومنین کے گناہ مراد ہیں۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ کسی معاملہ میں اعلیٰ پہلو کو ترک کرکے ادنیٰ پہلو اختیار کرنے کو ذنب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ ذنب سے مراد صغائر ہیں جن کی انبیاءؑ کے لیے گنجائش مانی گئی ہے۔ ان دونوں توجیہات کا حاصل حسنات الابرار سیئات المقربین ہے اور بعض نے ماتقدم سے مراد آدم وحوا کی لغزش اور ما بعد سے امت کے خطا اور قصور مراد لیے ہیں۔

لیکن سب سے عمدہ توجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مغفرت کے معنی ستر اور پردہ کے ہیں۔ یعنی گناہ اور بندہ کے درمیان کسی رکاوٹ کا حائل ہوجانا یا گناہ اور اس کی سزا کے درمیان کسی چیز کا مانع بن جانا۔ پس انبیاءؑ کے لیے تو پہلی صورت اور اولیاء ومؤمنین کے مابین دوسری رکاوٹ کا پیش آجانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مفسر علامؒ نے لیغفر میں لام کو علتِ غائیہ کے لیے مانا ہے۔ جو فعل پر آخر میں مرتب ہوتی ہے۔ اس لام کو غرض وباعث کے لیے نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال واحکام غرض سے پاک ہیں۔ پس گویا مغفرت مسبب ہے سبب نہیں ہے۔ کیونکہ سبب وہ ہوتا ہے جس کی طرف حکم کی اضافت ہوتی ہے جیسے وقتِ زوال نمازِ ظہر کا سبب ہے۔ پس مغفرت سبب فتح نہیں۔ بلکہ فتح سبب ہے اور مغفرت مسبب ہے۔

نصراً عزیزاً۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ عزیز تو منصور کا وصف ہوتا ہے نہ کہ کفر کا؟ جواب یہ ہے کہ فعیل کا وزن نسبت کے لیے ہوتا ہے۔ پس عزیز کے معنی یہ ہیں کہ وہ نصرت مراد ہے جو عزت کی طرف منسوب ہو اور ذلت کی طرف منسوب نہ ہو۔

ایماناً۔ مفسرؒ نے اس کے متعلق کی طرف اشارہ کیا ہے بشرائع الدین نکال کر اور مع ایمانہم کا متعلق باللہ ورسولہ محذوف ہے۔ اسلامی احکام چونکہ تدریجاً نازل ہوئے ہیں۔ پس نئے احکام پر ایمان لانا زیادتی ایمان کا سبب ہے۔ گویا مومن بہ کے اعتبار سے ایمان میں زیادتی مراد ہے۔ جس کے اشاعرہ قائل ہیں نفس ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ماتریدیہ فرماتے ہیں کہ الایمان لایزید ولاینقص۔

لیدخل۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ لیغفر کی طرح یہ بھی علت فتح ہے۔ لیکن چونکہ دو حرف جر کا ایک عامل سے تعلق قابلِ اعتراض ہے۔ اس لیے مفسرؒ نے اس کا تعلق محذوف عبارت سے کیا ہے اور بعض نے انا فتحنا

marfat.com
Marfat.com

سے اس کا تعلق لیزدادوا سے تعلق کے بعد مانا ہے یا پھر انزل سے اس کا تعلق مانا جائے۔

ظن السوء۔ لفظ سوء ضمہ کے ساتھ عذاب، ہزیمت، شر کے معنی میں ہے اور فتحہ کے ساتھ بمعنی مذمت ہے پہلی قراءت ابو عمروؒ، ابن کثیرؒ کی اور دوسری اکثر قراءؒ کے نزدیک ہے۔ مفسر جن مواقع کی طرف اشارہ کر رہے ہیں یعنی ۱۔ ظن السوء۔ ۲۔ دائرۃ السوء۔ ۳۔ ظننتم ظن السوء۔ ان میں سے پہلے اور تیسرے موقع میں بالاتفاق قراء سبعہ کے نزدیک صرف فتحہ کی قرأت ہے۔ اس لیے مفسر سے تسامح ہو گیا۔

دائرۃ۔ جو خط محیط مرکز ہو اس کو دائرہ کہا جاتا ہے۔ پھر اس کا استعمال ایسے حادثہ کے لیے ہونے لگا۔ جو ہر طرف سے مصیبت زدہ کو گھیر لے یعنی جس مصیبت کے مسلمانوں پر پڑنے کی امید میں تھے وہ خود ان پر پڑی۔ زمخشریؒ کہتے ہیں کہ سوء کے معنی ہلاکت و تباہی کے ہیں اور فتحہ سین کے ساتھ سخت ناگوار بات۔

تعزروہ۔ نہایہ میں ہے کہ اصل تعزیر کے معنی منع کرنے اور مدد کرنے کے ہیں۔ کیونکہ جو کسی کی مدد کرتا ہے وہ گویا دشمنوں کو دفع کرتا ہے اسی سے تعزیر بمعنی تادیب آتا ہے۔ جو سزا حد شرعی سے کم ہوتی ہے اور قراءت شاذہ تعزروہ ہے ان دونوں لفظوں کی ضمیریں مفسرؒ حق تعالیٰ کی طرف راجع کر رہے ہیں۔ اور علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ دونوں لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کنایہ ہیں اور علامہ زمخشریؒ سب ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ مفسرؒ نے دونوں قولوں کو جمع کر دیا ہے کہ ضمیریں دونوں طرف راجع مانیں۔

بالغداۃ والعشی۔ عشی سے مراد بقیہ چاروں نمازیں ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ سبحان اللہ یا الحمد للہ کی تسبیح دونوں وقت پڑھو۔

یبایعونک۔ بیعت الرضوان اس لیے نام رکھا کہ آیت لقد رضی اللہ میں رضائے الٰہی کی اطلاع دی گئی ہے۔

یبایعون اللہ۔ مفسرؒ نے آیت من یطع الرسول سے اس اشکال کا جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اعضاء و جوارح سے پاک ہے۔ پھر کیسے قرآن میں ان اعضاء کا اثبات ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ مجازاً میثاق کے معنی ہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ ید اللہ فوق ایدیھم سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اللہ نے جس چیز کا وعدہ فرمایا وہ پورا ہو کر رہے گا۔ اور زمخشریؒ فرماتے ہیں یبایعون اللہ کی تاکید بطور تخییل کے ید اللہ کہہ کر کی جا رہی ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ مسلمانوں کا عہد گویا بعینہٖ اللہ کے ساتھ عہد کرنا ہے۔ اور سکاکیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ بطور استعارہ بالکنایہ ہے فروعت کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور لفظ ید استعارہ تخییلیہ کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ لیکن نظریہ وحدت الوجود کے قائل کچھ حضرات حقیقی معنی لیتے ہیں۔

علیہ اللہ۔ حفصؒ کی قراءت ضمہ ہا کے ساتھ ہے۔

المخلفون۔ حدیبیہ میں جو شریک نہیں ہوئے۔ جیسے غفار، مزینہ، جہینہ، اسلم، اشجع، دیل کے قبائل مراد ہیں۔ حالانکہ آنحضرتؐ نے اس موقعہ پر احرام باندھ لیا۔ اور قربانی کے جانور ساتھ لیے۔ مگر یہ لوگ قریش سے اتنے

Marfat.com

خائف تھے کہ انہیں یقین نہیں آیا کہ آپؐ صرف عمرہ کرنے جارہے ہیں۔ بلکہ یہ یقین کئے ہوئے تھے کہ رسول اللہ اور مسلمانوں کی واپسی ہی نہیں ہو سکے گی۔

فمن یملك لکم ای فمن یقدر لاجلکم من اللہ۔

بل ظننتم۔ چنانچہ پہلے ان کی تکذیب سے ان کے اعتذار کی طرف احزاب ہوا۔ پھر ان کے اعتذار کے غلط ہونے سے احزاب کرتے ہوئے پیچھے رہ جانے کی اصل وجہ بتلا دی گئی۔

لن ینقلب الرسول۔ وہ مسلمانوں کو کفار کا صرف ایک لقمہ سمجھتے ہیں۔

ومن لم یؤمن باللہ۔ جملہ مستانفہ ہے۔ اللہ و رسول اسم ظاہر لاکر اشارہ کر دیا دونوں پر ایمان ضروری ہے اور سعیر نکرہ لایا گیا۔ تہویل کے لیئے اور من شرطیہ اور موصولہ دونوں کا احتمال ہے۔

ان یبدلوا۔ ذی الحجہ ۶ھ میں جب آنحضرتؐ حدیبیہ سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے۔ تو اوائل محرم ۷ھ تک قیام پذیر رہے۔ اسی سال خیبر پر فوج کشی فرمائی۔ اور صرف اہل حدیبیہ کو ساتھ لیا۔ فتح خیبر کے ساتھ کافی مال غنیمت ہاتھ آیا۔

لا یفقھون۔ یعنی دین کے مزاج اور اس کے مصالح کو نہیں سمجھتے۔

اولی باس۔ اس میں اشارہ ہے کہ مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ کی طرف جن سے صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں نبرد آزمائی ہوئی۔ اور بعض فارس و روم مراد لیتے ہیں۔ جن سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگیں ہوئیں۔

تقتلونھم۔ قتال اور دعوت کا زمانہ چونکہ ایک نہیں ہے۔ اس لیئے مفسرؒ حال مقدریہ کہہ رہے ہیں۔

او یسلمون۔ تقدیر عبارت سے مفسرؒ نے جملہ مستانفہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے معنی منقاد و مطیع ہونے کے ہیں۔ چنانچہ نصاریٰ روم اور مجوس فارس سب مسلمانوں کے جزیہ گزار بنے۔

لیس علی الاعمیٰ۔ یہ سب اعذار چونکہ ظاہر ہیں اس لیے اعتبار کیا گیا۔ اس میں وہ محتاج بھی شامل ہیں جن کے پاس کچھ نہ ہو۔ لیکن اگر معرکہ شدید ہو تو پھر شرکت جہاد ہر ایک کے لیے فرض عین ہو جاتی ہے۔

یدخلہ۔ اکثر قراء یا کے ساتھ اور نافعؒ اور ابن عامرؒ کے نزدیک نون کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

ربط

پچھلی سورت میں اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے کی ترغیب تھی۔ اس پوری سورت کے شان نزول کے سلسلہ میں چند واقعات کا ذکر ناگزیر ہے۔

شان نزول و روایات

مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے آنحضرتؐ نے خواب دیکھا کہ آپؐ مع رفقاء امن و امان کے ساتھ مکہ معظمہ گئے اور عمرہ کرکے سر منڈا لیئے یا بال کٹوا لیئے۔ یہ خواب آپؐ نے صحابہؓ کو سنایا۔ وہ شوق میں یہ سمجھے کہ اسی سال عمرہ میسر ہو جائے گا اور

marfat.com
Marfat.com

اتفاق وقت کہ آپؐ نے عمرہ کا ارادہ بھی فرما لیا۔ اس پر آیت لقد صدق اللہ نازل ہوئی۔

۲۔ ۶ھ میں ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کو ساتھ لے کر آپؐ بہ نیت عمرہ راہیٔ مکہ معظمہ ہوئے اور ہدی کے جانور بھی ہمراہ تھے۔ قریش کو جب یہ خبر پہنچی۔ کہ آپؐ کے ساتھ اتنا مجمع ہے۔ تو انہوں نے طے کر لیا کہ آپؐ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے۔ چنانچہ مکہ سے چھ میل پہلے حدیبیہ (شمیسہ) آپؐ کو رک جانا پڑا۔ آپؐ کی اونٹنی خود بخود بیٹھ گئی۔ اور کسی طرح اٹھنے کا نام نہ لیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ حبسها حابس الفیل اور فرمایا۔ خدا کی قسم مکہ والے مجھ سے جس چیز کا مطالبہ کریں گے اس کو پورا کروں گا۔ بشرطیکہ حرماتِ الٰہی برقرار رہیں۔

۳۔ آپؐ نے اس سلسلہ میں قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے مگر اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ حتیٰ کہ آپؐ نے پھر حضرت عثمانؓ کی زبانی یہی پیغام بھجوایا اور مکہ کے غریب مظلوم مسلمانوں کو خبر بھیجی کہ عنقریب اسلام غالب آئے گا۔ مگر قریش نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا۔ ان کی واپسی میں دیر ہوئی۔ تو یہ خبر گرم ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔ آپؐ کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں لڑائی نہ چھڑ جائے۔ اس لیے آنحضرتؐ نے صحابہؓ کو جمع کر کے ایک درخت کے نیچے بیعتِ جہاد لی۔ قریش کو خبر لگی تو ڈر گئے۔ اور حضرت عثمانؓ کو چھوڑ دیا۔ اور واپس بھیج دیا۔

۴۔ اہل مکہ کے کچھ مسلح افراد بُرے ارادہ سے چھپ کر آئے۔ مگر ناکام رہے اور پکڑ لیے گئے۔ مگر آنحضرتؐ نے ان کو رہا فرما دیا۔

۵۔ اس کے بعد قریش کے معززین کا ایک وفد مرتب ہو کر حاضر خدمت ہوا اور صلح نامہ مرتب ہونے کی رائے ہوئی۔ مگر قریش نے بسم اللہ پر ہی جھک جھک شروع کر دی۔ کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی بجائے وہی پرانا کلمہ باسمک اللھم لکھا جائے۔ پھر محمد رسول اللہ لکھنے پر تکرار ہوئی۔ قریش کا اصرار ہوا کہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے۔ جس پر مسلمان برہم ہوئے اور خواہشمند ہوئے کہ ابھی تلوار سے تصفیہ ہو جائے۔ آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں باتوں کو منظور کر لیا۔ صحابہؓ کو ناگواری کے باوجود ضبط سے کام لینا پڑا اور ایک تاریخی دستاویز کی صورت میں صلح نامہ مرتب ہو گیا۔ جس کی ایک دفعہ یہ بھی طے پائی۔ کہ اس وقت مسلمان بغیر عمرہ کئے واپس ہو جائیں۔ البتہ آئندہ سال عمرہ کے لیے غیر مسلح ہو کر آئیں اور سہ روزہ قیام کے بعد واپس ہو جائیں گے۔ اسی طرح یہ بھی طے ہوا کہ فریقین دس سال تک باہمی آویزش سے بچیں گے اور جنگ نہیں کریں گے اور یہ کہ اس مدت میں اگر کوئی مرد مشرکین میں سے مسلمانوں میں آملا تو اس کو واپس کرنا پڑے گا۔ لیکن کوئی مسلمان اگر ادھر چلا گیا تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ صلحنامہ کے بعد آنحضرتؐ نے ہدی کے جانوروں کو ذبح کرا دیا اور حلق و قصر کر کے احرام کھلوا دیا اور پھر بخیریت مدینہ طیبہ واپسی ہو گئی۔

۶۔ آنحضرتؐ اور صحابہؓ اگرچہ بہ نیت عمرہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تھے۔ مگر قریش سے آویزش کا شبہ تھا۔ اس لیے زیادہ مجمع لے جانا آپؐ نے مصلحت سمجھا اور آس پاس کے صحابہؓ کو بھی ہمراہ لے چلنا مناسب خیال کیا۔

Marfat.com

دیہاتی منافقین اس صورت حال سے گھبرا گئے اور جھوٹے حیلے حوالے، بہانے کر کے خود کو بچا لیا۔ بلکہ آنحضرت ؐ اور مسلمانوں کی نسبت بعض کی زبان پر یہاں تک آ گیا کہ یہ لوگ بچ کر زندہ سلامت واپس نہیں آئیں گے۔ مگر جب دیکھا کہ بخیریت واپسی ہو گئی تو جھوٹے عذر آ کر کرنے لگے۔ حدیبیہ سے واپسی پر اواخر ۶ھ میں پوری یا اکثر سورۂ فتح نازل ہوئی۔

۷۔ حدیبیہ سے واپسی کے بعد محرم ۷ھ میں شرکاء حدیبیہ کو لے کر خیبر پر چڑھائی کر کے اس کو فتح کر لیا۔ خیبر، مدینہ سے شمال میں ۶۰ ساٹھ میل کے فاصلہ پر شام کی سمت یہود کا ایک قلعہ بند شہر تھا۔ اس غزوہ میں علاوہ حدیبیہ والوں کے آپ نے کسی کو شرکت کی اجازت نہیں دی۔

۸۔ ۷ھ حسب قرارداد آپ پھر عمرہ کی قضا کرنے کے لیے مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اور عمرہ سے فراغت کے بعد بخیریت مراجعت فرمائی۔

۹۔ قریش نے نا جنگی معاہدہ کی خلاف ورزی کی جس کی تفصیل سورۂ براءت میں گزر چکی ہے۔ جس کے نتیجہ میں آپ نے رمضان ۸ھ میں فوج کشی کر دی اور مکہ معظمہ فتح کر لیا۔

۱۰۔ بعض آیات میں دوسرے واقعات کی طرف اشارے ہیں۔ لیکن ان کی تفسیر مختلف فیہ ہے اور پھر وہ تفسیر بھی اس تفصیل پر موقوف نہیں۔ اس لیے ان واقعات کا ذکر آیات کے ساتھ ساتھ آ جائے گا۔

تشریح

صلح حدیبیہ ظاہر نظر میں ذلت و مغلوبیت کی صلح معلوم ہوتی ہے۔ شرائط صلح دیکھ کر بادی النظر میں یہ دکھائی دیتا ہے کہ صلحنامہ سارا کا سارا کفار و مشرکین کے حق میں گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور بہت سے صحابہؓ ظاہری سطح کو دیکھ کر مضطرب اور مغموم بھی ہوئے۔ ان کا جذبہ یہ تھا۔ کہ اتنا گر کر صلح کیوں کی جا رہی ہے۔ کیوں نہیں تلوار کے بل پر فیصلہ کر لیا جاتا۔ مگر رسول اللہ ؐ کی دور رس پیغمبرانہ نگاہیں ان ثمرات و نتائج کو دیکھ رہی تھیں۔ جو اوروں کی نگاہوں سے اوجھل تھے۔ اللہ نے آپ کا سینہ شدائد و مصائب جھیلنے کے لیے کھول دیا تھا اور آپ کا بے مثال توکل و استغناء ہر ناخوشگوار واقعہ کو خوش آمدید کہنے کے لیے آمادہ تھا۔ اس پورے حوصلہ اور بڑے عزم کے ساتھ ہر شرط کو منظور فرما کر صحابہؓ کو تسلی و تشفی دے رہے تھے۔ تا آنکہ اللہ نے اس کو "فتح مبین" فرما دیا۔ صحابہؓ نے تعجباً عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہ ؐ کیا یہ "فتح" ہے؟ فرمایا۔ ہاں بہت بڑی فتح۔

فتح مبین

واقعہ یہ ہے کہ اس موقعہ پر "بیعت جہاد" اور معمولی چھیڑ چھاڑ اور صحابہؓ کی جمعیت اور اوران کے تیوروں سے مرعوب ہو کر کفار معاندین کا صلح کے لیے جھک جانا اور آنحضرت ؐ کا اس موقعہ پر سیر چشمی کا مظاہرہ کرنا اور سب سے بڑھ کر دس سال کے لیے نا جنگی معاہدہ کر کے بے فکری سے مسلمانوں کو اندرونی تعمیر اور پختگی کا موقعہ فراہم کر کے عظیم فتح کی بنیادیں مضبوط کرنا ہے۔ اسی کے ساتھ دشمنوں کے

marfat.com
Marfat.com

دلوں پر اسلام اور مسلمانوں کی اخلاقی، روحانی طاقت اور پیغمبر اسلام کی عظمت شان کا سکہ بیٹھتا چلا گیا۔ جس کے نتیجہ میں مرکز اسلام مکہ معظمہ دو سال بعد ہی فتح ہو گیا۔

گو عہد نامہ لکھتے وقت ظاہر بینوں کو کفار کی جمعیت اور اپنی شکست نظر آ رہی تھی۔ مگر ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فتح کی بنیاد پڑ گئی ہے اور تمام تر فیصلہ حضورؐ کے حق میں جا رہا ہے۔ گویا یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لیے بھی بے شمار ظاہری و باطنی فتوحات کا دروازہ کھول رہی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں اور کافروں کے باہمی اختلاط سے اور بے تکلفانہ ریل میل سے خود بخود اسلام کی طرف کشش بڑھ گئی۔ خالد بن ولیدؓ، عمرو بن العاصؓ جیسے نامور لوگ بکثرت مشرف باسلام ہوئے۔ اور اتنے لوگ مسلمان ہو گئے کہ پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔ یہ دلوں کی فتح ہوئی جو حقیقی فتح سمجھنی چاہیئے۔

مکہ معظمہ ہمیشہ کے لیے دارالاسلام بن گیا اور عہد نامہ کے وقت صحابہؓ کا جو مجمع ڈیڑھ ہزار تھا وہ فتح مکہ کے وقت دس ہزار ہو گیا۔ فتح خیبر نے دوسرے مرکز اسلام مدینہ طیبہ کو مضبوط تر کر دیا۔

غرض اس طرح یہ صلح تمام فتوحات کی اساس اور سنہرا دیباچہ بن گئی۔ پھر اس سلسلہ میں علوم و معارف اور باطنی مدارج و مقامات جیسی عظیم برکات کا جو فتح باب ہوا اس کا اشارہ ان آیات میں کیا گیا ہے۔

شاہانہ انعامات

شاہانہ عطیات میں چار انعامات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

۱۔ عفو و غفران۔ ۲۔ اتمام نعمت۔ ۳۔ راہ ہدایت۔ ۴۔ نصرت عزیز۔

عفو و غفران کا مطلب یہ ہے کہ عمر میں جب بھی کبھی کوئی بات آپ سے ایسی سرزد ہو گئی یا ہو جائے جو آپ کے مرتبہ عالی پر پوری نہ اترتی ہو۔ اس کو اس خصوصی کے نتیجہ میں بالکلیہ محو کر دیا گیا ہے۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ ارشاد نہیں فرمایا گیا۔ تاہم اس کے باوجود حدیث میں ہے کہ اس بشارت کے بعد آپ اتنی کثرت سے عبادت کرتے تھے کہ نماز میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا حتیٰ کہ صحابہؓ کو دیکھ دیکھ کر رحم آتا اور عرض کرتے کہ حضورؐ! عام معافی کے بعد آپ اس قدر تعب اور محنت شاقہ کیوں برداشت کرتے ہیں۔ جواب میں ارشاد ہوتا کہ افلا اکون عبدا شکورا یہ شکر گزاری کا تقاضہ ہے۔

اور اس بشارت کا مستحق ایسا ہی شریف الطبع بندہ ہو سکتا ہے کہ جو اور زیادہ وقف بندگی ہو جائے نہ یہ کہ نڈر ہو جائے۔ حدیث شفاعت میں بھی آپ کا یہی امتیازی وصف ذکر کیا گیا ہے۔ کہ مخلوق الٰہی پریشان حال ہو کر سلسلہ بسلسلہ جب تمام انبیاءؑ سے گزر کر حضرت عیسیٰؑ تک پہنچے گی تو وہ یہی فرما کر رہنمائی فرمائیں گے کہ محمد صلی اللہ کے پاس جاؤ جو خاتم الانبیاءؐ ہیں اور ان کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف کی جا چکی ہیں۔ یعنی عام معافی کی وجہ سے وہی اس کرامت کے اہل ہیں۔ بجز ان کے کسی اور کا یہ کام نہیں ہے۔

اور اتمام نعمت کا حاصل یہ ہے کہ مادی، روحانی، ظاہری، باطنی انعام و احسان کی تکمیل کی جائے گی۔

اور راہ مستقیم کی ہدایت کا منشاء یہ ہے کہ اس پر مضبوطی سے ہمیشہ قائم رہیں گے۔ بلکہ معرفت و شہود

Marfat.com

کے غیر محدود مراتب کا مزن ہوتے چلے جائیں گے۔ لوگوں کے جسموں اور دلوں پر اسلامی حکومت قائم کرنے میں آپ کے لیے کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکے گی اور لوگ جوق در جوق اسلام کی سیدھی راہ کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ اس طرح بھی آپ کے حسنات میں بے شمار اضافات ہوتے چلے آئیں گے۔

اور نصرتِ عزیز کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اس نصرتِ خاص کی بدولت فتح و ظفر آپ کے قدموں کو چھوتی رہے گی۔ جس کے بعد پھر آپ کو مخالفین سے دبنا ہی نہ پڑے گا۔ جیسا کہ پہلے بعض مصالح کی بنا پر کبھی دبنا بھی پڑتا تھا۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً۔ سورۂ نصر اور اس آیت کا مضمون یکساں ہے۔ تمام قبائل عرب، اہل مکہ کے انجام کے منتظر تھے۔ فتح مکہ ہوتے ہی چاروں طرف سے لوگ امنڈ پڑے اور بلاواسطہ اور بالواسطہ اسلام کی طرف دوڑ پڑے۔

اسی نصرتِ خاص کا اثر "نزول سکینہ" ہے کہ صحابہ کرامؓ خلافِ طبع باتیں پیش آنے کے باوجود اطاعتِ رسول میں نہایت ثابت قدم رہے اور ذرا نہیں ڈگمگائے۔ اس کی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا۔ مراتب عرفان و یقین میں اضافہ ہوا۔ جہاد کے لیے اس موقعہ پر بیعت کر کے تو یہ دکھلا دیا۔ کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔

اس کے بعد جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عام جذبات کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح منظور فرمالی۔ تو صحابہؓ نے پھر بھی گردنِ اطاعت خم کر دی۔ ایک وہ رنگ تھا اور ایک یہ رنگ ہوا۔ دونوں ایمان کے رنگوں میں صحابہؓ پورے اترے۔

چار وعدے

ان چاروں وعدوں میں پہلے دو وعدے مغفرت اور اتمام نعمت آخرت سے متعلق ہیں۔ اول دفع مضرت اور دوسرا جلب منفعت پر مشتمل ہے۔ اسی لیے اول کو مقدم کیا گیا۔ اور بعد کی دو نعمتیں ہدایت صراط مستقیم، اور نصرت عزیز دنیا سے متعلق ہیں۔ جہاں تک سیدھی راہ پر چلنے کا تعلق ہے اگرچہ پہلے ہی اس پر آپ یقینی طور سے گامزن تھے۔ مگر اول تو اس کے مراتب غیر محدود ہیں۔ ان میں آئندہ ترقی مقصود ہے۔ دوسرے یہ منشار بھی ہو سکتا ہے کہ اب تک مخالفین کی جانب سے اس میں مزاحمتیں ہوتی رہی ہیں لیکن اب اس ہدایتِ خاص کے نتیجہ میں آئندہ بے روک ٹوک آپ راہِ ہدایت پر چلتے رہیں گے۔

اسی طرح نصرتِ عزیز کے نتیجہ میں اب آپ کو دبنا نہیں پڑے گا اور مغلوبیت نہیں ہوگی۔ بلکہ غالب، مظفر و منصور رہیں گے۔ گویا یہاں بھی ہدایت میں دفع مضرت اور نصرت میں جلبِ منفعت پیشِ نظر ہے۔ اس طرح دونوں کا مفہوم الگ الگ ہو گیا۔ چنانچہ اس کے بعد ہوا یہی کہ آہستہ آہستہ تمام عرب علاقہ اسلام کی قلمرو میں شامل ہوتا چلا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

فتح مکہ سببِ مغفرت ہے

لیغفرلك اللہ میں لام کی سب سے آسان توجیہ یہ ہے کہ فتح سبب ہے مخلوق کے اسلام کا اور وہ سبب ہے کثرتِ ثواب اور قبولیتِ عند اللہ کا اور وہ سبب ہے غفران کا اور سبب السبب بھی سبب ہوا کرتا ہے۔ پس فتح مغفرت کا سبب ہو گیا۔ اور بقیہ تینوں نعمتوں میں سببیت بالکل ظاہر ہے۔ گناہوں کی مغفرت کے سلسلہ میں کچھ کلام سورۂ محمد کے اول رکوع کے آخر میں بھی گزر چکا ہے۔

یہاں "سکینۃ" سے مراد عام معنی ہیں جس کے دو اثر ہیں۔ ایک تو بیعت جہاد کے موقعہ پر جہاد کا عزم رکھنا جس کا ذکر آئندہ آیت فانزل السکینۃ میں آرہا ہے۔ اور دوسرا اثر کفار کی بے جا ضد کے باوجود آنحضرتؐ کے عہد نامہ کی وجہ سے صحابہؓ کے جوش کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ جس کا ذکر فانزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ میں آئندہ آرہا ہے۔ پس بعد کی ان آیات میں سکینہ سے مراد یہ خاص خاص اثر ہوں گے اور چونکہ جہاد کے لیے پہلے اُبھرنا، پھر رُک جانا دونوں باتیں آپ کی خوشنودی سے ہوئیں اس لیے اطاعت ہوئیں اور آپ کی ہر اطاعت سے نور ایمان بڑھتا ہے۔ پس اس سے صحابہؓ کو ترقی ایمانی نصیب ہوئی۔

آگے واللہ جنود الخ میں یہ تبلا دیا کہ نہ کفار کی کثرت پر نظر کر کے عزم جہاد میں پس وپیش کرنا اور نہ عہد نامہ پر یہ خیال کر کے افسوس کرنا کہ کفار کیوں بچ گئے اور انہیں سزا کیوں نہیں ہوئی۔ کیونکہ اللہ کے لشکر کے ہوتے ہوئے کفار کی کثرت سے ڈرنے کے کیا معنی؟ وہ تمہاری کمی کو اپنے لشکر سے پورا کر سکتا ہے۔

نیز کفار کو ہلاک کرنا کچھ تم پر موقوف نہیں۔ ہم چاہیں تو اپنے دوسرے لشکروں سے بھی ان کو تباہ کر سکتے ہیں۔ البتہ جہاد اور صلح دونوں کے احکام پر بنا مصالح دیئے جاتے ہیں اور اس کو وہی خوب جانتا ہے کہ کب جہاد کا حکم تمہارے لئے مصلحت ہے اور کب قتال سے باز رہنا مناسب ہے۔ بہر حال زمین و آسمان کے لشکروں کا مالک جہاد اور صلح کا جو حکم بھی دے گا ضرور اس میں بہتری اور حکمت ہوگی۔

حضورؐ نے جب صحابہؓ کو آیت انا فتحنا لك پڑھ کر سنائی تو صحابہؓ نے مبارکباد پیش کرتے ہوئے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ انعام تو آپ کے لیے ہوا ہمارے لیے کیا ہے؟ اس پر آیت لیدخل المومنین نازل ہوئی۔ یعنی زیادتی ایمان کے ثمرہ کو دوسرے عنوان سے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ اس طرح اعزاز و اکرام کے ساتھ مسلمانوں کو جنت میں داخل کرنا اور برائیوں اور کمزوریوں سے ان کو پاک صاف کرنا مقصود ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حدیبیہ میں بیعت جہاد کرنے والوں میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

فتح مکہ میں عورتیں

یہاں عورتوں کے ذکر پر شبہ نہ کیا جائے کہ وہ تو حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئیں کیونکہ اول تو مدار فضیلت، اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ خواہ خاص حدیبیہ کے معاملہ میں یا دوسرے امور میں جن میں مردوں کی طرح عورتیں بھی شریک رہتی ہیں۔ دوسرے اس تعمیم میں عورتوں کو بھی ایک گونہ تسلی رہے گی۔ کہ وہ اہل حدیبیہ کے فضائل سن کر شکستہ دل نہ ہوں کہ ہم اس شرف سے کیوں

Marfat.com

محروم رہیں۔ مگر جب مدار فضیلت اطاعت ہے تو عورتیں بھی اپنے متعلقہ احکام میں فرمانبرداری کریں گی تو مستحق بشارات ہوں گی۔ کیونکہ مرد ہو یا عورت کسی کی بھی محنت اور ایمانداری ضائع نہیں جاتی۔

نیز حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اس سفر میں آنحضرت کے ساتھ تھیں اور دل سے تو سب ہی مسلمان عورتیں ساتھ تھیں۔

جنت میں جانے کو "فوز عظیم" فرمانے سے ان نقال صوفیوں اور مغلوب الحال درویشوں کی خام خیالی معلوم ہوگئی جو جنت طلب کرنے کو ناقصوں کا کام سمجھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے لیئے سکینہ کا نزول چونکہ مقام مدح میں ہے جس سے اختصاص معلوم ہوا۔ یعنی کفار اس سے محروم رہیں گے۔ پس جہاں اس صلحنامہ سے اسلام کی جڑیں مضبوط ہوں گی اور اسلامی فتوحات کا دروازہ کھلے گا وہیں یہ سبب بنے گا۔ کفار اور منافقوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹنے کا اور ان کو پوری سزا ملنے کا۔

چنانچہ مدینہ سے چلتے وقت آنحضرتؐ کے ساتھ جد بن قیس کے علاوہ کوئی منافق نہیں ہوا اور بہانے کر کے بیٹھ رہے۔ کیونکہ انہیں پورا خطرہ تھا کہ مڈبھیڑ ضرور ہوگی اور مسلمان زندہ سلامت بچ کر واپس نہیں آئیں گے اور بظاہر اسباب بھی کچھ ایسے ہی تھے۔ مسلمانوں کا وطن سے دور ہونا، فوج اور سامانِ حرب کی کمی، اُدھر کفار کا اپنے وطن میں ہونا اور پھر سارے ہی مکہ کا مقابلہ، اس لیے منافقین نے طے کرلیا کہ کیوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں ——

اُدھر کفار نے یہ خیال پکا لیا کہ مسلمان بظاہر تو کے نام سے آرہے ہیں۔ لیکن فریب سے کہ ہم سے ہتھیانا چاہتے ہیں۔ یہ تھیں دونوں کی بدگمانیاں اور بُرے خیالات جن کو ظن السوء فرمایا گیا۔

گویا اس جملہ میں کفار اور منافقین دونوں پر تعریض ہے کہ ایک ضد باندھ کر ہٹ دھرمی کر رہا ہے اور دوسرا آرزوؤں کی اس بھول بھلیاں میں ہے کہ مسلمان ایک بھی بچ کر نہ آئے اور چونکہ مدار اس تذبذب کا کفر پر ہے۔ اس لیے عورتوں کو بھی شمار کیا گیا۔ دوسرے مسلمان عورتوں کی طرح دل سے کافر و منافق عورتیں بھی اس جذبہ میں شریک تھیں۔ اس لیے ان کو بھی مستحق وعید سمجھا گیا۔

لیکن یہ پیش بندیاں اور احتیاطیں تا کے، زمانہ کی گردش اور پاداش عمل سے کیسے بچ سکتے ہیں اور اللہ کسی کو سزا دینا چاہے تو کون ہے جو بچا سکتا ہے۔ اس کا لشکر ایک سیکنڈ میں پیس کر رکھ دے۔ البتہ اسی کے ساتھ وہ حکمت والا بھی ہے اور حکمت الٰہی کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ ہاتھوں ہاتھ ان کا صفایا کر دیا جائے۔ مگر کچھ دنوں بعد کفار تو مقتول و ماخوذ ہوئے اور منافقین ساری عمر یاس و حسرت کی تصویر بنے رہے۔ کہ اسلام اور مسلمان بڑھتے رہے، اور وہ گھٹتے رہے۔ یہ تو دنیا کی سزا ہوئی اور آخرت کا دردناک عذاب اس کا تو کیا ہی پوچھنا ——؟

آیت وللہ جنود السموات کو تکرار نہ سمجھا جائے۔ کیونکہ پہلی آیت کا منشاء مسلمانوں کے غلبہ کی بشارت تھی اور یہاں کفار کے مغلوب و مقہور ہونے کی دھمکی مقصود ہے۔ اس لیئے یہاں حکیماً کے ساتھ عزیزاً بھی

Marfat.com

فرمایا گیا۔ جس سے قہر کی طرف اشارہ ہے۔

ان انعاماتِ الٰہی میں چونکہ تمام تر واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لیے آیت انا ارسلناك میں اللہ و رسول کے حقوق اور ان کی بجاآوری کی فضیلت اور نہ بجالانے کی مذمت بتلائی جارہی ہے۔ چنانچہ آپ فرمانبرداروں کو خوشخبری اور نافرمانوں کو ڈر سناتے رہیں۔ اور اپنے احوال بھی بتلاتے رہیں۔ چنانچہ شروع سے یہاں تک یہی تینوں مضامین مذکور ہوئے۔ نیز آخرت میں بھی اپنی امت اور پچھلے انبیاءؑ کے حق میں گواہی دیں گے۔

تعزروہ وتوقروہ۔ اگر اللہ کی مدد مراد ہے تو اس کا مطلب دین اور پیغمبر کی مدد کرنا ہے اور اللہ کی تعظیم عقیدۃً بھی ضروری ہے کہ اس کو کمالات سے متصف اعتقاد کرے اور عملاً بھی کہ اس کی فرمانبرداری کرے اور ضمیریں اگر پیغمبر کی طرف راجع ہوں تو پھر مطلب واضح ہے۔

بسجوہ سے مراد صبح شام کی نمازیں ہیں۔ اور یا مطلق ذکر اگرچہ مستحب ہو۔ بہرحال اللہ کی پاکی نمازوں کے ضمن میں ہو یا نمازوں سے باہر۔

بیعتِ جہاد اور بیعتِ سلوک

آگے بعض معاملات کے متعلق ارشاد ہے کہ پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت کا مقصد چونکہ اللہ کے احکام بجالانا ہے۔ تو گویا وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔ کیونکہ پیغمبر فی الحقیقت اللہ کی طرف سے بیعت کرتا ہے اور اس ذریعہ سے اسی کے احکام کی تعمیل کراتا ہے۔ اس طرح بیعت کے وقت پیغمبر کے ہاتھ کو مجازاً بطور نیابت اللہ کا ہاتھ کہا جاسکتا ہے۔ جیسے کہ دوسری آیت وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی میں بھی یہی اسناد مراد ہے۔ چنانچہ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ اسی ارتباط و تعلق کا اظہار ہے۔ اس لیے حقیقی معنے لینا یا پیغمبر کو عین خدا کہنا اور سمجھنا سخت ترین گمراہی ہوگی۔ یہ لفظ متشابہات میں سے ہے۔ اس کی زیادہ تفتیش میں نہیں پڑنا چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے دونوں طرح کی بیعت لی ہے۔ بیعتِ جہاد اور دوسری کسی اچھے کام پر بیعت۔ صحیح مسلم کی روایت وعلی الخیر کا لفظ ہے۔ مشائخ طریقت کی بیعتِ احسان بھی اسی میں داخل ہے۔ سورۂ ممتحنہ کے دوسرے رکوع کی آیات سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔

حدیبیہ کی بیعتِ جہاد کا حاصل مضمون یہ تھا۔ کہ ہم مرتے دم تک میدانِ جہاد سے منہ نہ موڑیں گے۔ یداللہ فوق ایدیھم سے یہ نہ سمجھا جائے کہ بیعت کے وقت ہاتھ میں ہاتھ ڈالنا اور شیخ کے ہاتھ کا اوپر ہونا ہی ضروری ہے۔ بلکہ اطاعت کا عہد لینا مراد ہے۔ چنانچہ بالواسطہ اور مکاتبت و مراسلت کے ذریعہ بھی بیعت ہوسکتی ہے۔ بلکہ بیعت کی حقیقت تو شیخ کے تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔ خواہ صورۃً بیعت حاصل نہ ہو۔ اگرچہ صورۃً بیعت کا بھی ایک اثر ہوتا ہے اور وہ فائدہ سے خالی نہیں۔ البتہ یہ سمجھنا کہ جو کسی کا مرید نہیں وہ شیطان کا مرید ہوتا

Marfat.com

ہے۔ بے اصل ہے جس کو فطرتاً سلیم ہوتے ہیں انہیں چنداں حاجت نہیں ہے۔

اس عہد کی پابندی یا عہد شکنی کا وہی حکم ہوگا جو دوسرے واجب الایفاء عہدوں کا ہے۔ آیت میں مطلق عہد مراد ہے۔ وہ عہد خواہ صراحۃً ہوں یا التزاماً۔ مثلاً ایمان لانے سے اس کے تمام احکام کا التزام ہو جاتا ہے یا وہ عہد لزوماً ہو۔ جیسے عہد الست کے نتیجہ میں سب پر ایمان لانا لازم ہے۔

اس عہد کو متعارف بیعت کے ساتھ مخصوص سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ متعارف بیعت کے توڑنے کو یہ وعید شامل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ شرعی احکام کی پابندی کے ہوتے ہوئے اگر کسی شیخ سے تعلق ترک کردے تو ذرہ بھر گناہ نہیں۔ بلکہ غیر متبع شرع شیخ سے تعلق ترک کر دینا مناسب اور ضروری ہوگا۔ البتہ بلا شرعی ضرورت کے شیخ سے تعلق منقطع کر دینا بے برکتی کا باعث ہے۔ بلکہ ممکن ہے کسی برائی اور گناہ میں مبتلا ہونے کا باعث بن جائے۔ اس لیے اس سے بچنا چاہیئے۔

حاصل آیت یہ نکلا کہ بیعت کے وقت جو قول و قرار کیا ہے۔ جو اس کو توڑے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اسی کو عہد شکنی کی سزا ملے گی۔ اللہ و رسول کا نقصان ؟ اور جو اس عہد پر پورا اترے گا اسے بدلہ بھی بھرپور ملے گا۔

منافقین کے حیلے بہانے

یقول لك المخلفون۔ مدینہ طیبہ سے روانگی کے وقت آنحضرت نے اہتمام سے صحابہؓ کو ساتھ لیا۔ ممکن ہے لڑائی کا اجتماع بھی پیش نظر رہا ہو۔ اس پر کچھ سادہ لوح دیہاتی جن کے دلوں میں ابھی ایمان رچا نہیں تھا۔ آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو اب یہ جانے والے مسلمان زندہ بچ کر واپس آنے والے نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے نفاق کا پردہ چاک کرتے ہوئے سفر سے واپسی میں آنحضرتؐ کو حقیقت حال سے مطلع فرما دیا۔ اور فرمایا کہ ایسے لوگ اب آپ کے سامنے غیر حاضری کے جھوٹے حیلے بہانے آکر تراشیں گے اور کہیں گے کہ کیا بتلائیں ہمیں گھر بار کے دھندوں سے فرصت ہی نہ ملی۔ ہمارے یہاں کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں تھا۔ اس لیے حاضری نہ ہو سکی۔ بہرحال یہ کوتاہی ہوئی اس کی ہم معافی چاہتے ہیں۔

حالانکہ کہتے وقت وہ خود بھی سمجھتے تھے کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہ سراسر جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اور استغفار کی درخواست بھی محض دفع الوقتی کے لیے ہے سچے دل سے نہیں۔ کیونکہ وہ دل میں اس کو گناہ ہی نہیں سمجھ رہے ہیں کہ حقیقۃً پشیمان ہوں۔

سوال کے جواب میں آپ فرما دیجئے کہ سارا نفع نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے آگے کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ چنانچہ اس کو نہ تم جیسے نالائقوں کا جانا منظور تھا اور نہ اب منظور ہے کہ تمہارے لیے استغفار کروں۔ کیونکہ جھوٹ کا پول کھل چکا ہے۔ تم خود ہی حدیبیہ کے گرانگوں فوائد و برکات سے محروم رہے۔

رہا گھر بار کے نقصان کا بہانہ، سو سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ چاہے تو گھر میں رہ کر بھی نقصان نہ ہو

Marfat.com

سکتا ہے اور وہ چاہے تو گھر سے باہر جا کر بھی نقصان نہیں ہو سکتا۔ پھر اللہ و رسول کی خوشنودی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی پرواہ کرنا کب شیوۂ اہل ایمان ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ اللہ کو بھی اپنے جیسے بہانوں سے بہلا لوگے۔ گویا اس طرح دنیا بھی تم سے نہیں جلائے گی اور اللہ بھی راضی رہے گا۔ اللہ کو تو سب کچھ پتہ ہے۔ تمہاری یہ چکمہ بازی نہیں چلے گی۔ کہ نہ جانے کا سبب فی الواقع وہ تھا جو تم بیان کر رہے ہو۔ بلکہ تم سمجھ بیٹھے تھے۔ کہ پیغمبر اور مسلمان اب صحیح سلامت واپس نہیں آ سکیں گے اور یہی تمہاری دلی آرزو بھی تھی۔ اسی انکل پچو گمان میں تم نے اپنے لیے نہ جانے میں عافیت سمجھی۔ اور اسے سراسر نفع سمجھا۔ حالانکہ یہ سراسر نقصان و خسران تھا اور اللہ جانتا تھا کہ یہ اس طرح تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اللہ و رسول پر جو ایمان نہیں رکھتا اس کے لیے تو دہکتی آگ تیار ہے۔ زمین و آسمان کی ساری خدائی اسی کی ہے وہی چاہے جسے بخشے نہ بخشے۔ میں اس کے برخلاف کیا کر سکتا ہوں؟ ہاں اس کی مہربانی ہو جائے تو تمہاری بخشش اور معافی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کی رحمت بہرصورت غضب سے بڑھ کر ہے۔

منافقین کا پوسٹ مارٹم

ان منافقین کے اس عذر کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس میں کئی جزو نکلتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہمیں فرصت نہ تھی، دوسرے یہ کہ ہمارا ارادہ شریک سفر ہونے کا تھا۔ تیسرے یہ کہ ہم آپ کے استغفار کے مفید ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان کے دل میں یہ تینوں باتیں نہیں تھیں۔ پہلی دو باتیں تو واقعہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے اور تیسری بات بنوت پر اعتقاد نہ ہونے کی وجہ سے، اور عذر صحیح کے باوجود استغفار کی درخواست اگر غیر مخلص کی طرف سے ہوتی ہے تو اس کو ریاکاری پر محمول کیا جائے گا۔ اور مخلص کی طرف سے اگر ہو تو تب بھی عذر کا عذر ہونا چونکہ اکثر اجتہادی ہوتا ہے جس کا مدار تحری پر ہے اور اس میں بعض اوقات نفسانی شیطانی تسویل سے تامل کرنے میں یا تامل کے مطابق عمل کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے اس لیے استغفار کی ضرورت پڑتی ہے۔

بہرحال ان کے اعذار کو رد کر دیا گیا ہے۔ اول تو عذر اگر واقع کے مطابق بھی ہوتا تب بھی قطعی حکم کے ہوتے ہوئے قابل لغو تھا۔ کیونکہ وہ عذر فی الواقع قضاء و قدر سے تو بچا نہیں سکتا تھا۔ تاہم شریعت نے جہاں مصلحت سمجھا تسلی وغیرہ کی مصلحت سے واقعی عذر کو مدار رخصت قرار دے دیا۔ لیکن جہاں شریعت نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور قطعی حکم دے دیا۔ جیسا کہ یہاں۔ ایسے میں واقعی عذر بھی معتبر نہیں ہوگا۔ اور دوسرے یہ کہ ان کا یہ عذر واقعی بھی نہیں محض بہانہ ہے اور ایک قسم کی بہانہ بازی ہے پھر اس کی گستاخی کیسے ہو؟ بعض تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض تائب اور مخلص بھی ہو گئے تھے۔

فتح خیبر

سیقول لك المخلفون اذا انطلقتم۔ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر "خیبر" یہودیوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ جس میں وہ غدار یہودی رہتے تھے۔ جو بدعہدی کر کے جنگ احزاب میں کافروں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے۔ حدیبیہ سے فراغت کے بعد آنحضرتؐ نے ان یہودیوں کی سرکوبی کو ضروری سمجھتے ہوئے چڑھائی فرما دی اور وحی الٰہی کے مطابق اعلان کرایا کہ جو کام چور دیہاتی، حدیبیہ میں جان بچا گئے وہ اس

Marfat.com

معرکہ خیبر میں بھی نہ جا سکیں گے۔ اللہ نے ہمیں اس سے پہلے ہی آگاہ فرما دیا ہے۔ مشکل وقت میں جب یہ لوگ نہیں ہوئے تو آسان وقت میں کیوں ساتھ ہوں۔ ایسا ہوا تو یہ معنی ہوں گے کہ اللہ کا کہنا بدل دیا گیا۔ جو ظاہر کہ نہیں ہو سکتا۔

لن تتبعونا۔ کا مقصد ہمیشہ کے لیے ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ یہ لن تابید وقتی کے لیے ہے۔ یعنی صرف خیبر کے اعتبار سے، چنانچہ علامہ آلوسیؒ نے جو بحر سے نقل کیا ہے۔ کہ ان غیر حاضرین میں قبیلہ مزینہ اور جہ کے لوگ بھی تھے۔ جو خیبر کے بعد بعض غزوات میں آنحضرتؐ کے ساتھ شریک جہاد رہے۔ اگلی آیت سے اس کی تائید ہو رہی ہے۔

اسی طرح فارس وغیرہ کے غزوات میں بھی بعض انہی دیہاتیوں کو حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دور میں شامل کیا۔ جس سے یہی ثابت ہوا کہ مطلق تابید مراد نہیں ہے۔

اسی طرح خیبر کے مال غنیمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل حدیبیہ کے ساتھ مخصوص کرنے پر یہ نہ کیا جائے کہ حضورؐ نے بعض مہاجرین حبشہ کو جو "اصحاب سفینہ" کہلاتے تھے۔ کچھ حصہ کیوں عنایت فرما جواب یہ ہے کہ یہ عطیہ خیبر کی فوج کی رضامندی سے ہوا ہو گا۔ یا مال خمس میں سے مرحمت فرمایا ہو گا۔ جو خاص غانمین کا حق نہیں ہے۔ علیٰ اختلاف القولین۔

ناپاک ذہن میں خیالات بھی ناپاک آتے ہیں۔

فسیقولون الخ یعنی پیغمبرؐ کا یہ جواب سن کر یہ گنوار بولیں گے کہ اللہ نے تو منع نہیں فرمایا۔ بلکہ تم چاہتے ہو کہ بلا شرکت غیرے سارا مال تمہارے ہاتھ آجائے۔ ہمیں کچھ نہ مل سکے فی الحقیقت ایسا کہنے والے نرے ناسمجھ ہیں۔ کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں زہد و قناعت کے مجسمے ہیں۔ ان میں حرص و حسد کیوں ہونے لگا۔ اور کیا پیغمبر ہیں۔ العیاذ باللہ۔ خدا پر از راہ جہ جھوٹ بول دیں گے۔

غرض کہ اس لڑائی میں تو نہیں جا سکتے۔ مگر ذرا صبر کرو۔ آئندہ بہت سے معرکے آرہے ہیں۔ سخت جنگ قوموں سے واسطہ پڑنے والا ہے اور یہ سلسلہ ان قوموں کے مسلمان ہونے یا باجگذار ہونے تک جاری رہے گا۔ اگر واقعی تمہیں شوق جہاد ہے تو اس وقت تمہارے حوصلے اور ولولے دیکھ لیں گے۔ اس وقت اللہ کا حکم مانتے پر اللہ بہترین بدلہ دے گا۔ اور حدیبیہ کی طرح اگر اس وقت بھی تم نے معرکوں سے منہ موڑ لیا تو اللہ سخت سزا بھی دے گا۔ شاید آخرت سے پہلے ہی مل جائے۔

ان جنگ جو قوموں سے مراد مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ ہو گی۔ یا ہوازن و ثقیف وغیرہ قومیں ہیں جن سے حنین میں مقابلہ ہوا۔ یا وہ مرتد لوگ جن پر صدیق اکبرؓ نے فوج کشی کی۔ یا فارس و روم و کرد وغیرہ قومیں جن سے خلفائے راشدین کے زمانہ میں لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں سے بہت سے بے لڑے بھڑے مسلمان بھی ہوئے اور مال

marfat.com
Marfat.com

ست بھی بہت کچھ ہاتھ آیا۔

لیس علی الاعمیٰ۔ یعنی جہاد اور دوسرے امور و معاملات میں عام ضابطہ یہی ہے۔ کہ معذوروں پر یہ
ام لاگو نہیں ہوتے۔

لطائف سلوک

هوالذی انزل السکینة۔ سکینہ ایسی چیز ہوتی ہے جس میں نور اور قوت و روح ہوتی ہے۔ جس سے سکون میسر آجاتا ہے اور سہولت اعمال
ضبط احوال کی توفیق مل جاتی ہے۔

لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم۔ یعنی ایمان استدلالی کے ساتھ ایمان عیانی بھی نصیب ہو جاتا
۔

ان الذین یبایعونك۔ روح المعانی میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے آنحضرتؐ کے کمال فنا و بقا
عرف۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ بِالْحُدَيْبِيَةِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ هِيَ سَمُرَةٌ وَهُمْ
وَثَلٰثُ مِائَةٍ اَوْ اَكْثَرُ ثُمَّ بَايَعَهُمْ عَلٰى اَنْ يُنَاجِزُوْا قُرَيْشًا وَاَنْ لَا يَفِرُّوْا عَلَى الْمَوْتِ فَعَلِمَ اللّٰهُ
قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْوَفَاءِ وَالصِّدْقِ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ فَتْحُ خَيْبَرَ
اِنْصِرَافِهٖ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا مِنْ خَيْبَرَ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝
اَلَمْ يَزُلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا مِنَ الْفُتُوْحَاتِ فَعَجَّلَ لَكُمْ
هٖ غَنِيْمَةَ خَيْبَرَ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ فِيْ عِيَالِكُمْ لَمَّا خَرَجْتُمْ وَهَمَّتْ بِهِمُ الْيَهُوْدُ فَقَذَفَ
هٖ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلِتَكُوْنَ اَيِ الْمُعَجَّلَةُ عَطْفٌ عَلٰى مُقَدَّرٍ اَيْ لِتَشْكُرُوْهُ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
صِرَهُمْ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ اَيْ طَرِيْقَ التَّوَكُّلِ عَلَيْهِ وَتَفْوِيْضِ الْاَمْرِ اِلَيْهِ تَعَالٰى وَ
ٰى صِفَةُ مَغَانِمَ مُقَدَّرٍ مُبْتَدَاٌ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا هِيَ مِنْ فَارِسَ وَالرُّوْمِ قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا
اَنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ اَيْ لَمْ يَزُلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ
ذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْحُدَيْبِيَةِ لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا يَحْرُسُهُمْ وَّلَا نَصِيْرًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ

Marfat.com

مَصْدَرٌ مُؤَكِّدٌ لِمَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ قَبْلَهٗ مِنْ هَزِيْمَةِ الْكَافِرِيْنَ وَنَصْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيْ سَنَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ
سُنَّةَ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ مِنْهُ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ
عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ بِالْحُدَيْبِيَةِ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ فَاِنَّ ثَمَانِيْنَ مِنْهُمْ
طَافُوْا بِعَسْكَرِكُمْ لِيُصِيْبُوْا مِنْكُمْ فَاَخَذْتُمُوْهُمْ وَاَتَيْتُمْ بِهِمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَفَا عَنْهُمْ
وَخَلّٰى سَبِيْلَهُمْ فَكَانَ ذٰلِكَ سَبَبَ الصُّلْحِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ اَيْ فِيْ
لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَيْ عَنِ الْوُصُوْلِ اِلَيْهِ
وَالْهَدْيَ مَعْطُوْفٌ عَلَى كُمْ مَعْكُوْفًا مَحْبُوْسًا حَالٌ اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ اَيْ مَكَانَهُ الَّذِيْ يُنْحَرُ فِيْهِ
عَادَةً وَهُوَ الْحَرَمُ بَدَلُ اشْتِمَالٍ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ مَّوْجُوْدُوْنَ بِمَكَّةَ
مَعَ الْكُفَّارِ لَمْ تَعْلَمُوْهُمْ بِصِفَةِ الْاِيْمَانِ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ اَيْ تَقْتُلُوْهُمْ مَعَ الْكُفَّارِ لَوْ اَذِنَّا لَكُمْ
فِي الْفَتْحِ بَدَلُ اشْتِمَالٍ مِنْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ اَيْ اِثْمٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ مِّنْكُمْ بِهٖ وَضَمَائِرُ
الْغَيْبَةِ لِلصِّنْفَيْنِ بِتَغْلِيْبِ الذُّكُوْرِ وَجَوَابُ لَوْلَا مَحْذُوْفٌ اَيْ لَاَذِنَّا لَكُمْ فِي الْفَتْحِ لٰكِنْ
لَمْ يُؤْذَنْ فِيْهِ حِيْنَئِذٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ كَالْمُؤْمِنِيْنَ الْمَذْكُوْرِيْنَ لَوْ تَزَيَّلُوْا
تَمَيَّزُوْا عَنِ الْكُفَّارِ لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ حِيْنَئِذٍ بِاَنْ نَاْذَنَ لَكُمْ
فِيْ فَتْحِهَا عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ مُؤْلِمًا اِذْ جَعَلَ مُتَعَلِّقُ بِعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاعِلُ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ بَدَلُ
الْاَنَفَةَ مِنَ الشَّيْءِ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ بَدَلٌ مِنَ الْحَمِيَّةِ وَهِيَ صَدُّهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَاَصْحَابَهٗ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰى
اَنْ يَّعُوْدُوْا مِنْ قَابِلٍ وَلَمْ يَلْحَقْهُمْ مِنَ الْحَمِيَّةِ مَا لَحِقَ الْكُفَّارَ حَتّٰى يُقَاتِلُوْهُمْ وَاَلْزَمَهُمْ اَيِ الْ
الْمُؤْمِنِيْنَ كَلِمَةَ التَّقْوٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاُضِيْفَ اِلَى التَّقْوٰى لِاَنَّهَا سَبَبُهَا هُوَ

marfat.com
Marfat.com

لہ کانوا احق بھا بالکلمۃ من الکفار واھلھا عطف تفسیری وکان اللہ بکل شیء علیما ۝ ع ۱۱
ن ذی لم یزل متصفا بذلک ومن معلوماتہ تعالی انھم اھلھا لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا
ا الحق ہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم عام الحدیبیۃ قبل خروجہ انہ یدخل
لکۃ ھو واصحابہ امنین ویحلقون ویقصرون فاخبر بذلک اصحابہ ففرحوا فلما خرجوا
عہ وصدھم الکفار بالحدیبیۃ ورجعوا وشق علیھم ذلک وراب بعض المنافقین نزلت
ۃ قولہ بالحق متعلق بصدق او حال من الرؤیا وما بعدھا تفسیر لھا لتدخلن المسجد
حرام ان شاء اللہ للتبرک امنین محلقین رؤسکم ای جمیع شعورھا ومقصرین ای
ض شعورھا وھما حالان مقدرتان لا تخافون ابدا فعلم فی الصلح ما لم تعلموا
ن الصلاح فجعل من دون ذلک ای الدخول فتحا قریبا ۝ ھو فتح خیبر وتحققت
ہ رؤیا فی العام القابل ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ ای دین الحق
ی الدین کلہ علی جمیع باقی الادیان وکفی باللہ شھیدا ۝ انک مرسل بما ذکر کما قال
تدا محمد مبتدا رسول اللہ خبرہ والذین معہ ای اصحابہ من المؤمنین مبتدا اخبرہ
شداء علی الکفار اعلاظ لا یرحمونھم رحماء بینھم خبران ای متعاطفون متوادون
الوالد مع الولد ترھم تبصرھم رکعا سجدا حالان یبتغون مستانف یطلبون فضلا
ن اللہ ورضوانا نعت سیماھم علامتھم مبتدا فی وجوھھم خبرہ وھی نور وبیاض یعرفون
ہ فی الاخرۃ انھم سجدوا فی الدنیا من اثر السجود متعلق بما تعلق بہ الخبر ای کائنۃ
اعرب حالا من ضمیرہ المنتقل الی الخبر ذلک ای الوصف المذکور مثلھم صفتھم فی
توراۃ مبتدا وخبرہ ومثلھم فی الانجیل ثم مبتدا اخبرہ کزرع اخرج شطأہ بسکون الطاء ع ۱۲

Marfat.com

وَفَتْحَهَا فَرَاخَهٗ فَاٰزَرَهٗ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ قَوَّاهُ وَاَعَانَهٗ فَاسْتَغْلَظَ غَلُظَ فَاسْتَوٰى قَوِیَ وَاسْتَقَامَ
عَلٰى سُوْقِهٖ اُصُوْلِهٖ جَمْعُ سَاقٍ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ اَیْ زِرَاعَهٗ لِحُسْنِهٖ مَثَلُ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ
بِذٰلِكَ لِاَنَّهُمْ بَدْءٌ وَاِفِیْ قِلَّةٍ وَضُعْفٍ فَكَثُرُوْا وَقَوُوْا عَلٰى اَحْسَنِ الْوُجُوْهِ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۘ
مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ دَلَّ عَلَیْهِ مَا قَبْلَهٗ اَیْ شَبَّهُوْا بِذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ اَیِ الصَّحَابَةِ لِبَیَانِ الْجِنْسِ لَا لِلتَّبْعِیْضِ لِاَنَّ كُلَّهُمْ بِالصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ مَغْفِرَةً
وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ اَلْجَنَّةَ وَهُمَا لِمَنْ بَعْدَهُمْ اَیْضًا فِیْ اٰیَاتٍ ع ۲

ترجمہ یقیناً اللہ ان مسلمانوں سے خوش ہو گیا جو آپ سے (حدیبیہ میں) بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے (جو کیکر کا تھا۔ اور یہ مسلمان تیرہ سو یا زیادہ تھے۔ جنہوں نے پھر آنحضرتؐ سے اس پر بیعت کر لی کہ ہم قریش سے مقابلہ کریں گے اور مرنے سے جی نہیں چرائیں گے) اور (اللہ کو) معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ (وفاداری اور سچائی) اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اطمینان پیدا فرما دیا اور ان کو لگے ہاتھوں فتح دے دی (حدیبیہ سے واپسی پر خیبر فتح کرا دیا) اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ حاصل کر رہے ہیں (یعنی فتوحاتِ خیبر) اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے (ہمیشہ ان خوبیوں کا مالک رہا ہے) اور بہت سی غنیمتوں کا وعدہ بھی اللہ تعالیٰ نے تم سے کر رکھا ہے۔ جن (فتوحات) کو تم حاصل کرو گے، سو سر دست تو تمہیں یہ (خیبر کی غنیمت) دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے (تمہارے اہل و عیال سے جب تم خیبر میں چلے گئے اور یہود نے ان اہل و عیال پر حملہ آور ہونا چاہا تو اللہ نے یہودیوں کے دلوں پر ہیبت طاری کر دی) اور تاکہ ہو جائے (یہ فوری غنیمت) اس کا عطف مقدر پر ہو رہا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فتکرونہ ولتکون) اہل ایمان کے لیے نمونہ (ان کی امداد کے سلسلہ میں) اور تاکہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے (یعنی توکل اور اللہ پر بھروسہ کرنے کے طریقہ پر) اور ایک فتح اور بھی ہے (صفت مقام مقدر کی یہ مبتدا ہے) جو تمہارے قبضہ میں نہیں آئی (فتح فارس و روم مراد ہے) اللہ تعالیٰ نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے (اسے خبر ہے کہ وہ فتح عنقریب تمہیں حاصل ہو کر رہے گی) اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے (ہمیشہ اس کی یہ صفت رہتی ہے) اور یہ کافر (حدیبیہ میں) اگر تم سے لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ پھر ان کو نہ کوئی یار ملتا (جو ان کی حفاظت کرتا) اور نہ مددگار، اللہ تعالیٰ نے یہی دستور کر رکھا ہے (یہ مصدر ہے پہلے مضمون جملہ کی تاکید کے لیے جو کفار کی شکست اور مسلمانوں کی مدد سے متعلق تھا یعنی اللہ نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا ہے) جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ اللہ کے دستور میں ردوبدل نہیں پائیں گے۔ اور اللہ ہی نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے باز رکھے۔ وادی مکہ (حدیبیہ) میں اس کے بعد کہ

Marfat.com

تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا (کیونکہ اسّی کفار مکہ تمہاری گھات میں لگ گئے تھے تمہاری نقصان رسانی کے درپے ہو کر مگر پکڑ لیئے گئے اور حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپؐ نے درگزر فرما کر ان کو رہا فرما دیا۔ انجام کار یہی واقعہ سبب صلح بن گیا) اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا (یعملون یا اور تا کے ساتھ ہے۔ یعنی اللہ ہمیشہ اس خوبی کا مالک رہتا ہے) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام (تک پہنچنے) سے روکا اور قربانی کے جانور کو (اس کا عطف ضمیر کم پر ہو رہا ہے) جو رُکا ہوا (بمعنی ممنوع یہ حال ہے) رہ گیا اپنی جگہ پر پہنچنے سے (جہاں اس کی عادۃً قربانی کی جاتی ہے یعنی حرم۔ یہ بدل اشتمال سے) اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں (کفار کے ساتھ مکہ میں) جن کی تمہیں خبر بھی نہ تھی (ان کے ایمان کی) ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا (یعنی یہ کہ کفار کے ساتھ وہ بھی مارے جاتے۔ اگر تمہیں مہم سر کرنے کی اجازت دے دی جاتی۔ یہ ضمیر ھم سے بدل اشتمال ہے) جس پر ان کی وجہ سے تمہیں بھی مصیبت پہنچتی (یعنی گناہ ہوتا) بے خبری میں (تمہاری طرف سے۔ غائب کی ضمیریں مرد و عورت دونوں کی طرف راجع ہیں۔ لولا کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ لاذن لکم فی الفتح لکن لم یوذن فیہ حینئذ) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے (جیسے مذکورہ مومنین کو داخل کیا ہے) اگر یہ علیحدہ ہو گئے ہوتے (کافروں سے الگ ہو جاتے) تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو سزا دیتے (یعنی کفار مکہ کو اس صورت میں، تمہیں فتح مکہ کی اجازت دے کر) دردناک (تکلیف دہ) جب کہ جگہ دی (اس کا تعلق عذّبنا کے ساتھ ہے) ان کافروں نے (یہ فاعل ہے) اپنے دلوں میں عار (تکبّر) کو، اور عار بھی جاہلیت کی (یہ حمیت سے بدل ہے اور وہ جاہلانہ عار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو مسجد حرام میں داخلہ سے روکنا ہے) سو اللہ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو اپنی طرف سے قوت برداشت عطا فرمائی (چنانچہ انہوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ سال آئندہ آئیں گے اور انہیں کافروں جیسی عار نہیں لگی کہ لڑائی مول لے لیتے) اور اللہ نے مسلمانوں کو تقوے کی بات پر جمائے رکھا (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کلمہ کی اضافت تقوے کی طرف اس لیئے کی گئی کہ کلمہ سبب تقوے ہے) اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں (کلمہ کے بنسبت کفار کے) اور اس کے اہل ہیں (عطف تفسیری ہے) اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے (ہمیشہ اس کی یہی شان ہے اور اللہ کے علم میں پہلے سے یہ ہے کہ یہ اس کے اہل ہیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا ہے جو واقعہ کے مطابق ہے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال حدیبیہ جانے سے پہلے یہ خواب دیکھا تھا کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ باطمینان مکہ میں داخل ہو رہے ہیں اور کچھ لوگ سر منڈوا رہے ہیں اور کچھ بال کتروا رہے ہیں۔ آپ نے اس خواب کا ذکر صحابہؓ سے کیا۔ تو سن کر صحابہؓ خوش ہوئے۔ لیکن جب آپ صحابہؓ کی بیعت میں عازم ہوئے اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روک دیا۔ اور سب کو واپس ہونا پڑا۔ تو صحابہؓ اس سے ملول ہوئے اور بعض منافقین تردد کا شکار بھی ہو گئے۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بالحق کا تعلق صدق سے ہے یا دیا سے حال ہے اور بعد کا جملہ اس کی تفسیر ہے) تم لوگ ضرور مسجد حرام

Marfat.com

میں جاؤ گے انشاء اللہ (تبرکاً فرمایا ہے) امن و امان کے ساتھ کوئی (سارے) سر کو منڈاتا ہوگا اور کوئی بال کٹاتا ہوگا (یعنی بالوں کا کچھ حصہ۔ یہ دونوں لفظ حال مقدر ہیں) کسی طرح کا (کبھی) اندیشہ نہ ہوگا۔ سو اللہ کو (صلح کی نسبت) وہ باتیں معلوم ہیں (جن مصالح کو) تم نہیں جانتے۔ پھر اس (مکہ میں حاضری) سے پہلے لگے ہاتھوں ایک اور فتح دے دی (فتح خیبر مراد ہے اور اور اگلے سال خواب بھی پورا ہو گیا) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ (دین حق کو) غالب کر دے (باقی) تمام دینوں پر، اور اللہ کافی گواہ ہے (اس پر کہ آپ مذکورہ پیغامات دے کر بھیجے گئے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے) محمدؐ (مبتدا ہے) اللہ کے رسول ہیں (یہ خبر ہے) اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں (مومن صحابہؓ، یہ مبتدا ہے۔ اس کی خبر آگے ہے) وہ تیز (سخت) ہیں کافروں کے مقابلہ میں (ان پر رحم نہیں کھاتے) آپس میں مہربان ہیں (یہ دوسری خبر ہے یعنی ایک دوسرے سے تعلق خاطر اور محبت رکھتے ہیں جیسا کہ باپ بیٹے پر مہربان ہوتا ہے) اے مخاطب تو دیکھے گا (تجھے نظر آئے گا) کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں، کبھی سجدہ کر رہے ہیں (یہ دونوں حال ہیں) جستجو میں لگے ہیں جملہ مستانفہ ہے یعنی تلاش میں رہتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے فضل اور خوشنودی کی۔ ان کے آثار (نشانات، یہ مبتدا ہے) ان کے چہروں پر نمایاں ہیں (یہ خبر ہے۔ آثار سے مراد نور اور چمک ہے۔ جس سے معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے دنیا میں سجدے کیے تھے) بوجہ تاثیر سجدہ کے (اس کا تعلق بھی خبر کے متعلق ہی سے ہے یعنی کائنہ سے۔ اور اس پر حال کا اعراب ہے اس ضمیر کی وجہ سے جو خبر کی طرف راجع ہے) یہ (مذکورہ تعریف) ان کے اوصاف (صفات) ہیں تورات میں (یہ مبتدا اور خبر ہے) اور انجیل میں (مبتدا ہے جس کی خبر آگے ہے) ان کی یہ شان ہے کہ کھیتی کی طرح ہیں جس نے اپنی سوئی نکالی (لفظ شطأہ سکون طا اور فتحہ طا کے ساتھ یہ دونوں طرح ہے۔ کونپل مراد ہے) پھر اس نے اس کو قوی کر دیا (لفظ ازرہ مد کے ساتھ اور بغیر مد دونوں طرح ہے یعنی اس کو مضبوط کر دیا اور اس میں اور بڑھوتری کر دی) پھر وہ کھیتی اور موٹی ہو گئی (طاقت در سیدھی کھڑی ہو گئی) پھر اپنے تنے پر وہ سیدھی کھڑی ہو گئی (سوق، ساق کی جمع ہے) کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (یعنی کھیتی عمدہ ہونے کی وجہ سے بھلی معلوم ہونے لگی۔ صحابہؓ کی یہ مثال اس لیے دی گئی کہ وہ شروع میں کم اور کمزور تھے۔ پھر خوب بڑھے اور مضبوط تر ہو گئے) تاکہ ان کے ذریعہ سے کافروں کو جلائے (اس کا تعلق محذوف کے ساتھ ہے جس پر پچھلا مضمون دلالت کر رہا ہے تقدیر عبارت اس طرح ہو گی شبههم بذلك) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کر رہے ہیں وعدہ کر رکھا ہے (یعنی صحابہؓ سے منہم بیان جنس کے لیے ہے من تبعیضیہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ تمام صحابہ کی یہی شان تھی) بخشش اور بڑے ثواب کا (جنت کا۔ اور یہ دونوں وعدے دوسری آیات کی وجہ سے بعد کے لوگوں کے لیے بھی ہیں)۔

تحقیق و ترکیب

الشجرۃ۔ کیکر کا درخت جو ریگستانی علاقوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ جس کو طلح بھی کہتے ہیں۔ لیکن جمہور مفسرینؒ کی رائے ہے کہ طلح کیلے کو کہتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

ابن عمرؓ سے شرح مواہب میں ہے کہ شجرہ کا مصداق مخفی ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر متعین کر دیا جاتا تو عوام تعظیم میں غلو کرنے لگتے۔

بینا جزو ا۔ یعنی مقاتلہ۔ تفسیری عبارت کے دونوں جملوں میں منافات نہیں ہے۔ بلکہ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔

وعدکم۔ اس میں خطاب کی طرف التفات ہے اہل حدیبیہ کی تکریم کے لیے۔

فعجل لکم۔ مستقبل کو ماضی کے ساتھ لانے میں اس کے یقینی ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ جو امر مقدر ہو چکا ہے اس کی یہ خبر از قبیل اخبار غیب ہے۔ ابن جبیرؓ، مجاہدؒ اور قتادہؒ سے نقل کرتے ہیں اور عام مفسرین کی رائے غنیمت خیبر کی ہے لیکن بعض کے نزدیک صلح حدیبیہ مراد ہے۔

فی عیالکم ای عن عیالکم۔ سفر حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے اور الناس سے اہل خیبر اور ان کے حلیف بنو اسد و غطفان مراد ہیں۔ جیسا کہ تفسیری عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر صرف بنو اسد و غطفان مراد لیے جائیں تو پھر خیبر کی طرف خروج ہوگا۔

ولتکون ای لتشکروا ولتکون ایۃ۔

للمؤمنین۔ آنحضرتؐ کی صداقت کے نشانات، فتوحات مراد ہیں۔

واخری۔ اس کی کئی ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ مبتدا کی وجہ سے مرفوع ہو اور لم تقدروا علیہا اس کی صفت ہے اور قد احاط اللہ بہا خبر ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی خبر محذوف و مقدر ہو۔ ای وثم اخری لم تقدروا علیہا۔ تیسرے یہ کہ فعل مضمر علی شرط التفسیر کی وجہ سے منصوب ہو۔ وقضی اللہ اخری۔ چوتھے یہ کہ فعل منصوب فعل مضمر علی غیر شرط التفسیر ہو۔ ای وعدکم اخری یا داناکم اخری۔ پانچویں یہ کہ رب مقدر کی وجہ سے مجرور ہو۔ بقول زمخشری یہ واو رُبَّ ہے۔ چنانچہ اس میں اختلاف مشہور ہے کہ رب مقدر کی وجہ سے مجرور ہے۔ یا واو بمعنی رب کی وجہ سے۔ مفسرؒ نے اخری کا مبتدا ہونا تو ذکر کر دیا لیکن خبر نہیں بیان کی یعنی قد احاط اللہ بہا اور لم تقدروا علیہا مبتدا کی صفت ہے۔

الذین کفروا۔ مراد اہل مکہ ہیں جن میں خالد بن ولیدؓ بھی تھے جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے یہ لوگ کراع غمیم تک آ پہنچے تھے مگر حملہ آور نہیں ہو سکے۔

سنۃ اللہ۔ یعنی غلبۂ انبیاء جیسے لاغلبن انا ورسلی فرمایا گیا ہے۔

بطن مکۃ۔ بطن سے مراد مقام حدیبیہ اور مکہ سے مراد حرم ہے جس میں حدیبیہ بھی داخل ہے۔ یا حدیبیہ چونکہ اس سے متصل ہے اس لیے دونوں اعتبار سے حدیبیہ کو بطن مکہ کہنا صحیح ہے۔

والہدی۔ عام قراء اس کو ضمیر منصوب کم پر عطف کرتے ہوئے یا مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب مانتے ہیں۔ لیکن ابو عمرؒ ایک روایت میں مسجد حرام پر عطف کرتے ہوئے مجرور پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں مضاف

Marfat.com

محذوف ہو گا۔ ای وعن نحر الھدیٰ اور ایک قراءت رفع کی بھی ہے فعل مقدر مجہول کی وجہ سے ای وصد الھدیٰ اس کی عام قراءت فتحہ ھا اور سکون دال کے ساتھ ہے۔ لیکن عمرؓ اور ابو عاصمؒ وغیرہ کسرھا اور تشدید یٰ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ابن خالویہؒ نے اس میں فن لغت نقل کیے ہیں۔ الھدیٰ، الھدِیّ، الھُدیٰ۔

معکوفاً۔ عکف بمعنی حبس لازم ہے اور الھدیٰ سے حال ہے۔

محلہ۔ یہ دلیل ہے اس کی کہ محصر کے لیے ہدیٰ کا محل حرم ہے اور محل سے مراد مخصوص جگہ یعنی منیٰ ہے۔ بہر حال محل سے مراد خاص وہ مکان نہیں کہ اس کے علاوہ دوسری جگہ قربانی جائز نہ ہو۔ تاکہ اس کو اس کی دلیل بنایا جائے کہ محصر کے لیے محل ہدی صرف حرم ہے جیسا کہ امام اعظمؒ کی رائے ہے۔ یہ ہدی سے بدل اشتمال ہے اور حذف جار بھی مانا جا سکتا ہے۔ ای عن ان یبلغ الھدی محلہ اور جار مجرور یا صدوکم سے متعلق ہو جائے گا یا معکوفاً سے۔

ان تطؤھم۔ وطی کے اصل معنی روندنے کے ہیں یہاں مراد قتل ہے۔ یہ لفظ ہم سے بدل اشتمال ہے یا رجال و نساء سے بدل ہے مذکر کی تغلیب کرتے ہوئے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ لولا وطی رجال ونساء موجودون۔

معرۃ۔ بروزن مفعلۃ۔ عرہ بمعنی عراہ سے ناگوار چیز کو کہتے ہیں۔ ابن جریرؒ، ابن عباسؓ سے یہی معنی نقل کر رہے ہیں۔ اور معترؒ کے اسم کے ساتھ تفسیر کرنے سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کہ قتل و قتال سے صرف گناہ ہوتا ہے۔ کچھ اور چیز اس پر لازم نہیں ہوتی۔ لیکن ابو اسحٰقؒ دیت کے معنی لیتے ہیں اور بعض کفارہ کے معنی کہتے ہیں۔ امام شافعیؒ کی رائے بھی یہی ہے۔

بغیر علم۔ یعنی تمہیں گناہ کی خبر نہیں ہے۔ اس طرح اب تکرار کا شبہ بھی نہیں رہتا۔ کیونکہ لم تعلموھم کا تعلق ان کی ذوات سے ہے بلحاظ ایمان اور بغیر علم کا تعلق گناہ سے ہے۔

وجواب لولا۔ ای لولا کراھۃ ان تھلکوا اناساً مومنین بین اظھر الکفار حال کونکم جاھلین بھم فیصیبکم بأ ھلاکھم مکروہ لما کف ایدیکم عنھم۔

اذ جعل۔ یہ عذ بنا کا ظرف ہے اور صدوکم سے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔

الحمیۃ۔ بخاری شریف میں ان کی حمیت جاہلیت کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ حضورؐ کو نبی نہ مانتا، بسم اللہ کی بجائے باسمک اللھم لکھنے پر اصرار کرنا اور حضورؐ کو فی الوقت عمرہ سے روک دینا حمیت جاہلیت ہے۔

فانزل اللہ۔ اس کا عطف مقدر پر ہے۔ ای فضاقت صدور المسلمین واشتد الکرب علیھم فانزل السکینۃ۔

والزمھم۔ یہ الزام بطور تکریم ہے اور کلمہ تقویٰ سے مراد شرک سے بچنا ہے۔ ابن جریرؒ، عطاءؒ خراسانی اور ترمذیؒ، ابی بن کعبؓ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ مراد ہے۔ اور ابن جریرؒ، زہریؒ سے نقل

marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں کہ بسم اللہ مراد ہے۔ کلمۃ التقویٰ میں اضافت ادنیٰ تلبس کی وجہ سے ہے۔ لیکن اگر تقوے سے مراد اہل تقوے ہوں تو پھر اضافتِ حقیقیہ ہوگی۔

احق بہا۔ علم الٰہی میں چونکہ صحابہؓ کو اسلام سے منتخب کر لیا گیا ہے اس لیے وہی احق با لتقوے ہیں۔

لقد صدق۔ یعنی اس خواب کی تعبیر اگرچہ ایک سال بعد ظاہر ہوئی اور علم الٰہی میں محقق تھی۔ تاہم یہ خواب اضغاث احلام میں سے نہیں ہے۔ اور تفسیر خازن میں صدق اللہ کے یہ معنی لکھے ہیں کہ اللہ نے آپ کو حدیبیہ میں خبر دی کہ آپ کا داخلہ برحق اور سچ ہے۔ لیکن ایک سال پہلے دیکھنے کا قول اصح ہے۔ چنانچہ عبد اللہ ابن ابی اور عبد اللہ ابن نفیل اور رفاعہ بن حارث نے اعتراضاً کہا بھی کہ واللہ ما حلقنا ولا قصرنا ولا رأینا المسجد الحرام اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

بالحق۔ میں کئی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ صدق سے متعلق ہو۔ دوسرے یہ کہ مصدر محذوف کی صفت ہو۔ ای صدقا متلبسا بالحق۔ تیسرے یہ کہ محذوف کا حال ہو ای متلبسۃ بالحق۔ چوتھے یہ قسم ہو اور اس کا جواب لتدخلن ہو۔ اس صورت میں رؤیا پر وقف کرنا پڑے گا۔

انشاء اللہ۔ بندوں کو ادب کی تعلیم اور تعلیق کی تعلیم بھی ہے تعلیق کے لیے نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں تعلیق بے معنی ہوگی۔ بلکہ تبرک کے لیے ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ مشیتِ الٰہی پورے لشکر کے اعتبار سے ہے۔ اور وہ قضاء مبرم ہے۔ اگرچہ حاضری نصف یعنی سات سو کی ہوئی ہے اور بعض نے اس تعلیق کو فرشتہ کی یا آنحضرتؐ کی طرف سے حکایت مانا ہے۔

آمنین۔ یہ حال ہے لتدخلن کے واؤ محذوفہ سے ای آمنین فی حال الدخول لا تخافون عدوکم ان یخرجکم تغیر کی عبارت حالان کا مطلب یہ ہے کہ یا تو دونوں حال ہیں واؤ محذوفہ سے اور یا آمنین کی ضمیر سے حال ہیں اول صورت میں حال مترادفہ اور دوسری صورت میں حال متداخلہ ہوگا۔ اور لا تخافون جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور حال بھی ہو سکتا ہے لتدخلن کے فاعل سے یا آمنین کی ضمیر سے یا محلقین یا مقصرین سے پہلی صورت میں تاکید ہو جائے گی۔

مقدرتان۔ اب یہ شبہ نہیں رہا کہ دخول کی حالت تو احرام کی حالت ہے اور اس وقت حلق و قصر نہیں ہو سکتا۔ پھر کیسے حال بنانا صحیح ہوگا لیکن کہا جائے گا حال مقدرہ ہے۔

لا تخافون۔ اگرچہ آمنین کے بعد یہ لفظ بظاہر مکرر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ آمنین سے مراد حرم میں داخلہ کے وقت امن ہے اور لا تخافون میں آئندہ کے لیے امن کا وعدہ ہے۔

فتحا قریبا۔ بعض کی رائے ہے کہ اکثر کے نزدیک صلح حدیبیہ مراد ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور خواب کی تعبیر عمرہ قضا کی صورت میں پوری ہوئی۔

علی الدین کلہ۔ تمام ادیان سابقہ پر اسلام کا غلبہ مراد ہے اور بعض کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی

Marfat.com

دوبارہ آمد پر اسلام کا غلبہ مراد ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً دلائل براہین کے ذریعہ اسلام کا غلبہ مراد ہے۔

وکفیٰ باللہ شہیدا۔ یعنی اللہ اپنے وعدہ کے پورا ہونے پر گواہ ہے اور حسنؒ سے منقول ہے کہ اسلام کے غلبہ پر اللہ کی گواہی ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے کفاہ اللہ شہیدا اور شہیدا حال یا تمیز ہے اور "محمد" تقدم ہو الذی کی وجہ سے خبر ہے مبتدائے محذوف کی "ای ہو محمد" یا مبتدا ہے اور خبر رسول اللہ ہے۔

رکعا سجدا۔ یہ دونوں تراھم کے مفعول سے حال ہے ای تشاھدھم حال کونھم راکعین ساجدین لمواظبتھم علی الصلوٰۃ۔

یبتغون۔ جملہ مستانفہ ہے رکوع وسجود کی مواظبت پر سوال ہوا کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ یبتغون اس کا جواب ہے۔

سیماھم۔ طول سجود کے نشانات مراد ہیں۔ حدیث میں ہے۔ من کثرت صلوٰتہ باللیل حسن وجھہ بالنھار۔ اور یا وہ نور مراد ہے جو قیامت میں وجہ امتیاز ہوگا۔ طبرانیؒ نے ابی ابن کعبؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے سیماھم النور یوم القیٰمۃ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ خشوع وخضوع مراد ہے اور سعید بن جبیرؒ کے نزدیک پیشانی پر سجدہ کی مٹی مراد ہے۔ شہر بن حوشبؒ کہتے ہیں کہ نشانات سجدہ، قمر لیلۃ البدر کی طرح روشن ہوں گے۔

من ضمیرہ۔ یعنی خبر کا تعلق اور الی الخیر سے جار مجرور مراد ہے۔

مثلھم۔ یہ مبتدا ہے اور فی الانجیل خبر ہے اور یہ جملہ ذلک کی خبر ہے یا ذلک مبتدا اور مثلھم اس کی خبر اور فی التوراۃ مثلھم سے حال ہے۔ ومثلھم فی الانجیل مبتدا ہے کزرع الخ اس کی خبر ہے۔ اس صورت میں فی التوراۃ پر وقف ضروری ہوگا۔ یہ دو مثالیں ہوں گی۔ جیسا کہ مفسرؒ کی رائے ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ثانی مثلھم پہلے مثلھم پر معطوف ہے۔ اس صورت میں فی الانجیل پر وقف کیا جائے گا۔ اور دونوں کتابوں میں ایک ہی مثال ہوگی۔ اور کزرع خبر ہو جائے گی مبتدائے محذوف کی ای مثلھم کزرع الخ اور جملہ مستانفہ ہو جائے گا۔

شطأہ۔ کھیت اور درختوں کی کونپل مراد ہے۔ فرخ الزرع۔ یعنی کھیت پھول کر پھٹنے کے قریب ہے۔

فآزرہ۔ دراصل اکرم یکرم کے وزن پر ہے۔ مشہور قاعدہ صرفی کی وجہ سے ہمزہ کو ماضی میں الف سے بدل دیا گیا ہے اور اذر بالقصر ثلاثی سے ضرب سے ہے بمعنی طاقت ور کرنا۔

ابن جریرؒ قتادہؒ سے نقل کرتے ہیں۔ سیماھم فی وجوھھم ای علامتھم فی الصلوٰۃ یہ تورات کی مثال ہے اور انجیل کی مثال کزرع اخراج الخ ہے جو صحابہ کی شان میں آئی ہے۔ اور ابن جریرؒ ضحاکؒ سے نقل کرتے ہیں کہ صحابہ شروع میں کم تعداد تھے پھر کثیر التعداد ہو گئے اور مضبوط بن گئے۔

ابن جریرؒ اور حاکمؒ ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ تم کھیت کی طرح ہو جو پکنے کے قریب پہنچ گیا اور بعض

marfat.com
Marfat.com

اکابر کی رائے ہے کہ زراع آنحضرتؐ ہیں اور شطاٴہ سے مراد صحابہؓ ہیں۔

لیغیظ بھم الکفار۔ صحابہ کی ترقی کی یہ علت ہے۔ امام مالکؒ کی ایک روایت روافض کی تکفیر کی ہے۔ کیونکہ ان کو صحابہ سے غیظ ہے اور غیظ صحابہ از روئے آیت کفر ہے۔ جیسا کہ علماء کی ایک جماعت کی رائے ہے۔

منھم۔ ضمیر جمع معنی شطاٴہ کی طرف ہے۔ اس میں لفظ کی رعایت نہیں کی گئی اور من تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ بیان جنس کے لیے ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ کی یہی شان ہے۔ اس لئے روافض کے لئے گنجائش کلام نہیں رہی۔ اور بعض اہل لطائف نے اس آیت سے خلفائے اربعہ کی طرف اشارہ سمجھا ہے اس طرح کہ "اخرج شطاٴہ" سے صدیق اکبرؓ اور "فآزرہ" سے فاروق اعظمؓ اور "فاستغلظ" سے حضرت عثمان غنیؓ اور "فاستوی علیٰ سوقہ" سے حضرت علیؓ کے ادوار کی طرف اشارہ ہے۔

تشریح

لقد رضی اللہ۔ صلح حدیبیہ کے مقام پر جو بیعت جہاد کیکر کے درخت کے نیچے آنحضرتؐ نے لی۔ اس کی نسبت "رضی" فرمایا گیا۔ اس لیے اس کو بیعت الرضوان بھی کہا جاتا ہے۔

ما فی قلوبھم۔ سے مراد ظاہراً اندیشہ اور بباطن صدق و اخلاص، حسن نیت و توکل اور جوش اسلامی مراد ہے۔ البتہ ابو حیان کی رائے ہے کہ صلح اور اس کی شرائط کے سلسلہ میں جو رنج و غم اور اضطراب دلوں پر چھا رہا تھا وہ مراد ہے۔ چنانچہ انزل السکینہ بھی اس پر قرینہ ہے۔

حدیبیہ، فتح خیبر کا اور وہ فتح مکہ کا پیش خیمہ بنا

فتحا قریبا۔ اس سے فتح خیبر مراد ہے جس سے صحابہؓ آسودہ حال ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ عزیز حکیم ہے۔ اس لیے اس نے حدیبیہ کی کسر خیبر میں نکال دی۔ فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے موقعہ پر بھی انہی کرشموں کا ظہور ہوا۔ غرضکہ فتوحات کی ابتداء خیبر سے ہوئی۔ حدیبیہ اور خیبر دونوں جگہ کھلے عام لڑائی کی نوبت نہیں آئی نہ کفار سے آمنے سامنے جنگ ہوئی اور نہ غائبانہ مسلمانوں کے اہل و عیال کو کوئی گزند پہنچا سکے۔

واخری لم تقدروا۔ بیعت الرضوان کا فوری صلہ تو فتح خیبر کی صورت میں سامنے آگیا اور فتح مکہ اگرچہ فوری نہ سہی مگر مل کر رہی۔ اول تو وہ علم الٰہی میں طے تھی۔ دوسرے وہ بھی اسی صلح کے نتیجہ میں حاصل ہو سکی پس یہ صلح ہی فتح مکہ کا پیش خیمہ بنی۔ فتح خیبر چونکہ صلح حدیبیہ کے بعد ہوئی۔ اس لیے یہ آیات اگر راستہ میں بھی نازل ہوئی ہوں گی۔ تو اس سورت کا واپسی میں نازل ہونا بلحاظ اکثر اجزاء کے ہوگا۔ جیسا کہ ساتویں واقعہ کے ذیل میں گزر چکا ہے اور جس قدر غنائم اس آیت کے بعد حاصل ہوئے۔ وہ سب مغانم کثیرہ کے

Marfat.com

مصداق ہوں گے۔

اور انزل السکینۃ جو یہاں ہے وہ بیعت کے وقت کا مضمون ہے اس لیے اس سے مراد تحمل و ضبطِ نفس وقت صلح مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ اسی سورت میں آئندہ اس لفظ سے مراد لی گئی ہے۔

اور فتح مکہ بھی اگرچہ مغانم کثیرہ کے عموم میں داخل ہے۔ لیکن صحابہ کے اشتیاق کے پیش نظر واخری لم تقدروا میں خصوصیت سے اس کا ذکر فرما دیا گیا ہے۔

سُنّۃ اللہ

ولو قاتلکم۔ یعنی اگر لڑائی ہوتی تو مسلمان ہی غالب رہتے اور کفار بھاگتے نظر آتے۔ مگر اللہ کی یہ حکمت ہوئی کہ فی الحال صلح ہو جائے اور گو یہ اس وقت فتح نہیں ہے۔ مگر مآلاً فتح ہے۔ اللہ کا اٹل طریقہ یہی ہے کہ جب اہل حق و اہل باطل میں آویزش ہوتی ہے تو انجام کار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب ہوا کرتے ہیں۔ بشرطیکہ اہل حق مجموعی لحاظ سے پوری طرح حق پر قائم ہوں۔

اور بعض حضرات لن تجد لسنۃ اللہ الخ کا مطلب یہ بتلاتے ہیں کہ کسی کی مجال نہیں کہ اللہ کی عادت کو اور سُنّۃ اللہ کے موافق جو کام ہو اس کو بدل سکے۔

حُدیبیہ کی صلح میں مصالح

وھو الذی کف۔ مشرکین کی کچھ ٹولیاں "حدیبیہ" پہنچی تھیں۔ کہ موقعہ پاکر حضورؐ کو شہید کر ڈالیں یا اکیلے دکیلے مسلمانوں کو ستائیں کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کی۔ حتیٰ کہ ایک مسلمان کو شہید بھی کر ڈالا، بے ہودہ اور اشتعال انگیز کلمات بکتے بھی پھرے۔ صحابہؓ نے ان کو گرفتار کر کے خدمتِ اقدس میں پیش بھی کر دیا۔ مگر حضورؐ نے ازراہِ کرم ان کو معاف کر دیا اور کچھ تعرض نہیں فرمایا۔ اس آیت میں اسی قسم کے واقعات کی طرف اشارہ ہے اور مقام حدیبیہ کو بطن مکہ قرب کی وجہ سے کہا ہے گویا شہر کے بیچ ہے بہرحال کفار کی شرارتیں اور مسلمانوں کا عفو و تحمل سب کچھ اللہ دیکھ رہا ہے۔

وصدوکم۔ یعنی مشرکین نے قربانی کے جانور ذبح کی مقررہ جگہ تک نہ پہنچنے دیئے۔ اس طرح حدیبیہ ہی میں رُکے رہے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا۔ کہ مکہ میں مقہور و مجبور اور وہ مظلوم مسلمان کہ جن کو دوسرے مسلمان جانتے بھی نہ تھے۔ کہیں قتل نہ کر دیئے جائیں گے۔ تو فی الحال ہی لڑائی کا حکم دے دیا جاتا۔ مگر اس صورت میں خود مسلمان اس قومی نقصان پر کفِ افسوس ملتے۔ نیز کافروں کو برملا یہ کہنے کا موقعہ ہاتھ آتا۔ کہ دیکھو مسلمان، مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔

غرض ان وجوہ سے لڑائی موقوف رکھی گئی۔ کہ ایک طرف کمزور مسلمان محفوظ رہ سکیں اور دوسری طرف تمہارے بے مثال صبر و تحمل کی بدولت رحمتِ الٰہی جوش میں آئے۔ نیز جن کافروں کے لیے آئندہ اسلام مقدر ہے۔ انہیں جنگ کی ہولناکیوں سے بچا کر اپنی رحمت میں داخل کر دے۔ اس طرح ساری بے ادبی کافروں کے سر رہی کہ عمرہ والوں کو روکا۔ اور قربانی کو دستور کے مطابق مقررہ جگہوں پر پہنچنے نہ دیا۔ مگر مسلمان با ادب رہے۔

بظاہر فتح اسی وقت مناسب تھی۔ مگر کمزور مسلمان مکہ میں چھپے ہوئے تھے۔ اس وقت فتح میں وہ پس جاتے

Marfat.com

اور کچھ کی قسمت میں ابھی مسلمان ہونا تھا۔ آخر دو برس کی صلح میں جتنے مسلمان ہونے تھے ہو چکے اور نکلنے والے نکل آئے۔ تب اللہ نے مکہ فتح کرا دیا۔ البتہ اگر مسلمان کفار سے الگ ہوتے اور مسلمان ان میں رَلے ملے نہ ہوتے تو تم دیکھ لیتے کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھوں ان کافروں کو کیسا مزہ چکھاتے

چند شبہات کا ازالہ

بظاہر الفاظ لم تعلموھم اور بغیر علم میں اسی طرح لولا رجال اور لم تزیلوا میں تکرار معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن اگر اول کے دونوں لفظوں کو تفصیل اور اخیر کے دونوں لفظوں کو اس تفصیل کا اجمال کہا جائے تو پھر تکرار کا شبہ نہیں رہتا۔ اور اگر یہ شبہ ہو کہ بے خبری میں گناہ کیوں ہوگا؟ تو جواب یہ ہے کہ جہاں بے خبری کا دور کرنا اختیار میں ہو اور پھر اس کے دُور کرنے کی کوشش نہ کی جائے تو یہ کوتاہی گناہ ہوگی۔ رہا یہ شبہ کہ صحابہ میں اس کوتاہی کا احتمال کب ہے۔

جواب یہ ہے کہ بعض دفعہ اس کی طرف التفات نہیں ہوتا کہ ہم سے کوتاہی ہوئی اور صحابہ کرام میں اس قسم کی بے توجہی محل اشکال نہیں۔ اور حدیبیہ کو انتہائی قرب کی وجہ سے بطن مکہ اور عین مکہ کہنے سے حنفیہ کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ حدیبیہ کا ایک حصہ حرم میں داخل ہے۔ البتہ جملہ معکوفاً ان یبلغ محلہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حدیبیہ حرم میں داخل نہیں ہے۔ ورنہ یہ کیوں کہا جاتا کہ ہدی اپنے محل میں پہنچنے سے روک دی گئی جب کہ قربانی حدیبیہ میں موجود ہے اور حدیبیہ داخل حرم ہے؟

جواب یہ ہے کہ محل سے مراد مطلقاً حرم نہیں ہے۔ بلکہ دستور و رواج کے مطابق مقررہ جگہ مراد ہے۔ جہاں قربانی کے جانور ذبح ہوا کرتے تھے۔ قربانی کے دنوں میں منیٰ اور دوسرے اوقات میں مکہ میں جانور ذبح ہوتے تھے۔ چنانچہ شامی نے اس کی اولویت نقل کی ہے۔

اور روایت کا اطلاق حج و عمرہ دونوں کو شامل ہے۔ اور جمہور کے نزدیک حدیبیہ حرم سے خارج ہے۔ ان کے نزدیک اس کو بطن مکہ کہنا محض قریب ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ انتہائی قریب ہونے کی وجہ سے نہیں جمہور کی رائے پر البتہ یہ شبہ رہے گا کہ محصر کے لیے محل ہدی جب کہ خود محل احصار ہے۔ پھر اس مقام پر پہنچ کر معکوفاً ان یبلغ محلہ کے کیا معنی؟ لیکن جمہور بھی یہی جواب دیں گے کہ محل سے مراد مطلقاً حرم نہیں۔ بلکہ مشہور مقررہ مقام مراد ہے۔

مشرکین کی ہٹ دھرمی

حمیۃ الجاھلیۃ۔ مشرکین کی طرف سے صلحنامہ میں یہ دفعات رکھنا کہ مسلمان اسی سال عمرہ نہیں کر سکتے بلکہ آئندہ سال آ سکتے ہیں۔ لیکن صرف تین روز کے لیے اور وہ بھی غیر مسلح ہو کر اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کی بجائے باسمک اللھم اور محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبد اللہ لکھنے پر زور دیا اور یہ کہ مکہ سے کوئی مسلمان ہجرت کر جائے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہوگا اور کوئی مسلمان مکہ میں آجائے گا تو ہم واپس نہیں کریں گے۔ ظاہر ہے کہ نادانی اور ضد کی انتہا ہے۔ مگر حضورؐ نے مصلحۃً ان دفعات کو منظور فرمالیا اور مسلمانوں نے بھی طبعاً سخت اضطراب و ناگواری کے باوجود

Marfat.com

محض آپ کے ارشاد کی وجہ سے سر تسلیم خم کر دیا اور بالآخر اس فیصلہ پر مطمئن ہو گئے اور اللہ سے ڈر کر نافرمانی سے بچے رہے اور کعبہ کے ادب پر مضبوطی سے جمے رہے۔ کیونکہ وہ حقیقی توحید کے پرستار اور علمبردار امن تھے۔

کلمۃ التقوٰے کی تفسیر حدیث میں اسی لیے لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ کی گئی ہے کہ حقیقی فرمانبردار ایک سچا مومن ہی ہو سکتا ہے اور صحابہ کرام نے اس کو کر دکھایا۔

اور لفظ احق کو اسم تفضیل کے صیغہ سے اور اہلہا کو بلا تفضیل لانے میں یہ نکتہ ہو سکتا ہے کہ دنیا میں تھوڑی تھوڑی قابلیت ایمان سب میں پائی جاتی ہے۔ اسی لیے سب مکلف بالایمان ہیں۔ البتہ مسلمانوں میں یہ قابلیت زیادہ ہے۔ لیکن آخرت میں کفار کے لیے ذرا بھی ثواب کی قابلیت نہیں ہو گی۔ وہاں نفس اہلیت بھی مسلمانوں ہی میں منحصر ہو گی۔

سچا خواب

لقد صدق اللہ۔ اس آیت میں حضورؐ کے اسی خواب کا ذکر ہے کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے اور سر منڈوا کر اور بال کتروا کر ہم حلال ہو رہے ہیں۔ اتفاق وقت کہ آپؐ نے اسی سال عمرہ کا قصد فرمالیا۔ عام طور سے صحابہ یہی سمجھے کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہو جائیں گے اور عمرہ کریں گے۔ لیکن صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں جب واپسی ہوئی تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا۔ کہ ہم امن و امان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہو گا؟ عرض کیا گیا کہ نہیں۔ فرمایا بے شک یوں ہی ہو گا جیسے میں نے کہا تھا۔ اگلے سال وہی سب کچھ ہوا۔

بالحق ای متلبساً۔ بالحق تاکید و اہتمام کے لیے ہے صحابہؓ کے تردد کو رفع کرنے اور مخالفین کے طعن کو دفع کرنے کے لیے۔

انشاء اللہ۔ ابن کثیرؒ کے نزدیک تحقیق و تاکید کے لیے ہے۔ لیکن سیبویہؒ کے نزدیک کسی کام کا کرنا اگر منظور ہوتا ہے لیکن قطعی طور پر کسی مصلحت سے ایک چیز کو بتلانا مقصود نہیں ہوتا تو وہاں یہ عنوان اختیار کیا کرتے ہیں۔

آمنین میں داخلہ کے وقت اور لا تخافون میں داخلہ کے بعد تا واپسی امن مراد ہے۔ اس لیے تکرار کا شبہ نہ کیا جائے۔

حدیبیہ میں جنگ نہ ہونا ہی مصلحت تھا

فجعل من دون ذلک۔ میں یہ بھی احتمال ہے کہ صلح کی حکمت کا بیان ہو یعنی اگر اسی سال عمرہ ہوتا تو قتل و قتال کی نوبت آتی اور صلح نہ ہو سکتی اور بہت سی مصلحتیں فوت ہو جاتیں مثلاً فتح خیبر نہ ہوتی۔ کیونکہ حالیہ قتل و قتال سے اتنا تعب ہوتا کہ بظاہر

Marfat.com

دو ہی مہینہ بعد دوسری معرکہ آرائی مشکل تھی۔ دوسرے سفر کرنے میں اہل مکہ کی طرف سے اندیشہ لگا رہتا۔ کہ کہیں وہ مدینہ پر چڑھائی نہ کر دیں۔ اس خطرہ کے پیش نظر سفر ہی نہ ہو سکتا۔ پس فی الحال صلح ہو جانے میں ان مصالح کا لحاظ رہا۔

فتح خیبر کو صحابہؓ بھی "فتح مبین" کہا کرتے تھے اور چونکہ یہ فتح مبین آنحضرتؐ کی اطاعت کی بدولت میسر آئی۔ ادھر "محمد رسول اللہ" نہ لکھنے پر کفار کے اصرار سے صحابہ کا شکستہ دل ہونا اس کا متقاضی ہوا کہ اسی عنوان سے آپ کی تصدیق فرما کر اس کو دوام بخشا جائے اور فتح مکہ اور دیگر فتوحات میں اہل حدیبیہ اور غیر اہل حدیبیہ چونکہ سب ہی شریک رہے۔ اس لیے لیدخل المومنین اور والذین معہ میں عام عنوان رکھا گیا ہے۔

دین متین اور فتح مبین

لیظہرہ علی الدین کلہ۔ یعنی سچا دین اور سیدھی راہ وہی ہے جو حضور لے کر آئے۔ کیونکہ اس میں اصول و فروع اور عقائد و احکام سب کچھ مکمل اور اعلیٰ پیمانہ پر ہے۔ چنانچہ اللہ نے اسلام کو ظاہراً طور پر سینکڑوں سال مذاہب عالم پر غالب رکھا اور صدیوں بڑی شان و شوکت سے مسلمانوں کی حکومت کا پھریرا عالم میں لہراتا رہا اور آئندہ بھی دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جب عالم میں دین حق کی حکومت ہوگی۔ باقی دلیل و برہان کے لحاظ سے تو ہمیشہ اسلام ہی غالب رہا اور رہے گا۔ البتہ اس دین کی حقانیت کا گواہ ہے اور وہی اپنی حکمت عملی سے اس کو ثابت کرنے والا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی شان

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کا یہ حال ہے کہ ایک طرف اگر وہ مومنین کے لیے مہر و وفا کے پتلے ہیں تو دوسری طرف دشمنان دین حق کے مقابلہ میں قہر و جلال کی تصویر ہیں۔ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین جو نرمی و تندہی بطور خود خصلت ہوتی ہے۔ وہ سب جگہ جاہر رہا کرتی ہے۔ لیکن جو ایمان سے سنور کر آئے وہ نرمی اپنی جگہ اور گرمی اپنی جگہ ہوا کرتی ہے وہ حب فی اللہ اور بغض للہ کی شان لیے ہوئے ہوتی ہے۔ غرض صحابہ کی دونوں شانیں صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عیاں رہی ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ کسی شرعی مصلحت سے کافر کے ساتھ حسن سلوک اور احسان سے پیش آنا جائز ہے۔ بشرطیکہ مداہنت فی الدین نہ ہوتی ہو۔

بہر حال جہاں تک بندوں کا تعلق ہے تو صحابہ کی یہ شان تھی اور جہاں تک اللہ کا تعلق ہے وہ نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں۔ جب دیکھ اللہ کے آگے رکوع سجدہ میں پڑے ہوئے پورے اخلاص سے وظائف بندگی بجالاتے ہیں۔ ریا و نمود کا شائبہ تک نہیں۔ محض اللہ کی خوشنودی کے جویا ہیں۔ خصوصاً تہجد کی نماز سے ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق رہتی ہے۔ خشیت الٰہی اور حسن نیت و خلوص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کرتی ہیں۔ یہ حضرات اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچان لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ پچھلی آسمانی کتابوں میں ان کی یہی شان بیان کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے غیر متعصب اہل

Marfat.com

کتاب ان کے چہرے اور طور طریق دیکھ کر بول اُٹھتے تھے کہ واللہ یہ تو مسیح کے حواری معلوم ہوتے ہیں۔

اسلام کا ارتقاء

کزرع اخرج۔ جس طرح کھیتی آہستہ آہستہ بڑھتی ہے کہ آج کونپل پھوٹتی ہے پھر ڈنڈیاں مضبوط ہوتی ہیں۔ پھر دانے اور پھل پھول آتے ہیں۔ یہی حال دین اسلام کا ہوا کہ حضورؐ کے عہد میں ایک سے دو اور دو سے چار ہوئے اور آہستہ آہستہ بڑھوتری ہوتی رہی اور دین مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔

بعض علماء نے "اخرج شطأہ" سے عہد صدیقی اور "فازرہ" سے عہد فاروقی اور "فاستغلظ" سے عہد عثمانی اور "فاستوی علیٰ سوقہ" سے عہد مرتضوی کی طرف اشارہ لیا ہے، اور بعض علماء نے علی الترتیب والذین معہ، اشداء علی الکفار رحماء بینھم، تراھم رکعاً سجداً سے خلفاء اربعہ کے عہد مراد لیے ہیں۔

مدحِ صحابہؓ اور خلفاء راشدینؓ کا امتیاز

لیکن بہتر یہی ہے کہ بحیثیت مجموعی تمام صحابہ کی مدح و توصیف مراد ہو۔ خاص طور پر بیعت الرضوان میں شریک حضرات کی جن کا ذکر شروع سورت سے چلا آرہا ہے۔

زراع۔ یعنی کاشت کاروں کی تخصیص اس لیے کی کہ وہ اس کام میں مبصر ہوتے ہیں۔ پس ایک چیز مبصر کو بھی پسند آجائے تو دوسرے کیوں پسند نہیں کریں گے۔ پس اس میں مدح صحابہ نہایت بلیغ ہے۔

اور ذلک الخ میں تین احتمال ہیں ایک تو ذلک مثلھم پر کلام پورا ہو جائے اور مثلھم فی الانجیل سے دوسرا کلام شروع ہو جائے۔ دوسرے فی الانجیل پر کلام پورا ہو اور کزرع مستقل کلام ہو یعنی تورات و انجیل سے منقول نہ ہو۔ تیسرے تورات یا انجیل پر کلام ختم نہ ہو۔ بلکہ ذلک سے اشارہ آئندہ تمثیل کی طرف ہو۔ اس صورت میں اس تمثیل کا مضمون توریت و انجیل دونوں میں مشترک ہونا چاہیے۔ آج دنیا میں اگر اصلی تورات و انجیل ہوتیں تو ان میں سے کوئی ایک احتمال متعین کیا جا سکتا ہے۔

تورات و انجیل کی تائید

لیکن جس حالت میں آج یہ کتابیں موجود ہیں ان کے لحاظ سے پہلا احتمال راجح ہے۔ چنانچہ توریت سفر استثناء ۳۳ ویں باب کے شروع میں ہے۔

"خداوند سیناسے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا، فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔"

پھر اسی باب میں آگے چل کر ہے :۔

"ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں۔ اور تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو پائیں گے۔"

Marfat.com

فاران مکہ کے پاس پہاڑ ہے اور شعیر مدینہ کے پاس پہاڑ کا نام ہے اور یہ مضمون ان آیات ملتا جلتا ہے۔ اسی طرح انجیل متی کے تیرہویں باب کے آٹھویں جملہ اور پھر ۳۱ و ۳۲ جملہ میں ہے :۔

"اور کچھ تخم اچھی زمین میں گرا اور پھل لایا کچھ سو گنا، کچھ ساٹھ گنا، کچھ تیس گنا"

ردِ روافض

منھم میں مِن بیانیہ ہے۔ سب صحابہ اس میں داخل ہیں۔ تاہم صحابیت اور برکات و فضائل صحابیت کے لیئے ایمان پر خاتمہ شرط ہے۔ لیکن اس سے تبرائیوں کی مقصد برآری نہیں ہو سکتی کیونکہ علمِ الٰہی میں حقیقی صحابہ اگر معدودے چند ہوتے۔ جیسا کہ ان تبرائیوں کا دعوے ہے تو حق تعالیٰ اس عنوان سے تعبیر نہ فرماتے کہ من بیانیہ کی صورت میں تو کلیت نکلتی ہے اور من تبعیضیہ کی صورت میں اکثریت مفہوم ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کل صحابہ یا کل کے قریب حضرات ایسے ہیں صحبت یافتہ تھے۔ کوئی فرد جس نے کم صحبت پائی ہو اگر احیاناً خارج بھی ہو جائے تب بھی یہ آیت اس فرقہ کے لیے مفید ہونے کی بجائے مضر ہے۔

لیکن بعض حضرات نے لیغیظ بہم الکفار سے اس فرقہ کے کفر پر استدلال کیا ہے۔ لیکن یہ استدلال مشکل ہے کیونکہ آیت سے کافر کا ذی غیظ ہونا کلیۃً یا اکثریتاً ثابت ہوتا ہے نہ کہ ذی غیظ کا کافر ہونا۔

لطائف آیات

فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم۔ اس میں ایک اشکال ہے کہ جب بے خبری میں ان کے ہاتھوں اہل ایمان پامال ہو جاتے تو اس میں کوئی گناہ نہ ہوتا۔ پھر معرۃ بغیر علم کے کیا معنی ؟ اس میں کئی قول ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں طبعی تاسف اور رنج مراد ہے معصیت مراد نہیں ہے۔ لیکن اقرب یہ ہے کہ گو اس میں گناہ نہ ہو۔ لیکن خود عمل میں اگرچہ بلا علم ہو یہ خاصیت ہے کہ اگر علم کے بعد تدارک نہ کیا جائے تو صالح استعداد بھی ضعیف پڑ جاتی ہے جس کا اثر اعمال میں اضمحلال بلکہ اختلال ہو جاتا ہے اور اس کا نقصان دہ ہونا ظاہر ہے اہلِ دل اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

اشداء علی الکفار۔ یعنی صفت جلال و جمال کے جامع ہیں اور ان کی پیشانی خلعتِ نورِ الٰہی ہے۔

سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ ثَمَانِیْ عَشْرَۃَ اٰیَۃً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا مِنْ قَدَّمَ بِمَعْنٰی تَقَدَّمَ اَیْ لَا تَتَقَدَّمُوْا بِقَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اَلْمُبَلِّغِ عَنْہُ اَیْ بِغَیْرِ اِذْنِھِمَا وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ لِقَوْلِکُمْ عَلِیْمٌ ○ بِفِعْلِکُمْ نَزَلَتْ فِیْ مُجَادَلَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ تَاْمِیْرِ الْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ اَوِ الْقَعْقَاعِ بْنِ مَعْبَدٍ وَنَزَلَ فِیْ مَنْ رَفَعَ صَوْتَہٗ عِنْدَ

Marfat.com

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ اِذَا نَطَقْتُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
اِذَا نَطَقَ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ اِذَا نَاجَيْتُمُوْهُ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ بَلْ دُوْنَ ذٰلِكَ اِجْلَالًا
لَهٗ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اَیْ خَشْيَةَ ذٰلِكَ بِالرَّفْعِ وَالْجَهْرِ الْمَذْكُوْرَيْنِ وَنَزَلَ
فِيْ مَنْ كَانَ يَخْفِضُ صَوْتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَغَيْرِهِمَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ
اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ اِخْتَبَرَ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى
اَیْ لِتَظْهَرَ مِنْهُمْ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ اَلْجَنَّةُ وَنَزَلَ فِيْ قَوْمٍ جَاءُوْا وَقْتَ الظَّهِيْرَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَنَادَوْهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ حُجُرَاتِ نِسَائِهٖ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمْعُ حُجْرَةٍ وَهِيَ مَا يُحْجَرُ عَلَيْهِ مِنَ الْاَرْضِ بِحَائِطٍ وَنَحْوِهٖ كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ نَادٰى
خَلْفَ حُجْرَةٍ لِاَنَّهُمْ لَمْ يَعْلَمُوْهُ فِيْ اَيِّهَا مُنَادَاةُ الْاَعْرَابِ بِغِلْظَةٍ وَجَفَاءٍ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْقِلُوْنَ ○ فِيْمَا فَعَلُوْهُ مَحَلُّكَ الرَّفِيْعَ وَمَا يُنَاسِبُهٗ مِنَ التَّعْظِيْمِ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا اَنَّهُمْ فِيْ مَحَلِّ
رَفْعٍ بِالْاِبْتِدَاءِ وَقِيْلَ فَاعِلُ لِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ اَیْ ثَبَتَ حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ لِمَنْ تَابَ مِنْهُمْ وَنَزَلَ فِي الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ وَقَدْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ مُصَدِّقًا فَخَافَهُمْ لِتِرَةٍ كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَرَجَعَ وَقَالَ اِنَّهُمْ
مَنَعُوا الصَّدَقَةَ وَهَمُّوْا بِقَتْلِهٖ فَهَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَزْوِهِمْ فَجَاءُوْا مُعْتَذِرِيْنَ مَا
قَالَهٗ عَنْهُمْ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ خَبَرٍ فَتَبَيَّنُوْٓا صِدْقَهٗ مِنْ كِذْبِهٖ وَفِيْ
قِرَاءَةٍ فَتَثَبَّتُوْا مِنَ الثَّبَاتِ اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا مَفْعُوْلٌ لَهٗ اَیْ خَشْيَةَ ذٰلِكَ بِجَهَالَةٍ حَالٌ مِّنَ
الْفَاعِلِ اَیْ جَاهِلِيْنَ فَتُصْبِحُوْا فَتَصِيْرُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ مِنَ الْخَطَاءِ بِالْقَوْمِ نٰدِمِيْنَ ○ وَاَرْسَلَ
اِلَيْهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ عَوْدِهِمْ اِلٰى بِلَادِهِمْ خَالِدًا فَلَمْ يَرَ فِيْهِمْ اِلَّا الطَّاعَةَ وَالْخَيْرَ

Marfat.com

فَاَخْبَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِذٰلِکَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ؕ فَلَا تَقُوْلُوا الْبَاطِلَ فَاِنَّ
اللّٰہَ یُخْبِرُہٗ بِالْحَالِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ الَّذِیْ تُخْبِرُوْنَ بِہٖ عَلٰی خِلَافِ الْوَاقِعِ فَرَتَّبَ
عَلٰی ذٰلِکَ مُقْتَضَاہُ لَعَنِتُّمْ لَاَثِمْتُمْ دُوْنَہٗ اِثْمُ التَّسَبُّبِ اِلَی الْمُرَتَّبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ
وَزَیَّنَہٗ حَسَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ اِسْتِدْرَاکٌ مِنْ حَیْثُ الْمَعْنٰی
دُوْنَ اللَّفْظِ لِاَنَّ مَنْ حُبِّبَ اِلَیْہِ الْاِیْمَانُ الخ غَایَرَتْ صِفَتُہٗ صِفَۃَ مَنْ تَقَدَّمَ ذِکْرُہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ
فِیْہِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْخِطَابِ الرَّاشِدُوْنَ ۙ الثَّابِتُوْنَ عَلٰی دِیْنِہِمْ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ مَصْدَرٌ مَنْصُوْبٌ
بِفِعْلِہِ الْمُقَدَّرِ اَیْ اَفْضَلَ وَنِعْمَۃً ؕ مِنْہُ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِہِمْ حَکِیْمٌ ۝ فِیْ اِنْعَامِہٖ عَلَیْہِمْ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ
مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الْاٰیَۃُ نَزَلَتْ فِیْ قَضِیَّۃٍ ھِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکِبَ حِمَارًا وَمَرَّ عَلَی ابْنِ اُبَیٍّ
فَبَالَ الْحِمَارُ فَسَدَّ ابْنُ اُبَیٍّ اَنْفَہٗ فَقَالَ ابْنُ رَوَاحَۃَ وَاللّٰہِ لَبَوْلُ حِمَارِہٖ اَطْیَبُ رِیْحًا مِنْ مِسْکِکَ
فَکَانَ بَیْنَ قَوْمَیْہِمَا ضَرْبٌ بِالْاَیْدِیْ وَالنِّعَالِ وَالسُّعَفِ اقْتَتَلُوْا جُمِعَ نَظَرًا اِلَی الْمَعْنٰی لِاَنَّ کُلَّ
طَائِفَۃٍ جَمَاعَۃٌ وَقُرِئَ اِقْتَتَلَتَا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَہُمَا ۚ ثُنِّیَ نَظَرًا اِلَی اللَّفْظِ فَاِنْۢ بَغَتْ تَعَدَّتْ
اِحْدٰہُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ تَرْجِعَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ ۚ الْحَقِّ فَاِنْ فَآءَتْ
فَاَصْلِحُوْا بَیْنَہُمَا بِالْعَدْلِ بِالْاِنْصَافِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِعْدِلُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فِی الدِّیْنِ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ ۚ اِذَا تَنَازَعَا وَقُرِئَ اِخْوَتُکُمْ بِالْفَوْقَانِیَّۃِ
وَاتَّقُوا اللّٰہَ فِی الْاِصْلَاحِ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ع

ع ۱۰ ۱۳ الثلاثۃ

ترجمہ سورۂ حجرات مدنیہ ہے جس میں اٹھارہ آیات ہیں۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے اہل ایمان تم سبقت مت کیا کرو (یہ لفظ قدم بمعنی تقدم سے یعنی بات چیت یا کام میں پیش قدمی نہ کیا کرو) اللہ و رسول سے پہلے (جو اللہ کے پیغمبر ہیں یعنی ان دونوں کی اجازت کے بغیر) اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تمہاری باتوں کو) سننے والے جاننے والے ہیں (تمہارے کاموں کے

Marfat.com

پچھلی آیت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق نازل ہوئی جب کہ ان دونوں میں اقرع بن حابس اور قعقاع بن معبد کے امیر بنانے کے متعلق مباحثہ ہوا۔ اور اگلی آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جن کی آواز حضورؐ کی موجودگی میں بلند ہو گئی تھی) اہل ایمان اپنی آوازیں (بات کرتے وقت) پیغمبر کی آواز سے اونچی مت کیا کرو (جب آپ مصروف گفتگو ہوں) اور نہ ان سے (سرگوشی کے وقت) ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بولا کرتے ہو (بلکہ ادب کا پست آواز سے بولا کرو) ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو (یعنی اونچی آواز ہونے اور زور سے بولنے میں یہ ڈر ملحوظ رہنا چاہیئے۔ اگلی آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضورؐ کے سامنے پست آواز سے بات چیت کرتے تھے۔ جیسے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین) یقیناً جو لوگ اپنی آوازوں کو رسولؐ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خالص کر دیا (آزمالیا) ہے تقوے کے لیئے (یعنی تاکہ ان کا تقوے نمایاں ہو جائے) ان کے لیئے مغفرت اور اجر عظیم ہے (جنت، اگلی آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو دوپہر کو حاضر ہوئے جب کہ آنحضرتؐ زنانخانے میں استراحت فرما رہے تھے اور انہوں نے آواز لگانی شروع کر دی) بلاشبہ جو لوگ حجروں سے باہر آپ کو پکارتے ہیں (زنانخانے سے باہر، حجرات حجرۃ کی جمع ہے۔ زمین کا وہ ٹکڑا جو دیوار وغیرہ سے گھیر دیا جائے۔ ان میں سے ہر ایک الگ الگ حجروں میں آواز لگاتا پھرتا تھا۔ کیونکہ ان کو پتہ نہیں تھا کہ آپؐ کس حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور آواز بھی گاؤں والوں کی طرح اکھڑپنے سے) ان میں سے اکثر بے سمجھ ہیں (ان کا یہ طرز عمل آپ کے بلند رتبہ اور اس کے شایان شان تعظیم سے ناواقفیت پر مبنی ہے) اور اگر یہ لوگ ذرا صبر کرتے (انہم مبتداء ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے اور بعض کے نزدیک فعل محذوف مثبت کا فاعل ہے) یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لیئے بہتر ہوتا اور اللہ غفور و رحیم ہے (ان میں سے جنہوں نے توبہ کر لی، اگلی آیت ولید بن عقبہ کے بارہ میں نازل ہوئی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصدق بنا کر بنو المصطلق کے یہاں روانہ فرمایا۔ انہیں اس پرانی دشمنی کی وجہ سے اندیشہ پیدا ہوا۔ جو ان میں باہم زمانۂ جاہلیت میں قائم تھی۔ اور ولید نے واپس ہو کر عرض کیا کہ بنو المصطلق والے زکوٰۃ نہیں دیتے بلکہ میرے قتل کے درپے ہو گئے چنانچہ یہ سن کر آپ کو بھی فوج کشی کا خیال ہو گیا۔ مگر اس قبیلہ کے لوگوں نے حاضر ہو کر ولید کے الزام کی تردید کی) اے اہل ایمان! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (جھوٹ اور سچ کی۔ اور ایک قراءت میں فتثبتوا ہے ثبات سے ماخوذ) ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو کوئی نقصان پہنچ جائے (ان تصیبوا مفعول لہٗ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ مخافۃ ذلک) نادانی سے (فاعل سے حال ہے بمعنی جاہلین) پھر تمہیں اپنے کیئے پر (قوم کے ساتھ غلطی کرنے پر) پچھتانا پڑے (آنحضرتؐ نے بنی المصطلق کی واپسی کے بعد پھر ان کے پاس حضرت خالد بن ولیدؓ کو روانہ فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں میں بجز فرمانبرداری اور بھلائی کے کوئی بات نہیں دیکھی جس کی اطلاع انہوں نے آنحضرتؐ کو دے دی) اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ہیں

marfat.com
Marfat.com

(لہٰذا غلط بات مت کہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ صحیح صورتِ حال سے آپ کو مطلع فرمادے گا) بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر پیغمبر ان میں تمہارا کہا مانا کریں (جو خلافِ واقعہ باتیں تم نے پہنچائی ہیں ان پر اگر ان کا مقتضیٰ مرتب ہو جائے) تو تم کو بڑی مضرت پہنچے (تم گنہگار ہو جاؤ گے، حضورؐ پر کوئی الزام نہیں۔ اور یہ گناہ، گناہ کا سبب بننے کی وجہ سے ہوگا اس پر ثمرہ مرتب ہونے تک) لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا۔ (مستحسن بنا دیا) اور کفر و فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی (لکن سے استدراک بلحاظ معنی ہے لفظی اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ اہل ایمان جن کی شان یہ ہو ان کی کیفیت مذکورہ بالا کیفیت سے مختلف ہوتی ہے) ایسے ہی لوگ (اس میں خطاب سے التفات ہے) راہِ راست پر ہیں (دین پر قائم) اللہ کے فضل (مصدر فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے ای افضل ففضلا) اور (اس کے) انعام سے اور اللہ تعالیٰ (ان سے) باخبر حکمت والا ہے (ان پر انعام کرنے میں) اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ (یہ آیت ایک واقعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ گدھے پر سوار ہو کر ابن ابی کے پاس سے ہو کر گزرے۔ اتفاقاً گدھے نے پیشاب کر دیا۔ جس پر عبداللہ ابن ابی نے اپنی ناک بند کر لی۔ عبداللہ بن رواحہؓ بولے کہ واللہ آپ کے گدھے کا پیشاب تیرے مشک کی خوشبو سے اچھا ہے۔ چنانچہ طرفین میں ہاتھا پائی، جوتم پیزار، مکا بازی شروع ہوگئی) آپس میں لڑ پڑیں (بلحاظ معنی جمع لائی گئی ہے۔ کیونکہ ہر فریق ایک پوری جماعت تھی اور ایک قراءت میں اقتتلتا بھی ہے) تو تم ان کے درمیان اصلاح کر دو۔ (یہاں تثنیہ بلحاظ لفظ لایا گیا) پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی (ظلم) کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم (حق) کی طرف رجوع ہو جائے (لوٹ آئے) پھر اگر رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان عدل (انصاف) کے ساتھ اصلاح کر دو، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مسلمان تو سب (دینی) بھائی بھائی ہیں۔ سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو (جب وہ جھگڑ پڑیں۔ ایک قراءت میں اخوتکم تا کے ساتھ ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو (اصلاح کے معاملہ میں) تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

تحقیق و ترکیب

لا تقدموا۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ قدّم لازم ہے جو بمعنی تقدم ہے جو متعدی ہوتا ہے مفعول محذوف ہے یعنی بقولٍ اوفعلٍ۔

بین یدی اللہ۔ یعنی اللہ و رسول کے ہر معاملہ میں مطیع رہو۔ تقدم بین یدی ابیہ وامہ کے معنی ہیں ان کو بلا اجازت حکم دے دیا یا ممانعت کر دی اور بعض کے نزدیک مفعول محذوف ہے ای امرًا۔

فوق صوت النبی۔ یعنی زیادہ چلا کر بولنے میں بھی بے ادبی ہے اور زیادہ آہستہ بولنے میں تاذی کا احتمال ہے درمیانی آواز سے بولنے میں بس اس کا لحاظ رہے کہ آواز آپ سے اونچی نہ ہو کہ گستاخی میں شمار ہے۔

ولا تجھروا لہ بالقول۔ چونکہ اس میں تکرار کا شبہ ہو سکتا تھا اس لیے مفسرؒ نے دونوں میں فرق کر دیا کہ پہلا حکم تو اس صورت میں ہے کہ آپ بھی مصروف گفتگو ہوں تو بات کرتے وقت آپ سے اونچی آواز نہ کرو اور یہ دوسرا

Marfat.com

حکم اس صورت میں ہے کہ آپ خاموش تشریف فرما ہوں تو آپ کی موجودگی میں باہمی بے تکلفی سے آزادانہ گفتگو مت کرو۔ بلکہ پاسِ ادب ملحوظ رکھ کر دب کر گفتگو کرو۔

ان تحبط۔ مفسرؒ نے ای خشیۃ ذلک کہہ کر حذف مضاف کی طرف اشارہ کیا ہے اور لا ترفعوا اور لا تجہروا میں تنازعہ ہو رہا ہے۔ پس بصریین کے مذہب پر فعل ثانی کا مفعول لہ ہوگا اور کوفیوں کے نزدیک اول کا پہلی رائے اصح ہے۔ کیونکہ اول کو عمل دینے صورت میں ثانی میں اضمار ماننا پڑے گا۔

اولئک۔ یہ مبتداء ہے اور الذین اس کی خبر ہے اور پورا جملہ ان کی خبر ہے اور لہم مغفرۃ دوسرا جملہ ہے یا جملہ مستانفہ اور یا جملہ حالیہ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الذین امتحن صفت ہو اولئک کی یا بدل اور بیان ہو اور لہم مغفرۃ جملہ خبریہ ہو۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف لہم خبر ہو اور مغفرۃ اس کا فاعل ہو۔ امتحان واختبار سبب ہے اظہار تقوے کا فی نفسہ تقوے کا سبب نہیں ہے۔ گویا سبب کا مسبب پر اطلاق کیا گیا ہے۔ جس طرح سماع الحان سے دل میں چھپی ہوئی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح اس امتحان کے ذریعہ دل میں چھپے ہوئے تقوے کا اظہار ہوتا ہے۔

کان کل واحد۔ مفسرؒ نے کان احتمالی صیغہ اس لئے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ جہاں یہ احتمال ہے کہ ایک شخص ایک ایک حجرہ کے سامنے آواز دے رہا ہوگا۔ یہ بھی امکان کہ سب مل کر ہر حجرہ کے سامنے آواز دیتا ہو۔ البتہ جمع کے مقابلہ میں جمع لانے سے انقسام احاد علی الاحاد ہو رہا ہے۔

لکان خیرا لہم۔ یعنی جلد بازی کے مقابلہ میں انتظار بہتر تھا۔ کیونکہ اس میں ادب اور تعظیم نبوی ہی تمام سعادتوں کی کنجی ہے۔

لزۃ۔ ترہ کے معنی خفت رائے، عداوت وریب کے ہیں۔

فتبینوا۔ یعنی اچھی طرح چھان بین کر لینی چاہیئے۔ جھوٹ، فسق کی ایک شاخ ہے۔ پس جو فسق سے احتراز کرے گا وہ جھوٹ سے بھی احتراز کرے گا۔

وفی قراءۃ۔ حمزہؒ اور علیؓ کی قرارت میں لفظ تثبتوا ہے یعنی خبر سنتے ہی عمل درآمد شروع نہ کرو۔ بلکہ توقف کرو۔ حتیٰ کہ حقیقتِ حال ظاہر ہو جائے۔

ان تصیبوا۔ مفسرؒ نے خشیۃ نکال کر حذف مضاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بصریوں کے مذہب پر اور کوفیوں کے نزدیک تقدیر عبارت لئلا تصیبوا ہے۔

واعلموا۔ بعد کا جملہ مع لو یطیعکم کے اعلموا کے دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہے اور لو یطیعکم فیکم کی ضمیر مجرور سے حال ہوگا یا ضمیر مرفوع مستتر سے حال ہوگا۔ بعض لوگوں نے بنی المصطلق کے معاملہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہوگا تاکہ ان پر حملہ ہو جائے۔ اگرچہ ان کی رائے مانی نہیں گئی۔ اور لو یطیعکم کو جملہ مستانفہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن زمخشریؒ نے اس احتمال کو رد کر دیا۔ کیونکہ اس صورت میں کلام متعارض ہو جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

تر تناقض کلام کو واضح نہیں کیا۔ اور لو کے بعد مضارع لانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ ان لوگوں نے اپنی رائے ہ اصرار کیا ہوگا۔

لعنتہ۔ قاموس میں ہے کہ عنت کے معنی فساد، گناہ، ہلاکت اور مشقت کے ہیں۔ آیت میں سب معنی ہ سکتے ہیں۔

دونہ۔ یعنی حضور اس زد میں نہیں آتے۔

اثم التسبب۔ یعنی فعل کا گناہ تو نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کا ارتکاب نہیں کیا۔ البتہ سبب بننے کا گناہ ہ گا۔

اور الحاق المرتب کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری خبر پر جو حضورؐ کی کارروائی مرتب ہوگی اس کی ذمہ داری نا تم پر ہوگی۔

حبب الیکم الایمان۔ یعنی ایمان کامل جس میں تصدیق جنان، اقرار لسان، عمل ارکان تینوں داخل ہیں۔ اور ن تینوں خصلتوں کا تقاضہ ہے کہ ان کی اضداد سے کراہت و نفرت ہو۔ اسی لیے ذکرہ الیکم الکفر والفسوق العصیان فرمایا گیا ہے۔ لف و نشر مرتب کے طور پر سمجھنا چاہیئے۔

استدراک من حیث المعنی۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔ حاصل سوال یہ ہے کہ لکن کے ماقبل و بعد میں اثبات و نفی کا اختلاف ہوا کرتا ہے جو یہاں نہیں ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ لفظاً یہ اختلاف موجود نہیں ہے مگر بلحاظ معنی یہ اختلاف ہے۔ کیونکہ کامل مومنین کی شان اس سے مختلف ہوتی ہے جن اوصاف کا پہلے ذکر ہوا ہے وہ ہر شنیدہ بات پر کان نہیں دھرتے۔ اس طرح ماقبل و مابعد میں اختلاف ہوگیا۔

فضلا۔ یہ اسم مصدر ہے اور مصدر افضال ہے۔ مگر مفسرؒ نے تسامحاً مصدر کہہ دیا اور حبب کا مفعول بھی ہو سکتا ہے۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ آیت میں اس پر تنبیہ ہے کہ اللہ و رسول کی محبت اور کفر و فسق سے نفرت سعادت عظمیٰ ہے۔

وان طائفتان۔ اس میں اشارہ ہے کہ باغی بھی مومن ہوتا ہے۔ اور یہ کہ جب وہ جنگ سے باز آجائے تو اس کا پیچھا نہ کیا جائے اور یہ کہ نصیحت و فہمائش کے باوجود اگر باغی باز نہ آجائے تو اس پر چڑھائی کرنے والے کی مدد کی جائے۔

فان بغت۔ یعنی نصیحت قبول کرنے سے انکار کردے۔

حتی تفیء۔ یہ حتی بتقدیر الیٰ غایت کے لیے ہے اور بمعنی کی بھی ہو سکتا ہے تعلیل کے لیے لیکن سیاق آیت کے مناسب پہلی صورت ہے۔

اقسطوا۔ مفسرؒ نے اعدلوا سے اشارہ کیا ہے کہ اقسطوا میں ہمزہ سلب کے لیے ہے قسط بمعنی ظلم اما القاسطون کانوا لجہنم حطبا۔

Marfat.com

بین اخویکم۔ چونکہ نزاع کم از کم دو کے درمیان ہوتا ہے اس لیے تثنیہ لایا گیا۔ اور دوسری قراءت صیغہ جمع کی ہے جو ظاہر ہے۔

لعلکم۔ اس ترجی میں اطماع کریم ہے۔

شانِ نزول

لاتقدموا۔ خطیبؒ کے قول پر اس آیت کے شانِ نزول میں اختلاف ہے۔ شعبیؒ جابرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی یعنی آنحضرتؐ کی قربانی سے پہلے تم قربانی مت کرو۔ بعض لوگوں نے آنحضرتؐ کے نماز عید سے فارغ ہونے سے پہلے ہی قربانی کرلی تھی۔ چنانچہ ان کی قربانی کو دہرایا گیا۔

اور مسروقؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ اس میں یوم الشک کے روزہ سے منع کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے روزہ مت رکھو۔ لیکن امام رازیؒ کی رائے ہے کہ آیت عام ہے ہر بات اور ہر کام میں آنحضرتؐ پر پہل نہیں کرنی چاہیئے۔

مفسر نے جس خاص سبب نزول کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک موقعہ پر لشکر کا امیر بنانے میں صحابہؓ کے درمیان اختلافِ رائے ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اقرع بن حابسؓ کا نام پیش کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے قعقاع بن معبد کا نام پیش کیا۔ اس پر ابوبکرؓ بولے۔ ما اردت الا خلافی۔ یعنی تمہارا منشاء محض میرا خلاف کرنا ہے۔ عمرؓ نے بھی جواب میں یہی جملہ دہرایا۔ دونوں کی گفتگو میں آوازیں بلند ہوگئیں تب یہ آیت نازل ہوئی۔

لاترفعوا۔ اس کے شانِ نزول کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں آیات کا شانِ نزول الگ الگ ہے۔ لیکن گذشتہ تفصیل سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یاایھا الذین امنوا لاتقدموا سے لے کر لاتشعرون تک ایک ہی شانِ نزول ہے۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا واقعہ۔

ان الذین یغضون۔ بقول بیہقیؒ حضرت ابوبکرؓ نے بتبسم عرض کیا کہ اب میں مدت العمر سرگوشی کے انداز میں نہ بولوں گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ آیت لاترفعوا نازل ہونے کے بعد حضرت عمرؓ اتنے آہستہ بولنے لگے کہ دوبارہ استفسار کی ضرورت ہونے لگی۔ اسی طرح ثابت بن قیس خطیبؓ بلند آواز تھے۔ مگر یہ سن کر ڈرے اور روئے اور تبکلف آواز پست کرلی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کا منشاء یہ ہے کہ حضورؐ کا ادب ملحوظ رکھنے میں اذیت سے بچانا ہے۔ پس نہ آواز اونچی ہو اور نہ پست۔ بلکہ درمیانی آواز سے بات چیت کرو۔

ان الذین ینادونک۔ وفد بنی تمیم کے لوگ سہ پہر دوپہر حاضر ہوئے۔ جبکہ آنحضرتؐ خوابِ استراحت میں تھے۔ ان میں اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن بھی تھے انہوں نے دولت خانے سے باہر کھڑے آوازیں لگائیں۔ اخرج الینا یا محمد فان مدحنا زین وذمنا شین۔ آنحضرتؐ بیدار ہو کر باہر تشریف لائے۔ چونکہ یہ پکارنا اکھڑپنے سے اور بے موقعہ جلد بازی کا مظاہرہ تھا۔ اس لیے تنبیہ کی گئی۔

ان جاءکم فاسق۔ ابن جریرؒ نے ام سلمہؓ، ابن عباسؓ، مجاہدؒ سے اور طبرانیؒ و احمدؒ نے حارث ابن ابی الحارث

marfat.com
Marfat.com

زاعی سے تخریج کی ہے۔ کہ ولید بن عقبہ کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔
وان طائفتان۔ شیخین نے حضرت انسؓ سے اس واقعہ کی تخریج کی ہے۔ اور بیضاوی میں ہے کہ اوس خزرج کے مابین واقعات کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ربط آیات

پچھلی سورۃ الفتح میں اصلاح آفاق بالجہاد تھی اور اس سورت میں اصلاح نفس بالارشاد ہے اور اجزاء سورت کے مجموعہ کا حاصل سید المرسلینؐ اور مومنین کے باہمی حقوق کا بیان ہے۔

تشریح

اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و حقوق اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم رکھنے کے طریقے ارشاد فرمائے گئے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کا اجتماعی نظام کن بنیادوں پر استوار ہو سکتا ہے اور کن اصولوں پر کاربند ہونے سے مستحکم رہ سکتا ہے؟ اور کبھی اگر اس میں خرابی اور خلل واقع ہو جائے تو اس کا کیا علاج ہے؟

تجربہ شاہد ہے کہ اکثر نزاعات و مناقشات خود رائی، غرض پرستی سے پیدا ہوتے ہیں۔ جن کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی شخصی رایوں اور غرضوں کو کسی ایک بلند معیار کے تابع کر دینا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ اللہ و رسول کے ارشادات سے بڑھ کر کوئی معیار نہیں ہو سکتا۔ ایسا کرنے میں وقتی طور پر خواہ کتنی ہی تکالیف اٹھانی پڑیں لیکن اس کا آخری انجام یقینی طور پر دارین کی سرخروئی اور کامیابی ہے۔

آداب نبویؐ

چنانچہ ارشاد ہے کہ جس معاملے میں اللہ و رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہے۔ اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو۔ بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو۔ جس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ ارشاد فرمائیں، خاموشی سے کان لگا کر سنا کرو۔ ان کے بولنے سے پہلے بولنے کی جرأت نہ کیا کرو۔ ادھر سے جو حکم ملے اس پر بے چوں و چرا، اور بلاپس و پیش عمل کر لیا کرو اپنی اغراض و شہوات کو ان کی مرضیات و احکام پر مقدم نہ رکھو۔ بلکہ اپنے جذبات و افکار کو شارع کے تابع بنا لو جب تک کہ قرائن یا صراحت سے گفتگو کی اجازت نہ ہو۔ گفتگو میں پہل مت کرو۔ بلکہ انتظار کرو، بلا اجازت و انتظار تصرف مرضی ہونے کا امکان ہے۔ غرضکہ جواز شرعی اجازت پر موقوف ہے خواہ قطعی ہو یا ظنی۔ اور جس طرح پیغمبر کی عدم موجودگی میں اول نص، پھر نص میں غور و تامل ضروری ہے۔ اسی طرح آپ کے حضور میں اول نص کا انتظار پھر قرائن میں تامل ضروری ہے پس غلطی یہ ہوئی کہ انتظار نہیں کیا۔ ہر کام میں یہی حکم ہے۔

واتقوا اللہ۔ اللہ و رسول کی سچی فرمانبرداری اور تعظیم اسی وقت میسر آ سکتی ہے۔ جب خوف خدا دل میں ہو۔ دل میں اگر ڈر نہیں تو ظاہر اً دعوے اسلام نباہنے کے لیئے بار بار اللہ و رسول کا نام زبان پر آئے گا۔ اور

Marfat.com

بظاہر ان کے احکام کو بھی آگے رکھے گا۔ مگر فی الحقیقت ان کو اپنی اندرونی خواہشات واغراض کی تحصیل کے لیے ایک آلۂ کار کے طور پر استعمال کرے گا۔ سو یاد رہے کہ جو زبان پر ہے اللہ اسے سنتا اور جو دل میں ہے اسے جانتا ہے تو اس کے آگے یہ فریب کیسے چلے گا۔ چاہیئے کہ آدمی اس سے ڈر کر کام کرے۔

بلند آواز سے نہ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے سامنے اگرچہ باہمی گفتگو ہو تب بھی آپ کی آواز بلند آواز نہ ہو اور خود آپ سے گفتگو کرو تو برابر کی آواز سے بھی مت بولو۔

غرض حضورؐ کی مجلس میں شور نہ کرو اور جس طرح آپس میں چہک کر یا تڑخ کر بات کرتے ہو حضورؐ کے ساتھ یہ برتاؤ گستاخانہ اور خلافِ ادب ہوگا۔ آپ سے خطاب کرو تو نیازمندانہ لب ولہجہ اور نرم آواز سے تعظیم واحترام کے جذبہ سے ادب وشائستگی کے ساتھ عرض ومعروض کی جائے۔

ادب نبویؐ کی کیفیت

دیکھو ایک مہذب بیٹا اپنے باپ سے، ایک لائق شاگرد اپنے اُستاد سے، ایک مخلص مرید اپنے پیر ومرشد سے اور ایک سپاہی اپنے افسر سے کس طرح بات کرتا ہے۔ پیغمبر کا مرتبہ تو ان سب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس لیے آپ سے گفتگو میں پوری احتیاط ملحوظ رہنی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ بے ادبی ہو جائے اور آپ کو تکدر پیش آئے۔ حضورؐ کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ ایسی صورت میں تمام اعمال ضائع ہونے اور ساری محنت اکارت جانے کا اندیشہ ہے۔ کفر وشرک تو بالاتفاق تمام اعمال کو بالکلیہ کالعدم کر دیتا ہے۔ لیکن فسق ومعصیت کے متعلق اختلاف ہے کہ اس سے بھی اعمال اکارت ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

خوارج ومعتزلہ تو اپنے اصول پر یہی کہتے ہیں کہ فسق ومعصیت سے بھی چونکہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اس لیے یہ بھی حابط اعمال ہے۔ آیت "ان تحبط" سے بظاہر خوارج ومعتزلہ کی تائید ہو رہی ہے اور یہی ان کا مستدل ہے۔

گناہوں سے ایمان چلا جاتا ہے یا نہیں؟

لیکن جمہور اہل سنت صرف فسق ومعصیت کو حابط اعمال نہیں مانتے ان کے لیے بظاہر آیت میں اشکال ہوگا۔ کیونکہ پیغمبر کی آواز سے اونچی آواز کرنا گناہ ہے جس کو حابط اعمال فرمایا جا رہا ہے۔ پس اس کی مختلف توجیہات اہلسنت کی طرف سے کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ بلند آواز سے بولنا باعث آپ کی اذیت کا باعث ہے اور ایذاء رسول کفر ہے۔ اس لیے یہ بلند آوازی بھی موجب حبط اعمال ہوگی۔ اگرچہ اس توجیہ میں تکلف ہے۔ کیونکہ کفر وہی اونچی آواز ہوگی جس کا مقصد آپ کو ستانا ہو۔ لیکن جہاں یہ مقصد نہ ہو وہ کفر کیسے ہوگا البتہ معصیت ہو سکتا ہے جو کفر سے ہلکا ہے۔

لیکن بے تکلف اور آسان توجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض دفعہ بلند آوازی سے گفتگو صورۃً بے باکی ہوتی ہے جیسا کہ اسی طرح حضورؐ سے باہمی بے تکلفی کے انداز پر گفتگو کرنا بظاہر گستاخی ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی کا پیرو اور تابع ہوتا ہے

marfat.com
Marfat.com

یا گویا زبانِ حال سے پابند ادب ہوتا ہے۔ لیکن اس طرزِ گفتگو میں اس پابندی کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ جو پیشوا کے لیے باعثِ اذیت ہو سکتی ہے۔ اور عام معاصی اگرچہ حابطِ اعمال نہیں ہوتے۔ مگر ایذاء رسول خاص طور پر ایسی شدید معصیت ہے کہ اس سے حبطِ اعمال کا اندیشہ ہے۔ گرچہ یہ عام کا ایک مخصوص فرد ہے جس کا حکم بھی عام کے علاوہ خاص ہے۔

البتہ بعض اوقات جب طبیعت زیادہ منبسط ہوتی ہے یہ باتیں ناگوار نہیں ہوا کرتیں۔ پس اس وقت یہ باعثِ اذیت نہیں ہوں گی اور باعثِ اذیت نہ ہونے کی وجہ سے موجبِ حبطِ اعمال بھی نہیں ہوں گی اور چونکہ گفتگو کرنے والے کو بعض دفعہ حضورؐ کا منقبض ہونا نہ ہونا معلوم نہیں ہو گا۔ بہت ممکن ہے کہ اس طرز سے حضورؐ کو ملال ہو جائے اور اس سے حبطِ اعمال بھی ہو جائے۔ لیکن گفتگو کرنے والے کو پتہ بھی نہ چلے اور نہ اُسے احساس ہو۔ وہ اسی خیال و گمان میں رہے کہ حضورؐ کو تکلیف نہیں پہنچی۔ اس لیے حبطِ عمل کی خبر بھی نہ ہو۔ لاتشعرون کا یہی مفہوم ہے۔ پس ان وجوہ کا لحاظ کرتے ہوئے مطلقاً اونچی آواز سے اور تکلفانہ گفتگو سے روک دیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض افراد تکلیف دہ نہیں ہوں گے۔ مگر ان کی تعیین کیسے ہو؟ لہٰذا مطلقاً تمام افراد سے باز آجانا لیا چاہیئے۔

اس ترجیہ پر خوارج و معتزلہ کے لیے بھی استدلال کی گنجائش نہیں رہتی۔ کہ عام گناہ کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یا کافر ہو جاتا ہے اور نہ اہل سنت کی جانب سے جواب دہی کی ضرورت ہے زیادہ سے زیادہ صرف ایک گناہ کو حابط اعمال کہنا پڑے گا۔ سو اس موجبہ جزئیہ کی نقیض کو سالبہ کلیہ منصوص نہیں ہے۔ اس لیے اس کے ماننے میں بظاہر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں چونکہ اجلال نبوی کی خاص رعایت ہے اس لیے اس کو ارجح کہنا چاہیئے۔

ایک نفیس علمی بحث

تاہم اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اہل سنت کا یہ قاعدہ بظاہر عام ہے پھر اس تخصیص کی کیا دلیل ہے اور بلا دلیل دعوے کرنا مشکل ہے۔ مگر جواب میں کہا جائے گا۔ کہ بے ادبی اور گستاخی بلا قصد ایذاء رسول اگرچہ صرف گناہ ہی ہے۔ مگر چونکہ یہ سبب ہے ایذاء رسول کا۔ اور ایذاء رسولؐ اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند اور منہوض ہے کہ بعض دفعہ وہ سبب ہو جاتا ہے خذلان اور سلب توفیق کا اور پھر یہ خذلان سبب قریب ہو جاتا ہے کفر اختیاری کا اور کفر بالاتفاق حابط اعمال ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تم حضورؐ کے سامنے مذکورہ بالا طرز گفتگو سے بچو۔ کبھی ایسا نہ ہو کہ حضورؐ کو تکلیف پہنچے جس سے تم مخذول ہو جاؤ اور پھر اس خذلان کے سبب خدانخواستہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ تم قصداً کفریہ اعمال کرنے لگ جاؤ۔ حالانکہ تمہیں اس طرزِ گفتگو کے وقت نہ اس کے واسطے اذیت رسول اور خذلان حق کی خبر تھی اور نہ اس کا احتمال تھا۔ اور نہ اس کا احساس ہوتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے کب ارتکاب کا احتمال ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

اس تقریر پر کسی گناہ کا بلاواسطہ حابط اعمال ہونا بھی لازم نہیں آیا اور اہل سنت نے بلاواسطہ حبط اعمال کی نفی فرمائی ہے اور اس طرح خاص اس گناہ کا دوسرے عام گناہوں سے اشد ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ کیونکہ دوسرے گناہوں پر اس شان کی وعید نہیں آئی۔

اور چونکہ ان تحبط اعمالکم سے وانتم لاتشعرون حال ہے اور حال میں حقیقی مقارنت ہوا کرتی ہے۔ اس کی رعایت سے اب تقریر کا عنوان اس طرح ہو جائے گا۔ کہ تم حضورؐ کے سامنے اور خود حضورؐ سے اس طریقہ سے گفتگو نہ کیا کرو کہ مبادا اس شامت سے تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں۔ اس طرح کہ یہ طرز موجب ایذاء رسول ہو اور وہ خذلان کا باعث ہو۔ اور خذلان ، کفر اختیاری کی طرف منجر ہو جائے اور کفر موجب حبط اعمال ہے ہی اور تمہیں احساس بھی نہ ہو کہ اعمال کے اکارت جانے کا سبب خود تمہارا یہ طرز عمل ہے۔ تمہارے اس لاابالی پن نے آج تمہیں یہ روز بد دکھلایا۔

اس عنوان پر متصور بھی آگیا اور انتم لاتشعرون کی حالیت بھی محفوظ رہی غرض اس تقریر سے سب غبار صاف ہوگئے اور لفظاً بھی کسی تکلف کا ارتکاب کرنا نہیں پڑا۔

تعظیم نبوی کی ترغیب

(۱) یہاں تک تو بلند آواز سے یا بے تکلفانہ گفتگو کے متعلق ترہیب تھی اگلی آیت میں پست آواز سے گفتگو کرنے کی ترغیب ہے۔

ان الذین یغضون۔ یعنی جو لوگ پیغمبر کی مجلس میں ادب و تعظیم اور تواضع سے بات چیت کرتے ہیں اور نبی کی آواز کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب پرکھ لیا ہے اور خالص طہارت کے لیئے اچھی طرح مانجھ لیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اعظم شعائر اللہ چار چیزیں ہیں۔ قرآن کریم۔ پیغمبر اعظم۔ کعبۃ اللہ۔ نماز۔ ان کی تعظیم وہی کرے گا جس کا دل تقوے سے مالا مال ہو۔

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ معلوم ہوا کہ جب حضورؐ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ کے احکام و ارشادات سن کر ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا گناہ ہوگا۔ غرضکہ کمال تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمان خلاف اولیٰ باتوں سے بھی مکمل احتراز کریں۔

ترمذی کی حدیث مرفوع ہے۔ لایبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع مالا باس بہ حذرا لما بہ باس۔

بلند آواز سے گفتگو اور بے باکانہ کلام کبھی موجب تادی ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ جب مطلقاً اس طرز کو چھوڑ دیا تو پھر تکلیف دہ پہلو کا خطرہ ہی نہ رہا اس لیئے کمال تقوے حاصل ہوگیا۔

آگے اس عمل کا اخروی ثمرہ ارشاد ہے کہ اس اخلاق وحق شناسی کی برکت سے پچھلی کوتاہیاں معاف ہوں گی اور بڑا بھاری ثواب ملے گا۔

marfat.com
Marfat.com

حضورؐ کی محبت و تعظیم ہی مسلم قوم کی ترقی کے لئے نقطہ عروج ہے

ان الذین ینادونک۔ بنی تمیم ملنے کو آئے حضورؐ حجرۂ مبارکہ میں تشریف رکھتے تھے۔ وہ لوگ باہر کھڑے کھڑے آواز دینے لگے۔ یہ ایک قسم کی بے ادبی، بے عقلی اور بے تہذیبی کی بات تھی۔ اپنی سادہ لوحی اور دیہاتی پن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو نہیں سمجھے۔ کیا معلوم اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ یا کسی اہم کام میں مشغول ہوں۔ کیونکہ اس طرح تو کسی معمولی ذمہ دار آدمی کے لیے بھی کام کرنا سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا کوئی نظام الاوقات نہ ہو۔ اور آپ کی ذات والا صفات تو مسلمانوں کے تمام دنیوی اور دینی امور کا مرکز و ملجا تھی۔

اور پھر پیغمبر کا ادب و احترام بھی آخر کوئی چیز ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ کسی کی زبانی اندر اطلاع کراتے اور آپ کی تشریف آوری تک انتظار کرتے۔ اور جب آپ تشریف لا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اس وقت عرض و معروض کرنی چاہیئے تھی۔ یہ زیادہ بہتر طریقہ اور شائستہ نمونہ ہوتا۔ پھر بھی نادانستگی اور بے عقلی سے جو بات اتفاقاً سرزد ہو جائے اللہ اس کو اپنی مہربانی سے بخشنے والا ہے۔

بہر حال اپنی تقصیر پر نادم ہو کر ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔ حضورؐ کی تعظیم و محبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر مسلم قوم کی تمام پراگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوت کا نظام قائم ہے۔

انتہائی ادب کا تقاضہ

(۲) اور الیھم میں یہ نکتہ ہے کہ یہ انتظار اس وقت تک رہنا چاہیئے کہ آپ کی باہر تشریف آوری تمہارے ہی لیے ہو۔ ورنہ اگر تشریف تو لائے مگر دوسرے کام کے لیے یا دوسری طرف متوجہ ہو گئے۔ تو پھر بھی صبر و انتظار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ خروج الیھم نہیں ہے جو غایت ہے صبر کی بلکہ توجہ الیھم ہے جو کافی نہیں ہے ایسی صورت میں با ادب کھڑے رہو۔ حتیٰ کہ خود حضورؐ تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں یا قرائن سے معلوم ہو جاتے کہ تمہارے ہی لیے تشریف آوری ہوئی ہے۔

حضورؐ کی وفات کے بعد حضورؐ کی احادیث پڑھنے اور سننے کے وقت بھی نیز قبر شریف کے پاس حاضری کے وقت بھی آداب نبوی ملحوظ رہنے چاہئیں۔ حتیٰ کہ خلفاء اور علماء ربانیین اور اولوالامر کے ساتھ بھی درجہ بدرجہ انہی آداب سے پیش آنا چاہیئے تاکہ جماعتی نظام قائم رہے۔ جو آنحضرتؐ کے متبع ہیں وہ ان احکام کے بھی متبع رہیں گے۔ تاہم سوء ادبی کا وبال اتنا نہیں ہوگا۔ لیکن بلا ضرورت ایذا رسانی حرام ضرور ہے۔ تاہم فرق مراتب نہ کرنے سے بہت سے مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔

بے تحقیق خبر پر عمل کرنے سے بڑی خرابیاں ہو جاتی ہیں

یا ایھا الذین امنوا۔ آنحضرتؐ نے ولید بن عقبہ کو اور ایک

Marfat.com

روایت کے مطابق بنی وکیعہ کو بنی مصطلق کے یہاں زکوٰۃ کی وصول یابی کے لیے روانہ فرمایا۔ ولید اور بنی مصطلق میں زمانۂ جاہلیت سے کچھ رنجش تھی۔ بنی مصطلق ولید کی آمد سُن کر استقبال کو آئے۔ مگر ولید یہ سمجھے کہ مقابلہ آرائی کو آئے ہیں۔ اسی غلط فہمی میں واپس ہو گئے اور اپنے خیال کے مطابق بارگاہِ نبوت میں رپورٹ پیش کر دی کہ حضورؐ معلوم ہوتا ہے بنی مصطلق تو اسلام سے پھر گئے۔ پھر آپ نے تحقیق کے لیے حضرت خالد کو بھیجا اور فرما دیا کہ اچھی طرح تحقیق کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بنی مصطلق کے لوگ خود حاضر ہوئے۔ ممکن ہے دونوں باتیں ہوئی ہوں۔ غرضکہ ثابت ہو گیا کہ بات بے اصل تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حاصل یہ ہے کہ بیشتر نزاعات اور مناقشات کی ابتداء چونکہ جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے۔ اس لیے اول اختلاف و تفریق کے اسی سرچشمہ کو بند کرنے کی تلقین فرمائی۔ یعنی کسی خبر کو یوں ہی بے تحقیق قبول نہ کر لیا کرو۔ کہ بسا اوقات بعد میں پچھتانا پڑتا ہے اور اپنی جلد بازی پر ندامت ہوتی ہے اور پھر اس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں جماعتی طور پر کیسا خراب ہو گا۔

ولید بن عقبہ اگرچہ فاسق نہیں تھے اور پھر آنحضرتؐ نے محض ان کے کہنے پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ چھان بین کی اس لیے آیت میں کسی طرح کا اشکال نہیں رہا۔

پس فاسق کا ذکر حکم میں مبالغہ کے لیے ہے۔ اس لیئے یہ لازم نہیں آتا کہ ولید فاسق تھے۔ اور جب آنحضرتؐ نے تحقیق کے بغیر کارروائی نہیں کی۔ اسی طرح مسلمانوں کو عام حکم ہے کہ وہ بھی اس حکم کے پابند رہیں۔ ورنہ تقدیم بین یدی اللہ و رسولہ لازم آئے گی جس کی ممانعت پہلے ہو چکی ہے۔

غرضکہ آیت سے نہ ولید کا فاسق ہونا لازم آیا اور نہ یہ شبہ رہا کہ آپ نے بے تحقیق کارروائی کرنی چاہی ہو گی۔ کیونکہ آیت میں آنحضرتؐ مخاطب ہی نہیں ہیں جب کہ عام مومنین کو حکم ہے اس میں حضورؐ کی اقتدار کرو۔

اور خبر سے مطلق خبر مراد نہیں۔ بلکہ ان تصیبوا کے قرینہ سے وہ خبر مراد ہے۔ جس پر عمل کرنے سے کسی کا ضرر لازم آتا ہو۔ لہٰذا یقینی فاسق اور محتمل فاسق کی خبر غیر مقبول اور غیر معتبر ہو گی۔

چند شبہات کا ازالہ

یہاں مطلق خبر کے مقبول غیر مقبول ہونے کی بحث کرنا ایک زائد بات ہے اسی طرح صحابہؓ کے عدول غیر عدول ہونے کی بحث کرنا ایک زائد بات ہو گی۔ کیونکہ ولید کا فاسق ہونا نہ آیت سے لازم آرہا ہے اور نہ ہی حدیث سے ثابت ہے۔ کیونکہ ممکن ہے خود ولید کو غلط فہمی ہو گئی ہو۔

اور فتبینوا کا یہ مطلب نہیں کہ ضرور اس خبر کی تحقیق کی جایا کرے۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر ہم کسی شخص کی بُرائی سُن کر بالکل التفات نہ کریں تو جائز ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو تجسس حرام ہے۔ بلکہ منشاء اس کا یہ ہے کہ بلا تحقیق عمل نہ کیا کرو۔ یہ بحث مستقل ہے کہ کہاں تحقیق واجب ہے اور کہاں جائز ہے، کہاں ممنوع ہے۔

marfat.com
Marfat.com

خبر کی تحقیق کہاں ضروری ہے

سو اس میں مجمل قاعدہ یہ ہے کہ :۔

۱۔ جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب شرعی فوت ہوتا ہو وہاں واجب ہے۔ مثلاً سلطان کسی کے مرتد ہونے کی خبر سنے تو اس پر تحقیق واجب ہے۔ تحقیق سے اگر خبر صحیح ثابت ہو تو مرتد کو توبہ کرائے۔ ورنہ بصورتِ انکار قتل کر دے۔ یا سلطان کو اطلاع ملے کہ فلاں شخص فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ تو چونکہ رعایا کی حفاظت اس کے ذمہ واجب ہے۔ اس لیے اس کی تحقیق و انتظام بھی واجب ہے۔

۲۔ لیکن جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب فوت نہ ہوتا ہو اور تحقیق نہ کرنے سے نہ اس کا کوئی نقصان ہوتا ہو۔ جس کے بارے میں خبر پہنچائی گئی ہے تو وہاں تحقیق جائز ہوگی ضروری نہ ہوگی۔ مثلاً کسی نے سنا کہ فلاں شخص مجھ کو مارے گا۔

۳۔ اور اگر تحقیق کے نتیجہ میں اپنی مضرت تو دفع نہیں ہوتی۔ مگر اس دوسرے شخص کو ناگواری ہوگی تو پھر تحقیق حرام ہوگی۔ مثلاً کسی نے سنا کہ فلاں شخص شراب پیتا ہے تو تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی نقصان نہیں اگر تحقیق کرنے سے وہ شخص فضیحت ہوتا ہے اس لیے تحقیق ممنوع ہوگی۔

رسولؐ کی اطاعتِ کاملہ

واعلموا ان فیکم۔ یعنی حضورؐ کا تشریف فرما ہونا ایک بڑی نعمت الٰہیہ ہے۔

لقدمن اللہ الخ اس کی قدر کرو اور کسی بات میں حتی کہ دنیوی امور میں بھی خلاف ورزی نہ کرو اور اس فکر میں نہ رہو کہ دنیوی امور میں حضور خود ہماری موافقت فرمایا کریں۔ یا اگر تمہاری کسی خبر یا رائے کو نہ مانیں تو برا مت مانو۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی خواہشوں یاروں کے تابع نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہو تو زمین و آسمان کا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے۔

ولو اتبع الحق اھوا ھم الخ حاصل یہ ہے کہ خبروں کی تحقیق کر لیا کرو۔ حق کو اپنی خواہش اور مرضی کے تابع بنانے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ اپنی خواہشات کو حق کے تابع رکھو۔ اس طرح تمام جھگڑوں کی جڑ ہی کٹ جائے گی کیونکہ رسول عمل کرتا ہے اللہ کے حکم پر۔ اسی میں تمہارا بھلا ہے اگر تمہاری بات کریں تو ہر کوئی اپنے بھلے کی کہے گا۔ پھر آخر نبی کس کی بات پر چلے گا۔ اس لیے کہ اگر تمہارا مشورہ نہ مانے تو برا مانو۔ کیونکہ دنیاوی کام میں نبی کا تمہارے مشورہ کو نہ ماننا اگرچہ اس کا خلاف مصلحت ہونا نہ فی نفسہ مستبعد ہے اور نہ خلاف شانِ نبوت ہے۔ لیکن اول تو ایسے امور جن میں ایسا احتمال ہو شاذ و نادر ہوں گے۔ پھر ان شاذ و نادر مواقع میں اگر مصلحت فوت ہوتی ہو۔ مگر یہ کتنی بڑی بات ہے۔ کہ اس مصلحت کا نعم البدل یعنی رسول کی اطاعت کا اجر و ثواب ضرور میسر آئے گا۔ بخلاف اس کے کہ تمہاری رائے پر عمل ہو کہ شاذ و نادر ایسے امور بھی نکلیں گے جن میں مصلحت پوری ہوتی ہے لیکن وہ متعین نہیں ہیں اور پھر وہ بھی بہت ہی کم ہوں گے۔ زیادہ احتمال تو مضرت ہی کا ہے

Marfat.com

پھر اس مضرت کا کوئی تدارک نہیں۔

بہر حال اگر حضورؐ تم لوگوں کا کہا مانتے ہی رہتے تو تم بڑی مصیبت میں پڑ جاتے۔ لیکن اللہ کا شکر کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے مومنین کاملین کے دلوں میں ایمان کو محبوب و مرغوب بنا دیا اور اس کی ضد کفر کی اور فسق یعنی گناہِ کبیرہ کی اور عصیان یعنی گناہ صغیرہ کی نفرت ڈال دی جس سے تم کو ہر وقت رضائے رسول کی جستجو رہتی ہے اور تم وہ احکام مان لیتے ہو جو موجب رضائے رسول ہیں جس مجمع میں اللہ کا رسول جلوہ افروز ہو وہاں کسی کی رائے و خواہش کی پیروی کہاں ہو سکتی ہے۔

دنیوی امور میں بھی اطاعتِ رسول ضروری ہے بدون اطاعتِ مطلقہ ایمان کامل نہیں ہو سکتا اور ایمان کامل کی ترغیب پہلے سے موجود ہے۔ پس اس طرح تم نے اس حکم کو بھی فوراً قبول کر لیا اور ایمان کی اور تکمیل کر لی۔ آج اگرچہ حضورؐ ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر حضورؐ کی تعلیم اور آپ کے نائب و وارث یقیناً موجود ہیں اور رہیں گے۔

واللہ علیم حکیم۔ اللہ سب کی استعداد کو جانتا ہے اور ہر ایک کو اپنی حکمت سے وہ احوال و مقامات مرحمت فرماتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب ہوں۔ اس کے احکام میں بھی مصالح کی رعایت موجود ہوتی ہے علمائے اسلام بھی ان سے واقف ہیں۔

اسلام ایک دوامی قانون ہے

واعلموا ان فیکم الخ کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایسی چیز کا بیان ہے جو حضورؐ کی حیات کے ساتھ مخصوص تھی اور وہ دنیوی امور میں آپ کی اطاعت ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ "فی کثیر" کہنا بھی اسی کا قرینہ ہے۔ کیونکہ دنیوی امور میں تو کسی ایک میں بھی گنجائش نہیں کہ آنحضرتؐ کسی کی اطاعت کریں اور تشخیص کی وجہ یہ نہیں کہ اگر آپ اپنے بعد کے لیے ایسے احکام فرما جاتے تو اطاعت واجب نہ ہوتی بلکہ وجہ تشخیص یہ ہے کہ آپ نے ایسے احکام فرمائے نہیں ہیں کیونکہ یہ احکام جزئی تھے اور حضورؐ نے شریعت مؤبدہ چھوڑی ہے اس کے احکام کلیہ ہیں۔ اور اس کی تحقیق کہ دنیوی امور میں کس شرط سے اطاعت واجب ہے۔ آیت ماکان لمؤمن الخ کے تحت دمن یقنت میں گزر چکی ہے۔

مسلمانوں کے جھگڑوں کا حل

وان طائفتان۔ یعنی ان تمام پیش بندیوں کے باوجود اگر اتفاق سے مسلمانوں کی جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ صلح ہو جائے اور اختلاف دور ہو جائے۔ لیکن اگر اس میں کامیابی نہ ہو اور ایک فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو بے فکر اور یکسو ہو کر نہ بیٹھ جاؤ۔ بلکہ جس کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے مقابلہ کریں یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آ جائے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لیے اپنے کو پیش کر دے۔ اس وقت چاہیئے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات و انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرا دیں۔ کسی ایک کی طرفداری میں جادۂ حق سے اِدھر

Marfat.com

۱۰ اُدھر نہ بھٹکنے پائیں۔

مسلمانوں میں باہم میل ملاپ ضروری ہے۔

انما المؤمنون اخوۃ۔ یعنی صلح و جنگ دونوں حالت میں یہ ملحوظ رہنا چاہیئے۔ کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت میں دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے۔ جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یوں ہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو۔ بلکہ صلح صفائی کی پوری کوشش کرو۔

آیت کا نزول صحیحین کی ایک روایت کے مطابق انصار کے دو گروہوں اوس و خزرج کے ایک وقتی ہنگامہ کے سلسلہ میں ہوا ہے۔ حضورؐ نے ان کے درمیان اسی آیت کے ماتحت صلح کرادی تھی۔ جو لوگ خلیفہ کے مقابلہ میں بغاوت کریں وہ بھی آیت کے عموم میں داخل ہیں۔ چنانچہ علماء سلف بغاوت کے مسئلہ میں اس سے استدلال کرتے آئے ہیں۔

لیکن اس شانِ نزول سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کے تمام جماعتی مناقشات و اختلافات کو شامل ہے۔ اور جو مفسر نے روایت شانِ نزول کی پیش کی ہے اس کی رو سے مومنین سے مراد عبداللہ بن ابی کی قوم کے مومنین ہیں۔ خود عبداللہ مراد نہیں۔ کیونکہ وہ صرف ظاہراً مومن بنا ہوا تھا۔ حقیقۃً مومن نہیں تھا۔ لیکن آنحضرتؐ کے مقابلہ میں اس کے ساتھیوں کا غصہ کفر کی حمایت میں نہیں تھا۔ بلکہ حمیت جاہلیہ اور قومی تعصب کے تحت تھا۔

مسلمانوں کے اختلافات ختم کرنے کے طریقے۔

جو مسلمان بالفعل یا بالقوۃ آپس میں مقابل ہو جائیں اخلاصاً یا نفاقاً وہ ایک ہوں یا متعدد۔ ان کے احکام کی تفصیل یہ ہے

۱۔ دونوں مسلم جماعتیں امام المسلمین کے تحتِ ولایت ہوں گی۔

۲۔ یا دونوں جماعتیں تحتِ ولایت نہیں ہوں گی۔

۳۔ یا ایک جماعت تحتِ الولایت ہے اور دوسری جماعت تحتِ الولایت نہیں ہوگی۔

پہلی صورت میں اگر عام لوگوں کی فہمائش سے ان میں لڑائی موقوف نہ ہو تو امام المسلمین پر اصلاح واجب ہے۔ اس کی پھر تین حالتیں ہیں۔ یا دونوں جماعتیں اطاعت قبول کرلیں یا دونوں اطاعت سے باہر ہو جائیں۔ یا ایک اطاعت کرے اور دوسری اطاعت نہ کرے۔ پہلی حالت میں قصاص و دیت کے احکام جاری ہوں گے۔ یہ سب اصلحا کے افراد میں داخل ہوں گے اور دوسری تیسری حالتیں دوسری اور تیسری صورت کے ساتھ ملحق ہیں جن کے احکام آگے آرہے ہیں۔

دوسری صورت میں چونکہ دونوں فریق باغی ہیں ان کا حکم بھی آتا ہے۔

Marfat.com

تیسری صورت میں جو تحت الرایت ہے وہ عادل کہلاتا ہے اور جو اطاعت سے خارج ہے وہ باغی کہلاتا ہے کہ خود امام المسلمین ہی سے آمادۂ قتال ہے۔ ان بغت احدٰھما الخ میں اسی حکم کا بیان فرمایا گیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اول ان کا شبہ رفع کیا جائے گا کہ اصلاح کی ایک فرد یہ بھی ہے کہ اگر بغاوت سے یہ باز آجائیں تو ان سے قتال نہیں کیا جائے گا اور باز نہ آئیں تو پھر مجبوراً قتال کیا جائے گا۔ چنانچہ انہیں اگر قوت و شوکت حاصل ہے تو قتال کے وقت ان کے متعلق یہ احکام ہوں گے کہ ان کے زخمیوں کو قتل کر دیا جائے گا اور بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے گا۔ اور قتال کے بعد ان کے یہ احکام ہوں گے کہ ان کے ہاتھ سے جو عادل مارے جائیں ان کا قصاص نہیں لیا جائے گا اور جو مال انہوں نے تلف کیا ہے اس کا ضمان نہیں لیا جائے گا۔ یہ سب عدل و قسط میں داخل ہیں۔

اور احکام مشترکہ یعنی قوت و عدم قوت دونوں حالت میں یہ ہیں کہ لڑائی سے پہلے ان کے ہتھیار چھین لئے جائیں گے اور ان کو گرفتار کر کے توبہ کرنے تک ان کو قید رکھا جائے گا اور عین لڑائی کے وقت یا اس کے بعد ان کی اولاد کو غلام باندی نہیں بنایا جائے گا اور نہ ان کا مال غنیمت بنائیں گے۔ البتہ توبہ کرنے تک ان کے اموال کو روکے رکھا جائے گا توبہ کرنے کے بعد وہ واپس کر دیئے جائیں گے۔ یہ سب بھی عدل و قسط میں داخل ہیں۔

لیکن یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں جب مسلمانوں کا کوئی امام موجود ہو۔ ورنہ مذکورہ صورتوں میں اور اسی طرح نصرت پہ قدرت نہ ہونے کی صورت میں، نیز حق و باطل میں التباس کی صورت میں گھر بیٹھ رہنے کا حکم ہے پس امام المسلمین کے لئے انتظام کرنا اور دوسروں کو اس کی مدد کرنا دونوں اصلحوا کے تحت آتے ہیں۔

لطائف آیات

یا ایھا الذین امنوا لا تقدموا میں شریعت کی پابندی اور ادب کی رعایت اور تقاضائے طبعی کو چھوڑ دینے کا ذکر ہے۔

لا ترفعوا اصواتکم۔ یہ آیات اصل میں شیخ کے آداب و احترام کی ہیں۔

لو یطیعکم فی کثیر من الامر۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرید شیخ کو اپنی رائے کے مطابق بنانے کی کوشش نہ کرے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ الْاٰیَةُ نَزَلَتْ فِیْ وَفْدِ تَمِیْمٍ حِیْنَ سَخِرُوْا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ کَعَمَّارٍ وَصُهَیْبٍ وَالسُّخْرِیَّةُ الْاِزْدِرَاءُ وَالْاِحْتِقَارُ قَوْمٌ اَیْ رِجَالٌ مِّنْکُمْ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْکُمْ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ لَا تَعِیْبُوْا فَتُعَابُوْا اَیْ لَا یَعِیْبُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ لَا یَدْعُوْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا بِلَقَبٍ

marfat.com
Marfat.com

يَكْرَهُهُ وَمِنْهُ يَا فَاسِقُ يَا كَافِرُ بِئْسَ الِاسْمُ اَيِ الْمَذْكُوْرُ مِنَ السُّخْرِيَةِ وَاللَّمْزِ وَالتَّنَابُزِ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ بَدَلٌ مِنَ الِاسْمِ لِاِفَادَةِ اَنَّهٗ فِسْقٌ لِتَكَرُّرِهٖ عَادَةً وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ اَيْ مُؤْثِمٌ وَهُوَ كَثِيْرٌ ظَنِّ السُّوْءِ بِاَهْلِ الْخَيْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَهُمْ كَثِيْرٌ بِخِلَافِهٖ بِالْفُسَّاقِ مِنْهُمْ فَلَا اِثْمَ فِيْهِ فِيْ نَحْوِ مَا يَظْهَرُ مِنْهُمْ وَلَا تَجَسَّسُوْا اُحْذِفَ مِنْهُ اِحْدَى التَّائَيْنِ لَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَعَايِبَهُمْ بِالْبَحْثِ عَنْهَا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۚ لَا يَذْكُرُهُ بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ وَاِنْ كَانَ فِيْهِ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ لَا يَحِسُّ بِهٖ لَا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۚ اَيْ فَاغْتِيَابُهٗ فِيْ حَيَاتِهٖ كَاَكْلِ لَحْمِهٖ بَعْدَ مَمَاتِهٖ وَقَدْ عُرِضَ عَلَيْكُمُ الثَّانِيْ فَكَرِهْتُمُوْهُ فَاكْرَهُوا الْاَوَّلَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اَيْ عِقَابَهٗ فِي الْاِغْتِيَابِ بِاَنْ تَتُوْبُوْا مِنْهُ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ قَابِلُ تَوْبَةِ التَّائِبِيْنَ رَّحِيْمٌ ○ بِهِمْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى اٰدَمَ وَحَوَّاءَ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا جَمْعُ شَعْبٍ بِفَتْحِ الشِّيْنِ وَهُوَ اَعْلٰى طَبَقَاتِ النَّسَبِ وَقَبَآئِلَ هِيَ دُوْنَ الشُّعُوْبِ وَبَعْدَهَا الْعَمَائِرُ ثُمَّ الْبُطُوْنُ ثُمَّ الْاَفْخَاذُ ثُمَّ الْفَصَائِلُ اٰخِرُهَا مِثَالُهٗ خُزَيْمَةُ شَعْبٌ كِنَانَةُ قَبِيْلَةُ قُرَيْشٍ عِمَارَةٌ بِكَسْرِ الْعَيْنِ قُصَيٌّ بَطْنٌ هَاشِمٌ فَخِذُ الْعَبَّاسِ فَصِيْلَتُهٗ لِتَعَارَفُوْا ۚ حُذِفَ مِنْهُ اِحْدَى التَّائَيْنِ اَيْ لِيَعْرِفَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا لَا لِلتَّفَاخُرِ وَاِعْلُوا النَّسَبِ وَاِنَّمَا الْفَخْرُ بِالتَّقْوٰى اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِكُمْ خَبِيْرٌ ○ بِبَوَاطِنِكُمْ قَالَتِ الْاَعْرَابُ نَفَرٌ مِّنْ بَنِيْ اَسَدٍ اَتَوْا ۚ صَدَّقْنَا بِقُلُوْبِنَا قُلْ لَّهُمْ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا اَيْ اَنْقَدْنَا ظَاهِرًا وَلَمَّا اَيْ لَمْ يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۚ اِلَى الْاٰنَ لٰكِنَّهٗ يَتَوَقَّعُ مِنْكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ بِالْاِيْمَانِ وَغَيْرِهٖ لَا يَاْلِتْكُمْ بِالْهَمْزِ وَتَرْكِهٖ وَبِاِبْدَالِهٖ اَلِفًا لَا يَنْقُصْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ اَيْ مِنْ ثَوَابِهَا شَيْئًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ رَّحِيْمٌ ○ بِهِمْ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اَيِ الصَّادِقُوْنَ فِيْ اِيْمَانِهِمْ

Marfat.com

كَمَا صَرَّحَ بِهٖ بَعْدُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا لَمْ يَشُكُّوْا فِي الْاِيْمَانِ وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ بِجِهَادِهِمْ يَظْهَرُ صِدْقُ اِيْمَانِهِمْ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ فِي اِيْمَانِهِمْ
لَا مَنْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَلَمْ يُوْجَدْ مِنْهُمْ غَيْرُ الْاِسْلَامِ قُلْ لَهُمْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ مُضَعَّفٌ عِلْمٌ
بِمَعْنٰى شَعَرَ اَيْ اَتَشْعُرُوْنَهٗ بِمَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ فِيْ قَوْلِكُمْ اٰمَنَّا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ مِنْ غَيْرِ قِتَالٍ بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ اَسْلَمَ
بَعْدَ قِتَالٍ مِنْهُمْ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ مَنْصُوْبٌ بِنَزْعِ الْخَافِضِ الْبَاءِ وَيُقَدَّرُ قَبْلَ اَنْ فِي
الْمَوْضِعَيْنِ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فِيْ قَوْلِكُمْ اٰمَنَّا اِنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَيْ مَا غَابَ فِيْهِمَا وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ بِالْيَاءِ وَ
التَّاءِ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْهُ

ترجمہ اے اہل ایمان نہ تو ہنسنا چاہیئے (یہ آیت وفد تمیم کے متعلق نازل ہوئی جب انہوں نے عمار رضی اللہ عنہ وصہیب رضی اللہ عنہ جیسے غریب مسلمانوں کا مذاق اڑایا۔ سخریہ اسی ہنسی مذاق کو کہتے ہیں جس میں دوسرے کی تحقیر و دل آزاری ہوتی ہو) کسی قوم (تم میں سے مردوں) کو دوسری قوم پر، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں (اللہ کے نزدیک) اور نہ (تمہاری) عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیئے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو (کسی کی عیب جوئی نہ کرو، ورنہ تمہاری عیب جوئی کی جائے گی۔ غرضکہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی مت کرو) اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو (آپس میں ایک دوسرے کو ایسے لقب سے یاد نہ کرو جو باعث ناگواری ہو۔ مثلاً مسلم کو کافر، فاسق کہہ کر پکارنا) برا نام رکھنا (جس سخریہ، لمز، تنابز کا ذکر ہوا) بُرا ہے ایمان لانے کے بعد (یہ بدل ہے لفظ اسم سے یہ بتلانے کے لیے کہ یہ فسق ہے، کیونکہ بدل عادۃً مکرر ہوتا ہے) اور جو (اس سے) باز نہیں آئیں گے وہ ظلم کرنے والے ہیں۔ اے اہل ایمان بہت سے گمانوں سے بچا کرو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں (یعنی گناہ میں ڈالنے والے اور یہ بدگمانی بکثرت پائی جاتی ہے، مثلاً اہل خیر مسلمانوں سے بدگمانی کرنا جن کی تعداد بڑی ہے برخلاف فاسق مسلمانوں سے بدگمانی کے کہ وہ گناہ نہیں جب کہ وہ ان کے ظاہر حال کے مطابق ہو) اور نہ ایک دوسرے کے سراغ میں رہو (اس کی دو تاؤں میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے، مسلمانوں کی پوشیدہ باتیں اور معائب ٹوہ لگا لگا کر بیان نہ کیا کرو) اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے (کسی کی ناگوار بات بیان نہ کرو اگرچہ وہ بات اس میں ہو) کیا تم میں سے کوئی اس بات کو

Marfat.com

پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے (مینتا تخفیف وتشدید کے ساتھ دونوں طرح ہے جس میں احساس نہ رہے، ہرگز کوئی مُردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند نہ کرے گا) اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو (یعنی زندہ بھائی کی غیبت کرنا ایسا ہے، جیسے اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھالینا، پس جس طرح مردہ بھائی کے گوشت کھانے کو ناپسند کرتے ہو۔ اسی طرح اس کی غیبت کو بھی ناگوار سمجھو) اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی غیبت کے متعلق اس کے عذاب سے ڈرو اس طرح کہ اس سے توبہ کرلو) بلاشبہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے (توبہ کرنے والوں کی) رحم کرنے والا ہے (ان پر) اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا (آدم وحوا سے) اور تمہیں مختلف قومیں (شعوب جمع ہے شعب کی فتح شین کے ساتھ۔ نسب کے اعلیٰ طبقہ کو کہتے ہیں) اور مختلف خاندان بنایا (قبیلہ شعب سے کم ہوتا ہے اس کے بعد عمائر کا درجہ ہے پھر بطون کا درجہ ہے، پھر افخاذ۔ پھر فصائل آخری درجہ میں ہے مثلاً خزیمہ شعب ہے، کنانہ قبیلہ ہے، قریش عمارہ ہے بکسر العین۔ قصی بطن ہے ہاشم فخذ ہے۔ عباس فصیلہ ہے) تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو (اس کی دو تاء میں سے ایک کو حذف کردیا گیا ہے۔ یعنی ایک دوسرے کی پہچان کے لیے، نہ اس لیے کہ اونچے نسب پر فخر کیا جائے۔ قابل فخر تو صرف تقوے ہے) اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف تو وہ ہے جو سب میں زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ (تمہیں) خوب جاننے والا (تمہارے اندرونی احوال سے) پورا خبردار ہے۔ یہ گنوار (قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگ) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے (جان ودل سے مان لیا) آپ (ان سے) فرمادیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہوگئے (ظاہری فرمانبردار) اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا (البتہ تم سے اس کی توقع ہے) اور اگر تم اللہ ورسول کا کہنا مان لو (ایمان وغیرہ کے متعلق) تو اللہ تعالیٰ کمی نہ کرے گا (ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ہمزہ کے اور ہمزہ کو الف سے بدل کر یعنی کم نہیں کرے گا) تمہارے اعمال میں سے (یعنی ان کے ثواب میں) ذرا بھی۔ بلاشبہ اللہ (مؤمنین کی) بہت مغفرت کرنے والا (ان پر) بہت رحم کرنے والا ہے۔ پورے مومن (یعنی سچے مومن جیسا کہ آگے تصریح ہے) وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک وشبہ نہیں کیا (ایمان میں ڈانواڈول نہیں ہوئے) اور اپنے مال وجان سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا (ان کے جہاد سے ان کے ایمان کی سچائی ظاہر ہوگئی) یہی لوگ سچے ہیں (اپنے ایمان میں۔ وہ لوگ سچے نہیں جو آمنا تو کہتے ہیں مگر اسلام کے سوا ان سے کچھ ظاہر نہیں ہوا) آپ (ان سے) فرمادیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے ایمان کی خبر دیتے ہو؟ (تعلیم بمعنی اعلام ہے مراد خبر ہے یعنی تم اللہ کو اطلاع دیتے ہو اپنے آمنا کہنے کی حالت کی) حالانکہ اللہ تعالیٰ کو سب آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کی خبر ہے اور اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔ یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں (بغیر خون بہائے مسلمان ہوگئے بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ بعض ان میں قتل وقتال کے بعد اسلام لائے) آپ فرمادیجئے کہ مجھ پر اپنے ایمان لانے کا احسان مت رکھو (منصوب ہے باجارہ مخدوفہ سے اور ان اسلموا اور ان ہداکم دونوں جگہ ان سے پہلے محذوف ہے) بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو (اپنے آمنا کہنے میں) اللہ تعالیٰ زمین آسمان کی سب

Marfat.com

مخفی باتوں کو (جو کچھ ان میں پوشیدہ ہے) جانتا ہے اور تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے (یعلمون یا اور کے ساتھ دونوں طرح ہے۔ اس پر کچھ چھپا نہیں ہے)۔

تحقیق وترکیب

قوم۔ خاص طور پر مردوں کو قوم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہی عورتوں کے لیے قوام ہوتے ہیں۔ قوم دراصل قائم کی جمع ہے جیسے صائم اور زائر کی جمع صوم اور زور آتی ہے عورتیں اگر قوم کے مفہوم میں داخل ہوتیں تو ولانساء نہ کہا جاتا۔ چنانچہ زہیر کا شعر ہے۔ ؎

وما ادری و لست احال ادری اقوم آل حصن ام نساء

البتہ قوم عاد و ثمود کا اطلاق جو مردوں کے ساتھ عورتوں پر ہوا ہے وہ طبعًا ہوا ہے۔ اور قوم ونساء دونوں کو نکرہ لایا گیا۔ تاکہ فرد و جماعت دونوں کو ٹھٹھا کرنے کی ممانعت معلوم ہوجائے اور لا یسخر رجل من رجل ولا امرأۃ من امرأۃ نہیں کہا۔ کیونکہ اس میں فرد کی ممانعت تو ہوتی۔ مگر ایک سے زائد کے لیے ممانعت نہ ہوتی۔ نیز اس بدخلقی سے بچنے والوں کی عظمت شان بھی ظاہر کرنا ہے۔ تعبیری عبارت میں اذدراء واحتقار مرادف ہیں۔ اور رجال سے تفسیر کرکے قوم کے اسم جمع ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ یعنی رجال ہے قوم کا واحد معنیً رجل ہے اور بعض کے نزدیک اس جمع کا واحد لفظًا نہیں ہے۔

لاتلمزوا انفسکم۔ مراد ایک دوسرے کی عیب جوئی کی ممانعت ہے اور انفسکم اس لیے کہا کہ دوسرے کا عیب بیان کرنا خود اپنا عیب بیان کرنا ہے۔ کیونکہ تمام مسلمان مثل ایک جان ہیں۔ اور یا اس لیے کہ جو دوسرے کا عیب بیان کرے گا اس کا بھی عیب بیان کیا جائے گا تو دوسرے کا عیب بیان کرنا گویا خود کو عیب دار بنانا ہے۔ لمز زبانی طعن تشنیع کو کہتے ہیں۔

ولا تنابزوا۔ نبز کے معنی مطلقًا لقب کے ہیں لیکن عرف میں بُرے لقب کو کہا جاتا ہے۔ قاموس میں ہے کہ تنابز القاب سے یاد کرنے کو کہتے ہیں۔

بئس الاسم۔ اسم کے معنی یہاں ذکر کے ہیں کہا جاتا ہے۔ طار اسمہ بالکرم او باللوم تعبیری عبارت اسی سے اشارہ ہے کہ الاسم میں الف لام عہد کا ہے اور معہود اگرچہ جمع ہے مگر بتاویل مذکور مفرد ہے۔

الفسوق۔ اس کو مبتداء یا خبر بنانا مشہور ہے۔ لیکن فاعل سے بدل بنانا جیسا کہ مفسرؒ کی رائے ہے غریب ہے۔ اور بدل کے نکتہ کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ مذکورہ باتیں اگرچہ صغائر ہیں مگر عادۃً بار بار ہونے کی وجہ سے فسق یعنی کبیرہ گناہ ہو جاتی ہیں۔

کثیرا من الظن۔ کثیر کو مبہم رکھا تاکہ گمان میں احتیاط اور تامل سے کام لیا جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ممنوع گمان ممنوع ہو۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ الظن ظنان احدھما اثم وھو ان یظن ویتکلم بہ والآخر لیس باثم وھو ان یظن ولا یتکلم بہ۔

بعض الظن اثم۔ مومنین چونکہ فی نفسہ کثیر ہیں۔ لہٰذا ان سے بدگمانی بھی کثیر ہوگی اور یہ کثرت بعضیت کے لحاظ

Marfat.com

منافی نہیں ہے برخلاف فساق کے کہ ان کے ظاہری فسق سے بدگمانی گناہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بیہقیؒ اور طبرانیؒ نے روایت کی ہے۔ زجاج کہتے ہیں۔ ھو ظنك بأھل الخير سوء واما اھل الفسق فلنا ان الظن بھم مثل الذی ظھر منھم اور بعض نے یہ معنی لیئے ہیں اجتنبوا اجتنابا کثیرا۔

لا تجسسوا۔ جس کے معنی "رجس الید" ہاتھ سے چھو کر معلوم کرنے کے ہیں۔

ایحب احدکم۔ یہ ایک تمثیل ہے غیبت کی برائی کی جس میں کئی مبالغے ہیں۔ ایک استفہام تقریر کے لیئے ہے دوسرے انتہائی ناگوار چیز کو محبوب کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے۔ تیسرے احدکم کی طرف نسبت کرتا ہے جس میں اشارہ ہے کہ دوسرے اس کو پسند نہیں کرتے۔ چوتھے عام انسان کی بجائے بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پانچویں بھائی کا گوشت بھی مردہ ہونے کی حالت میں کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قتادہؒ سے نقل ہے کما تکرھہ ان وجدت جیفة مدودة ان تاکل منھا کذلك فاکرہ لحم اخیك وھو حیؒ۔

لفظ میتاً حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ خواہ لحم سے یا اخیہ سے اور تشدید کی قراءت نافعؒ کی ہے۔ اور چونکہ مُردار کھانا طبعاً قابل نفرت ہے اس لیئے فکرھتموہ فرمادیا گیا۔ جس سے عقلاً بھی اس ناگواری مفہوم ہوگئی مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب یہ کہا گیا۔ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً تو گویا صحابہ کی طرف سے جواب ملا۔ پھر کہا گیا فکرھتموہ فاجتنبوا ذکرہ بالسوء۔

قاضیؒ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہوئے۔ ان صح ذلك وعرض علیکم ھذا فقد کرھتموہ یہ فا فصیحیہ ہے کہ شرط مقدر کا جواب ہوتا ہے اس تمثیل میں آبرو کو گوشت سے تشبیہ دی گئی ہے استعارہ تمثیلیہ ہے۔

شعوبا۔ عرب میں یہ چھ طبقات شمار ہوتے تھے شعب بمعنی شاخ درخت۔

ثم لم یرتابوا۔ ثم لانے میں یہ نکتہ ہے کہ ایمان لانے کے وقت تو شک ہے ہی نہیں۔ آئندہ بھی شک نہیں ہوتا۔

ھم الصادقون۔ یعنی اگرچہ اعمال، ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ لیکن کہا جائے گا کہ کمال ایمان میں داخل ہیں یا بطور علامتِ ایمان ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں دیہاتی مسلمانوں کے ایمان پر تعریض کرتا ہے۔

اتعلمون۔ یعنی یہاں تعلیم بمعنی اعلام ہے اس لیے مفعول ثانی کی طرف با کے ذریعہ متعدی کیا گیا ہے بمعنی شعر متعدی بیک مفعول ہے اور بمعنی اشعر متعدی بدو مفعول ہے۔

اسلامکم۔ باجارہ تین جگہ متقدر ہے دو موقعہ یہ ہیں "ان اسلموا۔ ان ھداکم" حروف مشبہ کے ساتھ ان بکثرت محذوف ہوتا ہے۔

ابوحیان کہتے ہیں "ان اسلموا" مفعول کی جگہ ہے اس لیئے لا تمنوا علی اسلامکم میں فعل کو اس کی طرف متعدی کیا گیا ہے۔

ان کنتم صادقین۔ ای فی ادعائکم الایمان بقلبہ فللہ المنة علیکم۔

Marfat.com

شانِ نزول

ولا یغتب۔ حضرت سلمانؓ کو دو صحابیوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں سالن لینے روانہ کیا۔ حضرت اسامہؓ کھانے کے انتظام پر تھے۔ انہوں نے سالن سے انکار کر دیا۔ سلمانؓ نے دونوں صحابیوں کو اطلاع کر دی۔ سن کر وہ طنزاً بولے کہ سلمانؓ کو اگر سمجھ کنویں پر بھیجتے تو اس کا پانی بھی خشک ہو جاتا۔ جب یہ دونوں صحابی حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ تمہارے منہ پر گوشت کی سُرخی کیسے جھلک رہی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم نے تو گوشت نہیں کھایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم نے غیبت کی ہے۔ حدیث میں ہے۔ ذکرک اخاک بما یکرہ کسی نے عرض کیا۔ اگر کسی میں کوئی عیب موجود ہو اس کو ذکر کرنا کیسا ہے؟ فرمایا۔ ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم تکن فیہ ما تقول فقد بھتہ۔ یعنی غیبت موجودہ عیب پیچھے بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن غلط عیب بیان کرنا غیبت سے بڑھ کر بہتان کہلاتا ہے۔

یاایھا الناس۔ یہ آیت ابو ہند کے متعلق نازل ہوئی۔ جیسا کہ ابو داؤد نے زہری سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے بنو بیاضہ سے فرمایا کہ تم اپنی کسی عورت سے ابو ہند کی شادی کر دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اپنی لڑکیوں کی شادی غلاموں سے کیسے کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بقول ابن عباسؓ فتح مکہ کے موقعہ پر آنحضرتؐ نے بلالؓ کو کعبہ کی چھت پر اذان دینے کا حکم دیا۔ عتاب ابن اسید بولا خدا کا شکر ہے کہ آج کا دن دیکھنے سے پہلے میرے والد کو اللہ نے اٹھا لیا۔ حارث ابن ہشام بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی اس کالے کوّے کے علاوہ اذان دینے کو اور کوئی نہیں ملا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قالت الاعراب۔ مجاہد، قتادہ سے ابن جریر نے تخریج کی ہے کہ بنی اسد کے کچھ لوگوں نے آنحضرتؐ سے صدقات کا مطالبہ کرتے ہوئے ایمان لانے کو بطور احسان ذکر کیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ربطِ آیات

اولاً مسلمانوں میں اختلاف و نزاع روکنے کی تدابیر بتلائی تھیں۔ پھر بتلایا کہ اتفاقاً اگر اختلاف رونما ہو جائے تو پُرزور اور مؤثر طریقہ سے اس کو مٹایا جائے لیکن جب تک نزاع کا خاتمہ نہ ہو کوشش رہنی چاہیئے کہ کم از کم جذباتِ منافرت و مخالفت زیادہ تیز اور مشتعل نہ ہونے پائیں عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو شخصوں یا دو جماعتوں میں اختلاف رُونما ہوا۔ بس ایک دوسرے کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ذرا سی بات ہاتھ لگی اور پھبتی کسی، تمسخر و استہزاء کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے اور پگڑیاں اُچھلنے لگتی ہیں۔ حالانکہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ جس کی ہنسی اڑا رہا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہو۔ بلکہ بسا اوقات خود یہ بھی اختلاف سے پہلے اس کو بہتر سمجھتا تھا مگر ضد اور نفسانیت کا بُرا ہو کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آجاتا ہے اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اس طریقہ سے نفرت و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہتی ہے اور دلوں میں اس قدر بعد ہو جاتا ہے کہ صلح صفائی کا کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

محاسنِ اخلاق جماعتی نظام کے لئے ضروری ہیں

غرضکہ کوئی جماعت دوسری جماعت پر آوازے نہ کسے، ایک دوسرے

Marfat.com

کے ساتھ تمسخر نہ کرے، نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں۔ تمسخر اس ہنسی کو کہتے ہیں جس میں دوسرے کی تحقیر و دل آزاری ہو۔ لیکن تعزیح طبع اور دل خوش کرنے کے لیئے جو ہنسی مذاق ہو وہ مزاح اور خوش طبعی کہلاتی ہے وہ جائز ہے بلکہ حضورؐ سے ثابت ہے۔

اور قوم اور نساء کے لفظ سے یہ مقصود نہیں کہ محض جماعتی طور پر ممانعت مقصود ہے۔ بلکہ مردوں کی اور عورتوں کی جنس مراد ہے خواہ ایک ہو یا زائد۔ اسی طرح مرد کی عورت سے یا عورت کی مرد سے بھی اس قسم کی ہنسی ناجائز ہے اور یہ تخصیص شاید اس لیئے ہے کہ اکثر تمسخر ہم جنسوں میں ہوا کرتا ہے اور یا اس لیے کہ جب ہم جنس کے ساتھ تمسخر منع ہے تو غیر جنس سے بدرجۂ اولیٰ منع ہوگا۔ کیونکہ اس میں تمسخر کے علاوہ ایک طرح کی بے غیرتی اور بے حسی بھی شامل ہوگئی جو اور بھی بُری ہے اور کوئی شخص خواہ کتنا ہی حقیر ہو مگر خاتمہ بالخیر چونکہ دونوں کا محتمل ہے اس لیئے عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم کا بہر حال مصداق ہوگا۔ ڈرنا چاہیئے۔

اور فرمایا گیا کہ بُرے ناموں اور بُرے القاب سے کسی کو یاد نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی ہے اور فتنہ و فساد کی آگ زیادہ تیزی سے پھیلتی ہے۔

کسی کو بُرے ناموں سے پکارنا دل آزاری کی بدترین قسم ہے۔

بئس الاسم۔ یعنی کسی کا بُرا نام ڈالنے سے آدمی خود گنہ گار ہوتا ہے۔ اسے تو واقع میں عیب لگا یا نہ لگا لیکن خود اس کا نام بدتہذیب، فاسق، گنہ گار، مردم آزار پڑ گیا۔ خیال کرو "مومن" کے بہترین لقب کے بعد یہ نام کیا اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب ایک شخص ایمان لاچکا اور مسلمان ہو گیا پھر اس کو مسلمانی سے پہلے کی باتوں پر طعن دینا یا اس وقت کے بدترین القاب سے یاد کرنا یہودی یا نصرانی وغیرہ کہہ کر پکارنا کہاں کا انصاف ہے۔ قطعاً نہایت مذموم حرکت ہے یا کوئی کسی عیب میں مبتلا ہو اور وہ اس کا اختیاری نہ ہو۔ یا ایک گناہ سے فرض کیجئے توبہ کر چکا ہے چڑانے کے لیئے اس کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔

ومن لم یتب الخ جو کچھ پہلے ہو چکا اب توبہ کر لو۔ لیکن ان احکام و ہدایات سننے کے بعد بھی ان جرائم سے توبہ نہ کی تو اللہ کے نزدیک اصلی ظالم ایسے ہی لوگ ہوں گے۔ البتہ ایسے القاب اگر کسی غرض کے لیئے ہوں۔ مثلاً کوئی شخص لنگڑا ہے اور وہ اسی عنوان سے پہچانا جاتا ہے۔ تو پھر اس لقب کے ذکر کرنے میں حرمت نہیں ہوگی۔

اختلافات کی کہانیاں

یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا۔ باہمی اختلاف و تفریق بڑھانے میں ان امور کو خصوصیت سے دخل ہے۔ ایک فریق دوسرے فریق سے اس طرح بدگمان ہو جاتا ہے کہ حسن ظن کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا، مخالف کی کوئی بھی بات ہو اس کا مطلب اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک احتمال برائی کا نکلتا ہو۔ مگر

Marfat.com

ہمیشہ اس کی طبیعت بُرائی کی طرف چلے گی۔ اور اسی بُرے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دے کر فریق مقابل پر تہمت و الزام لگانا شروع کر دے گا۔ پھر نہ صرف یہ کہ ایک بات اتفاقاً پہنچ گئی۔ بدگمانی سے اس کو غلط معنے پہنا دیئے گئے۔ نہیں اس جستجو میں رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں۔ جس پر ہم خوب حاشیے چڑھائے جائیں اور اس کی غیبت سے اپنی مجلس گرم کریں۔ مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے۔ کیا کوئی انسان اس کو پسند کرے گا؟ بس سمجھ لو کہ غیبت اس سے بھی زیادہ قابل نفرت کام ہے۔ گوشت نوچ کر کھانے سے اگر جسمانی اذیت ہے تو آبرو جان و مال سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ کسی کی آبروریزی قلبی اذیت کا باعث ہونے کی وجہ سے زیادہ پاپ ہے۔

مختلف قسم کے گمان اور اُن کے احکام۔

ظن میں کثیر کے ساتھ بعض کا لفظ جو کثیر کو بھی شامل ہے اور جمیع کا مقابل ہے اس لیئے فرمایا کہ ظن کی دو مختلف قسمیں ہیں:۔

۱۔ ایک ظن واجب جیسے فقہی ظن کہ غیر منصوص احکام میں اجتہاد کیا جاتا ہے۔ یا اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنا کہ واجب ہے۔

۲۔ دوسرے ظن مباح جیسے معاشیات میں گمان کرنا۔ مثلاً ایک شخص علانیہ فسق و فجور کرتا ہے۔ شراب پیتا ہے۔ رنڈی بھڑوؤں میں جاتا ہے۔ اس پر فسق کا گمان کرنا جائز ہے۔ مگر یقین نہ کر بیٹھے جب تک دلائل یقین موجود نہ ہوں۔ اسی طرح غیر اختیاری سوء ظن میں بھی گناہ نہیں۔ جب کہ اس کے مقتضیٰ پر عمل نہ ہو۔ البتہ حتی الامکان اس کو دفع کرے۔

۳۔ تیسرا ظن حرام ہے جیسے الٰہیات اور نبوت میں قطعی دلائل کے بغیر گمان قائم کر لینا یا مسائل کلامیہ اور فقہیہ میں دلائل قطعیہ کے خلاف گمان کر لینا، یا کسی شخص میں فسق کی علامات نہ ہوں۔ بلکہ آثار صلاح ظاہر ہوں ایسے شخص سے سوء ظن رکھنا حرام ہوگا۔

ان تین قسموں میں چونکہ سب اقسام حرام نہیں۔ بلکہ صرف تیسری قسم حرام اور پہلی دو قسمیں حلال ہیں۔ اس لیئے کلا نہیں فرمایا۔ بلکہ کثیراً فرما دیا اور اس کثرت سے کثرت فی نفسہ مراد ہے کثرت اضافی مراد نہیں۔ اس لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کے افراد دوسری اقسام سے زیادہ ہوں۔ اور اگر عوام اور ان کی عام عادتوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو پہلی دو قسموں کے لحاظ سے بھی اس قسم کی کثرت صحیح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ زیادہ تر لوگوں کا ابتلاء اسی حرام گمان میں رہتا ہے۔ یہ تھی بعض الظن اثم کی تفصیل۔

اور سوء ظن کے متعلق جو الحکم سوء الظن مشہور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ شخص کے متعلق خود کو محتاط رکھے یعنی جس شخص سے بدگمانی ہے اس کے بارے میں بدگمانی کے مقتضی پر عمل نہ کرے یعنی نہ اس کی تحقیر و تنقیص کرے اور نہ اس کو ضرر پہنچائے۔ البتہ خود گمان کرنے والا اپنے متعلق احتیاط رکھے، اس سے چوکنا رہے اور اس کے وار سے بچتا رہے۔

marfat.com
Marfat.com

تجسس، غیبت، بہتان کے احکام

اور چھپ کر یا اپنے کو سوتا ہوا ظاہر کر کے دوسروں کی باتیں سننا تجسس میں داخل ہے۔ البتہ کسی سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو اور اپنی یا دوسرے کسی مسلمان کی حفاظت کے خیال سے نقصان پہنچانے والے کے ارادوں اور تدابیر کی ٹوہ لگائے تو جائز ہے۔ اور غیبت کہتے ہیں پیٹھ پیچھے کسی کی ایسی برائی بیان کرنا جو اس کو ناگوار ہو گو وہ سچی بات ہی ہو۔ اور غلط بات کہی جائے جس میں غیبت سے بھی زیادہ سخت دلیری ہوتی ہے تو اس کو اتہام و بہتان کہا جائے گا۔

اور پیٹھ پیچھے کی قید کا یہ مطلب نہیں کہ سامنے برائی کرنا جائز ہو گا۔ البتہ اس کو غیبت نہیں بلکہ لمز کہا جائے گا۔ جو گناہ ہے۔

۱۔ اور جس غیبت سے کم تکلیف ہوتی ہو۔ جیسے کسی کے مکان یا سواری کی برائی کرنا۔ وہ گناہ صغیرہ ہے۔

۲۔ اور جس سے زیادہ تکلیف ہو محقق یہ ہے کہ وہ غیبت گناہ کبیرہ ہے۔

۳۔ اور جو شخص غیبت کے دفع پر قدرت رکھتا ہو مگر پھر بلا اضطرار غیبت سنے۔ اس غیبت سننے کا حکم بھی غیبت کرنے کے برابر ہے اور غیبت میں چونکہ اللہ اور بندہ دونوں کا حق تلف ہوتا ہے۔

۴۔ اس لیے اول کے لحاظ سے توبہ۔

۵۔ اور دوسرے کی رو سے معاف کرانا بھی ضروری ہے۔

۶۔ البتہ روح المعانی میں حسنؒ، خیاطیؒ، ابن الصباغؒ، نوویؒ، ابن الصلاحؒ، زرکشیؒ، عبدالبرؒ جیسے علماء سے نقل کیا ہے جب تک متعلقہ شخص کو غیبت کی اطلاع نہ ہو بندے کا حق متعلق نہیں ہوتا۔ تاہم جن لوگوں کے سامنے غیبت کی تھی ان کے سامنے اپنی تردید و تکذیب کرنا ضروری ہو گا۔ ہاں اگر ممکن نہ ہو تو مجبوری ہے۔

۷۔ اور جس کی غیبت کی جائے اس کی وفات کے بعد اس کے وارثوں سے معاف کرانا کافی نہیں ہو گا۔ بلکہ اپنے متعلقہ شخص کے لیے بکثرت استغفار کرتا رہے۔

۸۔ اور بچہ، مجنون، اور ذمی کافر کی غیبت بھی حرام ہے۔ کیونکہ ان کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔

۱۰۔ البتہ کافر حربی کو اگرچہ ایذاء پہنچانا جائز ہے مگر ان کی غیبت تضیع اوقات ہے اس لیے مکروہ ہے۔

۱۱۔ اور غیبت جس طرح زبان و کلام سے ہوتی ہے اسی طرح فعل سے بھی ہو سکتی ہے جیسے لنگڑے کی نقل بنا کر لا تحقیر کی نیت سے وہ بھی ناجائز ہے۔

۱۲۔ اور غیبت کرنے والا اگر معافی چاہے تو جس کی غیبت کی ہے اس کو معاف کر دینا مستحب ہے کیونکہ یہ ع ہے۔

بعض روایات سے ثابت ہے کہ یہ آیت غیبت عام مخصوص البعض ہے۔ چنانچہ برائی بیان کرنے میں اگر کوئی شرعی مصلحت یا ضرورت ہو تو وہ غیبت حرام نہیں ہو گی۔ مثلاً

Marfat.com

۱۔ ظالم کی شکایت کسی ایسے شخص سے کرنا جو اس کے ظلم کو روک سکے۔
۲۔ معالج ڈاکٹر سے بیمار کا حال بتلانا۔
۳۔ فتوے کی ضرورت سے صحیح صورتِ حال مفتی کو بتلانا۔
۴۔ محدثین کا اصولِ حدیث کی رو سے احادیث کی حفاظت کے لیے راویوں پر جرح کرنا۔
۵۔ مسلمانوں کو کسی کے شر سے خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی، بچانے کے لیے کسی کا حال بتلا دینا۔
۶۔ یا مشورہ لینے کی غرض سے کسی کا حال ظاہر کرنا جیسے وکیل اور بیرسٹر جو مقدمات کی پیروی کرتے ہیں۔
۷۔ جو شخص اپنے فسق کو خود آشکارا کرتا پھرتا ہو اس کا حال بیان کرنا۔

آیت ایحب احدکم میں صرف غیبت کی مذمت ممکن ہے اس کی کثرت ابتلاء کی وجہ سے ہو۔

واتقوا اللہ الخ۔ ظاہر ہے کہ ان نصیحتوں پہ کاربند وہی ہوگا جس کے دل میں خدا کا ڈر ہو یہ نہیں تو کچھ نہیں، چاہیئے کہ ایمان و اسلام کا دعوے رکھنے والے واقعی طور پر خدائے قہار کے غضب سے ڈریں اور ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب نہ جائیں۔ اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہو گئیں تو اللہ کے سامنے صدق دل سے توبہ کریں وہ اپنی مہربانی سے معاف فرما دے گا۔ تفاخر نسبی کی طرح دعوے تقدس کی ممانعت بھی اس آیت سے مفہوم ہو رہی ہے۔

فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ۔ (سورۃ النجم)

سبحان اللہ کیسی بیش بہا ہدایات ہیں۔ آج اگر مسلمان سمجھیں تو ان کے سب امراض کا مکمل علاج اسی ایک سورۂ حجرات میں موجود ہے۔ مسلمان اگر ان پر عمل کریں تو جو اختلافات بدقسمتی سے پیش آجاتے ہیں۔ وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں اور ان کا ضرر بہت محدود ہو جائے۔ بلکہ چند روزہ کوشش سے نفسانی اختلافات کا خاتمہ ہو جائے۔

مدارِ فضیلت خاندانی اُونچ نیچ نہیں، بلکہ ایمان و عمل ہے۔

یا ایھا الناس انا خلقناکم۔ غیبت، طعن و تشنیع، عیب جوئی کا اکثر منشاء کبر ہوا کرتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا، معزز حقیر ہونا، ذات پات، خاندان اور نسب سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مہذب، پرہیزگار ہوگا اتنا ہی اللہ کے یہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد، ایک عورت آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ شیخ، سید، مغل، پٹھان اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، انصاری وغیرہ سب ہی کا سلسلہ ایک ماں باپ پر ختم ہوتا ہے۔ یہ خاندان اور برادریاں اللہ نے محض تعارف اور شناخت کے لیے مقرر کی ہیں۔ بلاشبہ حق تعالیٰ جس کو کسی شریف اور معزز بزرگ کے گھرانہ میں پیدا کر دے۔ وہ ایک وہبی، غیر اختیاری شرف و نعمت ہے جیسے آواز کا سُریلا اور صورت کا حسین و شکیل ہونا غیر اختیاری ہے جو بہرحال مستحسن ضرور ہے۔ لیکن یہ فخر و ناز کی چیز نہیں ہے کہ اس کو معیارِ کمال اور مدارِ فضیلت سمجھ لیا جائے۔ اور

marfat.com
Marfat.com

دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔ ہاں البتہ اس کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس نے بلا کسب و اختیار، شرفِ نسبی عطا فرمایا اور شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور و تفاخر سے باز رہے اور اس نعمت کو کمینہ خصلتوں اور بُرے اخلاق سے خراب نہ ہونے دے۔ بہرحال عزت و شرف اور فضیلت و بزرگی کا اصل معیار نسب نہیں ہے کہ غیر اختیاری ہے بلکہ صلاح و تقوےٰ اور اعمالِ صالحہ ہیں جو کمالات اختیاری اور کسبی ہیں اور ادب و تقوےٰ کا تعلق دل سے ہے اور اللہ ہی کو خبر ہے کہ جو شخص ظاہر میں متقی نظر آتا ہے وہ واقعہ میں کیسا ہے؟ اور آئندہ کیسا رہے گا؟

خاندانوں کا اختلاف تعارف کے لیے ہے اور تعارف مختلف مصالح کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً

۱۔ ایک ہی نام کے دو شخص ہیں مگر خاندانوں کے امتیاز سے ان میں امتیاز ہو جاتا ہے۔

۲۔ دور کے اور پاس کے رشتہ داروں کی پہچان ہوتی ہے اور اسی قرب و بعد کے لحاظ سے پھر قرابت داروں کے شرعی حقوق ادا کیے جاتے ہیں۔

۳۔ اس سے عصبات کا قرب و بعد معلوم ہو کر حاجب و محجوب متعین ہو جاتے ہیں۔

۴۔ اپنا خاندان معلوم ہو گا تو دوسرے خاندان کی طرف خود کو منسوب نہیں کرے گا۔ جس کی ممانعت حدیث میں آئی ہے۔

اسلام ناز کی بجائے نیاز کو پسند کرتا ہے۔

قالت الاعراب۔ اس میں ایک ایسی ہی جماعت کی بُرائی بیان کی جا رہی ہے جنہوں نے بطور ریا ایمان کا دعوےٰ اور اظہار کیا تھا۔ اور چونکہ ان کا دعویٰ غلط تھا اس لیے بُرائی اور بھی بڑھ گئی اور سورت کے شروع میں آدابِ نبوی سے متعلق مضمون تھا بطور احسان ان کا یہ دعویٰ علاوہ جھوٹ اور ریا کے آپ کے ساتھ ایک قسم کی گستاخی اور خلافِ آداب بھی ہے۔ اس لیے یہ مضمون جس طرح سابقہ قریبی آیات سے مربوط ہے اسی طرح شروع سورت کے مضمون سے بھی مربوط ہے پس آدابِ نبوی سے سورت کا شروع اور اسی پر اس کا اختتام آپ کی عظمتِ شان کی طرف مشیر ہے۔ اور نیز اس طرف کہ اصل حقوق میں آپ ہی ہیں اور دوسرے اہلِ حقوق جن کا ذکر درمیان میں آگیا۔ وہ اس لحاظ سے حقوق میں تابع ہیں کہ اکثر حقوق مسلمانوں سے متعلق ہیں اور اسلام میں یہ شرکت آپ ہی کی بدولت ہوئی ہے۔

آنحضرتؐ اور خود مسلمانوں کے باہمی حقوق کا خلاصہ

گویا اس ایک ادب ہی کی یہ ساری تفصیلات ہیں۔ ورنہ اگر سب کو الگ الگ شمار کیا جائے تو چھ آداب آنحضرتؐ سے متعلق بیان ہوئے۔

۱۔ لا تقدموا۔ ۲۔ لا ترفعوا۔ ۳۔ لا تجھروا۔ ۴۔ لو انھم صبروا۔ ۵۔ ان جاءکم فاسق۔ ۶۔ واعلموا الخ اور آٹھ حکم مسلمانوں سے متعلق ہیں اور آیت قالت الاعراب الخ مشترک حکم۔ اس طرح اس سورت میں کل پندرہ احکام ہیں۔

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ ایمان و یقین جب پوری طرح دل میں راسخ ہو جاتے ہیں اور جڑ پکڑ لیتے ہیں اس وقت

Marfat.com

غیبت، عیب جوئی وغیرہ کی بُری خصلتیں آدمی سے دُور ہوتی ہیں اور جو شخص دوسروں کے عیب ڈھونڈنے میں اور آزار پہنچانے میں مصروف ہو سمجھ لے کہ ابھی ایمان اس کے دل میں پُوری طرح پیوست نہیں ہوا۔

حدیث میں ہے یامعشرمن امن بلسانہ ولم یفض الایمان الی قلبہ لاتغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتھم اس آیت سے اور حدیث جبریل سے ایمان و اسلام میں فرق ظاہر ہے۔ لیکن اگر اسلام سے یہاں لغوی معنی مراد لیے جائیں تو پھر یہ استدلال صحیح نہیں رہتا۔ تفصیلات کا یہ موقعہ نہیں ہے۔

انما المؤمنون الخ یعنی سچے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ و رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے۔

قل اتعلمون اللہ۔ یعنی اگر واقعی سچا دین اور پورا یقین تمہیں حاصل ہے تو کہنے اور جتلانے کی کیا ضرورت۔ جس سے معاملہ ہے وہ خود باخبر ہے۔

اسلام لانا کچھ اسلام پر احسان نہیں

یمنون علیک ان اسلموا۔ بعض دیہاتی اور گنوار آکر کہتے تھے۔ کہ دیکھو ہم بغیر لڑائی بھڑائی کے مسلمان ہوگئے۔ اس کا جواب آگے ہے۔ اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے۔ کہ انہوں نے تو آمنا کہا تھا اسلمنا نہیں کہا تھا؟

جواب یہ ہے کہ اگر ان اسلمنا ہوتا تو شبہ کی گنجائش تھی۔ کیونکہ صیغہ غائب تو ان کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ ان کے ایمان کو پہلے اسلام فرمایا اور وہ اس کے مدعی تھے۔ اس لیے اسلموا سے یہ مقصد ہے کہ وہ اپنی ظاہری اطاعت کو جس کو فی الواقع اسلام کہنا زیادہ موزوں ہے۔ ایمان کہتے ہیں اور آپ پر احسان رکھتے ہیں۔ اور آگے اسلامکم میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے

نیز ھداکم للایمان میں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ان کا ایمان تسلیم کر لیا گیا ہے؟ کیونکہ یہاں گفتگو بطور فرض کے کی جارہی ہے۔ گویا ان کے قول کی حکایت ہے۔ چنانچہ ان کنتم صادقین اس کا قرینہ ہے۔ یعنی اگر بالفرض تمہارے دعوائے ایمان کو مان لیا جائے تو بھی یہ خدا کا احسان سمجھنا چاہیئے نہ کہ اپنا ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنند منت ازو شناس کہ بخدمت بداشتت

(بیان القرآن۔ فوائد عثمانی)

لطائف آیات

یاایھا الذین امنوا الایسخر الخ ان آیات میں ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تک مکارم اخلاق کی تعلیم ہے

قالت الاعراب۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اپنے اعمال پر نظر نہ رکھو۔ بلکہ ہدایت کے سلسلہ میں اللہ کا احسان سمجھو۔

marfat.com
Marfat.com

المنزل السابع

سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ اِلَّا وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ الْاٰيَةَ وَهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قٓ ۚ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِهٖ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ اَلْكَرِيْمِ مَا اٰمَنَ كُفَّارُ مَكَّةَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يُنْذِرُهُمْ يُخَوِّفُهُمْ بِالنَّارِ بَعْدَ الْبَعْثِ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا الْاِنْذَارُ شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ ءَاِذَا بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ نَرْجِعُ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ○ فِيْ غَايَةِ الْبُعْدِ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ تَاْكُلُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ○ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ فِيْهِ جَمِيْعُ الْاَشْيَاءِ الْمُقَدَّرَةِ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ بِالْقُرْاٰنِ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْ شَاْنِ النَّبِيِّ وَالْقُرْاٰنِ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ○ مُضْطَرِبٍ قَالُوْا مَرَّةً سَاحِرٌ وَسَحَرَ وَمَرَّةً شَاعِرٌ وَشِعْرٌ وَمَرَّةً كَاهِنٌ وَكَهَانَةٌ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا يَعِيْبُوْنَهُمْ مُعْتَبِرِيْنَ بِعُقُوْلِهِمْ حِيْنَ اَنْكَرُوا الْبَعْثَ اِلَى السَّمَآءِ كَائِنَةً فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا بِلَا عَمَدٍ وَّزَيَّنّٰهَا بِالْكَوَاكِبِ وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ○ شُقُوْقٍ تَعِيْبُهَا وَالْاَرْضَ مَعْطُوْفٌ عَلٰى مَوْضِعِ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ مَدَدْنٰهَا دَحَوْنَاهَا عَلٰى وَجْهِ الْمَاءِ وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ جِبَالًا لِّئَلَّا تَمِيْدَ بِنَا وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ صِنْفٍ بَهِيْجٍ ○ يَبْهَجُ بِهِ لِحُسْنِهِ بَصِيْرَةً مَّفْعُوْلٌ لَهٗ اَيْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ تَبْصِيْرًا مِّنَّا وَّذِكْرٰى لِتَذْكِيْرِ الْكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ○ رَجَّاعٍ عَلٰى طَاعَتِنَا وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا كَثِيْرَ الْبَرَكَةِ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ بَسَاتِيْنَ وَّحَبَّ الزَّرْعِ الْحَصِيْدِ ۝ الْمَحْصُوْدِ وَالنَّخْلَ بَاسِقٰتٍ طِوَالًا لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ مُتَرَاكِبٌ بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ مَفْعُوْلٌ لَهٗ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ يَسْتَوِيْ فِيْهِ الْمُذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ كَذٰلِكَ اَيْ مِثْلَ هٰذِهِ الْاِحْيَاءِ الْخُرُوْجُ ۝ مِنَ الْقُبُوْرِ فَكَيْفَ تُنْكِرُوْنَهُ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيْرِ وَالْمَعْنٰى اَنَّهُمْ نَظَرُوْا وَعَلِمُوْا مَا ذُكِرَ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ تَاْنِيْثُ الْفِعْلِ لِمَعْنَى قَوْمٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ هِيَ بِئْرٌ كَانُوْا مُقِيْمِيْنَ عَلَيْهَا بِمَوَاشِيْهِمْ

Marfat.com

يَعْبُدُوْنَ الْاَصْنَامَ وَنَبِيُّهُمْ قِيْلَ حَنْظَلَةُ بْنُ صَفْوَانَ وَقِيْلَ غَيْرُهٗ وَثَمُوْدُ ۙ قَوْمُ صَالِحٍ وَعَادٌ
قَوْمُ هُوْدٍ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۙ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ اَيِ الْغَيْظَةِ قَوْمُ شُعَيْبٍ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ هُوَ مَلِكٌ
كَانَ بِالْيَمَنِ اَسْلَمَ وَدَعَا قَوْمَهٗ اِلَى الْاِسْلَامِ فَكَذَّبُوْهُ كُلٌّ مِّنَ الْمَذْكُوْرِيْنَ كَذَّبَ الرُّسُلَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ
فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝ وَجَبَ نُزُوْلُ الْعَذَابِ عَلَى الْجَمِيْعِ فَلَا يَضِيْقُ صَدْرُكَ مِنْ كُفْرِ قُرَيْشٍ بِكَ
اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ اَيْ لَمْ نَعْيَ بِهٖ فَلَا نَعْيِيْ بِالْاِعَادَةِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ شَكٍّ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝
وَهُوَ الْبَعْثُ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ حَالٌ بِتَقْدِيْرِ نَحْنُ مَا مَصْدَرِيَّةٌ تُوَسْوِسُ تُحَدِّثُ
بِهٖ اَلْبَاءُ زَائِدَةٌ اَوْ لِلتَّعَدِّيَةِ وَالضَّمِيْرُ لِلْاِنْسَانِ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ بِالْعِلْمِ مِنْ حَبْلِ
الْوَرِيْدِ ۝ اَلْاِضَافَةُ لِلْبَيَانِ وَالْوَرِيْدَانِ عِرْقَانِ لِصَفْحَتَيِ الْعُنُقِ اِذْ نَاصِبُهٗ اُذْكُرْ مُقَدَّرًا يَتَلَقَّى
يَاْخُذُ وَيُثْبِتُ الْمُتَلَقِّيَيْنِ الْمَلَكَانِ الْمُوَكَّلَانِ بِالْاِنْسَانِ مَا يَعْمَلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ مِنْهُ
قَعِيْدٌ ۝ اَيْ قَاعِدَانِ وَهُوَ مُبْتَدَاٌ اُخْبِرَ عَنْهُ بِمَا قَبْلَهٗ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ حَافِظٌ عَتِيْدٌ ۝
حَاضِرٌ وَكُلٌّ مِّنْهُمَا بِمَعْنَى الْمُثَنّٰى وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ غَمْرَتُهٗ وَشِدَّتُهٗ بِالْحَقِّ ؕ مِنْ اَمْرِ الْاٰخِرَةِ
حَتّٰى يَرَاهُ الْمُنْكِرُ لَهَا عِيَانًا وَهُوَ نَفْسُ الشِّدَّةِ ذٰلِكَ اَيِ الْمَوْتُ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝ تَهْرُبُ وَ
تَفْزَعُ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ لِلْبَعْثِ ذٰلِكَ اَيْ يَوْمُ النَّفْخِ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝ لِلْكُفَّارِ بِالْعَذَابِ وَجَآءَتْ
فِيْهِ كُلُّ نَفْسٍ اِلَى الْمَحْشَرِ مَعَهَا سَآئِقٌ مَلَكٌ يَسُوْقُهَا اِلَيْهِ وَّشَهِيْدٌ ۝ يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا وَهُوَ
الْاَيْدِيْ وَالْاَرْجُلُ وَغَيْرُهَا وَيُقَالُ لِلْكَافِرِ لَقَدْ كُنْتَ فِي الدُّنْيَا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا النَّازِلِ بِكَ الْيَوْمَ
فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ اَزَلْنَا غَفْلَتَكَ بِمَا تُشَاهِدُهُ الْيَوْمَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝ حَادٌّ تُدْرِكُ
بِهٖ مَا اَنْكَرْتَهٗ فِي الدُّنْيَا وَقَالَ قَرِيْنُهُ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ هٰذَا مَا اَيِ الَّذِيْ لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝
حَاضِرٌ فَيُقَالُ لِمَالِكٍ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ اَيِ اُلْقِ اَوِ الْقَيْنِ وَبِهٖ قَرَأَ الْحَسَنُ فَاُبْدِلَتِ النُّوْنُ

Marfat.com

اَلْقَاكُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ كَالزَّكٰوةِ مُعْتَدٍ ظَالِمٍ مُّرِيْبِ ۝ شَاكٍّ فِيْ
دِيْنِهِ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ مُبْتَدَاٌ ضُمِّنَ مَعْنَى الشَّرْطِ خَبَرُهٗ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ
الشَّدِيْدِ ۝ تَفْسِيْرُهٗ مِثْلُ مَا تَقَدَّمَ قَالَ قَرِيْنُهٗ الشَّيْطٰنُ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ اَضْلَلْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ
فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝ فَدَعَوْتُهٗ فَاسْتَجَابَ لِيْ وَقَالَ هُوَ اَطْغَانِيْ بِدُعَائِهٖ اِيَّايَ قَالَ تَعَالٰى لَا تَخْتَصِمُوْا
لَدَيَّ اَيْ مَا يَنْفَعُ الْخِصَامُ هُنَا وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ فِي الدُّنْيَا بِالْوَعِيْدِ ۝ بِالْعَذَابِ فِي الْاٰخِرَةِ
لَوْ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلَا بُدَّ مِنْهُ مَا يُبَدَّلُ يُغَيَّرُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فِيْ ذٰلِكَ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ فَاُعَذِّبُهُمْ
بِغَيْرِ جُرْمٍ وَظَلَّامٍ بِمَعْنٰى ذِيْ ظُلْمٍ لِقَوْلِهٖ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ وَلَا مَفْهُوْمَ لَهٗ

ع ۲ ۱۴ ۱۶

ترجمہ سورۂ قٓ مکیہ ہے بجز آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ کے۔ وہ مدنیہ ہے۔ کل ۴۵ آیات ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ (اس کی مراد حقیقی اللہ کو معلوم ہے) قسم ہے قرآن مجید کی (جو کریم ہے کہ کفار مکہ آنحضرتؐ پر ایمان نہیں لائے) بلکہ ان کو اس پر حیرت ہوئی۔ کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا (انہی میں سے ایک فرد پیغمبر ہے۔ جو ان کو قیامت کے عذاب سے ڈراتا ہے) سو کافر کہنے لگے کہ یہ (ڈرانا) عجیب بات ہے کیا جب (اس میں دونوں ہمزہ کی تحقیق ہے اور دوسری ہمزہ کی تسہیل ہے اور ان دونوں صورتوں میں دونوں ہمزہ کے درمیان الف ہے یہ چار قراءتیں ہوئیں) ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو پھر دوبارہ زندہ ہوں گے) یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید (انتہائی دور کی) بات ہے۔ ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی (کھا لیتی) کم کر دیتی ہے اور ہمارے پاس محفوظ کتاب ہے (یعنی لوح محفوظ۔ جس میں تمام ہونے والی باتیں درج ہیں) بلکہ وہ سچی بات (قرآن) کو جھٹلا دیتے ہیں جب کہ ان کے پاس پہنچتی ہے۔ غرضکہ یہ لوگ (آنحضرتؐ اور قرآن کریم کے معاملہ میں) ایک متزلزل حالت میں ہیں ڈانواں ڈول ہیں کہ کبھی جادوگر اور جادو کہتے ہیں اور کبھی شاعر و شعر اور کبھی کاہن اور کہانت کہتے ہیں) کیا ان لوگوں نے (اپنی آنکھوں سے عقلوں کو کام میں لاکر، انکار قیامت کرتے ہوئے) آسمان کو جو ان کے اوپر ہے کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے (بلاستون کے) اور اس کو (ستاروں سے) آراستہ کر دیا اور اس میں کوئی رخنہ (عیب و پھٹن) نہیں ہے اور زمین کو (اس کا عطف الی السماء کے محل پر ہو رہا ہے کس طرح) ہم نے پھیلا دیا ہے (پانی پر بچھا دیا ہے اور ہم نے اس میں (مضبوط) پہاڑوں کو جما دیا ہے اور اس میں ہر قسم (طرح طرح) کی خوشنما چیزیں اگا دیں (جن سے ان کے حسن میں رونق آگئی) جو ذریعہ ہے بینائی (یہ مفعول لہٗ ہے یعنی ہم نے ان کو بینائی کے لیے بنایا) اور دانائی

Marfat.com

(نصیحت) کا ہر فرمانبردار (ہمارے اطاعت گزار) بندے کے لیئے اور ہم نے آسمان سے (بہت) برکت والا پانی برسایا۔ پھر اس سے بہت سے باغ (چمن) اُگائے اور کٹی ہوئی کھیتی کا غلہ (دانے) اور لمبی لمبی (یہ حال مقدر ہے) کھجور کے درخت جن کے گچھے گندھے ہوئے ہوتے ہیں (ایک دوسرے پر تہہ بہ تہہ) بندوں کے رزق کے لیئے (مفعول لہ ہے) اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مُردہ زمین کو آباد کیا (میتا میں مذکر مؤنث برابر ہیں) اسی طرح (جیسے یہ زندہ کرنا ہے) قبروں سے نکلنا ہوگا (پھر کیسے قبروں سے زندہ ہونے کا انکار کر رہے ہو استفہام تقریر کے لیئے ہے یعنی یہ لوگ ان چیزوں کو دیکھ رہے ہیں اور خوب جانتے ہیں) ان سے پہلے قوم نوح (کذبت فعل مؤنث لایا گیا معنی قوم کی رعایت کرتے ہوئے) اور اصحاب الرس (یہ ایک کنواں تھا جس پر اپنے جانوروں سمیت لوگ رہا کرتے تھے۔ اور بُت پرستی کیا کرتے تھے۔ بعض کی رائے میں ان کے پیغمبر حضرت حنظلہ ابن صفوان یا دوسرے کوئی بزرگ تھے) اور ثمود (قوم صالح) اور عاد (قوم ہود) اور فرعون اور قوم لوط اور اصحاب الایکہ (گھنی جھاڑی بن۔ قوم شعیب مراد ہے) اور قوم تبع (تبع یمن کا بادشاہ جو مسلمان ہوگیا تھا۔ لیکن اس نے اپنی قوم کو جب اسلام کی دعوت پیش کی تو قوم نے اس کو جھٹلا دیا) تکذیب کر چکے ہیں۔ ان سب نے (قریش کی طرح) سب پیغمبروں کو جھٹلایا۔ سو میری وعید محقق ہوگئی (سب پر عذاب نازل کرنا لازمی ہو گیا۔ لہٰذا آپ کو قریش کے کفر سے تنگ دل نہیں ہونا چاہیئے) کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے ہیں؟ (یعنی نہیں تھکے، اس لیے دوبارہ پیدا کرنے میں بھی نہیں تھکیں گے) بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے (قیامت کے متعلق) شبہ میں ہیں اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم جانتے ہیں (یہ حال ہے بتقدیر نحن) جو کچھ (ما مصدریہ ہے) خیالات آتے ہیں (پیدا ہوتے ہیں) اس کے (بازائد ہے یا تعدیہ کے لیے ہے اور بہ کی ضمیر انسان کی طرف راجع ہے) جی میں اور ہم انسان کے (علم کے لحاظ سے) اتنے قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہیں (حبل الورید میں اضافت بیانیہ ہے اور ورید گردن کی دونوں طرف کی رگوں کو کہتے ہیں) جب کہ حاصل کرتے رہتے ہیں (لیتے اور قبضہ کرتے رہتے ہیں) اخذ کرنے والے دو فرشتے (انسان کے عمل پر جو دو فرشتے مقرر ہیں) جو (اس کے) دائیں بائیں بیٹھے رہتے ہیں (یہ مبتدا ہے اس کی خبر پہلے ہے) وہ کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا۔ مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا (نگران) تیار (حاضر) رہتا ہے (رقیب وعتید دونوں لفظ تثنیہ کے معنی میں ہیں) اور موت کی سختی (بے ہوشی اور شدت) حقیقۃً آپہنچی (یہ آخرت کے متعلق ہے۔ حتیٰ کہ ایک منکر بھی اس کو کھلم کھلا دیکھتا ہے یعنی نفس شدت ہے) یہ وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا (بھاگتا اور گھبراتا تھا) اور صور (قیامت) پھونکا جائے گا۔ یہی (صور پھونکنے کا روز) وعید کا دن ہوگا (کفار کے لیے عذاب کا) اور آئے گا (اس روز) ہر شخص (محشر کی طرف) اس طرح کہ اس کے ساتھ ایک اس کو اپنے ہمراہ لائے گا (فرشتہ جو محشر کی طرف اس کو دھکیلے گا) اور ایک گواہ ہوگا (جو اس کے اعمال کی شہادت دے گا یعنی اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اور کافر سے کہا جائے گا) تو (دنیا میں) بے خبر تھا اس سے (جو کچھ آج عذاب ہو رہا ہے) سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ اُٹھا دیا تیری

marfat.com
Marfat.com

غفلت دور کر دی جو کچھ آج تیرے مشاہدہ میں آرہا ہے، سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے (جن باتوں کا دنیا میں انکار کرتا تھا وہ اب تجھے محسوس ہو رہی ہیں) اور جو فرشتہ (موکل) اس کے ساتھ رہا کرتا تھا وہ عرض کرے گا کہ یہ وہ ہے۔ جو میرے پاس تیار ہے (حاضر، دوزخ کے داروغہ سے کہا جائے گا) دوزخ میں جھونک دو (یعنی ڈال دو۔ یا القین جیسا کہ حسنؒ کی قراءت ہے۔ نون کو الف سے بدل لیا) ہر کفر کرنے والے ضدی کو (جو حق سے عناد رکھتا ہو) جو نیک کام (جیسے زکوٰۃ) سے روکتا ہو جو حد سے بڑھنے والا (ظالم) شبہ پیدا کرنے والا (اپنے دین میں شک ڈالنے والا ہو، جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو (یہ جملہ متضمن معنی شرط کو مبتدا رہے آگے خبر ہے) سو ایسے شخص کو سخت عذاب میں ڈال دو (اس کی تغییر پہلے جیسی ہے) اس کا ساتھی (شیطان) بولے گا اے ہمارے پروردگار میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا (بہکایا نہیں تھا) لیکن یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا (میں نے اس کو بلایا ضرور تھا۔ مگر یہ خود میرے بہکانے میں آگیا اور پھر کہتا ہے کہ شیطان نے مجھے بہکا کر گمراہی میں ڈال دیا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ میرے سامنے جھگڑنے کی باتیں مت کرو (یعنی اس وقت جھگڑنا بے فائدہ ہے) اور میں تو پہلے ہی (دنیا میں) وعید بھیج چکا تھا (عذاب آخرت کی، ایمان نہ لانے کی صورت میں وہ ہو کر رہے گا) میرے ہاں بات نہیں بدلی۔ (پھیری) جاتی (اس سلسلہ میں) اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں (کہ بلا جرم ان کو سزا دے ڈالوں۔ ظلام ظالم کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے لاظلام الیوم مبالغہ کا مفہوم مراد نہیں ہے)۔

تحقیق و ترکیب

والقرآن۔ تغییری عبارت جواب قسم کے محذوف ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اس پر قرینہ بعد کی آیت ان جاءھم منذر ہے اور بعض نے قد علمنا ما تنقص کو جواب مانا ہے اور اس پر لازم آنا چاہیئے تھا۔ مگر طول کلام کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے اور بعض کے نزدیک جواب قسم آئندہ آیت ما یلفظ من قول ہے۔ اس سے پہلی آیات میں اس کے قائم مقام ہو گئی ہیں۔ جیسے والشمس الخ کا جواب قد افلح من زکھا ہے۔

بل عجبوا۔ یہ محذوف جواب قسم سے اضراب ہے اور اظہار تعجب ان کی کوتاہ عقلوں کی وجہ سے کیا گیا ہے ورنہ فی نفسہ اور عقل کامل کے لحاظ سے انبیاءؑ کا آنا تعجب خیز نہیں ہے۔ بلکہ نہ آنا تعجب خیز ہوتا۔

وکنا ترابا۔ موت اور مٹی ہو جانا باعث تعجب نہیں ہے۔ بلکہ دوبارہ زندہ ہونا جس کو منذرؒ نے نرجع سے تعبیر کیا ہے تعجب خیز بتاتا ہے۔ مگر ظاہر ہونے کی وجہ سے آیت میں ذکر نہیں کیا۔

قد علمنا۔ علم الٰہی جس کے تمام اجزاء کو محیط ہے اس لیئے وہ دوبارہ جلانے پر بھی قادر ہے۔

وعندنا۔ یہ جملہ حالیہ ہے کلام تشبیہی ہے جس طرح کسی کے پاس کتاب ہو جس میں تمام باتیں محفوظ ہوں۔ اسی طرح علم الٰہی میں سب چیزیں محفوظ ہیں لوح محفوظ کی مثال انسانی دماغ جیسی ہے کہ چھوٹا ہونے کے باوجود کتنی معلومات کا خزانہ ہوتا ہے اور لوح محفوظ تو سفید موتی کا ہے جو ساتویں آسمان پر ہوا میں معلق ہے جس کا حجم آسمان زمین مشرق مغرب کے برابر ہے۔

Marfat.com

فی امر مریج۔ قاموس میں ہے کہ مرج کے معنی فساد و اضطراب کے ہیں۔ یہاں اسناد مجازی ہے۔ کیونکہ صاحب امر مریج ہوتا ہے۔

کیف بنیناھا۔ مفعول سے حال ہے مخاطب کو اقرار پر آمادہ کرنے کے لیے استفہام ہے۔

مالھا من فروج۔ سورۂ ملک میں ھل تری من فطور فلسفہ کے اصطلاحی فرق و التیام کے محال ہونے یا انکار قیامت پر اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہاں آسمانوں میں ٹوٹ پھوٹ کا انکار کیا جا رہا ہے اور وہ بھی بحالت موجودہ۔ لیکن ان کی بناوٹ میں دروازے اگر رکھ دیئے گئے ہوں جن سے فرشتوں وغیرہ کی آمد و رفت ہوتی ہو۔ یا قیامت میں تمور السماء موراً ہو تو اس کی نفی نہیں ہے۔

والارض۔ یہ منصوب ہے اضمار علی شریطۃ التفسیر کی وجہ سے اس کا عطف محل الی السماء پر ہے۔ ای افلم ینظروا الی السماء والارض۔

تبصرۃ۔ عام طور پر اس کو مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب مانا گیا ہے۔ ای التبصیر او التذکیر۔ لیکن بعض حضرات حال کی وجہ سے منصوب کہتے ہیں۔ ای مبصرین و مذکرین اور بعض مفعول سے حال مانتے ہیں۔ ای ذات و تبصرۃ وتذکیر لمن یراھا۔ اور زید بن علی نے دونوں لفظوں کو مرفوع پڑھا ہے ای ہی تبصرۃ۔ اور مفعول لہٗ ہونے کی صورت میں کیف بنیناھا عامل ہے فعلنا ذلک سے مفسر نے عامل کی تقدیر کر دی۔ ای فعلنا البناء والتزیین۔

لکل عبد۔ اس کا تعلق مذکورہ دونوں مصدروں سے ہے۔

منیب۔ یہ صیغہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ نسبت کے لیے ہے۔ جیسے لبان، تمار۔ اسی لیے رجاع کے معنی ذی رجعت کے ہیں کثرت مراد نہیں ہے۔

وحب الحصید۔ مفسرؒ نے زرع سے اشارہ کر دیا۔ کہ موصوف محذوف ہو کر صفت قائم مقام ہو گئی تاکہ اضافت الشیٔ الی نفسہ لازم نہ آئے۔ لیکن یہ دو لفظ اگر مختلف ہوں تو ان میں اضافت بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے حق الیقین۔ حبل الورید۔ دار الآخرۃ۔ اور حصید بمعنی محصود۔ جو کھیت کٹنے کے لائق ہو۔

باسقات۔ جمع ہے باسقۃ کی بواسق بھی جمع ہے بسق الرجل یعنی علم میں ماہر ہو گیا۔ حال مقدرہ اس لیے کہا کہ پیدا ہونے کے وقت کھجور لمبی نہیں ہوتی۔ اور نخل مفرد لایا گیا زیادہ لمبا اور زیادہ نفع بخش ہونے کی وجہ سے چنانچہ حدیث میں مسلمانوں کو نخل سے تشبیہ دی گئی ہے۔

رزقا۔ حال ہے ای مرزوقا للعباد اور انبات کے معنی میں مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اور مفعول لہ بھی ہو سکتا ہے اور للعباد صفت ہے اور یا مصدر کا متعلق ہے اور یا مصدر کا مفعول ہے۔ اس میں لام زائد ہے اور یہاں عباد کو مطلق اور ذکر لکل عبد منیب میں مقید ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ نصیحت صرف اچھے لوگوں کے لیے اور رزق سب کے لیے ہوتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بلدۃ میتا۔ بلدۃ مؤنث ہے اس کی صفت میتا مذکر ہے ؛ تفسیری عبارت اسی کا جواب ہے۔ لیکن اس جواب میں نظر ہے کیونکہ یہ قاعدہ فعیل کے لیے ہے کہ اس میں مذکر مؤنث برابر ہوتے ہیں۔ اس لیے بہتر توجیہ یہ ہے کہ بلدۃ سے مراد ارض نہ ہو بلکہ مکان ہو اس کی صفت میتا ہے۔

کذلک۔ کاف محل رفع میں ہے مبتدا کی وجہ سے اموات کا حال موات جیسا ہے مفسرؒ استفہام کو تقریری کہہ رہے ہیں۔ لیکن انکار و توبیخ کے لیے ماننا بہتر ہے۔ نیز والمعنی انہم نظروا و علموا ماذکر کہنا بھی قابل نظر ہے کیونکہ اگر کفار واقعی نظر کرتے تو ایمان لے آتے۔

اصحاب الرس۔ یمامہ کے ایک خاص کنویں پر رہنے والی قوم تھی اور بعض نے اصحاب الاخدود مراد لیے ہیں۔

فرعون۔ قوم فرعون مراد ہے۔ کیونکہ معطوف علیہ میں بھی اقوام مراد ہیں۔

تبع۔ کثرت متبعین کی وجہ سے ان کا نام تبع ہوا۔

افعیینا۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے اور عی کے معنی عجز و تعب کے ہیں۔

بل ھم۔ مقدر پر عطف ہے۔ ای ھم غیر منکرین لقدرتنا علی الخلق الاول بل ھم فی شبھۃ من خلق جدید۔ اور خلق کو یہاں تفخیم شان کے لیے نکرہ لایا گیا ہے۔

ولقد خلقنا الانسان۔ جنس مراد ہے جو آدم اور اولاد پر صادق آتی ہے۔

ونعلم۔ حال ہے مضارع مثبت اگر حال ہو تو حرف ضمیر کافی ہوتی ہے واؤ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن جب واؤ کے ساتھ ہو تو پھر جملہ اسمیہ بنانا پڑے گا۔ اس لیے مفسرؒ نے سخن مقدر مانا ہے۔

توسوس۔ یہ ضمیر انسان کی طرف راجع ہے انسان اور اس کے نفس کو مغائر فرض کر لیا گیا ہے۔

خاطر۔ لہ جس کی طرح اس وسوسہ پر بھی کوئی اچھا برا اثر مرتب نہیں ہوتا۔ البتہ ہم اگر خیر ہو تو مفید ہے اور شر ہو تو مضر نہیں ہے۔ لیکن عزم اختیاری ہونے کی وجہ سے خیر و شر دونوں میں مؤثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت ان تبدوا ما فی انفسکم کے تحت گزر چکا ہے۔

نحن اقرب۔ جسمانی قرب مراد نہیں، بلکہ علمی مراد ہے بسبب کا اطلاق مسبب پر کیا گیا ہے۔ کیونکہ قرب سبب علم ہوتا ہے۔

یتلقی المتلقیان۔ انسان کی زبان، ان فرشتوں کا قلم اور لعاب روشنائی کا درجہ رکھتی ہے۔ اس آیت سے متعلق عجیب و غریب بحث شیخ عبد العزیز بن دباغ کے حالات پر مشتمل کتاب "تبریز" میں دیکھنی چاہیئے۔

قعید۔ فعیل کا وزن کو فیوں کے نزدیک متعدد پر بولا جا سکتا ہے۔ جیسے والملائکۃ بعد ظھیر میں ہے۔ قعید بھی اسی طرح ہے۔ اور بعض کے نزدیک عن الیمین قعید وعن الشمال قعید تھا۔ اول سے قعید حذف کر دیا گیا ہے۔ اور قعید بمعنی قاعد ہے۔ اور بعض کے نزدیک قعید بمعنی مقاعد ہے جیسے جلیس بمعنی مجالس ہے

Marfat.com

قعید اور رقیب دونوں تثنیہ کے معنی میں آتے ہیں۔ یہ خبر ہے۔ اذ یتلقی المتلقیان کی اور قعید ایسے بیٹھنے کو کہتے ہیں جو چمٹ جائے۔ ٹس سے مس نہ ہو۔ چنانچہ کراماً کاتبین صرف جنابت، جماع، بیت الخلاء کی حالت میں الگ ہوتے ہیں۔ دوسرے اوقات میں لازم ملزوم رہتے ہیں اور ان تین اوقات میں بھی قیافہ سے پہچان کر گناہ یا ثواب لکھ لیتے ہیں۔

بالحق۔ باتعدیہ کے لیے ہے جیسے جاء زید بعمرو۔ اور حق باطل کی ضد کو کہتے ہیں۔ جس کے ایک معنی مفسرؒ نے بیان کئے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سکرت الموت، حقیقۃ الامر کو سامنے کر دیتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک الحق سے مراد موت اور جزاء ہے۔

ونفخ فی الصور۔ اس کا عطف جاءت پر ہے اور صور سینگ کی شکل میں ہوگا جس کو حضرت اسرافیل آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت سے منہ میں لیے ہوئے منتظر حکم ہیں۔

سائق۔ سائق اور شہید کے معنی میں اختلاف ہے۔ مشہور قول وہی ہے جو مفسرؒ نے اختیار کیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک سائق برائیاں لکھنے والا فرشتہ اور شہید نیکیاں لکھنے والا فرشتہ اور بعض کے نزدیک سائق سے مراد نفس انسانی یا اس کا قرین ہے اور شہید سے مراد انسان کے جوارح اور اعمال ہیں۔

لقد کنت۔ جمہورؒ کے نزدیک کافر مخاطب ہے اور زید بن اسلمؒ کے نزدیک اس کے مخاطب آنحضرتؐ ہیں۔ یعنی آپ پہلے قرآن سے غافل تھے۔ لیکن سیاق آیت اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ دوسری قراءت کنت ضمیر تانیث سے اول معنی کی تائید ہوتی ہے۔

غطاءک۔ غفلت اور انہماک محسوسات اور قصور نظر مراد ہے۔ ہر نماز کے بعد اس آیت کو پانچ مرتبہ ہاتھ کی انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں سے مل لینا ضعف بصر دور کرنے کے لیے مجرب ہے۔

قرینہ۔ بقول بغویؒ وغیرہ قرین فرشتہ ہے۔ اور ابن عباسؓ، مجاہدؒ سے اس کے معنی شیطان منقول ہیں۔ قال قرینہ ربنا ما اطغیتہ۔ میں بھی یہی معنی ہیں۔ اور عتید کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے قبضہ میں تھا۔

مالدی۔ میں ما نکرہ موصوفہ، عتید اس کی صفت ہے اور لدی، عتید کے متعلق ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عتید، ما کی صفت ثانیہ ہو یا خبر ہے مبتداء محذوف کی ای ہو عتید۔ اور ما موصولہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور لدی اس کا صلہ ہے اور عتید خبر موصول ہے اور پھر موصول صلہ مل کر اسم اشارہ کی خبر ہے اور ما موصوفہ ہو یا موصولہ، ہذا کا بدل بھی ہو سکتا ہے اور عتید خبر ہوگی۔ اور زمخشریؒ کے نزدیک عتید بدل اور خبر ثانی اور مبتداء محذوف کی خبر بھی ہو سکتا ہے۔

القیا۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ فاعل کا تثنیہ بمنزلہ فعل کے تثنیہ کے ہے۔ اصل میں القی القی تھا دوسرے فعل کو حذف کر کے پہلے فعل میں تثنیہ کی ضمیر لے آئی گئی۔ (قاضیؒ) اور بقول صاحب جملؒ تثنیہ کی دو توجیہیں ہیں ایک یہ کہ بظاہر الف تثنیہ ہے ورنہ دراصل فعل مکرر ہے تاکید کے لیے، مگر دوسرے فعل کو حذف کر کے اس کے فاعل

marfat.com
Marfat.com

کو پہلے فعل کے فاعل کے ساتھ جمع کر کے تثنیہ لایا گیا ہے۔ گویا اس صورت میں نون تثنیہ حذف ہو گیا صرف الف رہ گیا۔ اعراب کا تعلق لفظ سے ہوتا ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس میں الف تثنیہ نہیں ہے بلکہ نون تاکید خفیفہ سے بدلا ہوا ہے۔ تفسیری عبارت القین کا یہی مطلب ہے وصل کو وقف کے قائم مقام کر کے نون تاکید کو الف سے تبدیل کر دیا ہے اور بعض نے سائق اور شہید دونوں کے لیے خطاب مانا ہے پھر کسی توجیہ کی حاجت نہیں رہتی۔

الذی جعل۔ مفسرؒ نے اس کو مبتدا متضمن معنی شرط قرار دیا ہے۔ اس لیے خبر پر فا آگئی۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ مبتدا کو شرط کے مشابہ کہا جائے اور اس کو بطور مذمت منصوب بھی مانا جا سکتا ہے۔ یا کل سے یا کفار سے بدل مان کر مجرور کہا جا سکتا ہے۔

فالقیاہ۔ فا کے بعد قول مقدر ماننا ضروری ہے۔ ورنہ امر انشاء ہونے کی وجہ سے خبر نہیں ہو سکتی۔ ای یقال فی القیاہ۔ اور بعض کی رائے ہے کہ معنًا جواب شرط ہونے کی وجہ سے فاء کے بعد قول مقدر ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ یہ مفعول ہے۔ فعل مضمر علی شریطۃ التفسیر کا اور بعض اس کو "کل کفار" سے بدل کہتے ہیں۔ فالقیاہ فی العذاب الشدید کا عطف القیاہ فی جہنم پر ہے اور بعض اس کو تاکید مانتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ عطف تاکید کے منافی ہوتا ہے۔

لا تختصموا۔ کفار اور ان کے قرین کو خطاب ہے۔

وقد قدمت۔ بظاہر یہ جملہ لاتختصموا کا حال ہے۔ لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ وعید تو دنیا میں کی گئی۔ اور اختصام آخرت میں ہو رہا ہے۔ دونوں ایک زمانہ میں نہیں جو حال کے لیے شرط تھے۔ جواب یہ ہے کہ کلام میں حذف ہے۔ عبارت اس طرح ہے۔ ثبت الآن انی قدمت الیکم بالوعید الخ

ظلام للعبید۔ اس میں یوم کی قید کا اعتبار نہیں۔ بلکہ مطلق ظلم کی نفی مقصود ہے۔

ربط آیات

پچھلی سورت کی آخری آیت واللہ بصیر بما یعملون میں اعمال کی جزاء کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ اس پوری سورت میں قیامت و جزاء کے امکان اور وقوع کی بحث ہے۔

تشریح

والقرآن المجید۔ قرآن کی عظمت و بزرگی کا کیا کہنا۔ جس نے آکر سب کتابوں کو منسوخ کر دیا اور اپنی اعجازی قوت اور لامحدود اسرار و معارف سے دنیا کو محو حیرت بنا دیا۔ قرآن بذات خود اس کا شاہد ہے کہ اس میں کہیں بھی انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر منکرین پھر بھی اس کو قبول نہیں کرتے۔ اس لیے نہیں کہ ان کے پاس اس کے خلاف کوئی حجت و برہان ہے۔ بلکہ محض اپنی حماقت و جہالت سے اس پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں کہ انہی میں کا ایک

Marfat.com

آدمی رسول بن کر کیوں آگیا اور بڑا بن کر ان کو نصیحتیں کیوں کرنے لگا۔ اور بات بھی ایسی عجیب کہی کہ کوئی ماننے کو تیار نہیں۔ بھلا مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہی کچھ کم حیرت ناک نہیں تھا کہ اس پر ستم یہ کہ مٹی بن کر اور گل سڑ کر پھر دوبارہ زندہ ہوں گے۔ بھلا ان باتوں کو کوئی کاہے کو ماننے لگا۔ یہ تو بعید در بعید بات اور انوکھی چیستاں ہے عادت کے بھی خلاف اور امکان سے بھی دور۔ اس محال دعوے سے تو ان کی پیغمبری کی قلعی بھی کھل گئی۔

قیامت ممکن بھی ہے اور واقعی بھی

آگے حق تعالیٰ جواب دیتے ہوئے اول اس کے امکان اور پھر اس کے وقوع سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قد علمنا ما تنقص الارض الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ امکان سے بعید ہونا بلحاظ قابل کے ہوگا یا باعتبار فاعل کے۔ اول صورت تو اس لیے غلط ہے کہ قابل میں زندگی کی قابلیت سراسر مشاہدہ میں ہے یعنی سردست اس میں زندگی ہے۔ پس محل میں قابلیت کی نفی بالکل خلاف مشاہدہ ہے۔ رہا دوسرے اعتبار سے یعنی فاعل کے اعتبار سے ناممکن ہو۔ سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اللہ کو جسم کے تمام اجزائے مستحیلہ کا پورا علم بھی ہے اور ان پر قدرت بھی ہے اس لیے اس دعوت کا امکان ثابت ہو گیا۔

غرضکہ سارا انسان مٹی نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کی جان سلامت رہتی ہے۔ مٹی میں اگر ملتا ہے تو بدن ملتا ہے اس کے اجزاء تحلیل ہو کر جو مختلف چیزوں میں مل جاتے ہیں وہ پورے طور پر اس کے علم میں بھی ہیں اور قدرت کے زیر اثر بھی۔ وہ جب چاہے گا ان کو پھر ملا کر کھڑا کر دے گا اور پھر اللہ کا علم بھی قدیم ہے کہ پہلے ہی اس نے سب حالات لوح محفوظ میں لکھ دیئے۔ اب تک وہ کتاب جوں کی توں اس کے پاس موجود ہے۔ پس اگر کسی کی سمجھ میں اس کا علم قدیم نہ آئے تو یوں ہی سمجھ لے کہ سب کچھ اس دفتر میں محفوظ ہے۔

ضدی آدمی ہر سچی بات کا انکار کر دیتا ہے۔

بل کذبوا۔ یعنی کفار کی طرف سے یہ محض اظہار تعجب نہیں۔ بلکہ فی الحقیقۃ کھلی ہوئی تکذیب ہے۔ نبوت ہو یا قرآن، بعث ہو یا قیامت ہر حق بات کو جھٹلاتے ہیں اور جو شخص سچی باتوں کو جھٹلاتا ہے۔ وہ عجیب طرح کی اُلجھنوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ یہ آسمان ہی کو دیکھ لیں جس میں بظاہر نہ کھمبا نظر آتا ہے نہ ستون۔ اتنا بڑا عظیم الشان اور پھر نہایت مضبوط بنا کھڑا ہے۔ رات کو جھل مل جھل مل کرتے ستاروں کا منظر کیسا تاب ناک معلوم ہوتا ہے اور پھر لطف یہ کہ ہزاروں لاکھوں برس گزر گئے۔ اس میں نہ کہیں سوراخ ہوا، نہ کوئی کنگورہ گرا، نہ پلاسٹر ٹوٹا، نہ رنگ خراب ہوا۔ آخر یہ کیا کمال صناعی ہے۔

آسمان نظر آتا ہے یا نہیں

افلم ینظروا۔ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان نظر آتا ہے۔ حالانکہ مشہور یہ ہے کہ نیلگوں جو کچھ نظر آتا ہے وہ آسمان نہیں بلکہ کرۂ بخارات ہے؟ پس ان دونوں باتوں میں تطبیق دو طرح ہو سکتی ہے ایک یہ کہ نظر آنے سے مراد عام لی

marfat.com
Marfat.com

جائے خواہ بے حجاب یا بواسطۂ حجاب کے پھر اس حجاب کی دو صورتیں ہیں یا حجاب آسمان کے ہم رنگ ہوں یا دونوں کا رنگ الگ الگ ہو۔ پس ان دونوں صورتوں میں جو کچھ نظر آتا ہے اگر کرۂ بخار کا ہونا صحیح ہو تو ممکن ہے یہ دونوں کا ملا جلا رنگ کرۂ بخار ہو اور دوسری صورت قطعیت کی یہ ہے کہ نظر سے مراد فکری نظر ہو اس کو مجازاً نظر کہہ دیا اور آسمانوں کا وجود مع اوصاف خاصہ کے چونکہ دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اس لیے اس کا ماننا واجب ہے اور وہ محل غور و فکر ہو سکتا ہے۔ البتہ پہلی صورت میں اس کی تزیین کی دونوں طرف یعنی مزین اور مزین بہ حسی ہیں اور دوسری صورت میں مزین بہ حسی ہے مگر مزین محل فکر ہے اور الی السماء کو الی آثار السماء بھی کہہ سکتے ہیں۔

زمین پر نظر ڈالو کتنے رزق کے خزانے اور قیمتی دولت یہ اُگلتی رہتی ہے کہ کہیں ختم ہونے کا نام بھی نہیں لیتے پھر آسمان کی ہمسری کرنے والے لمبے چوڑے پہاڑ اس پر میخوں کی طرح گاڑ دیئے گئے ہیں۔ کیا اس سے مضبوط ترکیبیں اور ہو سکتی ہیں؟

تبصرۃ وذکریٰ۔ جو شخص انہی حسیات کے دائرہ میں اُلجھ کر نہ رہ جائے بلکہ خدا کی طرف رجوع ہو اس کے لیے آسمان زمین کی بناوٹ اور تنظیم میں دانائی و بینائی کے کتنے سامان ہیں جنہیں وہ ادنیٰ غور و فکر کرنے سے صحیح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے اور بھولے ہوئے سبق اس کو یاد آسکتے ہیں۔ مگر ایسی روشن نشانیوں کی موجودگی میں پھر یہ لوگ حق کو جھٹلانے کی کیسے جرأت کرتے ہیں۔

قیامت کے امکان کی دلیل

کذلک الخروج۔ جس طرح بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ کر دیئے جائیں گے۔ ذاتی قدرت کے لحاظ سے اگرچہ سب مقدورات یکساں ہیں۔ لیکن آسمان جیسی بڑی چیزوں پر قدرت اس کا واضح ثبوت ہیں کہ چھوٹی چیزوں پر بدرجۂ اولیٰ اس کی قدرت ہے۔ پس جب مقدور بھی ممکن اور فاعل بھی صاحب علم و اختیار پھر تعجب یا تکذیب کے کیا معنے؟ اسی طرح آیات کذبت قبلھم الخ میں جھٹلانے والوں کے انجام بد کا ذکر ہے۔ سورۂ حجر، سورۂ فرقان و سورۂ دخان وغیرہ میں ان اقوام کا بیان ہو چکا ہے۔

افعینا بالخلق الاول۔ یعنی مقدور کا ممکن ہونا مسلم اور قدرت فاعل بھی تسلیم لیکن اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اللہ کو عالم پیدا کرنے میں تکان پیدا ہو گیا ہو۔ جس کی وجہ سے دوبارہ پیدا کرنے پر اس کی قدرت کی تنفیذ نہ ہو؟ یہاں اس شبہ کو صاف کر دیا گیا ہے کہ اس کی کامل قدرت میں یہ عارضی نقصان بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی صفات ذاتی میں جو عارضی نقصانات سے بھی بری ہے۔ پس بعث کی صحت دلائل سے ثابت ہو گئی اور منکرین کے پاس دلائل نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سخت جہالت و گستاخی کا شکار ہیں۔

قیامت کے واقع ہونے کا بیان

ولقد خلقنا الانسان۔ پہلے امکان بعث پر گفتگو تھی۔ یہاں سے وقوع بعث کا بیان ہے اور چونکہ سزا، جزا، موقوف ہے۔ جزا، سزا، دینے والے کے علم و قدرت پر اس لیے اول اسی سے شروع کیا گیا ہے کہ ہم انسان

Marfat.com

کے ہر قول وعمل سے باخبر ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے دلی خطرات ووساوس تک سے واقف ہیں اور اتنے کہ خود انسان اپنے سے اتنا واقف نہیں ہے۔

حبل الورید سے مراد شہ رگ ہے۔ جس کے کٹنے سے انسان مرجاتا ہے جن کو شرائین کہا جاتا ہے۔ ان میں خون سے زیادہ روح ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۂ حاقہ میں وتین سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی رگِ دل، بہ خلاف ورید کے اس میں روح کی بہ نسبت خون زیادہ ہوتا ہے۔ اگرچہ یہاں لفظ ورید آیا ہے۔ مگر لغوی معنی عام مراد ہیں۔ جو شرائین کو بھی شامل ہے۔ اس لیے شرائین ہی کے معنے لینا انسب ہے۔ یعنی اللہ اپنے علم کے اعتبار سے انسان کی روح اور نفس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ انسان کو بھی اپنا اتنا علم نہیں جتنا کہ اللہ کو ہے۔ کیونکہ انسان کا علم حصولی ہے۔ اپنی جہت سی حالتوں کا اول تو علم ہوتا ہی نہیں اور جن کا ہوتا ہے وہ بھی بسا اوقات نسیان وذہول کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کا علم حضوری ہے۔ جس میں یہ سب احتمالات نہیں ہیں اور علم حضوری میں اگرچہ علوم کا حضور لازم ہے لہٰذا وہ حضور وجود معلوم کے بعد ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ کا علم جو اس حضور اور وجود دونوں سے متقدم ہے لیکن چونکہ علم ہر حالت میں ہو وہ بہ نسبت اس علم کے جو ایک حالت میں ہو یقیناً زیادہ ہوگا۔

علم الٰہی اور کراماً کاتبین دونوں اعمال کے نگران ہیں

غرضکہ اللہ کے علم کا انسانی احوال کے لیے محیط ہونا ثابت ہوگیا علاوہ ازیں منشاء کلام یہ بھی ہے کہ وہ قریب ہے جو اپنے فرشتوں کو جو اس کے مقرب ہیں اپنے نفس سے نہیں ہوتا جیسا کہ سورۂ واقعہ کی آیت ﴿نحن اقرب الیہ منکم﴾ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ اللہ کے علم میں تو یہ سب کچھ ہے اعمال واحوال محفوظ ہیں ہی۔ تاہم ظاہری انضباط وحفاظت کا انتظام بھی فرشتوں کے اعمال میں کر دیا گیا ہے۔

کاتبین اعمال کو فرشتہ بنانا ایک روایت کے مطابق بعض حالات سے یعنی انسان جب بیٹھتا ہے تو وہ بھی بیٹھتے ہیں اور انسان جب چلتا ہے تو وہ بھی اس طرح چلتے ہیں کہ ایک فرشتہ آگے اور ایک پیچھے رہتا ہے۔ اور جب انسان لیٹتا ہے تو ایک فرشتہ سرہانے ایک پائوں کی جانب ہوتا ہے۔ البتہ قضاء حاجت اور بیوی سے اختلاط کے وقت الگ ہو جاتے ہیں اور خدا دان سمجھ اور قیافہ سے سمجھ جاتے ہیں کہ انسان نے کیا اعمال کیے اور ارادۂ اعمال کر بھی سکتے ہیں اور کاتب اعمال کا ملائکہ وشہید ہونا جیسا کہ روایت میں آیا ہے کس معنی پر تفصیل نہیں کہ کون سائق ہوگا اور کون شہید۔ لیکن عجب نہیں کہ اگر حسنات غالب ہوں تو کاتب حسنات کی شہادت چونکہ زیادہ مناسب ہے اس لیے وہ شہید ہو اور کاتب سیئات سائق ہو۔ لیکن اگر سیئات غالب ہوں تو کاتب سیئات شہید ہو کاتب حسنات سائق اور فرشتہ وشیطان دونوں کو قرین کہنا حدیث مسلم میں آیا ہے اور یہ کہ فرشتہ نیک باتیں اور شیطان بری باتیں بتلاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

رقیب عتید۔ کراماً کاتبین دونوں فرشتے کہاں رہتے ہیں۔ اس کی تفصیل احادیث و آثار میں ملے گی۔ پس جب یہ فرشتے معمولی باتوں کو بھی نہیں چھوڑتے تو اہم معاملات کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ غرض سب اعمال دفتر اعمال میں محفوظ ہیں۔ آگے مقصود اصلی قیامت کا ذکر ہے۔ مگر اول اس کے مقدمہ یعنی موت کا بیان ہے۔ کیونکہ اکثر انکارِ قیامت کا سبب موت سے ذہول ہوا کرتا ہے۔

وجاءت سکرۃ الموت۔ یعنی لو۔ ادھر مسل تیار ہوئی، اُدھر موت کی گھڑی آپہنچی اور مرنے والا نزع کی بے ہوشیوں اور جان کنی کی سختیوں میں ڈبکیاں کھانے لگا۔ اس وقت وہ سب سچی باتیں نظر آنا شروع ہوگئیں جن کی آپ کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی تھی اور میت کی سعادت و شقاوت سے پردہ اُٹھنے لگا۔ موت کو تہدید فرمانا فاسق کے لیے تو دنیا کی محبت کی وجہ سے ہے اور غیر فاسق کے لیے بتقاضائے طبیعت ہوتا ہے۔ البتہ اس طبعی تقاضہ پر کبھی شوق غالب آجائے تو وہ اس کے معارض اور منافی نہیں ہے۔ کیونکہ مقصود موت کے فی نفسہ اثر کا بیان کرنا ہے نہ کہ عوارض کا۔ حاصل یہ ہے کہ آدمی نے موت کو بہت کچھ ٹلانا چاہا اور اس ناگوار وقت سے بہت بھاگنا چاہا اور کتراتا رہا۔ مگر یہ گھڑی ٹلنے والی کہاں تھی؟ آخر سر پر آکھڑی ہوئی اور کوئی تدبیر دفع الوقتی کی کارگر نہ ہوئی۔ اور چھوٹی قیامت تو موت کے وقت ہی آچکی تھی۔ اس کے بعد ونفخ فی الصور بڑی قیامت سر پر ہے پس صور پھونکا جائے گا اور وہ ہولناک روز آموجود ہوگا جس سے ڈرانے والے ڈراتے آئے ہیں۔

وجاءت کل نفس۔ محشر میں لوگ اس طرح ..... حاضر کئے جائیں گے کہ ایک فرشتہ پیشی کے میدان میں دھکیلتا ہوگا اور دوسرا فرشتہ اعمالنامے لیے ہوگا جس میں زندگی کے سب احوال درج ہوں گے۔ یہ دونوں فرشتے ممکن ہے کراماً کاتبین ہوں جو روزنامچہ لکھتے تھے یا سائق و شہید یا اور دوسرے فرشتے ہوں۔

لقد کنت فی غفلۃ۔ یعنی دنیا کے مزوں میں پڑ کر تو آج کے دن سے بے خبر تھا اور تیری آنکھوں کے سامنے شہوات و خواہشات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پیغمبر جو سمجھاتے تھے تجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ آج ہم نے تیری آنکھ سے وہ پردے ہٹادیئے اور نگاہ خوب تیز کردی۔ اب دیکھ لے جو باتیں کہی گئی تھیں صحیح ہیں یا غلط۔

اللہ کے دربار میں شیطان اور انسان کی نوک جھونک۔

وقال قرینہ۔ یعنی فرشتہ روزنامچہ اعمال حاضر کرے گا اور بعض نے قرین سے شیطان مراد لیا ہے۔ یعنی وہ کہے گا مجرم حاضر ہے جس کو میں ورغلا کر دوزخ کے لیے تیار کر کے لایا ہوں۔ یعنی اغوا تو میں نے کیا، مگر گمراہ یہ خود ہوا۔ اپنے ارادہ اور اختیار سے۔ چنانچہ بارگاہِ ایزدی میں دو فرشتوں کو حکم ہوگا۔ القیا فی جھنم ایسے لوگوں کو جہنم میں جھونک دو کہ یہ سخت عذاب کے مستحق ہیں۔

قال قرینہ۔ شیطان یہ کہہ کر اپنے حکم کو ہلکا کرنا چاہے گا کہ میں نے کچھ زور زبردستی نہیں کی تھی صرف ذرا شہ دی تھی۔ یہ کم بخت خود گمراہ ہو کر راہ فلاح و نجات سے دُور جا پڑا۔

Marfat.com

ارشاد ہو گا۔ لا تختصموا۔ بک بک مت کرو۔ دنیا میں سب کو نیک و بد سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ جو کفر خود کرے گا یا کسی کے اغواسے اور جو کسی کو برائی کے لیے کہے گا زبردستی یا بلا جبر۔ سب کو علی قدر مراتب جہنم کی سزا بھگتنی ہو گی۔ سب اپنی اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتیں گے ہمارے یہاں ظلم نہیں۔ جو فیصلہ ہو گا انصاف و حکمت سے ہو گا اور کافر کی بخشش نہیں ہو گی۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی اور شیطان جو اکفر ہے اس کی بخشش تو کہاں اول کی آیات مومن و کافر کے لیے مشترک ہیں اور اخیر کی آیات کافر کے ساتھ خاص ہیں۔

يَوْمَ تَاصِيهُ ظَلَّامٌ يَقُوْلُ بِالنُّوْنِ وَالْيَاءِ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ اسْتِفْهَامُ تَحْقِيْقٍ لِوَعْدِهٖ بِمَلْئِهَا
وَتَقُوْلُ بِصُوْرَةِ الْاِسْتِفْهَامِ كَالسُّؤَالِ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ○ اَیْ فِیَّ لَا اَسَعُ غَيْرَ مَا امْتَلَأْتُ بِهٖ اَیْ
قَدِ امْتَلَأْتُ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ قُرِّبَتْ لِلْمُتَّقِيْنَ مَكَانًا غَيْرَ بَعِيْدٍ ○ مِنْهُمْ فَيَرَوْنَهَا وَيُقَالُ لَهُمْ هٰذَا
الْمَرْئِيُّ مَا تُوْعَدُوْنَ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ فِی الدُّنْيَا وَيُبْدَلُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ قَوْلُهٗ لِكُلِّ اَوَّابٍ رَجَّاعٍ اِلٰی طَاعَةِ
اللّٰهِ حَفِيْظٍ ○ حَافِظٍ لِحُدُوْدِهٖ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ خَافَهٗ وَلَمْ يَرَهٗ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ○ مُقْبِلٍ
عَلٰی طَاعَتِهٖ وَيُقَالُ لِلْمُتَّقِيْنَ اَيْضًا اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اَیْ سَالِمِيْنَ مِنْ كُلِّ مَخُوْفٍ اَوْ مَعَ سَلَامٍ اَوْ سَلِّمُوْا
وَادْخُلُوْا ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِیْ حَصَلَ فِيْهِ الدُّخُوْلُ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ○ اَلدَّوَامُ فِی الْجَنَّةِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ
فِيْهَا دَآئِمًا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ○ زِيَادَةٌ عَلٰی مَا عَمِلُوْا وَطَلَبُوْا وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ اَیْ اَهْلَكْنَا قَبْلَ
كُفَّارِ قُرَيْشٍ قُرُوْنًا اُمَمًا كَثِيْرَةً مِّنَ الْكُفَّارِ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا قُوَّةً فَنَقَّبُوْا فَتَشُّوْا فِی الْبِلَادِ هَلْ
مِنْ مَّحِيْصٍ ○ لَهُمْ اَوْ لِغَيْرِهِمْ مِّنَ الْمَوْتِ فَلَمْ يَجِدُوْا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ الْمَذْكُوْرِ لَذِكْرٰی لَعِظَةٌ لِّمَنْ
كَانَ لَهٗ قَلْبٌ عَقْلٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ اسْتَمَعَ الْوَعْظَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ○ حَاضِرُ الْقَلْبِ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ اَوَّلُهَا الْاَحَدُ وَاٰخِرُهَا الْجُمُعَةُ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ○ تَعَبٌ
نَزَلَ رَدًّا عَلَی الْيَهُوْدِ فِیْ قَوْلِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ اسْتَرَاحَ يَوْمَ السَّبْتِ وَاِنْتِفَاءِ التَّعَبِ عَنْهُ لِتَنَزُّهِهٖ تَعَالٰی عَنْ
صِفَاتِ الْمَخْلُوْقِيْنَ وَلِعَدَمِ الْمُجَانَسَةِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ غَيْرِهٖ اِنَّمَآ اَمْرُهٗ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ

Marfat.com

فَيَكُوْنُ فَاصْبِرْ خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ اَيِ الْيَهُوْدُ وَغَيْرُهُمْ مِنَ التَّشْبِيْهِ
وَالتَّكْذِيْبِ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ صَلِّ حَامِدًا قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَيْ صَلَاةُ الصُّبْحِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝
اَيْ صَلَاةُ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ اَيْ صَلِّ الْعِشَائَيْنِ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ
جَمْعُ دُبُرٍ وَبِكَسْرِهَا مَصْدَرٌ اَدْبَرَ اَيْ صَلِّ النَّوَافِلَ الْمَسْنُوْنَةَ عَقِبَ الْفَرَائِضِ وَقِيْلَ الْمُرَادُ حَقِيْقَةُ
التَّسْبِيْحِ فِيْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ مُلَابِسًا لِلْحَمْدِ وَاسْتَمِعْ يَا مُخَاطَبُ مَقُوْلِيْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ هُوَ اِسْرَافِيْلُ
مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ لَا مِنَ السَّمَاءِ وَهُوَ صَخْرَةُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ اَقْرَبُ مَوْضِعٍ مِنَ الْاَرْضِ اِلَى السَّمَاءِ
يَقُوْلُ اَيَّتُهَا الْعِظَامُ الْبَالِيَةُ وَالْاَوْصَالُ الْمُتَقَطِّعَةُ وَاللُّحُوْمُ الْمُتَمَزِّقَةُ وَالشُّعُوْرُ الْمُتَفَرِّقَةُ اِنَّ اللّٰهَ
يَاْمُرُكُنَّ اَنْ تَجْتَمِعْنَ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ يَوْمَ بَدَلٌ مِنْ يَوْمَ قَبْلَهُ يَسْمَعُوْنَ اَيِ الْخَلْقُ كُلُّهُمُ الصَّيْحَةَ
بِالْحَقِّ بِالْبَعْثِ وَهِيَ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ مِنْ اِسْرَافِيْلَ وَيَحْتَمِلُ اَنْ تَكُوْنَ قَبْلَ نِدَائِهِ اَوْ بَعْدَهُ ذٰلِكَ
اَيْ يَوْمُ النِّدَاءِ وَالسَّمَاعِ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ مِنَ الْقُبُوْرِ وَنَاصِبُ يَوْمَ يُنَادِ مُقَدَّرٌ اَيْ يَعْلَمُوْنَ
عَاقِبَةَ تَكْذِيْبِهِمْ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝ يَوْمَ بَدَلٌ مِنْ يَوْمَ قَبْلَهُ وَمَا بَيْنَهُمَا
اِعْتِرَاضٌ تَشَقَّقُ بِتَخْفِيْفِ الشِّيْنِ وَتَشْدِيْدِهَا بِاِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الْاَصْلِ فِيْهَا الْاَرْضُ
عَنْهُمْ سِرَاعًا جَمْعُ سَرِيْعٍ حَالٌ مِنْ مُقَدَّرٍ اَيْ فَيَخْرُجُوْنَ مُسْرِعِيْنَ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝ فِيْهِ
فَصْلٌ بَيْنَ الْمَوْصُوْفِ وَالصِّفَةِ بِمُتَعَلِّقِهَا لِلْاِخْتِصَاصِ وَهُوَ لَا يَضُرُّ وَذٰلِكَ اِشَارَةٌ اِلٰى مَعْنَى
الْحَشْرِ الْمُخْبَرِ بِهٖ عَنْهُ وَهُوَ الْاِحْيَاءُ بَعْدَ الْفَنَاءِ وَالْجَمْعُ لِلْعَرْضِ وَالْحِسَابِ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ
اَيْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ قف تُجْبِرُهُمْ عَلَى الْاِيْمَانِ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْجِهَادِ
فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

ع ۳ ۱۲ ۱۷

ترجمہ جس دن (یوم کا ناصب ظلام ہے) ہم کہیں گے (قول اور با کے ساتھ ہے) دوزخ سے کہ تو بھی بھر گئی (استفہام ہے دوزخ بھرنے کے وعدہ کی تحقیق کے لیے) اور وہ کہے گی (استفہامیہ صورت

Marfat.com

میں سوال کرتے ہوئے) کہ کچھ اور بھی ہے اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی (بلحاظ مکان کے) کچھ دور نہ ہوگی (وہ اس کو دیکھ لیں گے ان سے کہا جائے گا) یہ (نظر آنے والی) وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا دنیا میں۔ یوعدون تا اور یا کے ساتھ ہے اور للمتقین کا بدل کل ہے) کہ وہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو رجوع کرنے والا (اللہ کی طاعت کی طرف) پابندی کرنے والا (اللہ کی حدود کی) ہے جو شخص بے دیکھے خدا سے ڈرتا ہو (نہ دیکھنے کے باوجود خوف خدا رکھتا ہوگا) اور ایسے دل کے ساتھ آئے جو رجوع ہونے والا ہو (اللہ کی طاعت کی طرف متوجہ۔ اور متقیوں سے یہ بھی کہا جائے گا) اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ (یعنی ہر طرح کے خطرہ سے محفوظ یا سلامتی سے یا سلام کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ یہ دن (جس میں جنت کا داخلہ ہوا) ہمیشہ رہنے کا ہوگا (جنت میں) ان کو بہشت میں (ہمیشہ) سب کچھ ملتا رہے گا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے (ان کے عمل اور ان کی طلب سے) اور ہم ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں (یعنی کفار قریش سے پہلے بہت سی کفار امتیں ہم تباہ کر چکے ہیں) جو طاقت میں ان سے کہیں زیادہ تھیں کہ وہ تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے۔ مگر کہیں بھاگنے کی جگہ بھی نہ ملی (قریش کو یا اور کافروں کو موت سے چھٹکارہ نہیں کہ بچ جائیں) اس (مذکورہ بات) میں نصیحت (عبرت) ہے اس شخص کے لیے جس کے پاس دل (عقل) ہو یا کان ہی لگا لیتا ہو (وعظ سننے کے لیے) متوجہ ہو کر (دل سے) اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنا ڈالا (اتوار سے جمعہ تک) اور ہمیں تکان (تعب) نے چھوا تک نہیں (یہود کے اس خیال کو رد کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ نے سنیچر کو آرام کیا تھا۔ تکان نہ ہونے کا مطلب اللہ کا مخلوق کے احوال سے پاک ہونا ہے اور یہ کہ اللہ اور دوسروں میں کچھ جوڑ نہیں۔ اللہ کی شان تو یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے فوراً ہو جاتا ہے) پس آپ صبر کیجئے (آنحضرت کو ارشاد ہے) ان کی باتوں پر (یہود وغیرہ جو تشبیہ اور تکذیب کی باتیں کرتے ہیں) اور اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتے رہیئے (نماز شکر ادا کیجئے) سورج نکلنے سے پہلے (نماز فجر) اور سورج چھپنے سے پہلے (نماز ظہر و عصر) اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے (مغرب و عشاء کی نماز پڑھیئے) اور نمازوں کے بعد بھی (ادبار فتح ہمزہ کے دبر کی جمع اور کسر ہمزہ کے ساتھ ادبر کا مصدر ہے۔ یعنی فرائض کے بعد نوافل بھی پڑھیئے اور بعض کی رائے ہے کہ ان اوقات میں تسبیح و حمد کرنا مراد ہے) اور (اے مخاطب میری بات) سن رکھ کہ جس دن ایک پکارنے والا (اسرافیل) پاس ہی سے پکارے گا (صخرۂ بیت المقدس سے جو زمین کی نسبت آسمان سے قریب ہے۔ صور اسرافیل یہ بولے گا کہ اے پرانی ہڈیو! اور جوڑ بند و! گوشت کے ٹکڑو! پراگندہ بالو! اللہ تمہارے فیصلہ کے لیے جمع کرنے کا حکم فرماتا ہے) جس روز (پہلے یوم سے بدل ہے) سنیں گے (تمام لوگ) قیامت کی چیخ و پکار (الحق سے مراد دوسرا نفخۂ اسرافیلی ہے۔ اور ممکن ہے یہ شور اسرافیل کی پکار سے پہلے ہو یا بعد میں) یہ (پکار اور سننے کا دن) نکلنے کا دن ہوگا (قبروں سے اور یوم بنادی کا ناصب مقدر ہے یعنی کفار اپنی تکذیب کے انجام کو جان جائیں گے) ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف

marfat.com
Marfat.com

لوٹ کر پھر آنا ہے جس روز (پہلے یوم سے یہ بدل ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے) کھل جائے گی (تخفیف شین اور تشدید شین کے ساتھ، اصل میں تا ثانیہ کا ادغام ہے) زمین ان پر سے جب کہ وہ دوڑتے ہوں گے (سراعا جمع ہے سریع کی مقدر سے حال ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے فیخرجون مسرعین) یہ جمع کرلینا ہمارے لیے آسان ہے (موصوف صفت کے درمیان متعلق کا فصل اختصاص کے لیے اور اس فصل میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ذلک معنی حشر کی طرف اشارہ ہے جس خبر کی اطلاع کی جارہی ہے یعنی زندہ کرنا اور حساب و کتاب کے لیے پیشی) ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ (کفار قریش) کہتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی تھوپنے والے نہیں ہیں (کہ ان کو ایمان پر مجبور کردیں۔ یہ ارشاد جہاد سے پہلے کا ہے) آپ تو قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہیئے جو میری وعید سے ڈرتا ہو (یعنی مومن)۔

تحقیق وترکیب

نقول۔ نافعؒ اور ابو بکرؒ کے نزدیک یاء کے ساتھ بطور التفات کے ہے ای یقول اللہ لجہنم۔

ھل امتلأت۔ استفہام تحقیق وتقریر وعدہ کے لیے ہے اور جہنم سے سوال وجواب بطریق عقلا ہے اور شرعاً عقلاً یہ ممکن ہے اس لیے ایسے تمام مواقع پر مجاز ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ استفہام ابن عباسؓ، عطاءؒ، مجاہدؒ، مقاتلؒ کے نزدیک صورۃً سوال ہے اور بعض نے استفہام کو استہزاء پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ جب اس پر اپنا قدم رکھیں گے تب جہنم قط قط کہہ اٹھے گی۔

غیر بعید۔ مفسرؒ نے پہلے لفظ مکانا مقدر مان کر موصوف محذوف کی طرف اشارہ کردیا۔ یہ لفظ قائم مقام ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور بعید فعیل مذکر مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے اور یا مذکر کی صفت ہے یہ جملہ از لفت کی تاکید ہے۔ جیسے کہا جائے عزیز غیر ذلیل یا قریب غیر بعید۔

لکل اواب۔ یا للمتقین سے بدل ہے اعادہ جار کے ساتھ اور ہذا مبتدا بھی ہوسکتا ہے اور ما توعدون موصوف اور لکل اواب خبر ہو جائے۔

بالغیب۔ مفسرؒ نے اشارہ کردیا کہ یہ مفعول سے حال ہے۔ ای خاف الرحمٰن حال کونہ غائبًا اور فاعل سے بھی حال ہوسکتا ہے۔

بسلام۔ یہ مفعول سے حال بھی ہوسکتا ہے۔ اور یا بمعنی مع بھی ہوسکتی ہے۔ اور لفظ تسلیم بھی ماخوذ ہوسکتا ہے۔

لدینا مزید۔ قیامت میں دیدار الٰہی بھی مراد ہوسکتا ہے۔ جو ہر شب جمعہ میں ہوگا۔

کم اھلکنا۔ کم خبریہ ہے اھلکنا کا مفعول اور من قرن تمیز ہے لفظ کم کی اور ہم اشد جملہ صفت ہے کم یا قرن کی۔ اور بطشا تمیز ہے اور عبارت اس طرح ہوگی۔ اننا اھلکنا قرونا کثیرۃ اشد باسًا وبطشا من قریش۔

Marfat.com

فنقبوا۔ یعنی مختلف مقامات پر پھٹ گئے اور منتشر ہو گئے۔ ہم اشد پر اس کا عطف ہے اور فاسببیہ ہے اور ہم ضمیر قرن کی طرف راجع ہے یا اہل مکہ کی طرف راجع ہے۔ چنانچہ بصیغہ امر نقبوا بھی ایک قراءت ہے۔

من محیص۔ مفسرؒ نے لہم نکال کر محیص کی خبر کی طرف اشارہ کیا ہے اور من زائد ہے اور استفہام انکاری ہے۔

لہ قلب۔ ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر عقل سے منقول ہے۔ چنانچہ قراء نحوی کہتے ہیں۔ ماقلبك معك کے معنی ماعقلك معك کے ہیں۔

وھوشھید۔ جملہ حالیہ ہے۔ حضور قلب کے مراتب ہیں۔ عام مرتبہ یہ ہے کہ تلاوت کرتے وقت اوامر و نواہی کا دھیان رہے۔ مرتبہ خاص یہ ہے کہ خود کو اللہ کے سامنے حاضر تصور کرے کہ وہی احکام دے رہا ہے اور اپنی تلاوت کو محض اس کی ترجمانی سمجھے۔

فی ستۃ ایام۔ اللہ کی قدرت تو پل بھر میں ساری کائنات پیدا کر دینے کی ہے مگر بندوں کی تعلیم کے لیے تدریجی طور پر عالم کو پیدا کیا۔ زمین اور اس کے منافع دو روز میں زمین اور آسمان دو روز میں اور دو روز میں دیگر مخلوقات۔

وما مسنا من لغوب۔ جملہ حالیہ یا مستانفہ اور لغوب عام قراءت ضمہ لام کے ساتھ ہے۔ اور علیؓ، طلحہؓ، سلمیؒ، یعقوبؒ، فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ دونوں صورت میں مصدر ہے اور معنی ایک ہیں اور بقول سیبویہؒ پانچ مصادر الجائیہ ہیں اور بقول کسائی سات مصادر ہیں جو ضمہ کے ساتھ اس وزن پر آتے ہیں۔ اس سے یہود کے اس خیال کی تردید مقصود ہے کہ اللہ نے ساتویں روز آرام کیا۔ نیز ان کا یہ خیال بھی غلط ہے۔ کہ اللہ مربع بیٹھا تھا۔ اس لیے مربع بیٹھنے کو یہود ناپسند کرتے ہیں اور دیکھا جائے تو فرقہ مشبہ کی بنیاد پر یہود خیال کے لوگوں ہی سے پڑی ہے۔

سبح بحمد ربك۔ مفسرؒ نے اشارہ کر دیا کہ نماز مراد ہے۔ مفسرؒ علامہ زمخشری کی طرح اس آیت سے پنجگانہ نمازیں مراد لے رہے ہیں۔

ادبار السجود۔ اکثر کے نزدیک فتحہ ہمزہ کے ساتھ دبر کی جمع ہے اور نافعؒ، حمزہؒ کے نزدیک کسر ہمزہ کے ساتھ مصدر ہے۔ ادبرت الصلوٰۃ کے معنی انقضاء اور اتمام کے ہیں۔ فرائض کے بعد نوافل مراد ہیں۔

یوم ینادی۔ کلام مستانف ہے مفعول محذوف کے بیان کے لیے۔

من مکان قریب۔ صخرۂ بیت المقدس ..... بعض نے اس کو وسط زمین کہا ہے۔

بالحق۔ یعنی یقین۔ قیامت بھی یقینی ہے۔ تفسیری عبارت وتحتمل الخ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ نداء نفخۂ ثانیہ کے علاوہ ہوگی جو پہلی بات کے برخلاف ہے کہ یہ نداء وہی نفخۂ مذکورہ ہے۔ الا یہ کہ کہا جائے کہ اس کے منادی جبریل

marfat.com
Marfat.com

ہوں گے اور نفخہ کرنے والے اسرافیلؑ۔

یوم الخروج۔ مفسرؒ نے ناصب یعلمون اور یسیر جون بھی ناصب مقدر مانا ہے اور یسیر جون بھی ناصب مقدر ہو سکتا ہے۔

یوم تشقق۔ مفسرؒ پہلے یوم سے بدل مان رہے ہیں اور بقول ابو البقاءؒ اول یوم سے بھی بدل ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک مبدل منہ کے دو بدل ہو جائیں گے جو بقول زمخشریؒ ناجائز ہے اور یوم مصیر کا ظرف بھی ہو سکتا ہے۔ یا خروج کا اور یسیر جون مقدر سے بھی منصوب ہو سکتا ہے۔

حشر علینا یسیر۔ یعنی اصل میں حشر یسیر علینا تھا متعلق کو اختصاص کے لیے مقدم کر دیا گیا۔ لیکن متعلق کی تقدیم یوں بھی جائز ہے۔ البتہ اجنبی کی تقدیم ناجائز ہوتی ہے۔

فذکر معلوم ہوا کہ اہل کو وعظ و نصیحت کرنی چاہیئے۔ نااہل کو وعظ کرنا بے فائدہ ہے۔

روایات

وسبح بحمد ربك۔ طبرانیؒ نے اوسط میں جریرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ کہ سبح قبل طلوع الشمس سے نماز فجر اور قبل الغروب سے نماز مغرب مراد ہے اور بخاریؒ میں جریرؓ سے مرفوعاً روایۃ ہے کہ نماز قبل طلوع الشمس اور قبل الغروب کی پابندی اگر کر سکو تو ضرور کرو اور پھر آپ نے تائید میں یہ آیت پڑھی اور مجاہدؒ سے من اللیل سے صلوٰۃ اللیل مراد ہے۔ پس اس صورت میں نماز فجر، عصر، تہجد تین نمازوں کا ذکر اس آیت میں ہوا۔ جیسا کہ ابتداء اسلام میں بھی یہی تین نمازیں فرض تھیں۔ بعد میں واقعہ اسراء میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ لیکن بقول زمخشریؒ اس آیت میں پانچوں نمازوں کا بیان ہے۔

ادبار السجود۔ ابن جریر حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، حسن بن علیؓ، قتادہؒ، شعبیؒ، حسنؒ، مجاہدؒ، اور ذاعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ مغرب کے بعد دو رکعت مراد ہیں۔ ابن منذر حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ادبار السجود سے مغرب کے بعد دو رکعت اور ادبار النجوم سے نماز فجر سے پہلے دو رکعت مراد ہیں اور بعض نے ان چاروں اوقات میں تسبیح و تحمید مراد لی ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ابن عباسؓ سے منقول ہے۔

تشریح: یوم تقول لجھنم۔ دوزخ اتنی بڑی ہوگی کہ دوزخیوں سے نہ بھر سکے گی اور شدت غیظ و غضب میں اور دوزخیوں کا مطالبہ کرے گی۔ حق تعالیٰ کا دوزخ سے پوچھنا تہویل و تخویف کے لیے ہے۔ حدیث شیخین میں ہے کہ دوزخ کے اس جواب پر حق تعالیٰ اپنا قدم رکھ دیں گے دوزخ دب جائے گی اور سمٹ کر سکڑ جائے گی اور بس بس کہے گی۔

شبہات اور جوابات

اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ دوسری آیت میں لاملئن جھنم من الجنۃ و الناس فرمایا گیا ہے جس سے جہنم کا بھر جانا معلوم ہوتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ دوسری آیت میں بھرنے سے عام مراد ہے خواہ ابتداءً یا انتہاءً۔ پس قدم رکھ دینے سے بھر جانا بھی اس میں داخل ہے۔ البتہ اس پر یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ وہ بھرنا تو قدم سے ہوا اور آیت میں جنات اور انسانوں سے بھرنا معلوم ہو رہا ہے۔ جواب یہ ہے کہ قدم رکھنا تو محض تصرف کے لیئے ہے۔ البتہ بھرنا جن و انس ہی سے ہوگا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے گیلی مٹی کا برتن بنا کر اس میں کنکریاں بھر دی جائیں مگر اوچھارہ جائے تو اس کو ہاتھ یا پاؤں سے دبا

Marfat.com

دیا جائے۔ اتنا کہ کنکریاں اوپر تک آجائیں تو اس برتن کو کنکروں سے ہی بھرا ہوا کہا جائے گا۔
اسی طرح یہ شبہ بھی نہ کیا جائے کہ جہنم کے لیئے تو تنگی بہتر ہے نہ کہ کشادگی۔ وہ تو جنت کے لیے خوبی ہے۔ چنانچہ دوسری آیات و روایات سے بھی جہنم کا تنگ ہونا معلوم ہے۔
جواب یہ ہے کہ شروع میں کشادگی ہوگی اور قدم رکھ دینے سے تنگی ہو جائے گی۔ قدم رکھنا متشابہات میں سے ہے۔ جہنم کے سوال و جواب میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔
وازلفت الجنۃ۔ یہاں سے جنت کا بیان ہے کہ بہت قریب سے اس کی تروتازگی بناؤ سنگار دیکھیں گے، جنت کے قریب ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو اس کی اصلی جگہ سے منتقل کر کے میدان قیامت میں لایا جائے اور اللہ کو سب کچھ قدرت ہے۔ اس صورت میں ادخلوھا کا یہ مطلب نہیں کہ ابھی چلے جاؤ۔ بلکہ بشارت اور وعدہ ہے کہ حساب کتاب کے بعد جنت میں چلے جانا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ حساب کتاب سے فراغت کے بعد جنت کو قریب لایا جائے گا اور پھر کہا جائے گا ھذا ما توعدون الخ

پہلے کفار کی اُخروی تعقیب کا ذکر تھا۔ درمیان میں ان کے مقابل اہل جنت کی اخروی نعمتوں کا تذکرہ ہوا۔
پھر آیت وکم اھلکنا الخ میں دنیاوی سزا کا ذکر ہے کہ پہلے ہم کتنی شریر و سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں جو زور و قوت میں موجودہ سرکشوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں جنہوں نے بڑے بڑے شہر چھان مارے تھے پھر جب عذاب الٰہی آیا تو بھاگنے کے لیے روئے زمین پر کہیں ٹھکانہ نہیں ملا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عذاب الٰہی کے وقت اپنی بستیوں میں کھوج لگاتے پھرے مگر کہیں ٹھکانہ نہیں ملا۔
وما مسنا من لغوب۔ یعنی اتنی بڑی بڑی چیزیں بنا کر بھی نہیں تھکے تو دوبارہ بنانا کیا مشکل ہے۔ نیز بگاڑنا تو بہ نسبت بنانے کے آسان ہے۔
فاصبر الخ آپ ان کی بیہودہ بکواس پر غمگین نہ ہوجیئے کہ یہ اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔ آپ اللہ کی یاد اور عبادت میں لگیئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں فجر، عصر، تہجد کی تین نمازیں فرض تھیں۔ اب پنجوقتہ نمازوں کے ساتھ ان اوقات کی نمازیں خصوصی فضیلت و شرف رکھتی ہیں۔ نمازوں کے ساتھ تسبیح و تحمید بھی مطلوب ہے۔
آگے آیت واستمع سے قیامت کا تاکیداً پھر ذکر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بیت المقدس کے پتھر سے صور پھونکا جائے گا۔ اسی لیے نزدیک کہا ہے اور یا اس لیے کہ اس کی آواز سب جگہ قریب معلوم ہوگی۔ اور یکساں سُنائی دے گی۔ ظاہر ہے اس سے نفخ صور مراد ہے۔ اگرچہ دوسری ندائیں بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ہوں گی۔ غرض دوسری مرتبہ نفخ صور سے سب زمین سے نکل کھڑے ہوں گے اور موت و حیات سب اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔ آخر کار سب کو

marfat.com
Marfat.com

اسی کے پاس جانا ہے۔ کوئی بچ کر نہیں نکل سکتا، زمین پھٹے گی مُردے نکل کر میدانِ حشر کی طرف جھپٹیں گے۔ اللہ سب اگلوں پچھلوں کو اکٹھا کر دے گا اور یہ اس کے لیے بالکل آسان ہے۔ جو لوگ انکارِ قیامت میں واہی تباہی بکتے ہیں۔ انہیں ہمارے حوالے کیجئے ہم خود نبٹ لیں گے۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ ہر ایک کو زور زبردستی بات منوائیں ہاں سُنا سُنا کر بالخصوص اللہ سے ڈرنے والوں کو فہمائش کرتے رہیئے۔

لطائف سلوک ان فی ذلك۔ اس میں کلام شیخ کے نافع ہونے کے شرائط ہیں۔
فاصبر علی ما یقولون سے شدائد و مصائب میں تسلی کا بڑا ذریعہ توجہ الی اللہ معلوم ہوتا ہے

سُوْرَةُ وَالذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ سِتُّوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَالذّٰرِيٰتِ الرِّيَاحُ تَذْرُوا التُّرَابَ وَغَيْرَهٗ ذَرْوًا ۙ مَصْدَرٌ وَيُقَالُ تَذْرِيَةً ذَرْيًا تَهُبُّ بِهٖ فَالْحٰمِلٰتِ السُّحُبُ تَحْمِلُ الْمَاءَ وِقْرًا ۙ ثِقْلًا مَفْعُوْلُ الْحَامِلَاتِ فَالْجٰرِيٰتِ السُّفُنُ تَجْرِيْ عَلَى وَجْهِ الْمَاءِ يُسْرًا ۙ بِسُهُوْلَةٍ مَصْدَرٌ فِيْ مَوْضِعِ الْحَالِ اَيْ يَسِيْرَةً فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ الْمَلَائِكَةُ تُقَسِّمُ الْاَرْزَاقَ وَالْاَمْطَارَ وَغَيْرَهَا بَيْنَ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ مَا مَصْدَرِيَّةٌ اَيْ اِنَّ وَعْدَهُمْ بِالْبَعْثِ وَغَيْرِهٖ لَصَادِقٌ ○ لَوَعْدٌ صَادِقٌ وَّاِنَّ الدِّيْنَ الْجَزَاءَ بَعْدَ الْحِسَابِ لَوَاقِعٌ ○ لَا مَحَالَةَ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ○ جَمْعُ حِبَاكَةٍ كَطَرِيْقَةٍ وَطُرُقٍ اَيْ صَاحِبَةِ الطُّرُقِ فِي الْخَلْقَةِ كَالطُّرُقِ فِي الرَّمْلِ اِنَّكُمْ يَا اَهْلَ مَكَّةَ فِيْ شَاْنِ النَّبِيِّ وَالْقُرْاٰنِ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ قِيْلَ شَاعِرٌ سَاحِرٌ كَاهِنٌ شِعْرٌ سِحْرٌ كِهَانَةٌ يُّؤْفَكُ يُصْرَفُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ وَالْقُرْاٰنِ اَيْ عَنِ الْاِيْمَانِ بِهٖ مَنْ اُفِكَ ○ صُرِفَ عَنِ الْهِدَايَةِ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُتِلَ الْخَرَّاصُوْنَ ○ لُعِنَ الْكَذَّابُوْنَ اَصْحَابُ الْقَوْلِ الْمُخْتَلِفِ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ جَهْلٍ يَّغْمُرُهُمْ سَاهُوْنَ ○ غَافِلُوْنَ عَنْ اَمْرِ الْاٰخِرَةِ يَسْئَلُوْنَ النَّبِيَّ اِسْتِهْزَاءً اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ○ اَيْ مَتٰى مَجِيْئُهٗ وَجَوَابُهُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ○ اَيْ يُعَذَّبُوْنَ فِيْهَا وَيُقَالُ لَهُمْ حِيْنَ التَّعْذِيْبِ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ تَعْذِيْبَكُمْ هٰذَا الْعَذَابُ

ن استفہامیہ

Marfat.com

الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ○ فِی الدُّنْیَا اِسْتِهْزَاءً اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ بَسَاتِیْنَ وَّعُیُوْنٍ ۝۱۵ تَجْرِیْ
فِیْهَا اٰخِذِیْنَ حَالٌ مِنَ الضَّمِیْرِ فِیْ خَبَرِ اِنَّ مَآ اٰتٰىهُمْ اَعْطَاهُمْ رَبُّهُمْ مِنَ الثَّوَابِ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ
ذٰلِكَ اَیْ دُخُوْلِهِمُ الْجَنَّةَ مُحْسِنِیْنَ ○ فِی الدُّنْیَا كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ○ یَنَامُوْنَ
وَمَا زَائِدَةٌ وَیَهْجَعُوْنَ خَبَرُ كَانَ وَقَلِیْلًا ظَرْفٌ اَیْ یَنَامُوْنَ فِیْ زَمَنٍ یَسِیْرٍ مِنَ اللَّیْلِ وَیُصَلُّوْنَ
اَكْثَرَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ○ یَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ
الْمَحْرُوْمِ ○ الَّذِیْ لَا یَسْاَلُ لِتَعَفُّفِهٖ وَفِی الْاَرْضِ مِنَ الْجِبَالِ وَالْبِحَارِ وَالْاَشْجَارِ وَالثِّمَارِ وَ
النَّبَاتِ وَغَیْرِهَا اٰیٰتٌ دَلَالَاتٌ عَلٰی قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَوَحْدَانِیَّتِهٖ لِلْمُوْقِنِیْنَ ۝۲۰ وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ
اٰیَاتٌ اَیْضًا مِنْ مَّبْدَاِ خَلْقِكُمْ اِلٰی مُنْتَهَاهُ وَمَا فِیْ تَرْكِیْبِ خَلْقِكُمْ مِنَ الْعَجَائِبِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○
ذٰلِكَ فَتَسْتَدِلُّوْنَ بِهٖ عَلٰی صَانِعِهٖ وَقُدْرَتِهٖ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ اَیِ الْمَطَرُ الْمُسَبَّبُ عَنْهُ النَّبَاتُ
الَّذِیْ هُوَ رِزْقٌ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ○ مِنَ الْمَآبِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ اَیْ مَكْتُوْبٌ ذٰلِكَ فِی السَّمَآءِ
فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ اَیْ مَا تُوْعَدُوْنَ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝۲۳ بِرَفْعِ مِثْلَ
صِفَةٌ وَمَا مَزِیْدَةٌ وَبِفَتْحِ اللَّامِ مَبْنِیَّةٌ مَعَ مَا الْمَعْنٰی مِثْلَ نُطْقِكُمْ فِیْ حَقِیْتِهٖ اَیْ مَعْلُوْمِیَّتِهٖ
عِنْدَكُمْ ضَرُوْرَةَ صُدُوْرِهٖ عَنْكُمْ هَلْ اَتٰىكَ خِطَابٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدِیْثُ ضَیْفِ
اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ○ وَهُمْ مَلٰٓئِكَةٌ اِثْنَا عَشَرَ اَوْ عَشَرَةً اَوْ ثَلَاثَةٌ مِنْهُمْ جِبْرِیْلُ اِذْ ظَرْفٌ لِحَدِیْثِ ضَیْفِ
دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا اَیْ هٰذَا اللَّفْظَ قَالَ سَلٰمٌ اَیْ هٰذَا اللَّفْظُ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ○ لَا نَعْرِفُهُمْ
قَالَ ذٰلِكَ فِیْ نَفْسِهٖ وَهُوَ خَبَرُ مُبْتَدَاٍ مُقَدَّرٍ اَیْ هٰؤُلَاءِ فَرَاغَ مَالَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ سِرًّا فَجَآءَ بِعِجْلٍ
سَمِیْنٍ ○ وَفِیْ سُوْرَةِ هُوْدٍ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ اَیْ مَشْوِیٍّ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ○ عَرَضَ
عَلَیْهِمُ الْاَكْلَ فَلَمْ یُجِیْبُوْا فَاَوْجَسَ اَضْمَرَ فِیْ نَفْسِهٖ مِنْهُمْ خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا رُسُلُ

Marfat.com

رَبِّكَ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ○ ذِىْ عِلْمٍ كَثِيْرٍ هُوَ اِسْحَاقُ كَمَا ذُكِرَ فِىْ سُوْرَةِ هُوْدٍ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ سَارَةُ فِىْ صَرَّةٍ صَيْحَةٍ حَالٌ اَىْ جَاءَتْ صَائِحَةً فَصَكَّتْ وَجْهَهَا لَطَمَتْهُ وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ○ لَمْ تَلِدْ قَطُّ وَعُمْرُهَا تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ سَنَةً وَعُمْرُ اِبْرَاهِيْمَ مِائَةُ سَنَةٍ اَوْ عُمْرُهٗ مِائَةٌ وَعِشْرُوْنَ سَنَةً وَعُمْرُهَا تِسْعُوْنَ سَنَةً قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ اَىْ مِثْلَ قَوْلِنَا فِى الْبِشَارَةِ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ فِىْ صُنْعِهِ الْعَلِيْمُ ○ بِخَلْقِهِ

ترجمہ سورۂ ذاریات مکیہ ہے۔ جس میں ساٹھ آیات ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

قسم ہے ان ہواؤں کی (مراد تیز ہوا جس میں مٹی وغیرہ اڑ جائے) جو گرد و غبار اڑاتی ہیں (ذرو امصدر ہے تذریہ ذریا کے معنی اڑانے کے ہیں) پھر ان بادلوں کی جو اٹھاتے ہیں (پانی سے لدے ہوئے بادل) بوجھ (وزن یہ حاملات کا مفعول ہے) پھر ان کشتیوں کی جو (پانی پر رواں دواں رہتی ہیں) نرم روی سے چلتی ہیں (یسیر بمعنی سہولت مصدر حال کے موقعہ پر ہے بمعنی میسرۃ) پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں (بارش اور رزق کو انسانوں اور شہروں پر تقسیم کرنے کے لیے جو فرشتے مامور رہتے ہیں) تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے (ما مصدریہ ہے یعنی قیامت وغیرہ کا وعدہ) وہ بالکل سچ ہے (وہ وعدہ سچا ہے) اور جزاء (حساب کے بعد بدلہ) ضرور (یقیناً) ہونے والی ہے، قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں (حُبُک جمع ہے جیسکۃ کی جیسے طریقۃ کی جمع طُرق آتی ہے یعنی آسمانوں کی بناوٹ میں ایسے ہی راستے ہیں جیسے خشکی میں ہوا کرتے ہیں) کہ تم لوگ (اے مکہ کے باشندو! نبی کریمؐ اور خدا کی شان میں) مختلف باتیں کہتے ہو (جن کی شان میں شاعر، ساحر اور کاہن اور قرآن کی شان میں شعر، سحر کہانت کہا جاتا ہے) وہی پھرتا ہے (بدلتا ہے) اس سے (نبی اور قرآن سے یعنی اس پر ایمان لانے سے) جس کو پھرنا ہوتا ہے (علم الٰہی میں جس کا گمراہ ہونا مقدر ہوتا ہے) غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے (قتل بمعنی لعن کرنے والے جھوٹوں پر لعنت) جو نادانی (جہالت) میں بھولے ہوئے (آخرت سے غافل) ہیں پوچھتے ہیں (پیغمبر سے مذاق اڑاتے ہوئے) کہ روز قیامت کب ہوگا (یعنی کب آئے گی جس کا جواب آگے ہے کہ) جس روز وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے (نار جہنم میں عذاب دیئے جائیں گے اور ان سے عذاب کے وقت کہا جائے گا) اپنی اس سزا (عذاب) کا مزہ چکھو۔ یہی (عذاب) ہے جس کی تم دنیا میں مذاق اڑاتے ہوئے جلدی مچایا کرتے تھے۔ بلاشبہ متقی لوگ بہشتوں (باغوں) اور چشموں میں ہوں گے (جو جنت میں بہہ رہے ہوں گے) وہ لے رہے ہوں گے (ان کی خبر کی ضمیر سے حال ہے) اس چیز کو جو ان کے پروردگار نے ان کو عطا کی ہوگی (یعنی ثواب) وہ لوگ اس (جنت میں داخلہ) سے پہلے نیکوکار تھے (دنیا میں رہتے ہوئے) وہ لوگ رات کو بہت کم

Marfat.com

سوتے تھے (مایہجعون میں ما زائد ہے اور یہجعون کان کی خبر ہے اور قلیلا ظرف ہے یعنی رات میں کم وقت سوتے تھے اور زیادہ وقت نماز پڑھتے تھے) اور اخیر شب میں (اللھم اغفرلنا کہہ کر) استغفار کرتے تھے اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا (محروم سے مراد وہ شخص جو اپنی آبرو کی وجہ سے سوال نہ کرے) اور زمین میں (پہاڑ، سمندر، درخت، گھاس، پھل وغیرہ کی) بہت سی نشانیاں ہیں (اللہ کی قدرت و وحدانیت کے دلائل ہیں) یقین لانے والوں کے لیئے اور خود تمہاری ذات میں (بھی نشانیاں ہیں ابتداء پیدائش سے لے کر آخری وقت تک اور تمہاری پیدائش کی ترکیب میں عجائبات ہیں) کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا (کہ اس سے اس کے بنانے والے کی صنعت اور قدرت پر استدلال کرتے) اور آسمانوں میں ہے تمہارا رزق (یعنی بارش جس سے سبزی پیدا ہوتی ہے جو رزق ہے) اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (یعنی آخری ٹھکانہ ثواب، عذاب یعنی سب کچھ آسمان میں لکھا ہوا ہے) تو قسم ہے آسمان زمین کے پروردگار کی کہ وہ (جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے) برحق ہے جس طرح کہ تم باتیں کر رہے ہو (مثل رفع کی صورت میں صفت ہے اور ما زائد ہے اور فتحہ لام کے ساتھ مثل اور ما مرکب ہے یعنی قیامت کا برحق ہونا ایسا ہی مسلم ہے، جیسے بولنا چالنا سب کو معلوم ہے بداہتہً سرزد ہونے کی وجہ سے) کیا ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی حکایت آپؐ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے) تک پہنچی ہے (مراد بارہ یا دس یا تین فرشتے ہیں۔ جن میں جبریل بھی تھے) جب (یہ حدیث ضیف کا ظرف ہے) کہ وہ ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا (یعنی سلام کا لفظ کہا) حضرت ابراہیمؑ نے بھی سلام کیا (یعنی یہ لفظ فرمایا) انجان لوگ ہیں (ہم انہیں پہچانتے نہیں ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے دل میں یہ کہا۔ یہ مبتداء مقدر کی خبر ہے یعنی ھؤلاء قوم منکرون) پھر اپنے گھر کی طرف چلے (آہستہ سے) اور ایک فربہ بچھڑا لائے (سورۂ ہود میں ہے بعجل حنیذ یعنی بھنا ہوا اور تلا ہوا) اور اس کو انکے پاس لاکر رکھا کہنے لگے آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں؟ (ان سے کھانے کی فرمائش کی جو فرشتوں نے قبول نہیں کی تو محسوس کیا دل میں چھپایا) ان سے ڈر، انہوں نے کہا تم ڈرو مت (ہم آپ کے رب کے فرستادہ ہیں) اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی۔ جو بڑا عالم ہوگا (مراد حضرت اسحٰقؑ ہیں جیسا کہ سورۂ ہود میں گزرا) اتنے میں ان کی بیوی (سارہ) پکارتی آئیں (زور زور سے ولولتی ہوئی۔ یہ حال ہے یعنی آواز کرتی ہوئی آئیں) پھر ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ بڑھیا بانجھ (جس کے کبھی اولاد نہیں ہوئی۔ ان کی عمر ننانوے سال اور حضرت ابراہیمؑ کی عمر سو سال تھی یا حضرت ابراہیمؑ کی عمر ایک سو بیس برس اور بیوی کی عمر ننانوے برس تھی) فرشتے کہنے لگے کہ تمہارے پروردگار نے ایسے ہی فرمایا ہے (جیسا کہ ہم نے بشارت سنائی ہے) کچھ شک نہیں کہ وہ (اپنی کاریگری میں) بڑی حکمت والا (اپنی مخلوق کو) جاننے والا ہے۔

تحقیق و ترکیب

والذاریات۔ واؤ قسمیہ ہے ذاریات، حاملات، مقسمات سب معطوفات مقسم بہ ہیں۔ اور انما توعدون مقسم علیہ ہے۔ تعظیم اور دلائل قدرت ہونے کی وجہ سے ان کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ اور کلام حذف مضاف کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے ای ورب ھذہ الاشیاء اس صورت میں اللہ کی قسم ہوگی نہ کہ ان اشیاء کی۔

marfat.com
Marfat.com

تذرو التراب۔ کے معنی مٹی وغیرہ اڑانے کے ہیں۔ حاملات سے مراد بادل ہیں۔ جو پانی اُٹھائے ہوتے ہوتے ہیں۔

انما توعدون۔ میں ما مصدریہ ہے اور موصولہ بھی ہو سکتا ہے۔ عائد محذوف ہوگا۔ ای توعدونہ۔

حبك۔ ریت پر جو محسوس نشانات ہو جاتے ہیں راستہ کے ان کو حبک کہتے ہیں۔ حبک الماء ہوا سے پانی میں جو لہریں بن جاتی ہیں۔ چنانچہ اس سے آسمانوں میں راستوں کا ہونا معلوم ہوتا ہے جو دوری کی وجہ سے نظر نہیں آتے۔ قاموس میں ہے کہ ستاروں کے راستوں کو حبک کہا جاتا ہے۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ذات الحبک سے مراد آسمان کا حسن و جمال ہے۔ چنانچہ کپڑا جب عمدہ بنایا جائے تو کہا جاتا ہے "ما احسن حبکہ" اور مجاہدؒ مضبوط بنیاد کے معنی لیتے ہیں۔ غرضکہ حبک اور طرق وزن اور معنی کے لحاظ سے ایک ہیں۔

یؤفک عنہ۔ ضمیر قرآن یا پیغمبر کی طرف راجع ہے یعنی علم الٰہی میں جو برگشتہ ہوتا ہے وہی گمراہ ہوتا ہے۔ نیز ضمیر ماتوعدون اور دین کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔ پہلے قسمیں کھا کر فرمایا کہ قیامت برحق ہے۔ پھر آسمان کی قسم کھا کر فرمایا کہ کفار قیامت کے متعلق تردد اور شک کا شکار ہیں اور کچھ صاف منکر ہیں۔ آیت میں چونکہ یہ اشکال ہے۔ کہ محروم ازلی کو دوبارہ محروم کرنے کے کیا معنی؟ مفسر اس کی تاویل کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ کہ قول مختلف کی وجہ سے ایمان سے پھیر دیا گیا ہے۔ جس کے پھیر دینے کا فیصلہ علم الٰہی میں کر دیا گیا تھا اور بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ اس گستاخی کی وجہ سے مکمل طور پر ایمان سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اور بعض نے عنہ کی ضمیر قول کی طرف راجع کی اور عن بمعنیہ ہے یعنی قول مختلف کی وجہ سے ایمان سے راندہ کر دیا گیا ہے۔

قتل الخراصون۔ یہ جملہ دراصل قتل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن بطور استعارہ لعنت کے لیے آگیا محروم السعادۃ کو مقتول سے تشبیہ دیتے ہوئے مشبہ بہ کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے لوازم یعنی قتل سے اشارہ کر دیا۔ اس کا اثبات استعارہ تخییلیہ ہے۔

فی غمرۃ۔ غمرہ کے معنی کثرت کے ہیں۔ غمرۃ الماء پانی بڑھ گیا، غمرۃ القوم۔ قوم میں سب سے بڑھ گیا۔

یسألون۔ یہ سوال ان الدین نواقع سے متعلق ہے۔

ایان۔ خبر مقدم اور یوم الدین مبتداء مؤخر ہے۔ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ کی خبر زمانہ سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ حوادث زمانہ کی خبر دی جایا کرتی ہے۔ اگرچہ اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ تاہم مفسرؒ نے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مضاف محذوف ہے ای متی مجیئہ۔ پس ایان بمعنی متی خبر ہے اور مجیئہ مضاف محذوف مبتداء ہے۔ ایان کے سوال کا جواب محذوف ہے۔ ای مجیئ یوم الخ ہم مبتداء یفتنون خبر ہے۔ علی النار میں علی بمعنی فی ہے علی کے ذریعہ تعذیب، یعرضون کے معنی میں ہونے کی وجہ سے ہے۔ فتن کے معنی کچے کھرے کو پرکھنا پھر عذاب کے معنی ہو گئے اور جملہ محل خبر میں ہے یوم کی اضافت کرتے ہوئے۔ لیکن اس صورت میں جواب میں تعین نہ ہونے کی وجہ سے مفید نہیں ہے بلکہ مسئول عنہ میں شدت ابہام اور انتہائی خفا ہے مگر استفتاء سے مقصود چونکہ حصول علم نہیں بلکہ استہزاء تھا۔ اس لئے ایسا مبہم جواب دیا گیا۔

Marfat.com

وعیون۔ اشکال یہ ہے کہ ان المتقین فی جنت وعیون کہنا صحیح نہیں ہے۔ مفسرؒ نے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نہریں جنت میں جاری ہوں گی اور اہل جنت نہروں کی سمت جنت میں ہوں گے۔

اٰخذین ای قابلین اتاھم شیئاً فشیئاً۔ یعنی بے انتہا نعمتیں حاصل ہوتی رہیں گی۔ جو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ اور بعض کے نزدیک آخذین بمعنی قابلین ہے۔ جیسے یاخذ الصدقات بمعنی یقبل الصدقات۔

محسنین۔ ای قد احسنوا اعمالھم۔

ما یھجعون۔ ہجوع بمعنی "نوم فی اللیل"۔ یھجعون کان کی خبر اور قلیلا اس کا ظرف ہے اور یھجعون کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور ما مصدریہ لینے کی صورت میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ کانوا قلیلا من اللیل ھجوعھم۔ ما یھجعون۔ قلیلاً کا بیان اور من اللیل بیان ہے یا مصدر سے حال ہوگا من ابتدائیہ ہے۔ مجاہدؒ، ابن عباسؓ اور انسؓ سے منقول ہے کہ تمام رات سوتے نہیں ہیں۔ اس صورت میں ما نافیہ ہوگا اور ما نافیہ جب کہ ظرف ہو تو بعض حضرات کے نزدیک اس کے مابعد کا عمل ماقبل میں ہو سکتا ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً مابعد ماقبل میں عامل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ مشہور مطلقاً عدم جواز ہے۔ چنانچہ زمخشریؒ نے اسی لیے ما نافیہ قرار نہیں دیا۔ لیکن بقول علامہ خفاجیؒ اکثر سلف سے جواز منقول ہے۔ اور وہ اہل زبان تھے۔ پہلی رائے حسن بصریؒ کی ہے۔

وبالاسحار۔ یہ متعلق ہے۔ یستغفرون۔ ما یھجعون پر عطف ہے اور با بمعنی فی ہے۔ سحر رات کے چھٹے حصہ کو کہتے ہیں۔

وفی اموالھم۔ یعنی جان و مال اللہ کی راہ میں لٹاتے ہیں۔ محروم سے مراد وہ شخص جو ضرورت کے باوجود نفقہ کا سوال بھی کسی سے نہیں کرتا۔ محروم رہتا ہے۔ جیسا کہ قتادہؒ اور زہریؒ کی رائے ہے۔ اور ابن جریرؒ، ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جس کو نہ غنیمت کا حصہ ملے اور نہ زکوٰۃ۔ اور قتادہؒ، ابن سیرینؒ وغیرہ فرماتے ہیں جو صلہ رحمی اور مہمانداری سے بھی محروم رہے۔

وفی الارض۔ یہاں سے توحید اور قدرت الٰہی پر اول دلیل آفاقی بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد دلیل انفسی فرمائی گئی ہے اور فی السماء سے مستقل کلام ہے۔ جس سے مقصود امتنان اور وعد و وعید کا بیان ہے۔ فی الارض خبر مقدم آیات مبتداء مؤخر ہے۔

فی انفسکم۔ خبر ہے مبتداء محذوف کی۔ ای وفی انفسکم ایات ایضاً۔ غرض کہ ان آیات میں سفلیات و علویات کا ذکر ہے۔

موقنین۔ آیات الٰہی کا مشاہدہ کر کے یقین بڑھا لیتے ہیں۔

وفی السماء رزقکم۔ بارش مراد ہے جو پیداوار کا سبب ہے۔ حضرت حسنؒ جب بادل دیکھتے تو اپنے اصحاب سے فرماتے۔ واللہ رزقکم ولکنکم تحرمونہ بخطایاکم۔

marfat.com
Marfat.com

ما توعدون۔ مفسرؒ نے عطا کا قول نقل کیا ہے اور ابن جریرؒ، ضحاکؒ سے نقل کرتے ہیں کہ جنت دوزخ مراد ہے اور بعض نے صرف جنت مراد لی ہے۔ جو ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ہے۔ آسمان کا رزق کے لیے ظرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ موکل فرشتوں کے ذریعہ نظام عالم رو بعمل ہوتا ہے۔

انہ لحق۔ ضمیر رزق کی طرف یا ما توعدون کی طرف راجع ہے۔

مثل ما انکم۔ حمزہؒ، علیؒ، ابوبکرؒ کے نزدیک مثل رفع کے ساتھ حق کی صفت ہے اور فتحہ کی سورت میں کلما اور اینما اور طالما، قلما کی طرح مرکب ہے۔ پس مثلما مبنی بر سکون ہوگا محل رفع میں۔ یہ مضاف ہے اور جملہ انکم تنطقون مضاف الیہ ہے محل جر میں۔ دونوں قراءتوں میں معنی ایک ہی رہیں گے۔ یعنی جس طرح تمہیں اپنے بولنے میں شبہ نہیں ہے۔ اسی طرح وعدۂ رزق کی حقیقت بھی بلاشبہ ہے۔ ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لو ان احدکم فر من رزقہ لیتبعہ کما یتبعہ الموت۔

ھل اتاک۔ استفہام اس واقعہ کی تشویق اور تفخیم شان کے لیئے ہے اور بعض نے ھل بمعنی قد کہا ہے جیسے ھل اتی علی الانسان الخ میں ہے۔

ضیف۔ مصدر ہے اس میں واحد و جمع دونوں کی گنجائش ہے۔

اذ دخلوا۔ اذ کا عامل لفظ حدیث ہے۔ یا یہ منصوب ہے فی حدیث کے معنی فعل کی وجہ سے کیونکہ ضیف مصدر ہے۔ ای الذین ضاقوہ فی وقت دخولھم علیہ۔ یا مکرمین کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا اذکر مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ البتہ اتاک کی وجہ سے منصوب نہیں۔ کیونکہ دونوں کا زمانہ مختلف ہے۔

فقالوا سلاماً۔ ای نسلم علیک سلاماً، قال سلام ای علیکم اسلام ثبات و دوام کے لیے جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف عدول کیا گیا۔ تاکہ فحیوا باحسن منھا پر عمل ہو۔ عام قراءت اول سلام کو نصب اور ثانی کو رفع پڑھنے کی ہے۔ لیکن ایک قراءت میں دونوں مرفوع ہیں۔ اور ایک قراءت میں ثانی سلاماً ہے کسرہ سین کے ساتھ منصوب ہے۔

قوم منکرون۔ یعنی اجنبی تھے۔ پتہ نہیں کہاں کے رہنے والے ہیں۔ یہاں فرشتوں کا اوپر ہونا ابتداء ہی میں معلوم ہوتا ہے اور سورہ ہود میں فلما رای ایدیھم لا تصل الیہ نکرھم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں کے کھانے سے اصرار پر اوپرا سمجھا۔ لیکن کہا جائے گا کہ دونوں صورتیں اجنبیت کی صحیح ہو سکتی ہیں۔

فراغ الی اھلہ۔ مفسرؒ نے سرًا اس لیے کہا کہ میزبانی کے آداب میں سے ہے کہ مخفی طور پر مہمانداری کی جائے کہ کہیں مہمان تکلفاً مہمان نوازی سے روک نہ دے۔

فاوجس منھم خیفۃ۔ لان من لم یاکل طعامک لم یحفظ ذمامک۔ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو فرشتوں کی آمد سے ڈر ہوا کہ عذاب الٰہی کے لیے آئے ہوں گے۔

بغلام علیم۔ جمہور کے نزدیک اس کا مصداق حضرت اسحاقؑ ہیں۔ جیسا کہ سورۂ صافات میں گزر چکا ہے۔

Marfat.com

فاقبلت۔ بعض کے نزدیک حقیقۃً مراد نہیں بلکہ اقبلت بمعنی اخذت ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ اقبلت شتمنی ای اخذت فی الشتم۔

فصکت۔ جیسا کہ تعجب کے وقت بات کرتے ہوئے عورتوں کی عادت ہوا کرتی ہے۔ رخساروں یا پیشانی پر تھپیلی یا انگلیاں مارتی ہیں۔

کذلک۔ مفسرؒ نے قال ربک کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ کذلک مفعول ہے قال کا۔

ربط آیات

سورۂ قٓ میں معاد کا ذکر تھا۔ سورۂ ذاریات کا بیشتر حصہ بھی اسی مضمون کا ہے۔ ابتدائی بیان بھی اسی سے ہو رہا ہے۔ اس کے بعد آیت ھل اتٰک حدیث ضیف ابراھیم سے مکذبین ومجرمین کی برائی اور سزا کی تائید میں کچھ پچھلے واقعات بیان فرمائے جا رہے ہیں۔ مقصد اصلی تو قوم لوط کا واقعہ ذکر کرنا ہے واقعہ ابراہیمؑ بطور تمہید ہے اور یا نیکوکاروں کی تائید کے لئے ہے۔

تشریح

والذاریات۔ مختلف قسموں سے مضمون کو مؤکد فرمایا جا رہا ہے۔ آندھیاں اور ہوائیں جب زور سے چلتی ہیں تو غبار اڑتا ہے۔ بادل بنتے ہیں۔ ان میں پانی ہوتا ہے جس کے بوجھ کو ہوائیں اٹھائے اٹھائے پھرتی ہیں۔ پھر بارش برسنے کے قریب ہوائیں نرم پڑ جاتی ہیں اور اللہ کے حکم سے بارش کا جہاں جتنا حصہ ہوتا ہے وہ تقسیم کر دیتی ہے ہواؤں کا یہ عجیب وغریب نظام ہے۔ اللہ ان مختلف ہواؤں کی قسمیں کھا رہا ہے۔

اور بعض علماء نے اس نظام کو نیچے سے اوپر کو مرتب مانتے ہوئے ذاریات سے ہوائیں اور حاملات سے بادل اور جاریات سے ستارے اور مقسمات سے فرشتے مراد لیے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ارشاد ہے۔

نظام عالم قیامت کی شہادت دے رہا ہے

غرضکہ یہ اعلیٰ نظام اس بات کی شہادت فراہم کر رہا ہے کہ قیامت کا وعدہ سچا ہے اور انصاف ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جب یہ معمولی ہوائیں یونہی بیکار نہیں چلتیں تو کیسے باور کر لیا جائے کہ اتنا بڑا کارخانہ بے مقصد وبے نتیجہ چل رہا ہے۔ یقیناً اس کا انجام ہوگا اور وہی آخرت ہے۔ اسی طرح آسمان کی قسم کھائی جا رہی ہے جو نہایت صاف، مضبوط اور رفیع دار ہے جس پر ستاروں کی کارچوبی معلوم ہو رہی ہے اور فرشتوں اور ستاروں کی راہیں پڑی ہوئی ہیں۔ قیامت کی بات کو خواہ مخواہ منکروں نے جھگڑے میں ڈال رکھا ہے۔ عن النبأ العظیم الذی ھم فیہ مختلفون۔ جو بارگاہ ربوبیت سے وابستہ ہیں وہ تو اس کو حرف بحرف صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن جو محروم القسمت راندۂ درگاہ ہیں۔ وہ ہمیشہ اس کے ماننے سے گریزاں رہیں گے۔ اگر صرف نظام شمسی ہی پر نظر ڈالی جائے تو اس بارہ میں جھگڑنا نادانی نظر آتا ہے اور اٹکل کے

Marfat.com

تیروں اور غفلت کے پردوں سے زیادہ ان کے لیئے اور کیا تجویز کیا جائے۔ اتنی سچی بات کا بھی مذاق اڑاتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ صاحب وہ دن کب آئے گا؟ آخر اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ جواب میں ارشاد ہے۔ یوم ھم الخ ذرا ٹھہرو، وہ دن ابھی آتا ہے۔ جب تم آگ میں الٹ پلٹ کیئے جاؤ گے اور پکار کر کہا جائے گا کہ لو اب اپنی شرارت اور ہنسی کا مزہ چکھو، تم جس کی جلدی مچا رہے تھے وہ دن آگیا۔ البتہ پرہیزگار اس کے برعکس باغوں اور چشموں کی بہاریں لوٹیں گے اور کیوں نہ ہو جب کہ دنیا میں رہ کر وہ نیکیاں سمیٹنے میں لگے رہے رات کا اکثر حصہ مصروف عبادت رہے۔ صبح ہوتے ہی خودستائی کی بجائے زبان پر اپنی تقصیرات و استغفار کے الفاظ رہے۔ غرور و خود بینی کی جگہ عجز و نیاز، خوف و خشیت کے لیئے وقف رہے، اپنی کمائی سے ہر طرح کے غریبوں کی دیکھ بھال کرتے رہے، زکوٰۃ و صدقات کو اپنے اوپر لازم رکھا۔

وفی الارض الخ۔ شب بیداری، توبہ و استغفار، محتاجوں کی مدد اس یقین کے ساتھ کی جائے کہ اللہ موجود ہے۔ اور وہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔ آفاقی اور انفسی دلائل میں غور کرنے سے بآسانی یہ یقین پیدا ہو سکتا ہے کہ نیک و بد کی جزا سزا کسی نہ کسی رنگ میں جلد یا بدیر ضرور مل کر رہے گی۔

سب کی روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے

وفی السماء۔ صدقہ خیرات سے انسان یہ سوچ کر پہلو تہی کر سکتا ہے کہ پھر ہم کہاں سے کھائیں گے؟ یا بعض لوگ خرچ کر کے غریبوں پر احسان جتلاتے ہیں، ان کو سوچنا چاہیئے کہ تمام تر روزی اور اجر و ثواب آسمان والے کے ہاتھ میں ہے اس کی دی ہوئی روزی کسی کے روکے نہیں رُک سکتی اور نیک نیتی سے خرچ کرنے والوں کو ثواب بھی مل کر رہے گا۔ اور جیسے کسی کو اپنے بولنے میں شبہ نہیں ایسے ہی اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ روزی پہنچ کر رہتی ہے اور آخرت آکر رہے گی۔

انکم تنطقون۔ میں محاورہ کے علاوہ یہ نکتہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں قیامت کی نظیر کی طرف اشارہ ہے کہ زبان مثل زمین کے ہے اور اس سے جو کلام پیدا ہو رہا ہے وہ مخلوق کی پیدائش کے مشابہ ہے اور کلام کا پورا ہونا موت کے مشابہ ہے اور پھر دوبارہ زبان سے وہی کلام سرزد ہونا دوبارہ زندہ ہونے کی طرح ہے۔ پس دن رات اس کا مشاہدہ قیامت کی طرف رہنمائی کے لیئے کافی ہے۔

آگے ھل اتٰک الخ سے حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی کا واقعہ ذکر کیا جا رہا ہے۔ جسے فی اموالھم حق للسائل والمحروم سے قریبی مناسبت ہے اور یہ واقعہ تمہید ہے حضرت لوطؑ کے واقعہ کی۔ دونوں مضمونوں سے یہ بھی ظاہر کرنا ہے کہ دنیا میں ہم نے محسنین اور مکذبین کے ساتھ کیا کیا سلوک اور برتاؤ کیا۔ فرشتوں کی آمد پر شروع میں تو حضرت ابراہیمؑ ان کو انسان سمجھے، ان کی تکریم کی، ان کے سلام کا جواب دیا اور دل میں کہا کہ یہ تو اوپرے مہمان معلوم ہوتے ہیں یا خود فرشتوں سے کہا ہو کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ جس کا فرشتوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ یا اس جواب کا ذکر نہیں ہے۔ غرض بڑے اہتمام سے ان کی مہمانداری میں لگ گئے۔ تلا ہوا اور بھنا ہوا بچھڑا

Marfat.com

پیش کیا اور شائستہ انداز میں پوچھا۔ کہ آپ حضرات کھانا نہیں کھاتے، وہ فرشتے تھے کھاتے کس طرح؟ آخر ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ آدمی نہیں ہیں اور طبعی طور پر کچھ گھبرا سے گئے۔ فرشتوں نے اطمینان دلایا۔ سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں تفصیل گزر چکی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک فرزند حضرت اسحٰقؑ کی بشارت سُنا کر اس فکر کو دور کیا۔ حضرت سارہ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ایک طرف گوشہ میں کھڑی یہ گفتگو سن رہی تھیں۔ لڑکے کی بات سن کر عورتوں کی عادت کے مطابق ماتھے یا گال پر ہاتھ رکھ کر تعجب سے پوچھا کہ ایک بڑھیا بانجھ جس کے جوانی میں اولاد نہ ہوئی، اب بڑھاپے میں بچہ جنے گی؟ فرشتے بولے ہم اپنی طرف سے نہیں بلکہ تمہارے رب کی طرف سے کہہ رہے ہیں۔ وہی جانتا ہے کہ کس کو کس وقت کیا چیز دینی چاہیئے۔ اور تمہیں تو خاندانی نبوت کے لحاظ سے اللہ کے علم و حکمت میں تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ (بیان القرآن۔ فوائد عثمانی)

لطائف آیات

آیت کانوا قلیلا من اللیل الخ میں اہل اللہ کے بعض اعمال و اشغال کا ذکر ہے۔

وفی انفسکم الخ اگرچہ فی انفسکم بھی فی الارض میں داخل ہے بطور عطف کے علیحدہ ذکر کرنے کی چنداں حاجت نہیں تھی۔ لیکن انسان کی جامعیت کے لحاظ سے استقلالاً بطور عطف کے ذکر کیا۔ گویا عالم اکبر کے ساتھ عالم اصغر کو ذکر فرما دیا۔

اس عطف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہلاء صوفیاء کا اس سے تجلی حق پر استدلال کرنا باطل ہے۔

الحمد للہ کہ پارہ خٰمٓ ۲۶ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

ناشر:۔ عتیق اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

کاتب ـــــ محمد حفیظ الحق صدیقی چک ۹۳/۱۰۰ ـــــ غانیوال

marfat.com
Marfat.com

قال ربنا العلی العلیم

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ

کمالین

شرح اردو

جلالین

(شریف)

تفسیر

علامہ جلال الدین محلیؒ ۔ و ۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

قال فما خطبکم (۲۷)

مکتبہ شرکت علمیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عنوانات کمالین شرح اردو جلالین پارہ ۲۷

عنوان	صفحہ
مجرمین کا انجام	۱۱
اللہ کی کمالِ صناعی	۱۲
دو شبہے اور ان کا جواب	۰
انس وجن کی پیدائش عبادت کے لیے ہے	۱۳
عبادت سے اللہ کی غرض وابستہ نہیں	″
سورۂ طور مکیہ ہے جس میں ۴۹ آیات ہیں	۱۶
مختلف قسموں کی مناسبت	۲۳
دوزخ میں کفار کی حالتِ زار	″
جنتیوں کے مزے	″
ذریت کا مفہوم عام ہے	۲۴
قانون فضل وعدل	″
لطائف سلوک	۲۵
مستقبل فیصلہ کن ہوگا	۳۱
اللہ کے کام کی طرح اس کا کلام بھی بے مثل ہے	″
شرک کا بہترین اور عقلی رد	″
نبوت ورسالت عقلی نقلی دلیل کے آئینہ میں	۳۳
دعوت وتبلیغ پر معاوضہ کی فرمائش	۳۴
علم غیب سے کیا مراد ہے؟	″
معاندین کے لیے فرمائشی معجزات کا پورا کرنا مصلحت نہیں۔ بلکہ پورا نہ کرنا مصلحت ہے۔	″
ضدی لوگوں کا علاج اللہ کے حوالہ کرنا ہے	۳۵
لطائف سلوک	۳۶
سورۂ نجم مکیہ ہے جس میں ۶۲ آیات ہیں	۳۸

عنوان	صفحہ
انبیاء کرام نجوم ہدایت اور آنحضرتؐ آفتاب ہدایت ہیں	۴۵ ۵۶
ایک شبہ کا ازالہ	۴۶ ۳۶
آنحضرتؐ نے جبریلؑ کو مکمل طور پر شناخت کر لیا	۴۷ ۳۶
آنحضرتؐ نے آنکھ اور دل دونوں سے جبریلؑ کو پہچان لیا	″ ″
ہٹ دھرمی کی حد ہو گئی	۴۸ ۸۶
چند شبہات کا ازالہ	۴۹ ۴۶
کوئی حد ہے ان کے عروج کی	۵۰ ۰۵
دیدارِ الٰہی اور تجلیاتِ ربانی	″ ″
محفل میں ٹاٹ کا بے جوڑ پیوند	۵۱ ۱۵
کفریہ کلمات کسی مسلمان کی زبان سے بھی نہیں نکل سکتے۔	″ ″
کون سفارشی ہوں گے اور کن کے لیے سفارش ہوگی	۵۲ ۶۵
یہ آیت قیاس واجتہاد کے خلاف نہیں ہے	″ ″
اعمال کی جزاء وسزا	۵۳ ۶۵
بڑے گناہوں سے بچنا اور معمولی غلطیوں سے درگزر	″
نہ مایوسی کی گنجائش ہے اور نہ عجب کا موقعہ	۵۴ ۵
حقیقۃً متقی کون ہے؟	″ ″
ایک نادر علمی تحقیق	″ ″
جب خاتمہ کا حال معلوم نہیں پھر خود پسندی	۵۵ ۵۵
لطائف سلوک	″ ″
آسمانی صحیفوں کی تعلیم	۶۲ ۶۲
انسان کی طرح اس کی ضروریات بھی اللہ کے تصرف میں ہیں	″
آنحضرتؐ کی آمد قیامت کی آمد کا مقدمہ ہے	۶۳ ۶۲
آنحضرتؐ کے معجزات سب سے افضل ہیں	۷۲ ۰۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
سورج سے زیادہ چاند میں تصرف ہوا	۷۳
بظاہر سی نظر یہ پر چاند کا حق	"
فلکیات میں خرق والتیام	۷۴
پتھروں پر جو نک نہیں لگتی	"
طوفانِ نوح	۷۵
قرآن آسان بھی ہے اور مشکل بھی	"
مجرمین کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا	۸۱
کفار کی طاقت کا نشہ جلد ہی اُتر گیا	۸۷
پوری سورۂ رحمٰن مکیہ ہے بجز آیت "یسال من فی السمٰوٰت" کے مدنیہ ہے کل آیات ۷۶ یا ۷۸ ہیں۔	۹۰
انسان اور قرآن وبیان	۹۵
آسمان زمین اور اس کے درمیان کتنی ہی نعمتیں ہیں	"
اللہ کے کام اور کلام دونوں میں تکرار ہے	۹۶
بے شمار نعمتوں کا تعلق مشرق ومغرب سے ہے	۹۷
میٹھے اور کھاری سمندر کی نعمتیں	۹۸
شیونِ الٰہیہ	"
سزائیں بھی ایک طرح کا انعام ہیں	"
اول کے دو باغ خواص کے لیے ہوں گے	۱۰۵
تخصیص کے قرائن ودلائل	"
عام مومنین کے لیے دو باغ	۱۰۶
سورۂ واقعہ مکیہ ہے بجز آیت افبھذا الحدیث الخ اور آیت ثلۃ من الاولین الخ کے کل آیات ۹۶ یا ۹۷ یا ۹۹ ہیں۔	۱۰۸
مقربین	۱۱۵
اصحاب الیمین	۱۱۶
اصحاب الشمال	"
تحقیق علمی	"

عنوان	صفحہ نمبر
جنت کی مادی اور روحانی نعمتیں	۱۱۷
مشکل کا حل	۱۱۸
دوزخیوں کا حال پتلا ہوگا	"
عجیب لطیفہ	۱۲۵
سائنسی ایجادات قدرت کا انکار نہیں بلکہ اظہار کر رہی ہیں	۱۲۶
آفاقی دلائل قدرت	"
قرآن کلام الٰہی ہے	۱۲۷
دنیا کا نظام محکم	۱۲۸
باطنی نظام شمسی	"
موت کا بھیانک منظر	۱۲۹
دنیا کی سب سے بڑی سچائی قرآن کریم ہے	"
مقربین اصحاب الیمین اصحاب الشمال کا ذکر	۱۳۰
علم الٰہی کا احاطہ	۱۴۱
مال اللہ کا ہے اسی کی مرضی سے خرچ کرو	۱۴۲
ایمان فطرت کی پکار ہے	"
ایمان کی تیز روشنی	۱۴۳
جنت ودوزخ کے درمیان اعراف	۱۴۴
منافقین کی چیخ وپکار	"
اہل ایمان کا جواب	۱۴۵
قرآن اور ذکر اللہ کا اثر	"
دنیا کی زندگانی چار دن کی چاندنی	۱۵۳
مایوسی اور ناز دونوں بے جا ہیں	۱۵۴
کتاب کے ساتھ اللہ نے ترازو اور لوہا ہی اُتارا	"
اسلام نری رہبانیت سے روکتا ہے	۱۵۵
بدعات اور رسوم میں فرق ہے	"
اہل کتاب ایمان لائیں تو دوہرا ثواب	۱۵۶

Marfat.com

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ شَانُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ○ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ○
كَافِرِيْنَ اَیْ قَوْمُ لُوْطٍ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ○ مَطْبُوْخٍ بِالنَّارِ مُّسَوَّمَةً مُّعَلَّمَةً
عَلَيْهَا اِسْمُ مَنْ يُّرْمٰى بِهَا عِنْدَ رَبِّكَ ظَرْفٌ لَهَا لِلْمُسْرِفِيْنَ ○ بِاِتْيَانِهِمُ الذُّكُوْرَ مَعَ كُفْرِهِمْ فَاَخْرَجْنَا
مَنْ كَانَ فِيْهَا اَیْ قُرَى قَوْمِ لُوْطٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ لِاِهْلَاكِ الْكَافِرِيْنَ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ
بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَهُمْ لُوْطٌ وَابْنَتَاهُ وُصِفُوْا بِالْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ اَیْ هُمْ مُصَدِّقُوْنَ
بِقُلُوْبِهِمْ عَامِلُوْنَ بِجَوَارِحِهِمُ الطَّاعَاتِ وَتَرَكْنَا فِيْهَا بَعْدَ اِهْلَاكِ الْكَافِرِيْنَ اٰيَةً عَلَامَةً
عَلٰى اِهْلَاكِهِمْ لِلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○ فَلَا يَفْعَلُوْنَ مِثْلَ فِعْلِهِمْ وَفِيْ مُوْسٰى
مَعْطُوْفٌ عَلٰى فِيْهَا الْمَعْنٰى وَجَعَلْنَا فِيْ قِصَّةِ مُوْسٰى اٰيَةً اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ مُتَلَبِّسًا بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ○ بِحُجَّةٍ وَاضِحَةٍ فَتَوَلّٰى اَعْرَضَ عَنِ الْاِيْمَانِ بِرُكْنِهٖ مَعَ جُنُوْدِهٖ لِاَنَّهُمْ لَهٗ كَالرُّكْنِ وَ
قَالَ لِمُوْسٰى هُوَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ○ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ طَرَحْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ الْبَحْرِ
فَغَرِقُوْا وَهُوَ اَیْ فِرْعَوْنُ مُلِيْمٌ ○ اٰتٍ بِمَا يُلَامُ عَلَيْهِ مِنْ تَكْذِيْبِ الرُّسُلِ وَدَعْوَى الرُّبُوْبِيَّةِ
وَفِيْ اِهْلَاكِ عَادٍ اٰيَةٌ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ○ هِيَ الَّتِيْ لَا خَيْرَ فِيْهَا لَا تَحْمِلُ
الْمَطَرَ وَلَا تُلْقِحُ الشَّجَرَ وَهِيَ الدَّبُوْرُ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ مِّنْ نَّفْسٍ اَوْ مَالٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ
كَالْبَالِيْ الْمُفَتَّتِ وَفِيْ اِهْلَاكِ ثَمُوْدَ اٰيَةٌ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ بَعْدَ عَقْرِ النَّاقَةِ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ○ اَیْ
اِلٰى انْقِضَاءِ اٰجَالِكُمْ كَمَا فِيْ اٰيَةٍ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَعَتَوْا تَكَبَّرُوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ اَیْ
عَنِ امْتِثَالِهٖ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بَعْدَ مُضِيِّ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ اَیِ الصَّيْحَةُ الْمُهْلِكَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ○
اَیْ بِالنَّهَارِ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ اَیْ مَا قَدَرُوْا عَلَى النُّهُوْضِ حِيْنَ نُزُوْلِ الْعَذَابِ وَمَا كَانُوْا

marfat.com
Marfat.com

مُنْتَصِرِيْنَ ۝ عَلٰى مَنْ اَهْلَكَهُمْ وَقَوْمَ نُوْحٍ بِالْجَرِّ عَطْفٌ عَلٰى ثَمُوْدَ اَىْ وَفِىْ اِهْلَاكِهِمْ بِمَاءِ السَّمَاءِ
وَالْاَرْضِ اٰيَةٌ وَبِالنَّصْبِ اَىْ وَاَهْلَكْنَا قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اَىْ قَبْلَ اِهْلَاكِ هٰٓؤُلَاءِ الْمَذْكُوْرِيْنَ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ بِقُوَّةٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ لَهَا قَادِرُوْنَ يُقَالُ ع ۲ ۳ ۱
اِذَا الرَّجُلُ يَبِيْدُ قَوِىَّ وَاَوْسَعَ الرَّجُلُ صَارَ ذَا سَعَةٍ وَقُدْرَةٍ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا مَهَّدْنَاهَا فَنِعْمَ
الْمٰهِدُوْنَ ۝ نَحْنُ وَمِنْ كُلِّ شَىْءٍ مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ صِنْفَيْنِ كَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَ
السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالسَّهْلِ وَالْجَبَلِ وَالصَّيْفِ وَالشِّتَاءِ وَالْحُلْوِ وَالْحَامِضِ وَالنُّوْرِ وَالظُّلْمَةِ
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ بِحَذْفِ اِحْدَى التَّاءَيْنِ مِنَ الْاَصْلِ فَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ خَالِقَ الْاَزْوَاجِ فَرْدٌ
فَتَعْبُدُوْنَهٗ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اَىْ اِلٰى ثَوَابِهٖ مِنْ عِقَابِهٖ بِاَنْ تُطِيْعُوْهُ وَلَا تَعْصُوْهُ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ
مُّبِيْنٌ ۝ بَيِّنُ الْاِنْذَارِ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ يُقَدَّرُ قَبْلَ
فَفِرُّوْا قُلْ لَهُمْ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا هُوَ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَىْ
مِثْلَ تَكْذِيْبِهِمْ لَكَ بِقَوْلِهِمْ اِنَّكَ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ تَكْذِيْبُ الْاُمَمِ قَبْلَهُمْ رُسُلَهُمْ بِقَوْلِهِمْ ذٰلِكَ
اَتَوَاصَوْا كُلُّهُمْ بِهٖ اِسْتِفْهَامُ تَوْبِيْخٍ بِمَعْنَى النَّفْىِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ جَمَعَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْقَوْلِ طُغْيَانُهُمْ
فَتَوَلَّ اَعْرِضْ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝ لِاَنَّكَ بَلَّغْتَهُمُ الرِّسَالَةَ وَّذَكِّرْ عِظْ بِالْقُرْاٰنِ فَاِنَّ الذِّكْرٰى
تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَنْ عَلِمَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّهٗ يُؤْمِنُ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝
وَلَا يُنَافِىْ ذٰلِكَ عَدَمُ عِبَادَةِ الْكَافِرِيْنَ لِاَنَّ الْغَايَةَ لَا يَلْزَمُ وُجُوْدُهَا كَمَا فِىْ قَوْلِكَ بَرِئْتُ هٰذَا الْقَلَمَ
اِلَّا كُتِبَ بِهٖ فَاِنَّكَ قَدْ لَا تَكْتُبُ بِهٖ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ لِّىْ وَلَا لِاَنْفُسِهِمْ وَغَيْرِهِمْ وَمَآ اُرِيْدُ
اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ وَلَا اَنْفُسَهُمْ وَلَا غَيْرَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ الشَّدِيْدُ فَاِنَّ
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِالْكُفْرِ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ وَغَيْرِهِمْ ذَنُوْبًا نَصِيْبًا مِّنَ الْعَذَابِ مِثْلَ ذَنُوْبِ

marfat.com
Marfat.com

نَصِيبَ أَصْحَابِهِمُ الْهَالِكِينَ قَبْلَهُمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ○ بِالْعَذَابِ إِنَّ أَخَّرَهُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ
فَوَيْلٌ شِدَّةُ عَذَابٍ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ○ أَيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ع ۳ ۱۴ ۲

ترجمہ ابراہیمؑ کہنے لگے اچھا تو تمہیں کیا بڑی مہم (کارگزاری) درپیش ہے۔ اے فرشتو! فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم ایک مجرم قوم (لوط کے کافروں) کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر کھنگر کے (آگ میں پکے ہوئے، پتھر برسائیں جن پر خاص نشان لگے ہوئے ہیں (ان کے نام لکھے ہوئے ہیں جن پر پتھر مارے جائیں گے) آپ کے پروردگار کی طرف سے (عند ربك. مسومة کا ظرف ہے) حد سے گزرنے والوں کے لیے (جو لڑکوں سے کفر کے ساتھ شہوت رانی بھی کرتے ہیں) سو ہم نے وہاں (قوم لوط کی بستیوں) سے ایمانداروں کو الگ کرلیا (کافروں کو تباہ کرنے کے لیے) سو ہم نے وہاں کوئی گھر نہیں پایا بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے (وہ گھرانہ حضرت لوط اور ان کی صاحبزادیوں کا تھا ان کے لیے ایمان واسلام ثابت کیا گیا ہے یعنی وہ دل سے بھی ماننے والے تھے اور ظاہراً بھی اطاعت گزار تھے) اور ہم نے اس واقعہ میں (کافروں کی تباہی کے بعد) عبرت (ان کی تباہی کی علامت) رہنے دی ایسے لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں (تاکہ وہ ان جیسی حرکتیں نہ کرنے لگیں) اور موسیٰ کے قصہ میں بھی عبرت ہے (فیہا کا عطف فی موسیٰ پر ہے یعنی وجعلنا فی قصۃ موسیٰ ایۃ) جبکہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک کھلی دلیل (روشن حجت) دے کر بھیجا سو اس نے (ایمان سے) روگردانی کی مع اپنے ارکان سلطنت کے (جو رکن سلطنت ہوتے ہیں) کہنے لگا (موسیٰ کی نسبت) کہ یہ جادوگر یا دیوانے ہیں۔ سو ہم نے اس کو اور اس کے لاؤ لشکر کو پکڑ کر پھینک دیا (ڈال دیا) دریا میں (جس میں وہ ڈوب گئے) اور اس (فرعون) نے کام ہی ملامت کا کیا تھا (پیغمبروں کو جھٹلا کر، خدائی کا دعوے کرکے قابل ملامت کام کیے) اور عاد (کی تباہی) میں بھی عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی (جس میں کوئی بہتر ائی نہیں تھی نہ اس سے بارش ہوتی اور نہ درخت اُگتے جسے پچھوا ہوا کہا جاتا ہے) جس چیز پر وہ گزرتی تھی (جان ہو یا مال) اس کو ایسا کرکے چھوڑ دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل گل کر ریزہ ریزہ (چورا چورا) ہو جاتی ہے اور ثمود (کی تباہی) میں بھی عبرت تھی جب کہ (اونٹنی کی کونچیں کٹ جانے کے بعد) ان سے کہا گیا کہ اور تھوڑے دنوں جی لو (موت آنے تک جیسا کہ دوسری آیت میں ہے تمتعوا فی داركم ثلاثة ايام) سو ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم (ماننے) سے سرکشی کی۔ سو ان کو عذاب (تین دن گزرنے کے بعد ایک تباہ کن چیخ) نے آلیا اور وہ (دن میں) دیکھ رہے تھے۔ پھر نہ تو کھڑے ہی ہو سکے (عذاب اُترنے پر اُٹھ نہ سکے) اور نہ بدلہ لے سکے (جس نے انہیں ہلاک کیا تھا) اور قوم نوح کا بھی یہی حال ہو چکا تھا (لفظ قوم جر کے ساتھ ثمود پر معطوف ہے یعنی اوپر نیچے کے طوفان کی تباہی سے نشانی تھی اور یہ لفظ نصب کے ساتھ بھی ہے یعنی واھلکنا قوم نوح) ان (مذکورہ قوموں کی تباہی) سے پہلے یقیناً یہ بڑے نافرمان لوگ تھے اور ہم

Marfat.com

نے آسمان کو قوت (طاقت) سے بنایا اور ہم وسیع قدرت والے ہیں (بولتے ہیں اد الرجل یئید یعنی قوت والا ہوا۔ اوسع الرجل کے معنی ذی وسعت اور صاحب قدرت ہونے کے ہیں) اور ہم نے زمین کو فرش بنایا (بچھایا) سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز کو (من کل شیٔ خلقنا سے متعلق ہے) دو قسم کا بنایا۔ (جوڑے جیسے نر و مادہ، آسمان، زمین، سورج، چاند، نرم جگہ، پہاڑ، گرمی، سردی، میٹھا، کھٹا، روشنی، اندھیرا) تاکہ تم سمجھو (تذکرون کی دو تا میں سے ایک تا محذوف ہو گئی۔ معنی یہ ہیں کہ تم جان جاؤ کہ جوڑوں کا پیدا کرنے والا یکتا ہے۔ اس لیے اسکی عبادت کرو) سو تم اللہ کی طرف دوڑو (اس کے عذاب سے بچ کر اس کے ثواب کی طرف آؤ، اس کی فرمانبرداری کرو، نافرمانی نہ کرو) میں تمہیں اللہ کی طرف سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور خدا کے ساتھ کوئی اور معبود قرار مت دو میں تمہیں اللہ کی طرف سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں (ففروا سے پہلے قل لھم مقدر ہے) اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس کو انہوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو (جیسا کہ آپ کو یہ کہہ کر جھٹلا رہے ہیں کہ آپ جادوگر یا دیوانہ ہیں ایسے ہی پہلے لوگوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو یہی کہا تھا) کیا ایک دوسرے کو (سب کے سب) وصیت کرتے چلے آئے ہیں اس بات کی (ہمزہ استفہام نفی کے معنی میں ہے) بلکہ یہ تمام کے تمام لوگ سرکش ہیں (اس بات پر سرکشی نے ان کو اُبھارا ہے) سو آپ ان کی پروا (توجہ) نہ کیجئے۔ کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں (آپ نے تبلیغ رسالت کر دی) اور سمجھاتے رہیئے (قرآن کے ذریعہ فہمائش کیجئے) کیونکہ سمجھانا اہل ایمان کو (جن کا مومن ہونا علم الٰہی میں طے ہوتا ہے) نفع بخش دے گا اور میں نے جن اور انسان کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں (کافروں کا اللہ کی عبادت نہ کرنا اس کے منافی نہیں کیونکہ کسی چیز کی غرض و غایت کا پورا ہونا ضروری نہیں ہوا کرتا مثلاً کہا جائے بریت ھذا القلم لاکتب بحالانکہ بعض اوقات قلم سے کتابت نہیں ہوا کرتی) میں ان سے رزق نہیں مانگتا (خود اپنے لیے نہ دوسروں کے لیے) اور نہ ان سے یہ فرمائش کرتا ہوں کہ مجھ کو کھلایا کریں (اور نہ اوروں کو کھلانے کی فرمائش ہوتی ہے) اللہ خود ہی سب کو روزی پہنچانے والا ہے طاقتور انتہائی مضبوط ہے۔ سو ان ظالموں کی (مکہ والوں اور دوسروں کی جنہوں نے کفر کر کے ظلم کیا ہے) باری ہے (عذاب کا حصہ) جیسا کہ ان جیسے (پہلے ہلاک ہونے والوں) پاپیوں کی باری تھی، سو مجھ سے جلدی طلب نہ کریں (عذاب کو، جبکہ میں نے آخرت پر اٹھا رکھا ہے) غرض بڑی خرابی (عذاب کی سختی) ہوگی ان کافروں کے لیے اس دن کے آنے سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (قیامت مراد ہے)

تحقیق و ترکیب

خطبکم۔ خطیب کے معنی عظیم کام کے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو خیال ہوا کہ محض اتنی سی خوشخبری کے لیے فرشتوں کا آنا نہیں ہوا۔ بلکہ کسی بڑے کام کے سرانجام دینے کے لیے آمد ہوگی۔ اس لیے دریافت کیا۔

لنرسل علیھم حجارۃ۔ بعض نے اس سے لواطت کی سزا سنگ باری تجویز کی ہے۔ قوم لوط چھ لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ حضرت جبرئیلؑ نے ساری بستی کو اٹھا کر الٹ دیا اور پھر اُوپر سے پتھراؤ کر ڈالا یا صرف باہر رہنے والوں پر

Marfat.com

پتھراؤ کیا۔ یہ پتھر کے ٹکڑے ہوں گے یا آگ میں پکے ہوئے مٹی کے تھے۔ برف کے ٹکڑے اور اولے مراد نہیں ہیں۔ اگرچہ حجارۃ کا لفظ ان پر بولا جاتا ہے لیکن من طین کی قید سے وہ خارج ہو گئے۔

مسومۃ۔ اس میں تین ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔ حجارۃ کی صفت ہونے کی وجہ سے نصب ہو، یا ضمیر مجرور سے حال ہو۔ تیسرے یہ کہ من حجارۃ سے حال ہو اور للمسرفین۔ مسومۃ کے متعلق ہے۔

غیر بیت۔ بعض نے حضرت لوطؑ کے ساتھ تیرہ افراد کو بھی ان کے اہل بیت میں شمار کیا ہے۔

علامہ تفتازانیؒ نے شرح عقائد میں اسی آیت سے استدلال کیا کہ ایمان اور اسلام ایک ہے۔ صاحب کشافؒ اور صاحب مدارک کی رائے بھی یہی ہے۔ لیکن بقول قاضی بیضاویؒ مومن و مسلم کے اتحاد سے ایمان اور اسلام کا اتحاد کیسے ثابت ہوا۔ کیونکہ دونوں میں فرق کرنے والے دونوں میں تباین نہیں مانتے کہ ان کے خلاف یہ استدلال مفید ہو۔ بلکہ وہ دونوں میں عموم خصوص مانتے ہیں جس میں اجتماعی مادہ ہوتا ہی ہے۔ چنانچہ ایمان تصدیق قلبی اور اقرار کا نام ہے اور اسلام توحید و رسالت کے ساتھ فرائض کی ادائیگی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں جمع بھی ہو سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے بغیر بھی جیسا کہ آیت قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا سے دونوں میں فرق معلوم ہو رہا ہے۔ اسی طرح حدیث احسان سے بھی فرق معلوم ہوتا ہے۔ تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایمان و اسلام کا لغوی مفہوم الگ الگ ہے۔ لیکن شرعاً مومن و مسلم دونوں متحد ہیں ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائے جا سکتے۔ تفصیلی بحث کتب حدیث میں موجود ہے۔

وفی موسیٰ۔ اس میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک صورت تو وہی ہے جو مفسرؒ نے بیان فرمائی ہے کہ فیھا پر عطف کیا جائے اعادہ جار کے ساتھ کیونکہ معطوف علیہ ضمیر مجرور ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی وترکنا فی قصۃ موسیٰ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا تعلق جعلنا مقدر سے ہو۔ جو لفظ ترکنا سے مفہوم ہو رہا ہے اس طرح یہ عطف علفتھا تبنا وماءً باردًا جیسا ہو جائے گا۔

اذ ارسلناہ۔ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ آیت کی وجہ سے منصوب ہو۔ ای ترکنا فی قصۃ موسیٰ علامۃ فی وقت ارسالنا ایاہ۔ دوسرے یہ کہ محذوف سے اس کا تعلق کیا جائے۔ ای اٰیۃ کائنۃ فی وقت ارسالنا۔ تیسرے یہ کہ ارسلنا کی وجہ سے منصوب ہو۔

برکنہ۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ با بمعنی مع ہے اور رکن کہتے ہیں انسان جس کی طرف جھکے مراد لشکر ہے۔

ساحر او مجنون۔ او ابہام کے لیے ہے یا شک کے لیے اور واؤ کے معنی میں لینا بہتر ہے۔

فاخذناہ وجنودہ۔ ظاہر یہ ہے۔ کہ اخذناہ کے مفعول پر اس کا عطف ہو اور مفعول معہ بھی ہو سکتا ہے وھو ملیم جملہ حالیہ ہے اگر نبذناھم کے مفعول سے حال ہو تو واؤ لازم ہوگا۔ کیونکہ اس میں ضمیر ذوالحال نہیں ہے البتہ اگر اخذناہ کے مفعول سے حال ہو تو ذوالحال کے لیے ضمیر ہونے کی وجہ سے واؤ کا لانا ضروری نہیں رہتا۔ ملیم یہاں باب افعال بمعنی ثلاثی ہے جیسے اغرب کے معنی عجیب و غریب کام کرنے کے ہیں۔ مفسرؒ نے من تکذیب الرسل

Marfat.com

سے ایک شبہ کا دفعیہ کر دیا۔ اشکال یہ ہے کہ فرعون جیسا دعوئے حضرت منصور حلاج نے بھی کیا۔ پھر فرعون کی طرح ان کو ملیم کیوں نہیں کہا جاتا؟ جواب یہ ہے کہ قول کا مطلب قائل کے اعتبار سے لیا جاتا ہے۔ اچھے آدمی کی بات اچھی اور بُرے آدمی کی بات بُری ہوا کرتی ہے۔

الریح العقیم۔ بانجھ عورت کے ساتھ ہوا کو تشبیہ دی گئی۔ اس میں اختلاف ہے کہ کون سی ہوا مراد ہے۔ بعض نے دبور یعنی جنوبی ہوا کو مصداق کہا ہے اور بعض نے نکباء یعنی دو ہواؤں کے بیچ کی ہوا مراد لی ہے اور بعض نے چوطرفی ہوا مراد لی ہے۔ لیکن حدیث نصرت بالصبا و اھلکت عاد بالدبور کی وجہ سے پہلے معنی اصح ہیں۔

فعتوا۔ اس میں فا محض ترتیب ذکری کے لیے ہے ورنہ تمتعوا فرماتا پہلے ہے اور عتو سرکش بعد میں۔

الصاعقة۔ بجلی اور چیخ کے معنی ہیں۔

وھم ینظرون۔ مفسرؒ نے نظر سے ماخوذ مانا ہے اور انتظار سے بھی ہو سکتا ہے۔

منتصرین۔ مناسب یہ تھا کہ وما کانوا قادرین من الفتھم العذاب سے تفسیر کی جاتی۔ کیونکہ اللہ کے برخلاف انتصار ممکن نہیں البتہ فرار کا وہم ہو سکتا تھا اس کو دفع کرنا مقصود ہے۔

وقوم نوح۔ اخوان۔ ابوعمرو قوم کو مجرور اور باقی قراء منصوب پڑھتے ہیں۔ اور ابو السماکؒ، ابن مقسمؒ، ابوعمروؒ اور اصمعیؒ کی ایک روایت کے مطابق مرفوع ہے۔ جر کی چار توجیہات ہو سکتی ہیں:۔

ایک یہ کہ وفی ثمود پر عطف کیا جائے اور قریب ہونے کی وجہ سے یہ سب سے بہتر ہے۔

دوسرے وفی عاد پر عطف کیا جائے۔

تیسرے وفی موسیٰ پر عطف کیا جائے

اور چوتھے وفی الارض پر عطف ہو۔

یہ سب صورتیں غیر اولیٰ ہیں۔ اس لیے زمخشریؒ نے ان کو ذکر بھی نہیں کیا۔ اور ابو البقاءؒ نے بھی پہلی صورت کے علاوہ دوسری صورتیں ذکر نہیں کیں۔ نصب والی صورت میں چھ احتمال ہیں:۔

۱۔ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہو ای واھلکنا قوم نوح۔

۲۔ اذکر مقدر کی وجہ سے منصوب ہو۔ زمخشریؒ نے ان کے علاوہ صورتوں کو ذکر نہیں کیا۔

۳۔ اخذنا کے مفعول پر عطف کرتے ہوئے منصوب ہو۔

۴۔ فنبذناھم۔ کے مفعول پر عطف کیا جائے۔ کیونکہ قوم نوح ان سے پہلے تباہ ہو چکی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ دریا میں غرق نہیں ہوئی تھی۔ تاہم پانی کے طوفان میں غرق ہوئی تھی۔

۵۔ فاخذتھم الصاعقة۔ کے مفعول پر عطف ہو۔ اگرچہ قوم نوح صاعقہ سے ہلاک نہیں ہوئی تھی۔ تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ صاعقہ سے آسمانی حادثہ مراد ہے۔

Marfat.com

۲۔ وفی موسیٰ کے محل پر عطف کیا جائے ابوالبقاءؒ نے اس کو ضعیف کہا جائے۔ رفع کی صورت میں مبتدا کہا جائے اور خبر مقدر ہو ای اھلکناھم اور ابوالبقاءؒ انھم کانوا الخ کو خبر مان رہے ہیں۔

بایید۔ محذوف کے متعلق مان کر بنینا کے فاعل یا مفعول سے حال ہوگا۔ نیز بآ کو سببیہ کہا جا سکتا ہے اور با تعدیہ کے لیے بھی ہو سکتی ہے گویا ہاتھ سے بنانا مراد ہے جیسے کہا جائے۔ بنیت بیتک بالاجر۔

انا لموسعون۔ مفسرؒ نے اس کے حال مؤکدہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے مفعول محذوف ہوگا۔ ای لموسعون السماء بمعنی جاعلوھا واسعۃ۔ یہ لفظ تعدی آتا ہے مگر مفسرؒ لازم لے رہے ہیں۔

فنعم الماھدون۔ مخصوص بالمدح محذوف ہے یعنی نحن۔

زوجین۔ یعنی جو چیزیں مشاہد ہیں ان میں ہر ایک کا جوڑا ہے اس لیے عرش، کرسی، لوح و قلم پر اشکال نہیں ہونا چاہیئے کہ ان کا جوڑ نہیں ہے کیونکہ یہ مشاہد نہیں ہیں۔

ففروا الی اللہ۔ پچھلے بیان توحید پر مرتب ہے اس سے پہلے قل مقدر مانا جائے گا۔ فرار کے کئی درجے ہیں۔

۱۔ فرار عام۔ کفر سے اسلام کی طرف، گناہوں سے طاعت کی طرف۔

۲۔ فرار خاص۔ ماسوی اللہ سے اللہ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جانا، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ کا ہو رہنا۔ مفسرؒ نے تقدیر مضاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کذلک۔ مفسرؒ نے مثل تکذیبھم نکال کر کذلک کے منصوب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے ما اتی الذین ناصب ہے بشرطیکہ ما نافیہ کا عمل ما قبل میں ہو سکتا ہے ورنہ مبتدائے محذوف خبر ہوگی۔ ای الامر کذلک یعنی پچھلے لوگوں کی طرح آپ کی قوم نے بھی آپ کی تکذیب کی ہے۔ اور ما اتی الذین اس صورت میں تفسیر ہو جائے گا اور بعض نے تقدیر عبارت اس طرح مانی ہے۔ الامر ما اخبرتک من تکذیب الامم رسلھم۔

اتواصوا بہ۔ ضمیر مرجع کا قول مذکور رہے ہمزہ تعجب اور انکار کے لیے ہے یعنی ان سب کی باہمی وصیت کیسے ہو سکتی ہے جب کہ سب ایک وقت میں نہیں تھے۔

تنفع المؤمنین۔ بالقوۃ مومن مراد ہیں اور جو بالفعل مومن ہیں وہ تو متذکر کہلائیں گے اور بعض نے حقیقی مومن مراد لیے ہیں اور نفع سے مراد زیادتی اور کمال ایمان لی ہے۔

لیعبدون۔ یہ لام عاقبت ہے لام علت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کے افعال علت و غرض سے پاک تھے۔

ذنوبا۔ بھرا ہوا بڑا ڈول مراد حصہ ہے یہ ماخوذ ہے مقاسمۃ السقاۃ الماء سے۔

ربط آیات

گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ بطور تمہید بیان ہوا۔ اس کے بعد آیت فما خطبکم سے قوم لوط کے واقعہ کی تمہید اور پھر بعد میں واقعہ کی تفصیل ہے اور یا کہا جائے

marfat.com
Marfat.com

دونوں واقعے الگ الگ مقصود ہیں۔ ایک میں موافقین کی ستائش اور دوسرے میں مخالفین کی مذمت ہے اور اسی کی تائید میں فرعون عاد و ثمود اور نوحؑ کے واقعات کا تذکرہ ہے۔ پھر آیت والسماء بنیناھا الخ سے توحید و رسالت کی تحقیق ہے اور رسالت کے ذیل میں مضمون تسلی ارشاد ہے۔ پھر آخر میں ایک جامع عنوان سے عبارت کا مطلب ہونا مذکور ہے جو ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہے۔

تشریح

حضرت ابراہیمؑ نے قرائن سے اندازہ کر کے فرشتوں سے غیر معمولی اہتمام کے ساتھ آمد کی وجہ پوچھی ہوگی فرشتوں کا یہ جواب سورۂ ہود میں حضرت سارہ کی گفتگو سے پہلے آیا ہے اور یہاں گفتگو کے بعد معلوم ہوتا ہے سو ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں کا یہ کہنا حضرت سارہ کی گفتگو سے پہلے واقع ہوا ہے اور یہاں چونکہ کوئی حرف ترتیب نہیں ہے اس لیے ذکری ترتیب کو ترتیب وقوعی کی دلیل نہیں کہا جائے گا۔ اب دونوں میں کوئی تعارض نہیں رہا۔ بطور توسع اگرچہ اولاً ان کو بھی حجارہ کہہ دیا جاتا ہے۔ لیکن من طین کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ کھنگر کے پتھر برسائے گئے تھے۔ جن پر نشان کر دیئے گئے تھے۔ کہ یہ پتھر انہی لوگوں کو لگیں گے جو دین و عقل و فطرت سے خارج ہو چکے تھے۔

مجرمین کا انجام

یہ اس قوم کی کتنی بدنصیبی تھی کہ پوری بستی میں حضرت لوطؑ کے گھرانے کے علاوہ کوئی مسلم گھرانہ نہیں تھا۔ اسی کو عذاب سے صاف بچا لیا گیا۔ وجدان کے انکار سے کنایہ ہے انکار علم پر، کیونکہ وجدان سے مراد علم الٰہی ہے جو وجود کو لازم ہے اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی کی دلیل ہے۔

وترکنا فیھا آیت یعنی ڈرنے والوں کی عبرت کے لیے ان کی غیر معمولی تباہی کے نشان اب تک موجود ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو سلطان مبین دینے کا مطلب معجزات و براہین ہیں۔ مگر فرعون نے اپنے زور قوت کے گھمنڈ میں آکر حق سے منہ موڑ لیا اور اپنے ساتھ سب کو لے ڈوبا۔ اسی لیے وھو ملیم فرمایا کہ اس کی بربادی کا الزام ہم پر نہیں خود اسی پر ہے کہ سمجھانے پر بھی باز نہ آیا اور آخر کار جو بویا تھا وہی کاٹا۔

قوم عاد پر بھی عذاب کی آندھی آئی جس نے مجرموں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی اور جس پر گزری اس کا تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ حضرت صالحؑ نے جب اپنی قوم ثمود سے فرمایا کہ اچھا کچھ اور دن مزے اڑا لو۔ آخر عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔ یہ وہ تمتع نہیں ہے جو دوسری آیت میں ثلثۃ ایام کے ساتھ مقید ہے۔ کیونکہ اس کے بعد فعتوا پر فا داخل ہے۔ حالانکہ ان کی سرکشی اس تمتع سے یقیناً پہلے تھی۔ یہاں تو یہ مقصود ہے کہ تم کفر سے باز نہیں آؤ گے۔ اس لیے ضرور تباہ ہو گے چند روز مزے اڑا لو مگر اس تنبیہ کے باوجود ان کی شرارت روز بروز بڑھتی رہی آخر عذاب نے آپکڑا۔ ایک کڑک ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے سب ٹھنڈے ہو گئے۔ وہ سب زور و طنطنے خاک میں مل گئے۔ کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہوا کہ پچھاڑ کھانے کے بعد ذرا اٹھ کھڑا ہوتا بھلا بدلہ لینے کا تو سوال ہی نہیں تھا

Marfat.com

اپنی مدد پر کسے بُلاتے ؟ ان اقوام سے پہلے قومِ نوح بھی اپنی سرکشی کی بدولت تباہی سے دو چار ہو چکی تھی۔

اللہ کی کمال صنّاعی

والسماء بنینٰھا۔ آسمان وزمین جیسی وسیع وعریض چیزیں سب اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں اسی کے قبضہ میں ہیں۔ خالق کائنات کی عجیب وغریب کاریگری میں انسان غور کرے تو اسی کا ہو رہے۔ زوجین سے تقابل ومتضاد چیزیں ہیں۔ مثلاً رات دن، زمین وآسمان، اندھیرا اجالا، سیاہی سفیدی، بیماری وصحت، ایمان وکفر، طاعت ومعصیت وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی ذاتی یا عرضی ایسی صفت معتبر ہوتی ہے جس کے مقابل دوسری چیز میں اس کی ضد پائی جاتی ہے۔ اور بقول ابن زید رح زوجہ مادہ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ آج جدید حکماء اس کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ہر نوع میں زوجہ مادہ کی تقسیم پائی جاتی ہے۔

ففروا الی اللہ۔ یعنی ساری کائنات جب اللہ کے زیر تسلط ہے تو بندہ کو چاہیئے کہ ہر طرف سے ہٹ کر اسی کا ہو رہے۔ ورنہ اگر بندہ کسی طرف رجوع نہ ہوا یا اللہ کے علاوہ کی طرف رجوع ہوا تو دونوں صورتوں میں خطرہ ہے تو بدانجامی سے صاف صاف ڈرائے دیتا ہوں۔

کذلک ما اتی الذین۔ یعنی ایسی صاف اور واضح تنبیہ پر بھی اگر مخالفین کان نہ دھریں تو آپ غم نہ کیجئے ان سے پہلے بھی پیغمبروں کو جادوگر دیوانہ کہہ کر ان کا مذاق اڑایا گیا۔ ہر زمانہ کے کافر اس بارہ میں ایسے متفق اللفظ رہے ہیں۔ کہ گویا ایک دوسرے کو وصیت کر کے مرے ہوں کہ جو رسول آئے اسے جادوگر دیوانہ بتا کر رہنا۔ اور وصیت تو خیر کہاں کرتے۔ البتہ شرارت میں سب حصہ دار ہیں۔ اسی شرکت سے پچھلوں نے وہ الفاظ کہے ہیں جو اگلوں نے کہے تھے۔

دو شبہے اور اُن کا جواب

اس پر دو شبہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض انبیاء ایسے بھی گزرے ہیں جن کی کسی نے بھی تکذیب نہیں کی۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام یا وہ محض شریعت کی تائید کے لیے آئے تھے ان کا تعلق صرف مومنین سے رہا ہے تکذیب کرنے والوں سے ان کا واسطہ ہی نہیں پڑا۔ جیسے حضرت یوشع علیہ السلام پھر تکذیب کی نسبت کلیۃً کیسے کر دی گئی ہے۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ جن پیغمبروں کی تکذیب کی گئی ہے۔ کچھ لوگوں نے ان کی تصدیق بھی کی ہے پھر کلیۃً تکذیب کی نسبت کیسے کر دی گئی ہے ؟

پہلے شبہ کا جواب تو یہ ہے کہ الذین سے مراد صرف کافر ہیں اور دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ قالوا میں کل یا بعض دونوں مراد ہیں۔ حدیث بخاری یمر النبی لیس معہ احد الحدیث سے بعض انبیاءؑ ایسے بھی ہوئے ہیں کہ ان کے ساتھ ایک بھی ماننے والا نہیں ہوا۔ سب تکذیب کرنے والے ہی رہے۔

فتول عنھم۔ یعنی آپ اپنا فرض تبلیغ بجا لا چکے ہیں۔ اب زیادہ پیچھے پڑنے اور غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ سمجھانا

Marfat.com

آپ کا کام تھا وہ آپ کر چکے اور آئندہ بھی کہتے رہیئے۔ جس کی قسمت میں سدرنا ہو گا وہ سنور تا رہے گا۔ رہ گئے منکرین، ان پر اللہ کی حجت تمام ہو چکی ہے۔ زبردستی ان سے کام کرا دینا آپ کا کام نہیں ہے۔

انس وجن کی پیدائش عبادت کے لئے ہے

ماخلقت الجن۔ توحید و رسالت و بعث کے اعتقادات اور اعمالِ اصلیہ و فرعیہ سب عبادات ہیں۔ ان میں فرائض کی تاکید تو ظاہر ہے۔ لیکن نوافل کی تاکید بھی بلحاظ اعتقاد ہے یعنی ان کی مشروعیت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ غرضکہ جن و انس کی پیدائش سے شرعاً بندگی مطلوب ہے۔ اسی لیئے خلقۃً اور فطرۃً ان میں ایسی صلاحیت و استعداد رکھی ہے کہ چاہیں تو اپنے اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں۔

یوں تو ہر چیز تکوینی طور پر اللہ کے ارادہ تکوین کے آگے عاجز اور بے بس ہے۔ لیکن ایک وقت آئے گا جب سب بندے اپنے ارادہ اور اختیار سے تخلیق عالم کی شرعی غرض کو پورا کریں گے۔ تاہم آپ سمجھاتے رہیئے۔ اسی سے وہ غرض پوری ہو گی اور دوسرے منافع اور فوائد کا اس تخلیق پر مرتب ہونا اس غرض کے منافی نہیں ہے۔ نیز کچھ انسانوں اور جنات سے عبادت کا نہ ہونا بھی اس مضمون کے منافی نہیں۔ کیونکہ یہاں ارادہ شرعی بیان کیا گیا ہے نہ کہ امر تکوینی۔ اور جن و انس کی خصوصیت اس لیے ہے کہ عبادت کہتے ہیں اختیار و ابتلاء کے ساتھ بندگی کرنے کو اور فرشتوں میں ابتلاء نہیں اور دوسری مخلوقات میں اختیار نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ مطلوب شرعی بندگی ہے جو انہی دو کے ساتھ خاص ہے۔ باقی اس بندگی سے اللہ کا کچھ فائدہ نہیں جو کچھ نفع ہے وہ خود بندگی کرنے والوں کا ہے۔

فرماتے ہیں میں وہ مالک نہیں جو غلاموں سے کہے میرے لیے کما کر لاؤ یا میرے آگے کھانا لا کر رکھو، میری ذات ان تخیلات سے بالا اور برتر ہے۔ میں ان سے روزی کیا طلب کرتا خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں۔ اللہ کو تمہاری خدمات کی کیا ضرورت۔ بندگی کا حکم تو موردِ الطاف و عنایات بننے کے لیے تمہیں دیا گیا ہے۔

عبادت سے اللہ کی غرض وابستہ نہیں

اللہ میں تو عجز و احتیاج کا احتمال عقلی بھی نہیں۔ چہ جائیکہ اپنے کھانے کی فرمائش کا امکان۔ خلاصہ یہ کہ بندگی سے ہماری کوئی غرض وابستہ نہیں۔ نہ براہِ راست جیسے اپنے کھانے کی فرمائش اور نہ بالواسطہ جیسے اور مخلوق کو رزق دیئے جانے کی خواہش۔ بلکہ صرف بندگی کرنے والوں کا نفع ہی پیشِ نظر ہے۔

ما ارید منھم من رزق پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اہل و عیال اور متعلقین کے نان نفقہ اور روزی کو تو واجب کیا گیا ہے۔ پھر ما ارید کہنے کے کیا معنی؟ جواب یہ ہے کہ وہ انفاق ہے تزیق نہیں ہے۔ گویا جس کی نفی کی گئی اس کا

Marfat.com

اثبات نہیں اور جس کا اثبات ہے اس کی نفی نہیں کی گئی پھر اس انفاق کا فائدہ کچھ اللہ کو نہیں پہنچتا کہ کچھ اس طرح اس کو سہارا مل جاتا ہو کہ اس نے مخلوق کی روزی رسانی کا جو ذمہ لیا تھا اس انفاق سے اس کو کچھ مدد مل جاتی ہو اور ذمہ داری سے اس کو سبکدوشی مل جاتی ہو۔ بلکہ اس انفاق کا نفع اور اجر خود انفاق کرنے والوں کو پہنچتا ہے۔ اور رزاق پھر بھی اللہ ہی رہتا ہے۔ کیونکہ حصولِ رزق میں کوشش کے باوجود اگر کامیابی نہ ہو۔ یا کامیابی بھی ہو جائے مگر دوسرے تک روزی پہنچانے پر قادر نہ ہو۔ یا روزی دوسرے کو پہنچا دے۔ مگر اس کے حلق سے نہ اُتار سکے یا گلے سے بھی اُتار دے مگر اس کو غذا نہ بنا سکے تو ان صورتوں میں انسان کیا کر سکتا ہے۔ غرض بندہ حقیقۃً کسی طرح بھی رازق نہیں ہے۔

اور مارید کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم ان سے ایسی روزی کھانا نہیں چاہتے جو عبادت میں رکاوٹ ہو۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت لا نسالک رزقا کا بھی یہی مفہوم ہوگا۔ اب اس پر کوئی شبہ ہی متوجہ نہیں ہوتا۔

فان للذین ظلموا۔ پچھلی آیت میں عبادت کی ترغیب تھی۔ اس آیت میں ترہیب کا پہلو ہے۔ کہ اگر یہ لوگ اب بھی عبادت کی طرف مائل نہیں ہوتے تو دوسرے ظالموں کی طرح ان کا ڈول بھی بھر چکا ہے۔ بس اب ڈوبا ہی چاہتا ہے۔ خواہ مخواہ سزا میں جلدی نہ مچائیں دوسرے کافروں کی طرح ان کافروں کو بھی خدائی سزا کا حصہ پہنچ کر رہے گا۔ خواہ قیامت میں یا اس سے پہلے سزا کا کوئی دن آجائے۔ جیسے غزوۂ بدر میں ان کو خاصی سزا مل چکی ہے۔

لطائف سلوک

ففروا الی اللہ۔ فا کے ساتھ تعبیر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ توجہ الی اللہ خوب ذوق وشوق کے ساتھ ہونی چاہیئے۔

وما خلقت الجن۔ مجاہدؒ سے اس کی تفسیر لیعرفون منقول ہے۔ کیونکہ عبادت بلا معرفت معتد بہا نہیں ہوتی اور نہ معرفت بلا عبادت لائق اعتنا ہے۔ اہل ظاہر نے تو صورت عبادت پر قناعت کر لی اور جاہل صوفیاء نے صرف معرفت کر لے لیا۔ یہ دونوں ناقص ہیں کمال جامعیت نہیں ہے۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ تِسْعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَالطُّوْرِ ۙ اَيِ الْجَبَلِ الَّذِيْ كَلَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مُوْسٰى وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ اَيِ التَّوْرٰىةِ اَوِ الْقُرْاٰنِ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ هُوَ فِي السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ اَوِ السَّادِسَةِ اَوِ السَّابِعَةِ بِحِيَالِ الْكَعْبَةِ يَزُوْرُهُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ بِالطَّوَافِ وَالصَّلٰوةِ لَا يَعُوْدُوْنَ

Marfat.com

إِلَيْهِ أَبَدًا وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۝ أَيِ السَّمَاءِ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۝ أَيِ الْمَمْلُوءِ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ
لَوَاقِعٌ ۝ لَنَازِلٌ بِمُسْتَحِقِّهِ مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝ عَنْهُ يَوْمَ مَفْعُولُ لِوَاقِعٍ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ تَتَحَرَّكُ
وَتَدُورُ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ تَصِيرُ هَبَاءً مَنْثُورًا وَذٰلِكَ فِي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَوَيْلٌ شِدَّةُ عَذَابٍ يَوْمَئِذٍ
لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ لِلرُّسُلِ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ بَاطِلٍ يَلْعَبُونَ ۝ أَيْ يَتَشَاغَلُونَ بِكُفْرِهِمْ يَوْمَ يُدَعُّونَ
إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ يُدَفَعُونَ بِعُنْفٍ بَدَلٌ مِنْ يَوْمَ تَمُورُ وَيُقَالُ لَهُمْ تَبْكِيتًا هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ
بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ أَفَسِحْرٌ هٰذَا الْعَذَابُ الَّذِي تَرَوْنَ كَمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ فِي الْوَحْيِ هٰذَا سِحْرٌ أَمْ أَنْتُمْ
لَا تُبْصِرُونَ ۝ إِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا عَلَيْهَا أَوْ لَا تَصْبِرُوا ج صَبْرُكُمْ وَجَزَعُكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ ط إِنَّمَا صَبْرَكُمْ
لَا يَنْفَعُكُمْ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ أَيْ جَزَاءَهُ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَنَعِيمٍ ۝ فَاكِهِينَ
مُتَلَذِّذِينَ بِمَا مَصْدَرِيَّةٌ آتٰهُمْ أَعْطَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ عَطْفٌ عَلَى آتَاهُمْ
أَيْ بِإِتْيَانِهِمْ وَوِقَايَتِهِمْ وَيُقَالُ لَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا حَالٌ أَيْ مُهَنَّئِينَ بِمَا الْبَاءُ سَبَبِيَّةٌ كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ ۝ مُتَّكِئِينَ حَالٌ مِنَ الضَّمِيرِ الْمُسْتَكِنِّ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فِي جَنّٰتٍ عَلَى سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ ج بَعْضُهَا
إِلَى جَنْبِ بَعْضٍ وَزَوَّجْنٰهُمْ عَطْفٌ عَلَى فِي جَنّٰتٍ أَيْ قَرَنَّاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝ عِظَامِ الْأَعْيُنِ حِسَانِهَا
وَالَّذِينَ آمَنُوا مُبْتَدَأٌ وَاتَّبَعَتْهُمْ مَعْطُوفٌ عَلَى آمَنُوا ذُرِّيَّتُهُمُ الصِّغَارُ وَالْكِبَارُ بِإِيمَانٍ مِنَ الْكِبَارِ وَ
مِنَ الْآبَاءِ فِي الصِّغَارِ وَالْخَبَرُ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمُ الْمَذْكُورِينَ فِي الْجَنَّةِ فَيَكُونُونَ فِي دَرَجَتِهِمْ
وَإِنْ لَمْ يَعْمَلُوا بِعَمَلِهِمْ تَكْرِمَةً لِلْآبَاءِ بِاجْتِمَاعِ الْأَوْلَادِ إِلَيْهِمْ وَمَا أَلَتْنٰهُمْ بِفَتْحِ اللَّامِ وَكَسْرِهَا
نَقَصْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ زَائِدَةٍ شَيْءٍ ط يُزَادُ فِي عَمَلِ الْأَوْلَادِ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ عَمِلَ
مِنْ خَيْرٍ أَوْ شَرٍّ رَهِينٌ ۝ مَرْهُونٌ يُؤْخَذُ بِالشَّرِّ وَيُجَازَى بِالْخَيْرِ وَأَمْدَدْنٰهُمْ زِدْنَاهُمْ فِي وَقْتٍ
بَعْدَ وَقْتٍ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِنْ لَمْ يَضْرَحُوا بِطَلَبِهِ يَتَنَازَعُونَ يَتَعَاطَوْنَ بَيْنَهُمْ

Marfat.com

فِيْهَا اَيِ الْجَنَّةِ كَاْسًا خَمْرًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا اَيْ بِسَبَبِ شُرْبِهَا يَقَعُ بَيْنَهُمْ وَلَا تَاْثِيْمٌ ○ بِهٖ يَلْحَقُهُمْ
بِخِلَافِ خَمْرِ الدُّنْيَا وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ لِلْخِدْمَةِ غِلْمَانٌ اَرْقَاءٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ حُسْنًا وَنَظَافَةً لُؤْلُؤٌ
مَّكْنُوْنٌ ○ مَصُوْنٌ فِي الصَّدَفِ لِاَنَّهٗ فِيْهَا اَحْسَنُ مِنْهُ فِيْ غَيْرِهَا وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ يَسْاَلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا عَمَّا كَانُوْا عَلَيْهِ وَمَا وَصَلُوْا اِلَيْهِ تَلَذُّذًا وَاعْتِرَافًا بِالنِّعْمَةِ
قَالُوْٓا اِيْمَاءً اِلٰى عِلَّةِ الْوُصُوْلِ اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا فِي الدُّنْيَا مُشْفِقِيْنَ ○ خَائِفِيْنَ مِنْ عَذَابِ
اللّٰهِ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا بِالْمَغْفِرَةِ وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ○ اَيِ النَّارِ لِدُخُوْلِهَا فِي الْمَسَامِ وَقَالُوْٓا اِيْمَاءً
اَيْضًا اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ اَيْ فِي الدُّنْيَا نَدْعُوْهُ ط اَيْ نَعْبُدُ مُوَحِّدِيْنَ اِنَّهٗ بِالْكَسْرِ اِسْتِيْنَافًا وَاِنْ كَانَ
تَعْلِيْلًا مَعْنًى وَبِالْفَتْحِ تَعْلِيْلًا لَفْظًا هُوَ الْبَرُّ الْمُحْسِنُ الصَّادِقُ فِيْ وَعْدِهٖ الرَّحِيْمُ ○ ع اَلْعَظِيْمُ الرَّحْمَةُ

ع ۲۸ ۳

ترجمہ سورۂ طور مکیہ ہے جس میں ۴۹ آیات ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
قسم ہے طور کی (وہ پہاڑ جس پر حق تعالیٰ موسےٰ ؑ سے ہمکلام ہوئے) اور کتاب (تورات یا قرآن) کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے اور بیت المعمور کی (جو تیسرے یا چھٹے یا ساتویں آسمان پر کعبۃ اللہ کی سیدھ میں ہے روزانہ جس کی ۷۰ ہزار فرشتے زیارت کرتے ہیں طواف اور نماز کی صورت میں کہ پھر دوبارہ ان کا نمبر نہیں آتا) اور اونچی چھت (آسمان) کی اور دریائے شور کی جو پُر (بھرا ہوا) ہے۔ بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب (مستحق پر) ضرور آکر رہے گا۔ اس کو کوئی ٹال نہیں سکے گا جس روز (یوم، واقع کا معمول ہے) آسمان تھر تھر کانپے گا (گھوم جائے گا) اور پہاڑ ہٹ جائیں گے (ہوا ہو کر اڑ جائیں گے قیامت کے روز) بڑی کم بختی (سختی) ہوگی اس روز (پیغمبروں کے) جھٹلانے والوں کی جو (فضول) مشغلہ میں بے ہودگی کے ساتھ لگ جائیں گے (کفر میں مصروف ہیں) جس روز کہ ان کو دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دے کر لایا جائے گا (زبردستی دھکیلا جائے گا یہ یوم تمور سے بدل ہے ان کو دھمکا کر کہا جائے گا کہ) یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے تو کیا یہ جادو ہے (وہ عذاب جسے تم دیکھ رہے ہو جیسا کہ وحی کے متعلق تم یہی کہا کرتے تھے کہ یہ جادو ہے) یا تم کو نظر نہیں آرہا ہے۔ اس میں داخل ہو جاؤ۔ پھر خواہ اس پر سہار کرنا یا نہ کرنا (صبر کا اظہار کرو یا گھبراہٹ کا) تمہارے حق میں دونوں برابر ہیں (صبر کرنے سے اب کچھ فائدہ نہیں ہوگا) جیسا تم کیا کرتے تھے ویسا ہی بدلہ (صلہ) تم کو دیا جائے گا۔ بلاشبہ متقی باغوں اور عیش کے سامان میں ہوں گے خوش دل (لذت اندوز) ہوں گے جو چیزیں (ما مصدریہ ہے) ان کو ان کے پروردگار نے دی (عطا کی) ہوں گی اور ان کا پروردگار ان کو دوزخ کی آنچ سے محفوظ رکھے گا (وقاہم کا عطف اتاہم پر ہے

marfat.com
Marfat.com

یعنی اس عطا اور سخاوت کی وجہ سے مسرور ہوں گے۔ ان سے کہہ دیا جائے گا کہ) خوب کھاؤ پیو مزہ کے ساتھ (صفیا حال ہے بمعنی متہنئین) اپنے اعمال کے بدلہ میں (یا سببیہ ہے) تکیہ لگائے ہوئے (فی جنت میں جو ضمیر مستتر ہے اس سے حال ہے) تختوں پر جو ایک دوسرے کے برابر (پاس پاس) بچھے ہوئے ہوں گے اور ہم ان کا بیاہ کر دیں گے (جنت) پر عطف ہے یعنی ان کی جوڑی بنا دیں گے) گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے (جن کی آنکھیں بڑی حسین ہوں گی) اور جو لوگ ایمان لائے (مبتدا ہے) اور ان کی پیروی کی (آمنوا پر اس کا عطف ہے) ان کی (چھوٹی بڑی) اولاد نے بھی ایمان لانے میں (بڑی اولاد نے تو خود ایمان لا کر اور چھوٹی اولاد نے والدین کے ساتھ تابع ہو کر۔ آگے خبر ہے) ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملحق کر دیں گے (درجات جنت میں۔ اگرچہ انہوں نے اپنے بڑوں جیسا عمل نہیں کیا والدین کے اکرام کے لیے اولاد کو ان کے ساتھ کر دیا جائے گا) اور ہم کچھ گھٹائیں گے نہیں۔ (التنا لام کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ دونوں طرح ہے۔ کم نہیں کریں گے) ان کے عمل میں سے کچھ (من زائدہ ہے والدین کے عمل میں سے اولاد کے عمل میں اضافہ کر کے) ہر شخص اپنے عمل میں (اچھا ہو یا برا) بندھا رہے گا (یا بند ہو گا۔ برائی کی وجہ سے پکڑ ہو گی اور بھلائی کا صلہ ملے گا) اور ہم روز افزوں دیتے رہیں گے (ہر وقت بڑھا چڑھا کر) میوے اور گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہو گا (اگرچہ صراحۃً خواہش کا اظہار نہیں کریں گے) آپس میں (لین دین کرتے ہوئے) چھین جھپٹ کریں گے وہاں (جنت میں) جام (شراب) میں کہ نہ اس میں بک بک لگے گی (یا ہمی شراب پینے کی وجہ سے) اور نہ کوئی بے ہودہ بات ہو گی (برخلاف دنیا کی شراب کے) اور (خدمت کے لیے) پیش ہوں گے ان پر لڑکے (غلام) جو خاص انہی کے لیے ہوں گے گویا وہ (خوبصورتی اور صفائی میں) محفوظ موتی ہوں گے (جو سیپوں میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں جو ان کی خوبصورتی کی سب سے بہترین جگہ ہے) اور وہ آمنے سامنے متوجہ ہو کر آپس میں بات چیت کریں گے (ہر ایک دوسرے کی مزاج پرسی کر کے مسرور و شکر گزار ہو گا) بولیں گے (کامیابی کے سبب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ہم تو اس سے پہلے دنیا میں رہتے ہوئے (اپنے گھروں میں بہت ڈرا کرتے تھے (عذاب الٰہی سے) لیکن اللہ نے ہم پر (مغفرت کر کے) بڑا احسان کیا اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا لیا۔ (جو روئیں روئیں میں گھسی جایا کرتی ہے۔ اور یہ بھی کہیں گے۔ کہ) ہم پہلے (دنیا میں) دعائیں مانگا کرتے تھے (توجہ کے ساتھ عبادت بجا لاتے تھے) واقعی وہ (انہ کسرہ ہمزہ کے ساتھ جملہ مستانفہ ہے۔ اگرچہ بلحاظ معنی علت ہے اور فتحہ ہمزہ کے ساتھ لفظاً تعلیل ہے) بڑا محسن (اپنے وعدہ کا سچا احسان کرنے والا) مہربان (بڑی رحمت والا) ہے۔

تحقیق و ترکیب

والطور۔ ان پانچ قسموں کا جواب ان عذاب ربک لواقع آگے آ رہا ہے۔ پہلا واؤ قسمیہ ہے اور بقیہ واو عاطفہ ہیں بقول خلیلؒ کے لیکن سیبویہؒ کی رائے ہے کہ سب واو قسمیہ ہیں۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ طور خاص پہاڑ کا نام ہے جس پر حضرت موسیٰؑ کو مدین سے آتے ہوئے اللہ سے شرف ہمکلامی حاصل ہوا تھا۔ یہ جنتی پہاڑ ہے اور بقول سدیؒ یہی طور سینا ہے۔ لیکن مقاتلؒ بن حبان کہتے

Marfat.com

ہیں کہ طور سینا اور طور زیتاء دو الگ الگ پہاڑ ہیں جن پر انجیر اور زیتون کے درخت ہوتے ہیں۔

رق منشور۔ رق باریک جھلی اور ہر وہ چیز جس پر لکھا جائے عام قراءت فتحہ را کی اور قراءت شاذہ کسر را کے ساتھ ہے۔ منشور پھیلی ہوئی۔ کتاب مسطور کی تفسیر تورات وقرآن سے کی ہے۔ صحائف اعمال بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ آیۃ ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشورا میں اعمالنامے مراد ہیں اور بعض نے تمام کتب آسمانی مراد لی ہیں۔ اس میں اور اقوال بھی ہیں۔

والبیت المعمور۔ بیت اللہ ہی مراد ہو سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں کثرت زائرین کی وجہ سے معمور اور آباد رہتا ہے۔ بیت المعمور کون سے آسمان پر ہے اس میں چھ اقوال ہیں۔ بقول ابن عباسؓ کعبۃ اللہ کی محاذات میں ہے اس صورت میں سب اقوال مختلفہ میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

المسجور۔ ابن جریرؒ، قتادہؒ کے نزدیک بھرنے کے معنی ہیں۔ قاموس کے مطابق سجر الماء ای ملأہ۔ ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے دہکنے کے معنی نقل کئے ہیں جو جہنم کی صفت ہے۔ قیامت میں اہل موقف کو آگ کا سمندر گھیر لے گا اور بعض نے زمین کی وجہ سمندر پر روک لگنے کے معنی لیئے ہیں۔ چنانچہ امام احمدؒ سے مرفوع روایت ہے کہ ہر رات تین مرتبہ سمندر زمین کو ڈبو دینے کا ارادہ کرتا ہے مگر حق تعالیٰ کی اجازت نہیں ہوتی۔ حضرت علیؓ سے اور بقول ابن جریرؒ۔ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ عرش کے نیچے آسمان پر دریا کا نام ہے۔

من دافع۔ فاعل ہے یا مبتداء ہے بہر صورت من زائد ہے۔

تسیر الجبال۔ ریت بن کر اُڑ جائے گا۔ ھباءً منثورًا تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ پہاڑوں سے اپنی جگہ سے اس طرح منتقل ہونا مراد ہے کہ ان کا نام ونشان نہ رہے۔ پہلے زمین پر گر کر چورہ چورہ ہو جائیں گے۔ پھر ریت کی طرح باریک اور دُھنی ہوئی رُوئی کی طرح ہو کر ہوا میں اُڑ جائیں گے۔ اور حکمت الٰہیہ یہ دکھلانا ہے جو پہاڑوں کا یہ حال ہے تو اور چیزیں دوبارہ دنیا میں کیسے واپس ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ جب انسان ہی دنیا سے ہمیشہ کے لیے چلا گیا تو اور تمام چیزیں تو اسی کی خاطر بنائی گئی تھیں وہی رہ کر کیا کریں گی۔ اس طرح دنیا کی تخریب میں آخرت کی تعمیر مضمر ہو گی جو نمایاں ہو جائے گا۔

یدعون۔ دَع کے معنی سختی سے دفع کرنے کے ہیں۔ ہاتھ پاؤں باندھ کر جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

ام انتم لا تبصرون۔ اس کا عطف مقدر پر ہے ای ھذا سحرٌ جیسا کہ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے۔

سواء علیکم۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے ای صبرکم وترکہ جیسا کہ ابوالبقاؒ کی رائے ہے اور مبتداء محذوف الخبر بھی ہو سکتا ہے ای سواء الصبر والجزع۔ لیکن نکرہ کا خبر ہونا بہ نسبت مبتداء بنانے کے بہتر ہوتا ہے لیکن زمخشریؒ دوسری صورت مانتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دنیا میں تو صبر کارگر ہوتا ہے۔ مگر آخرت میں بے سود ہو گا۔

ھنیئا۔ یہ حال ہے یا مصدر محذوف یا مفعول بہ محذوف کی صفت ہے ای اکلا ھنیئا او طعاما ھنیئا

Marfat.com

بہرصورت اس میں کلوا اشربوا دونوں افعال کا تنازع ہو رہا ہے۔ ھنیئا کے معنی خوشگوار کے ہیں جس کے کھانے میں اچھو نہ لگ جائے اور گلے میں نہ پھنسے۔

زوجناھم۔ مفسرؒ نے اشارہ کر دیا ہے کہ تزویج متعارف مراد نہیں ہے۔ کیونکہ جنت میں حوریں مملوکہ ہوں گی نہ کہ منکوحہ اس لیے مقاربت کے معنی ہیں۔

حورعین۔ عین جمع ہے عیناء کی۔ حور جمع ہے حوراء کی۔ گوری چٹی۔

واتبعتھم۔ اس کا عطف آمنوا پر ہے اور بعض نے اس کو جملہ معترضہ کہا ہے بیان علت کے لیے اور زمخشریؒ کے نزدیک حورعین پر الذین آمنوا کا عطف ہے اور واتبعتھم کا زوجناھم پر عطف ہے۔

یہاں الحقنا کا مطلب یہ ہے کہ والدین کے عظیم ایمان کی وجہ سے اولاد کو بھی ان کے تابع کر دیا۔ کیوں کہ چھوٹی اولاد ماں باپ کے تابع ہی ہوا کرتی ہے۔ اور بغوی کہتے ہیں کہ بڑی اولاد تو اپنے ایمان کی وجہ سے اور کمسن اولاد والدین کے ایمان کی وجہ سے ماں باپ کے درجات میں پہنچا دی جائے گی۔ تاکہ والدین کے لیے باعث طمانیت ہو۔ جیسا کہ سعید ابن جبیرؒ ابن عباسؓ سے نقل کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ذریت سے مراد تعلق اور محبت والے ہیں۔ خواہ ماں باپ ہوں یا اولاد، بھائی بند ہوں یا دوست احباب۔ گویا ذریت نسبی ہو یا سببی سب اس آیت کے مفہوم میں داخل ہو جائیں گے۔ اعلیٰ عمل والوں کے زمرہ میں ادنیٰ عمل والے بھی شامل کر دیئے جائیں گے۔

جہاں تک دنیاوی احکام کا تعلق ہے مسلمانوں کی چھوٹی اولاد مسلمان اور کافروں کی کافر سمجھی جائے گی۔ لیکن بلحاظ آخرت کے علماء مختلف الرائے ہیں۔ اکثر تو اسی رائے پر ہیں کہ دنیا کی طرح آخرت میں اولاد ماں باپ کے تابع ہوگی۔ لیکن بعض کی رائے ہے کہ مشرکین کی اولاد جہنم میں داخل نہیں کی جائے گی۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں۔ لا یعذب اللہ احدا بلا ذنب اور بعض کی رائے ہے کہ کافر بچے جنت میں مسلمانوں کے خدمت گار ہوں گے اور بعض کی رائے ہے کہ بچے خواہ کسی مذہب کے ہوں ایسے ہی رہیں گے۔ کہ نہ جنت میں داخل ہوں گے اور نہ جہنم میں۔

امام اعظمؒ چار مسئلوں میں توقف فرماتے ہیں۔ اولاد مشرکین کے متعلق، اسی طرح خنثیٰ مشکل کے متعلق اور فتنہ کس وقت کی جائے اور دنیا کی مدت کتنی ہے۔ چاروں کی نسبت لا ادری فرمایا۔

حدیث اللہ اعلم بما کانوا عاملین کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے جو امام صاحبؒ کے لیے مؤید ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ بچے اگر زندہ رہتے تو کیا عمل کرتے۔ اللہ انہی فرض اعمال کے مطابق ان سے معاملہ کرے گا۔ اس کا ماحصل بھی وہی نکلتا ہے کہ یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب ابتداء میں مسلمان بچوں کے متعلق بھی متامل تھے۔ لیکن جب ان کے ماں باپ کے تابع ہو کر جنتی ہونے کی آیات امام صاحب کو پہنچیں تو پھر انہوں نے توقف سے رجوع فرما لیا یعنی قطعی دلیل معلوم نہیں تھی۔ ورنہ [illegible] الحقنا بھم ذریتھم

Marfat.com

سامنے تھی۔ لیکن آیت میں چونکہ مختلف احتمالات ہیں ایماں قصدی مراد ہے یا ایمان ازلی اور ایمان بھی مقصود ہے۔ اس لیے حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ پھر قطعی طور پر انبیاءؑ اور عشرہ مبشرہؓ وغیرہ کے علاوہ کسی کے متعلق جنتی ہونے کو نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح ابولہب اور ابوجہل وغیرہ متعینہ کافروں کے علاوہ یقینی طور پر کسی کافر کے جہنمی ہونے کو نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ تمام مومنین جنتی اور کافر جہنمی ہیں اور بچے والدین کے تابع جنت یا جہنم میں ہوں گے یا ان کا حال مشکوک ہے۔ لیکن کسی بچہ کو بھی متعینہ طور پر نہ جنتی کہا جائے گا اور نہ جہنمی بہرحال اس بارے میں چار مسلک ہیں۔

۱۔ بچے والدین کے تابع ہوں گے۔

۲۔ فی نفسہ بچوں کی حالت کا اعتبار کر کے معاملہ کیا جائے گا۔

۳۔ ماں باپ دونوں کے مجموعہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

۴۔ ماں باپ اور بچوں کی مجموعی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور صحابہؓ کے وہ بچے جو ان کے کفر کے زمانہ میں مرے ان کے متعلق توقف مناسب ہے۔ لیکن کافروں کے وہ بچے جو ان کے مسلمان ہونے کے زمانہ میں مرے وہ جنتی ہیں۔ نیز متعینہ طور پر جب بڑوں کی نسبت جنتی یا جہنمی ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا تو بچوں کے متعلق متعینہ طور پر کیسے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ ورنہ فرع کا اصل سے بڑھنا لازم آجائے گا۔ بالخصوص جب کہ بعض بچے فطرۃً شقی ہوتے ہیں۔ جیسے وہ بچہ جس کو حضرت خضرؑ نے بحکم الٰہی مار دیا تھا۔ حالانکہ اس کے والدین مومن تھے۔ پھر مومن کی اولاد کا جنتی ہونا تو احادیث سے معلوم بھی ہے۔ مگر کافر اور منافقین کی اولاد کا حال بیان نہیں کیا گیا۔ کیونکہ شروع میں آنحضرتؐ کو مطلقاً بچوں کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ بعد میں مسلمانوں کے بچوں کا حال معلوم ہو گیا۔ مگر دوسرے بچوں کا حال آپ نے بیان نہیں کیا۔ لہٰذا وہ اپنے حال پر رہیں گے۔

التناھم۔ کسرہ لام کے ساتھ ابن کثیرؒ کی قراءت ہے اور بقیہ قراء نصب لام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ الاتۃ کے معنی نقصان کے ہیں۔

بما کسب رھین۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ اہل جہنم کے ساتھ خاص ہے وہی اپنے اعمال میں بندھے ہوئے ہوں گے۔ اہل ایمان مراد نہیں۔ وہ محض اپنے عمل میں بندھے ہوئے نہیں ہوتے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ کل نفس بما کسبت رھینۃ الا اصحاب الیمین۔ لیکن زمخشریؒ کی رائے ہے کہ کل نفس عام ہے اہل خیر و شر سب کو۔ نیک عمل اپنی نیکی کی وجہ سے گلو خلاصی پائے گا ورنہ گردن پھنسی رہے گی۔

اور آیت میں ایک توجیہ اور بھی ہو سکتی ہے کہ رھین بروزن فعیل بمعنی فاعل ہو یعنی ہر شخص اپنے عمل میں راہن اور گروی ہے۔ اگر نیک ہے تو دوامی جنت، ورنہ کافر منافق کے لیے دوامی جہنم۔ اور بقول مفسرؒ رھین بمعنی مرہون ہے یعنی ہر شخص عمل کا پابند ہے۔ اس سے عمل کا مطالبہ ہے۔ اگر مطالبہ پورا کر دیا تو اس کا نفس رہن

Marfat.com

سے رہا ہو جائے گا ورنہ مواخذہ کے لیے بند ھا رہے گا۔

یتنازعون۔ بے تکلف دوستوں میں چھین جھپٹ چونکہ تفریح طبع کا سامان ہوا کرتی ہے۔ اس لیے صورۃً تنازع سے تعبیر کیا ہے حقیقۃً تنازع مراد نہیں ہے۔

کاساً۔ شراب سے بھرا ہوا پیمانہ اور گلاس۔ اور قرب ومجاورت کی وجہ سے مجازاً شراب کو بھی کہتے ہیں۔

لا لغو فیھا۔ یعنی شراب کی مستی میں اول قول نہیں بکیں گے۔

غلمان لھم۔ جس طرح حوریں نئی مخلوق مملوکہ ہوں گی اسی طرح غلمانوں کی نئی مخلوق، مملوک ہوگی۔ تاکہ دنیا میں جو غلام باندی رہے ہوں وہ یہ نہ سمجھیں کہ دنیا کی طرح جنت میں بھی ہم غلام بن کر رہیں گے۔ اس خیال سے ان کی دل آزاری ہوتی۔ اس لیے حور وغلمان پیدا کر کے دلداری فرمادی گئی۔

فی اھلنا مشفقین۔ اپنے اہل وعیال میں رہ کر عموماً انسان بے خوف رہتا ہے۔ مگر اہل ایمان جب اس حال میں بھی اللہ کا خوف وخشیت رکھتے ہیں تو گویا ہر حال میں خائف رہتے ہیں اسی طرح دائمی خوف مراد ہوگا لیکن بعض حضرات مشفقین شفقت سے باخوذ مانتے ہیں یعنی اپنے متعلقین پر نرمی کرتے ہیں اس لئے مستحق رحمت ہوئے۔

عذاب السموم۔ چونکہ مسامات میں گھس جائے گا۔ نیز اس میں سمیت اور زہر کے اثرات ہوں گے اس لیے ریح مسموم، لُو اور گرم ہوا کو کہا جاتا ہے۔

انہ ھو البر الرحیم۔ یہ لحاظ معنی ندعوہ کی علت ہے یعنی اللہ کے محسن ومہربان ہونے کی وجہ سے ہم اس کی عبادت کرتے ہیں۔

ربط آیات

پچھلی سورت "یوم موعود" کی وعید پر ختم ہوئی تھی۔ سورۂ طور اسی مضمون سے شروع ہو رہی ہے وعید کے بعد قرآن کی حسب عادت مومنین کے لیے وعد کا بیان ہے۔

شان نزول و روایات

والبیت المعمور۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ للہ فی السموات والارض خمسة عشر بیتاً۔ سبعة فی السموات وسبعة فی الارضین والکعبة وکلھا مقابلة للکعبة۔

حسنؒ فرماتے ہیں۔ البیت المعمور ھو الکعبة وھی البیت الحرام الذی ھو معمور بالناس یعمرہ اللہ کل سنة بستمائة الف فان عجز الناس عن ذلک اتمہ اللہ بالملائکة وھو اول بیت وضعہ اللہ للعباد فی الارض۔

الحقنا بھم ذریتھم۔ بغویؒ، ضحاکؒ، سعید بن جبیر، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بالغ اولاد تو اپنے ایمان کی وجہ سے اور کمسن اولاد ماں باپ کے تابع ہو کر داخل جنت ہوگی۔ بلکہ ابن عباس سے مرفوع روایات ہیں۔

۱۔ ان اللہ یرفع ذریة المومن معہ فی درجتہ فی الجنة وان کانوا دونہ فی العمل لتقر بھم عینہ۔

۲۔ اذا دخل الرجل الجنة سال عن ابویہ وولدہ وزوجتہ فیقال انھم لم یبلغوا درجتک وعملک فیقول

Marfat.com

یارب قد عملت لی ولهم۔ فیومر بالحاقهم به۔ بلکہ ذریت کے مفہوم میں آباء اور ابناء دونوں آتے ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ مومن کے ساتھ اس کے متعلقین بھی منسلک ہوں گے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کا ارشاد ہے۔ ذریت نسبی ہو یا سببی اسی طرح افادہ کا تعلق ہو یا ولادت کا۔ وہ کارآمد ہوگا۔ یعنی بلند درجات خواہ بڑوں کے ہوں یا چھوٹوں کے کم درجہ متعلقین کو اس سے ضرور فائدہ ہوگا۔ چنانچہ وآیۃ لهم انا حملنا ذریتهم فی الفلك المشحون سے معلوم ہوتا ہے کہ ذریۃ میں آباء بھی داخل ہیں۔

غلمان لهم۔ ابن عمرؓ کی روایت میں ہے ما من احد من اهل الجنة الا یسعی الیه الف غلام وکل غلام علی عمل غیر ما علیه صاحبه۔

حضرت حسنؒ سے منقول ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ الخادم کاللؤلؤ المکنون فکیف المخدوم؟ قال فضل المخدوم علی الخادم کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب۔

تشریح

کتاب مسطور۔ اس سے ممکن ہے لوح محفوظ مراد ہو یا قرآن کریم۔ یا طور کی مناسبت سے تورات یا عام کتب سماویہ مراد ہوں۔ یا لوگوں کا اعمالنامہ۔ غرض سب احتمالات ہیں۔

بیت المعمور۔ ممکن ہے کعبۃ اللہ مراد ہو یا کعبۃ اللہ کی ٹھیک محاذات میں ساتویں آسمان پر فرشتوں کا کعبہ مراد ہو۔ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔

سقف مرفوع۔ اس سے آسمان مراد ہے جو زمین پر چھت کی طرح ہے۔ یا عرش اعظم مراد ہے۔ جو سب آسمانوں سے اُوپر ہے۔

البحر المسجور۔ دنیا کے اُبلتے ہوئے چشمے مراد ہیں یا آسمانوں کے اوپر عرش کے نیچے عظیم دریا مراد ہے۔ جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔

یوم تمور السماء۔ قیامت کا روز مراد ہے۔ اس کا تھرتھر کانپنا معنی متبادر کے اعتبار سے ہے یا اس کا پھٹنا مراد ہے جیسا کہ اذا السماء انشقت میں فرمایا گیا ہے۔ ابن عباسؓ کی ان دونوں تفسیروں میں کوئی تعارض نہیں ہے بطور تعاقب دونوں کا تحقق ہو سکتا ہے۔

وتسیر الجبال۔ یہاں پہاڑوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا اور ٹل جانا مراد ہے۔ لیکن دوسری آیات میں ریزہ ریزہ ہونا پھر اڑ جانا بیان کیا گیا ہے۔ ینسفها ربی نسفا وبست الجبال بسا فکانت هباء منبثا ان سب احوال میں بھی کوئی تعارض نہیں ہے۔

Marfat.com

مختلف قسموں کی مناسبت

ان قسموں کو مضمون سے مناسبت یہ ہے کہ قیامت کی اصل حقیقت مجازات ہے اور مجازات میں اصل احکام شرعیہ ہیں۔ پس طور کی قسم کھانے میں اللہ کے صاحب کلام وصاحب احکام ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر احکام کی موافقت یا مخالفت ہی بنیاد ہے مجازات کی۔ اس لیے اعمالنامے کی قسم کھانے میں اشارہ ہے۔ اس موافقت یا مخالفت کے مضبوط ومنضبط ہونے کی طرف۔ گویا عبادت اور اطاعت احکام کے ضروری ہونے پر بھی مجازات موقوف ہے۔ اس لیے بیت المعمور سے اشارہ ہے عبادت کے لیے ضروری ہونے کی طرف کہ فرشتے باوجودیکہ مجازات واحکام کے مکلف نہیں۔ مگر پھر بھی عبادت کے لئے مامور ہیں انہیں بھی آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ پھر مجازات کا نتیجہ دو چیزیں ہیں جنت وجہنم۔ پس آسمان کی قسم کھانے میں جنت کے رفیع المکان ہونے کی طرف اشارہ ہے اور بحر مسجور کی قسم کھانے میں جہنم کے ہولناک ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ تقریر تو ان قسموں کی تخصیص کی ہوئی اور نفس قسم کی توجیہ سورۂ حجر کی آیت لعمرك الخ میں گزر چکی ہے اور قسم کی غرض وغایت پر کلام سورۂ صافات کے شروع میں گزر چکا ہے۔ آگے قیامت کے بعض واقعات کا ذکر ہے۔

دوزخ میں کفار کی حالتِ زار

فویل للمکذبین۔ یعنی جو لوگ کھیل کود میں مشغول ہو کر آج طرح طرح کی باتیں بنا کر قیامت کو جھٹلاتے ہیں ان کے لیے آخرت میں سخت خرابی اور تباہی ہوگی۔ فرشتے انہیں نہایت ذلت کے ساتھ دھکیلتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور کہیں گے کہ جس کو تم جھوٹ جانتے تھے وہ آگ حاضر ہے تم دنیا میں پیغمبروں کو جادوگر اور ان کے پیغام کو جادو بتلایا کرتے تھے۔ اب بتلاؤ کہ یہ دوزخ جس کی اطلاع انبیاء نے دی تھی کیا واقعی جادو یا نظر بندی ہے یا جس طرح دنیا میں تمہیں کچھ سوجھتا نہ تھا اب بھی نہیں سوجھتا۔ اب دوزخ میں پڑ کر گھبراؤ چلاؤ تب کوئی فائدہ نہیں، کوئی فریاد سننے والا نہیں اور بفرض محال چپ سادھ کر صبر کر کے پڑے رہو تب کوئی رحم کرنے والا نہیں۔ غرض یہ دونوں حالتیں یکساں غیر مفید ہوں گی۔ اب اس جیل خانہ سے نکلنے کی تمہارے لیے کوئی سبیل نہیں۔ جو کرتوت کر کے آئے ہو، اس کی سزا یہی حبس دوام اور ابدی عذاب ہے۔

جنتیوں کے مزے

ان المتقین۔ یعنی برخلاف اللہ سے ڈرنے والوں کے وہ وہاں بالکل مامون و مطمئن ہوں گے۔ ہر قسم کا سامانِ عیش ان کے لئے مہیا ہوگا۔ اور یہی انعام کیا کم ہے کہ انہیں دوزخ کے عذاب سے اللہ نے بچالیا۔ جنت میں ان کی زندگی شاہانہ اور ٹھاٹھ دار ہوگی اپنے اپنے تختوں پر مسند نشین ہوں گے جو نہایت قرینہ اور سلیقہ سے بچھے ہوئے ہوں گے۔ اہل وعیال اور متعلقین، خدام و اتباع سب سامنے ہوں گے۔ گو اصاغر کے کام اس درجہ کے نہ ہوں۔ لیکن اکابر کے اکرام اور خوشی کی خاطر بہتیں متبعین کو بھی خصوصی نوازشوں سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

اس صورت میں یہ گمان نہ کیا جائے کہ کاملین کی نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ذریت کو دے دیا جائے گا یا کاملین و ناقصین کو برابر کر دیا جائے گا۔ بلکہ اپنے فضل وکرم سے اور کاملین کی خوشنودی مزاج کے لئے ناقصین کو اُبھار دیا جائے گا اور یکسانیت کے باوجود اصل نقل اور تابع متبوع کا فرق بدستور رہے گا۔

بخاری کی روایت ہے۔ قالت الانصار (یارسول اللہ) ان لکل قوم اتباعًا وانا قد اتبعناک فادع اللہ ان یجعل اتباعنا منا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعل اتباعھم منھم۔ آخر امراء کے محلات میں ان کے خدام بھی ساتھ رہتے ہیں۔ مگر خادم ومخدوم کا فرق پھر بھی بحال رہتا ہے۔

اور ذریت میں ایمان کی شرط اس لیے ہے کہ اصل کے ساتھ الحاق اس کے بغیر نہیں ہو گا۔ جس طرح مومنین کی مومن ذریت ان کے ساتھ ہو گی اسی طرح کافروں کی ذریت ان کے ساتھ ہو گی۔ البتہ مومن کی کافر ذریت یا کافر کی مومن ذریت وہ منتہی نہیں ہو گی۔ بلکہ ایسی صورت میں کل امری بما کسبت رھین کا اصول کارفرما ہو گا۔

ذرّیت کا مفہوم عام ہے

ظاہر عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذریت سے بڑی اولاد مراد ہے۔ جیسا کہ بایمان کی قید بھی اس کا قوی قرینہ ہے اور چھوٹی اولاد کا حکم احادیث میں ارشاد ہے۔ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ کمسن اولاد مومن ہو یا کافر اپنے اپنے مسلم و کافر والدین کے ساتھ ہوں گے۔ حدیث اللہ اعلم بما کانوا عاملین کی رو سے اور بعض کی رائے ہے کہ حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ کی رو سے تمام ذریت جنتی ہو گی۔ البتہ ذراری مشرکین غلاموں کی حیثیت سے رہیں گے اور بعض کی رائے ہے کہ غیر مکلف ہونے کی وجہ سے دونوں ذرّیتیں اعراف میں رہیں گی۔ اور جمہور دلائل متعارض ہونے کی وجہ سے توقف کو پسند کرتے ہیں اور اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث ہے اس میں آباء کا بھی یہی حکم ہے اور اس میں ذریت پر ولد معطوف ہو رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذریت سے مطلق توابع مراد ہیں۔ جس میں بیویاں دوست، احباب، شاگرد، مرید، معتقد سب آجاتے ہیں۔ اس طرح آیت کا مفہوم بہت وسیع ہو جائے گا۔ بلکہ اگر اخلاف عالی رتبہ ہوں تو اسلاف بھی ان کے ہم رتبہ ہو کر ذریت کے عموم میں داخل ہو جائیں گے۔

اس پر اگر شبہ ہو کہ جب مومن کے اصول و فروع سب اس کے ساتھ شریک ہو گئے تو جب وہ اصول و فروع بھی مومن ہوں تو ان کے اصول و فروع بھی ہم درجہ ہوں گے۔ تو لازم آئے گا کہ سب جنتی ایک ہی درجہ میں ہو جائیں حالانکہ فرق مراتب اور اختلاف درجات مسلم ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ الحاق صاحب درجہ کے اصل عمل کی وجہ سے ہے اور یہ اصالت تابع در تابع میں باقی نہیں رہتی۔ اس لیے اس کے ساتھ دوسروں کا ملحق ہونا لازم نہیں آتا۔

قانون فضل وعدل

کل امری بما کسبت رھین۔ پہلی آیت میں اللہ کے فضل کا بیان تھا اور اس آیت میں قانون عدل کا ذکر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس نے اچھا یا بُرا جو کام کیا اس کو اسی کے مطابق بدلہ ملے گا۔

آگے آیت وامددناھم سے نعمائے جنت کا تذکرہ ہے۔ شراب کا دور چلے گا تو خوش طبعی اور چھینا جھپٹی

Marfat.com

بھی ہوگی۔ جس سے بے تکلفی، لذت و سرور میں اضافہ ہوگا۔ شراب میں فرحت، قوت، نشاط و انبساط تو ہوگا مگر نشہ، سرگرانی فتور عقلی، بکواس نہیں ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات ہوگی۔ موتیوں جیسے غلمان ہوں گے جس طرح سیپ میں موتی صاف شفاف اور گرد و غبار سے پاک ہوتا ہے۔ یہی حال غلمانوں کا ہوگا۔ پھر آپس میں خوش گپیاں ہوں گی۔ ایک دوسرے کی مزاج پرسی کریں گے اور دنیا کی زندگی کا موازنہ کرتے ہوئے کہیں گے۔ میاں ہم دنیا میں ڈرا کرتے تھے کہ دیکھئے مرنے کے بعد کیا انجام ہو۔ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا۔ مگر اللہ کا احسان اور شکر ہے کہ اس نے کیسا بے فکر کر دیا۔ اب دوزخ تو دوزخ اس کی آنچ بھی نہیں لگے گی۔ ہم اللہ کو اُمید و بیم کی ملی جلی کیفیت میں پکارا کرتے تھے۔ مگر اس نے سُن لی اور ہمارے ساتھ کیا ہی عمدہ برتاؤ کیا گیا۔

لطائف سلوک

الذین اٰمنوا الخ اس سے شرف نسبی کا آخرت میں کارآمد ہونا ثابت ہوا۔ مگر دینی شرف مراد ہے نہ کہ عرفی جاہ و عزت۔

یتنازعون فیھا کاسًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوستوں کے ساتھ مزاح و انبساط بُرا نہیں۔ جیسا کہ خشک زاہد خوش طبعی کو خلاف وقار سمجھتے ہیں بلکہ مزاح مسنون ہے۔ بشرطیکہ اس میں غلو نہ ہو ورنہ وقار کے منافی ہوگا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے کے مال میں بشرطیکہ اس کی طیب خاطر کا یقین ہو تصرف کرنا جائز ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ كَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ وَلَا

Marfat.com

لَا مَنُوا بِنَبِيِّهِ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالرِّزْقِ وَغَيْرِهِمَا فَيُخَصُّوا مَنْ شَاءُوا بِمَا
شَاءُوا اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝ اَلْمُتَسَلِّطُوْنَ الْجَبَّارُوْنَ وَفِعْلُهُ صَيْطَرَ وَمِثْلُهُ بَيْطَرَ وَبَيْقَرَ اَمْ لَهُمْ
سُلَّمٌ مَرْقًى اِلَى السَّمَآءِ يَسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ اَیْ عَلَيْهِ كَلَامَ الْمَلَائِكَةِ حَتّٰى يُمْكِنَهُمْ مُنَازَعَةُ النَّبِيِّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَعْمِهِمْ اِنْ اَدَّعٰى ذٰلِكَ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ اَیْ مُدَّعِي الْاِسْتِمَاعِ عَلَيْهِ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ
بِحُجَّةٍ بَيِّنَةٍ وَاضِحَةٍ وَلِشَبَهِ هٰذَا الزَّعْمِ بِزَعْمِهِمْ اَنَّ الْمَلَائِكَةَ بَنَاتُ اللّٰهِ قَالَ تَعَالٰى اَمْ
لَهُ الْبَنٰتُ اَیْ بِزَعْمِكُمْ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا زَعَمُوْهُ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا عَلٰى مَا جِئْتَهُمْ
بِهٖ مِنَ الدِّيْنِ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مَّغْرَمٍ لَّكَ مُّثْقَلُوْنَ ۝ فَلَا يُسْلِمُوْنَ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ اَیْ عِلْمُهُ
فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْكِنَهُمْ مُنَازَعَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَعْثِ وَاَمْرِ الْاٰخِرَةِ
بِزَعْمِهِمْ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا بِكَ لِيُهْلِكُوْكَ فِيْ دَارِ النَّدْوَةِ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۝
الْمَغْلُوْبُوْنَ الْمُهْلَكُوْنَ فَحَفِظَهُ اللّٰهُ مِنْهُمْ ثُمَّ اَهْلَكَهُمْ بِبَدْرٍ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحٰنَ
اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ بِهٖ مِنَ الْاٰلِهَةِ وَالْاِسْتِفْهَامُ بِاَمْ فِيْ مَوَاضِعِهَا لِلتَّقْبِيْحِ وَالتَّوْبِيْخِ وَاِنْ يَّرَوْا
كِسْفًا بِعَذَابًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا عَلَيْهِمْ كَمَا قَالُوْا فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اَیْ تَعْذِيْبًا
لَهُمْ يَقُوْلُوْا هٰذَا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ۝ مُتَرَاكِبٌ تَرْتَوِيْ بِهٖ وَلَا يُؤْمِنُوْا فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا
يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ يَمُوْتُوْنَ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ بَدَلٌ مِّنْ يَوْمِهِمْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا
وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ يَمْنَعُوْنَ مِنَ الْعَذَابِ فِي الْاٰخِرَةِ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِكُفْرِهِمْ عَذَابًا
دُوْنَ ذٰلِكَ اَیْ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ مَوْتِهِمْ فَعُذِّبُوْا بِالْجُوْعِ وَالْقَحْطِ سَبْعَ سِنِيْنَ وَبِالْقَتْلِ يَوْمَ بَدْرٍ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اَنَّ الْعَذَابَ يَنْزِلُ بِهِمْ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ بِاِمْهَالِهِمْ وَلَا يَضِيْقُ
صَدْرُكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا بِمَرْاًى مِّنَّا نَرَاكَ وَتَحْفَظُكَ وَسَبِّحْ مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِ رَبِّكَ اَیْ قُلْ سُبْحٰنَ

marfat.com
Marfat.com

اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝ مَصْدَرٌ أَيْ عَقِبَ غُرُوْبِهَا سَبِّحْهُ أَيْضًا وَصَلِّ فِي الْأَوَّلِ الْعِشَائَيْنِ وَفِي الثَّانِي سُنَّةَ الْفَجْرِ وَقِيْلَ الصُّبْحِ

ترجمہ تو آپ سمجھاتے رہیئے (مشرکین کو نصیحت کرتے رہیئے اس کو اس لیے موقوف نہ کیجئے کہ وہ آپ کو کاہن، مجنون کہہ رہے ہیں) کیونکہ آپ بفضل الٰہی (بفضلہ تعالیٰ) نہ تو کاہن ہیں (ما کی خبر ہے) اور نہ مجنون (یہ خبر پر معطوف ہے) ہاں کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں ہم ان کے بارہ میں حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں (حوادثِ زمانہ سے جس طرح اور شعراء ناپید ہو گئے ہیں آپ بھی بے نشان ہو جائیں گے) آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو (میری تباہی کے) سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (تمہاری تباہی کا۔ چنانچہ غزوۂ بدر میں مشرکین تلوار کی نذر ہو گئے۔ تربص کے معنی انتظار کے ہیں) کیا ان کی عقلیں (سمجھ بوجھ) ان کو ان باتوں کی تلقین کرتی ہیں (یعنی ساحر، کاہن، شاعر، مجنون کہنے کی۔ یعنی یہ عقل کا فیصلہ نہیں ہے) یا (بلکہ) یہ لوگ شریر (عنادی) ہیں۔ ہاں کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے (قرآن بنا لیا ہے، بنایا نہیں) بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے (ضد کے مارے اور اگر اس کو گھڑنا بتلاتے ہیں) تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام (من گھڑت) لے آئیں اگر یہ سچے ہیں۔ کیا یہ لوگ یونہی (بغیر پیدا کرنے والے کے) خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں (اور جب کوئی مخلوق بغیر خالق کے اور معدوم خود بخود پیدا نہیں ہو سکتا، تو ماننا پڑے گا کہ ان کا ضرور کوئی خالق ہے اور وہ اللہ یگانہ ہی ہو سکتا ہے اور یہ کیوں نہیں توحید مانتے اور کیوں اس کے رسول اور کتاب کو تسلیم نہیں کرتے) یا انہوں نے آسمان و زمین کو پیدا کیا (حالانکہ اللہ کے سوا کوئی ان کو نہیں پیدا کر سکتا۔ پھر کیوں اس کی بندگی نہیں کرتے) بلکہ یہ لوگ یقین نہیں کرتے (ورنہ نبی پر ضرور ایمان لے آتے) کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے پروردگار کے خزانے ہیں (نبوت و رزق وغیرہ کے کہ جس کو چاہیں دے ڈالیں) یا یہ لوگ حاکم ہیں (صاحب سلطنت و سطوت۔ جبیطر، بیطر اور بیقر کی طرح فعل ہے) کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے (آسمان پر چڑھنے کے لیے) کہ اس پر باتیں سن لیا کرتے ہیں (فیہ بمعنی علیہ۔ فرشتوں کی بات چیت سنتے ہوں۔ حتیٰ کہ اپنے گمان کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الجھ پڑتے ہیں، واقعی اگر ایسا ہے) تو ان میں جو باتیں سن آتا ہو (بات سننے کا دعوے دار ہو) وہ کوئی صاف دلیل پیش کرے (روشن کھلی حجت اور اسی کے مشابہ چونکہ ان کا گمان یہ ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اس لیے فرمایا) کیا اللہ کے لیے بیٹیاں (تمہارے خیال کے مطابق) اور تمہارے لیے بیٹے ہیں (اللہ تمہارے اس خیال سے پاک ہے) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں (دین پہنچانے پر) کہ وہ تاوان (ڈانڈ) سے دبے جا رہے ہیں (اس لیے اسلام قبول نہیں کرتے) کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ اس کو لکھ لیا کرتے ہیں (تاکہ اپنے خیال کے مطابق قیامت و آخرت کی

Marfat.com

نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُلجھنے کا موقعہ ملتا ہو) کیا یہ لوگ کچھ بُرائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں (آپ کی شان میں۔ آپ کو ختم کرنے کے لیے دارالندوہ میں) سو یہ کافر خود ہی برائی میں گرفتار ہوں گے (مغلوب و برباد۔ چنانچہ اللہ نے حضورؐ کو محفوظ رکھا اور ان کو بدر میں موت کے گھاٹ اتار دیا) کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے، اللہ تعالےٰ ان کے شرک سے پاک ہے (جو دوسرے معبودوں کو شریک کرکے کرتے ہیں۔ ان تمام مواقع پر استفہام برائی اور سرزنش کے لیے ہے) اور اگر وہ آسمان کے (کسی ایک) ٹکڑہ کو دیکھ لیں گے کہ گرتا آرہا ہے (ان پر جیسا کہ خود ان کی درخواست ہے۔ وبنا اسقط علینا کسفا من السماء بطور سزا کے) تو یوں کہہ دیں گے کہ (یہ تو) تہ بتہ جما ہوا بادل ہے (جو غلیظ ہے اس سے ہم سیرابی حاصل کریں گے مگر ایمان نہیں لاتے) سو ان کو رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پڑے جس میں (مرکر) ان کے ہوش اُڑ جائیں گے جس دن کچھ نہیں کارگر ہوں گی (یوم سے بدل ہے) ان کی کچھ بھی تدبیریں اور نہ ان کو (آخرت میں عذاب سے بچاؤ کے لیے) کچھ مدد مل سکے گی اور ان ظالموں کے لیے (ان کے کفر کے سبب) اس سے پہلے ہی عذاب ہونے والا ہے (مرنے سے پہلے دنیا میں چنانچہ سات سال تک بھوک اور قحط کی سزا میں جکڑے رہے۔ پھر غزوۂ بدر میں موت کا لقمہ بنے) لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں۔ (کہ ان پر عذاب ہوگا) اور اپنے پروردگار کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیئے (ان کی ڈھیل پر تنگ دل نہ ہوجیئے) کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں (سرکاری تحویل میں ہم چوکسی سے آپ کی نگرانی کر رہے ہیں) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے (سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کیجئے) اُٹھتے وقت (سو کر یا مجلس سے) اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے (حقیقت میں) اور ستاروں سے پیچھے بھی (ادبار مصدر ہے یعنی ستارے غروب ہونے کے بعد بھی تسبیح پڑھا کیجئے۔ یا پہلے جملہ سے مراد یہ ہے کہ مغرب و عشاء کی نماز پڑھا کیجئے۔ اور دوسرے جملہ سے سنت الفجر یا نماز فجر مراد ہوگی)۔

تحقیق و ترکیب

بنعمة ربك۔ اس میں کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ما کے اسم و خبر کے درمیان والی یہ قسم ہے اور جواب قسم محذوف ہے موجودہ جملہ "بکاہن ولا مجنون" دال پر جواب قسم ہے۔ دوسرے یہ کہ با محل نصب میں ہے حال ہونے کی وجہ سے اور بکاہن ولا مجنون عامل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ ما انت کاھنا ولا مجنونا حال کونك متلبسا بنعمة ربك جیسا کہ ابو البقاءؒ کی رائے ہے یہ حال لازمہ ہوگا۔ کیونکہ حضورؐ کی ہمیشہ یہی حالت رہی ہے۔ تیسرے یہ کہ با سببیہ ہو اور جملہ منفیہ کے مضمون سے متعلق ہو اور یہی آیت کریمہ کا مقصود ہے۔ ای انتفی عنك الکہانة والجنون بسبب نعمة اللہ علیك یہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے۔ ما انا بمعسر بحمد اللہ وغناہ۔

ام یقولون۔ یہاں تمام پندرہ مواقع میں ام منقطعہ ہے۔ البتہ ام ھم قوم طاغون میں تقریر کے لیے ہے مفسرؒ کو سب جگہ بل اور ہمزہ مقدر کرنا چاہیئے تھا استفہام انکاری تو بیچی ہے۔

ریب المنون۔ چونکہ حوادث دہر کو ریب کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس لیے استعارہ تصریحیہ ہے دونوں

marfat.com
Marfat.com

میں وجہ شبہ تحیر ہے ایک حالت پر ٹھہرا رہنا اور بعض کے نزدیک منون سے مراد موت ہے جو عدد گھٹا دیتی ہے اور مدد منقطع کر دیتی ہے۔

بھذا۔ یعنی قریش خود کو اہل دانش و بینش سمجھتے ہیں۔ مگر تناقض دعوے کرتے ہیں۔ کبھی آپ کو ساحر، کاہن کہتے ہیں اور کبھی شاعر، مجنون۔ کیونکہ اول کے تین لفظوں سے کمال اور آخر کے لفظ سے نقصان معلوم ہوتا ہے۔ مفسرؒ نے لا تامرھم اور لم یختلقہ کہہ کر استفہام انکاری تو بیخی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فلیاتوا بحدیث۔ مفسرؒ نے شرط مقدر کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا ترجمہ ان کانوا صادقین ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ مطلقاً ایتان مطلوب نہیں کہ محال ہونے کا شبہ کیا جائے اور امر کو مجاز پر محمول کیا جائے۔ بلکہ شرط پر معلق ہونے کی وجہ سے مشروط ایتان مطلوب ہے اس لیے امر کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا۔ یا امر کو تعجیز کے لیے کہا جائے۔ جیسے فان اللہ یاتی بالشمس فات بھا من المغرب میں ہے۔

ام ھم الخالقون۔ مفسرؒ نے ولا یعقل مخلوق الخ سے تو ام خلقوا من غیر شیٔ کی طرف اور ولا معدوم یخلق سے ام ھم الخالقون کی جانب اور ولا معدوم یخلق سے نیز معدوم ہوتے ہوئے خود اپنے خالق ہونے کے احتمال کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان سب صورتوں کا بطلان واضح ہے۔

خزائن ربک۔ عکرمہؓ خزائن نبوت اور کلبیؒ خزائن رزق مراد لیتے ہیں۔ مگر مفسرؒ نے عام رکھا جو جامع ہے۔

المصیطرون۔ ابن کثیرؒ سین کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ مجمع البحار میں ہے کہ مصیطر کے معنی کسی چیز کے لکھنے کو آمادہ اور تیار ہونے کے ہیں۔ مسطر۔ کتابت کو بھی کہتے ہیں۔ مفعیل کے وزن پر پانچ الفاظ آتے ہیں۔ چار اسم فاعل کی صفت ہوتے ہیں۔ ۱۔ مھیمن۔ ۲۔ مبیقر۔ ۳۔ مبیطر۔ ۴۔ مسیطر۔ اور ایک لفظ مجیمر پہاڑ کا نام ہے۔ مبیطر جانوروں کے علاج معالجہ کو کہتے ہیں۔ اور مبیقر کے معنی فاسد ہونے ہلاک ہونے اور تکبر کی چال چلنے کے آتے ہیں۔

ام لھم سلم۔ سلم اور مرقی سیڑھی کو کہتے ہیں۔

یستمعون۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا مفعول کے محذوف ہونے اور فی بمعنی علیٰ ہونے کی طرف جیسے ولاصلبنکم فی جذوع النخل میں فی بمعنی علیٰ ہے لیکن جلیؒ کہتے ہیں اس تکلف کی ضرورت نہیں۔ ظرفیت لینا صحیح ہے۔

ام لہ البنات۔ مشرک کافر فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا بھی شرک کی طرح زعم فاسد ہے۔ فرق اتنا ہے کہ پچھلی آیت میں محض فرضی گمان پر گفتگو ہوئی اور بیٹیاں ماننا ان کا واقعی گمان تھا۔

مغرم۔ تاوان۔ ڈنڈ کو کہتے ہیں۔

ام عندھم۔ یہ زعم بھی فرضی ہے۔ کفار اس کے قائل نہیں تھے۔ لیکن ان کے متکبرانہ طور طریق سے یہ لازم آ رہا تھا۔ اور قتادہؓ فرماتے ہیں کہ یہ کفار کے قول نتربص بہ ریب المنون کا جواب ہے۔ یعنی کیا ان کو غیب سے خبر

Marfat.com

آگئی کہ پیغمبر ان سے پہلے مر جائیں گے۔ کیا انہوں نے اس کو لکھ رکھا ہے۔

اور بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ کفار کے اس خیال کا جواب ہے کہ انا لا نبعث ولو بعثنا لم نعذب۔ البتہ پہلی صورت میں اگلا جملہ ام یریدون کیدا ان کی بات کا دوسرا جواب ہو جائے گا۔ اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ کفار صرف اس بے ہودہ بات پہ اکتفار نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی ناپاک تدبیروں میں بھی لگے رہتے ہیں۔

غیب بمعنی غائب ہے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کی رائے ہے اس پر الف لام تعریف یا عہد کا نہیں ہے۔ بلکہ غیب کی نوع مراد ہے جیسے کہا جائے۔ اشترا اللحم۔

دار الندوۃ۔ قصی بن کلاب نے مسجد حرام میں مشورہ کے لیے ایک مجلس کی بنیاد ڈالی تھی جس میں اہم امور طے ہوا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کی ہجرت سے پہلے اسی مقام پر آپ کے خلاف تدابیر پر غور و مشورہ ہوا۔

ام لھم الٰہ۔ یہ بھی انہی پندرہ مواقع میں سے جو ان آیات میں ام منقطعہ استعمال ہوا ہے۔ مفسرؒ کو توبیخ کے ساتھ انکار کے لیے بھی کہنا چاہیئے تھا۔

فاسقط۔ اس آیت کا تعلق قوم شعیب کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ سورۂ شعراء میں گزر چکا ہے۔ مفسرؒ کے لیے مناسب یہ تھا کہ سورۂ اسریٰ میں قریش کے قول او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا کو ذکر کرتے

عذابا دون ذلک بغوی نے ابن عباسؓ سے غزوۂ بدر میں کفار کی شکست کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ لیکن ابن جریرؒ، قتادہؒ، ابن عباسؓ سے عذاب قبر اس کا مصداق نقل کیا ہے اور یہی آیت تعبیر میں پیش کی۔ براء بن عازب کی رائے بھی یہی ہے۔

باعیننا۔ اعین کا مدلول اگرچہ واحد ہے۔ لیکن جمع لانا شکم مع الخیر کی رعایت کرتے ہوئے عظمت کی وجہ سے ہے اور اسباب حفاظت کی کثرت میں مبالغہ کے لیئے ہے برخلاف سورۂ طٰہٰ کی آیت و لتصنع علی عینی کے وہاں مفرد لایا گیا۔ اس سے آنحضرتؐ کی محبوبیت کی طرف اشارہ ہے اور عین بول کر لازم کا ارادہ کیا گیا ہے یعنی کسی چیز کو دیکھنا اور علمی احاطہ مراد ہے اور زیادہ حفاظت و نگرانی مقصود ہے۔

ومن اللیل فسبحہ۔ یعنی نماز مغرب و عشاء اور وسبح بحمد ربک میں تقوم سے مراد صرف سبحان اللہ ہے یا سنت فجر یا فرائض مراد ہیں۔

تشریح

بخاری میں کفار کا مقولہ ترگک شیطانک نقل کیا گیا ہے۔ جس کا حاصل آپ کو کاہن کہنا ہے۔

اسی طرح و یقولون انہ لمجنون میں آپ کو مجنون اور دوسری آیات میں ساحر، شاعر کہنا منقول ہوا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حاصل یہ ہے کہ بلاشبہ آپ نبی ہیں۔ اپنا تبلیغی کام جاری رکھئے اور ان کی بکواس پر دھیان نہ دیجئے۔ یہ اتنا نہیں سوچتے کہ کسی کاہن، دیوانہ نے آج تک ایسی اعلیٰ نصیحتیں اور حکیمانہ اصول، اس صاف، شستہ اور شائستہ طرز میں کبھی بیان کئے ہیں۔ یہ کام صرف پیغمبر ہی کا ہو سکتا ہے۔ وہ اللہ کی باتیں سناتا اور حکمت آمیز نصیحتیں کرتا ہے کیا یہ لوگ اس لیئے قبول نہیں کر رہے ہیں کہ آپ کو محض ایک شاعر سمجھتے ہیں اور اس کے منتظر ہیں کہ جس طرح بہت سے شعراء زمانہ کی گردش سے یوں ہی مر مرا کر ختم ہو گئے ہیں یہ بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ کوئی کامیاب مستقبل ان کے پاس نہیں ہے محض چند روز کی وقتی واہ واہ ہے اور بس۔

مستقبل فیصلہ کن ہوگا

آپ فرما دیجئے مستقبل کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی کرتا ہوں وقت ہی بتلائے گا کہ کون کامیاب ہوتا ہے اور کون ناکام رہتا ہے۔ یہ لوگ آپ کو مجنون کہہ کر بڑا تیر مار رہے ہیں اپنے کو بڑا عقلمند ثابت کر رہے ہیں۔ کیا ان کی عقل بھی سبق دیتی ہے کہ ایک انتہائی صادق، امین، عاقل، فرزانہ، سچے پیغمبر کو شاعر یا کاہن کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر یہ لوگ شاعروں، پیغمبروں کے کلام میں بھی تمیز نہیں کر سکتے تو کیا عقلمندی اسی کا نام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنے دلوں میں سمجھتے سب کچھ ہیں مگر بُرا ہو شرارت اور کجروی کا وہ سچائی کو قبول نہیں کرنے دیتی۔ موت کے انتظار کا مطلب یہ نہیں کہ تم مر جاؤ گے، میں نہیں مروں گا۔ کیونکہ موت سے کس کو انتظار ہو سکتا ہے۔ بلکہ آپ کے دین و طریقہ کا باقی رہنا اور ان کے طریقہ کا مٹ جانا ہے۔ ان آیات میں کفار کے تینوں اقوال کاہن، مجنون، شاعر کا رد و دو طریقہ پر رد ہو گیا۔ ایک طریق مشترک اور ایک ایک خاص۔

اللہ کے کام کی طرح اس کا کلام بھی بے مثل ہے۔

ام یقولون۔ ان کا یہ خیال ہے کہ پیغمبر جو کچھ سنا رہا ہے وہ اللہ کا کلام نہیں۔ اس نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور اللہ کی طرف منسوب کر دیا؟ سو نہ ماننے کے ہزاروں بہانے ہیں۔ ورنہ آدمی ماننا چاہے تو اتنی بات سمجھنے کے لیئے کافی ہے کہ وہ دنیا کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کر کے بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے اور جس طرح آسمان زمین بنانا کسی کے لیے ممکن نہیں۔ اسی طرح قرآن جیسا قرآن بنا لانا بھی محال ہے۔ ایک بشر کا کام ہے تو دوسرا اللہ کا کلام۔

بل لا یؤمنون تو تحقیقی جواب ہے اور فلیاتوا الخ الزامی جواب ہے اس طرح سابقہ دوسرے جوابات کی طرح یہاں بھی دوسرا جواب ہو گیا۔ اور بحدیث سے اگر مطلق کلام مراد ہے تب تو اس کی تفسیر بھی فاتوا بسورۃ من مثلہ کیساتھ ہو گی اور اگر صرف ایک مضمون اور بات مراد ہے تو زیادہ تحدی مقصود ہو گی۔ سب سے اول قرآن کے مثل کا مطالبہ ہوا۔ پھر دس سورتوں کے مثل کا۔ پھر ایک سورت کے مثل کا۔ اور یہاں ایک جملہ کے جواب کا مطالبہ ہے۔

شرک کا بہترین اور عقلی رد

ام خلقوا۔ کیا ان کے اوپر کوئی خدا نہیں جس کی بات ماننا ان کے ذمہ لازم ہو کیا بغیر کسی پیدا کرنے والے کے یہ خود بخود پیدا

Marfat.com

ہو گئے ہیں؟ یا خود اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں۔ یا یہ خیال ہے کہ آسمان و زمین اس کے بنائے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اپنی قلمرو میں جو چاہیں کرتے پھریں۔ کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ یہ سب خیالات ظاہر ہے کہ مہمل اور بیہودہ ہیں۔ دل میں یہ بھی جانتے ہیں کہ ضرور خدا موجود ہے۔ جس نے سارے عالم کو عدم سے وجود بخشا۔ تاہم اس فطری آواز اور ضمیر کے فیصلہ کے باوجود شرعاً جو علم مطلوب ہے یہ اس سے محروم ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ کو تنہا خالق اور خود اس کا محتاج ماننے کے لیے لازم ہے کہ اس کی توحید الوہیت کا اعتقاد کیا جائے۔ اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو اس کی یکتا خالقیت کا انکار کرے یا اپنے مخلوق ہونے کا منکر ہو۔ اس میں تین شقیں نکلتی ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے کو کسی خالق کا محتاج نہ جانے۔ جس کا ذکر ام خلقوا من غیر شیء میں ہے۔ دوسرے یہ کہ اپنے کو خالق کا محتاج تو سمجھے۔ مگر اپنا خالق خود کو جانے۔ جس کو ام ھم الخالقون میں فرمایا گیا۔ تیسرے یہ کہ خود کو تو محتاج سمجھے مگر اللہ کو تنہا خالق نہ سمجھے۔ بلکہ اوروں کو بھی شریک اعتقاد کرے۔ خواہ خود کو جیسا کہ ام خلقوا السموات میں ہے یا کسی دوسرے کو جس کا بیان دوسری آیات میں آیا ہے۔ مثلاً اروني ماذا خلقوا من الارض ام لھم شرك في السموات۔ چونکہ ان دونوں احتمالات کی دلیل ایک ہی ہے اس لیے ایک کے اوپر اکتفا کر لیا گیا۔ اور پہلی صورت چونکہ ظاہر تھی یعنی اپنی خالقیت کی نفی اس لیے خصوصیت سے اس کو ذکر کر دیا۔ تاکہ اس کا غلط ہونا جلدی مان لیں۔ پھر اسی دلیل سے دوسرے احتمال کا رد آسان ہو جائے گا۔

غرض اصل شقیں تین ہیں اور تینوں کا غلط ہونا چونکہ ظاہر تھا۔ اس لئے رد میں صرف استفہام انکاری پر اکتفا کر لیا۔ شق اول کا غلط ہونا تو اس طرح ہے کہ ممکن اپنے وجود کی ترجیح میں مرجح کا محتاج ضرور ہوا کرتا ہے۔ اور دوسری شق اس لیے باطل ہے کہ ایک چیز کو ایک ہی حقیقت سے علت اور معلول نہیں ہو سکتی۔ اور تیسری شق اس لیے بے بنیاد ہے کہ اول تو دلائل عقلیہ سے کئی صانع کا ہونا محال ہے۔ دوسرے خود عرب اللہ کو تنہا خالق اور خود کو محتاج مانتے تھے۔

اس لیے تفصیلاً باطل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ایک خالق ماننے سے ایک معبود کا ہونا ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس لیے آگے ان کے جہل کی طرف اشارہ ہے کہ واقع میں ایسا نہیں کہ ملزوم مذکور نہ ہو یا ملزوم واقع نہ ہوتا ہو کہ ملزوم کے وجود سے لازم کے وجود پر استدلال کرنے میں شبہ کی گنجائش ہو بلکہ ملزوم واقع بھی ہے اور ملزوم بھی ہے۔ البتہ یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے توحید کا یقین نہیں کرتے اور وہ جہالت یہی ہے کہ ملزومیت اور لازمیت میں غور نہیں کرتے۔ اس لیے دونوں میں ملازمت کا علاقہ ان کے ذہن سے مخفی ہے۔ یہی مفہوم ہے آیت بل لا یوقنون کا۔

یہاں تک تو توحید کے متعلق ان کے مزعومات کا رد ہے۔ آگے رسالت کے متعلق ان کے دوسرے مزعومات کا رد ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نبوت ورسالت عقلی نقلی دلیل کے آئینہ میں

ام عندھم خزائن ربك. یعنی کیا یہ خیال ہے کہ زمین وآسمان اگرچہ خدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ مگر ان کے خزانوں کے جن میں نبوت بھی داخل ہے ہم مالک ہیں نبوت جس کو چاہیں ہم دیں۔ دلانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مثلاً خزانہ اپنے قبضہ میں رہے اور دوسرے یہ کہ تصرف اپنا رہے۔ کہ خزانچی بھی بلا اجازت ودستخط کے کسی کو نہ دے سکے۔ یہاں دونوں صورتوں کی نفی فرمادی۔

خلاصہ یہ کہ دوسروں کی نبوت کے استحقاق پر کوئی عقلی دلیل قائم نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف پر دلائل عقلیہ قائم ہیں اس لیے محض استفہام انکاری پر اکتفا فرمایا ہے۔ آگے دلیل نقلی کی نفی فرمادی گئی ہے۔

ام لھم سلم۔ یعنی کیا یہ زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں سے ملاء اعلیٰ کی باتیں سن آتے ہیں۔ پھر جب ان کی رسائی خود خدا تک ہے تو اب کسی بشر کے اتباع کی کیا ضرورت رہی؟ پس جس کا یہ دعوے ہو وہ اپنی حجت اور سند پیش کرے۔ کیونکہ نقلی دلیل وحی آسمانی کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وحی نازل ہو۔ دوسرے صاحب وحی آسمان پر چڑھے۔ چنانچہ ان لوگوں میں دونوں طریقے نہیں ہیں۔ دوسرے طریقہ کی یہاں نفی فرمادی اور پہلے طریقہ کی نفی آیت ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شیء ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ۔ یہاں شاید اس صورت کا اس لیے ذکر نہیں کیا کہ وحی نازل ہونے کے دعوے کی اس لیے گنجائش معلوم نہیں ہوتی کہ پیغمبر پر اور خود ان پر نازل ہونے میں کوئی معتدبہ فرق نہیں ہے اور جس فرق پر ان کی نظر تھی اور وہ اسی کی رو سے لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم کہا کرتے تھے۔ اس کا جواب دیا گزر چکا ہے۔

غرض جب یہ پیغمبر پر وحی کا نازل ہونا نہیں مانتے تو گویا خود ان پر نازل ہونے کا احتمال ہی نہیں رہا۔ اس لیے یہاں پہلی شق کو ذکر نہیں کیا دوسری شق پر استفہام کیا گیا ہے کہ کیا آسمان پر چڑھ کر یہ وحی کا علم لاتے ہیں جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہو کہ نعوذ باللہ آپ مستحق نبوت نہیں ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ کوئی بالفرض یہ دعوے کرنے لگے کہ ہاں ہم چڑھے اور ہم نے سنا ہے۔

تو آگے فلیات مستمعھم الخ اس احتمال عقلی کا رد فرمایا جا رہا ہے کہ کوئی ایسی صاف دلیل پیش کرو جو قواعد استدلال کی جامع ہو جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص وحی سے مشرف ہوا ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ اپنی نبوت پر دلائل فارقہ پیش کر رہے ہیں۔ پس محض آسمان پر چڑھ کر سننے کو دلیل نہیں مانا جائے گا۔ کیونکہ اس خصوصیت کو مقصود میں دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ سننا بطور وحی کے ہوا تو دلیل بنے گا ورنہ نہیں۔

آگے پھر توحید سے متعلق ایک خاص مضمون ارشاد ہے۔

ام لہ البنات۔ یعنی کیا معاذ اللہ یہ اللہ کو اپنے سے گھٹیا سمجھتے ہیں کہ اپنے لیے بیٹے اور خدا کے لیے بیٹیاں

Marfat.com

تجزیہ کر رہے ہیں تو کیا اس کے احکام و ہدایات کے آگے سر جھکانا سر شان سمجھتے ہیں۔ اس کے ساتھ پھر رسالت سے متعلق کلام ہے۔

دعوت و تبلیغ پر معاوضہ کی فرمائش

ام تسئلھم۔ یعنی کیا یہ لوگ آپ کی بات اس لیے نہیں مان رہے ہیں کہ آپ تبلیغ و دعوت پر ان سے کوئی بھاری معاوضہ طلب کر رہے ہیں۔ جس کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں۔ واقعی اگر ایسا ہوتا تب بھی ہم یہ سمجھتے کہ واقعی یہ لوگ معذور ہیں۔ مگر جب ایسا نہیں ہے تو پھر ان کے لیے کیا بہانہ رہ گیا ہے۔

آگے قیامت کے متعلق ان کے ایک فرضی خیال کی تردید ہے جس کو دوسری آیت وما اظن الساعۃ قائمۃ و لئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنیٰ میں نقل کیا گیا ہے کہ اول تو قیامت ہو گی نہیں اور بالفرض ہوئی بھی تو ہم وہاں بھی مزہ میں رہیں گے۔

علم غیب سے کیا مراد ہے

ام عندھم الغیب۔ کیا اللہ ان کے پاس وحی بھیجتا ہے اور پیغمبروں کی طرح انہیں اپنے بھید سے مطلع کرتا ہے۔ جسے انہوں نے لکھ کر محفوظ کر لیا ہے اس لیے یہ خود کو آپ کی پیروی سے بے نیاز سمجھتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ جس بات پر اثباتاً یا نفیاً کوئی عقلی دلیل قائم نہ ہو وہ غیب محض ہے۔ اس کے اثبات یا نفی کا وہی دعویٰ کرتا ہے جس کو کسی ذریعہ سے اس غیب پر مطلع کر دیا جائے اور مطلع ہونے کے بعد پھر وہ اس کو محفوظ بھی کر لے۔ کیونکہ علم و ادراک کے باوجود محفوظ نہ رہے۔ تب بھی دعوے اور حکم بلا علم رہے گا۔ پس یہ لوگ قیامت کے انکار یا اپنے لیے وہاں کی بہتری کے دعویدار ہیں تو کیا انہیں کسی ذریعہ سے غیب کی اطلاع دیدی گئی ہے۔ جیسا کہ خود حضورؐ کو قیامت کے ہونے اور ان کے لیے بھلائی نہ ہونے کی اطلاع وحی کے ذریعہ دیدی گئی ہے اور آپ اسے محفوظ رکھ کر سب کو پہنچا رہے ہیں اور جب ان کی یہ سب باتیں بے اصل ہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ پیغمبر کے ساتھ داؤ پیچ کھیلیں، مکر و فریب اور خفیہ تدبیریں گانٹھ کر حق کو مغلوب یا نیست و نابود کر ڈالیں۔ ایسا ہے تو یاد رہے کہ یہ سب داؤ پیچ انہیں پر الٹنے والے ہیں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ حق مغلوب ہوتا ہے یا وہ نابود ہوتے ہیں۔

ام لھم الٰہ۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور حاکم اور معبود انہوں نے تجویز کر رکھے ہیں جو مصیبت پڑنے پر ان کی مدد کریں گے؟ کیا ان کی پرستش نے اللہ کی طرف سے ان کو بے نیاز بنا رکھا ہے؟ سو یاد رہے کہ یہ سب اوہام و وساوس ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک و سہیم یا مقابل و مزاحم ہو۔ پھر آگے رسالت سے متعلق کلام ہے۔

معاندین کے لئے فرمائشی معجزات کا پورا کرنا مصلحت نہیں بلکہ پورا نہ کرنا مصلحت ہے

وان یروا کسفاً من السماء۔ یعنی مشرکین جو یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم تو آپ کو اس وقت رسول جانیں جب ہم پر آسمان کا ایک

Marfat.com

ٹکڑا گرا دو۔ اوتسقط السماء کما زعمت علینا کسفا۔ سو واقعہ یہ ہے کہ بڑا ہو ضد اور عناد کا، یہ لا علاج روگ انہیں ایسا لگا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ ہر سچی بات کو جھٹلانے پر تلے رہتے ہیں۔ ان کی کیفیت تو یہ ہے کہ اگر بالفرض ان کی فرمائش کے مطابق آسمان کا ایک ٹکڑا ان پر گرا دیا جائے تو دیکھتی آنکھوں اس کی بھی کوئی نہ کوئی تاویل کر بیٹھیں گے۔ مثلاً کہہ دیں گے کہ یہ آسمان نہیں بادل کا ایک گاڑھا اور منجمد حصہ گر پڑا ہے۔ جیسے برف باری اور ژالہ باری میں کبھی کبھی ہو جایا کرتا ہے۔ ولو انا نتحنا علیھم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔ بھلا بتلاؤ ایسے متعصب معاندوں سے پالا پڑ جائے تو کیا کیا جائے؟

بات یہ ہے کہ اول تو کسی بھی دعوے پر خواہ وہ رسالت کا ہو یا کچھ اور۔ مطلق صحیح دلیل کا پیش کر دینا کافی ہوتا ہے کسی خاص دلیل کا پیش کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ نہ اس کے مطالبہ کا کسی کو حق ہوتا ہے اور نہ اس سے دعوے میں کوئی قدح لازم آتا ہے۔ تاہم اگر تبرعاً کوئی فرمائشی دلیل بھی قائم کر دی ہے تو اس کا داعیہ مصلحت ہوا کرتا ہے۔ مثلاً کوئی طالب حق فرمائش کرے تو یہ سمجھ کر کہ شاید اسی ذریعہ سے اس کو ہدایت ہو جائے گی۔ یا کوئی اور مقتدیہ مصلحت پیش نظر ہو تو فرمائشی دلیل میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن یہاں ایسی کوئی مصلحت بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی یہ طلب حق کے لئے نہیں اور نہ کوئی اور مصلحت متقاضی ہے۔ بلکہ ضد و عناد کی رو سے ہے۔ پس ایسی حالت میں ان کی رعایت کرنا ضروری نہیں رہ جاتی۔ بلکہ ایسی فرمائشوں کا پورا کرنا خلاف حکمت اور مصلحت ہے۔ پھر کیوں واقع کی جائے۔ ان کے پورا نہ کرنے سے نبوت کی نفی نہیں ہو جائے گی۔ پھر اس کی رعایت کرنا فضول ہے۔

ضدی لوگوں کا علاج اللہ کے حوالہ کرنا ہے۔

فذرھم۔ یعنی ایسے عنادیوں کے پیچھے پڑنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ چھوڑ دیجئے کہ کچھ روز اور کھیل کھیل لیں اور باتیں بنالیں۔ آخر وہ دن بھی آنا ہے جب قہر الٰہی کی کڑک بجلی سے ان کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے اور بچاؤ کی کوئی تدبیر کام نہ دے گی۔ نہ کسی طرف سے کوئی مدد پہنچے گی، نہ مخلوق کی طرف سے اس کا امکان اور نہ خالق کی طرف سے اس کا وقوع۔ اس مضمون سے آپ کی تسلی بھی مقصود ہے۔

ولکن اکثرھم لا یعلمون۔ اکثروں کو یہ خبر نہیں کہ عذاب آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ان کو سزا ہو کر رہے گی۔ شاید اکثر اس لیے فرمایا ہو کہ بعض کے لیے ایمان مقدر تھا اور چونکہ ان کی لاعلمی علم سے بدلنے والی تھی۔ اس لیے اس کو لاعلمی قرار نہیں دیا۔

واصبر اب آپ صبر و استقامت کے ساتھ اپنے رب کے تکوینی اور تشریعی حکم کا انتظار کیجئے جو عنقریب آپ کے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا اور آپ کو مخالفین کی طرف سے کچھ بھی گزند نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے زیر حفاظت ہیں۔ البتہ ان کے بگڑنے کا غم اگر دل پر ہو تو اس کا علاج یہ

Marfat.com

ہے کہ دوامی ذکر اور خاص اوقات میں نماز و ذکر کا شغل رکھئے۔ اس سے وہ غم غلط ہو جائے گا۔ کیونکہ بیک وقت دل میں دو خیال نہیں رہا کرتے۔

لطائف سلوک | واصبر لحکم ربك۔ اس سے معلوم ہوا کہ مراقبۂ حضوری۔ صبر اور سکینہ کے لیے مؤثر قوی ہے۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ ثِنْتَانِ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَالنَّجْمِ الثُّرَيَّا اِذَا هَوٰى ○ غَابَ مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ مُحَمَّدٌ
عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَنْ طَرِيْقِ الْهِدَايَةِ وَمَا غَوٰى ○ مَالَابَسَ الْغَيَّ وَهُوَ جَهْلٌ مِنْ اِعْتِقَادٍ
فَاسِدٍ وَمَا يَنْطِقُ بِمَا يَاْتِيْكُمْ بِهٖ عَنِ الْهَوٰى ○ هَوٰى نَفْسِهٖ اِنْ مَا هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ اِلَيْهِ عَلَّمَهٗ
اِيَّاهُ مَلَكٌ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○ ذُوْ مِرَّةٍ ، قُوَّةٍ وَشِدَّةٍ اَوْ مَنْظَرٍ حَسَنٍ اَيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَاسْتَوٰى ○ اِسْتَقَرَّ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○ اُفُقُ الشَّمْسِ اَيْ عِنْدَ مَطْلَعِهَا عَلٰى صُوْرَتِهِ الَّتِيْ
خُلِقَ عَلَيْهَا فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ بِحِرَاءَ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَخَرَّ مَغْشِيًّا
عَلَيْهِ وَكَانَ قَدْ سَاَلَهٗ اَنْ يُّرِيَهٗ نَفْسَهٗ عَلٰى صُوْرَتِهِ الَّتِيْ خُلِقَ عَلَيْهَا فَوَاعَدَهٗ بِحِرَاءَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صُوْرَةِ الْاٰدَمِيِّيْنَ ثُمَّ دَنَا قَرُبَ مِنْهُ فَتَدَلّٰى ○ زَادَ فِي الْقُرْبِ فَكَانَ مِنْهُ قَابَ
قَدْرِ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ مِنْ ذٰلِكَ حَتّٰى اٰفَاقَ وَسَكَنَ رَوْعُهٗ فَاَوْحٰى تَعَالٰى اِلٰى عَبْدِهٖ جِبْرِيْلَ مَا
اَوْحٰى ○ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْمُوْحٰى تَفْخِيْمًا لِشَاْنِهٖ مَاكَذَبَ بِالتَّخْفِيْفِ
وَالتَّشْدِيْدِ اَنْكَرَ الْفُؤَادُ فُؤَادُ النَّبِيِّ مَارَاٰى ○ بِبَصَرِهٖ مِنْ صُوْرَةِ جِبْرِيْلَ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ تُجَادِلُوْنَهٗ
وَتَغْلِبُوْنَهٗ عَلٰى مَايَرٰى ○ خِطَابٌ لِلْمُشْرِكِيْنَ الْمُنْكِرِيْنَ رُؤْيَةَ النَّبِيِّ لِجِبْرِيْلَ وَلَقَدْ رَاٰهُ عَلٰى صُوْرَتِهٖ
نَزْلَةً مَّرَّةً اُخْرٰى ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ لَمَّا اُسْرِيَ بِهٖ فِي السَّمٰوٰتِ وَهِيَ شَجَرَةٌ تَنْبُتُ عَنْ

marfat.com
Marfat.com

يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَا يَتَجَاوَزُهَا اَحَدٌ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَغَيْرِهِمْ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ تَاْوِيْ اِلَيْهَا
الْمَلٰٓئِكَةُ وَاَرْوَاحُ الشُّهَدَاءِ وَالْمُتَّقِيْنَ اِذْ حِيْنَ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مِنْ طَيْرٍ وَغَيْرِهٖ وَاِذْ
مَعْمُوْلَةٌ لِرَاٰهُ مَا زَاغَ الْبَصَرُ مِنَ النَّبِيِّ وَمَا طَغٰى ۝ اَيْ مَا مَالَ بَصَرُهٗ عَنْ مَرْئِيَّةِ الْمَقْصُوْدِ لَهٗ وَلَا جَاوَزَهٗ
تِلْكَ اللَّيْلَةَ لَقَدْ رَاٰى فِيْهَا مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ اَيِ الْعِظَامَ اَيْ بَعْضَهَا فَرَاٰى مِنْ عَجَائِبِ
الْمَلَكُوْتِ رَفْرَفًا اَخْضَرَ اَسَدَّ اُفُقَ السَّمَاءِ وَجِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ
وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ صِفَةُ ذَمٍّ لِلثَّالِثَةِ وَهِيَ اَصْنَامٌ مِنْ حِجَارَةٍ
كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَعْبُدُوْنَهَا وَيَزْعُمُوْنَ اَنَّهَا تَشْفَعُ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَفْعُوْلُ اَرَاَيْتُمُ الْاَوَّلُ اللّٰتَ وَ
مَا عُطِفَ عَلَيْهِ وَالثَّانِيْ مَحْذُوْفٌ وَالْمَعْنٰى اَخْبِرُوْنِيْ اِلٰهِيَّةَ هٰذِهِ الْاَصْنَامِ قُدْرَةٌ عَلٰى شَيْءٍ مَّا فَتَعْبُدُوْنَهَا
دُوْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ الْقَادِرِ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ وَلَمَّا زَعَمُوْا اَيْضًا اَنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ بَنَاتُ اللّٰهِ مَعَ كَرَاهَتِهِمُ
الْبَنَاتِ نَزَلَ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ جَائِرَةٌ مِنْ ضَازَهٗ يَضِيْزُهٗ
اِذَا ظَلَمَهٗ وَجَارَ عَلَيْهِ اِنْ هِيَ مَا الْمَذْكُوْرَاتُ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَيْ سَمَّيْتُمْ بِهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ
اَصْنَامًا تَعْبُدُوْنَهَا مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا اَيْ بِعِبَادَتِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ حُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ اِنْ مَا يَتَّبِعُوْنَ فِيْ
عِبَادَتِهَا اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ مِمَّا زَيَّنَهٗ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مِنْ اَنَّهَا تَشْفَعُ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝ عَلٰى لِسَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبُرْهَانِ الْقَاطِعِ
فَلَمْ يَرْجِعُوْا عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ اَمْ لِلْاِنْسَانِ اَيْ لِكُلِّ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ مَا تَمَنّٰى ۝ مِنْ اَنَّ الْاَصْنَامَ
تَشْفَعُ لَهُمْ لَيْسَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۝ اَيِ الدُّنْيَا فَلَا يَقَعُ فِيْهِمَا اِلَّا مَا يُرِيْدُهٗ ع ۱ ۵ ۵
تَعَالٰى وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ اَيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا اَكْثَرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ
شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَرْضٰى ۝ عَنْهُ لِقَوْلِهٖ وَلَا يَشْفَعُوْنَ

Marfat.com

اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَمَعْلُوْمٌ اَنَّهَا لَا تُوْجَدُ مِنْهُمْ اِلَّا بَعْدَ الْاِذْنِ فِيْهَا مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ
اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝ حَيْثُ قَالُوْا هُمْ بَنَاتُ اللّٰهِ
وَمَا لَهُمْ بِهٖ بِهٰذَا الْقَوْلِ مِنْ عِلْمٍ اِنْ مَا يَتَّبِعُوْنَ فِيْهِ اِلَّا الظَّنَّ ۚ الَّذِیْ تَخَيَّلُوْهُ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِیْ
مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝ اَیْ عَنِ الْعِلْمِ فِيْمَا الْمَطْلُوْبُ فِيْهِ الْعِلْمُ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا اَیِ
الْقُرْاٰنِ وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْجِهَادِ ذٰلِكَ اَیْ طَلَبُ الدُّنْيَا مَبْلَغُهُمْ
مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اَیْ نِهَايَةُ عِلْمِهِمْ اَنْ اٰثَرُوا الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ
وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝ اَیْ عَالِمٌ بِهِمَا فَيُجَازِيْهِمَا وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ اَیْ هُوَ
مَالِكٌ لِذٰلِكَ وَمِنْهُ الضَّالُّ وَالْمُهْتَدِیْ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ لِيَجْزِیَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا
بِمَا عَمِلُوْا مِنَ الشِّرْكِ وَغَيْرِهٖ وَيَجْزِیَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالتَّوْحِيْدِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الطَّاعَاتِ بِالْحُسْنٰى ۝
اَیِ الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الْمُحْسِنِيْنَ بِقَوْلِهِ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ هُوَ صِغَارُ
الذُّنُوْبِ كَالنَّظْرَةِ وَالْقُبْلَةِ وَاللَّمْسَةِ فَهُوَ اِسْتِثْنَاءٌ مُّنْقَطِعٌ وَالْمَعْنٰى لٰكِنَّ اللَّمَمَ تُغْفَرُ بِاجْتِنَابِ الْكَبَائِرِ
اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ بِذٰلِكَ وَبِقَبُوْلِ التَّوْبَةِ وَنَزَلَ فِيْمَنْ كَانَ يَقُوْلُ صَلَاتُنَا صِيَامُنَا حَجُّنَا هُوَ
اَعْلَمُ اَیْ عَالِمٌ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اَیْ خَلَقَ اَبَاكُمْ اٰدَمَ مِنَ التُّرَابِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ جَمْعُ
جَنِيْنٍ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ لَا تَمْدَحُوْهَا اَیْ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِعْجَابِ اَمَّا عَلٰى سَبِيْلِ
الْاِعْتِرَافِ بِالنِّعْمَةِ فَحَسَنٌ هُوَ اَعْلَمُ اَیْ عَالِمٌ بِمَنِ اتَّقٰى ۝

ترجمہ سورۂ نجم مکیہ ہے جس میں ۶۲۔ آیات ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔
قسم ہے (ثریا) ستارہ کی۔ جب وہ غروب (غائب) ہونے لگے یہ تمہارے صاحب (محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام
راہ ہدایت سے) نہ تو بھٹکے اور نہ غلط رستہ ہولیئے (نہ کجروی اختیار کی۔ غوایۃ کے معنی بدعقیدگی کی جہالت کے ہیں)
اور نہ آپ باتیں بناتے ہیں (وحی کے سلسلہ میں) اپنی (نفسانی) خواہش سے ان کا ارشاد تو سراسر وحی ہے۔ جو

Marfat.com

(ان پر) بھیجی گئی ہے ان کو (ایک فرشتہ) تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقت ور ہے پیدائشی قوی ہے (نہایت مضبوط یا خوبصورت یعنی جبریل علیہ السلام) پھر وہ فرشتہ اصلی صورت پر نمودار (ظاہر) ہوا اپنی حالت میں کہ وہ بلند کنارہ پر تھا (سورج کے افق یعنی اس کے نکلنے کی جگہ پر، اپنی اصلی صورت میں، آنحضرتؐ نے ان کو غارِ حرا سے دیکھا کہ مشرق سے مغرب تک سارے کنارے چھپ گئے ہیں۔ دیکھتے ہی آپ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ حالانکہ آنحضرتؐ نے ان سے فرمائش کی تھی کہ خود کو اپنی اصلی شکل پر نمایاں کریں۔ جس کا وعدہ انہوں نے مقامِ حرا پہ کر لیا تھا۔ چنانچہ جبرئیلؑ انسانی شکل میں نمودار ہوئے) پھر وہ فرشتہ نزدیک (قریب) آیا۔ پھر اور نزدیک (قریب تر) آیا، سو دو کمانوں کے برابر (مقدار) بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا (حتیٰ کہ آنحضرتؐ کو افاقہ اور سکون خاطر ہو گیا) پھر اللہ نے اپنے بندہ (جبریل) پر وحی نازل فرمائی۔ جو کچھ نازل کیا (جبریل نے آنحضرتؐ پر۔ خود اس وحی کو بیان نہیں فرمایا۔ اس کے عظیم الشان ہونے کی وجہ سے) کوئی غلطی نہیں کی (لفظ کذب تخفیف و تشدید کے ساتھ ہے یعنی انکار نہیں کیا) قلب (نبوی) نے جو کچھ دیکھا (اپنی آنکھ سے جبریل کی صورت) تو کیا ان سے تم جھگڑتے ہو (نزاع کر کے انہیں دباتے ہو) ان کی دیکھی ہوئی چیز کے متعلق (یہ خطاب ان مشرکین کو ہے جو آنحضرتؐ کے جبریل کو دیکھنے کے منکر ہیں) اور انہوں نے فرشتہ کو (اس کی اصلی شکل میں) ایک اور دفعہ بھی دیکھا ہے، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (جب کہ آنحضرتؐ شبِ اسریٰ میں آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ عرش کی داہنی جانب بیری کا درخت سرحد ہے جس سے آگے فرشتہ وغیرہ کوئی بڑھ نہیں سکتا) اس کے قریب جنت الماویٰ بھی ہے (جہاں فرشتوں اور شہداء اور متقیوں کی ارواح کا ٹھکانہ ہے) جب کہ سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں۔ جو چیزیں لپٹ رہی تھیں (چڑیاں وغیرہ اذ معمول ہے راہ کا) نگاہِ (نبی) نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی (یعنی آپ کی نظر مقصود سے نہ تو ادھر اُدھر ہوئی اور نہ مقصد سے تجاوز کیا۔ اس رات میں) انہوں نے (اس میں) اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے (یعنی بعض بڑی نشانیاں۔ چنانچہ عجائب ملکوت میں سبز رفرف دیکھا جو سارے آسمانوں کو گھیرے ہوئے تھا اور جبرئیل علیہ السلام کو جن کے چھ سو بازو تھے) بھلا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے منات کے حال میں غور کیا ہے (جو پہلے دور کے علاوہ) ایک اور بھی ہے اخریٰ ثالثہ کی صفت مذمت ہے۔ یہ پتھروں کے بت تھے جن کی مشرکین پوجا کیا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے شفارشی ہوں گے افرایتم کا مفعول اول لات اور اس کے معطوفات ہیں اور مفعول ثانی محذوف ہے۔ یعنی ذرا یہ تو بتلاؤ کہ ان بتوں کو کسی چیز پر بھی کچھ قدرت ہے کہ تم اللہ قادر کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہو۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور چونکہ اللہ کے لیے بیٹیاں بھی مانتے تھے۔ حالانکہ خود ان کو ناپسند کرتے تھے۔ اس پر نازل ہوا کہ) کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور اللہ کے لیے بیٹیاں۔ اس طرح تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی (ظالمانہ جائزہ یعنی ظلم و جور کیا) یہ نرے (مذکورہ) نام ہی نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے (بت بنا کر پوجا کرتے ہو) اللہ نے تو (ان کی عبادت کی) کوئی دلیل (حجت و برہان) بھیجی نہیں۔ یہ لوگ (اُن کی پوجا پاٹ کرنے میں) صرف بے اصل خیالات اور خواہش نفس پر چل

Marfat.com

رہے ہیں (جو شیطان نے ان کے لیے مزین کر کے پیش کئے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں سفارشی ہوں گے) حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے ہدایت آچکی ہے (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی قطعی دلیل کے ساتھ۔ پھر بھی اپنی پیچ سے باز نہیں آتے) کیا (ان میں سے ہر) انسان کو اس کی تمنا مل جاتی ہے (کہ یہ بت ان کے سفارشی ہوں گے ایسا نہیں ہے) سو خدا ہی کے اختیار میں ہے آخرت اور دنیا (لہٰذا دونوں جگہ جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا) اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں (اللہ کے ہاں ان کا کس قدر اکرام ہے) ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ جس کے لیے (اپنے بندوں میں سے) چاہیں (وہاں) اجازت دیں اور راضی ہوں (جیسا کہ آیت لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ میں فرمایا۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ اہل شفاعت کی جانب سے انہی لوگوں کے بارہ میں سفارش کی جائے گی جن کے لیے سفارش کی اجازت ہوگی۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو بیٹیوں کے نام سے پکارتے ہیں (چنانچہ انہیں بنات اللہ کہتے ہیں) حالانکہ اس (بات) کی کوئی دلیل نہیں۔ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں (جو انہوں نے گھڑ رکھے ہیں) اور یقیناً بے اصل خیالات حق کے معاملہ میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے (یعنی علمی فائدہ جہاں علم ہی مطلوب ہو) سو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت (قرآن) کا دھیان نہیں کرتا اور صرف دنیاوی زندگی ہی اس کو مقصود ہو (یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) یہی (دنیا طلبی) بس ان کے فہم کی حد ہے (یعنی ان کے علم کی آخری پرواز دنیا کو آخرت سے بڑھانا ہے) بلاشبہ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے (یعنی اللہ دونوں سے واقف ہے لہٰذا دونوں کو بدلہ ملے گا) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے (یعنی وہ سب کا مالک ہے جن میں گمراہ اور ہدایت یافتہ بھی ہیں وہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت دے دے) جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ برا کام (شرک وغیرہ) کرنے والوں کو ان کے کام کے عوض سزا دے گا۔ اور نیک کام (توحید وغیرہ) بجالانے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض جزا دے گا (جنت آگے نیک کام کرنے والوں کا بیان ہے) وہ بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں بجز معمولی باتوں کے (چھوٹے گناہوں کے جیسے نامحرم پر نظر، یا اجنبیہ سے بوس وکنار کرنا۔ الا استثناء منقطع ہے یعنی چھوٹے گناہ۔ البتہ بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے ہوئے معاف کر دیئے جاتے ہیں) بلاشبہ آپ کے پروردگار کی بخشش بڑی وسیع ہے (اس صورت میں اور توبہ قبول کرتے ہیں۔ اگلی آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو یوں کہا کرتے تھے کہ ہماری نمازیں، روزے، حج کیا ہوئے) وہ تم کو خوب جانتا ہے جب تمہیں زمین سے پیدا کیا تھا (یعنی سب کے باوا آدم کو مٹی سے بنایا) اور جب تم بچے تھے (اجنۃ۔ جمع جنین کی ہے) اپنی ماؤں کے پیٹ میں۔ اس لیے اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو (یعنی خود پسندی سے) تم خود ستائی مت کیا کرو۔ البتہ بطور شکر نعمت کے اظہار کرنا عمدہ بات ہے) وہی خوب واقف ہے کہ صاحب تقویٰ کون ہے؟

marfat.com
Marfat.com

تحقیق و ترکیب

النجم بطور تغلیب خاص ثریا مراد ہے۔ بقول ابن عباسؓ و مجاہدؒ عام آسمانی ستارے یا قرآنی نجوم ہدایت مراد ہیں۔ اور "ہوئے" سے نازل ہونا مراد ہے۔ اخفشؒ کے نزدیک درخت کی بیل مراد ہے اور ہوئے سے اس کا زمین پر گر جانا۔

ضل صاحبکم۔ ضلالت کے معنی معصیت کے ہیں۔ اور غوایت جہل مرکب کو کہتے ہیں۔ مفسرؒ نے بھی دونوں کے تغایر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ضلالت کا تعلق قول سے ہوتا ہے اور غوایت کا فعل سے۔ بقول مفسرؒ عطف خاص علی العام ہے۔

وما ینطق۔ مفسرؒ نے عام وحی مراد لی ہے خواہ قرآن ہو یا سنت۔ یہ اس سے بہتر ہے جو بعض حضرات نے خاص قرآن سے تفسیر کی ہے۔ کیونکہ اس میں وحی جلی و خفی دونوں داخل ہیں۔

ان ھو الا وحی۔ جو حضرات اس سے آنحضرتؐ کے اجتہاد کی نفی پر استدلال کرتے ہیں ان کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اول تو اس سے صرف قرآن مراد ہے اور اگر عموم بھی مراد ہو تو تب بھی معنی یہ ہوں گے کہ جب آپ کو اجتہاد کرنے کی وحی کی جاتی ہے تو وحی کے مطابق ہی آپ گفتگو فرماتے ہیں۔ پس وہ مامور اجتہاد بھی وحی ہی ہوتا ہے اور اسی اجتہاد ہی کو منشائے خداوندی سمجھا جائے گا۔ البتہ اس پر یہ شبہ رہے گا کہ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ آپ کے اجتہاد میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے۔

علمہ شدید القوی۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ مراد ہے اور فاستویٰ سے آخر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے۔ ولما اسریٰ بی الی السماء قربنی ربی حتی کان بینی وبینہ کقاب قوسین او ادنیٰ۔

ذو مرۃ۔ ابن عباسؓ سے "منظر حسن" تفسیر منقول ہے۔

فاستویٰ۔ یعنی جبریل بطور تمثیل نمایاں نہیں ہوئے۔ بلکہ اصلی شکل پر نمودار ہوئے جو آنحضرتؐ کی خصوصیت ہے۔ ورنہ عام طور پر دحیہ کلبی کی صورت میں متمثل ہوا کرتے تھے۔

فتدلی۔ دلیت الدلو الی البئر کنویں میں ڈول لٹکایا۔ دلی بمعنی نزل مجازاً زیادہ قرب مراد ہے۔ اور بعض نے کلام میں تقدیم تاخیر مانی ہے اصل عبارت اس طرح تھی۔ ثم تدلی فدنی۔

قاب قوسین۔ کمان کے تانت اور پکڑنے کی مونٹھ کے درمیانی فاصلہ کو قاب قوسین کہا جاتا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ یہ "قاب قوس" کا اُلٹا ہے۔ عرب جاہلیت میں جب دو آدمی باہمی معاہدہ کرتے تو اپنی اپنی کمانوں کو ملا کر قرب کا عہد کرتے اور پھر ایک ساتھ مل کر تیر چھوڑتے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں کی خوشی ناخوشی ایک ہو گئی۔ یہاں بطور محاورہ انتہائی قرب مراد ہے۔

ما اوحی۔ اللہ و رسول کا یہ کلام راز دارانہ ہوا۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا حضورؐ کو یہ ارشاد مراد ہے کہ آپ کو اور آپ کی امت کو جب تک جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا پہلے انبیاءؑ اور امتوں کو بھی داخل

Marfat.com

نہیں کیا جائے گا۔

ماکذب الفواد ما رای۔ یعنی ہمہ تن دل و دماغ سے متوجہ ہو کر آپ نے معائنہ فرمایا۔

مایغشیٰ۔ بعض نے سونے کی چڑیاں اور سدیؒ نے پرندے اور مقاتلؒ نے فرشتے غربال کی شکل میں اور حسنؒ نے انوار الٰہی مراد لیے ہیں۔

ما زاغ البصر۔ اس سے اللہ کی ظاہری تجلی پر استدلال کیا گیا ہے۔ ورنہ اگر قلبی معائنہ مراد ہوتا تو "ما زاغ قلبہ" فرمایا جاتا۔ پھر قلبی مشاہدہ کا یہاں کوئی قرینہ بھی نہیں ہے۔

الکبریٰ۔ مفسرؒ نے لفظ عظام سے اشارہ کیا ہے کہ یہاں اسم تفضیل مراد نہیں ہے۔ البتہ بطور کلی مشکک بڑائی کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور من تبعیضیہ ہے جس سے بعض نشانیاں مراد ہیں جن میں سے رف رف بھی ہے۔ جس طرح زمین سے آسمان پر لے جانے کے لیے براق ایک سواری تھی اسی طرح سدرۃ المنتہیٰ سے آگے لے جانے کے لیے سبز رف رف بطور خادم ساتھ ہوا۔ یہ اسم جمع ہے اس کا واحد رفرفہ ہے یا اسم جنس ہے۔ بہترین قالین، غالیچہ، تکیہ، خاص قسم کا گدا۔ نمارق، فارق سب کو رف رف کہتے ہیں اور بعض کی رائے میں خیمہ کے اطراف اور کناروں کو "رفارف" کہتے ہیں۔

افرأیتم۔ استفہام انکاری ہے بت پرستی کرنے پر مشرکین کو سرزنش کی جا رہی ہے۔

ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ۔ یعنی یہ بت تیسرے درجہ کا ہے۔ بعض کی رائے میں یہ کعبہ میں نصب تھا۔ اور بعض کے نزدیک طائف میں ثقیف کے یہاں تھا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اس نام کا ایک شخص ایک پتھر پر بیٹھ کر حاجیوں کو کھانا کھلاتا اور ستو پلاتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس پتھر ہی کی پوجا شروع کر دی۔

افرأیتم کا مفعول ثانی مشہور تو یہ ہے کہ اخبرونی ھذہ الاصنام بنات اللہ ہے۔ علامہ طیبیؒ کی رائے ہے کہ مشرکین فرشتوں کو بت اور خدا کی بیٹیاں مانتے تھے۔ لیکن مفسرؒ کے نزدیک چونکہ ثابت نہیں۔ اس لیے انہوں نے تقدیر عبارت اور مانی ہے۔

ضیزیٰ۔ فعلیٰ کے وزن پر ہے۔ کیونکہ فعلیٰ کا وزن صفت کے لیے نہیں آتا۔ اس لیے ضاد پر کسرہ آگیا یا کی وجہ سے جیسے کہ بیض میں ہے۔ ضائزہ۔ ضازہ کی طرح ہے۔

سمیتموھا۔ یہاں یہ شبہ ہے کہ اسماء کا نام نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ مسمیٰ کا نام رکھا جاتا ہے۔ پھر یہاں کیسے سمیتموھا فرمایا گیا۔ مفسرؒ جواب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ کلام حذف والیصال کے قبیل سے ہے اور مفعول اول اصنامًا محذوف ہے۔

وما تھوی الانفس۔ ما موصولہ ہے یا مصدریہ۔ اور ظن پر عطف کرتے ہوئے یہ منصوب المحل ہے۔

ولقد جاءھم۔ جملہ معترضہ ہے یا تتبعون کی ضمیر فاعل سے حال ہے اور اس سے مقصود تاکید ہے کفار کی بدحالی کی اور انکل پچو باتوں کی پیروی کے لغو ہونے کی۔

marfat.com
Marfat.com

ام للانسان۔ ام منقطعہ ہے اور استفہام انکاری ہے۔ یہاں انسان سے مراد کافر ہے اور تمنا سے مقصود آخرت میں بتوں کی سفارش ع ماکل ما یتمنی المرء یدرکہ۔

فللہ الاٰخرۃ۔ پچھلے بیان کے لئے یہ بمنزلہ دلیل کے ہے کہ اللہ اسی کو عطا فرماتا ہے جو اسی کا ہو رہتا ہے اور جس کو جتنا چاہتا ہے دیتا ہے۔

وما اکثر ملک۔ جملہ تعجیبہ ہے یعنی اللہ کے یہاں کتنے مکرم ہیں۔ مگر پھر بھی بغیر ان کی مرضی کے کوئی دم بھی نہیں مار سکتا۔

من عبادہ۔ اس سے مشفوع لہٗ انسان مراد ہیں یا شفیع فرشتے۔

لایؤمنون بالاٰخرۃ۔ اگرچہ آیت ھٰؤلاء شفعاءنا عند اللہ سے کفار کا آخرت تسلیم کرنا معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ آیت ما اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنیٰ سے ان کے نزدیک غیر یقینی ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ اس لیے یہاں ان کو منکر آخرت فرمایا گیا ہے۔ رہا بتوں کو سفارشی ماننا وہ محض احتمالی تھا۔ یا یوں کہا جائے کہ آخرت اگرچہ مانتے تھے مگر پیغمبروں کے فرمانے کے مطابق نہیں۔ بلکہ خود ساختہ اس لیے ان کو منکر ہی مانا گیا۔

تسمیۃ الانثیٰ۔ ملائکہ میں تائے تانیث سمجھتے ہوئے۔ نیز فسجدت الملائکۃ میں بھی فعل مؤنث ہے اس سے وہ فرشتوں کو بنات اللہ کہتے ہیں۔

من الحق شیئاً۔ یعنی گمان سے علم قطعی حاصل نہیں ہوتا جو مطلوب ہے۔ عقائد و اصول میں جو احکام فرعیہ کی بنیاد ہیں مفسرؒ نے عن العلم تمکماً کہہ دیا ہے۔

مبلغھم من العلم۔ چنانچہ دعائے ماثور ہے۔ اللّٰھم لا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا۔ یہ جملہ معترضہ ہے جس سے ان کی حضور ہمت مقصود ہے۔

ان ربک۔ یہ جملہ فاعرض عن تولی کی دلیل ہے۔

وللہ ما فی السمٰوٰت۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے۔ کہ لیجزی الذین الخ وللہ ما فی السمٰوٰت الخ کی علت ہے اور بعض نے اس کو ما قبل کے مضمون تخلیق عالم کی علت کہا ہے اور بعض نے ھو اعلم بمن ضل کی علت قرار دیا ہے۔

بالحسنیٰ۔ یہ صفت ہے موصوف مثوبۃ۔ یعنی جنت ہے اس صورت میں با صلہ کی ہوگی اور یا اعمال حسنہ مراد ہیں۔ اس وقت با سببیہ ہوگی۔

الذین یجتنبون۔ یہ منصوب ہے الذین احسنوا کی صفت ہونے کی وجہ سے یا اعنی یا امدح مقدر ہے۔

کبائر الاثم۔ گناہ کبیرہ کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جس پر وعید یا حد آئے۔

Marfat.com

حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قیل یا رسول اللہ وما ھن قال الشرک باللہ وھو اکبر الکبائر والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربوا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات کی رو سے بعض حضرات نے سات گناہ کبیرہ فرمائے ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک جن پر وعید یا لعنت آئی ہے۔ اور بعض کے نزدیک جن پر جہنم کی وعید بیان کی گئی ہے۔ سب سے بہتر تعریف قرطبی نے کی ہے کہ جس گناہ کو قرآن یا حدیث یا اجماع میں کبیرہ کہا گیا ہو یا اس پر شدت عذاب یا شدت انکیر یا حد آئی ہو وہ کبیرہ ہے۔

ابن عطار کہتے ہیں کہ اللہ کے فضل پر نظر کی جائے تو کوئی گناہ کبیرہ نہیں اور اس کے عدول پر نظر کی جائے تو کوئی صغیرہ نہیں رہتا۔

اور حلیمی فرماتے ہیں کہ ہر گناہ کبیرہ بھی ہے اور صغیرہ بھی۔ نیز صغیرہ گناہ کبیرہ اور کبیرہ گناہ فاحشہ بن سکتا ہے۔ بجز شرک کے کہ وہ تو اکبر الفواحش ہے۔ اس میں صغیرہ ہونے کی گنجائش نہیں۔ البتہ اس میں فاحش اور افحش کے مراتب نکل سکتے ہیں اور بعض حضرات نے صغیرہ اور کبیرہ کو اضافی مانا ہے۔ ہر گناہ بڑے گناہ کے اعتبار سے صغیرہ ہے اور چھوٹے گناہ کے لحاظ سے کبیرہ ہے۔ اور عشاق کا مذاق یہ ہے کہ اللہ کے بغیر سانس لینا بھی کفر ہے۔ حدیث بالا میں سات کا عدد تخصیص کے لیے نہیں بلکہ تکثیر کے لیے ہے۔ اور فواحش گندے گناہوں کو کہتے ہیں۔

لمم۔ معمولی قصور از کوتاہی۔ لمم دراصل چھوٹی اور حقیر چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ اللمم والمس معمولی جنون کو کہتے ہیں الم بالمکان کسی جگہ کم ٹھہرنا الم بالطعام تھوڑا سا کھانا۔ ابو العباسؒ کہتے ہیں۔ کہ کسی کام کو محض چھونا "الم بکذ" کسی چیز کے نزدیک گیا مگر اس کو کیا نہیں۔ ازہریؒ کہتے ہیں کہ اہل عرب الممام کہتے ہیں خوب ہونے کو۔

مصباح میں ہے کہ لمم گناہ کے قریب ہونے کو کہتے ہیں۔ بعض نے صغیرہ گناہ کے معنی لیے ہیں۔ جب کہ اصرار نہ ہو۔ جیسا کہ مفسرؒ نے کچھ مثالیں بیان کی ہیں۔ اس صورت میں استثناء منقطع ہوگا۔ لیکن بعض نے لمم گناہ کبیرہ کہا ہے۔ ای یجتنبون من الکبائر کلھا الا القلیل منھا مرۃ او مرتین بلا اصرار۔ اس وقت استثناء فصل ہو جائے گا کبائر کے اجتناب کے ساتھ صغائر معاف ہو جانا چونکہ معتزلی کی رائے ہے۔ اس لئے مفسرؒ کی عبارت لکن اللمم تغفر باجتناب الکبائر میں آکر مصاحبت کے لیے لیا جائے گا۔ تاکہ اہل سنت کے مطابق عبارت ہو جائے۔

ان ربک واسع المغفرۃ۔ یہ جملہ اللمم کی علت ہے یعنی صغائر اگرچہ گناہ ہیں اور قابل مؤاخذہ ہیں مگر رحمت کی وجہ سے ان پر دار و گیر نہیں ہوگی اور کبائر جس طرح توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ وہ چاہے تو بلا توبہ بھی معاف ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ اہلسنت فرماتے ہیں۔

اذ انتم اجنۃ۔ اس کا عطف "اذ انشاکم" پر ہے یعنی عجب و خود بینی میں مبتلا مت ہو کہ ہم اول سے آخر

Marfat.com

تک تم سے واقف ہیں بلکہ تحدیث نعمت کی اجازت بلکہ مستحسن ہے۔

فلا تزکوا۔ نفس چونکہ خسیس ہوتا ہے اس لیے اپنی تعریف کرنے اور دوسروں کی تعریف سننے سے بھول جاتا ہے جو ہلاکت کا سامان ہے۔ مضم نفس اور تواضع ضروری ہے۔ البتہ نیکی پر طبعی مسرت وہ طاعت ہے۔

من اتقی۔ حقیقۃً تقویٰ اللہ کو معلوم ہے اور وہ قابل قدر ہے لیکن ریا، نمود باعث ہلاکت ہے۔

روایات روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ المنتہیٰ جاءہ الرفرف فتناولہ من جبرئیل وطار بہ الی العرش حتی وقف بہ بین یدی ربہ ثم لما حان الانصراف تناولہ فطار بہ حتی اداہ الی جبریل۔ الا اللمم عن ابی ہریرۃ ان اللمم ھی النظرۃ والقبلۃ والغمزۃ والمباشرۃ، فاذا مس الختان الختان فقد وجب الغسل وھو الزنا۔

ربط آیات پچھلی سورت میں توحید، رسالت، قیامت و معجزات کے مضامین تھے۔ اس صورت میں بھی یہی مضامین ہیں۔ چنانچہ شروع سورت، رسالت سے ہو رہی ہے۔ پھر آیت افرأیتم اللات سے توحید کا بیان ہو رہا ہے۔

تشریح

والنجم۔ یعنی جس طرح ستارہ طلوع سے لے کر غروب تک تمام تر مسافت میں اپنی باقاعدہ اور مقررہ رفتار سے بال برابر ادھر اُدھر نہیں ہوتا۔ اسی طرح آپ بھی ساری عمر راہِ مستقیم پر رہے۔ ذرا بھی کجی نہیں کی۔ غروب سے لے کر طلوع تک بھی ستارہ کی اگرچہ یہی راست رفتاری رہتی ہے مگر نظر نہیں آتا۔ لیکن طلوع سے غروب تک کیفیت مشاہد و محسوس رہتی ہے۔

نیز اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح ستارہ سے رہنمائی ہوتی ہے اسی طرح آپ بھی منبع ہدایت ہیں اور چونکہ آسمان کے وسط میں ستارہ کی سمت کا اندازہ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے رہنمائی مشکل ہے اس لیے کنارہ کی تخصیص کی اور کنارہ میں مغربی کنارے کی تخصیص کی کیونکہ مشرقی کنارہ کی نسبت مغربی کنارہ میں قرب نمایاں ہوتا ہے۔ نیز غروب کے وقت کو طالبانِ رہنمائی غنیمت سمجھتے ہیں کہ ذرا چوک ہوگئی تو رہنمائی سے محروم ہو جائیں گے برخلاف طلوع کے اس میں ایک گونہ بے فکری رہتی ہے گویا اس میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرتؐ کا دم غنیمت سمجھو اور دولت ہدایت لوٹ لو ورنہ پچھتاؤ گے۔

انبیاء کرام نجومِ ہدایت اور آنحضرتؐ آفتابِ ہدایت ہیں

انبیاء علیہم السلام آسمان نبوت کے درخشاں ستارے ہیں جن کی روشنی سے دنیا کی رہنمائی ہوتی رہی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہونے کے بعد آفتاب عالمتاب طلوع ہوتا ہے۔ ایسے ہی تمام کے تشریف لے جانے کے

Marfat.com

بعد آفتاب محمدیؐ مطلع عرب سے جلوہ گر اور ضوفگن ہوا ہے۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اس میں کسی طرح کے تزلزل اور اختلال کی گنجائش نہیں۔ تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا نظام کس قدر محکم و مضبوط ہونا چاہیئے۔ جن سے ایک عالم کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے۔

وما ینطق۔ ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو نفسانی خواہش پر مبنی ہو۔ بلکہ دین کے سلسلہ میں جو کچھ بھی آپ ارشاد فرماتے ہیں خواہ وہ قرآن کی صورت میں یا حدیث کے رنگ میں سب اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اور جب آپ کے کلام کا یہ حال ہے تو آپ کا کام کیسے مرضیٔ حق کے خلاف ہو سکتا ہے۔ یہ تو اس کا حال ہے جس پر وحی آتی ہے اور وحی بھیجنے والا اللہ ہے۔ اس کی قوت و عظمت کا تو کیا ہی پوچھنا۔ جب کہ وحی لانے والا فرشتہ جس کے ذریعہ سے یہ پیغام آپ تک پہنچتا ہے۔ وہ بھی انتہائی طاقت ور، زور آور، حسین و جمیل فرشتہ جبرئیل امین ہیں۔ جن کی نسبت، سورۂ تکویر میں انہ لقول رسول کریمؐ فرمایا گیا ہے۔

ایک روایت میں خود جبرئیل نے اپنی طاقت کے متعلق فرمایا کہ میں نے قوم لوط کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر آسمان کے قریب تک اٹھا کر پٹک دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ کلام شیطان کے ذریعہ نہیں آیا۔ کہ آپ کے کاہن ہونے کا احتمال ہو اور وہ فرشتہ بھی ایسا کمزور نہیں کہ راستہ میں شیطانی تصرف کا امکان ہو۔ شیطان کی کیا مجال کہ اس کے قریب بھی بھٹک سکے۔

پھر وحی آنے کے بعد انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون میں مکمل حفاظت کا خدائی وعدہ کیا گیا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

رہا یہ شبہ کہ جب آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ کو دیکھا ہی نہیں، ان سے شناسائی نہیں تو یہ کیسے یقین کر لیا کہ جبرئیلؑ ہی ہیں۔ ممکن ہے کوئی دوسری چیز ان کے روپ میں آ گئی ہو؟ اس شبہ کو بھی صاف کر دیا کہ اول تو جبرئیلؑ کو بارہا انسانی خاص شکل میں دیکھا اور اس مخصوص صورت میں تشخصات اصلیہ اور عارضہ کو علم ضروری کے اعتبار سے آپ کے لیے ممتاز اور الگ الگ کر دیا گیا۔ پھر دو مرتبہ نہایت واضح طور پر ان کی اصلی شکل و صورت میں بھی مشاہدہ کر لیا۔ اس لیے تلبیس کا کوئی شائبہ ہی نہیں رہا۔

ایک روایت کے مطابق اکثروں نے مشرقی افق سے جبرئیلؑ کا نمودار ہونا بیان کیا ہے جدھر سے صبح صادق طلوع ہوتی ہے۔ جبرئیلؑ اپنی اصلی شکل میں کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ اس وقت آسمان ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک ان کے وجود سے بھرا نظر آیا۔ یہ غیر معمولی اور مہیب منظر چونکہ پہلی مرتبہ آپ نے ابتداء وحی میں دیکھا تھا۔ دیکھ کر گھبرائے اور بے ہوش ہو گئے۔ یہاں جبرئیلی جلوہ نہ بالکل آسمان کے کنارے پہ ہوا اور نہ درمیان

marfat.com
Marfat.com

میں۔ بلکہ کنارہ سے قدرے اوپر کو ہوا۔ تاکہ بسہولت آپ ملاحظہ فرما سکیں۔ آپ کی تسکین کے لیے پھر جبریلؑ انسانی شکل میں آپ سے اتنے قریب ہوئے کہ دو ہاتھ یا دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ اس وقت سورۂ مدثر یا کچھ اور احکام نازل ہوئے۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ میں او شک کے لیے نہیں۔ بلکہ اس قسم کی ترکیب پوری تاکید اور مبالغہ کے ساتھ نفی کے لیے ہوا کرتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ تعیین کرکے یہ بتلانا مقصود نہیں کہ "قوسین" کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم۔ بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ بس اس سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ یا یوں کہا جائے کہ "قوسین" سے تو دونوں میں صورۃً قرب و اتفاق کو بتلانا ہے مگر یہاں چونکہ روحانی اور قلبی قرب و اتفاق بھی تھا۔ اس لیے "او ادنیٰ" بڑھا کر یہ ظاہر کر دیا کہ اتفاقی صوری کے ساتھ روحانی قربت بھی تھی۔ جس سے معرفت تامہ حاصل ہوگئی اور صورت ذہن میں محفوظ ہو کر تشخصاتِ اصلیہ و عارضیہ کے درمیان امتیاز کا باعث بن گئی۔

آنحضرتؐ نے جبریلؑ کو مکمل طور پر شناخت کر لیا۔

فاوحیٰ الیٰ عبدہ۔ اس وقت کیا وحی ہوئی؟ نہ تو اس کی تعیین و تخصیص معلوم اور نہ معلوم ہونے کی حاجت ہے ممکن ہے جبرئیلؑ کی معرفت سے متعلق ہی کچھ وحی ہوا۔ اگرچہ یہاں مقصود جبرئیلؑ کی اصل شکل کا دکھلانا تھا۔ تاہم اس حالت میں بھی وحی کرنے سے مقصود جبریلؑ ہی کی معرفت مکمل کرنا ہوگا۔ تاکہ اصلی اور نقلی دونوں طرح جبریل کا بھی مکمل تعارف ہو جائے اور وحی کی بھی پورے طور پر شناخت ہو جائے اور تعیین میں قطعیت آجائے۔ کسی طرح کا التباس نہ رہے اور سمجھ لیا جائے کہ دونوں صورتوں میں وحی حقیقتِ واحدہ ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کی آواز، طرزِ کلام، لب و لہجہ سے کوئی واقف ہو تو آواز بدلنے پر بھی صاف پہچان لیا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہے۔ اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہوتا۔

آنحضرتؐ نے آنکھ اور دل دونوں سے جبریلؑ کو پہچان لیا۔

ما کذب الفواد۔ یعنی آپ نے جبریلؑ کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور دل نے اندر سے کہا کہ اس وقت آنکھ ٹھیک ٹھیک جبریل ہی کو دیکھ رہی ہے کوئی غلطی نہیں کر رہی کہ کچھ کا کچھ نظر آگیا ہو۔ ایسا کہنے میں آپ کا دل سچا تھا۔ حق تعالیٰ اسی طرح پیغمبروں کے دلوں میں فرشتہ کی معرفت ڈال دیتے ہیں ورنہ رسول کو خود اطمینان نہ ہو تو دوسروں کو کہاں اطمینان نصیب ہو سکتا ہے۔

در اصل یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ اصلی صورت کا دیکھنا جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور جو مدار ہے معرفت تامہ کا وہ مطلق دیکھنا نہیں ہے بلکہ صحیح دیکھنا ہے اور اس کا دارومدار مدرکِ اصلی یعنی دل کے خطا سے محفوظ رہنے پر ہے۔ ورنہ اگر قلبی ادراک میں غلطی ہے تو جو اس قلب یعنی حواس میں بھی غلطی ہوگی۔ چنانچہ مجنون کے

Marfat.com

احساسات اگرچہ صحیح ہوتے ہیں۔ مگر بعض اوقات پہچانے ہوئے لوگوں کو دوسرا شخص بتلانے لگتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اصل ادراک کرنے والا دل ہوتا ہے۔ اس کی صحت اور غلطی کا اثر حواس پر پڑتا ہے۔

اس آیت میں اسی کا ازالہ فرمایا گیا ہے۔ رہا یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ قلب نے ادراک میں کوئی غلطی نہیں کی سو یہ احتمال بلا دلیل ہے۔ اسی طرح کے احتمالات تو ہر چیز میں نکل سکتے ہیں۔ ان کی طرف التفات کیا جائے تو حواس سے اعتماد اور امان ہی اُٹھ جائے۔ جس احتمال کا کوئی معتدبہ منشاء ہو اس کا البتہ اعتبار کیا جاتا ہے۔ مثلاً خطائے قلبی کے احتمال کا یہ منشاء ہونا چاہیئے کہ ادراک کرنے والا فاتر العقل ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح العقل، ذہین، ذکی، صاحب فراست ہونا مخالفین کے نزدیک بھی مسلم تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنی ضد اور عناد کی وجہ سے خلاف وجدال سے باز نہ آتے تھے۔

ہٹ دھرمی کی حد ہو گئی

اس لیے آگے افتمرونہ علی مایریٰ فرماتے ہیں یعنی ادراک وعلم کے سلسلہ میں حسیات سب سے زیادہ خطا سے پاک ہوتے ہیں مگر غضب ہے کہ تم حسیات میں بھی اختلاف کرتے ہو۔ حالانکہ ان میں احتمالات خطا کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ ورنہ یوں تو تمہارے حسیات میں بھی ہزاروں خدشے نکل سکتے ہیں۔

اور اگر یہ مہمل خدشہ ہو کہ کسی چیز کو پہلی مرتبہ دیکھنے سے پہچان کیسے ہو۔ البتہ بار بار اس چیز کو دیکھنے سے بلاشبہ یہ پہچان ہو جاتی ہے کہ وہی پہلی مرتبہ دیکھی ہوئی چیز ہے؟ مگر اول تو یہ بات یوں غلط ہے کہ بعض دفعہ کسی چیز کا پورا پتہ معلوم ہو جانے سے پہلی ہی بار فوراً پہچان ہو جاتی ہے۔ دوسرے پہلی بار میں شناخت ہو جانے کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کے بتلانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ خود بخود سمجھ جائے۔ جیسا کہ دوسری تیسری بار دیکھنے میں کسی کے بتلانے کی حاجت نہیں رہ جاتی۔ بلکہ معرفت حاصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی سچے کے بتلانے کی ضرورت پیش نہ آئے یا قرائن وعلامات جمع ہو جانے سے اس کا علم ہو جائے اور اس کی صورت ذہن نشین ہو جائے کہ دوبارہ دیکھتے ہی پہچان لیں۔

پس ممکن ہے کہ بطور علم ضروری یا استدلالی کے جن مقدمات کی تعیین ہم نہیں کر سکتے یا کئی دفعہ غیر اصلی شکل پر دیکھنے اور تشخصات اصلیہ ذہن میں محفوظ رہنے کی وجہ سے جبریل کا پورا پتہ آپ کو معلوم ہو گیا ہو اور اس سے آپ پہچان گئے ہوں۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت اللہ کے بتلانے سے آپ کو یقین ہو گیا ہو۔ غرض ان دو وجہ سے یہ خدشہ غلط ہے۔ اور تیسرے یہ کہ بطور تنزل اگر شناخت کے لیے بار بار دیکھنے ہی کی ضرورت ہو تو آگے ارشاد ہے۔

ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ ۔ اب تو وہ وہم بھی دور ہو گیا۔ یہ دوبارہ اصلی شکل پر جبریل کو دیکھنا شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ پر ہوا۔ سدرہ کہتے ہیں بیری کو اور منتہیٰ کے معنی آخری حد کے ہیں۔ احادیث میں ہے کہ چھٹے ساتویں آسمان پر یہ ایک بیری کا درخت ہے۔ اس کی مثال مرکزی ڈاک خانہ کی سی ہے کہ عالم بالا کے تمام

Marfat.com

احکام پہلے وہاں اترتے ہیں پھر نیچے آتے ہیں۔ اسی طرح نیچے کے تمام اعمال پہلے وہاں پہنچتے ہیں پھر اوپر چڑھتے ہیں۔ جس طرح جنت کے انگور انار وغیرہ کو دنیا کے پھلوں اور میووں پر قیاس نہیں کر سکتے۔ محض لفظی اشتراک ہے۔ اسی طرح اس بیری کے درخت کو بھی یہاں کی بیریوں پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ بیری کس طرح کی ہوگی اور چونکہ یہ مقام جبریلؑ اور تمام فرشتوں کا مرکز اصلی ہے اور ہر چیز اپنے مستقر پر رہ کر حقیقی شکل میں معلوم ہوا کرتی ہے اس لیے حضرت جبریلؑ کو یہاں دکھلانے کا مقصد ان کی حقیقی شکل و صورت کا امتیاز ہوگا۔ اور سدرۃ المنتہیٰ پر انوار و تجلیات الٰہی کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ فرشتوں کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر پتے پر ایک فرشتہ نظر آتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق فرشتوں کی درخواست پر حضورؐ کی زیارت کے لیے ان کو اجازت ملی تھی۔

اور بعض روایات میں ہے کہ نہایت خوشرنگ سنہری پرندے تھے کہ جن کے دیکھنے سے دل کھنچ جائے۔ درخت کی بہار، رونق اور اس کا حسن و جمال ناقابل بیان تھا۔ ان الفاظ میں بھی معرفت جبریلؑ کی تاکید مقصود ہے۔

چند شبہات کا ازالہ

اب ایک احتمال یہ رہ جاتا ہے کہ ایسی حیرت انگیز چیزیں دیکھ کر نگاہ چکا جاتی ہے۔ پورے طور پر ادراک نہیں ہوتا۔ پھر ایسی حالت میں جبریلؑ کی صورت کا کماحقہٗ ادراک کیا ہوا ہوگا۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لیے ما زاغ البصر و ما طغیٰ فرمایا گیا۔ ان دونوں لفظوں میں آپ کے انتہائی استقلال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کسی عجیب چیز کے دیکھنے پر انسان دو ہی طرح کی حرکتیں کیا کرتا ہے کہ جن چیزوں کے دیکھنے کو کہا جاتا ہے بعض دفعہ ان کو تو دیکھتا نہیں اور جن کو دیکھنے کے لیے نہیں کہا جاتا ہے ان کو تکتا رہتا ہے جس کی وجہ سے پورا انضباط نہیں رہتا۔

آگے لقد رأی من آیات ربہ الکبریٰ میں اسی استقلال و انضباط کی تاکید فرمائی گئی ہے غرض جبریلؑ کو دیکھنے سے متعلق تمام شبہات کا شافی ازالہ کر دیا گیا ہے جو مقصود عام تھا۔

اب صرف ایک بات رہ جاتی ہے کہ یہ تمام تر گفتگو اس وقت مفید ہے جب کوئی دیکھنے کے دعویٰ کو مان لے لیکن اس کی کیا دلیل ہے کہ آپ نے جبریلؑ ہی کو دیکھا ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس کی دلیل آپ کے خوارق و معجزات ہیں جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے ان معجزات سے آنحضرتؐ کے سچے ہونے کا پورا یقین ہوگیا۔ ورنہ یوں تو ہر دیکھنے والے کے متعلق اس طرح کے خدشات و احتمالات نکالے جا سکتے ہیں۔

رہ گئی یہ بات کہ اپنی اصل صورت کے علاوہ دوسری شکلوں میں جبریلؑ کو دیکھ کر کیسے پہچان لیتے تھے؟

جواب یہ ہے کہ اصلی صورت دیکھنے سے پہلے تو آپ کو ایک خاص طریقہ سے پہچان تھی۔ جیسا کہ ابھی ذکر ہوا۔ لیکن اصلی صورت دیکھنے کے بعد تو آپ کو اور بھی زیادہ پہچان ہوگئی تھی جیسے کسی شخص کی حقیقت جاننے کے بعد مختلف لباسوں میں اس کا پہچاننا مشکل نہیں رہتا۔ رہا یہ کہ جب آپ پہلی بار بیہوش ہوگئے تھے۔ اس وقت آپ کو حیرت ہوگئی۔ پس جس شبہ کے جواب میں مازاغ فرمایا گیا تھا وہی پھر دیکھنے پر ہو جائے گا؟

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ مطلق مغلوبیت دیکھنے میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ بلکہ جو مغلوبیت دیکھنے سے پہلے ہو وہ رکاوٹ بنتی ہے لیکن جو دیکھنے کے بعد ہوتی ہے وہ رکاوٹ نہیں بنا کرتی۔ جیسے کوئی قوی نظر سورج کو دیر تک دیکھے تو گو اس کے بعد آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ مگر چونکہ نظر کے خیرہ ہونے سے پہلے وہ سورج کو خوب دیکھ چکا ہے اس لیے سورج کی پہچان میں اسے کوئی اشکال نہیں ہوگا۔ پس ممکن ہے آپ کی بیہوشی اس شناخت کے بعد ہوئی ہو۔ برخلاف موسےٰ علیہ السلام کے جلوہ ربانی سے بیہوش ہونے کے صرف بلحاظ ذات کے مؤخر تھی زمانہ دونوں کا ایک ہی تھا۔ پس وہاں سے بیہوش ہونے کے وقت تجلی کا ادراک نہیں ہوا۔

کوئی حد ہے اُن کے عُروج کی؟

اور ابن عباسؓ وغیرہ کے قول کے مطابق جمالِ الٰہی کا مشاہدہ اور حق تعالیٰ کا دیدار بھی اس آیت کے ابہام میں داخل ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے جو ابن عباسؓ کے اخص اصحاب میں سے ہیں۔ یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ کان اغصان السدرة لولوءً او یاقوتاً وزبرجداً فراٰها محمد صلی اللہ علیہ وسلم ورای ربہ بقلبہ اور چونکہ یہ دیدار صرف دل نے نہیں بلکہ دل اور آنکھوں دونوں سے تھا۔ جیسا کہ ما زاغ البصر وما طغیٰ سے ظاہر ہے۔ اس لیے شاید ابن عباسؓ نے طبرانی کی بعض روایات میں فرمایا کہ راٰہ مرتین مرة بقلبہ ومرة ببصرہ یہاں دو مرتبہ دیکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ ایک وقت میں دو طرح دیکھا ظاہری آنکھ سے بھی اور دل کی آنکھوں سے بھی۔

دیدارِ الٰہی اور تجلّیاتِ ربّانی

تاہم آیت لاتدرکہ الابصار میں جس دیکھنے کا انکار کیا گیا ہے یہاں وہ مراد نہیں۔ کیونکہ اس سے ایک خاص قسم سے دیکھنے کا انکار کرنا مقصود ہے یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ اس سے مطلق دیکھنے کا انکار مقصود نہیں ہے۔

علاوہ ازیں جب ابن عباسؓ سے اس آیت کے متعلق اشکال کیا گیا تو فرمایا۔ ویحك ذاك اذا تجلی بنورہ الذی ھو نورہ جس سے معلوم ہوا کہ تجلیاتِ الٰہی میں فرق ہوتا ہے۔ بعض آنکھوں سے نظر آجاتی ہیں اور بعض نہیں اور فی الجملہ دیکھنا دونوں کو کہا جائے گا۔ اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ جس درجہ کا دیکھنا آخرت میں مومنین کو نصیب ہوگا جب کہ ان کی نگاہیں تیز کر دی جائیں گی۔ جو اس تجلی ربانی کو برداشت کر سکیں۔ وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ اسی طرح شب معراج میں ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاص دیدار میسر آیا۔ اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ کا شریک وسہیم نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایات میں جو آیا ہے کہ ان آیات میں آنحضرتؐ کا حق تعالیٰ کو دیکھنا مراد نہیں بلکہ جبریل کو دیکھنا مراد ہے۔ مگر تجلیات کے اس فرق کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ اثبات کا مطلب ایک خاص درجہ ہے اور نفی کا تعلق دوسرے درجات سے ہے۔ اسی طرح ابوذرؓ کی روایات رایت نوراً اور نورانی اراہ میں بھی اسی طرح کی تطبیق ہو

marfat.com
Marfat.com

سکتی ہے۔ البتہ بعض اکابر کا مذاق یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کی روایت مسلم میں جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آیات کی تفسیر حضرت جبریل کے دیکھنے سے کی گئی ہے۔ تو پھر وہی راجح ہے۔ واذا جاء نھر اللہ بطل نھر معقل۔

اور بخاری کی روایت شریک میں جو شبہ ہوتا ہے کہ یہ آیات حق تعالیٰ کے قرب و تدلی پر محمول ہوں۔ سو علامہ نوویؒ نے نقل کیا ہے کہ شریک حافظ نہیں ہیں۔

مخمل میں ٹاٹ کا بے جوڑ پیوند۔

افرأیتم اللات۔ رسالت کے بعد توحید کا بیان ہے۔ بھلا لامحدود قدرت و عظمت والے اللہ کے مقابلہ میں ان حقیر و ذلیل چیزوں کا نام لینے سے مشرکین کو شرم آنی چاہیئے۔ لات، منات، عزیٰ تین بڑے بتوں اور دیوتاؤں کے نام ہیں۔ جن میں سے لات کی پوجا طائف والوں کے یہاں زیادہ ہوتی تھی۔ اور منات کی پوجا اوس و خزرج کے یہاں زیادہ ہوتی تھی۔ اور عزیٰ کو قریش اور بنو کنانہ وغیرہ ان دونوں سے بڑا سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اول درجہ میں عزیٰ تھا جو مکہ کے قریب نخلہ میں تھا۔ دوسرے نمبر پر لات جو طائف میں تھا اور تیسرے درجہ میں منات تھا جو مکہ سے بہت دور اور مدینہ سے نزدیک تھا۔

بعض حضرات نے ان بتوں کے مندروں کے لیے دوسری جگہوں کے لیے نشاندہی کی ہے لیکن ممکن ہے کہ جیسے ہندوستان میں بڑے بڑے دیوی دیوتاؤں کی شکلیں بنا کر مختلف جگہ مندر بنا لیتے ہیں۔ عرب میں بھی یہی حال ہوتا ہو غرض کہ جب یہ بڑے بت خدا نہیں ہو سکتے تو چھوٹے بتوں کا تو شمار ہی کیا۔

علامہ یاقوتؒ نے معجم البلدان میں کہا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ یہ الفاظ کہا کرتے تھے۔ واللات و العزیٰ ومنات الثالثۃ الاخریٰ۔ ھؤلاء الغرانیق العلیٰ۔ وان شفاعتھن لترتجیٰ۔ بعض مفسرین نے اس موقعہ پر ایک قطعہ نقل کیا ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک اگرچہ وہ صحیح نہیں ہے۔ تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے مسلمانوں اور کافروں کے مخلوط مجمع میں یہ سورت پڑھی ہو اور کفار نے حسب عادت قرآن پڑھنے میں شور و ہنگامہ کیا ہو۔

قال الذین کفروا لاتسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ اور جب اس آیت میں بتوں کا ذکر آیا تو ان میں سے کسی نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر تلک الغرانیق العلیٰ۔ وان شفاعتھن لترتجیٰ کہہ دیئے ہوں۔ جو آگے چل کر تعبیر و ادائیگی میں تصرف ہوتے ہوئے کچھ کا کچھ بن گیا ہو۔

کفریہ کلمات کسی مسلمان کی زبان سے بھی نہیں نکل سکتے۔

ورنہ ظاہر ہے کہ قرآن میں جن کی تردید کی جا رہی ہے ان کی مدح سرائی کیسے ہو سکتی ہے اور آپ کی زبان مبارک پر ایسا تسلط کب ہو سکتا ہے کفار ان بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے

Marfat.com

سو اوّل تو اللہ اولاد سے بری ہے اور بالفرض یہ نظریہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ تقسیم کس طرح بھونڈی اور بھدی ہے کہ تم خود تو بیٹے لے جاؤ اور اللہ کے حصہ میں بیٹیاں لگا دو۔ دراصل پتھروں اور درختوں کے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں ان کو اپنے خیال میں بیٹیاں کہہ لو یا بیٹے۔ یہ محض کہنے کی بات ہے جس میں حقیقت کا شائبہ تک نہیں۔ باوجودیکہ اللہ کے پاس سے ہدایت کی روشنی آچکی اور وہ سیدھی راہ دکھلا چکا۔ مگر یہ احمق انہی اوہام کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں جو کچھ اٹکل پچو ذہن میں آگیا اور دل میں اُمنگ آگئی اسی کو کر گزرے۔ تحقیق و جستجو سے کوئی سروکار نہیں ان کا یہ سمجھنا اور کہنا کہ یہ بت ہمارے سفارشی ہوں گے خالی خیالات اور آرزوئیں ہیں۔ انسان جو کچھ بھی تمنا کرے کیا وہی مل جائے گا؟ دنیا و آخرت کی سب بھلائی تو اللہ کے ہاتھ ہے۔

کون سفارشی ہوں گے اور کن کے لئے سفارش ہوگی

وکم من ملک۔ یعنی ان بتوں کی تو حقیقت کیا ہے۔ آسمان کے مقرب فرشتوں کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی۔ ہاں اللہ ہی کسی کو سفارش کی اجازت دے اور جس کی سفارش کی جائے وہ اس سے راضی ہو مثلاً وہ کافر نہ ہو۔ وہاں بے شک سفارش کام دے گی۔ ظاہر ہے کہ اس نے نہ بتوں کو سفارش کا حکم دیا اور نہ وہ کفار سے راضی ہے۔

دراصل یہ ساری گمراہی آخرت کی بے فکری سے پیدا ہوئی۔ ورنہ جسے آخرت کی فکر ہو وہ اپنی نجات کی ضرور فکر کرے گا۔ اور جب فرشتوں کو اللہ کے ساتھ شریک عبادت ٹھہرانا کفر ہے تو بت پرستی بدرجۂ اولیٰ کفر ہوگی۔ اس لیے صراحۃً اس کے بیان کی حاجت نہیں سمجھی۔

یہ آیت قیاس و اجتہاد کے خلاف نہیں ہے۔

ان یتبعون الا الظن۔ یعنی عقلی نقلی دلائل کے بغیر محض بے اصل خیالات یقیناً ذرا بھی مفید نہیں۔ اس سے قیاس و اجتہاد کے انکار کرنے والے استدلال نہیں کرتے۔ کیونکہ قیاس و اجتہاد تو دلیل کے ساتھ ہوتا ہے اور یہاں بے دلیل خیالات کو ناکارہ بتلایا جا رہا ہے۔ البتہ بظاہر یہ آیت مکرر معلوم ہوتی ہے۔ مگر دونوں آیتوں میں دو طرح فرق ہے ایک یہ کہ پہلی آیت میں دلیل نقلی کی نفی ہے۔ جیسا کہ آیت ما انزل اللہ بہا من سلطان سے معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن اس دوسری دلیل میں عام معنی مراد ہیں دلیل عقلی ہو یا نقلی۔ یا پھر پہلی آیت کے مقابلہ کی وجہ سے یہاں صرف دلیل عقلی مراد ہو۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلی آیت میں فرشتوں اور بتوں دونوں کے متعلق دلیل کی نفی نہیں۔ اور یہاں صرف فرشتوں کے اعتبار سے ہے اس لیے تکرار کا شبہ نہیں رہتا۔ اور فرشتوں کا مکرر تذکرہ شاید تعمیم کے بعد تخصیص کے طور پر ہو۔ نیز ان کے مقبول ہونے کی وجہ سے ان کی پرستش اور شفاعت کے عقیدہ کی زیادہ گنجائش تھی۔ اس

marfat.com
Marfat.com

لیے مکرر ذکر کر دیا۔

اعمال کی جزا و سزا

اس کے بعد آیت فاعرض عن تولی میں آنحضرتؐ کی تسلی فرمائی جا رہی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس کا اوڑھنا بچھونا۔ دنیا کی یہی چند روزہ زندگی ہو جس میں منہمک ہو کر وہ کبھی اللہ کو اور آخرت کو دھیان میں نہ لائے۔ آپ اس کی بکواس کو دھیان میں نہ لائیں۔ وہ اللہ سے منہ موڑتا ہے آپ اس کی شرارت اور کجروی سے منہ پھیر لیں۔ سمجھانا تھا سمجھا دیا۔ ایسے بدطینت لوگوں سے قبول حق کی امید رکھنا اور ان کے غم میں اپنے کو گھلانا بیکار ہے۔ ان کی سمجھ تو بس اسی دنیا کے جزوی نفع نقصان تک پہنچتی ہے اس سے آگے ان کی رسائی نہیں۔ ان کی تمام تر جد و جہد صرف بہائم کی طرح پیٹ بھرنے اور شہوت کی آگ بجھانے کے لیے ہے۔ وہ کیا سمجھیں کہ مرنے کے بعد مالک حقیقی کی بارگاہ میں ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ اچھے بروں کو اور ان کی مخفی استعدادوں کو اللہ ازل سے جانتا ہے۔ ہزار جتن کر لو اسی کے مطابق ہو کر رہے گا۔ اس کے علم کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یوں بھی وہ اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک سے ٹھیک ٹھیک اس کے احوال کے مناسب معاملہ کرے گا۔ لہٰذا آپ یکسو ہو کر ان معاندین کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔ ہر شخص کا حال جب اس کو معلوم، اور زمین و آسمان کی ہر چیز پر اس کا قبضہ، پھر نیکی و بدی کا بدلہ دینے سے اسے کیا چیز روک سکتی ہے؟ بلکہ غور سے دیکھو تو زمین آسمان کا یہ سارا کارخانہ پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں زندگی کا ایک دوسرا غیر فانی سلسلہ قائم کیا جائے۔ جہاں بروں کو ان کی برائی کا اور نیکوں کو ان کی بھلائی کا بدلہ اور صلہ مل سکے۔

بڑے گناہوں سے بچنا اور معمولی غلطیوں سے درگذر

الذین یجتنبون۔ گناہ کبیرہ اور صغیرہ کا فرق سورۂ نسا میں گزر چکا ہے۔ البتہ مفسرین کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ گناہ کرنے کے خیالات جو دل میں تو آئیں مگر عمل میں لانے کی نوبت نہ آئے وہ لمم ہیں۔ بعض نے صغیرہ گناہ مراد لیا ہے۔ بعض کی رائے میں جس گناہ پر اصرار نہ ہو یا اس کی عادت نہ پڑ جائے یا جس گناہ سے توبہ کر لے وہ مراد ہے۔

حاصل آیت یہ ہے کہ اللہ چونکہ مہربان اور وسیع مغفرت والا ہے۔ اسی لیے وہ بڑے گناہوں اور فواحش سے بچنے والوں کے بہت سے چھوٹے موٹے گناہوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔ اگر ہر چھوٹی بڑی خطا پر پکڑ کرنے لگے۔ تو بندہ کا ٹھکانہ کہاں؟ اس لیے کبھی کبھار کی معمولی لغزشوں سے انسان کی عام نیکوکاری میں فرق نہیں پڑتا یعنی نیکوکاروں کی جس مجموعی حیثیت کا یہاں ذکر ہے اس کا مصداق بننے کے لیے بڑے گناہوں سے بچنا تو شرط ہے۔ لیکن گاہ بگاہ معمولی غلطیوں کا سرزد ہو جانا البتہ موقوف علیہ نہیں ہے۔ ہاں ان پر اصرار نہ کرنا شرط ہے۔

اس استثناء کا یہ مطلب نہیں کہ مغائر کی اجازت ہے اور نہ شرط ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نیکیوں کا صلہ ملنا موقوف ہے کبائر سے بچنے پر، کیونکہ آیت فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ کی رو سے کبائر کرنے والا بھی اگر نیکی کرے

Marfat.com

گا تو یقیناً اس کی سزا پائے گا۔ پس بڑے گناہوں سے بچنا معنی یجزی کے اعتبار سے شرط نہیں۔ بلکہ محسن اور محبوب خاص بننے کے لئے شرط ہے جس پر احسنوا کا عنوان دلالت کر رہا ہے۔

نہ مایوسی کی گنجائش ہے اور نہ عُجب کا موقعہ۔

پھر آیت لیجزی الذین اساءوا بما عملوا سے بدکاروں کو مایوسی کا وہم ہو سکتا تھا۔ جس سے وہ ایمان و توبہ سے ہمت ہار جاتے۔ اسی طرح یجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ سے نیکوں کو عجز اور خود پسندی ہو سکتی تھی۔ ان ربك واسع المغفرة فرما کر دونوں کا ازالہ کر دیا۔ یعنی گناہ گاروں کو گناہوں کے تدارک سے ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ اگر چاہے تو کفر و شرک کے علاوہ محض اپنے فضل و کرم سے سب گناہ معاف کر سکتا ہے پس تدارک سے تو کیوں معاف نہیں کرے گا۔

اسی طرح نیکوں کو عجب نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ نیکیوں میں بعض دفعہ ایسے دقیق شوائب مل جاتے ہیں جن کی طرف نیکی کرنے والے کو التفات بھی نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ اطلاع۔ لیکن حق تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے ادھر وہ نیکی اس حالت میں قابل قبول نہیں ہوتی پھر عجب کیسا۔ رہی یہ بات کہ تمہاری کسی حالت کی خود تمہیں بھی اطلاع نہ ہو اور اللہ کو معلوم ہو جائے کوئی عجیب و غریب بات نہیں۔ یہ تو شروع ہی سے ہو رہا ہے۔

حقیقۃً متقی کون ہے؟

ھو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض سے بنی آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی اور ان کے واسطہ سے سارے انسانوں کی پیدائش بھی گویا مٹی سے ہوئی۔ اسی طرح رحم مادر میں جنین کے مراحل گزرتے رہے۔ ان دونوں حالتوں میں کسی کو بھی اپنی خبر نہیں تھی اور ہمیں سب خبر تھی۔ پس اسی طرح اب بھی تمہارا کسی حالت کو نہ جاننا اور ہمارا جاننا کچھ حیرت انگیز تعجب خیز نہیں ہونا چاہیئے۔ اس بنا پر کسی کے لئے خود کو مقدس سمجھنے کا جواز نہیں کون حقیقۃً متقی ہے اس کو بس وہی جانتا ہے۔ دیکھنے میں تو دونوں ہی سے تقویٰ کے افعال سرزد ہوتے ہیں۔

تقوے کی کچھ توفیق اللہ نے دی تو شیخی نہ مارو اور اپنے کو بہت بزرگ نہ بناؤ۔ وہ سب کی بزرگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے اور اس وقت سے جانتا ہے جب تم نے اس ہستی کے دائرہ میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ آدمی کو چاہیئے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے۔ اگر اللہ نے اپنے فضل سے ایک بلند مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس قدر بڑھ چڑھ کر دعوے کرنے کا استحقاق نہیں جو واقعی متقی ہوتے ہیں وہ دعوے کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بالکلیہ گندگیوں سے پاک ہو جانا بشریت کی حد سے باہر ہے کچھ نہ کچھ کمی سب میں رہ جاتی ہے۔

ایک نادر علمی تحقیق

حالت جنین میں انسانی علم پر یہ شبہ ہے کہ اس وقت تو انسان کو شعور ہی نہیں ہوتا لہٰذا اس حالت کو اس حالت پر کیسے قیاس کیا جا رہا ہے؟

جواب یہ ہے کہ محض انکشاف کے لیے قوتِ شعور کافی نہیں ہے۔ بلکہ شعور کا معلومات کے ساتھ تعلق انکشاف کی شرط ہے اور یہ ممکن ہے کہ تعلق نہ ہو جیسا کہ بہت سے احوال میں مشاہدہ ہے۔ اس لیے انکشاف نہ ہونا بھی ممکن ہے

Marfat.com

پھر یہ قیاس مدار نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ حق تعالیٰ کا علم ذاتی ہونے کی وجہ سے کامل اور سب احوال میں یکساں ہے اور تمہارا علم حادث ہونے کی وجہ سے مٹی اور جنین ہونے کی حالت میں نہیں تھا۔ اس لیے ناقص اور نامکمل ہے۔ کہ کبھی ہے اور کبھی نہیں ہے۔ پس خفی ثوابؔ کا مخفی رہ جانا بعید اور عجیب نہیں ہے۔

جب خاتمہ کا حال معلوم نہیں پھر خود پسندی

اور ایک تقریر اس مقام کی اور بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ نیکو کاروں کو عجب نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ محسنیت کا مدار خاتمہ پر ہے اور اپنے خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں صرف اللہ کو معلوم ہے جیسے کہ ابتدائی حالت میں تمہیں معلوم نہیں اللہ کو معلوم ہے پھر عجب و خود پسندی کیوں کی جائے۔

لباب میں اس آیت کا شان نزول یہ نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر شخص کو ماں کے پیٹ میں ہی شقی و سعید پیدا کر دیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے بھی اس تقریر کی تائید ہوتی ہے۔

(بیان القرآن۔ فوائد عثمانی)

لطائف سلوک

فلا تزکوا انفسکم الخ

اس میں دعوے تقدس سے صراحۃً ممانعت ہے۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ۝ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۝ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۝ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ

Marfat.com

اِلَّا مَا سَعٰی ۝ مِنْ خَیْرٍ فَلَیْسَ لَهٗ مَنْ سَعٰی غَیْرُهُ الْخَیْرَ شَیْءٌ وَّاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ۝ اَیْ یُبْصِرُهُ فِی الْاٰخِرَةِ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ۝ اَلْاَکْمَلَ یُقَالُ جَزَیْتُهٗ سَعْیَهٗ وَبِسَعْیِهٖ وَاَنَّ بِالْفَتْحِ عَطْفًا وَقُرِئَ بِالْکَسْرِ اِسْتِیْنَافًا وَکَذَا مَا بَعْدَهَا فَلَا یَکُوْنُ مَضْمُوْنُ الْجُمَلِ فِی الصُّحُفِ عَلَی الثَّانِیْ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ۝ اَلْمَرْجِعُ وَالْمَصِیْرُ بَعْدَ الْمَوْتِ فَیُجَازِیْهِمْ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ مَنْ شَآءَ اَفْرَحَهٗ وَاَبْكٰی ۝ مَنْ شَآءَ اَحْزَنَهٗ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ فِی الدُّنْیَا وَاَحْیٰی ۝ لِلْبَعْثِ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الصِّنْفَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ مَنِیٍّ اِذَا تُمْنٰی ۝ تُصَبُّ فِی الرَّحِمِ وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ الْاُخْرٰی ۝ اَلْخَلْقَةَ الْاُخْرٰی لِلْبَعْثِ بَعْدَ الْخَلْقَةِ الْاُوْلٰی وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی النَّاسَ بِالْكِفَایَةِ بِالْاَمْوَالِ وَاَقْنٰی ۝ اَعْطَی الْمَالَ الْمُتَّخَذَ قِنْیَةً وَّاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ۝ هِیَ كَوْكَبٌ خَلْفَ الْجَوْزَاءِ كَانَتْ تُعْبَدُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰی ۝ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِاِدْغَامِ التَّنْوِیْنِ فِی اللَّامِ وَضَمِّهَا بِلَا هَمْزَةٍ هِیَ قَوْمُ هُوْدٍ وَالْاُخْرٰی قَوْمُ صَالِحٍ وَثَمُوْدَا بِالصَّرْفِ اِسْمٌ لِلْاَبِ وَبِلَا صَرْفٍ اِسْمٌ لِلْقَبِیْلَةِ وَهُوَ مَعْطُوْفٌ عَلٰی عَادٍ فَمَآ اَبْقٰی ۝ مِنْهُمْ اَحَدًا وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اَیْ قَبْلَ عَادٍ وَثَمُوْدَ اَهْلَكْنَاهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ۝ مِنْ عَادٍ وَثَمُوْدَ لِطُوْلِ لُبْثِ نُوْحٍ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا وَهُمْ مَعَ عَدَمِ اِیْمَانِهِمْ بِهٖ یُؤْذُوْنَهٗ وَیَضْرِبُوْنَهٗ وَالْمُؤْتَفِكَةَ وَهِیَ قُرٰی قَوْمِ لُوْطٍ اَهْوٰی ۝ اَسْقَطَهَا بَعْدَ رَفْعِهَا اِلَی السَّمَآءِ مَقْلُوْبَةً اِلَی الْاَرْضِ بِاَمْرِهٖ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِذٰلِكَ فَغَشّٰىهَا مِنَ الْحِجَارَةِ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا غَشّٰی ۝ اَیْهَمَ تَهْوِیْلًا وَفِیْ هُوْدٍ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ بِاَنْعُمِهِ الدَّالَّةِ عَلٰی وَحْدَانِیَّتِهٖ وَقُدْرَتِهٖ تَتَمَارٰی ۝ تَشُكُّ اَیُّهَا الْاِنْسَانُ اَوْ تُكَذِّبُ هٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی ۝ مِنْ جِنْسِهِمْ اَیْ رَسُوْلٌ كَالرُّسُلِ قَبْلَهٗ

Marfat.com

اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ كَمَا اُرْسِلُوْا اِلٰى اَقْوَامِهِمْ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝ قَرُبَتِ الْقِيَامَةُ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
نَفْسٌ كَاشِفَةٌ ۝ اَيْ لَا يَكْشِفُهَا وَيُظْهِرُهَا اِلَّا هُوَ كَقَوْلِهٖ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ اَفَمِنْ هٰذَا
الْحَدِيْثِ اَيِ الْقُرْاٰنِ تَعْجَبُوْنَ ۝ تَكْذِيْبًا وَتَضْحَكُوْنَ اِسْتِهْزَاءً وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ لِسَمَاعِ وَعْدِهٖ
وَوَعِيْدِهٖ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ ۝ لَاهُوْنَ غَافِلُوْنَ عَمَّا يَطْلُبُ مِنْكُمْ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ
خَلَقَكُمْ وَاعْبُدُوْا ۝ السجدة ع وَلَا تَسْجُدُوْا لِلْاَصْنَامِ وَلَا تَعْبُدُوْهَا

ترجمہ تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے روگردانی کی (ایمان سے یعنی مرتد ہو گیا عار دلانے پر جب اس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تو عار دلانے والے نے یہ کہہ کر اپنا ذمہ لے لیا کہ اگر تو شرک کی طرف واپس آ گیا تو عذاب الٰہی کا میں ذمہ دار ہوں اور اس کو مالی عطیہ بھی دیا اور وہ مرتد ہو گیا) اور تھوڑا سا (مقرر کردہ) مال دیا اور روک لیا (باقی مال نہیں دیا۔ اکدی، کدیہ سے ماخوذ ہے۔ ایسی زمین کو کہتے ہیں جس میں کنواں کھودتے ہوئے پتھر آڑے آ جائے) کیا اس شخص کے پاس علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے (جانتا ہے منجملہ اس کے یہ بھی ہے کہ دوسرے کے عذاب کا ذمہ لے سکتا ہے؟ یہ بات نہیں ہے۔ ولید بن مغیرہ یا کوئی دوسرا مراد ہے اور جملہ (عندہ وہ مفعول ثانی ہے رأیت بمعنی اخبرنی کا) کیا (بلکہ) اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰؑ کے صحیفوں میں ہے (تورات کے اسفار یا اس سے پہلے صحیفے مراد ہیں) اور نیز ابراہیم کے (صحیفے) جنہوں نے فرمانبرداری پوری کی (جو ان کو حکم دیا گیا اس کو بجا لائے اور جب ان کا آزمائشوں میں امتحان لیا گیا۔ تو اس میں کامیاب رہے۔ ما کا بیان آگے ہے) کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا (ان مخففہ ہے یعنی کوئی بھی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی (بھلائی میں سے پس دوسرے کی بھلائی کی جدوجہد اس کو نہیں ملے گی) اور یہ کہ انسان کی سعی ہے جلد دیکھی جائے گی (آخرت میں نظر آ جائے گی) پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا (مکمل طریقہ پر۔ کہا جاتا ہے جزیتہ بمعنی سعیہ (یسعیہ) اور یہ کہ (ان فتحہ کے ساتھ معطوف ہے اور کسرہ کے ساتھ جملہ مستانفہ ہے۔ یہی صورت بعد کے جملہ کی ہے۔ البتہ دوسری صورت میں مضمون جملہ صحف کا نہیں رہے گا) آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچتا ہے (مرنے کے بعد وہی ٹھکانہ ہے۔ لہٰذا وہی ان کو بدلہ دے گا) اور یہ کہ وہی ہنستا تا ہے (جس کو چاہتا ہے خوش کرتا ہے) اور رلاتا ہے (جسے چاہتا ہے رنجیدہ کر دیتا ہے) اور یہ کہ وہی مارتا ہے (دنیا میں) اور جلاتا ہے (قیامت میں) اور یہ کہ وہی جوڑوں (قسموں) کو نر و مادہ کو نطفہ (منی) سے بناتا ہے جب وہ (رحم میں) ڈالا جاتا ہے اور یہ کہ اس کے ذمہ ہے پیدا کرنا (مد اور کسر کے ساتھ) دوبارہ (پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے بعد قیامت کے لیے دوبارہ پیدا کرنا) اور

Marfat.com

یہ کہ وہی غنی کرتا ہے (لوگوں کو کافی مال دے کر) اور سرمایہ باقی رکھتا ہے (سرمایہ داری کے لئے مال عطا فرماتا ہے) اور یہ کہ وہی مالک ہے شعریٰ کا بھی (برج جوزا کے پیچھے ستارہ کا نام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جس کی پرستش ہوا کرتی تھی) اور یہ کہ اسی نے قوم عاد کو ہلاک کیا (ایک قراءت میں دال کی تنوین کا لام میں ادغام کیا گیا ہے اور لام کا ضمہ بغیر ہمزہ کے۔ یہ قوم ہود ہے اور "عاد اُخریٰ" قوم صالح ہے) اور ثمود کو بھی (منصرف ہے قوم کے باپ کا نام۔ اور غیر منصرف ہوتے ہوئے قبیلہ کا نام ہے اس کا عطف عاد پر ہے) کہ کسی کو (ان میں سے) باقی نہ چھوڑا۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو (یعنی عاد و ثمود سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کر ڈالا) بلاشبہ وہ سب سے بڑھ کر ظالم و شریر تھے (قوم عاد و ثمود سے بڑھ کر، کیونکہ ساڑھے نو سو سال حضرت نوح ان میں رہے۔ مگر کفر کے ساتھ ان کو ستایا بھی اور مارا بھی) اور (قوم لوط کی) الٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا (آسمان پر لے جا کر زمین پر پلٹ اور پٹک دیا حکم الٰہی سے جبریلؑ نے) پھر گھیر لیا اس بستی کو (پتھراؤ نے اس کے بعد) جس چیز نے کہ گھیر لیا (دہشتناک بنانے کے لئے اس کو مبہم ذکر کیا گیا ہے اور سورۂ ہود میں ہے فجعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھا حجارۃ من سجیل) سو تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں (جو اس کی وحدانیت و قدرت پر دلالت کرنے والی ہیں) شک کرتا رہے گا (اے انسان شبہ یا تکذیب کرتا رہے گا) یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں (انہی کی جنس سے منجملہ پہلے رسولوں کے ہیں جس طرح وہ اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے۔ اسی طرح آپؐ بھی تمہارے لئے آئے) وہ جلدی آنے والی چیز قریب آپہنچی ہے (قیامت نزدیک آگئی) کوئی (نفس) اللہ کے علاوہ اس کا ہٹانے والا نہیں ہے (یعنی اللہ کے سوا کوئی اور نہ اس کو لا سکتا ہے اور نہ ظاہر کر سکتا ہے جیسا کہ لا یجلیھا لوقتھا الا ھو فرمایا گیا) سو کیا تم لوگ اس کلام (قرآن) کے بارے میں تعجب کرتے ہو (جھٹلاتے ہو) اور ہنستے ہو (مذاق کرتے ہوئے) اور روتے نہیں (اس کے وعدہ و وعید سن کر) اور تم تکبر کرتے ہو (تم سے جو کچھ چاہا جاتا ہے اس ہیچ مچر اور غفلت برتتے ہو) سو اللہ کے سامنے سجدہ کرو (جس نے تمہیں پیدا کیا ہے) اور عبادت کرو (بتوں کو نہ سجدہ کرو اور نہ ان کی پرستش کرو)۔

تحقیق و ترکیب

صحف موسیٰ۔ چونکہ تورات زیادہ مشہور ہے اس لیے صحف ابراہیم سے پہلے بیان فرمایا۔

الا تزر۔ یعنی یہ محل جر میں ہے بما کے ما سے بدل ہونے کی وجہ سے اور مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی بنا پر مرفوع بھی ہو سکتا ہے ای ذالک الا تزر اور فعل مضمر کی وجہ سے منصوب بھی ہو سکتا ہے اس میں ان مخففہ ہے اور ضمیر شان محذوف اسم ہے اور جملہ منفیہ خبر ہے۔ اور یہ آیت حدیث مسلم من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرھا ووزر من عمل بھا کے خلاف نہیں ہے کیونکہ برائی کا بانی، برائی کا سبب اور باعث بنا۔ یہ خود اس کا فعل ہے جس کی ذمہ داری اسی پر ہے گویا برائی کرنے والا اپنے حقیقی عمل میں پکڑا جائے گا اور برائی پر آمادہ کرنے والا اپنے عمل کی پاداش میں پکڑا جائے گا۔

لیس للانسان۔ اس میں دوسرے کے نیک عمل کے نفع سے نفی کی جا رہی ہے اس طرح کہ برائی کرنے والا دوسرے کی نیکی کی وجہ سے اپنی کی ہوئی برائی کے نقصان سے بچ جائے۔ رہا کسی کی شناخت کی وجہ سے یا مردوں

marfat.com
Marfat.com

کو زندوں کی دعا، استغفار، صدقات وغیرہ کے ذریعہ نفع ہونا وہ اس کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ایمان اور نفس عمل کا ہونا شرط ہے۔ پس ایمان وصلاح ہی کو اصل نفع بخش کہا جائے گا۔ دوسرے کی نیکی اسی کے ساتھ ملحق کی جائے گی۔ گویا نیکی کرنے والا جس کی نیت سے نیکی کر رہا ہے اسی کا نائب سمجھا جائے گا۔ اس لیے حقیقۃً تو یہ عمل نسبت کنندہ کا ہوگا اور حکماً دوسرے کا۔ اس طرح ایک عمل کے دو رُخ ہونے کی وجہ سے دونوں کو فائدہ ہوگا اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت دوسری آیت والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم کی وجہ سے منسوخ ہے۔

اور بعض کے نزدیک یہ حکم شرائع سابقہ کا تھا اب نہیں ہے۔ اور بعض "للانسان" کے لام کو علیٰ کے معنی میں لیتے ہیں اور بعض اس حکم کو کفار کے ساتھ خاص کہتے ہیں۔

اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ دوسروں کی نیکی سے نفع ہونا از روئے فضل ہے نہ کہ از روئے عدل۔ صدقات و حج کے ایصال ثواب میں تو سب کا اتفاق ہے۔ لیکن قرآن کے ایصال ثواب میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ثواب پہنچتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تلاوت کے بعد یہ دعا کرنی چاہیئے۔ اللھم انی وھبت ثواب ما قرات لفلان اللھم فاوصلہ لہٗ نماز روزہ میں یہ حکم جاری نہیں ہوگا۔

ابو داؤد کی روایت من مات وعلیہ صیام، صام عنہ ولیہ کی نسبت امام طحاوی، شرح الآثار میں کہتے ہیں کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔

اور بعض حضرات روایت ابو داؤد میں یہ توجیہ کرتے ہیں کہ صیام سے مراد اطعام ہے۔ اور صاحب ہدایہ یہ فرماتے ہیں۔ للانسان جعل ثواب عملہ لغیرہ ولو صلاۃً او صوماً وھو مذھب اھل السنۃ۔ غالباً اہل سنت سے امام اعظم وغیرہ احناف مراد ہوں گے۔ ورنہ بقول نوویؒ وغیرہ امام مالک، امام شافعیؒ اجازت نہیں دیتے۔

الجزاء الاوفیٰ۔ منصوب بنزع الخافض ہے اور مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ مفسر نے اشارہ کیا ہے کہ جزی متعدی بنفسہٖ آتا ہے اور متعدی بحرف الجر بھی۔

وان الیٰ ربک۔ ان کے مکسور ہونے کی صورت میں آئندہ جملے "صحف اول" کے نہیں ہوں گے صرف سابقہ تین جملے "صحف اول" کے ہوں گے۔ جملہ ان الیٰ ربک الخ دلیل ہے۔ ثم یجزاہ کی جس کا حاصل یہ ہوگا کہ سب چیزوں میں اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اس کے مخاطب عام انسان ہیں یا خصوصیت سے آنحضرتؐ ہیں قراءت کسرہ کی صورت میں۔ لیکن قراءت فتحہ کی تقدیر پر ہر عاقل مخاطب ہوگا یا موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام ہوں گے۔

ھو اضحک۔ یعنی اللہ نے رونے ہنسنے کو پیدا کیا یا فرحت و حزن کو پیدا کیا یا مسلمانوں کو آخرت میں عطیات سے خوش کرے گا اور دنیا میں تکلیف سے ملول کرتا ہے۔

وانہ خلق الزوجین۔ یہاں انہ ھو اضحک کی طرح ضمیر فصل نہیں لائی گئی۔ کیونکہ ہنسانے، رُلانے، جلانے

Marfat.com

مار نے وغیرہ میں تو مخلوق کے دخل کا توہم تھا۔ اس کے ازالہ کے لیے ضمیر فصل لائی گئی بخلاف نر و مادہ کے پیدا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے کے انہیں یہ ایہام نہیں تھا۔ اس لیے ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

رب الشعریٰ۔ اس ستارہ پرستی کی داغ بیل سب سے پہلے ابوکبشہ نامی ایک شخص نے ڈالی تھی۔

وثمود۔ ایک سبب کی وجہ سے منصرف ہے اور عاصمؒ، حمزہؒ کے نزدیک غیر منصرف ہے علمیت اور تانیث کی وجہ سے۔

عاد الاولیٰ۔ اولیٰ کے معنی اگر قدیم کے لیے جائیں تو پھر اُخریٰ کے مقابل ماننے کی ضرورت نہیں۔ اور فما ابقی اگر عام ہے تو سارے ثمود ہوں گے ورنہ صرف کفار تباہ ہوئے ہوں گے۔

انہم کانوا۔ صرف قوم نوح کی طرف ضمیر راجع ہے یا تینوں اقوام کی طرف اور ہم ضمیر فصل ہے یا تاکید کے لیے ہے۔ بدل ماننا بعید ہے۔ اظلم کا مفضل علیہ محذوف ہے پہلی صورت میں من عاد و ثمود ہوگا اور دوسری صورت میں من غیرہم ہوگا۔

والمؤتفکۃ۔ یہ منصوب ہے اھویٰ کی وجہ سے بستیوں کو اس لیے کہا کہ اہل بستی پلٹ دیئے گئے تھے فواصل کی رعایت کی وجہ سے مؤتفکۃ کو عامل سے مقدم کیا گیا ہے۔

ما غشیٰ۔ اس میں ما اوحیٰ کی طرح ایہام ہے۔ تفصیل اگر تعدیہ کے لیے مانا جائے تو اس کو مفعول ثانی کہا جائے گا۔ اور مبالغہ اور تکثیر کے لیے کہا جائے تو فغشیہم من الیم ما غشیہم کی طرح ما کو فاعل کہا جائے گا۔ مبہم لانے میں مبالغہ مقصود ہے۔ آیت ہود کے قریب آیت حجر بھی ہے۔ فجعلنا عالیہا سافلہا و امطرنا علیہم۔

تتماریٰ۔ مفسرؒ نے تشکک سے اشارہ کیا ہے کہ تفاعل میں تعدد فاعل نہیں ہے۔ اور تکذب کہہ کر ابن عباسؓ کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے یہی معنی لیے ہیں۔ یعنی مزید کی بجائے مجرد کا ترجمہ کیا ہے۔

کاشفۃ۔ یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے عافیۃ، عاقبۃ، خائنۃ کی طرح اور صفت بھی بن سکتا ہے۔ اس وقت اس میں تانیث ہوگی۔ مفسرؒ نے نفس سے اس کے موصوف محذوف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں تاکہ مبالغہ کے لیے کہا جا سکتا ہے۔ علامۃ، نسابۃ کی طرح اور یہاں کشف الشعرؒ کے معنی عرف حقیقۃ کے ہیں اور یا "کشف الضر" سے ہے بمعنی ازالہ کرنا یعنی اللہ کے علاوہ کوئی اس سے بچا نہیں سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ چونکہ اس نے طے کر دیا ہے اس لیے اس کا ہونا ناگزیر ہے۔

انتم سامدون۔ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے اور حال بھی۔ سمود کے معنی اعراض کے ہیں یا لہو کے یا خمود یعنی بچنے کے یا بمعنی استکبار ہے اور ابو عبیدہؒ کی رائے ہے کہ لغت حمیر میں سمود کے معنی غنا کے ہیں کہا جاتا ہے یا جاریۃ اسمدی لنا یعنی گانا گا۔

marfat.com
Marfat.com

امام راغبؒ فرماتے ہیں سامد کے معنی اللاھی الرافع راسہ کے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ بغیر سامد فی سیرہ اور سمد راسہ وجسدہ بولا جاتا ہے یعنی بال صاف ہو گئے۔ کنارِ قراءت قرآن کے وقت گانے بجانے سے لوگوں کو پرچایا کرتے تھے۔

ابن عباسؓ سمود کے معنی لہو کے لیتے ہیں۔ بولتے ہیں۔ دع عنك سمودك ای لہوك اور عکرمہؒ قبیلۂ حمیر کے لغت میں غنا کے معنی لیتے ہیں اور ضحاکؒ وغیرہ پتھروں کے معنی لیتے ہیں۔

ربط آیات

پچھلی آیت الذین اساءوا اور الذین احسنوا میں بُروں اور اچھوں کا اجمالی بیان تھا۔ پھر نیکوں کی کچھ تفصیل آگئی تھی۔

اب آیت افرایت الذی الخ سے بروں کی کچھ بُرائی ارشاد ہے۔ اسی ذیل میں پچھلی کتابوں اور شریعتوں کے حکمت ونصیحت آمیز مضامین نقل فرمائے جا رہے ہیں۔

اس کے بعد آخری آیت ھذا نذیر الخ میں سورت کے مضامین، توحید، رسالت، مجازات کا پھر مخلوط خلاصہ دہرا دیا گیا ہے۔

شانِ نزول وروایات

ابن جریر نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ ولیدؓ بن مغیرہ یا کوئی اور کافر مسلمان ہو گیا تو مشرکین نے آبائی مذہب چھوڑنے پر اس کو ملامت کی۔ ملامت سن کر ولید بولا کہ میں عذابِ آخرت سے ڈرتا ہوں۔ ملامت گر کہنے لگا کہ اگر تو مجھے کچھ دے تو میں تیرا عذاب اپنے سر پر رکھ لوں گا۔ چنانچہ ولید وغیرہ نے کچھ دیا دلایا۔ مگر اس نے پھر اور مانگا۔ نہایت کشاکشی کے بعد اس نے کچھ دیا بھی اور بقیہ رقم کی دستاویز مع گواہوں کے لکھ دی۔ آیت افرأیت الذی میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

آیت لا تزر الخ کے متعلق عکرمہؓ ابن عباسؓ سے نقل کر رہے ہیں کہ پہلے زمانہ میں مجرم کی سزا اس کے باپ بیٹے متعلقین میں سے کسی کو دے دی جایا کرتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے تو انہوں نے اس غلط طریقہ کو بدلا یہ آیت اسی کا بیان ہے۔

تشریح

بقول روح المعانی نیز مجاہدؒ وغیرہ سے یہی منقول ہے کہ ولید بن مغیرہ حضورؐ کی باتیں سن کر اسلام کی طرف مائل ہو چلا تھا اور قریب تھا کہ مسلمان ہو جائے۔ ایک کافر بولا اسلامت کر۔ اگر تجھے عذاب کا ڈر ہے تو مجھے اتنا مال دے دے۔ میں سب اپنے سر لے لیتا ہوں۔ چنانچہ مغیرہ نے اس کی ایک قسط بھی ادا کر دی۔ مگر پھر باقی دینے سے انکار کر دیا۔ اس صورت میں اعطی قلیلاً واکدیٰ کے معنی یہ ہوں گے کہ مغیرہ نے کچھ مال دیا اور پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ چنانچہ فدیہ بننے والے پر بحث کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے اعندہ الخ یعنی کیا یہ عجب کی بات دیکھ آیا

Marfat.com

کہ دوسرے کا عذاب بھگتنے کو تیار ہوگیا یا مالی فدیہ دینے والا دوسرے پر ٹال کر بے فکر ہوگیا اور سمجھ لیا کہ اس طرح چھوٹ جائے گا۔

آسمانی صحیفوں کی تعلیم

حالانکہ موسیٰ و ابراہیم کے صحیفوں میں یہ مضمون آچکا تھا کہ اللہ کے ہاں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ ہر ایک کو اپنی جوابدہی خود کرنی ہوگی

درمنثور کی روایت حضرت موسیٰ کو تورات کے علاوہ دس صحیفے عنایت ہونے کی ہے ان میں یہ ہدایت بھی تھی کہ آدمی جو کچھ کوشش کر کے کماتا ہے وہی اس کا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی نیکیاں لے اڑے۔ باقی خود کرنی اپنی خوشی سے اپنے بعض حقوق دوسرے کو دے دے اور اللہ اسے منظور کرکے وہ الگ بات ہے جس کی تفصیل کتب حدیث و فقہ میں ہے۔

بہرحال ایک کی سعی اس کے سامنے رکھ دی جائے گی اور اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ بعض محقق اکابر نے سعی سے سعی ایمانی مراد لی ہے یعنی اسلام و کفر کا تبادلہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ اعمال حسنہ ایک دوسرے کے لئے مفید ہوں یہ ممکن ہے اس لیے اب اس آیت میں کوئی اشکال نہیں رہ جاتا

وان الی ربك المنتهی۔ چونکہ سب علوم و افکار حتی کہ وجود کا سلسلہ اللہ ہی پر منتہی ہوگا اور سب کو آخرکار اسی کے پاس پہنچنا ہے۔ اس لئے وہیں سے ہر ایک کو نیکی بدی کا پھل ملے گا۔

وانه خلق الزوجین۔ یعنی تمام متضاد و متقابل احوال۔ خوشی ہو یا غم، ہنسی ہو یا رونا، جینا ہو یا مرنا، نر ہو یا مادہ، خیر ہو یا شر سب اسی نے پیدا کئے ہیں۔ جس کی کمال صناعی اور عظیم قدرت کا ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اس نے ایک گندی بوند سے نر و مادہ پیدا کر دیئے۔ اسے دوبارہ پیدا کرنا کونسا مشکل ہے۔ یہاں تک انسان میں تصرفات الٰہی کا بیان ہے۔

انسان کی طرح اس کی ضروریات بھی اللہ کے تصرف میں ہیں۔

آیت وانه هو اغنی سے انسان کے متعلقات میں تصرف کا بیان ہے۔ چنانچہ کم سمجھ انسان مالی طاقت کے سامنے جس طرح ہتھیار ڈالتا ہے۔ اسی طرح فلکی طاقت کے آگے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔ گویا مال و دولت زمین کی طاقت ہے اور ستارے آسمانی قوت۔ اس آیت میں بتلا دیا کہ ان دونوں کا سرچشمہ بھی اللہ ہی کی ذات ہے۔ دھن دولت ہو یا زمین جائیداد سب اسی کی دی ہوئی ہیں۔ اور بعض نے اقنیٰ کے معنی افقر یعنی محتاج ہونے کے لیے ہیں۔ غرض امیر فقیر بنانا بھی اسی کا کام ہے۔ پس یہ دونوں وصف بھی منجملہ پہلے متقابلات کے ہو گئے۔ لیکن اگر اقنیٰ کو اغنیٰ کے ہم معنی کہا جائے تو پھر اس کا مقابل آگے وانه اهلك الخ آرہا ہے یعنی وہی مال و دولت دیکر بڑھاتا بھی ہے اور وہی بڑی بڑی دولت چھین کر مٹاتا اور گھٹاتا بھی ہے۔ شعریٰ جیسا عظیم ستارہ بھی ایک غریب مزدور کی طرح اسی کا بیگاری بنا ہوا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فبای الاء ربك - ایسے ظالم فسادیوں اور باغیوں کا تباہ کر ڈالنا بھی اللہ کا بڑا بھاری انعام ہے۔ کیا ایسی نعمتوں کو دیکھ کر بھی انسان اپنے رب کو جھٹلاتا رہے گا۔ بظاہر یہ سب مضامین ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام کے صحیفوں میں مشترک معلوم ہوتے ہیں۔ خواہ ہر ایک میں یا مجموعہ میں، اجمالاً ہوں یا کلیاً ہوں یا تفصیلاً اور جزئیاً۔ لیکن اگر یہ ثابت نہ ہو تو پھر جو مضمون ان صحیفوں کے علاوہ ہوگا۔ وہاں انہ سے پہلے الامر مقدر مان لیا جائے گا۔

اور یہ مضامین نقل ہونے کے علاوہ چونکہ عقلی بھی ہیں اس لئے مشرکین پر حجت ہیں اور حضرت ابراہیم سب کے مسلمہ مقتدا ہیں اور موسیٰ کو یہود مقتدا مانتے ہیں۔ اس لیے حجت ہونے میں ان کی تخصیص بھی مناسب ہے۔

آنحضرتؐ کی آمد قیامت کی آمد کا مقدمہ ہے

ھذا نذیر۔ پچھلے انبیاء کی طرح آنحضرتؐ بھی مجرموں کو ان کے انجام سے برابر ڈرا رہے ہیں اور آپ کی تشریف آوری مقدمہ ہے قیامت کا۔ بس سمجھ کہ قیامت بھی اب آ ہی لگی۔ اس کی تعیین تو اللہ کو معلوم۔ مگر جب ٹھیک وقت آجائے گا تو پھر کوئی دوسری طاقت اسے ٹال بھی نہیں سکتی۔ قیامت اور اس کے قرب کا ذکر سن کر تو انہیں مارے خوف کے رونا دھونا چاہیئے تھا اور تیاری کی فکر میں لگ جانا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس کہ ہو یہ رہا ہے کہ ہنسنے میں لگے ہوئے ہیں اور نہایت بے فکری سے غافل ہو کر قلانچیں بھر رہے ہیں۔ حالانکہ نصیحت و فہمائش کی باتوں پر ہنسنے اور مذاق اڑانے کا کیا موقعہ؟ ان پر تو یہ لازم ہے کہ بندگی کی راہ اختیار کریں۔ اور مطیع و فرمانبردار ہو کر جبین نیاز خداوند قہار کے آگے جھکا دیں۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ سورۂ نجم پڑھ کر آپ نے سجدہ کیا اور ساتھ ہی سب مسلمان اور مشرک جو حاضر مجلس تھے، سجدہ میں گر پڑے۔ سب کو ایک غاشیۂ الٰہی نے گھیر لیا اور فیبی اور قہری تصرف سے طوعاً و کرہاً سب کو سربسجود ہونا پڑا۔ صرف ایک بدبخت جس کے دل پر قساوت کی مہر تھی اس نے سجدہ نہیں کیا اور زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی کو لگا لی اور کہنے لگا کہ مجھے اسی قدر کافی ہے۔

لطائف سلوک

لیس للانسان الخ کے ذیل میں روح المعانی میں ہے۔ والتحریر عندی فی ھذہ الآیۃ ان ملاك المعنی ھو اللام من قولہ سبحانہ للانسان فاذا حققت الشیء الذی حق الانسان ان یقول فیہ لی کذا، لم تجدہ الا سعیہ وما یکون من رحمۃ بشفاعۃ او رعایۃ اب صالح او ابن صالح او تضعیف حسنات او نحو ذلك فلیس ھو للانسان ولا یسعہ ان یقول لی کذا وکذا الا علی تجوز والحاق بما ھو حقیقۃ۔ انتہی۔

حاصل یہ ہے کہ عمل سے اصل مقصود حق تعالیٰ کا قرب ہے اور وہ بلا عمل کے یا کسی کی برکت سے نہیں ہوتا اور اللہ کے فضل سے عنایت ہو جانا اور بات ہے کیونکہ یہاں تو حصر اضافی ہے۔

Marfat.com

وان الی ربك المنتهی۔ کے معنی بعض نے یہ بیان کیے ہیں کہ تمام انکار و تصورات کا منتہی حق تعالیٰ ہیں مخلوق میں تفکر و فکر کی سیر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ لیکن خالق پر پہنچ کر سیر رک جاتی ہے۔ آگے مجال نہیں۔ چنانچہ ابی ابن کعب آنحضرتؐ سے اس کے ذیل میں نقل کرتے ہیں لا تفکروا فی الرب۔

سفیان ثوری آنحضرتؐ سے نقل کرتے ہیں اذا ذکر الرب فانتهوا۔

ابن ماجہ ابن عباسؓ سے ناقل ہیں مرا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قوم یتفکرون فی اللہ فقال تفکروا فی الخلق ولا تفکروا فی الخالق فانکم لن تقدروا۔

ابوذرؓ فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ فتهلکوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی معرفت بالکنہ محال ہے۔ اکثر دلائل نقلیہ سے اس کا نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ اِلَّا سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ الْاٰيَةَ وَهِيَ خَمْسٌ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قَرُبَتِ الْقِيَامَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ اِنْفَلَقَ فَلْقَتَيْنِ عَلٰى
اَبِیْ قُبَيْسٍ وَقُعَيْقَعَانِ اٰيَةً لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سَئَلَهَا فَقَالَ اَشْهَدُوْا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَاِنْ يَّرَوْا
اَیْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ اٰيَةً مُعْجِزَةً لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانْشِقَاقِ الْقَمَرِ يُعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○
قَوِیٌّ مِنَ الْمَرَّةِ الْقُوَّةِ اَوْ دَائِمٌ وَكَذَّبُوا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ فِی الْبَاطِلِ وَكُلُّ اَمْرٍ
مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ مُسْتَقِرٌّ ○ بِاَهْلِهٖ فِی الْجَنَّةِ اَوِ النَّارِ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ اَخْبَارِ هَلَاكِ الْاُمَمِ
الْمُكَذِّبَةِ رُسُلَهُمْ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ○ لَهُمْ اِنْ مَّصْدَرًا اَوِ اسْمُ مَكَانٍ وَالدَّالُ بَدَلٌ مِّنْ تَاءِ الْاِفْتِعَالِ
وَازْدَجَرْتُهٗ وَزَجَرْتُهٗ تَهَيَّتُهٗ بِغِلْظَةٍ وَمَا مَوْصُوْلَةٌ اَوْ مَوْصُوْفَةٌ حِكْمَةٌ خَبَرُ مُبْتَدَاٍ مَحْذُوْفٍ
اَوْ بَدَلٌ مِّنْ مَّا اَوْ مِنْ مُّزْدَجَرٍ بَالِغَةٌ تَامَّةٌ فَمَا تُغْنِ تَنْفَعُ فِيْهِمُ النُّذُرُ ○ جَمْعُ نَذِيْرٍ بِمَعْنٰی مُنْذِرٍ
اَیِ الْاُمُوْرُ الْمُنْذِرَةُ لَهُمْ وَمَا لِلنَّفْیِ اَوْ لِلْاِسْتِفْهَامِ الْاِنْكَارِیِّ وَهِیَ عَلَی الثَّانِیْ مَفْعُوْلٌ مُّقَدَّمٌ
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ مَهْوَ فَائِدَةٌ مَا قَبْلَهٗ وَبِهٖ تَمَّ الْكَلَامُ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ هُوَ اِسْرَافِيْلُ وَنَاصِبُ يَوْمَ

marfat.com
Marfat.com

يَخْرُجُوْنَ بَعْدَ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ بِضَمِّ الْكَافِ وَسُكُوْنِهَا اَىْ مُنْكَرٍ تُنْكِرُهُ النُّفُوْسُ لِشِدَّتِهٖ وَهُوَ الْحِسَابُ
خَاشِعًا ذَلِيْلًا وَفِىْ قِرَاءَةٍ خُشَّعًا بِضَمِّ الْخَاءِ وَفَتْحِ الشِّيْنِ مُشَدَّدَةً اَبْصَارُهُمْ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ يَخْرُجُوْنَ
مِّنَ النَّاسِ مِنَ الْاَجْدَاثِ الْقُبُوْرِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ لَا يَدْرُوْنَ اَيْنَ يَذْهَبُوْنَ مِنَ الْخَوْفِ
وَالْحَيْرَةِ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ يَخْرُجُوْنَ وَكَذَا قَوْلُهٗ مُّهْطِعِيْنَ اَىْ مُسْرِعِيْنَ مَادِّىْ اَعْنَاقِهِمْ
اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ مِنْهُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ اَىْ صَعْبٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ كَمَا فِى الْمُدَّثِّرِ يَوْمٌ
عَسِيْرٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَبْلَ قُرَيْشٍ قَوْمُ نُوْحٍ تَاْنِيْثُ الْفِعْلِ لِمَعْنًى قَوْمٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا
نُوْحًا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝ اَىْ اِنْتَهَرُوْهُ بِالسَّبِّ وَغَيْرِهٖ فَدَعَا رَبَّهٗ اَنِّىْ بِالْفَتْحِ اَىْ بِاَنِّىْ مَغْلُوْبٌ
فَانْتَصِرْ ۝ فَفَتَحْنَآ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ مُنْصَبٍّ اِنْصِبَابًا
شَدِيْدًا وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا تَنْبُعُ فَالْتَقَى الْمَآءُ مَآءُ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ عَلٰٓى اَمْرٍ حَالٍ قَدْ قُدِرَ
بِهٖ فِى الْاَزَلِ وَهُوَ هَلَاكُهُمْ غَرَقًا وَحَمَلْنٰهُ اَىْ نُوْحًا عَلٰى سَفِيْنَةٍ ذَاتِ الْاَلْوَاحِ وَّدُسُرٍ ۝ وَهِىَ مَا تُشَدُّ
بِهِ الْاَلْوَاحُ مِنَ الْمَسَامِيْرِ وَغَيْرِهَا وَاحِدُهَا دِسَارٌ كَكِتَابٍ تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا ۚ بِمَرْاًى مِّنَّا اَىْ مَحْفُوْظَةً
بِحِفْظِنَا جَزَآءً مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مُّقَدَّرٍ اَىْ اُغْرِقُوْا انْتِصَارًا لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝ وَهُوَ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَقُرِئَ كَفَرَ بِنَاءً لِلْفَاعِلِ اَىْ اُغْرِقُوْا اِعْقَابًا لَّهُمْ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَا اَىْ اَبْقَيْنَا هٰذِهِ الْفِعْلَةَ اٰيَةً لِّمَنْ
يَّعْتَبِرُ بِهَا اَىْ شَاعَ خَبَرُهَا وَاسْتَمَرَّ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ مُعْتَبِرٍ وَّمُتَّعِظٍ بِهَا وَاَصْلُهٗ مُذْتَكِرٌ اُبْدِلَتِ
التَّاءُ دَالًا مُّهْمَلَةً وَكَذَا الْمُعْجَمَةُ وَاُدْغِمَتْ فِيْهَا فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ۝ اَىْ اِنْذَارِىْ اِسْتِفْهَامُ
تَقْرِيْرٍ وَكَيْفَ خَبَرٌ كَانَ وَهِىَ لِلسُّؤَالِ عَنِ الْحَالِ وَالْمَعْنٰى حَمْلُ الْمُخَاطَبِيْنَ عَلَى الْاِقْرَارِ بِوُقُوْعِ عَذَابِهٖ
تَعَالٰى بِالْمُكَذِّبِيْنَ بِنُوْحٍ مَّوْقِعَهٗ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ سَهَّلْنَاهُ لِلْحِفْظِ اَوْ هَيَّاْنَاهُ لِلتَّذَكُّرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ مُّتَّعِظٍ بِهٖ وَحَافِظٍ لَهٗ وَالْاِسْتِفْهَامُ بِمَعْنَى الْاَمْرِ اَىْ اِحْفَظُوْهُ وَاتَّعِظُوْا وَلَيْسَ

Marfat.com

يُحْفَظُ مِنْ كُتُبِ اللّٰهِ عَنْ ظَهْرِ الْقَلْبِ غَيْرُهُ كَذَّبَتْ عَادٌ نَبِيَّهُمْ هُوْدًا فَعَذَّبُوْا فَكَيْفَ كَانَ
عَذَابِيْ وَنُذُرِ ○ اَيْ اِنْذَارِيْ لَهُمْ بِالْعَذَابِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ اَيْ وَقَعَ مَوْقِعَهٗ وَبَيَّنَهٗ بِقَوْلِهٖ اِنَّا
اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا اَيْ شَدِيْدَةَ الصَّوْتِ فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ شُؤْمٍ مُّسْتَمِرٍّ ○ دَائِمِ الشُّؤْمِ اَوْ قَوِيَّتِهٖ
وَكَانَ يَوْمُ الْاَرْبِعَاءِ اٰخِرَ الشَّهْرِ تَنْزِعُ النَّاسَ تَقْلَعُهُمْ مِنْ حُفَرِ الْاَرْضِ الْمُنْدَسِّيْنَ فِيْهَا وَتَصْرَعُهُمْ
عَلٰى رُءُوْسِهِمْ فَتَدُقُّ رِقَابَهُمْ فَتَبِيْنُ الرَّاْسُ عَنِ الْجَسَدِ كَاَنَّهُمْ وَحَالُهُمْ مَا ذُكِرَ اَعْجَازُ اُصُوْلِ نَخْلٍ
مُّنْقَعِرٍ ○ مُنْقَلِعٍ سَاقِطٍ عَلَى الْاَرْضِ وَشُبِّهُوْا بِالنَّخْلِ لِطُوْلِهِمْ وَذُكِّرَ هُنَا وَاُنِّثَ فِي الْحَاقَّةِ نَخْلٍ
خَاوِيَةٍ مُرَاعَاةً لِلْفَوَاصِلِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ○ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○

ترجمہ سورۂ قمر بجز آیت سیھزم الجمع کے مکیہ ہے۔ اس میں ۵۵ آیات ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قیامت نزدیک آپہنچی (قریب آگئی) اور چاند شق ہوگیا (ابی قبیس اور قعیقعان دو پہاڑوں پر دو ٹکڑے ہو کر الگ الگ ہوگیا۔ یہ آنحضرتؐ کا معجزہ شیخین کی روایت کے مطابق ظہور پذیر ہوا۔ جس کی فرمائش کفار نے کی تھی۔ آپ نے فرمایا دیکھ لو) اور یہ لوگ (کفار قریش) اگر کوئی معجزہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی جیسے شق قمر) دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ زبردست جادو ہے (مضبوط۔ مستمرۃ مرۃ سے ماخوذ ہے قوی یا دائمی کے معنی میں) اور (آنحضرتؐ کو) جھٹلاتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشوں کی (غلط بات میں) پیروی کرتے ہیں اور (خیر و شر میں سے) ہر بات کو قرار آجاتا ہے (اہل خیر و شر کے ساتھ جنت یا دوزخ میں) اور ان لوگوں کے پاس خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں (پیغمبروں کو جھٹلانے والی قوموں کی تباہی کی اطلاعات) کہ ان میں عبرت ہے (ان کے لئے مزدجر اسم مصدر یا اسم مکان ہے اس میں دال افتعال تاء سے تبدیل ہوگئی۔ ازدجرتہ۔ زجرتہ کے معنی ہیں۔ میں نے اس کو سختی سے ڈانٹ دیا۔ اور ما موصولہ یا موصوفہ ہے) دانشمندی (مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ یا ما سے یا مزدجر سے بدل ہے) اعلیٰ درجہ کی (مکمل) سو ان کو کوئی فائدہ (نفع) ہی نہیں دیتیں۔ خوف دلانے والی چیزیں (نذر، نذیر کی جمع ہے بمعنی منذر ڈرانے والی چیزیں مراد ہیں۔ مالکی کے لیے ہے یا استفہام انکاری کے لیے ہے دوسری صورت میں یہ خبر مقدم ہے) تو آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے (یہ پہلے مضمون کا خلاصہ ہے اور یہاں کلام پورا ہوگیا) جس روز ایک بلانے والا (اسرافیل مراد ہیں یوم کا ناصب آگے یخرجون آرہا ہے) ایک ناگوار چیز

Marfat.com

کی طرف جس روز بلائیگا (بکسر ضمہ کاف اور سکون کاف کے ساتھ ہے یعنی ایسی بُری چیز جس کی شدت سے طبیعتیں گھبراتی ہیں حساب مراد ہے) جھکی ہوئی ہوں گی (پست اور ایک قرأت میں خشعاً ضمہ خا اور فتحہ شین مشدد کے ساتھ ہے) ان کی آنکھیں (یہ حال ہے یخرجون کے فاعل سے) نکل رہے ہوں گے (لوگ) قبروں سے اس طرح جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے (دہشت و حیرت کے مارے یہ نہیں سمجھ پائیں گے کہ کہاں جائیں۔ یہ جملہ یخرجون کے فاعل سے حال ہے اور ایسے ہی اگلا جملہ بھی) دوڑے چلے جا رہے ہوں گے (گردنیں اُٹھا کر بھاگ رہے ہوں گے) بُلانے والے کی طرف کافر پکارتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے (کافروں پر دشوار جیسا کہ سورۂ مدثر میں ہے یوم عسیر علی الکافرین) ان (قریش) سے پہلے قوم نوح نے تکذیب کی (فعل کا مؤنث ہونا معنی قوم کی وجہ سے ہے) یعنی انہوں نے ہمارے بندہ (نوح) کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ مجنون ہیں اور نوح کو دھمکی دی (گالیاں وغیرہ دے کر ڈانٹا) تو نوح نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں (انی فتحہ ہمزہ کے ساتھ یعنی بانی ہے) عاجز ہوں۔ سو آپ انتقام لے لیجئے چنانچہ ہم نے کھول دیئے (تخفیف و تشدید کے ساتھ ہے) آسمان کے دروازے برسنے والے پانی سے (جو موسلا دھار برسا) اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے (جو اُبل رہے تھے) پھر (آسمان زمین کا) پانی اس کام کے لیے (جو حال ہے) مل گیا جو تجویز ہو چکا تھا (ازل میں ان کی تباہی غرقاب ہونے کی صورت میں) اور ہم نے (نوح کو کشتی پر) سوار کر دیا جو تختوں اور میخوں والی تھی (تسکیل وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے تختے جوڑے جاتے ہیں اس کا مغز کتاب کے وزن پر دسار ہے) جو ہماری نگرانی میں رواں تھی (ہماری حفاظت میں محفوظ تھی) بدلہ لینے کے لیے (فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے یعنی اغرقوا انتصاراً) اس شخص کا جس کی ناقدری کی گئی (یعنی نوح علیہ السلام اور ایک قراءت کفر فعل معروف کی ہے یعنی سب ڈبو دیئے گئے اپنے کفر کی سزا میں) اور ہم نے اس واقعہ کو رہنے دیا (اس قصہ کو باقی رکھا) عبرت کے لیے (جو شخص اس سے عبرت حاصل کرے۔ یعنی یہ خبر سب میں پھیل گئی اور چلتی رہی) سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے (جو اس سے سبق لے۔ مدکر کی اصل مذتکر تھی تا کو دال مہملہ یا معجمہ سے بدل کر ادغام کر دیا گیا ہے) پھر میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا؟ استفہام تقریر کے لیے ہے اور کیف کان کی خبر ہے جو حال دریافت کرنے کے لیے ہے۔ جس کا حاصل مخاطبین کو اقرار پر آمادہ کرنا ہے کہ نوح کے جھٹلانے والوں کو عذاب بر موقعہ ہوا ہے) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا (محفوظ کرنے کے لیے سہل بنا دیا۔ یا نصیحت کے لیے مہیا کر دیا) سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے (جو اس سے سبق لے اور اس کو محفوظ کر لے۔ استفہام امر کے معنی میں ہے یعنی اس کو یاد کر لو اور اس سے سبق لو۔ کتب الٰہیہ میں واقعہ یہ ہے کہ قرآن کے علاوہ کوئی کتاب جان و دل سے محفوظ نہیں رہی) قوم عاد نے تکذیب کی (اپنے پیغمبر ہود کی جس کی وجہ سے ان پر عذاب آیا) سو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا (یعنی عذاب آنے سے پہلے میرا ان کو ڈرانا یعنی برمحل عذاب آیا۔ جیسا کہ آگے فرمایا) ہم نے ان پر ایک تیز و تند ہوا بھیجی (جس کا شور ہولناک تھا) ایک دائمی نحوست کے دن (جس کی نحوست مسلسل رہی باقی

Marfat.com

ہونا مراد ہے بے شعور قوی ہوا تھا) وہ ہوا لوگوں کو اٹھا اٹھا کر کے پھینکتی تھی (زمین کی تلی سے اکھاڑ کر پھر وہیں پٹک دیتی تھی اور سروں کے بل اُن کو پچھاڑ دے رہی تھی جس سے ان کی گردنیں ٹوٹ ٹوٹ کر دھڑوں سے الگ جا پڑتی تھیں) اس طرح کہ گویا وہ (درانحالیکہ ان کی کیفیت بیان ہو چکی) جڑیں (تنے) ہیں اکھڑی ہوئی کھجوروں کی (جو زمین پر اکھڑ کر آرہیں۔ لمبے تڑنگے ہونے میں ان کو کھجور کے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہاں تو مذکر اور سورۂ حاقہ کی آیت نخل خاویۃ میں مؤنث کے ساتھ تعبیر کرنے میں دونوں جگہ تو اصل آیات کی رعایت کی گئی ہے) سو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

تحقیق و ترکیب

اقتربت مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ اقتربت مزید۔ قربت مجرد کے معنی میں ہے مبالغہ کے لیے لایا گیا ہے۔ الساعۃ۔ الحاقۃ۔ واقعۃ۔ قارعۃ۔ یوم الدین۔ یوم الجزاء وغیرہ قیامت کے نام ہیں۔ شق القمر قیامت کی علامت اس طرح ہے جیسے کہا جائے۔ اقبل الامیر وقد جاء البشیر بقدومہ۔ چنانچہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے غارِ حرا کے دونوں جانب دو ٹکڑے دیکھے۔ جیسا کہ جمہور کی رائے ہے۔ لیکن بعض کی رائے ہے کہ قیامت کے روز شق قمر ہوگا۔

پہلی دوسری تاریخ کے چاند کو ہلال اور تیسری سے تیرھویں تک قمر کہتے ہیں اور چودھویں شب کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے۔ پھر بتدریج محاق شروع ہو جاتا ہے۔ فعاد کالعرجون القدیم۔

جبل ابو قبیس مکہ کا مشہور پہاڑ، قبیلہ مذحج کے نام پر یہ موسوم ہے۔ اس کے سامنے دوسرا پہاڑ قعیقعان برزن زعیقران ہے۔ قبیلہ جرہم کے لوگ اس پر اپنے ہتھیار رکھتے تھے یہی وجہ تسمیہ ہے۔ قریش نے مطلقاً نشانی کی فرمائش کی تھی یا خاص شق قمر کی فرمائش کی تھی یا دونوں روایات ہیں۔

مستمر۔ استمرار کے معنی استحکام، دوام اور قوی کرنے کے آتے ہیں اور ختم ہو جانے کے معنی بھی آتے ہیں۔ قاموس میں ہے۔ سحرٌ مستمرٌ محکمٌ قویٌ اذ ذاھب صراح میں ہے مرۃ بمعنی قوۃ۔

مزدجر۔ فیہ صلہ ہے اور یہ اس کا فاعل ہے یا مزدجر مبتداء اور فیہ خبر ہے۔

النذر۔ جو حضرات فعیل بمعنی مُفعِل نہیں مانتے وہ نذیر بمعنی انذار کو مصدر کہتے ہیں۔ ما استفہامیہ ماننے کی صورت میں ما تغنی مفعول بہ یا مفعول مطلق مقدم ہوگا۔ ای شیٔ من الاشیاء النافعۃ تغنی النذر یا ای اغناء تغنی النذر تقدیر عبارت ہوگی اغناء شیئاً۔

نکر۔ ابن کثیرؒ کے نزدیک سکون کاف کے ساتھ ہے۔

خاشعاً ابصارھم۔ ابو عمرؒ، حمزہؒ، علیؒ کے نزدیک خاشعاً ہے اور باقی قراء کے نزدیک خُشَّعاً ہے یخرجون کے فاعل سے حال ہے یا یدع کے مفعول محذوف سے حال مقدرہ ہے اور بقول قاضیؒ یہ ترکیب عمدہ ہے اگرچہ ورود بر جال قائمین غلامہ عمدہ ترکیب نہیں ہے کیونکہ یہ مشابہ فعل صیغہ پر نہیں ہے۔ اس قراءت سے مبردؒ کے اس قول

Marfat.com

تائید ہو رہی ہے کہ جمع مکسر لانا اگر ممکن ہو تو وہ بمقابلہ مفرد کے بہتر ہو گی۔ چنانچہ مودت بر جال قائم غلمانہ کے مقابلہ میں مودت بر جال قیام غلمانہ فصیح سمجھا جائے گا۔ لیکن جمہور مفرد کو ترجیح دیتے ہیں۔ زمخشریؒ کا کہنا یہ ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے مطابق ہے جو اکلونی البراغیث بولتے ہیں اس لیے خشعاً۔ ضمیر ہم مان کر ابصارہم اس سے بدل ہو جائے گا۔

کانھم جراد۔ کثرت و انتشار میں تشبیہ ہے۔ چنانچہ لشکر عظیم کے بارہ میں کہا جاتا ہے جاءوا کالجراد۔ جراد اسم جنس ہے اسی لیے یہ جمع کی خبر ہو گئی۔ رہا منتشر کو مفرد لانا وہ بلحاظ مفرد ہے۔ اس کی نظیر کالفراش المبثوث ہے۔ ان دونوں آیات میں مُردوں کے اُٹھنے کو تشبیہ دی گئی ہے۔ پہلی آیت قمر میں کثرت و انتشار وجہ تشبیہ ہے۔ اور آیت قارعہ میں تحیر و تداخل وجہ شبہ ہے۔

مھطعین۔ امام راغبؒ اور اہل زبان کے استعمال سے مفسرؒ کی تائید ہو رہی ہے۔ اصل میں گردن یا نگاہ اُونچی کرتے کے معنی ہیں۔ جلدی کرنے اور نظر و تامل کرنے سے کنایہ ہے۔

منھمر۔ قاموس میں ہے۔ انھمر الماء بمعنی انسکب و سال الماء۔ حضرت علیؓ سے ابن الکوا نے جب منھمر کے معنی پوچھے تو فرمایا ھو شرع الماء اسی لیے بولا جاتا ہے۔ فتحت السماء بماء منھمر امام بخاریؒ نے ادب المفرد میں اس کو ذکر کیا ہے اور ابن منذرؒ نے ابن عباسؓ سے تخریج کی ہے۔ کہ ماء ذلك من السحاب لا من السماء۔

عیوناً۔ یہ مفعول بھا تمیز بنا لیا۔ اصل عبارت فجرنا عیون الارض کلھا تھی۔ جو فجرنا عیون الارض سے ابلغ ہے۔ گویا ساری زمین کو چشمے بنا دیا۔ لیکن فاعل سے تمیز لانا اکثر ہوتا ہے۔ اس وقت حاصل عبارت انفجرت عیون الارض ہو گی۔ مفسرؒ نے تتبع کہہ کر حاصل معنی کی طرف اور تمیز عن الفاعل کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فالتقی الماء۔ ماء اسم جنس ہونے کی وجہ سے دونوں پانیوں کو شامل ہے۔ نیز لفظ التقی بھی تعدد پر دلالت کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں ایک قراءت میں ماءان ہے جو اسی کا مؤید ہے۔

قد قدر۔ مفسرؒ نے بہ سے امر کے واحد ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔

دسر۔ جمع دسار، فعال کے وزن پر اسم آلہ ہوتا ہے جیسے امام۔ اس کے معنی ٹھوکنے کے ہیں کیل کو اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ زور سے ٹھوکی جاتی ہے۔ اس لفظ کی تفسیر مسامیر، اضلاع، جبال کے ساتھ کی جاتی ہے۔ مگر مفسرؒ نے عام معنی لیے جو سب کو شامل ہیں۔

کفر۔ یہاں کفر سے ایمان کی ضد مراد نہیں ہے بلکہ کفرانِ نعمت مراد ہے۔ نبی بھی امت کے لیے نعمت و رحمت ہوا کرتا ہے۔

جزاء۔ مفسرؒ نے التقی الماء پر نظر کرتے ہوئے اغرقوا فعل مقدر نکالا ہے اور چونکہ اس کا نوع کے

Marfat.com

لیے جزاء بننا درست نہیں تھا۔ اس لیے اس کی تعبیر انتصاراً کے ساتھ کردی۔ دوسرے مفسرینؒ نے فعلنا ذلك الانجاء مانی ہے۔ جس سے مراد غرق سے بچالینا ہے۔ پھر جزاء میں تاویل کی حاجت نہیں رہتی۔ اس کے بعد مفسر نے عقاباً کہا ہے اس صورت میں کفر سے مراد متعارف کفر ہوگا۔

ترکناھا۔ ضمیر پورے واقعہ کی طرف ہوگی اور بعض نے کشتی کی طرف ضمیر راجع کی ہے جو ابتداء اسلام تک جودی پہاڑ پر محفوظ رہی بلکہ دوسرے مقامات پر سیاح اب بھی نشان دہی کرتے ہیں۔

فکیف کان۔ بظاہر کان ناقصہ ہے اور کیف خبر ہے استفہام کی وجہ سے مقدم کی گئی۔ لیکن تامہ بھی ہو سکتا ہے کیف منصوب، حال یا ظرف ہو جائے گا۔

ونذر۔ مفسرؒ نے انذاری کہہ کر اشارہ کیا ہے نذر کے مصدر ہونے کی طرف یائے مضاف الیہ محذوف ہوگی اور نذر، نذیر کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔

یسرنا القرآن۔ تورات حضرت موسیٰ۔ ہارون۔ یوشع بن نون۔ عزیر علیہم السلام کے علاوہ کسی کو بھی بنی اسرائیل میں زبانی یاد نہیں تھی۔ دیکھ کر ناظرہ پڑھتے تھے۔ حفظ کرنا قرآنی خصوصیت ہے۔ اسی لیے حدیث قدسی ہے۔ وجعلت من امتك اقواماً قلوبھم اناجیلھم اور سعید بن جبیرؒ سہل کرنے سے اختصار کلام اور الفاظ کی شیرینیت مراد لیتے ہیں۔

اعجاز۔ عجز کی جمع اعجاز ہے جیسے عضد کی جمع اعضاد۔

منقعر۔ قعر النخلۃ کے معنی کھجور کا تنا جڑ سے نکال دیا۔

ربط آیات

پچھلی سورت کی اخیر آیت میں ازفت الآزفۃ فرمایا گیا تھا۔ جس سے قیامت کا قریب ہونا معلوم ہوا۔ اس مضمون سے اس سورت کو شروع کرکے "دشق قمر" کا واقعہ ارشاد فرمایا جو قیامت کی بڑی علامات میں سے ہے جس سے مضمون کی تاکید ہوگئی۔ اگرچہ نہ ماننے والے بدستور اپنی ضد پر رہے جو یقیناً آپ کے لیے کلفت کا باعث بنی اس لیے تسلی فرمائی گئی۔

آیت ولقد جاءھم من الانباء سے اجمالاً اور پھر آیت کذبت قبلھم قوم نوح الخ سے تفصیلاً بعض سرزنش آمیز واقعات کا ذکر ہے۔

شان نزول و روایات

اقتربت الساعۃ وانشق القمر کے سلسلہ میں شیخینؒ نے حضرت ابن مسعودؓ، انسؓ اور زیدؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے غار حراء کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اور ابونعیمؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ چاند کا آدھا حصہ صفا پر اور آدھا مروہ پر ہوگیا تھا اور ابن مسعودؓ سے ابوقبیس اور سوید پہاڑوں پر دونوں حصوں کا ہونا منقول ہے۔ البتہ مفسرؒ نے قیقعان پہاڑ کا نام لیا ہے۔ بہرحال بقول ابن عباسؓ ولید، ابوجہل، عاص ابن وائل، عاص ابن ہشام، اسود بن المطلب، نضر بن الحارث وغیرہ مشرکین جمع ہوئے اور آپ سے شق قمر کی فرمائش کی۔ آپ نے فرمایا۔ ان فعلت

marfat.com
Marfat.com

تو منوا لوگوں نے اقرار کر لیا۔ چودھویں شب کا واقعہ ہے۔ آپ نے دعا کی جو قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ یا ابا سلمۃ عبد الاسد و الارقم بن الارقم اشہدوا۔

اتنے صحابہؓ سے یہ واقعہ منقول ہے کہ علامہ سبکیؒ کو کہنا پڑا کہ عندی انہا متواترۃ مفسرین کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ حضورؐ کے عہد مبارک میں ہو چکا۔ آیت وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے۔ چنانچہ ابو سعود سے منقول ہے۔ انشق القمر علی عہدہ فقالت قریش ھذہ سحر ابن ابی کبشۃ فقالوا انتظروا ما یاتیکم بہ السفار فان محمدا لا یستطیع ان یسحر الناس کلہم فی السفار فسالوہم فقالوا انعم رایناہ غرض جمہور کے نزدیک قیامت میں اس کا ہونا مراد نہیں ہے۔

فی یوم نحس مستمر۔ ۲۲ شوال بدھ کے روز یہ عذاب آیا۔ لیکن سورۂ حاقہ کی آیت سخرھا علیہم سبع لیال و ثمانیۃ ایام حسوما اسی طرح دوسری آیت وارسلنا علیہم ریحا صرصرا فی ایام نحسات سے معلوم ہو رہا ہے کہ ایک ہفتہ مسلسل یہ عذاب رہا۔ ممکن ہے بدھ سے شروع ہونا مراد ہو یا بدھ کو اختتام ہوا ہو۔ ابن مردویہ کی حضرت علی، جابر، عائشہ رضوان اللہ عنہم سے مرفوع روایت کے الفاظ یوم الاربعاء نحس مستمر ہیں۔ نیز ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔ اخر اربعاء فی الشہر نحس مستمر۔

اسی طرح انس بن سے نقل کرتے ہیں۔ سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن یوم الاربعاء قال نحس قیل وکیف ذلک یا رسول اللہ قال غرق اللہ فیہ فرعون واہلک عادا و ثمود۔

لیکن ابن کثیرؒ دونوں مذکورہ آیات کے پیش نظر اس نحوست کو نہیں مانتے۔ کیونکہ اس صورت میں آیات و روایات دونوں کو سامنے رکھ کر کہنا پڑے گا کہ پورا ہفتہ بلکہ پورا زمانہ منحوس ہے۔ کیونکہ فی نفسہ تمام زمانہ کی حقیقت ایک ہے دوسرے کوئی زمانہ ہفتہ کے دنوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ بدھ کو عذاب شروع ہو جانے کی وجہ سے یہ دن یا ہفتہ ان کے حق میں برا ہو گیا اور ایسی اضافی اچھائی برائی ظاہر ہے کہ ایک کے حق میں ایک حکم رکھتی ہے اور دوسرے کے حق میں دوسرا، پھر مطلقاً زمانہ پر نحوست کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے؟

تشریح

ہجرت سے پہلے جب کہ آنحضرتؐ منیٰ میں تھے۔ کفار کا مجمع بھی تھا۔ بخاری کی روایت میں ابن مسعودؓ اپنی موجودگی بھی صراحۃً بتلاتے ہیں۔ بعض روایات میں جو مکہ کا لفظ آیا ہے اس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ ہجرت سے پہلے زمانہ قیام مکہ میں ایسا ہوا۔ غرض کفار نے آپؐ سے کوئی نشانی طلب کی۔ آپ نے فرمایا "اشہدوا" آسمان کی طرف دیکھو۔ ناگاہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا مغرب کی اور دوسرا مشرق کی طرف ہٹ گیا۔ بیچ میں پہاڑ حائل رہا۔ جب سب نے اچھی طرح دیکھ لیا۔ دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ صحیح روایات میں اس کا ایک ہی مرتبہ

Marfat.com

ہونا ثابت ہے۔ لیکن بعض روایات میں مرتین کا لفظ جو آیا ہے۔ اس کے معنی دو ٹکڑے ہونے کے ہو سکتے ہیں۔ یا اس کا تعلق دیکھنے کے ساتھ ہو۔ یعنی ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد نظر ہٹا کر پھر دوبارہ دیکھا تو اسی حال میں تھا۔

اور ابو نعیمؒ کی روایت میں ہے کہ اس روز چاند بدر تھا۔ لیکن منیٰ کا یہ اجتماع غالباً ایام حج میں ہوا ہوگا اس لیے بارہویں تیرہویں شب یعنی بدر کے قریب ماننا پڑے گا۔ خود شق قمر کا لفظ بھی اسی کا قرینہ ہے۔ مگر بُرا ہو ہٹ دھرمی کا کہ اس پر بھی کفار کہنے لگے کہ محمدؐ نے چاند پر یا ہم پر جادو کر دیا ہے۔ اس پر بعض نے یہ کہا کہ آنے جانے والے مسافروں سے پتہ لگانا چاہیئے کہ کیا انہوں نے بھی یہی منظر دیکھا ہے۔

چنانچہ بیہقی کی روایت میں ہے کہ چہار طرف سے آنے والوں سے بھی پوچھا گیا تو سب نے اپنا اپنا دیکھنا بیان کیا۔ طحاویؒ، ابن کثیرؒ وغیرہ نے اس کے تواتر کا دعوےٰ کیا ہے اور کسی دلیل عقلی سے آج تک اس طرح کے واقعات کا محال ہونا ثابت نہیں کیا جا سکا ہے۔

آنحضرتؐ کے معجزات سب سے افضل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں۔ اس لیئے آپ کے معجزات بھی سب سے بڑھ کر ہیں۔ معجزات اگرچہ دلائل نبوت نہیں ہوتے۔ بلکہ علاماتِ نبوت ہوتے ہیں۔ اصل دلیل نبوت تو پیغمبر کا غیر معمولی علم و فہم اور بے مثال عمل اور بے نظیر اخلاق ہوتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ ان تینوں باتوں میں سارے عالم سے جس طرح بڑھ کر ہیں۔ اسی طرح علامات نبوت معجزات میں بھی آپ سب سے آگے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ علم و عمل میں۔ علم کا درجہ عمل سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لیے علمی معجزہ بہ نسبت عملی معجزہ کے عالی سمجھا جائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم آنحضرتؐ کا علمی معجزہ ہے جس کی نظیر کتب آسمانی میں نہیں ہے۔

جس طرح آپ اس علمی معجزہ میں سب سے فائق ہیں۔ مختلف قسم کے عملی معجزات میں آپ سب سے برتر ہیں۔ چنانچہ شق قمر کے معجزہ ہی کو لے لیا جائے۔ حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے بطور معجزہ سورج کا ایک جگہ پر قائم رہنا اور حرکت نہ کرنا۔ یا حضرت یسیعیاہ کے لیے غروب ہونے کے بعد پھر سورج کا لوٹ آنا اگرچہ عظیم الشان معجزہ ہے اور بظاہر شق قمر کے معجزہ سے بڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت پر نظر کی جائے تو معاملہ برعکس ہے۔ کیونکہ فیثاغورث کے نظریہ پر جس کے قائل آج کل کے حکماء یورپ ہیں۔ چاند و سورج کے ان دونوں معجزوں میں زمین کو ساکن مان زمین کی حرکت کو اُلٹی ماننا پڑے گا۔ پس اس نظریہ پر اس معجزۂ سورج کا حاصل یہ نکلے گا کہ اس وقت زمین کی حرکت سکون سے بدل گئی تھی یا اس کی مسلمہ حرکت کی بجائے تھوڑی دور ادھر کو حرکت ہو گئی تھی اور چونکہ زمین قریب ہے ہر وقت بادل سے لگی رہتی ہے۔ اس لیے اس میں یہ تصرف اتنا تعجب خیز نہیں۔ جتنا تعجب انگیز چاند کا دو ٹکڑے کر دینا ہے۔ کیونکہ چاند ہم سے لاکھوں میل دُور ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سورج سے زیادہ چاند میں تصرف ہوا

گویا حضرت یوشع وغیرہ کا تصرف تو زمین پر ہوا جو زیر قدم ہے لیکن آنحضرتؐ کا تصرف چاند پر ہوا۔ دوسرے ان تصرفوں میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے حرکت کا سکون سے بدل جانا اتنا دشوار نہیں جتنا ایک مضبوط جسم کا پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانا مشکل ترین ہے۔ کیونکہ ان اجسام کا حرکت کرنا دو حال سے خالی نہیں۔ اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ اگر اختیار سے ہے تو جیسے حرکت اختیاری ہے ایسے سکون بھی اختیاری ہوگا۔ پس دونوں ممکن اور متصور ہیں۔ اور اگر زمین کی حرکت دوسرے کے اختیار سے ہے تو پھر سکون کو زمین کے لیے اصلی اور بتقاضائے طبیعت ماننا پڑے گا۔ اس لیے زمین کے لیے سکون کا عارض ہونا کچھ بھی دشوار نہ ہوگا۔ کہ اسے قبول کرنے میں انکار ہو برخلاف چاند کے پھٹ جانے کے وہ خلاف طبع ہونے کی وجہ سے دشوار ہوگا۔ بلکہ چاند کو اگر جاندار فرض کر لیا جائے تو دشوار تر ہوگا۔ حاصل یہ نکلا کہ زمین کے سکون کی نسبت چاند کا پھٹنا اعلیٰ تصرف کہلائے گا۔

رہ گئی زمین کی الٹی حرکت۔ اس کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے کیونکہ زمین کی حرکت اگر اختیاری ہے تو جیسے سیدھی حرکت اختیاری ہے الٹی حرکت بھی اختیاری رہے گی۔ لیکن اگر زمین کی حرکت کسی دوسرے کے ذریعہ ہوتی ہے تو جس طرح معمول کے مطابق دوسرے سے حرکت ہوتی اسی طرح معمول کے خلاف بھی دوسرے کے ذریعہ حرکت ممکن ہے۔ بہرصورت زمین ساکن ہو یا معکوس حرکت کرنے والی۔ دونوں صورتیں چاند پھٹنے کے برابر نہیں ہو سکتیں اور محل تاثیر یعنی زمین اور چاند کا قریب و بعید اور نیچے اوپر ہونا مزید برآں رہا۔

بطلیموسی نظریہ پر چاند کا شق

لیکن بطلیموسی نظریہ کے مطابق اگر آسمان، چاند، سورج، ستاروں سب کو متحرک مانا جائے تب بھی کہا جائے گا کہ سورج کا سکون یا اس کی الٹی حرکت دونوں ارادی ہیں یا غیر ارادی۔ سورج کی یہ دونوں حالتیں چاند کے پھٹنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ البتہ محل تاثیر یعنی چاند سورج کا قرب و بعد یہاں پہلے کے خلاف برعکس ہو گیا۔ یعنی سورج، چاند کی نسبت بہت دور ہے۔ اس لیے سورج میں تصرف کر دینا بظاہر بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے بہ نسبت چاند میں تصرف کرنے کے۔ لیکن یہاں بھی غور سے دیکھا جائے تو ایسا نہیں ہے۔ بلکہ چاند میں تصرف بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ اول تو جس میں اختیاری حرکت ہو اس کو حکم یا استدعا یا التماس کے ذریعہ روک لینا اور تھام لینا ممکن ہے۔ چنانچہ آدمی اور جانور دور کی آواز پر ٹھہر جاتے ہیں یا چل پڑتے ہیں لیکن کسی جسم کا ٹکڑے کر دینا آسان نہیں ہوتا۔ سو اگر سورج اپنے اختیار سے متحرک ہے تو حضرت یوشع وغیرہ کے فرمانے سے اس کا ٹھہر جانا کچھ ان کی قوت و تاثیر پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ سورج نے ان کا کہا مان لیا۔ سو کسی کی بات کا مان لینا کچھ کہنے والے کی عظمت پر منحصر نہیں: خدا بندے کی دعا مان لیتا ہے تو کیا بندے اس سے بڑھ جائیں گے۔ یا وہ کافروں کی بھی سن لیتا ہے تو کیا اس سے کافر کچھ خدا کے مقرب ہو جاتے ہیں۔ یا امراء و سلاطین

Marfat.com

اپنے خدام کی عرض و معروض سن لیتے ہیں تو کیا خدام ان سے بڑھ جاتے ہیں۔ بلکہ استدعا تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس بات پر استدعا کی جارہی ہے استدعا کنندہ اس میں دخل نہیں رکھتا۔ زیادہ نہیں تو استدعا کے وقت ہی ان کا بے دخل ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اور سورج کی حرکت اگر دوسرے کے ذریعہ ہے تو اس کا سکون بھی اسی کے ہاتھ ہوگا۔ پس اس سورت میں حضرت یوشع وغیرہ کا بظاہر خطاب اگرچہ سورج سے ہوگا پر حقیقت میں حرکت دہندہ (اللہ) سے استدعا ہوگی۔ تاہم ظاہر الفاظ کی حکایت پر نظر کی جائے تو روئے سخن سورج کی طرف مانتا ہوگا۔ اور یہ کہ سورج بارادۂ خود متحرک ہے۔

فلکیات میں خرق والتیام

علاوہ ازیں حکمائے یونان کے نظریات و اصول پر سورج کی حرکت دائمی ہے یعنی ضروری نہیں ہے کہ اس کا ازالہ ناممکن اور محال ہو جائے اور معقولات کے طلبہ جانتے ہیں کہ دوامی چیز کا خلاف ممکن ہے۔ پس سورج کا ساکن ہونا ممکن ہوا۔ برخلاف چاند سورج کے پھٹنے کے حکمائے یونان کے نزدیک فلکیات میں خرق والتیام محال ہے اور فلکیات کا بجنسہ باقی رہنا ضروری ہے۔ گو واقع میں یہ سب باتیں غیر ضروری اور غیر محال ہیں۔ تاہم ان کے اصول پر بھی اتنی بات تو ثابت ہوئی کہ سورج کے سکون و حرکت میں بہ نسبت چاند کے شق ہونے کے زیادہ دشواری ہے۔ تب ہی تو ایسے عقلاء کو محال و امتناع کا خیال ہوا۔

غرضکہ فیثا غورثی اور بطلیموسی دونوں نظاموں پر ثابت ہوگیا کہ آنحضرتؐ کا معجزہ شق قمر بہ نسبت سورج کی رجعت قہقرہ اور ٹھہرانے کے اعلیٰ و افضل ہے۔ اسی طرح معجزہ شق قمر کو معجزہ موسوی اور داؤدی یعنی پتھر یا لوہے کے نرم ہو جانے سے اگر ملایا جائے تو زمین و آسمان سے زیادہ فرق نظر آئے گا۔

اور سائنس جدید کی رو سے نہ تو آسمانوں کا ماننا ضروری ہے اور نہ انکار۔ اس لیے تمام ستاروں کو فضا میں اور سورج کو مرکز عالم پر اس طرح مانا جائے کہ زمین وغیرہ سب ان کے گرد گھومتی ہیں۔

(از حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ)

پتھروں پر جونک نہیں لگتی

ولقد جاءھم یعنی ہر قسم کے احوال اور برباد شدہ قوموں کے واقعات قرآن کے ذریعہ معلوم کرادیئے گئے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو خدائے قہار کی طرف سے بڑی ڈانٹ ہے۔ یہ قرآن عقل و حکمت کی باتوں کا مجموعہ ہے کہ ذرا نیک نیتی سے سنے تو دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ ان پر خاک اثر نہیں ہوتا، کوئی نصیحت، دہنمائش کام نہیں دیتی۔ کتنا ہی سمجھاؤ پتھروں پر جونک نہیں لگتی۔ لہٰذا ایسے سنگ دل بدبختوں کو آپ بھی منہ نہ لگائیں۔ آپ نہایت خوش اسلوبی سے دعوت و تبلیغ کا فرض انجام دے چکے۔ اب زیادہ پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ان کو اپنے ٹھکانہ کی طرف چلنے دیں۔ جب یہ خوف و دہشت کے مارے ذلت و ندامت کے ساتھ آنکھیں جھکائے ہوں گے اور تمام

marfat.com
Marfat.com

اگلے پچھلے ٹڈی دل کی طرح قبروں سے پھیل پڑیں گے اور عدالتِ عالیہ کی طرف دوڑیں گے اور اپنے جرائم اور اس روز کی ہولناکیوں کا منظر دیکھ کر چیخ اٹھیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے دیکھئے کیا گزرے گی۔

طوفانِ نوح

کذبت قوم نوح۔ یعنی قیامت اور عذابِ آخرت تو خیر اپنے وقت پر آئے گا ہی لیکن جھٹلانے والوں پر تو پہلے ہی دنیا میں سخت دن آچکا ہے۔ نوح علیہ السلام کے سارے پند و وعظ کا جواب قوم نے یہ دیا کہ اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو سنگسار کر دیا جائے گا۔ گویا دھمکیوں میں ان کی بات کو رُلا دیا۔ یا انہیں دیوانہ کہہ کر بات ٹال دی۔ سینکڑوں برس سمجھانے بجھانے پر بھی جب کوئی نہ پسیجا۔ تو تنگ آکر حضرت نوحؑ نے بددعا کی کہ اے میرے پروردگار میں ان سے عاجز آچکا اور کوئی تدبیر کارگر نہیں رہی۔ اب آپ اپنے دین اور پیغمبر کا بدلہ لیجئے اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیئے۔ بابِ اجابت کھلا اور طوفان کی ریل پیل ایسی ہوئی کہ گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور زمین کے پردے پھٹ گئے۔ اتنا پانی اُبلا کہ جل تھل ہو گئے اور ساری زمین چشموں کا مجموعہ بن کر رہ گئی۔ جس کا نتیجہ قوم کی غرقابی اور تباہی کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن قدرتِ الٰہی کا کرشمہ کہ اسی طوفان میں نوحؑ کی کشتی امن و سلامتی کے ساتھ ہماری حفاظت و نگرانی میں چلی جا رہی تھی۔ اللہ کی باتوں کے انکار اور پیغمبروں کی ناقدری کا انجام دیکھ لیا۔

سوچنے والوں کے لیے اس واقعہ میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ آج بھی کشتی کا یہ قصہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا نشان ہے۔

اور بعض نے آیت ولقد ترکناھا کے متعلق یہ کہا ہے کہ ابتداء اسلام تک بعینہٖ وہی کشتی "وجودی" پہاڑ پر نظر آتی رہی۔ بلکہ آج تک سیاح اس کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

قرآن آسان بھی ہے اور مشکل بھی

ولقد یسرنا القرآن۔ یعنی قرآن کے جو مضامین نصیحت و موعظت، ترغیب و ترہیب سے متعلق ہیں وہ بالکل صاف سہل اور مؤثر ہیں۔ پر کوئی سوچنے سمجھنے کا ارادہ بھی کرے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن محض ایک سطحی کتاب ہے نہ اس میں دقائق و غوامض ہیں نہ اس میں اسرار و حکم۔ بھلا یہ کیسے فرض کر لیا جائے کہ اللہ علیم و خبیر جب اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے تو عیاذاً باللہ وہ اپنے نامتناہی علم سے کورا ہو جاتا ہے۔ یقیناً اس کے کلام میں وہ گہرے حقائق اور باریکیاں ہوں گی جس کا ہلکا سا اشارہ حدیث لا تنقضی عجائبہ میں ہے اور واقعہ یہ ہے۔ کہ کلام الملوک ملوک الکلام کی رو سے وہ خصوصیات دوسرے کے کلام میں کہاں مل سکتی ہیں۔ فقہاء اور حکماء امت نے اس کے دقائق و اسرار کے سراغ لگانے میں اور احکامِ شریعت مستنبط کرنے میں عمریں کھپا دیں۔ تب بھی اس سمندر کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔ اس لیے محض اس آیت پر سرسری نظر کر کے مجتہد بننے کی ہوس کرنا قطعاً غلط ہے۔ نصیحت میں مؤثر اور سہل ہونے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ وجوہ استنباط بھی آسان ہیں۔ یہ جملہ کئی قصوں میں دہرایا گیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہر واقعہ بجائے خود

Marfat.com

ایک مستقل درس عبرت ہے۔

فی یوم نحس مستمر۔ یعنی یہ نحوست نہ اٹھی جب تک وہ تمام نہ ہو چکے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نحوست کا دن انہیں کے لیے رہا۔ یہ نہیں کہ ہمیشہ کو یہ دن سب کے لیے منحوس ہو جائے۔ کیونکہ دوسری آیات سے سات روز اس عذاب کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پھر آخر مبارک دن کون ہوگا۔

قوم عاد کے لوگ اگرچہ نہایت قد آور تنومند تھے۔ لیکن ہوا کے جھکڑوں نے سب کو اس طرح اکھاڑ پچھاڑ کر کے رکھ دیا۔ جیسے کھجور کے لمبے تڑنگے تنے جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیئے جائیں۔

لطائف سلوک

جزاء لمن کان کفر۔ یعنی حضرت نوحؑ کی شان میں گستاخی کا یہ انتقام لیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے مقبولین کا انتقام لے لیا کرتا ہے۔ لہٰذا مقبولین کی ایذاء رسانی سے گریز کرنا چاہیئے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ○ جَمْعُ نَذِيْرٍ بِمَعْنٰى مُنْذِرٍ اَىْ بِالْاُمُوْرِ الَّتِىْ اَنْذَرَهُمْ بِهَا صٰلِحٌ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ وَيَتَّبِعُوْهُ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مَّنْصُوْبٌ عَلَى الْاِشْتِغَالِ مِنَّا وَاحِدًا اَصِفَتَانِ لِبَشَرًا نَتَّبِعُهٗٓ مُفَسِّرٌ لِلْفِعْلِ النَّاصِبِ لَهٗ وَالْاِسْتِفْهَامُ بِمَعْنَى النَّفْىِ اَىْ كَيْفَ نَتَّبِعُهٗ وَنَحْنُ جَمَاعَةٌ كَثِيْرَةٌ وَهُوَ وَاحِدٌ مِّنَّا وَلَيْسَ بِمَلَكٍ اَىْ لَا نَتَّبِعُهٗ اِنَّآ اِذًا اَىْ اِنِ اتَّبَعْنَاهُ لَفِىْ ضَلٰلٍ ذِهَابٍ عَنِ الصَّوَابِ وَّسُعُرٍ ○ جُنُوْنٍ ءَاُلْقِىَ بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ وَتَرْكِهٖ الذِّكْرُ الْوَحْىُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا اَىْ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ بَلْ هُوَ كَذَّابٌ فِىْ قَوْلِهٖ اَنَّهٗ اُوْحِىَ اِلَيْهِ مَا ذِكْرُهٗ اَشِرٌ ○ مُتَكَبِّرٌ بِطَرٍ قَالَ تَعَالٰى سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا اَىْ فِى الْاٰخِرَةِ مَنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ○ وَهُوَ هُمْ بِاَنْ يُّعَذَّبُوْا عَلٰى تَكْذِيْبِهِمْ لِنَبِيِّهِمْ صٰلِحٍ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ مُخْرِجُوْهَا مِنَ الْهَضْبَةِ الصَّخْرَةِ كَمَا سَاَلُوْا فِتْنَةً مِّحْنَةً لَّهُمْ لِنَخْتَبِرَهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ يَا صٰلِحُ اَىْ اِنْتَظِرْ مَا هُمْ صَانِعُوْنَ وَمَا يُصْنَعُ بِهِمْ وَاصْطَبِرْ ○ اَلطَّاءُ بَدَلٌ مِّنْ تَاءِ الْاِفْتِعَالِ اَىِ اصْبِرْ عَلٰى اَذَاهُمْ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ مَّقْسُوْمٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّاقَةِ فَيَوْمٌ لَّهُمْ وَيَوْمٌ لَهَا كُلُّ شِرْبٍ نَّصِيْبٍ مِّنَ الْمَآءِ مُّحْتَضَرٌ ○ يَحْضُرُهُ الْقَوْمُ يَوْمَهُمْ وَالنَّاقَةُ يَوْمَهَا فَتَمَادَوْا عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ مَلُّوْهُ فَهَمُّوْا

Marfat.com

بِقَتْلِ النَّاقَةِ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ قُدَارًا لِيَقْتُلَهَا فَتَعَاطٰى تَنَاوَلَ السَّيْفَ فَعَقَرَ ○ بِهِ النَّاقَةَ اَىْ
قَتَلَهَا مُوَافَقَةً لَّهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ○ اَىْ اِنْذَارِىْ لَهُمْ بِالْعَذَابِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ
اَىْ وَقَعَ مَوْقِعَهٗ وَبَيَّنَهٗ بِقَوْلِهٖ اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ○
هُوَ الَّذِىْ يَجْعَلُ لِغَنَمِهٖ حَظِيْرَةً مِنْ يَابِسِ الشَّجَرِ وَالشَّوْكِ يَحْفَظُهُنَّ فِيْهَا مِنَ الذِّيَابِ وَ
السِّبَاعِ وَمَا سَقَطَ مِنْ ذٰلِكَ فَدَاسَتْهُ هُوَ الْهَشِيْمُ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○
كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ○ اَىْ بِالْاُمُوْرِ الْمُنْذِرَةِ لَهُمْ عَلٰى لِسَانِهٖ اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا رِيْحًا
تَرْمِيْهِمْ بِالْحَصْبَاءِ وَهِىَ صِغَارُ الْحِجَارَةِ الْوَاحِدَةِ دُوْنَ مِلْءِ الْكَفِّ فَهَلَكُوْا اِلَّا اٰلَ لُوْطٍ ؕ وَهُمْ
ابْنَتَاهُ مَعَهٗ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ○ۙ مِنَ الْاَسْحَارِ اَىْ وَقْتَ الصُّبْحِ مِنْ يَوْمٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ وَلَوْ اُرِيْدَ مِنْ
يَوْمٍ مُعَيَّنٍ لَمَنَعَ الصَّرْفُ لِاَنَّهٗ مَعْرِفَةٌ مَعْدُوْلٌ عَنِ السَّحَرِ لِاَنَّ حَقَّهٗ اَنْ يَّسْتَعْمِلَ فِى الْمَعْرِفَةِ
بِاَلْ وَهَلْ اَرْسَلَ الْحَاصِبُ عَلٰى اٰلِ لُوْطٍ اَوْلَا قَوْلَانِ وَعَبَّرَ عَنِ الْاِسْتِثْنَاءِ عَلَى الْاَوَّلِ بِاَنَّهٗ مُتَّصِلٌ وَ
عَلَى الثَّانِىْ بِاَنَّهٗ مُنْقَطِعٌ وَاِنْ كَانَ مِنَ الْجِنْسِ تَسَمُّحًا نِّعْمَةً مَصْدَرٌ اَىْ اِنْعَامًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ
كَذٰلِكَ اَىْ مِثْلَ ذٰلِكَ الْجَزَاءِ نَجْزِىْ مَنْ شَكَرَ ○ اَنْعَمَنَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ اَوْ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَ
رُسُلِهٖ وَاَطَاعَهُمْ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ خَوَّفَهُمْ لُوْطٌ بَطْشَتَنَا اَخَذَتْنَا اِيَّاهُمْ بِالْعَذَابِ فَتَمَارَوْا تَجَادَلُوْا
وَكَذَّبُوْا بِالنُّذُرِ ○ بِاِنْذَارِهٖ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ اَىْ سَاَلُوْهُ اَنْ يُّخَلِّىَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقَوْمِ
الَّذِيْنَ اَتَوْهُ فِىْ صُوْرَةِ الْاَضْيَافِ لِيَخْبَثُوْا بِهِمْ وَكَانُوْا مَلَائِكَةً فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ اَعْمَيْنَاهَا وَجَعَلْنَاهَا
لَا شِقَّ كَبَاقِى الْوَجْهِ بِاَنْ صَفَقَهَا جِبْرَئِيْلُ بِجَنَاحِهٖ فَذُوْقُوْا فَقُلْنَا لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابِىْ وَنُذُرِ ○ اَىْ
اِنْذَارِىْ وَتَخْوِيْفِىْ اَىْ ثَمَرَتُهٗ وَفَائِدَتُهٗ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً وَقْتَ الصُّبْحِ مِنْ يَوْمٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ
عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ○ۚ دَائِمٌ مُتَّصِلٌ بِعَذَابِ الْاٰخِرَةِ فَذُوْقُوْا عَذَابِىْ وَنُذُرِ ○ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ

ن تسامحا

Marfat.com

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ ع ۲ ۱۸ ۹

ترجمہ ثمود نے پیغمبروں کی تکذیب کی (نذر۔ نذیر کی جمع ہے بمعنی منذر یعنی ان باتوں کو جھٹلا دیا۔ جن کے متعلق ان کے پیغمبر حضرت صالح ؑ نے یہ کہہ کر ڈرایا تھا کہ اگر یہ ایمان نہ لائے اور انہوں نے پیروی نہ کی تو عذاب آئے گا) چنانچہ کہنے لگے کہ کیا انسان کی (بشرا منصوب ہے بعد والے فعل کے اس میں مشغول اور عامل ہونے کی وجہ سے) جو ہمارے ہی میں سے اکیلا ہو (منا اور واحدا دونوں لبشرا کی صفتیں ہیں) پیروی کریں (تتبعہ فعل عامل کی تفسیر ہے اور استفہام بمعنی نفی ہے یعنی ہم کس طرح اس کی پیروی کر سکتے ہیں جب کہ ہم پوری ایک جماعت ہیں اور وہ اکیلا آدمی ہے پھر بادشاہ بھی نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہم اس کی اتباع نہیں کر سکتے) اس وقت تو (اگر ہم نے اس کی پیروی کر لی) بڑی گمراہی (غلط راستہ) اور جنون (دیوانگی) میں پڑ جائیں گے۔ کیا نازل ہوئی ہے (دونوں ہمزہ کی تحقیق۔ اور دوسری ہمزہ کی تسہیل اور دونوں صورتوں میں دونوں کے درمیان الف داخل کر کے اور بغیر الف کے پڑھا گیا ہے) وحی، اسی پر ہم سب میں سے؟ (یعنی اس پر وحی نازل نہیں ہوئی) بلکہ یہ بڑا جھوٹا (اپنی اس بات میں کہ اس پر وحی نازل ہوئی ہے) شیخی باز (اترانے والا اکڑ باز) ہے (فرمایا) ان کو عنقریب (قیامت میں) معلوم ہو جائے گا۔ کہ جھوٹا شیخی کون تھا؟ (پیغمبر یا مخاطبین، اس طرح کہ صالح نبی کے جھٹلانے پر ان کو عذاب ہو گا) ہم اونٹنی کو ظاہر کرنے والے ہیں (لوگوں کی فرمائش پر ایک پتھر کی چٹان سے) ان کی آزمائش (امتحان) کے لیے سو ان کو دیکھتے بھالتے رہنا (اے صالح دیکھتے رہو کہ یہ کیا کرتے ہیں اور ان کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے) اور صبر سے بیٹھے رہنا (تائے افتعال طاء سے بدل گئی ہے۔ یعنی ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا) اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی بانٹ (تقسیم) کر دیا گیا ہے۔ ان کے درمیان (اور اونٹنی کے درمیان کہ ایک دن ان کی باری اور ایک دن اونٹنی کی) ہر ایک (پانی کی اپنی مقررہ) باری پر آیا کرے (ایک روز قوم کے لوگ آئیں اور ایک دن اونٹنی کا رہے۔ ایک عرصہ تو اسی ڈگر پر چلتے رہے پھر اکتانے لگے اور اونٹنی کو مار ڈالنے کا منصوبہ بنا لیا) سو انہوں نے اپنے ساتھی کو (قدار کو اونٹنی مار ڈالنے کے لیے) بلایا۔ سو اس نے (تلوار لے کر) وار کیا اور مار ڈالا (کونچیں کاٹ ڈالیں۔ یعنی ان کے کہنے کے مطابق اسے ختم کر دیا) سو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا (یعنی عذاب آنے سے پہلے ہم نے ان کو خبردار کر دیا تھا۔ حاصل یہ کہ عذاب آ کر رہا۔ جس کا بیان آگے ہے) ہم نے ایک ہی چیخ ان پر مسلط کی، سو وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑھ لگانے والے کا چورا (سوکھے درختوں اور کانٹوں کا باڑھ جو بکریوں کی حفاظت کے لیے بنایا جاتا ہے تاکہ بھیڑیئے اور درندوں سے بچی رہیں۔ اس میں سے گر کر جو چورا ہوتا رہتا ہے اس کو ہشیم کہا جاتا ہے) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ قوم لوط نے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ (یعنی ان ہدایات کی جن کے ذریعہ پیغمبروں کی زبانی ان کو ڈرایا گیا) ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسا دیا (ہوائیں پتھریاں برسا رہی تھیں۔ حصار۔ ایسے چھوٹے پتھر جن میں سے ہر ایک مٹھی بھر ہو نتیجہ یہ کہ وہ لوگ تباہ ہو گئے) البتہ متعلقین لوط ؑ (جن میں

marfat.com
Marfat.com

ان کے ساتھ صاحبزادیاں بھی) ان کو اخیر شب میں بچالیا (ایک غیر معین صبح کو۔ لیکن اگر مقررہ صبح مراد لی جائے تو معرفہ اور السحر سے عدل پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف ہو جائے گا۔ کیونکہ معرفہ الف لام کے ساتھ استعمال ہونا چاہیئے۔ لیکن متعلقین لوطؑ پر پتھراؤ ہوا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔ پہلی صورت میں یہ استثناء متصل ہو جائے گا۔ اور دوسری صورت میں ہم جنس ہوتے ہوئے بھی مجازاً استثناء منقطع سمجھا جائے گا) فضل کرکے (مصدر بمعنی انعاماً ہے) اپنی جانب سے۔ ایسے ہی (جیسے یہاں ہوا) ہم بدلہ دیا کرتے ہیں۔ جو شکر کرتا ہے (ہمارے انعامات کا بشرطیکہ مومن ہو یا شکر سے مراد اللہ و رسول پر ایمان لانا اور ان کی فرمانبرداری کرنا ہے) اور لوطؑ نے ڈرایا (خوف دلایا) تھا ہمارے دار وگیر سے (عذاب میں ہماری پکڑ سے) سو انہوں نے جھگڑے پیدا کیئے (لڑے اور جھٹلایا) اس ڈرانے کو (لوطؑ کے) اور ان لوگوں نے بُرے ارادہ سے مہمانوں کو لوطؑ سے لینا چاہا (یعنی قوم نے لوط علیہ السلام سے فرمائش کی کہ ان سے ہمیں تنہائی کا موقعہ دیا جائے جو مہمانوں کے رُوپ میں آئے تھے تاکہ ان کے ساتھ خباثت کریں حالانکہ وہ فرشتے تھے) سو ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں (انہیں اندھا کر دیا ایسا کہ آنکھوں کا نشان بھی نہ رہا بالکل سپاٹ چہرہ ہو گیا جبریل کے پر مار دینے سے) کہ لو چکھو (ہم نے ان سے کہہ دیا) میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ (یعنی میرے خوف دلانے کا ثمرہ اور فائدہ) اور صبح سویرے ہی (غیر معین دن) ان پر دائمی عذاب آپہنچا (جو یہاں سے آخرت تک جاری رہے گا) سو لو، میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

تحقیق وترکیب

نذر۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ نذر سے رُسُل مراد نہیں ہیں۔ اس سے بآ روک رہی ہے۔ بلکہ صالح علیہ السلام کی طرف سے ڈرانے والی چیزیں مراد ہیں۔

ابشرا۔ اس کا ناصب بعد کا فعل متبعہ ہے جو اپنی ضمیر میں مشغول ہے۔ جس کی مشہور تعبیر ما اضمر عاملہ علی التفسیر ہے۔ چنانچہ ہمزہ اس کا قرینہ ہے جو فعل پر داخل ہوا کرتا ہے۔

منا۔ یعنی ہم جیسے انسان یا ہماری قوم کے ایک فرد ہیں کچھ سب سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ منا۔ بشرا کی صفت ہے۔ اگرچہ مآل ہے اور واحدا بھی صفت ہے۔ مگر صراحۃً لیکن تاویلی صفت کو صریحی صفت پر کیسے مقدم کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واحدا سے حال ہے جو اس پر مقدم کیا گیا ہے۔

سعر۔ جنون کے معنی ہیں۔ ناقۃ مسعورۃ اونٹنی جس کا سر چھوٹا چہرہ پریشان ہو۔ جیسا کہ فراءؒ نے کہا ہے۔ ابن عباسؓ اس کے معنی انا لفی ضلال وعذاب بما یلزمنا من طاعۃ کے ساتھ کرتے ہیں۔ ابن عیینہؒ کی رائے ہے کہ یہ سعیر کی جمع ہے۔ مثلاً کوئی کہے۔ ان لم تتبعونی کنتم فی سعیر ونیران تو اس کو پلٹ کر یوں کہا جائے۔ ان تبعتمونا کنا فی سعیر۔

من بیننا۔ حال ہے علیہ کی ضمیر سے استفہام انکاری ہے۔

اشر۔ بہت زیادہ اترانے والا۔

Marfat.com

من الکذاب۔ من استفہامیہ ہے لیعلمون سے متعلق ہے مبتداء ہے اور کذاب خبر اور پھر جملہ قائم مقام مفعولین ہے۔

مرسلوا الناقۃ۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ ارسال کنایہ ہے اخراج سے۔

ھضبۃ۔ زمین پر پھیلی ہوئی پہاڑی یا ایسا پہاڑ جو ایک ہی پتھر کی چٹان ہو۔ یا طویل پہاڑ جیسا کہ قاموس میں ہے۔

بینھم۔ مفسرؒ نے تو ضمیر صرف قوم کی طرف راجع کی ہے۔ لیکن دوسرے مفسرینؒ نے قوم اور ناقہ کی طرف تغلیباً راجع کی ہے۔

محتضر۔ احتضر بمعنی حضر ہے۔

فتعاطی۔ عطاؒ سے ہے تفاعل۔ امام راغب تناول کے معنی لے رہے ہیں۔

المحتظر۔ اسم فاعل ہے لکڑی بانس وغیرہ سے مویشیوں کے لیے گرمی سردی وغیرہ کے بچاؤ کا باڑہ بنایا جاتا ہے۔ امام محمدؒ نے آیت ان الماء قسمۃ بینھم سے تقسیم و مہایاۃ کا جواز سمجھا ہے۔ تقسیم اعیان میں اور مہایاۃ منافع میں ہوتی ہے۔ یہ دونوں اگرچہ قیاساً ناجائز ہونی چاہئیں؛ کیونکہ منافع کا تبادلہ ہوتا ہے۔ ہر شریک اپنی باری میں دوسرے شریک کی ملکیت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مگر اس آیت کی وجہ سے خلاف قیاس اجازت دے دی۔

تقسیم کا مطلب یہ ہے کہ ہر شریک اپنے حصہ کو دوسرے شریک کے حصہ سے الگ کرلے۔ اور مہایاۃ کہتے ہیں کہ اس چیز کو باقی رکھتے ہوئے منافع کو نوبت بہ نوبت تقسیم کرلیا جائے۔ چنانچہ بینھم اف الماء قسمۃ سے تقسیم کا جواز اور ”لہا شرب“ سے مہایاۃ کا جواز استنباط کیا ہے۔ لیکن اصح یہ ہے کہ دونوں الفاظ بمنزلہ مرادف کے ہیں۔ اور پانی کی تقسیم بطریق مہایاۃ مراد ہے۔

فخر الاسلام بزدویؒ نے اس آیت کو شرائع من قبلنا کے حجت ہونے کے سلسلہ میں پیش کیا ہے۔ جس کو بعض علماء مطلقاً حجت سمجھتے ہیں۔ لیکن مختار مذہب ہے کہ پچھلی شرائع اگر بغیر نکیر کے شارع نے نقل کیا ہے تو پھر ہمارے لیے بھی حجت ہے ورنہ نہیں۔ جیسا کہ یہاں بھی امام محمدؒ اس آیت سے استدلال کررہے ہیں اور اسلام میں اس کے خلاف کوئی نص بھی نہیں ہے اس لیے قابل قبول ہے۔

ولقد یسرنا القرآن۔ اس کو بار بار لانا اس لئے ہے۔ کہ ہر نبی کی تکذیب عذاب کا سبب ہے۔

قوم لوط۔ لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ تو عراق سے ہجرت کرکے فلسطین میں آباد ہوگئے اور لوطؑ اس کے قریب سدوم میں آرہے۔

حاصبا۔ اسی سے محصب، حجاز کی ایک جگہ کا نام ہے۔ حاصب، ہوا کا جھکڑ جس میں پتھر آگ برسے باب ضرب سے ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بسحر۔ مفسرؒ نے نکرہ غیر معین ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی لیے یہ منصرف ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے اتیتہ بسحر۔ لیکن اگر معرفہ مراد لے کر لقیتہ بسحرنا ھذا کہا جائے۔ آج کی صبح مراد ہو تو پھر غیر منصرف ہوگا۔

الا آل لوط۔ استثناء منقطع ہے اس لیے کہ آل لوط عذاب سے خالی نہیں۔ کیونکہ خاندان لوط بہرحال قوم کی جنس سے ہے۔ خواہ ہوا سب پر مانی جائے یا صرف خاندان لوط کے علاوہ لوگوں پر مانی جائے۔ اس لیے استثنائے متصل ماننا چاہیئے۔ گویا متصل اور منفصل کا مدار جنس غیر جنس پر ہوتا ہے۔

نعمۃ۔ مفعول مطلق ہے عامل "ننجیناہ" ہے بلحاظ معنی کے کیونکہ عذاب سے نجات ایک طرح سے انعام ہوتا ہے اور مفعول لہٗ بھی ہو سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ مصدر میں تاویل کی جاوے گی یا عامل میں۔

نجزی من شکر۔ یہ عام ہے آل لوط اور دوسرے شکر گزاروں کے لیے۔

بطشتنا۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ مصدر ہے جس میں وحدت کے معنی ملحوظ ہیں۔ اگرچہ اس سے عذاب مراد ہے۔

فطمسنا اعینھم۔ آنکھ کو مٹا دینا۔

بکرۃ۔ نکرہ ہونے کی وجہ سے منصرف ہے لیکن اگر معین وقت مراد ہو۔ جیسا کہ ایک قراءت البکرۃ ہے تو پھر تانیث اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہو جائے گا۔

ربط آیات

اس رکوع میں ثمود کا حال بیان فرمایا گیا ہے جس کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔ اسی کے ساتھ قوم لوط کی نابکاری بھی ارشاد فرمائی۔

تشریح

ابشرا منا واحدا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو یہ کہہ کر لوگوں نے جھٹلایا کہ یہ کوئی آسمانی فرشتہ نہیں۔ بلکہ ہم جیسا ایک آدمی ہے اور وہ بھی اکیلا، تن تنہا اپنے ساتھ کوئی جتھا نہیں رکھتا، نہ دنیاوی دولت و وجاہت کا مالک ہے۔ مگر چاہتا یہ ہے کہ ہمیں دبا لے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اگر ہم اس کے چکر میں آگئے۔ تو ہماری غلطی اور حماقت ہو گی۔ ہم سودائی ٹھہریں گے۔ وہ تو ہم کو دھمکی دیتا ہے کہ مجھے نہ مانو گے تو آگ میں گرو گے اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ہم اس کے پیچھے لگ گئے تو گویا خود ہم اپنے کو آگ میں گرا رہے ہیں اور کیا پیغمبری کے لیے بس یہی رہ گیا تھا۔ سب جھوٹ ہے خالی بڑائی مارتا ہے کہ خدا نے مجھے رسول بنا دیا اور سب کو میری اطاعت کا حکم دیا۔

مجرمین کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔

سیعلمون۔ یعنی عنقریب معلوم ہوا چاہتا ہے کہ دونوں میں کون جھوٹا اور بڑائی مارنے والا ہے۔ چنانچہ ان کی فرمائش پر پتھر سے اونٹنی نکال کر بھیجتے ہیں دیکھیں کون اللہ و رسول کی بات مانتا ہے اور کون نفس کی خواہش پر چلتا ہے اور اے صالح! تم دیکھتے رہو کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ہوا یہ کہ اونٹنی پتھر سے بطور

Marfat.com

معجزہ برآمد ہوگئی اور گھاٹ کے پانی کا ایک دن اس کے لیے اور ایک دن دوسرے جانوروں کے لیے مقرر ہوا۔ کچھ دن یہی طریقہ چلتا رہا۔ تا آنکہ ایک بدکار عورت نے جس کے مویشی بہت تھے۔ قدار نامی اپنے ایک آشنا کو اُکسایا۔ اس نے اُونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔ پھر جو فرشتہ نے ایک چیخ ماری تو سب کے کلیجے پھٹ گئے اور اس طرح چُور ہو کر رہ گئے جیسے کھیت یا بکریوں کے گرد کانٹوں کی باڑھ لگا دیتے ہیں اور چند روز بعد پائمال ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

کذبت قوم لوط۔ حضرت لوطؑ کو بھی ان کی قوم نے جھٹلایا اور سب انبیاءؑ کا مشن چونکہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اس لیے کسی ایک کا جھٹلانا گویا سب کا جھٹلانا ہے۔ ہم نے ان پر ہواؤں کے جھکڑ بھیجدیے جس کی وجہ سے ساری قوم تباہ ہوگئی۔ بجز لوطؑ کے گھرانہ کے۔ وہ اخیر شب میں انہیں لے کر صاف نکل گئے اور عذاب کی ذرا آنچ بھی انہیں لگنے نہیں دی گئی۔ ہم ہمیشہ شکر گزاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ لوط علیہ السلام نے پہلے لوگوں کو ڈرایا۔ مگر لوگوں نے خواہ مخواہ کے شبہات نکالے اور جھگڑے کھڑے کر کے انہیں جھٹلانے لگے۔

ولقد راودوہ۔ یعنی فرشتے حسین و خوبرو لڑکوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے گھر بطور مہمان آئے۔ بدطینت لوگوں کو خبر لگی تو وہ گدھوں کی طرح منڈلانے لگے اور انہیں قبضانا چاہا تو ہم نے انہیں اندھا کر دیا۔ جس کی وجہ سے انہیں کچھ نظر نہ آیا اور دھکے کھاتے پھرے کہ لو پہلے اس عذاب کا مزہ چکھو۔ پھر ان کی بستیاں اوندھی کر دی گئیں اور اوپر سے پتھراؤ کر دیا گیا کہ اس چھوٹے عذاب کے بعد یہ بڑا عذاب تھا۔

لطائف سلوک

سیعلمون غدا۔ سے معلوم ہوا کہ جب کسی کی اصلاح سے مایوسی ہو جائے تو بحث مباحثہ اور مجادلہ کی بجائے اسی طرز سے جواب دینا چاہیئے۔ جیسا کہ اہل طریق کا معاندین کے ساتھ یہی طرز ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ قَوْمَهٗ مَعَهُ النُّذُرُ ۝ اَلْاِنْذَارُ عَلٰى لِسَانِ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ فَلَمْ يُؤْمِنُوْا بَلْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا اَىِ التِّسْعَ الَّتِىْ اُوْتِيَهَا مُوْسٰى فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ اَخْذَ عَزِيْزٍ قَوِىٍّ مُّقْتَدِرٍ ۝ قَادِرٌ لَا يُعْجِزُهٗ شَىْءٌ اَكُفَّارُكُمْ يَا قُرَيْشُ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمُ الْمَذْكُوْرِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ فَلَمْ يُعَذَّبُوْا اَمْ لَكُمْ يَا كُفَّارَ قُرَيْشٍ بَرَآءَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ فِى الزُّبُرِ ۝ اَلْكُتُبِ وَالْاِسْتِفْهَامُ فِى الْمَوْضِعَيْنِ بِمَعْنَى النَّفْىِ اَىْ لَيْسَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ اَمْ يَقُوْلُوْنَ اَىْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ نَحْنُ جَمِيْعٌ اَىْ جَمْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَلَمَّا قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ يَوْمَ بَدْرٍ اِنَّا جَمْعٌ مُّنْتَصِرٌ نَزَلَ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ فَهُزِمُوْا بِبَدْرٍ وَنُصِرَ رَسُوْلُ

Marfat.com

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْہِمْ بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ بِالْعَذَابِ وَالسَّاعَۃُ اَیْ عَذَابُھَا اَدْھٰی اَعْظَمُ بَلِیَّۃً
وَاَمَرُّ ○ اَشَدُّ مَرَارَۃً مِنْ عَذَابِ الدُّنْیَا اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ ھَلَاکٍ بِالْقَتْلِ فِی الدُّنْیَا وَسُعُرٍ ○
وَاِرٍ مُسَعَّرَۃٍ بِالتَّشْدِیْدِ اَیْ مُھَیَّجَۃً فِی الْاٰخِرَۃِ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ اَیْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَیُقَالُ
لَھُمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ○ اِصَابَۃَ جَھَنَّمَ لَکُمْ اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ یُفَسِّرُہٗ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ ○
بِتَقْدِیْرٍ حَالٌ مِنْ کُلٍّ اَیْ مُقَدَّرًا وَقُرِئَ کُلُّ بِالرَّفْعِ مُبْتَدَأٌ اُخْبِرَ عَنْہُ خَلَقْنٰہُ وَمَا اَمْرُنَا لِشَیْءٍ نُرِیْدُ وُجُوْدَہٗ
اِلَّا اَمْرَۃٌ وَاحِدَۃٌ کَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ○ فِی السُّرْعَۃِ وَھِیَ کُنْ فَیُوْجَدُ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ
لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ وَلَقَدْ اَھْلَکْنَا اَشْیَاعَکُمْ اَشْبَاھَکُمْ فِی الْکُفْرِ مِنَ الْاُمَمِ الْمَاضِیَۃِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ○
یَتَّعِظُ بِھِمْ بِمَعْنَی الْاَمْرِ اَیْ اُذْکُرُوْا وَاتَّعِظُوْا وَکُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْہُ اَیِ الْعِبَادُ مَکْتُوْبٌ فِی الزُّبُرِ ○ کُتُبِ
الْحَفَظَۃِ وَکُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مِنَ الذَّنْبِ اَوِ الْعَمَلِ مُسْتَطَرٌ ○ مُکْتَتَبٌ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اِنَّ
الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ بَسَاتِیْنَ وَّنَھَرٍ ○ اُرِیْدَ بِہِ الْجِنْسُ وَقُرِئَ بِضَمِّ النُّوْنِ وَالْھَاءِ جَمْعًا کَاَسَدٍ وَاُسُرٍ
اَیْ اَنْھٰرٍ یَشْرَبُوْنَ مِنْ اَنْھَارِھَا الْمَاءَ وَاللَّبَنَ وَالْعَسَلَ وَالْخَمْرَ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ مَجْلِسٍ حَقٍّ
لَا لَغْوَ فِیْہِ وَلَا تَاْثِیْمَ وَاُرِیْدَ بِہِ الْجِنْسُ وَقُرِئَ مَقَاعِدَ الْمَعْنٰی اَنَّھُمْ فِیْ مَجَالِسَ مِنَ الْجَنَّاتِ سَالِمَۃً
مِنَ اللَّغْوِ وَالتَّاْثِیْمِ بِخِلَافِ مَجَالِسِ الدُّنْیَا فَقُلْ اَنْ تَسْلَمَ مِنْ ذٰلِکَ وَاُعْرِبَ ھٰذَا خَبَرًا ثَانِیًا وَبَدَلًا
مِمَّا قَبْلَہٗ وَصَادِقٌ بِبَدَلِ الْبَعْضِ وَغَیْرِہٖ عِنْدَ مَلِیْکٍ مِثَالُ مُبَالَغَۃٍ اَیْ عَزِیْزِ الْمُلْکِ وَاسِعِہٖ مُّقْتَدِرٍ ○
قَادِرٍ لَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ وَھُوَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعِنْدَ اِشَارَۃٌ اِلَی الرُّتْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ مِنْ فَضْلِہٖ تَعَالٰی

ترجمہ اور فرعون (اور اس کی قوم) کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں (موسٰے اور ہارون کی زبانی مگر وہ (ایمان نہیں لائے بلکہ) ان لوگوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا (یعنی وہ نو نشانیاں جو موسٰی علیہ السلام کو عطا ہوئیں) سو ہم نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا صاحب قوت کا پکڑنا (جس کو کوئی عاجز نہ کر سکے) (اب (اے قریشیو!) تم میں جو کافر ہیں، ان میں ان لوگوں سے کچھ فضیلت ہے (جن کا ذکر ابھی قوم نوح سے لے کر

Marfat.com

آلِ فرعون تک ہوا ہے کیا ان کو عذاب نہیں دیا گیا) یا تمہارے لیے (اے کفار قریش) معافی ہے (عذاب سے) کتابوں میں (دونوں جگہ استفہام معنی میں نفی کے ہے یعنی یہ بات نہیں ہے) یا یہ لوگ (کفار قریش) کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے (محمدؐ کے مقابلہ میں ابوجہل نے جب جنگ بدر میں یہ نعرہ لگایا کہ انا نحن جمیع منتصر تو جواب نازل ہوا) عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے (چنانچہ غزوۂ بدر میں ہار گئے اور آنحضرتؐ کی ان کے مقابلہ میں مدد ہوئی) بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے (عذاب کے لیے) اور قیامت (کا عذاب) بڑی سخت (بھاری مصیبت) اور ناگوار چیز ہے (عذاب دنیا کے مقابلہ میں نہایت تلخ) یہ مجرمین (بڑی غلطی (دنیا کی تباہی) اور دہکتی آگ میں ہوں گے (جو آخرت میں نہایت بھڑکتی ہوگی) جس روز یہ اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے (آخرت کے روز ان سے کہا جائے گا) کہ دوزخ کے (تمہیں) چھونے کا مزہ چکھو۔ یقیناً ہم نے ہر چیز کو (یہ منصوب ہے اس فعل سے جس کی تفسیر آگے ہے) اندازے سے پیدا کیا ہے (ناپ تول کر یہ حال ہے "کل شئ" سے بمعنی مقدرا۔ اور ایک قراءت میں کل رفع کے ساتھ مبتدا ہے جس کی خبر خلقناہ ہے) اور ہمارا حکم (جس چیز کے موجود کرنے کا ہم ارادہ کرتے ہیں) ایسا یکبارگی ہو جاتا ہے جیسے پلک جھپکانا (آناً فاناً یعنی کن کے ذریعہ وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون) اور ہم تم جیسے لوگوں کو (جو گذشتہ امتوں میں تمہاری طرح کفر میں گزر چکے ہیں) ہلاک کر چکے ہیں سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے (استفہام امر کے معنی میں ہے یعنی دھیان کرو اور سمجھو) اور ہر وہ چیز جو کرتے ہیں (بندے وہ لکھی ہوئی) اعمالناموں میں ہے (کراماً کاتبین کے دفتروں میں) اور ہر چھوٹی بڑی چیز (گناہ یا عمل کی) لکھی ہوئی ہے (لوح محفوظ میں درج ہے) پرہیزگار لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گے (نہر سے جنس مراد ہے ایک قراءۃ میں نون اور ہائے ضمہ کے ساتھ ہے جیسے اُسُد اور اُسُد۔ حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ جنت میں پانی، دودھ، شہد اور شراب کی نہروں سے سیراب ہوں گے) ایک عمدہ مقام میں (شائستہ محفل میں جہاں نہ فضول بات ہوگی اور نہ غلط چیز۔ اس سے جنس مراد ہے۔ ایک قراءت میں مقاعد ہے یعنی پرہیزگار جنت کی ایسی محفلوں میں ہوں گے جس میں نہ فضول گوئی ہوگی اور نہ گناہ کی چیز۔ برخلاف دنیا کی مجالس کے جو بہت کم ان سے پاک ہوتی ہے۔ یہ ترکیب میں خبر ثانی اور بدل ہو سکتا ہے بدل البعض ہو یا دوسری قسم) بادشاہ کے پاس۔ (ملیک مبالغہ کا وزن ہے یعنی وسیع سلطنت کا مالک) جو قدرت والا ہے (جسے کوئی بھی دبا نہیں سکتا۔ یعنی حق تعالیٰ اور عند مرتبہ وعظمت کے لیے ہے جو فضل الٰہی سے حاصل ہوگا)

تحقیق وترکیب

ال فرعون۔ آل کے معنی متعلقین ومتبعین ہیں۔
النذر۔ مصدر ہے یا نذیر کی جمع ہے۔

کلمہا۔ نو نشانیاں۔ (۱) عصا (۲) ید (۳) سنین (۴) طمس (۵) طوفان (۶) جراد (۷) قمل (۸) ضفادع (۹) دم مراد ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

نحن جمیع۔ اس کی تفسیر جمع کے ساتھ اس لیے کی گئی تاکہ اس کا نحن کی خبر بننا صحیح ہو سکے۔ یہ نحن کی صفت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ لفظاً مفرد ہے اس لیے منتقمون کی بجائے منتقم پر اکتفا کیا گیا۔ اس میں فواصل کی رعایت بھی ہوگئی۔ افتعل بمعنی تفاعل ہے جیسے اختصم بمعنی تخاصم اور بعض نے منتقم بمعنی منتقم لیا ہے۔

. . . . . .

الدبر۔ فواصل کی رعایت سے مفرد لایا گیا ہے۔ مراد جنس ہے یا ہر فرد مراد ہے۔

بل الساعۃ۔ یعنی کفار کی شکست ہی پر معاملہ ختم نہیں ہو جاتا۔ اس سے زیادہ مصیبت یہ کہ قیامت سر پر کھڑی ہے۔

ادھیٰ۔ داہیۃ سے اسم تفضیل ہے سخت وحشتناک چیز بجائے ضمیر کے اسم ظاہر تہویل کے لیے لایا گیا ہے۔

انا کل شیء۔ نصب کی قراءت پر ما اضمر عاملہ علی شرط التفسیر ہے اور یہی قراءت راجح ہے۔ کیونکہ غلط معنی کا ایہام نہیں ہے۔ برخلاف ابو السماک کی قراءت رفع کے اس میں غلط معنی کا ایہام ہے اس طرح کہ کل شیٔ موصوف ہو اور خلقناہ اس کی صفت بنا دی جائے اور بقدر خبر ہو تو معنی ہوں گے جو چیزیں ہم نے بنائی ہیں وہ اندازہ کے ساتھ بنی ہوئی ہیں جس سے یہ ایہام ہوتا ہے کہ بعض چیزیں اللہ کی بنائی ہوئی نہیں اور وہ برتخمینہ ہیں۔ یہ اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف اور معتزلہ کے نظریہ کے مطابق ہے۔

چنانچہ ابو البقاء فرماتے ہیں کہ نصب کی قراءت سے عموم معلوم ہوتا ہے وہی بہتر ہے اور رفع کی قراءت سے عموم معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ خلقناہ شیٔ کی صفت ہے۔ کیونکہ صفت، موصوف سے پہلے اور صلہ، موصول سے پہلے عمل نہیں کر سکتے اور نہ یہ ماقبل کے عامل کی تفسیر ہو سکتی ہے۔ پس جب یہ ماقبل کی صفت نہیں بن سکتی تو تاکید یا تفسیر ہی کہا جائے گا مفسر ناصب کی۔ اس سے عموم نکل آئے گا۔

ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ اگر کہیں فعل میں وصف ہونے کا احتمال ہو اور وہ خبر بننے کی صلاحیت رکھے اور فعل میں بھی خبر بننے کی صلاحیت ہو سکے تو اس وقت پہلے اسم میں نصب مختار ہوگا۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ فعل صفت نہیں ہے جیسا کہ یہاں ہے۔ کیونکہ رفع کی صورت میں یہ ایہام ہو سکتا ہے کہ فعل، وصف ہے اور بقدر خبر ہے۔ اسی طرح حکم خاص رہے گا۔ حالانکہ مقصود حکم کا عام ہوتا ہے۔ برخلاف قراءت نصب کے۔ اس میں بقدر فعل ناصب سے متعلق ہوگا۔

الا واحدۃ۔ مفسر نے موصوف محذوف کی طرف اشارہ کر دیا۔

کلمح البصر۔ لمحہ نہایت قلیل وقت کو کہا جاتا ہے۔ "لمحہ بصر" پلک جھپکنا۔

اشیاعکم۔ اشیاع کے معنی اتباع کے ہیں۔ قاموس میں ہے۔ شیعۃ الرجل اتباعہ وانصارہ۔ روح البیان میں ہے اشیاع شیعۃ کی جمع ہے مددگار۔ ایک جماعت۔

کل شیء فعلوہ۔ اس آیت میں نحوی قاعدہ پہلی آیت کے برعکس ہے۔ یہاں سب کے نزدیک کل میں رفع

Marfat.com

کی قراءت ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہیں کہ انسانوں کے جملہ افعال لوح محفوظ میں درج ہیں۔ لیکن اگر اس پر نصب پڑھا جائے تو معنی یہ ہو جائیں گے کہ جو چیزیں لوح محفوظ میں درج ہیں لوگ بس وہی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ لوح محفوظ میں ہمارے کاموں کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں درج ہیں۔ دونوں آیتوں میں اہم ترین نکات عربیہ ہیں۔ ایک ہی جگہ ان دونوں نکتوں کا جمع ہونا لطف کلام کو دوبالا کر رہا ہے۔

ونھر۔ فواصل کی رعایت سے مفرد لایا گیا لیکن جنس مراد ہے۔ ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ نہر جاری مراد نہیں۔ بلکہ فضا اور وسعت مراد ہے۔ اور قاموس میں ہے کہ نہر کے معنی وسعت کے ہیں اور کتب کے وزن پر نہر بمعنی واسع ہے اور بعض کی رائے ہے کہ جس طرح سحاب کی جمع سحب ہے اسی طرح نہار کی جمع نہر ہے۔ یعنی وہاں نہ رات ہوگی اور نہ اندھیرا ہوگا۔

مقعد صدق۔ اس میں سچی صحیح باتیں ہوں گی۔ یہاں بھی جنس مراد ہے۔ یہ ان کی خبر ثانی ہے یا جنات خبر اول سے بدل ہے۔

عند ملیك۔ قرب مکانی مراد نہیں بلکہ قرب ربتی مراد ہے۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جو متقین اکمل ہیں وہ جنت وصال میں ہوں گے۔ انہیں حکمت کی نہروں سے شراب معرفت پلائی جائے گی اور ان نہروں سے غوطہ خوری کر کے معارف کے موتی نکالیں گے اور وہ مقام وحدت ذاتیہ میں اقامت گزین ہوں گے۔ جیسے حدیث میں ہے۔ ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔

ربط آیات

آیت ولقد جاء میں فرعون اور اس کی قوم کی بربادی کا سرسری ذکر ہے۔ آیت "اکفارکم" سے آپ کے زمانہ کے کفار کو بھی لتاڑ دی جا رہی ہے کہ تم بھی پچھلوں کے ہم پیالہ ہم نوالہ بنائے جاؤ گے۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔

پھر آخر میں آیت ان المتقین سے اہل ایمان و تقویٰ پر نوازشوں کا ذکر ہے۔

روایات

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت سیھزم الجمع نازل ہوئی تو میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ کب ہوگا۔ لیکن جب بدر میں آنحضرتؐ نے زرہ وغیرہ ہتھیار زیب تن کر کے یہ آیت پڑھی تو میں سمجھ گیا کہ آیت کا مصداق یہی ہے۔

تشریح

اکفارکم۔ پچھلی قوموں کے حالات سنا کر موجودہ لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم بھی جب اس ڈگر پر چل رہے ہو تو کیا تم ان نتائج بد سے بچ سکو گے جن سے وہ لوگ دوچار ہو چکے ہیں؟ کچھ تم ان سے بڑھ چڑھ کر ہو یا تمہارے نام چھوٹ کا کوئی پروانہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو چاہو کرو تمہیں سزا نہیں ملے گی۔ یا یہ سمجھے ہوئے ہو کہ تمہارا جتھا بہت بڑا ہے وہ سب مل کر تمہاری مدد کر آجائیں گے۔ سب سے بدلہ لے کر چھوڑیں گے اور اپنے مقابلہ میں کسی

marfat.com
Marfat.com

کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

کفار کی طاقت کا نشہ جلد ہی اُتر گیا۔

مگر سیھزم الجمع عنقریب تمہیں اپنی جماعت کا دم خم معلوم ہو جائے گا۔ جب مسلمانوں سے شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہو گے۔ جیسا کہ بدر میں اور احزاب میں دنیا نے یہ تماشا دیکھا۔ یہی مبارک آیت اس وقت آنحضرت کی زبان مبارک پر جاری تھی۔ اور ابھی کیا اصل درگت تو ان کی قیامت میں بنے گی جو سر پہ کھڑی ہے۔ وہ سخت مصیبت کا وقت ہو گا۔ اب تو غفلت کے نشہ میں پاگل ہو رہے ہو مگر دماغ سے یہ سودا اس وقت نکلے گا جب انہیں اوندھے منہ دوزخ میں گھسیٹا جائیگا۔ اور کہا جائے گا کہ لو اب مزہ چکھو۔

انا کل شیء۔ رہا یہ کہ قیامت کب آئے گی؟ سو بات یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک مقررہ وقت ہے جو اللہ کے علم میں پہلے سے ٹھہر چکا ہے۔ قیامت کا وقت پہلے سے اس کے یہاں طے شدہ ہے۔ ایک پل اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ یوں تو ہم چشم زدن میں جو چاہیں کر ڈالیں۔ ہمیں کسی چیز کے بنانے یا بگاڑنے میں دیر کیا لگتی ہے اور مشقت کیا ہوتی ہے۔

تمہاری طرح کے کتنے کافر پہلے تباہ ہو چکے۔ پر تم میں کوئی اتنا سوچنے والا نہیں کہ ان کے حال سے عبرت پکڑے ہر ایک کی نیکی بدی دفتر اعمال میں درج ہو رہی ہے۔ وقت آنے پر ساری مسل سامنے کر دی جائے گی اور اسی دفتر اعمال پہ اکتفا نہیں۔ بلکہ مرکزی دفتر "لوح محفوظ" میں ہر چھوٹی بڑی چیز کی تفصیل پہلے سے مرتب کی جا چکی ہے۔ یہ دوہرا نظام باقاعدہ مرتب صورت میں ہے۔ مجال ہے کہ کوئی چھوٹی بڑی چیز ادھر سے اُدھر ہو جائے۔

جس طرح مجرمین کے لیے جیل خانہ اور اس کی دہشت ناک سزائیں ہیں اسی طرح وفادار اور اطاعت شعار بھی عالی مقام میں ہوں گے جہاں اس شہنشاہِ اعظم کا قرب نصیب ہو گا۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَكِّيَّةٌ اَوْ اِلَّا يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلٰى اٰخِرِهَا فَمَدَنِيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ اَوْ ثَمَانٌ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ مَنْ شَآءَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ اَيِ الْجِنْسَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ اَلنُّطْقَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ○ بِحِسَابٍ يَجْرِيَانِ وَالنَّجْمُ مَالَاسَاقَ لَهٗ مِنَ

Marfat.com

النَّبَاتُ وَالشَّجَرُ مَالَهٗ سَاقٌ يَسْجُدَانِ ۝ يَخْضَعَانِ بِمَا يُرَادُ مِنْهُمَا وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَنْ تَطْغَوْا اَىْ لِاَجْلِ اَنْ لَّا تَجُوْرُوْا فِى الْمِيْزَانِ ۝ مَا يُوْزَنُ بِهٖ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ تَنْقُصُوا الْمَوْزُوْنَ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا اَثْبَتَهَا لِلْاَنَامِ ۝ لِلْخَلْقِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَغَيْرِهِمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ الْمَعْهُوْدُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ اَوْعِيَةُ طَلْعِهَا وَالْحَبُّ كَالْحِنْطَةِ وَ الشَّعِيْرِ ذُو الْعَصْفِ التِّبْنِ وَالرَّيْحَانُ ۝ الْوَرَقُ اَوِ الْمَشْمُوْمُ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ نِعَمِ رَبِّكُمَا يَا اَيُّهَا الْاِنْسُ وَالْجِنُّ تُكَذِّبٰنِ ۝ ذُكِرَتْ اِحْدٰى وَثَلٰثِيْنَ مَرَّةً وَالْاِسْتِفْهَامُ فِيْهَا لِلتَّقْرِيْرِ لِمَا رَوَى الْحَاكِمُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَرَاَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى خَتَمَهَا ثُمَّ قَالَ مَا لِىْ اَرَاكُمْ سُكُوْتًا لِلْجِنِّ كَانُوْا اَحْسَنَ مِنْكُمْ رَدًّا مَا قَرَاْتُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مِنْ مَّرَّةٍ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ اِلَّا قَالُوْا وَلَا بِشَىْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ خَلَقَ الْاِنْسَانَ اٰدَمَ مِنْ صَلْصَالٍ طِيْنٍ يَابِسٍ يُسْمَعُ لَهٗ صَلْصَلَةٌ اَىْ صَوْتٌ اِذَا نُقِرَ كَالْفَخَّارِ ۝ وَهُوَ مَا طُبِخَ مِنَ الطِّيْنِ وَخَلَقَ الْجَآنَّ اَبَا الْجِنِّ وَهُوَ اِبْلِيْسُ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ هُوَ لَهَبُهَا الْخَالِصُ مِنَ الدُّخَانِ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ مَشْرِقِ الشِّتَآءِ وَمَشْرِقِ الصَّيْفِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ كَذٰلِكَ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مَرَجَ اَرْسَلَ الْبَحْرَيْنِ الْعَذْبَ وَالْمِلْحَ يَلْتَقِيٰنِ ۝ فِىْ رَاْىِ الْعَيْنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ حَاجِزٌ مِّنْ قُدْرَتِهٖ تَعَالٰى لَا يَبْغِيٰنِ ۝ لَا يَبْغِىْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ فَيَخْتَلِطُ بِهٖ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَخْرُجُ بِالْبِنَآءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَالْفَاعِلِ مِنْهُمَا مِنْ مَّجْمُوْعِهِمَا الصَّادِقِ بِاَحَدِهِمَا وَهُوَ الْمِلْحُ اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ خُرْزًا حُمْرًا وَصِغَارَ اللُّؤْلُؤِ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ السُّفُنُ الْمُنْشَاٰتُ الْمُحْدَثَاتُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ كَالْجِبَالِ عِظَمًا وَارْتِفَاعًا فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا اَىِ الْاَرْضِ مِنَ الْحَيَوَانِ فَانٍ ۝ هَالِكٍ وَعَبَّرَ بِمَنْ تَغْلِيْبًا لِلْعُقَلَاءِ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذَاتُهٗ ذُو الْجَلَالِ الْعَظَمَةِ

marfat.com
Marfat.com

وَالْاِكْرَامِ ۝ لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِاِنْعَمِهٖ عَلَيْهِمْ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اَيْ بِنُطْقٍ اَوْ حَالٍ مَا يَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِ مِنَ الْقُوَّةِ عَلَى الْعِبَادَةِ وَالرِّزْقِ وَالْمَغْفِرَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ كُلَّ يَوْمٍ وَقْتٍ
هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ اَمْرٌ يُظْهِرُهٗ فِي الْعَالَمِ عَلٰى وَفْقِ مَا قَدَّرَهٗ فِي الْاَزَلِ مِنْ اِحْيَاءٍ وَاِمَاتَةٍ وَاِعْزَازٍ وَاِذْلَالٍ
وَاِغْنَاءٍ وَاِعْدَامٍ وَاِجَابَةِ دَاعٍ وَاِعْطَاءِ سَائِلٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ سَنَفْرُغُ
لَكُمْ سَنَقْصِدُ لِحِسَابِكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ ۝ اَلْاِنْسُ وَالْجِنُّ فَبِاَيِّ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ
الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا تَخْرُجُوْا مِنْ اَقْطَارِ نَوَاحِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا اَمْرُ
تَعْجِيْزٌ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ بِقُوَّةٍ وَلَا قُوَّةَ لَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يُرْسَلُ
عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۝ هُوَ لَهَبُهَا الْخَالِصُ مِنَ الدُّخَانِ اَوْ مَعَهٗ وَنُحَاسٌ اَيْ دُخَانٌ لَا لَهَبَ
فِيْهِ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝ تَمْتَنِعَانِ مِنْ ذٰلِكَ بَلْ يَسُوْقُكُمْ اِلَى الْمَحْشَرِ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ انْفَرَجَتْ اَبْوَابًا لِنُزُوْلِ الْمَلٰٓئِكَةِ فَكَانَتْ وَرْدَةً اَيْ مِثْلَهَا مُحْمَرَّةً كَالدِّهَانِ ۝
كَالْاَدِيْمِ الْاَحْمَرِ عَلٰى خِلَافِ الْعَهْدِ بِهَا وَجَوَابُ اِذَا فَمَا اَعْظَمُ الْهَوْلَ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ عَنْ ذَنْۢبِهٖ وَيُسْـَٔلُوْنَ فِيْ وَقْتٍ اٰخَرَ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ
اَجْمَعِيْنَ وَالْجَانُّ هُنَا وَفِيْمَا سَيَاْتِيْ بِمَعْنَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِيْهِمَا بِمَعْنَى الْاِنْسِ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ اَيْ سَوَادِ الْوُجُوْهِ وَزُرْقَةِ الْعُيُوْنِ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ اَيْ تَضُمُّ نَاصِيَةُ كُلٍّ مِنْهُمَا اِلٰى قَدَمَيْهِ مِنْ خَلْفٍ اَوْ قُدَّامٍ وَيُلْقٰى فِي
النَّارِ وَيُقَالُ لَهُمْ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ يَسْعَوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ
حَمِيْمٍ مَّآءٍ حَارٍّ اٰنٍ ۝ شَدِيْدِ الْحَرَارَةِ يُسْقَوْنَهٗ اِذَا اسْتَغَاثُوْا مِنْ حَرِّ النَّارِ وَهُوَ مَنْقُوْصٌ كَقَاضٍ
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

Marfat.com

ترجمہ

پوری سورۂ رحمٰن مکیہ ہے یا بجز آیت یسألہ من فی السمٰوٰت کے مدنیہ ہے۔ کل آیات ۷۸ یا ۷۹ ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رحمٰن نے (جس کو چاہا) قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے (جنس) انسان کو پیدا کیا۔ اس کو گویائی (بول چال) سکھلائی۔ سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چل رہے) ہیں اور بے تنا درخت (جن سبزیوں کے تنا نہیں ہوتا) اور تنادار درخت دونوں تابعدار ہیں (قدرت کو جو کچھ ان سے منظور ہے وہ پورا کرتے ہیں) اور آسمان کو اس نے اونچا کیا اور اس نے ترازو رکھدی (انصاف قائم کیا) تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی (ظلم) نہ کرو اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور ترازو کو گھٹاؤ مت اور اسی نے زمین کو خلقت (انسان جن وغیرہ مخلوق) کے لئے رکھ دیا جس میں میوے اور کھجور کے (خاص) درخت ہیں جو پرغلاف ہوتا ہے (خوشوں کی تھیلی) اور غلہ (جیسے گیہوں جو) جس میں بھوسا (تنکا) ہوتا ہے اور پھول پتے (گھاس یا خوشبو) ہیں۔ سو تم دونوں (اے انس وجن) اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (یہ آیت اس سورت میں ۳۱ مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ اس میں استفہام تقریر کے لیے ہے۔ حاکم نے جابرؓ سے روایت کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ رحمٰن پوری پڑھ کر فرمایا کہ تم خاموش کیوں ہو۔ تم سے تو جن ہی اچھے ہیں کہ انہوں نے ہر مرتبہ فبای الاء ربکما تکذبان سن کر یہ کہا۔ ولا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد یعنی ہمارے پروردگار ہم آپ کی کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کر سکتے۔ بلکہ آپ کے حمد گزار ہیں) اسی نے انسان (آدم) کو ایسی مٹی سے پیدا کیا جو بجتی تھی (سوکھی مٹی جو بجانے پر کھن کھن بولے) ٹھیکرے کی طرح (مٹی جب آگ میں پک جائے) اور جنات (ابوالجن، ابلیس) کو خالص آگ سے پیدا کیا (ایسی خالص آگ کی لپٹ جس میں دھواں شامل نہ ہو) سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ دونوں مشرق (سردیوں۔ گرمیوں) کا اور دونوں (سردیوں گرمیوں کی) مغرب کا (بھی) مالک ہے۔ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اس نے ملا دیا (جاری کیا) دونوں (شیریں اور شور) دریاؤں کو کہ باہم ملے ہوئے ہیں (دیکھنے میں) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے (قدرت الٰہی کی آڑ) کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے (کہ ایک دوسرے پر چھا کر مل جائیں) سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ برآمد ہوتا ہے (مجہول ومعروف ہے) ان دونوں سے (یعنی دونوں کے مجموعہ سے جو دریائے شور پر صادق آتا ہے) موتی اور مونگا (سرخ پرتھ اور چھوٹے موتی) سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور اسی کے ہیں جہاز (کشتیاں) جو کھڑے (بنائے گئے) ہیں سمندر میں پہاڑوں کی طرح (بڑائی اور بلندی میں پہاڑوں جیسے) سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ جس قدر روئے زمین پر (جاندار چیزیں) موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گی (لفظ من لانا بلحاظ تغلیب عقلاء ہے) اور آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی۔ جو جلال (عظمت) اور احسان والی ہے (مومنین پر انعام کرکے) سو تم دونوں کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی سے سب زمین وآسمان والے مانگتے ہیں (زبان سے ضروریات۔ وہ عبادت کی قوت ہو یا رزق ومغفرت وغیرہ) وہ ہر آن کسی نہ کسی کام

marfat.com
Marfat.com

میں رہتا ہے (عالم میں جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے وہ تقدیر ازلی کے مطابق ہوتا ہے خواہ جلانا ہو یا مارنا، عزت دینا ہو یا ذلت دینا، امیر بنانا ہو یا فقیر کرنا۔ قبولیت دعا ہو یا مانگنے والے کو عطا وغیرہ) سو تم دونوں رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ عنقریب ہم تمہارے (حساب کے) لیے فارغ ہوا چاہتے ہیں (اے انس و جن) سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اے جن اور انسانوں کے گروہ اگر تمہیں یہ قدرت ہے کہ کہیں باہر نکل جاؤ آسمانوں اور زمین کی حدود (اطراف) سے تو نکل جاؤ (یہ حکم عاجز کرنے کے لیے ہے) بدوں زور کے نہیں نکل سکتے (اور تمہیں اتنی طاقت ہے نہیں) سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ تم دونوں پر آگ کا شعلہ چھوڑا جائے گا (خالص لپٹ جس میں دھواں نہ ہو یا دھوئیں سمیت) اور دھواں (خالص جس میں لپٹ نہ ہو) پھر تم نہ ہٹا سکو گے (ان سے بچ نہ سکو گے۔ بلکہ تمہیں یہ دونوں محشر میں دھکیل دیں گے) سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ غرض جب آسمان پھٹ جائے گا (فرشتے نازل ہونے کے لیے دروازے بن جائیں گے) اور سرخ ہو جائے گا (گلاب کی طرح) جیسے سرخ نری (لال چمڑا جو اصلی ہیئت کے خلاف ہوا) کا جواب فما عظم الھول ہے یعنی بڑی ہیبت ہو جائے گی) سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ تو اس روز نہ کسی انسان سے اسکے جرم کی نسبت پوچھا جائے گا اور نہ جن سے (اس کے گناہ کے متعلق۔ البتہ دوسرے وقت دریافت کیا جائے گا۔ چنانچہ فوربك لنسئلنھم اجمعین ہے اور الجان یہاں اور آگے یعنی جنی ہے اور الانس بھی دونوں جگہ بمعنی انسی ہے) سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ مجرم لوگ اپنے حلیہ سے پہچانے جائیں گے (یعنی کالے چہرے اور نیلی آنکھوں سے) چنانچہ سر کے بال اور ہاتھ پاؤں پکڑ لیے جائیں گے۔ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (یعنی دونوں فرقوں کی پیشانیاں اور پاؤں پیچھے یا سامنے کی جانب باندھ دیئے جائیں گے اور جہنم میں جھونک دیا جائے گا اور کہا جائے گا) یہ ہے جہنم جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ لوگ گھمیں (دوڑیں) گے دوزخ کے اور گرم (تیز) کھولتے ہوئے پانی کے درمیان (جو انتہائی حرارت والا ہوگا۔ آگ کی گرمی سے بلبلانے پر انہیں پلایا جائے گا۔ آن۔ قاض کی طرح ناقص یائی ہے) سو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

تحقیق و ترکیب

سورۃ الرحمٰن۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ لکل شیء عروس وعروس القرآن سورۃ الرحمٰن۔ عائشہؓ، ابن عباسؓ، زہریؒ تو اس کو مکی کہتے ہیں۔ اور ابن عباسؓ سے مدنی ہونا بھی منقول ہے۔ مفسرؒ نے تو صرف آیت یسأل من فی السموات الخ کو مدنی فرمایا ہے لیکن گاذردنی اس کے ساتھ آیت فبای الاء ربکما تکذبان کو بھی مدنی کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ آیت خاص نہیں ہے بار بار آئی ہے۔ رحمٰن۔ مبتدائے محذوف کی خبر ہے ای اللہ الرحمٰن یا اس کی خبر محذوف ہے ای الرحمٰن لن بنا یا اس کو مبتدا اور بعد کے جملہ کو خبر کہا جائے۔

Marfat.com

علمہ البیان۔ زبان سے اظہار ما فی الضمیر انسان کا خاصہ ہے۔ دوسرے حیوانات کو ناطق نہیں مانا گیا ہے۔

بحسبان۔ یہ مفرد ہے بمعنی حساب جیسے غفران، کفران۔ اور حساب کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے شہاب کی جمع شہبان اور رغیف کی جمع رغفان آتی ہے۔ مہینوں اور موسموں کے لحاظ سے چاند سورج دونوں اپنے اپنے مدار پر مقررہ رفتاروں کے ساتھ منازل اور برج طے کرتے رہتے ہیں۔

ووضع المیزان۔ حدیث میں ہے۔ بالعدل قامت السموات والارض۔

الا تطغوا۔ یعنی ان ناصبہ ہے نافیہ نہیں ہے اور تطغوا منصوب ہے ان کے ذریعہ جس سے پہلے لام علت مقدر ہے۔

اقیموا الوزن۔ زائد لینے کو طغیان اور کمی کو اخسار اور برابر سرابر کو قسط کہتے ہیں۔

للانام۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر جتنی چیزیں ہیں وہ انام میں داخل ہیں۔ لیکن حسنؒ صرف جن و انس کو کہتے ہیں۔

الاکمام۔ اکمام۔ کم کی جمع ہے غلاف شگوفہ۔

طلعھا۔ طلع ابتدائی شگوفہ۔

ذو العصف۔ عصف بقول صراح گھاس اور بقول بیضاوی سوکھی گھاس کے تنکے پتے۔ قاموس میں ہے کہ گیہوں وغیرہ کے بھوسہ کو کہتے ہیں۔

الریحان۔ پتوں اور خوشبو کو کہتے ہیں۔ حدیث لا شیء من نعمک میں جو نعمتوں کو عام فرمایا گیا۔ اس پر شبہ یہ ہے کہ آیت میں یرسل علیکما شواظ من نار و نحاس میں آگ اور دھویں کا ذکر ہے ان کو نعمت کیسے کہا جائے؟ جواب یہ ہے کہ مصائب کو دفع کرنا اور ان سے بچاؤ بھی نعمت ہے۔ اسی طرح عذاب کو مؤخر کرنا اور دنیا کو مقررہ وقت تک باقی رکھنا، موت کا عام ہونا نیک و بد سب کے لیے یہ بھی نعمتیں ہیں۔

صلصال کالفخار۔ صلصال کھنکھناتی خشک مٹی۔ اور فخار ٹھیکرے کے معنی ہیں۔

رب المشرقین۔ عام قراءت رفع کی ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ یہ مبتداء ہو اور خبر مرج البحرین ہے درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ مبتداء محذوف ھو کی خبر ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ خلق الانسان کی ضمیر سے بدل ہو۔ لیکن ابن ابی عبلہ رب کو مجرور پڑھتے ہیں ربکما کا بدل یا بیان مان کر۔ کلبی کہتے ہیں ربکما سے بدل مان کر مجرور پڑھنا بھی جائز ہے۔

مرج البحرین۔ مرجت الدابۃ۔ کہا جاتا ہے بمعنی ارسلتہا۔ بحرین سے دریائے شیریں اور شور مراد ہے اور بعض نے بحر فارس و روم مراد لیے ہیں۔

یلتقیان۔ یہ بحرین سے حال مقدرہ یا حال مقارنہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بینھما برزخ۔ جملہ مستانفہ یا حال بن سکتا ہے۔ یا صرف بینھما کو حال اور برزخ کو فاعل کہا جائے۔ اور ذوالحال خواہ بحرین کو کہا جائے یا یلتقیان کے فاعل کو۔ اور لایبغیان بھی پہلے کی طرح حال ہے اور یہ حال علت کے درجہ میں ہے ای لئلا یبغیا۔ اور بعض نے کہا کہ اصل عبارت تو اسی طرح تھی۔ مگر حرف علت کو مع آن حذف کر دیا گیا۔ پھر فعل مرفوع ہو گیا۔ جیسا کہ ومن ایاتہ یریکم البرق میں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نمکین اور شیریں سوت بظاہر ملے ہوئے رہتے ہیں۔ مگر اللہ کی قدرت دونوں کو الگ الگ رکھتی ہے۔ پس جب بے عقل جمادات کو اللہ ایک دوسرے پر بغاوت نہیں کرنے دیتا۔ تو اہل عقل کو کیسے اجازت دے سکتا ہے اور وہ کیسے بغاوت کرتے ہیں۔

جس طرح دونوں قسم کے دریاؤں سے موتی مونگا نکلنے کی صورت میں منہما صادق آتا ہے۔ اسی طرح اگر صرف ایک قسم کے دریا سے موتی وغیرہ نکلتے ہوں۔ تب بھی یہ لفظ صحیح رہے گا۔ جیسے کہا جائے۔ کل رجل یحمل الصخرۃ العطیۃ یعنی جس طرح یہ تمام مجموعہ افراد کی صورت میں صادق آتا ہے۔ اسی طرح بعض افراد کی صورت میں بھی صادق آئے گا۔

اللؤلؤ والمرجان۔ ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ چھوٹے موتی۔ اور حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ سے بڑے موتی۔ کے ہیں۔ اور مرجان کے معنی صراح میں جوہر کے ہیں۔ اور روح البیان میں سرخ پوتھ کے ہیں۔ اور فریدۃ العجائب میں لکھا ہے کہ موتی بحر ہند و بحر فارس میں ہوتا ہے اور مرجان سمندر میں درخت کی طرح اگتے ہیں اس میں اور بھی اقوال ہیں۔

المنشآت۔ یعنی مرفوعات۔ انشاء یعنی رفع۔ شروع شراع کی جمع ہے۔ بادبان کو کہتے ہیں۔ پہاڑ اور کشتیاں بھی پانی پر ابھری کھڑی رہتی ہیں اور بعض نے منشآت کے معنی مخلوقات و محدثات لئے ہیں۔ یعنی گویا یہ سمندر میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اس معنی کی لطافت واضح ہے۔

ذوالجلال والاکرام۔ پہلے لفظ میں وعید۔ دوسرے میں وعدہ کے معنی ہیں۔ جلال سے عالم کے فنا ہونے اور کفار کے عذاب کی طرح اور اکرام سے عالم کے زندہ کرنے اور مومنین کے ثواب کی طرف اشارہ ہے۔ یہاں تو عام قراءت میں ذو امرفوع ہے اور قراءت شاذہ میں مجرور۔ لیکن اخیر سورت میں دونوں قراءتیں متواتر ہیں۔

یسئلہ من فی السموات۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اور من وجہ حال بھی ہو سکتا ہے یعنی عامل ہے۔

کل یوم۔ اس میں یہود کے اس خیال کی تردید ہے کہ یوم السبت میں اللہ کچھ نہیں کرتا۔ اسی لیے اس کو یوم السبت کہتے ہیں بمعنی انقطاع و تعطل۔ یہاں یوم کے معنی مطلق وقت کے ہیں۔ کیونکہ اللہ کی شئون و صفات غیر متناہی ہیں۔ ہر آن ان کی نرالی شان ہے۔ شان سے مراد صفات فعلیہ ہیں۔ جن میں تغیرات باعث اشکال نہیں۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو تغیرات، متعلقات میں ہوتے ہیں نہ کہ صفات فعلیہ میں۔ اور صفات ذات اور خود ذات میں تو کسی طرح کا تغیر ممکن نہیں وہ مغیر ہے نہ کہ متغیر۔

Marfat.com

سنفرغ۔ اس لفظ پر اشکال ہے کہ وہ مشغول ہی نہیں کہ اس کو فارغ کہا جا سکے۔ جواب کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ مراد پوری توجہ اور ارادہ و قصد ہے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ ہم بالکلیہ اس کام کے لیے فارغ ہو گئے۔ یہ آیت بھی وعدہ وعید پر مشتمل ہے۔

الثقلان۔ ثقل کے معنی وزن اور بوجھ کے ہیں جن وانس زندہ ہوں یا مردہ زمین پر بوجھ ہیں۔ جنات اگرچہ بظاہر مادی نہیں ہوتے۔ تاہم قدر و منزلت کے اعتبار سے ان کو بھی انسانوں کے ساتھ وزنی سمجھا گیا۔ حدیث میں ہے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی یا دونوں کو گناہوں کی وجہ سے بوجھل سمجھا گیا ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا ہے۔

فانفذوا۔ بعض کی رائے ہے کہ قیامت میں یہ ارشاد ہوگا۔

کالدھان۔ خبر ثانی ہے یا وردۃ کی صفت ہے اور کائنت کے اسم سے بھی حال ہو سکتا ہے اور دھان دہن کی جمع ہے جیسے قرط کی جمع قراط ہے اور دم کی جمع دماح ہے۔ مجاہدؒ و ضحاکؒ کی رائے یہی ہے۔ اس صورت میں یوم تکون السماء کالمھل کی طرح ہو جائے گا۔ اور دھان اسم مفرد بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ زمخشریؒ کہتے ہیں۔ اسم لما یدھن بہ کالخزام او الادام۔

لایسئال۔ آیت فوربک لنسئلنھم اجمعین اور آیت وقفوھم انھم مسئولون اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ قیامت میں مختلف احوال پیش آئیں گے۔

انس و لاجان۔ یہ دونوں لفظ اسم جنس ہیں۔ ان میں یا کا اضافہ کر دیا جائے تو انسی اور جنی مفرد ہو جائیں گے لیکن اسم جنس کا اطلاق بھی چونکہ مفرد پر ہو سکتا ہے۔ اس لیے مفسرؒ کی تاویل کی حاجت نہیں رہ جاتی۔ تاہم سوال چونکہ افراد سے ہوا کرتا ہے اس لیے تاویل کی ضرورت پڑی۔

زرقۃ العیون۔ گربہ چشم کو کہتے ہیں۔

حمیم آن۔ ضرب سے انی۔ یانی۔ قضی یقضی کی طرح ہے۔ فہو آن۔

ربط آیات

پچھلی سورت میں زیادہ تر نعمتوں اور مصیبتوں کا بیان تھا۔ اگرچہ اسباب ہدایت ہونے کی حیثیت سے وہ حکماً اور معنیً نعمتیں ہوں۔ تاہم اس میں اول و آخر کچھ مضمون نعمتوں کا تھا برخلاف اس سورت کے اس میں زیادہ مضمون دنیاوی اور اخروی نعمتوں کا ہے۔ اور درمیان میں کچھ مضمون نعمتوں اور مصیبتوں کا بھی آ گیا ہے۔ اگرچہ اسباب ہدایت ہونے کی وجہ سے وہ بھی نعمتیں ہی ہیں۔ اسی لیے ظاہری نعمتوں کی طرح ان حکمی نعمتوں کے بعد بھی آیت فبای الاء ربکما تکذبان دہرائی گئی ہے۔ چنانچہ پہلے رکوع میں دنیاوی نعمتوں کا ذکر ہے۔ کچھ ظاہری اور جسمانی ہیں اور کچھ باطنی اور روحانی۔ اور دوسرے رکوع میں اخروی نعمتوں اور مصیبتوں کا بیان ہے جو معنیً نعمتیں ہیں۔ پھر آخری تیسرے رکوع میں اخروی نعمتوں کا تذکرہ ہے جو صورۃً اور معنیً دونوں طرح نعمتیں ہیں۔

Marfat.com

تشریح

الرحمٰن علم القرآن۔ رحمٰن کا سب سے بڑا عطیہ قرآن ہے اور اس کی نعمتوں میں یہ سب سے اونچی نعمت و رحمت ہے۔ انسان کی بساط اور اس کے ظرف پر خیال کرو اور پھر علم قرآن کے اس ناپید اکنار دریا کو دیکھو کہاں یہ ضعیف الجثہ انسان بشر اور کہاں آسمانوں پہاڑوں سے زیادہ بھاری کلام الٰہی۔

انسان اور قرآن و بیان

خلق الانسان۔ انسان کو خلعت وجود سے سرفراز فرمایا۔ واقعہ یہ ہے کہ ساری نعمتوں کی جڑ اور سرچشمۂ اعطاء وجود ہے۔ ایجاد ایک صفت کا ہوتا ہے دوسرے صفت کا۔ حق تعالیٰ نے انسان کی ذات پیدا کی اور اس میں صفتِ بیان بھی رکھی۔ یعنی اپنے مافی الضمیر کو بڑی حسن و خوبی اور شائستگی و صفائی سے دوسروں تک پہنچائے اور دوسروں کی بات سمجھ سکے اس کی تہہ تک پہنچ سکے۔ اسی صفت کا پرتو ہے کہ وہ کلام الٰہی قرآن سیکھتا سکھاتا ہے اور دنیا و آخرت کی بھلی بری باتوں، ایمان و کفر، ہدایت و گمراہی، نیکی و بدی کو واضح طور پر سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔ تعلیم قرآن تو روحانی تخلیق انسانی جسمانی نعمت ہے جو مقدر ہے نعمتِ روحانی کا۔

الشمس والقمر۔ یہاں سے آفاقی نعمتوں کا سلسلہ ہے۔ چاند سورج کا طلوع و غروب، گھٹنا بڑھنا یا ایک حالت پر قائم رہنا۔ پھر اس کے نتیجہ میں موسموں کا بدلنا اور عالم میں مختلف اثرات ڈالنا یہ سب کچھ ایک خاص نظم اور مضبوط نظام و ضابطہ کے مطابق ہو رہا ہے۔ مجال نہیں کہ مقررہ دائرہ سے باہر قدم رکھ سکیں اور جو کام خدمتیں ان کے سپرد ہیں ان میں سرمو کوتاہی نہیں کر سکتے۔ ہمہ وقت ہماری خدمت میں بیگاری ہیں۔

اور جدید فلسفہ کی اگر یہ بات درست ہو کہ یہ زمین، سورج کے گرد اور چاند، زمین کے گرد گھومتے ہیں تو پھر حساب کا مطلب ہوگا کہ سورج کا مدار اور چاند کا دائر ہونا باقاعدہ حساب سے ہے۔

والنجم والشجر۔ عالم علوی کی طرح عالم سفلی بھی وقف اطاعت ہے چھوٹے جھاڑ، بیلیں، اونچے درخت سب اس کے تکوینی احکام کے آگے سرنگوں ہیں۔ بندے ان کو کام میں لائیں تو انکار نہیں کر سکتے۔

آسمان، زمین اور اس کے بیان کتنی ہی نعمتیں ہیں

والسماء۔ جس طرح شمس و قمر اور نجم و شجر دو دو چیزوں کا ذکر کیا اسی طرح آسمان و زمین جوڑ ہیں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے آسمان بلند ہے تو زمین پست۔ درمیان میں میزان و ترازو کا ذکر ہے۔ کیونکہ عموماً ترازو کو تولتے وقت آسمان و زمین کے درمیان فضا میں معلق رکھنا پڑتا ہے اور اسی سے بہت سے معاملات کی درستی اور حقوق کی حفاظت ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ نہ لیتے وقت کسی چیز کو زیادہ تولو اور نہ دیتے وقت کم تولو۔ ترازو کے دونوں پلوں باٹ بٹی میں کمی بیشی نہ ہو۔ دینے کے باٹ اور لینے کے اور نہیں ہونے چاہئیں۔ تولتے وقت ڈنڈی نہ

Marfat.com

ماری جائے۔ پوری دیانت داری کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولا جائے۔

لیکن اکثر سلف کے مطابق اگر یہاں میزان سے عدل و انصاف قائم کرنا مراد ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے آسمان سے زمین تک ہر چیز کو حق و انصاف کی بنیاد پر اعلیٰ درجہ کے تناسب و توازن کے ساتھ قائم کیا ہے حق و انصاف اگر قائم نہ رہے تو کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بندے بھی حق و عدل کے ڈگر پر قائم رہیں اور انصاف کی ترازو کو اٹھنے یا جھکنے نہ دیں، کسی پر زیادتی نہ کریں اور نہ کسی کا حق دبائیں۔ حدیث کی رُو سے عدل ہی سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

اس کے بعد زمین پر نظر ڈالو کہ کیسی معقول بنائی کہ نہایت آرام سے اس پر چل پھر سکتے ہیں۔ نہ روئی کی طرح نرم کہ دھنستے چلے جائیں اور نہ لوہے کی طرح سخت کہ کھودے تو نہ کھُدے۔ پھر اس میں پھل میوے، اناج، غلہ پیدا کیا۔ غلہ میں دو چیزیں ہیں۔ دانہ جو انسان کی غذا ہے اور بھوسہ جو جانوروں کا چارہ ہے اور خوشبویات پیدا کیں۔

اللہ کے کام اور کلام دونوں میں تکرار ہے۔

فبای الاء ربکما یعنی اے جن و انس ابھی تمہارے پروردگار کی جو عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے تم آخر کس کس نعمت کے جھٹلانے کی جرأت کرو گے۔ کیا ان کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ اسی لیے حدیث میں ہے کہ ہر بار اس کے بعد لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد پڑھنا چاہیئے یعنی ہم آپ کی کسی بھی نعمت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ بلکہ آپ کے حمد گزار ہیں۔

اگرچہ جنات کا ذکر پہلے صراحۃً نہیں ہوا۔ مگر اول تو لفظ انام میں وہ بھی داخل ہیں۔ دوسرے آیت وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں دونوں کی پیدائش کی غرض عبادت بتلائی گئی ہے۔ تیسرے خلق الانسان و خلق الجان اور سنفرغ لکم ایھا الثقلان اور یا معشر الجن والانس ان قبلھم ولا جان میں صراحۃً انسان اور جن دونوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس لیے ان قرائن کی وجہ سے یہاں بھی دونوں مخاطب ہیں۔

یہ تعریفی آیت اس سورت میں اکتیس جگہ آئی ہے اور ہر مرتبہ کسی ایک خاص نعمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور شیون الٰہیہ میں سے کسی خاص شان کی طرف، توجہ دلائی گئی ہے۔ اس لیے اس کو تکرار محض نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ تشارک لفظی ہے۔ ایسے تکرار کو اتقان میں اصطلاحی طور پر تردید کا نام دیا گیا ہے اور اس ظاہری تکرار سے بھی جب کہ تاکید مقصود ہو تو اس کو قند مکرر سے شیریں تر کہا جائے گا۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے ؎

الم احسن الیک بان خولتک فالاموال	الم احسن الیک بان فعلت بک کذا وکذا

یا نظم کی مثال جیسے کلیب کے مرثیہ میں مہلہل کہتا ہے ؎

علی ان لیس عدلا من کلیب	اذا ما ضیم جیران المجیر
علی ان لیس عدلا من کلیب	اذا رجف العضاۃ من الدبور

Marfat.com

علی ان لیس عدلا من کلیب اذا اخرجت مغبأۃ الحذور !
علی ان لیس عدلا من کلیب اذا ما اعلنت بنوی الامور
علی ان لیس عدلا من کلیب اذا خیف المخوف من الثغور
علی ان لیس عدلا من کلیب غداۃ تاثل الامر الکبیر
علی ان لیس عدلا من کلیب اذا ما خارجا من المستجیر

اسی طرح فارسی اردو وغیرہ ہر زبان میں بکثرت اس کی مثالیں اساتذہ فن اور فصحاء کے کلام میں بکثرت پائی جاتی ہیں اس لیے تکرار کو بے مزہ نہیں کہا جائے گا۔

مسلمانوں کے کسی امیر کے عہد میں ایک ملحد نے قرآن میں تکرار کا اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ اللہ کا کلام معلوم نہیں ہوتا۔ ورنہ عجز کلام اور عبث ماننا پڑے گا۔ یہ سن کر امیر نے حکم دیا کہ اس کے اعضاء مکررہ ہاتھ، پیر، کان، آنکھ کاٹ دیئے جائیں۔ کیونکہ جب یہ کہتا ہے کہ اللہ کے کلام میں تکرار نہیں ہونا چاہیئے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے کلام میں تکرار نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے دوسرے اعضاء زائد اور بیکار ہیں۔ ان کو کاٹ دیا جائے۔ سزا سنتے ہی ملحد کے کان کھڑے ہوگئے اور پاؤں تلے سے زمین سرکنے لگی۔ فوراً ہاتھ جوڑے، کان پکڑے اور تائب ہوگیا۔

خلق الانسان۔ سب انسانوں کے باپ آدم کو مٹی سے اور جنوں کے باپ ابلیس کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا پھر دونوں نوعوں کی نسل چلی اور اللہ نے دونوں کو صرف وجود ہی نہیں دیا۔ بلکہ عقل و دانائی بھی دی۔ یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت اور اس کی لامحدود قدرت کی نشانی ہے۔ بعض سلف سے ابن جریرؒ نے الاء کے معنی قدرت کے بھی لیے ہیں۔

بے شمار نعمتوں کا تعلق مشرق و مغرب سے ہے

رب المشرقین۔ سردی گرمی میں جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دونوں مشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دونوں مغرب ہیں۔ یوں تو روزانہ نقطۂ طلوع و غروب بدلتا رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ مشارق و مغارب جمع ہیں اسی طرف اشارہ ہے۔ لیکن نمایاں فرق کے لیے ممتد وقت کا اعتبار کر لیا گیا ہے۔ جیسا کہ بعض جگہ صرف سالانہ مشرق و مغرب پر اکتفا کر لیا گیا ہے۔

بہرحال موسمیں اور فصلیں انہی مشرقین و مغربین کے تغیر سے بدلتی رہتی ہیں اور دنیا میں طرح طرح کے انقلابات ہوتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصالح و فوائد ان تغیرات سے وابستہ ہیں۔ اس لیے یہ تبدیلی بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اس کی بے پناہ قدرت کی نشانی ہے۔ چونکہ پہلے سے دو دو چیزوں کے جوڑ کا ذکر چلا آرہا ہے اور آگے بھی یہ سلسلہ ہے۔ اس لیے بھی یہاں مشرقین، مغربین کا ذکر لطف بنا ہوا ہے۔

Marfat.com

میٹھے اور کھاری سمندر کی نعمتیں

مرج البحرین۔ میٹھے اور کھاری پانی کے سوت بعض دریاؤں میں ساتھ ساتھ جاری ہیں۔ مگر مجال ہے کہ دونوں سوت ایک دوسرے سے مخلوط ہو جائیں۔ دونوں ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے بھی الگ الگ ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک دوسرے پر چڑھائی کر کے اس کی خاصیت و تاثیر وغیرہ کو بالکلیہ زائل کر دے۔ یا دونوں مل کر دنیا کو غرق کر ڈالیں۔

یخرج منھما اللؤلؤ۔ موتی مونگا اگر دریائے شور و شیریں دونوں سے برآمد ہوتے ہوں۔ تب تو کوئی اشکال نہیں لیکن اگر صرف دریائے شور سے برآمد ہوتے ہوں تو پھر منہما کے معنی من کل واحد واحد کے نہیں ہوں گے بلکہ من مجموعھما کے ہوں گے یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے خرجت من الدار۔ حالانکہ آپ محلہ یا مکان سے نکلے ہیں۔ اور نکتہ اس تعبیر میں یہ ہوگا کہ دونوں قالب ایک جان ہو گئے ہیں اور پھر بھی حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ التقار خروج کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ کونہ مرجان کے مخارج میں سے ایک مخرج کا بتلانا مقصود ہے جس میں ایک صفت التقار کی بھی پائی جاتی ہے۔

ولہ الجوار المنشآت۔ کشتیاں اور جہاز گو بظاہر تمہارے بنائے ہوئے ہیں۔ مگر خود تمہیں اللہ نے بنایا ہے۔ اسی طرح جہاز بنانے کی قوت و سامان عنایت فرمائے ہیں لہٰذا تمہارا اور تمہاری تمام مصنوعات سب کا مالک و خالق وہی ہے اور یہ سب اس کی نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں ہیں۔

شیون الٰہیہ

کل من علیھا۔ زمین و آسمان کی تمام مخلوق زبان حال و قال سے اپنی تمام حاجتیں اسی خدا سے طلب کرتی ہے۔ کوئی ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے بے نیاز نہیں ہے اور اللہ سب کی حاجت روائی اپنی حکمت کے مطابق کرتا ہے۔ ہر آن اس کی نئی شان ہے۔ کسی کو مارنا کسی کو جلانا، کسی کو بیمار کرنا، کسی کو تندرست کرنا کسی کو بڑھانا، کسی کو گھٹانا، کسی کو دینا، کسی سے لینا شیونِ الٰہیہ ہیں۔

سنفرغ لکم۔ عنقریب دنیا کا یہ سارا نظام ختم ہونے والا ہے۔ اس کے بعد ہم دوسرا دور شروع کر دیں گے۔ جس میں ہر ایک کا پورا حساب کتاب ہوگا اور مجرموں کی پوری طرح خبر لی جائے گی۔ وفاداروں کو بھرپور صلہ ملے گا۔ یہ ساری کائنات اللہ کی سلطنت ہیں۔ ہر جگہ اسی کا غلبہ اور تصرف کارفرما ہے۔ کوئی نکل کر جانا بھی چاہے تو کہاں جائے گا۔ کیسے نکل بھاگے گا۔

یرسل علیکما۔ مجرموں پر خاص آگ کے شعلے اور دھواں ملے ہوئے شرارے جب چھوڑے جائیں گے تو کون ہے جو اس کو دفع کر سکے گا اور کون ہے جو اس سزا کا بدلہ لے سکے گا۔ مجرموں کو سزا دینا ایک طرح سے وفاداروں کے حق میں انعام ہے۔ نیز سزا کو سن کر جرم سے باز رہنا ایک مستقل انعام ہے۔

سزائیں بھی ایک طرح کا انعام ہیں

فیومئذ لا یسئل۔ کسی سے گناہوں سے متعلق معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں کیا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ سب کچھ پہلے سے اللہ کو معلوم ہے۔ البتہ ضابطہ کی تکمیل اتمام حجت الزام قائم ہونے اور ڈائنٹ ڈپٹ کے لیے سوال ہونا اور بات ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ قبروں سے اٹھتے وقت سوال ہیں۔ بعد میں اس کا انکار نہیں۔ بلکہ دوسری آیات میں اس کا اثبات ہے

یعرف المجرمون۔ مجرمین کی شناخت کے لیے کسی بڑی کاوش کی ضرورت نہیں ہو گی۔ بلکہ چہروں کی سیاہی آنکھوں کی نیلگونی سے وہ خود بخود پہچان لیے جائیں گے۔ جیسا کہ مومنین پیشانیوں پر سجدہ کے نشانات اور وضو کے آثار و انوار سے نمایاں ہوں گے۔

غرض دوزخیوں میں کسی کے بال اور کسی کے ٹانگ پکڑ کر دوزخ کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ یا ہر ایک مجرم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر سر کر پاؤں سے ملا دیا جائے گا اور زنجیروں سے جکڑ کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ وہی دوزخ ہے جس کا دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کبھی آگ کا اور کبھی کھولتے پانی کا اسے عذاب ہو گا۔

لطائف سلوک

فبای الاء ربکما تکذبان۔ اس آیت کا مختلف قسموں کے بعد آنا جن میں سے بعض کا نعمت ہونا ظاہر بھی نہیں اس پر دلالت کرتا ہے کہ نعمت مختلف قسم کی ہوتی ہے بعض حسی اور بعض معنوی۔ جس کا مشاہدہ اہل بصیرت کو اپنے حالات و اوقات میں خوب ہو جاتا ہے اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نعمت کی تمام قسموں سے نفع حاصل کرنا مطلوب و محمود ہے۔ زہد کے منافی یا تعلق مع اللہ کے خلاف نہیں ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ اَیْ لِکُلِّ مِنْهُمَا اَوْ لِمَجْمُوْعِهِمْ مَقَامَ رَبِّهٖ قِیَامِهٖ بَیْنَ یَدَیْهِ لِلْحِسَابِ فَتَرَكَ مَعْصِیَتَهٗ جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ذَوَاتَا تَثْنِیَةٌ ذَوَاتٍ عَلَی الْاَصْلِ وَلَامُهَا تَاءٌ اَفْنَانٍ ۝ اَغْصَانٍ جَمْعُ فَنَنٍ كَطَلَلٍ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ فِی الدُّنْیَا اَوْ كُلُّ مَا یُتَفَكَّهُ بِهٖ زَوْجٰنِ ۝ نَوْعَانِ رَطْبٌ وَیَابِسٌ وَالْمُرَادُ مِنْهُمَا فِی الدُّنْیَا كَالْحُنْظَلِ حُلْوٌ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕیْنَ حَالٌ عَامِلُهٗ مَحْذُوْفٌ اَیْ یَتَنَعَّمُوْنَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ط مَا غَلُظَ مِنَ الدِّیْبَاجِ وَخَشِنَ وَالظَّهَآئِرُ مِنَ السُّنْدُسِ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ ثَمَرُهُمَا دَانٍ ۝ قَرِیْبٌ یَنَالُهُ الْقَائِمُ وَالْقَاعِدُ وَالْمُضْطَجِعُ

Marfat.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ فِیْهِنَّ فِی الْجَنَّتَیْنِ وَمَا اشْتَمَلَتَا عَلَیْهِ مِنَ الْعَلَالِیْ وَالْقُصُوْرِ قٰصِرٰتُ
الطَّرْفِ ۙ الْعَیْنِ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ الْمُتَّکِئِیْنَ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ یَفْتَضُّهُنَّ وَهُنَّ مِنَ الْحُوْرِ
اَوْ مِنْ نِّسَاءِ الدُّنْیَا الْمُنْشَاٰتُ اِنْشَ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ کَاَنَّهُنَّ
الْیَاقُوْتُ صَفَاءً وَالْمَرْجَانُ ۚ اَیِ اللُّؤْلُؤُ بَیَاضًا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ هَلْ مَا جَزَآءُ
الْاِحْسَانِ بِالطَّاعَةِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ○ بِالنَّعِیْمِ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ وَمِنْ دُوْنِهِمَا اَیِ
الْجَنَّتَیْنِ الْمَذْکُوْرَتَیْنِ جَنَّتٰنِ ○ اَیْضًا لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۙ مُدْهَآمَّتٰنِ ۚ
سَوْدَاوَانِ مِنْ شِدَّةِ خُضْرَتِهِمَا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۚ فَوَّارَتَانِ
بِالْمَآءِ لَا یَنْقَطِعَانِ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۚ هُمَا مِنْهَا وَ
قِیْلَ مِنْ غَیْرِهَا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ فِیْهِنَّ اَیِ الْجَنَّتَیْنِ وَقُصُوْرِهِمَا خَیْرٰتٌ اَخْلَاقًا
حِسَانٌ ۚ وُجُوْهًا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ حُوْرٌ شَدِیْدَاتُ سَوَادِ الْعُیُوْنِ وَبَیَاضِهَا
مَقْصُوْرٰتٌ مَّسْتُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ ۚ مِنْ دُرٍّ مُجَوَّفٍ مَضَافَةٌ اِلَی الْقُصُوْرِ شَبِیْهَةٌ بِالْخُدُوْرِ
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ قَبْلَ اَزْوَاجِهِنَّ وَلَا جَآنٌّ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ مُتَّکِئِیْنَ اَیْ اَزْوَاجُهِنَّ وَاِعْرَابُهٗ کَمَا تَقَدَّمَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ جَمْعُ رَفْرَفَةٍ
اَیْ بُسُطٌ اَوْ وَسَائِدُ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ○ جَمْعُ عَبْقَرِیَّةٍ اَیْ طَنَافِسَ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا
تُکَذِّبٰنِ ○ تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۚ تَقَدَّمَ وَلَفْظُ اسْمِ زَائِدٌ

ع ۳ ۳۳ ۱۳

ترجمہ اور جو شخص (جن یا انسان یا دونوں میں سے) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہتا ہو (حساب کے لیئے اللہ کے حضور پیش ہونے کے خوف سے گناہ چھوڑ دے) اس کے لیئے دو ہرے باغ ہوں گے سوائے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے، دونوں باغ (ذواتا، ذوات کا تثنیہ ہے اپنی اصل پر، اور اس میں لام تا ہو گیا) گھنے ہوں گے (افنان بمعنی اغصان ہے فنن کی جمع ہے جیسے طلل کی جمع اطلال

Marfat.com

ہے) سو اے جن و انس تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں اور چشمے جاری ہوں گے سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے (جو دنیا میں پائے جاتے تھے یا پھر ذائقہ اور مزہ دار چیزیں) دو ہرے ہوں گے۔ (تازہ اور خشک دونوں طرح کے میوے ہوں گے۔ دنیا کا کڑوا پھل جیسے اندرائن۔ وہ بھی وہاں شیریں ہو گا) سو اے جن و انس تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ لوگ تکیہ لگائے (یہ حال ہے اس کا عامل محذوف ہے یعنی یتنعمون) ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے (ریشمی موٹے اور کھردرے اور فرش کے ابرے باریک ریشمی ہوں گے) اور ان باغوں کے پھل (میوے) نہایت قریب ہوں گے (ایسے کہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر طرح میسر آجائیں) سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں (باغات اور ان کے متعلقات بالاخانے اور محلات ہیں) نیچی نگاہ والی ہوں گی (جن کی نگاہ صرف اپنے خاوندوں پر رہتی ہے جو جن و انس میں سے مسند نشین ہوں گے) ان پر تصرف نہیں کیا ہو گا (زن و شوئی کے معاملات نہیں ہوئے ہوں گے۔ یہ حوران جنت ہوں گی یا دنیا کی عورتوں کی طرح نئی پیدا کی جائیں گی) ان سے پہلے نہ تو کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے۔ سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ گویا وہ (صفائی میں) یاقوت ہیں اور (سفیدی میں) مرجان (موتی) ہیں۔ سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ بھلا اطاعت (فرمانبرداری) کا بدلہ انتہائی عنایت (جنت) کے سوا اور بھی کچھ ہو سکتا ہے؟ سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے اور ان باغوں سے کم درجہ (یعنی جن باغوں کا پہلے بیان ہوا) دو باغ اور ہوں گے۔ سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے (اللہ کی جناب میں کھڑے ہونے سے ڈرنے والوں کے لئے) وہ باغ گہرے سبز رنگ کے ہونگے (گہری سبزی کی وجہ سے کالے معلوم ہوں گے) سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں دو چشمے ابل رہے ہوں گے (پانی کے فوارے مسلسل جاری ہوں گے) سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان باغوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔ سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان (باغات اور محلات) میں خوب سیرت (با اخلاق) عورتیں ہوں گی۔ سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ گوری چٹی (جن کی آنکھوں کی پتلیاں نہایت سفید، سیاہ ہوں گی) عورتیں ہوں گی خیموں میں محفوظ (مستور) ہوں گی (جو مجوف موتیوں کے بنے ہوئے ہوں گے وہ خیمے حوروں کے لیے بمنزلہ پردہ کے ہوں گے) سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان (شوہروں) سے پہلے نہ تو کوئی انسان نے ان کو چھوا ہو گا اور نہ کسی جن نے۔ سو اے جن و انس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے، مسند نشین ہوں گے (ان کے شوہر اس کا اعراب پہلے گزر چکا ہے) سبز مشجر (رفرف۔ رفرفۃ کی جمع ہے مراد گدے اور تکیے ہیں) اور عجیب خوبصورت کپڑوں پر (عبقری

Marfat.com

عبقریہ کی جمع ہے یعنی مخمل کے غالیچے قالین) سوائے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ بڑا بابرکت ہے آپ کا پروردگار جو عظمت واحسان والا ہے (اس کی بحث پہلے ہو چکی ہے اور لفظ اسم زائد ہے)

تحقیق وترکیب

جنتان۔ یعنی ایک جنت متقی انسان کے لیے اور دوسری جنت اللہ سے ڈرنے والے جنوں کے لیے ہوگی۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہر انسان اور ہر جن کے لیے ایک ایک جنت صحیح عقائد کی وجہ سے اور ایک ایک جنت صحیح اعمال کی وجہ سے ہوگی۔ یا ایک جنت طاعات بجالانے اور دوسری جنت معاصی سے بچے رہنے کی وجہ سے ملے گی۔ یا ایک جنت بالذات ثواب اور دوسری جنت بطور فضل خصوصی عطا ہوگی یا روحانی اور جسمانی جنتیں ہوں گی۔

مقاتلؒ کہتے ہیں کہ ایک جنت عدن ہے اور دوسری جنت النعیم ہوگی۔ اور محمد بن علیؒ ترمذی کہتے ہیں کہ ایک جنت خوف کی وجہ سے اور ایک جنت خواہشات ترک کرنے کی وجہ سے عنایت ہوگی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ جو شخص حق تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو

ذواتا۔ اس میں دو لغت ہیں۔ ایک تو اصل کی طرف لوٹانا کیونکہ اس کی اصل ذوتیہ ہے۔ پس عین کلمہ واو اور لام کلمہ یا ہے مؤنث ہونے کی وجہ سے اور دوسرا لغت لفظاً تثنیہ ہونے کا ہے۔ مفسرؒ نے پہلی رائے کو اختیار کیا ہے۔

افنان۔ لمبی شاخ کو کہتے ہیں یہاں حقیقی معنی ہیں۔ یا کنایہ ہے ہر قسم کی نعمتوں پر مشتمل ہونے سے۔

زوجٰن۔ یعنی ایک قسم پھلوں کی وہ ہوگی جو دنیا میں معروف تھی۔ اور دوسری قسم غریب ہوگی۔ جیسے حنظل دنیا میں تلخ ہوتا ہے۔ مگر وہاں شیریں ہوگا۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ مافی الدنیا حلوۃ ولا مرۃ الا وھی فی الجنۃ حتی الحنظل الا انہ حلوٌ۔ کیونکہ جنتی پیداوار طاعات کا نتیجہ ہوں گی۔ اور دوزخ میں سیئات کے ثمرات ہوں گے جیسے زقوم وغیرہ۔

متکئین۔ بعض کے نزدیک خاف سے حال ہے جو معنیٰ جمع ہے۔ اور بعض نے منصوب علی المدح مانا ہے۔

بطائنھا۔ بطانۃ کی جمع بطائن ہے۔ جو کپڑا نیچے کی جانب ہوتا ہے۔ وہ بطانۃ اور اوپر والے حصہ کو ظہارہ کہتے ہیں۔

جنا۔ فعل بمعنی مفعول جیسے قبض بمعنی مقبوض ہے۔ یہ مبتدا ہے۔

دان۔ خبر ہے۔ دانٍ مثل غانٍ فاعل ہے جس میں تعلیل ہوگئی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ تدنو الشجرۃ حتی یجتنیھا ولی اللہ ان شاء قائماً وان شاء قاعداً وان شاء مضطجعاً۔

قتادہ فرماتے ہیں۔ لا یردہ بُعدٌ ولا شوک۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے اور آخرت کے باغ

Marfat.com

میں تین فرق ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا کے درختوں کے پھل اونچے ہوتے ہیں جہاں مشکل سے ہاتھ جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کے پھل محنت اور سعی سے حاصل ہوتے ہیں۔ تیسرے دنیا میں ایک درخت اور اس کے پھل سے قریب ہوں تو دوسرے درخت اور اس کے پھلوں سے دوری ہو جاتی ہے۔ مگر جنت کے پھلوں میں یہ تینوں باتیں نہیں ہوں گی۔

فیھن۔ مفسر نے فی الجنتین الخ تفسیری عبارت میں اس شبہ کا دفعیہ کیا ہے کہ ضمیر جمع جنتین کی طرف کیسے راجع کی گئی ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ جنت اور متعلقات جنت مراد ہیں۔

علالی۔ علت کی جمع ہے بالاخانے کو کہتے ہیں۔

قاصرات الطرف۔ اس میں اسم فاعل کی اضافت مفعول کی طرف ہو رہی ہے۔ کہا جاتا ہے قصر طرفہ علی کذا۔ یہاں قصر کا متعلق معلوم ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے ای علی ازواجھن اور بعض نے تقدیر عبارت اس طرح نکالی ہے۔ قاصرات طرف غیرھن علیھن ای ان ازواجھن لا یتجاوز طرفھم الی غیرھن۔ ابن زیدؒ فرماتے ہیں کہ جنت میں حوریں اپنے خاوندوں سے کہیں گی۔ وعزۃ ربی ما اری فی الجنۃ احسن منک فالحمد للہ الذی جعلک زوجی وجعلنی زوجتک۔

لم یطمثھن۔ ازالہ بکارت مراد ہے۔ طمثھا الرجل ای افتضھا وجامعھا۔ ان عورتوں کے متعلق اختلاف ہے۔ مقاتلؒ فرماتے ہیں انھن خلقن من الجنۃ۔ اور شعبیؒ کہتے ہیں۔ ھن من نساء الدنیا۔ منشآت کے معنی یہ ہیں۔ کہ بغیر ولادت کے ان کو پیدا کیا جائے گا۔

ولا جان۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات بھی انسان کی طرح مجامعت کرتے ہیں۔

الیاقوت۔ جوہر لطیف ہوتا ہے جس پر آگ اثر انداز نہیں ہوتی۔

مرجان۔ چھوٹے سفید موتی کو کہتے ہیں۔ یاقوت میں وجہ تشبیہ صرف صفائی ہے سرخی نہیں ہے اور مرجان اگرچہ سرخ وسفید دونوں موتیوں پر بولا جاتا ہے لیکن یہاں سفید موتی مراد ہے۔ حدیث میں ہے۔ ان المرءۃ من نساء اھل الجنۃ یرٰی بیاض ساقھا من وراء سبعین حلۃ حتی یرٰی مخھا۔

من دونھما۔ دون کے معنی ادنیٰ کے ہیں اور علاوہ کے معنی بھی ہو سکتے ہیں بغیر فرق مراتب کے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ جنتان من ذھب وجنتان من فضۃ للتابعین۔

ونخل ورمان۔ تفسیری عبارت میں اشارہ ہے فقہی اختلاف کی طرف۔ امام اعظمؒ کے نزدیک کھجور اور انار فاکہہ میں داخل نہیں ہیں۔ اگر کوئی یہ حلف کرے کہ میں پھل نہیں کھاؤں گا اور کھجور اور انار کھالے تو اس کی قسم ٹوٹے گی نہیں۔ لیکن صاحبین اور شوافع کے نزدیک ٹوٹ جائے گی۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک یہ دونوں چیزیں فاکہہ میں داخل ہیں۔ سو یہاں تخصیص ذکری فضیلت کے لیے ہے اور امام اعظمؒ عطف مغایرت کے لیے مانتے ہیں۔ کیونکہ پھل سے مقصود غذائیت اور تفکہ ہوا کرتا ہے برخلاف انار کے اس میں دوا بھی ہوتی ہے محض فاکہہ

Marfat.com

نہیں ہے۔

غرضکہ اہل اصول نے کہا ہے کہ جن چیزوں میں زیادتی ہوگی وہ بھی عطف میں داخل نہیں ہوگی۔ جیسے یہاں اور جس چیز میں کمی ہوگی وہ بھی عطف میں داخل نہیں ہوگی۔ جیسے کوئی حلف کرے کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا تو اس میں مچھلی داخل نہیں ہوگی یا کوئی حلف کرے کہ میرے غلام آزاد ہیں تو مکاتب آزاد نہیں ہوں گے کیوں کہ دونوں جگہ اصل سے کمی ہے۔

خیرات۔ خیرۃ کی جمع ہے کہا جاتا ہے۔ امرۃ خیرۃ واخریٰ شریرۃ۔ یہ سکون عین کے ساتھ لغت ہے اور دوسرا لغت تشدید عین کے ساتھ ہے۔ چنانچہ دوسری قراءت خیرات تشدید یا کے ساتھ ہے۔

مقصورات۔ کہا جاتا ہے۔ امراۃ مقصورۃ وقصور پردہ نشین۔

الخیام۔ ابوموسیٰؓ سے مرفوع روایت ہے۔ الخیمۃ درۃ مجوفۃ طولھا فی السماء ستون میلاً فی کل زاویۃ منھا للمومنین اھل لایراھم الاخرون۔ خیام کی اضافت یعنی نسبت قصور یعنی عورتوں کی طرف بمنزلہ پردہ کے ہے۔

متکئین۔ یعنی حال ہے جس کا عامل یتنعمون محذوف ہے۔

عبقری۔ عجیب وغریب فرش وغیرہ کو کہتے ہیں زمخشریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص عبقر کی طرف منسوب ہے اس کو عبقری کہتے ہیں۔ چنانچہ اہل عرب کا خیال تھا کہ جو شخص جناتی ہو اس کی طرف عجیب وغریب چیزیں منسوب ہو سکتی ہیں۔

طنافس۔ طنفس کی جمع ہے۔ روئیں دار قالین۔

تبٰرک اسمہ۔ اسی کے قریب آیت پہلے بھی گزر چکی ہے لفظ اسم کے معنی صفت کے بھی ہو سکتے ہیں جو موصوف کی علامت ہوا کرتی ہے۔ جن حضرات کا خیال یہ ہے کہ تنزیہہ دراصل ذات کی ہوا کرتی ہے۔ وہ لفظ اسم کو زائد کہتے ہیں۔ لیکن ابلغ یہی ہے کہ زائد نہ کہا جائے۔ کیونکہ اسماء اور صفاتِ الٰہیہ کی تنزیہ بھی حقیقۃً مقصود ہے۔ جب مسمّٰی پاک ہے تو اسم بھی پاک ہے۔

تشریح

ولمن خاف۔ یعنی جس کو دنیا میں یہ ڈر لگا رہا ہے کہ ایک روز اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے اور اسی ڈر کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی سے بچا رہا اور پوری طرح تقوے کے راستوں پر چلا۔ اس کے لیے وہاں دوہرے عالی شان باغ ہوں گے۔ جن میں مختلف قسم کے پھل ہوں گے اور درختوں کی شاخیں سایہ دار اور پھلوں سے لدی ہوئی ہوں گی اور ایسے چشمے رواں ہوں گے جو کسی وقت تھمتے نہیں خشک نہیں ہوتے یہ دو باغ خواص مقربین کے لیے ہوں گے اور اعلیٰ قسم کے ہوں گے۔ اور آگے دو نعمتوں سے جن دو باغوں کا

marfat.com
Marfat.com

کا ذکر آرہا ہے وہ عوام مومنین کے لیے ہوں گے۔

اور باغوں کے دوہرے ہونے کا مطلب ان کی تکریم و اعزاز ہے۔ جیسا کہ دنیا میں اہل تنعم کے پاس منقولہ اور غیر منقولہ چیزیں متعدد ہوتی ہیں۔

اوّل کے دو باغ خواص کیلئے ہوں گے

اول تو اس آیت میں مومنین کی جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں وہ خواص ہی میں پائی جاتی ہیں۔ دوسرے ان باغات کی جو خوبیاں بیان فرمائی گئی ہیں وہ بعد کے باغات کی نہیں ہیں۔ چنانچہ پہلے باغات میں ذواتا افنان کی تصریح ہے اور بعد کے باغوں میں تصریح نہیں ہے جس میں اشارہ ہے کہ ان کا سایہ اور پھل اتنا نہیں ہوگا جتنا پہلوں کا ہے۔ البتہ بعد میں مدھامتان کی تصریح ہے اور اول میں نہیں۔ اس سے شبہ برتری کا نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بقرینہ مقام یہ صفت دونوں میں مشترک ہو گئی۔

نیز یہاں لمن خاف سے اہل باغ کی تصریح ہے جو بعد میں نہیں ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ بعد والے باغ خاص نہیں ہوں گے بلکہ سب کے لیے عام ہوں گے۔ اس لیے کسی خاص صفت کی تخصیص کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ علاوہ ازیں یہاں خوف کا لفظ کامل تقوے کو ظاہر کر رہا ہے۔ نیز یہاں جزائے احسان یعنی اخلاص فرمایا گیا اور بعد میں نہیں فرمایا گیا۔

تخصیص کے قرائن و دلائل

یہ سب قرائن تخصیص ہیں۔ رہ گئے دلائل تخصیص وہ یہ ہیں:۔

۱۔ در منثور میں وجنا الجنتین۔ پھلوں کے چننے میں کسی طرح کی کلفت نہ ہوگی۔ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں بے تکلف حاصل ہو سکیں گے اور عورتیں باکرہ ملیں گی جن کی عصمت کو کسی نے چھوا تک نہ ہوگا۔

(۲) وجنا الجنتین۔ پھلوں کے چننے میں کسی طرح کی کلفت نہ ہوگی۔ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں بے تکلف حاصل ہو سکیں گے اور عورتیں باکرہ ملیں گی۔ جن کی عصمت کو کسی نے چھوا تک نہ نہیں ہوگا اور نہ انہوں نے اپنے شوہروں کے سوا کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا ہوگا اور نہ کسی اور کی نظر ان پر پڑی ہوگی۔ وہ یاقوت و مرجان کی طرح خوش رنگ و بیش بہا ہوں گی۔

ظاہر آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور جنات دونوں جنتی ہیں اور دونوں کو حوریں ملیں گی۔ اور لم یطمثھن کے بلحاظ مجموعہ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو حوریں انسان کے لیے خاص ہوں گی ان کو کسی اور انسان نے نہیں چھوا ہوگا۔ اسی طرح جو حوریں جنات کے لیے مخصوص ہوں گی ان کو کسی اور جن نے چھوا نہیں ہوگا۔ کیونکہ تخصیص کے بعد انسان کی حوروں کو جن کے، اسی طرح جن کی حوروں کو انسان کے چھونے کا احتمال ہی نہیں ہے۔

ھل جزاء۔ یعنی کمال اخلاص کا صلہ کمال ثواب کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے اس میں جمال الٰہی اور دولت دیدار کی طرف اشارہ ہو۔

Marfat.com

عام مومنین کے لئے دو باغ

ومن دونهما جنتان۔ یہ دونوں باغ اصحاب یمین کے لیے ہوں گے۔ جنت کی تمام نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں پر قیاس نہ کیا جائے۔ صرف نام کا اشتراک ہے۔

فیهن خیرات۔ خوش اخلاق، خوب سیرت، خوب صورت ہوں گی، پردہ نشین ہوں گی معلوم ہوا کہ اچھی عورتوں میں یہی خوبیاں ہوتی ہیں۔

تبارك اسم۔ یعنی جس اللہ نے اپنے وفاداروں کو ایسے ایسے انعام واحسان فرمائے غور کرو تو تمام نعمتوں میں اصل خوبی اسی کے نام پاک کی برکت سے ہے اور اسی کا نام لینے سے یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اور جب نام میں یہ برکت ہے تو نام والے میں کیا کچھ برکت ہوگی۔ فنسأل الله ان يجعلنا من افضل النعيم بفضله العميم وبجاه النبي الكريم۔

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ اِلَّا اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَلْاٰيَةَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ اَلْاٰيَةَ وَهِيَ سِتٌّ اَوْ سَبْعٌ اَوْ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ قَامَتِ الْقِيَامَةُ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ○ نَفْسٌ تُكَذِّبُ بِاَنْ تَنْفِيَهَا كَمَا نَفَتْهَا فِي الدُّنْيَا خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ○ هِيَ مُظْهِرَةٌ لِخَفْضِ اَقْوَامٍ بِدُخُوْلِهِمُ النَّارَ وَلِرَفْعِ اٰخَرِيْنَ بِدُخُوْلِهِمُ الْجَنَّةَ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ○ حُرِّكَتْ حَرَكَةً شَدِيْدَةً وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ○ فُتِّتَتْ فَكَانَتْ هَبَآءً غُبَارًا مُّنْبَثًّا ○ مُنْتَثِرًا وَاِذَا الثَّانِيَةُ بَدَلٌ مِّنَ الْاُوْلٰى وَّكُنْتُمْ فِي الْقِيٰمَةِ اَزْوَاجًا اَصْنَافًا ثَلٰثَةً ○ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ وَهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْتَوْنَ كُتُبَهُمْ بِاَيْمَانِهِمْ مُبْتَدَاٌ اَخْبَرُهُ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ○ تَعْظِيْمٌ لِشَانِهِمْ بِدُخُوْلِهِمُ الْجَنَّةَ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ اَلشِّمَالِ بِاَنْ يُّؤْتٰى كُلٌّ مِّنْهُمْ كِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ○ تَحْقِيْرٌ لِشَانِهِمْ بِدُخُوْلِهِمُ النَّارَ وَالسّٰبِقُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَهُمُ الْاَنْبِيَآءُ مُبْتَدَاٌ اُولٰٓئِكَ تَاْكِيْدٌ لِتَعْظِيْمِ شَانِهِمْ وَالْخَبَرُ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○

وقف لازم

Marfat.com

مُبْتَدَأٌ أَيْ جَمَاعَةٌ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ ۝ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمُ السَّابِقُوْنَ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَهٰذِهِ الْأُمَّةُ وَالْخَبَرُ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝
مَنْسُوْجَةٍ بِقُضْبَانِ الذَّهَبِ وَالْجَوَاهِرِ مُتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِيْنَ ۝ حَالَانِ مِنَ الضَّمِيْرِ فِي
الْخَبَرِ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ أَيْ عَلٰى شَكْلِ الْأَوْلَادِ لَا يَهْرَمُوْنَ بِأَكْوَابٍ أَقْدَاحٍ
لَا عُرًى لَهَا وَأَبَارِيْقَ ۝ لَهَا عُرًى وَخَرَاطِيْمُ وَكَأْسٍ إِنَاءِ شُرْبِ الْخَمْرِ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ أَيْ خَمْرٍ جَارِيَةٍ
مِنْ مَنْبَعٍ لَا يَنْقَطِعُ أَبَدًا لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ بِفَتْحِ الزَّاءِ وَكَسْرِهَا مِنْ نَزِفِ الشَّارِبِ
وَأَنْزَفَ أَيْ لَا يَحْصُلُ لَهُمْ مِنْهَا صُدَاعٌ وَلَا ذَهَابُ عَقْلٍ بِخِلَافِ خَمْرِ الدُّنْيَا وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا
يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَلَهُمْ لِلْاِسْتِمْتَاعِ حُوْرٌ نِسَاءٌ شَدِيْدَاتُ سَوَادِ
الْعُيُوْنِ وَبَيَاضِهَا عِيْنٌ ۝ ضِخَامُ الْعُيُوْنِ كُسِرَتْ عَيْنُهُ بَدَلَ ضَمِّهَا لِمُجَانَسَةِ الْيَاءِ مُفْرَدُهُ
عَيْنَاءُ كَحَمْرَاءَ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِجَرِّ حُوْرٍ عِيْنٍ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ الْمَصُوْنِ جَزَاءً مَفْعُوْلٌ
لَهُ أَوْ مَصْدَرٌ وَالْعَامِلُ مُقَدَّرٌ أَيْ جَعَلْنَا لَهُمْ مَا ذُكِرَ لِلْجَزَاءِ أَوْ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا فِي الْجَنَّةِ لَغْوًا فَاحِشًا مِّنَ الْكَلَامِ وَلَا تَأْثِيْمًا ۝ مَا يُؤْثِمُ إِلَّا لٰكِنْ قِيْلًا قَوْلًا
سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ بَدَلٌ مِّنْ قِيْلًا فَإِنَّهُمْ يَسْمَعُوْنَهُ وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ مَا أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ
سِدْرٍ شَجَرِ النَّبْقِ مَخْضُوْدٍ ۝ لَا شَوْكَ فِيْهِ وَطَلْحٍ شَجَرِ الْمَوْزِ مَنْضُوْدٍ ۝ بِالْحَمْلِ مِنْ أَسْفَلِهِ
إِلٰى أَعْلَاهُ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ دَائِمٍ وَمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ جَارٍ دَائِمًا وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَا مَقْطُوْعَةٍ
فِيْ زَمَنٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝ بِثَمَنٍ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝ عَلَى السُّرُرِ إِنَّا أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَاءً ۝ أَيِ الْحُوْرَ
الْعِيْنَ مِنْ غَيْرِ وِلَادَةٍ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عَذَارٰى كُلَّمَا أَتَاهُنَّ أَزْوَاجُهُنَّ وَجَدُوْهُنَّ عَذَارٰى
وَجَمْعُ عُرُبًا بِضَمِّ الرَّاءِ وَسُكُوْنِهَا جَمْعُ عَرُوْبٍ وَهِيَ الْمُتَحَبِّبَةُ إِلٰى زَوْجِهَا عِشْقًا لَهُ أَتْرَابًا ۝ جَمْعُ

Marfat.com

ع ۱ ۳۸ ۱۴

تَرْبٍ اَیْ مُسْتَوِیَاتٍ فِی السِّنِّ لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ۝ صُلَّةٌ اَنْشَاْنَاهُنَّ اَوْ جَعَلْنَاهُنَّ وَهُمْ ثُلَّةٌ مِّنَ
الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۝ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِیْ سَمُوْمٍ رِیْحٍ حَارَّةٍ
مِنَ النَّارِ تَنْفُذُ فِی الْمَسَامِّ وَّحَمِیْمٍ ۝ مَاءٍ شَدِیْدِ الْحَرَارَةِ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۝ دُخَانٍ شَدِیْدِ
السَّوَادِ لَّا بَارِدٍ كَغَیْرِهٖ مِنَ الظِّلَالِ وَّلَا كَرِیْمٍ ۝ حُسْنِ الْمَنْظَرِ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ فِی الدُّنْیَا
مُتْرَفِیْنَ ۝ مُنْعِمِیْنَ لَا یَتْعَبُوْنَ فِی الطَّاعَةِ وَكَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَی الْحِنْثِ الذَّنْبِ الْعَظِیْمِ ۝ اَیِ
الشِّرْكِ وَكَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ۙ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا اَئِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ فِی الْهَمْزَتَیْنِ فِی الْمَوْضِعَیْنِ
اَلتَّحْقِیْقُ وَتَسْهِیْلُ الثَّانِیَةِ وَاِدْخَالُ اَلِفٍ بَیْنَهُمَا عَلَی الْوَجْهَیْنِ اَوَاٰبَاؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ بِفَتْحِ الْوَاوِ
لِلْعَطْفِ وَالْهَمْزَةِ لِلْاِسْتِفْهَامِ وَهُوَ فِیْ ذٰلِكَ وَفِیْمَا قَبْلَهٗ لِلْاِسْتِبْعَادِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِسُكُوْنِ الْوَاوِ
عَطْفًا بِاَوْ وَالْمَعْطُوْفُ عَلَیْهِ مَحَلُّ اِنَّ وَاِسْمُهَا قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰی
مِیْقَاتِ لِوَقْتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ اَیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ
شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ بَیَانٌ لِلشَّجَرِ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا مِنَ الشَّجَرِ الْبُطُوْنَ ۝ فَشَارِبُوْنَ عَلَیْهِ اَیِ الزَّقُّوْمِ
الْمَاكُوْلِ مِنَ الْحَمِیْمِ ۝ فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ بِفَتْحِ الشِّیْنِ وَضَمِّهَا مَصْدَرُ الْهِیْمِ ۝ الْاِبِلِ الْعِطَاشِ
جَمْعُ هَیْمَانَ لِلذَّكَرِ وَهَیْمٰی لِلْاُنْثٰی كَعَطْشَانَ وَعَطْشٰی هٰذَا نُزُلُهُمْ مَا اُعِدَّ لَهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ترجمہ سورۂ واقعہ مکیہ ہے۔ بجز آیت افبھذا الحدیث الخ اور آیت ثلۃ من الاولین الخ کے کل آیات ۹۶ یا ۹۷ یا ۹۹ ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جب قیامت واقع (قائم) ہوگی۔ جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں (کوئی اس کو جھٹلا نہیں سکے گا۔ جس طرح کہ دنیا میں اس کو جھٹلا دیا کرتے تھے) پست کر دے گی بلند کر دے گی (لوگوں کو دوزخ میں داخل کر کے ان کی پستی ظاہر کر دے گی اور دوسروں کو جنت میں داخل کر کے ان کی بلندی ظاہر کر دے گی) جب کہ زمین کو سخت زلزلہ آئے گا (سخت بھونچال آجائے گا) اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ (چورہ) ہو جائیں گے۔ پھر وہ غبار (گرد) پراگندہ ہو جائیں گے (پھیل کر۔ دوسرا اذا پہلے سے بدل ہے) اور تم (قیامت میں) تین قسم کے ہو جاؤ گے۔ چنانچہ جو داہنے والے

marfat.com
Marfat.com

ہیں (جن کے داہنے ہاتھوں میں اعمالنامے دیئے جائیں گے۔ یہ مبتدا ہے اس کی خبر آگے ہے) وہ (داہنے والے کیسے اچھے ہیں (جنت میں داخل ہونے سے ان کی شان بڑھ جائے گی) اور جو بائیں جانب والے ہیں (جن کے بائیں ہاتھوں میں اعمالنامے ہوں گے) وہ بائیں والے کیسے بُرے ہیں (دوزخ میں داخل ہونے کی وجہ سے ان کی شان گھٹ جائے گی) اور جو اعلیٰ ہی درجہ کے ہیں (خیر کی طرف سبقت کرنے والے یعنی انبیاءؑ، یہ مبتدا ہے) وہ تو اعلیٰ درجہ کے ہیں (السابقون تاکید ہے تعظیم شان کے لیے۔ اور آگے خبر ہے) وہ تو خاص مقرب ہیں (جو در آرام باغوں) میں ہوں گے۔ ان میں سے بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا (مبتدا ہے یعنی پہلی امتوں کی جماعت) اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے اور سابقون پچھلی امتوں اور امت محمدیہ میں سے ہوں گے خبر آگے ہے) وہ سونے سے بُنے ہوئے تختوں پر (جو سونے اور جواہرات کے تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے) تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (یہ دونوں خبر کی ضمہ سے حال ہیں) ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے آمد و رفت کیا کریں گے (جو بچے ہی رہیں گے کبھی بوڑھے نہیں ہونگے) آبخورے (پیالے جن میں پکڑنے کی تھمتی نہیں ہوتی) اور جگ (جن میں پکڑنے کی تھمتی اور پینے کی ٹونٹی ہوتی ہے) اور جام (شراب پینے کے پیمانے) بہتی شراب سے لبریز لیے ہوں گے (ایسی شراب جو صراحی سے نکلتی ہی رہے کبھی ختم نہ ہو) نہ اس شراب سے دردِ سر ہوگا اور نہ اس سے بہکیں گے (ینزفون فتحہ زا کے ساتھ نزف الشارب و انزف سے ماخوذ ہے یعنی نہ اس سے سرگرانی ہوگی اور نہ عقل میں فتور آئے گا جیسا کہ دنیا کی شراب میں یہ سب کچھ ہوتا ہے) اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جو مرغوب ہوگا اور (ان کی لذت کے لیے) گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی (خوب سفید و سیاہ آنکھوں والی) عورتیں ہوں گی (عین کے معنی کشادہ چشم کے ہیں ضمہ کی بجائے یاء کے قرب ہونے کی وجہ سے عین پر کسرہ آگیا حماء کے وزن پر عیناء مفرد ہے ایک قراءت میں "حورعین" جر کے ساتھ ہے) جو چھپے ہوئے (محفوظ) موتیوں کی طرح ہوں گی۔ یہ صلہ کے طور پر ہوگا (مفعول لہٗ یا مصدر ہے۔ عامل مقدر ہے یعنی جعلنالھم ماذکر للجزاء یاجزیناھم) ان کے اعمال کا۔ وہاں (جنت میں) نہ بک بک (فضول بات) سُنیں گے اور نہ بیہودہ (گناہ کی) بات ہوگی بس سلام ہی سلام کی آواز آئے گی (سلاماً۔ قیلاً سے بدل ہے۔ کیوں کہ جنتی سلام سُنیں گے) اور جو داہنے والے ہیں کیسے اچھے ہیں۔ وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بیری (کے درخت) بے خار ہوں گے (جن میں کانٹے نہیں ہوں گے) اور کیلے (کے درخت) تہ بتہ ہوں گے (جو نیچے سے اوپر تک مرتب ہوتے ہیں) اور لمبا (دائمی) سایہ ہوگا اور پانی چلتا ہوا (ہمیشہ جاری) ہوگا اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ جو (کبھی) ختم نہ ہوں گے اور (قیمت کے ذریعہ) روک ٹوک نہ ہوگی اور (تخت پر) اونچے اونچے فرش ہوں گے۔ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے (یعنی عورتیں بغیر ولادت کے پیدا کیں) یعنی ہم نے ان کو کنوارا بنایا (ان کے شوہر جب بھی ان کے پاس آئیں گے انہیں باکرہ ہی پائیں گے۔ مگر وہ تکلیف کا باعث نہیں ہوں گی) محبوبہ ہیں (ضمہ رَا اور سکون رَا کے ساتھ جو بیوی شوہر کے لیے پسندیدہ محبوبہ ہو) ہم عمر ہیں (اتراب۔ ترب کی جمع ہے ہم عمر کو کہتے ہیں)

Marfat.com

یہ سب چیزیں دینے والوں کے لیے ہیں (انشأناھن یا جعلناھن کا صلہ ہے اور وہ اصحاب الیمین) ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور ایک بڑا طبقہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے بُرے ہیں وہ تُو میں ہوں گے (آگ کی آنچ جو مسامات میں گھستی چلی جائے) اور کھولتے ہوئے (تیز) پانی اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں (جو بے حد کالا ہوگا) جو (اور سایوں کی طرح) نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش (خوش منظر) ہوگا وہ لوگ پہلے (دنیا میں) بڑی خوش حالی میں رہتے تھے (آرام سے، طاعت میں تعب برداشت نہیں کرتے تھے) اور بڑے بھاری گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ جلائے جائیں گے (دونوں جگہ دونوں میں ہمزہ تحقیق اور دوسری میں ہمزہ تسہیل ہے اور دونوں صورتوں میں دونوں ہمزوں کے درمیان الف داخل ہے) اور کیا ہمارے اگلے دادا بھی (أو فتحہ واؤ کے ساتھ عطف کے لیے ہے اور ہمزہ استفہام کے لیے ہے اور یہاں اور پہلے استبعاد کے لیے بھی ہے اور ایک قراءت میں واؤ پر عطف کرتے ہوئے سکون واؤ ہے اور معطوف علیہ انّا اور اس کے اسم کا محل ہوگا) آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کئے جائیں گے وقت پر معین تاریخ کے (یعنی قیامت کے) دن پھر تم کو اے گمراہو، جھٹلانے والو درخت زقوم سے کھانا ہوگا (من زقوم۔ شجر کا بیان ہے) پھر اس (درخت) سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ پھر اس (زقوم کے کھانے) پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا۔ پھر پینا بھی پینا (شین کے فتحہ ضمہ کے ساتھ مصدر ہے) پیاسے اونٹ کا سا ہوگا ھیم جمع ہے ھیمان مذکر کے لیے اور ھیمی مؤنث کے لیے آتا ہے جیسے عطشان عطشیٰ) یہ دعوت ہوگی (تنزل مہمانی کے طور پر جو کچھ پیش کیا جائے) ان لوگوں کی قیامت کے روز۔

تحقیق و ترکیب

اذا وقعت۔ اذا کی کئی صورتیں ہیں۔

۱۔ خالص ظرف جس میں شرط کے معنی نہیں ہیں اور عامل لیس ہے معنی نفی کی حیثیت سے گویا عبارت اس طرح ہوگی۔ لیتنفی التکذیب بوقوعھا اذا وقعت۔

۲۔ اذکر عامل مقدر مانا جائے۔

۳۔ اذا کو شرطیہ مانا جائے اور جواب مقدر ہو ای اذا وقعت کان کیت وکیت اس میں عامل بھی وہی ہوگا۔

۴۔ اذا شرطیہ ہو اور عامل بعد کا فعل ہو۔ مکی فرماتے ہیں۔ والعامل فیھا وقعت لانھا قد یجازی بھا فعمل فیھا الفعل الذی بعدھا کما یعمل فی ما ومن اللتین للشرط فی قولك ما تفعل افعل ومن تکرم اکرم۔

۵۔ اذا وقعت مبتدا ہو اور اذا رجت الخبر ہو۔

۶۔ اذا ظرف ہو خافضۃ رافعۃ کا ای اذا وقعت خفضت ورفعت یہ ابوالبقاء کی رائے ہے۔

۷۔ اذا ظرف ہو رجت کا اس صورت میں اذا ثانیہ بدل ہوگا یا تاکید۔

۸۔ اذا میں عامل اصحٰب المیمنۃ کا مدلول ہو۔ ای اذا وقعت بانت احوال الناس فیھا۔

Marfat.com

۹۔ اذا شرطیہ کا جواب اصحاب المیمنۃ ہو اور قیامت کو وقوع سے تعبیر کرنے میں اس کے لامحالہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

کاذبۃ۔ یہ لیس کا اسم ہے اور لوقتہا خبر مقدم ہے۔ لام بمعنی فی ہے اور مضاف مقدر ہے۔ ای لیس کاذبۃ توجد فی وقت وقوعہا تفسیری عبارت میں مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ کاذبۃ اسم فاعل ہے نفس مقدرہ کی صفت ہے اور عافیۃ کے وزن پر مصدر نہیں ہے کذب یا تکذیب کے معنی میں لے کر کیونکہ فاعل کے وزن پر مصدر نادر ہے اگرچہ زمخشریؒ اجازت دے رہے ہیں اور بعض نے یہ معنی لیے کہ قیامت ہونے پر کوئی نفس کاذب نہیں ہوگا بلکہ صادق ہوگا۔ اس صورت میں لام وقتیہ ہوگا

خافضۃ۔ یعنی ترفع اقواما وتضع اخرین مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ خافضۃ مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ اور خفض ورفع سے اظہار مراد ہے۔

اذا رجت۔ نہایہ میں الرج کے معنی حرکت شدیدہ کے ہیں۔ یہ اذا پہلے اذا کا بدل یا ظرف ہے۔ خافضۃ رافعۃ دونوں کا بطریق تنازع کے۔

بست الجبال۔ قاموس میں چٹکی سے مسلنے کے معنی ہیں اور بست کے معنی صیرت کے بھی آتے ہیں بس الغنم کے معنی بکریوں کے چلنے کے ہیں۔

ازواجا ثلثۃ۔ دو صنفیں جنتیوں کی اور ایک صنف جہنمیوں کی۔ فاصحاب المیمنۃ سے پہلے اجمال میں پھر تفصیل بیان کی گئی ہے۔ یہ مبتدا ہے جس کی خبر ما اصحب المیمنۃ جملہ استفہامیہ ہے۔

والسابقون۔ اعلیٰ قسم ہونے کے باوجود اس کو مؤخر کیا گیا۔ تاکہ یہ حضرات اعجاب نفس میں مبتلا نہ ہوں یا ترقی حق الادنیٰ الی الاعلیٰ کی رعایت کی گئی ہے اور اصحاب الیمین کو پہلے بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

ثانی السابقون تاکید ہے یا شعری شعری کے قبیل سے ہے۔ یا تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ السابقون الی الخیرات السابقون الی الجنات۔

ثلۃ۔ ضمہ کے ساتھ انسانوں کی جماعت اور فتحہ کے ساتھ بکریوں کے ریوڑ کو کہتے ہیں۔

قلیل من الاخرین۔ چونکہ اس کا مصداق السابقون ہیں جو پچھلی امتوں اور امت محمدیہ دونوں پر مشتمل ہے اس لیے یہ حدیث ان امتی یکثرون سائر الامم کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ پچھلی امتوں کے سابقین اگرچہ اس امت کے سابقین سے زیادہ ہوں گے لیکن اس امت کے پیروکار پہلی امتوں کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے۔ حاصل یہ ہے کہ امت محمدیہ کے پیروکاران کی تعداد پہلی تمام امتوں کے پیروکاروں سے زیادہ ہو جائے گی۔ اگرچہ سابقین پہلی امتوں کے زیادہ ہوں گے۔ لیکن روح البیان کی یہ تاویل نص کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ قلیل من الاخرین مطلق ہے سابقین اور تابعین دونوں کو شامل ہے۔ تاہم مرفوع روایت یہ ہے کہ اولین وآخرین کا مصداق اس امت میں بھی متقدمین ومتاخرین ہیں۔

Marfat.com

بحر العلوم میں اسی کو مختار کہا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ ثلۃ من الاولین سے اصحاب المیمنۃ اور قلیل من الآخرین سے السابقون مراد ہوں۔

موضونۃ۔ اصل میں وضن زرہ بُننے کو کہتے ہیں بطور استعارہ مطلق بُننے کے معنی ہو گئے۔ یہ دونوں لفظ خبر کی ضمیر سے حال ہیں اور ضمیر متکئین سے حال متداخلہ بھی ہو سکتا ہے۔

ولدان مخلدون۔ حوروں کی طرح غلمان بھی نئی مخلوق بغیر ولادت پیدا کی جائے گی۔ صحیح یہی ہے چنانچہ خازن نے اسی کو صحیح اور حق کو ظنًا اس میں منحصر کہا ہے۔ یہ محض خدمت اور فرحت بلا شہوت کے لیے ہوں گے۔ کسی غلط خیال کا ایہام نہیں ہونا چاہیئے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بچے جو کمسنی میں مر گئے تھے وہ غلمان ہوں گے۔ لیکن آیت الذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کو رد کر دیا گیا ہے اور بعض کے نزدیک کفار کی چھوٹی اولاد غلمان ہو گی۔

لا یُنزفون۔ ابو عمرؒ، نافعؒ، ابن کثیرؒ، ابن عامرؒ کے نزدیک فتحہ زا کے ساتھ ہے ثلاثی مجرد مجہول کے وزن پر نزف الشارب کے معنی بدمست ہونے کے ہیں۔ انزف کے معنی شراب ختم ہونے کے ہیں۔ لیکن مفسرؒ دونوں کو ہم معنی کہہ رہے ہیں۔ اور لا یصدعون ولا ینزفون دونوں کے معنی مفسرؒ نے لف ونشر مرتب طور پر بیان کیے ہیں۔

حور عین۔ مبتدا ہے محذوف الخبر جس کی تقدیر مفسرؒ نے لہم سے کی ہے۔ حمزہؒ اور ابو علیؒ کے نزدیک حور عین مجرور ہے۔ اس میں کئی ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ جنات النعیم پر عطف کیا جائے ای ھم فی جنات النعیم وفاکھۃ ولحم وحور عین جیسا کہ زمخشریؒ کی رائے ہے۔

۲۔ باکواب پر عطف کیا جائے اس صورت میں یطوف کے معنی مجازی معنی ہوں گے ای یتنعمون فیھا باکواب۔

۳۔ حور عین۔ معطوف علیہ حقیقۃ ہو یعنی حور و غلمان دونوں کی آمد و رفت ہو گی۔ جو مزید التذاذ کا باعث ہے۔

عین۔ عیناء کی جمع ہے۔ فعلاء کی جمع فعل کے وزن پر آتی ہے۔

ولا تأثیمًا۔ یعنی جو گناہ میں ڈال دے۔

سلامًا سلامًا۔ اس کی کئی ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ قیل سے بدل ہو ای لا یسمعون فیھا الا سلامًا سلامًا۔

۲۔ قیل کی صفت ہو۔

۳۔ قیل کی وجہ سے منصوب ہو ای الا ان یقولوا سلامًا جیسا کہ زجاج کی رائے ہے۔

Marfat.com

۴۔ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہو جس کی حکایت قیلاً سے ہو رہی ہے۔ ای الا قیلاً سلموا سلاماً۔
مخضود۔ بعض نے کہا ہے کہ شاخوں کی کثرت اور اوپر نیچے ہونا مراد ہے۔
وطلح۔ کیلے کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک کیکر کے معنی ہیں۔
ممدود۔ طویل سایہ کے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ حدیث بخاری میں ہے۔ ان فی الجنة شجرا یسیر الراکب فی ظلها مائة عام غرضکہ امتداد زمانی بھی ہو سکتا ہے اور مکانی بھی۔
ولا ممنوعة۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ لا تمتنع من احد اراد اخذها۔
مرفوعة۔ سریر پر بچھانا مراد ہے یا گدوں کا ایک دوسرے پر تہ بتہ ہونا مراد ہے۔ یا رفیع القدر کے معنی ہیں جیسا کہ حدیث ترمذی و نسائی میں ہے کہ گدوں کی موٹائی، زمین و آسمان کی درمیانی مسافت پانچسو سال کے برابر ہوگی۔ اور بعض نے فرش سے عورتیں مراد لی ہیں۔ عرب عورتوں کو فرش اور لباس سے تعبیر کرتے ہیں اور مرفوعہ سے مراد حسن و جمال میں برتری ہے۔
عربا۔ نہایہ میں عربا کے معنی المرأة حسناء المتحببة الی زوجها لکھے ہیں اور ابن عباسؓ، حسنؒ، مجاہدؒ، قتادہؒ سے بھی یہی منقول ہے۔ ابن ابی حاتم نے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ ان عورتوں کی بات چیت عربی میں ہوگی۔
اترابا۔ حدیث میں ہے۔ یدخل اهل الجنة الجنة جردا مردا بیضاء مکحولین ابناء ثلثین او قال ثلث وثلثین علی خلق آدم ستون ذراعا فی سبعة اذرع۔ دوسری حدیث میں ہے۔ من دخل الجنة من صغیر او کبیر یرد الی ثلثین سنة فی الجنة لا یزاد علیها ابدا وکذلك اهل النار۔
لاصحاب الیمین۔ یہ انشأناهن کے متعلق ہے۔ ای انشأناهن لاجل اصحاب الیمین اور اس کا تعلق اترابا سے بھی ہو سکتا ہے ای جعلناهن اترابا ای مساویات لاصحاب الیمین فی الطول والعرض والجمال۔
ثلة من الاولین۔ یہ پہلی آیت وقلیل من الآخرین کے معارض نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی آیت کا تعلق مقربین سے ہے اور یہاں اصحاب الیمین کا بیان ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اولین سے یہاں متقدمین مراد ہوں یعنی صحابہ اور تابعین۔ یہی صورت ثلة من الآخرین کی ہوگی کہ اس سے اصحاب الیمین مراد ہوں یا اس امت کے متاخرین جو صحابہ اور تابعین کے علاوہ ہوں۔ یہ مجموعہ پچھلی امتوں سے بڑھ کر ہوگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ هم جمیعا من امتی۔
فی سموم۔ آگ کی گرمی جو مسامات بدن میں گھس جائے اور بعض نے جہنم کی وادی یا جہنم کا نام کہا ہے۔
انهم کانوا۔ یہ سبب عذاب کا بیان ہے امام رازیؒ اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ یہاں عذاب کا سبب تو ارشاد فرمایا گیا۔ لیکن ثواب کا سبب بیان کرتے ہوئے یہ نہیں کہا گیا۔ انهم کانوا قبل ذلك شاکرین مذعنین کیونکہ ثواب تو محض فضل خداوندی کی وجہ سے ہے۔ لیکن عذاب عدل الٰہی کے تحت ہے۔ پس سبب فضل بیان نہ کرنے سے صاحب فضل کی تنقیص نہیں ہوتی۔ لیکن سبب عذاب بیان نہ کرنے سے ظلم کا ایہام ہو سکتا ہے۔ جو خلاف

Marfat.com

عدل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اصحاب الیمین کے لیے جزاء بما کانوا یعملون نہیں فرمایا گیا۔ جیسا کہ پہلے "السابقون" کے لیے فرمایا گیا تھا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ سابقین کی جزاء میں تو کچھ اعمال کا دخل ہے بھی مگر اصحاب الیمین کے لیے تو صرف فضلِ الٰہی سبب ہے یہاں اعمال کا دخل نہیں ہے۔

مترفین۔ مترف بروزن مکرم جو شخص عیش میں مست ہو کر طاعت کا تعب نہ اُٹھا سکے ؎

عیش پروردہ ہرگز نہ برد راہ بہ دوست عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد

علی الحنث العظیم۔ اس کے معنی ذنب عظیم یا شرک کے ہیں۔ کیونکہ حنث کے معنی مضبوط عہد توڑنے کے ہیں چنانچہ شرک میں بھی نقض عہد ہوتا ہے۔ واقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت۔

اذا متنا۔ مفسرؒ نے ترک الف کی دو صورتوں کو بیان نہیں کیا۔ حالانکہ ادخال الف اور ترک الف دو مستقل قراءتیں ہیں۔ ممکن ہے سابقہ بیانات پر اکتفا کر لیا ہو۔

او اٰباؤنا الاولون۔ اس کا ضمیر "لمبعوثون" پر عطف ہو سکتا ہے۔ یعنی کیا اگلے لوگ بھی زندہ کئے جائیں گے اور مفسرؒ نے معطوف علیہ محل ان اور اس کے اسم کو جو کہا ہے تو معطوف کو خبر مقدم کرنے کی صورت میں ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ انا و اٰباؤنا لمبعوثون تقدیری عبارت وھو فی ذلک وفیما قبلہ کا مطلب یہ ہے کہ استفہام اٰباؤنا اور اذا متنا میں استبعاد کے لیے ہے۔ اور نافعؒ، ابن عامرؒ کی قراءت سکون واو کے ساتھ قراءت متواترہ سبعیہ ہے۔ قاضیؒ بیضاوی نے صاحب کشاف کی ترجمانی ان الفاظ سے کی ہے۔ المعطوف علیہ الضمیر المستکن فی لمبعوثون الخ وحسن العطف علی الضمیر فی لمبعوثون من غیر تاکید۔ بحسن للفاصل الذی ھو الھمزۃ کما حسن فی قولہ ما اشرکنا ولا اٰباؤنا لفصل لا المؤکد للنفی۔

قل ان الاولین۔ یہ انکار قیامت کا رد ہے

الی میقات۔ ای فی وقت چونکہ مجموعون، سوق کے معنی کو متضمن ہے۔ اس لیے الیٰ کے ذریعہ تعدیہ کیا گیا ہے۔

الھیم۔ مفسرؒ نے صیمان کی جمع بیان کی۔ حالانکہ اھیم کی جمع ہے۔ کیونکہ ھیم اصل میں ھیمؔ بروزن حمرؔ تھا۔ ضمہ کو یاء کی وجہ سے کسرہ سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ پس جس طرح حمرؔ احمر اور حمراء کی جمع ہے۔ اسی طرح ھُیمؔ اھیم کی جمع ہے۔

نزلھم۔ نزل کہتے ہیں مہمان کے آتے ہی جو کچھ پیش کیا جائے۔ جہنمیوں کے لیے استہزاءً ھذا نزلھم کہا گیا ہے۔

ربط آیات

مضامین کے اعتبار سے یہ سورت پچھلی سورت کے تقریباً مماثل ہے اور ترتیب کے لحاظ سے العجز علی الصدر کے طور پر تقریباً پچھلی سورت کے مقابل ہے چنانچہ

marfat.com
Marfat.com

سورۂ رحمن کے شروع میں قرآن کا ذکر آیا ہے اور یہاں سورت کے تقریباً آخر میں ہے۔ اسی طرح سورۂ رحمن میں دنیاوی نعمتوں کا بیان ہے جو دلائل قدرت بھی ہیں قرآن کے ذکر کے بعد آیا ہے اور یہاں قرآن کے ذکر سے پہلے ہے۔ وہاں دنیوی نعمتوں کا ذکر قیامت، دوزخ، جنت کے بعد اور یہاں پہلے آیا ہے اور بالکل ختم کے قریب معاد کی تفصیل مجملاً بیان فرما دی گئی ہے۔

روایات امام احمدؒ نے ابوہریرہؓ سے تخریج کی کہ جب ثلة من الاولین مکڑہ نازل ہوا تو صحابہؓ پر بہت شاق ہوا، پھر آیت ثلة من الآخرین نازل ہوئی۔

اور ابن مردویہؒ نے جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ ثلة من الاولین نازل ہونے پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ثلة من الاولین وقلیل منا تو ایک سال بعد ثلة من الآخرین کا نزول ہوا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ من ادم الینا ثلة وامتی ثلة۔

عروہ بن رویمؒ سے نقل ہے کہ جب آیت ثلة من الاولین وقلیل من الآخرین نازل ہوئی تو عمرؓ رو پڑے اور عرض کیا۔ یارسول امنا برسول اللہ وصدقناہ ومن یجو منا قلیل اس پر آیت ثلة من الاولین وثلة من الآخرین نازل ہوئی۔ تو آنحضرتؐ نے عمرؓ کو بلا کر فرمایا۔ تمہارے مطابق یہ نازل ہوئی ہے۔ عمرؓ نے عرض کیا۔ رضینا عن ربنا وتصدیق نبینا آنحضرتؐ نے فرمایا۔ من ادم الینا ثلة ومنا الی یوم القیامة ثلة۔ اور مجاہدؒ، عطاءؒ کی رائے یہ ہے کہ دونوں ثلے امت محمدیہ کے ہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ آنحضرتؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں "جمیعاً من امتی" لیکن معتمد پہلا قول ہے۔

تشریح

اذا وقعت۔ یعنی قیامت جب ہو پڑے گی۔ اس وقت کھل جائے گا کہ یہ چھوٹی بات نہ تھی اسے نہ کوئی ٹلا سکے گا اور نہ لوٹا سکے گا۔ اگر جھوٹی تسلیوں سے اس دن کی ہولناکیوں کو گھٹانا بھی چاہے تو نہ ہو سکے گا۔ قیامت کے دن بڑے بڑے متکبروں کو جو دنیا میں سربلند اور معزز سمجھے جاتے تھے "اسفل السافلین" میں دھکیل دیا جائے گا اور کتنے ہی متواضعین کو جو دنیا میں حقیر و پست نظر آتے تھے۔ یہ دن ان کے ایمان وعمل صالح کی بدولت جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز کر دے گا۔ قیامت کیا ہوگی۔ گویا ایک سخت زلزلہ ہوگا جس سے پہاڑ تک ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح اڑ جائیں گے۔

مقربین وکنتم ازواجا ثلثة۔ قیامت میں لوگ تین حصوں میں بٹ جائیں گے۔ دوزخی، عام جنتی خاص جنتی جو جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوں گے۔ پہلے ان تینوں قسموں کا اجمالاً پھر تفصیلاً ذکر ہے۔ سورۂ رحمن میں بھی ان تین قسموں کا ذکر ہو چکا ہے۔ خواص مومنین کو مقربین اور سابقین اور عامۂ مومنین کو اصحاب الیمین اور کفار کو اصحاب الشمال کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اذا وقت سے لے کر ثلۃ تک بعض حالات جیسے رجت وبست، نفخۂ اولیٰ کے وقت کے بیان فرمائے ہیں۔ اور بعض واقعات جیسے خافضۃ، رافعۃ اور کنتم ازواجا ثلثۃ نفخۂ ثانیہ کے ہیں اور بعض احوال جیسے اذا وقعت اور لیس لوقعتہا مشترک ہیں اور چونکہ نفخۂ اولیٰ سے نفخۂ ثانیہ تک تمام وقت ممتد ایک وقت کے حکم میں ہے۔ اس لیے ہر جزء وقت کو ہر واقعہ کا وقت کہا جا سکتا ہے۔

اصحاب الیمین

فاصحب المیمنۃ۔ جو لوگ عرش عظیم کی داہنی سمت ہوں گے ان کو عہد الست کے وقت آدمؑ کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا اور ان کا اعمالنامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ اس روز ان کی کامیابی کا کیا کہنا۔ حضورؐ نے شب معراج میں دیکھا تھا کہ حضرت آدمؑ داہنی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور بائیں جانب نظر کر کے رو پڑتے تھے اور گو یہ سب باتیں مقربین میں بھی مشترک ہیں۔ لیکن صرف انہی باتوں پر اکتفا کرنا بتلا رہا ہے کہ ان میں اصحاب الیمین سے اور کوئی قرب خاص کی بات نہیں پائی جاتی۔ اس لیے ان سے عوام مومنین مراد ہوں گے جن کو مجملاً اچھا فرمایا۔ اس کے بعد فی سدرے اس اجمال کی تفصیل ہے۔

اصحاب الشمال

واصحاب المشئمۃ۔ یہ لوگ آدمؑ کے بائیں پہلو سے نکالے گئے اور انہی کو دیکھ کر آدمؑ روتے رہے۔ عرش کے بائیں کھڑے کیے جائیں گے۔ اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتے بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے۔ ان کی نحوست اور بدبختی کا کیا ٹھکانہ۔

تحقیق علمی

لیکن جو کمالات علمیہ وعملیہ اور مراتب تقوے میں دوڑ لگا کر اصحاب یمین سے آگے نکل گئے وہ حق تعالیٰ کی رحمتوں اور مراتب قرب و وجاہت میں بھی سب سے آگے نکل گئے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ وھم الانبیاء والمرسل والصدیقون والشھداء یکونون بین یدے ربھم عزوجل۔

ثلۃ من الاولین۔ اکثر مفسرینؒ نے آیت کی تفسیر میں دو احتمال لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ ثلۃ من الاولین سے پہلی امتوں کے حضرات اور قلیل من الآخرین سے امت محمدیہ کے افراد ہیں۔ جیسا کہ جابرؓ کی مرفوع روایت میں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلا زمانہ زیادہ گزرا ہے جس میں لاکھوں انبیاء ورسل اور کروڑوں ان کے اصحاب ہوں گے اور آنحضرت کے بعد کا زمانہ کم ہے اور خواص ہر زمانہ میں کم ہوتے ہیں۔ اس لیے بہت سی امتوں کے خواص کا مجموعہ صرف امت محمدیہ کے حق میں عادۃً زیادہ ہی ہونا چاہیئے۔

اور بعض نے ثلۃ من الاولین سے اس امت کے متقدمین اور قلیل من الآخرین سے امت کے متاخرین مراد لیے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے۔

اور روح المعانی میں سند حسن کے ساتھ ابوبکرہ کی حدیث نقل کی ہے جس میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ھما جمیعا من ھذہ الامۃ اور حافظ ابن کثیرؒ نے آیت کا ایک تیسرا مطلب یہ فرمایا ہے کہ ہر امت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قرب عہد کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے مقربین جس قدر کثرت سے ہوئے ہیں پچھلے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی۔ ارشاد

marfat.com
Marfat.com

نبی خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم اس کا مؤید ہے۔ لیکن بعض اکابر نے "تفسیر منصور" پہلے معنی کو فرمایا ہے اور ارشاد نبی ھما من ھذہ الامۃ کی تاویل یہ کی کہ یہ آیت کی تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ مقصد یہ بتلانا ہے۔ کہ جس طرح پہلی امتوں کے اولین میں مقربین زیادہ اور آخرین میں کم رہے ہیں۔ اسی طرح اس امت میں بھی متقدمین میں مقربین زیادہ اور متاخرین میں کم ہوں گے۔ گو قرآن کا یہ مدلول نہ ہو۔

اور اسی طرح قلیل من الاخرین کا مقربین کے بارہ میں ہونا اور ثلۃ من الآخرین" کا اصحاب الیمین کی شان میں ہونا بھی صاف مدلول قرآنی ہے۔

رہ گئی حدیث عمر جس کا بیان پہلے ہوا۔ جس میں ثلۃ اور قلیل دونوں کا مصداق ایک ہی فرمایا۔ اس کی بھی توجیہ کی جائے گی کہ صحابہ نے اول مقربین کے بارہ میں جو قلیل من الآخرین سنا تو گمان ہوا کہ شاید یہی نسبت پہلی امتوں اور اس امت کے عوام مومنین میں بھی ہوگی کہ ان میں زیادہ اور اس امت میں کم ہوں۔ مگر دوسری آیت میں بتلادیا گیا کہ یہ نسبت مقربین میں ہے لیکن اصحاب الیمین میں دوسری نسبت ہوگی۔

اور مذکورہ روایت میں جو فنسخت و قلیل من الآخرین الفاظ آئے ہیں تو سلف کی اصطلاح میں یہ نسبت متاخرین کے نسخ کے معنی عام ہیں یعنی توضیح مراد اور شبہ کے ازالہ کو بھی متقدمین نسخ کہہ دیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ آیت بقرہ للہ ما فی السموات کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

جنت کی مادّی اور رُوحانی نعمتیں۔

علی سرر موضونۃ۔ یہاں سے نعمائے جنت کا بیان ہو رہا ہے۔ سونے کے تاروں سے بُنے ہوئے تخت بیٹھنے کے لیے ہوں گے۔ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھا ہوگا اور خدمت گار لڑکے ہوں گے جو سدا ایک حالت پر رہیں گے صاف ستھری شراب کے چشمے ہوں گے جن کے پینے سے نہ سر گرانی ہوگی اور نہ بڑ لگے گی۔ شراب نشہ سے خالی صرف لذت و سرور کے لیے ہوگی، پسندیدہ میوے، مرغوب گوشت بلا تعب میسر ہوگا، چمکتے دمکتے موتیوں کی طرح حوریں ہوں گی۔ کوئی لغو اور واہیات بات وہاں نہ ہوگی۔ نہ کوئی جھوٹ بولے گا، نہ کوئی کسی پر جھوٹی تہمت لگا سکے گا۔ بس ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں ہوں گی۔ جنتیوں کا آپس میں سلام ہوگا فرشتوں کی طرف سے سلام ہوگا اور سب سے بڑھ کر رب کریم کا سلام پہنچے گا جو سب سے بڑھ کر اعزاز ہوگا۔ سلام کی یہ کثرت اس طرف اشارہ ہوگی کہ اب یہاں سلامتی ہی سلامتی ہے نہ کسی طرح کا آزار ہے اور نہ موت کا کھٹکا، قسم قسم کے پھلوں سے لدے ہوئے درخت اور باغات ہوں گے۔ وہاں نہ دھوپ ہوگی اور نہ اندھیرا۔ نہ گرمی ہوگی نہ سردی، سورج نکلنے سے پہلے صبح کا سا سہانا معتدل وقت اور موسم رہے گا اور سایہ اتنا پھیلا ہوا ہوگا کہ بہترین تیز رفتار سوار متواتر سو برس دوڑتا رہے تو ختم نہ ہو، میوے ایسے کہ نہ اس میں سے پہلے توڑے گئے اور نہ دنیا کے موسمی میووں کی طرح ختم ہونے والے اور نہ ہی اس کے لینے میں کسی طرح کی روک ٹوک پیش آئے گی اور فرش فروش بیحد اونچے ظاہر میں بھی اور رتبہ میں بھی، حوریں اور دنیا کی عورتیں جو جنت میں نصیب ہوں گی وہاں ان کا قدرتی

Marfat.com

اُٹھان ایسا ہو گا کہ ہمیشہ جوان اور خوبصورت بنی رہیں گی۔ ان کی گفتگو ناز و انداز سے بے ساختہ دل لبھے گا اور باہم سب ہم عمر ہوں گی۔ شوہروں کے ساتھ بھی عمر کا تناسب برابر قائم رہے گا۔

مشکل کا حل

ثلة من الاولین۔ یعنی اصحاب الیمین پہلوں میں بھی بکثرت ہوئے ہیں اور پچھلوں میں بھی بکثرت ہوں گے۔ بلکہ متاخرین میں اصحاب الیمین کی تعداد بہ نسبت متقدمین اصحاب الیمین کے زیادہ ہو گی۔ چنانچہ احادیث میں تصریح ہے کہ مجموعہ مومنین اس امت کا پہلی امتوں کے مجموعہ مومنین سے زیادہ ہو گا۔ اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اس امت کے اصحاب الیمین زیادہ ہوں گے۔ کیونکہ متقدمین میں مقربین کی کثرت تو خود آیت بالا سے ثابت ہے۔ اور جب اصحاب الیمین، مقربین سے مرتبہ میں کم ہیں تو ان کی جزا بھی کم ہو گی۔

سو اس کی توجیہ یہ ہے کہ مقربین کی جزا میں وہ سامان عیش زیادہ بیان کیا گیا ہے جو اہل شہر کو زیادہ مرغوب ہوا کرتا ہے اور اصحاب الیمین کی جزا میں اس سامان عیش کا زیادہ ذکر ہے جو دیہاتی قصباتی لوگوں کو زیادہ مرغوب ہوتا ہے جس سے اشارہ ان دونوں کے فرقِ مراتب کی طرف ہے۔

واصحاب الشمال۔ یہاں سے تیسری قسم دوزخیوں کی تفصیل ارشاد ہے۔ دوزخ کی آگ سے جو سیاہ دھواں اٹھے گا وہ اس میں رکھے جائیں گے جہاں کسی قسم کا نہ آرام ملے گا نہ ٹھنڈک پہنچے گی نہ وہ عزت کا سایہ ہو گا۔ اس کی تپش میں ذلیل و خوار بیٹھے رہیں گے، دنیا میں خوشحالی اور غرور کی وجہ سے جو انہوں نے اللہ و رسول سے ضد باندھی تھی یہ اس کا جواب ہے۔ دنیا میں قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اس زندگانی کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔ ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا کہیں سمجھ میں آتا ہے؟

دوزخیوں کا حال پتلا ہو گا

انکم ایھا الضالون۔ دوزخیوں کا جب مارے بھوک کے بُرا حال ہو گا تو زقوم کا درخت چبانے کو ملے گا اور پیٹ کی دوزخ کو اس سے بھرنا ہو گا اور کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا۔ مگر بے تابی میں پیاس کی شدت سے ایک دھوپ میں جلتے ہوئے اونٹ کی طرح یہی پانی ایک دم چڑھاتا چلا جائے گا جس سے منہ جھلس کر بھن جائے گا اور اندر سے آنتیں کٹ کٹ کر باہر آپڑیں گی۔ انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ ان کی مہمانی اس شان سے کی جائے اور جانور سے بدتر سلوک ان کے ساتھ کیا جائے۔

لطائف سلوک

والسابقون السابقون۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقربین کا مرتبہ عام صلحاء مومنین کے درجہ سے بڑھ کر ہے اور یہی اہل تصوف کا مقصود ہے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

marfat.com
Marfat.com

عَلَى الْاِعَادَةِ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَيِ الْمَنِيَّ بَشَرًا اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَاجِزِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ نَجْعَلَ اَمْثَالَكُمْ مَّكَانَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ مِنَ الصُّوَرِ كَالْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِسُكُوْنِ الشِّيْنِ فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ فِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الْاَصْلِ فِي الذَّالِ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ تُثِيْرُوْنَ الْاَرْضَ وَتُلْقُوْنَ الْبَذْرَ فِيْهَا ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ تُنْبِتُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا نَبَاتًا يَابِسًا لَاحَبَّ فِيْهِ فَظَلْتُمْ اَصْلُهٗ ظَلِلْتُمْ بِكَسْرِ اللَّامِ فَحُذِفَتْ تَخْفِيْفًا اَيْ اَقَمْتُمْ نَهَارًا تَفَكَّهُوْنَ ۝ حُذِفَ مِنْهُ اِحْدَى التَّائَيْنِ فِي الْاَصْلِ تَعْجَبُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ وَتَقُوْلُوْنَ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ نَفَقَةً زَرَعْنَا بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ مَمْنُوْعُوْنَ رِزْقَنَا اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ السَّحَابِ جَمْعُ مُزْنَةٍ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا مِلْحًا لَا يُمْكِنُ شُرْبُهٗ فَلَوْلَا فَهَلَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ تُخْرِجُوْنَ مِنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا كَالْمَرْخِ وَالْعَفَارِ وَالْكَلْخِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً لِنَارِ جَهَنَّمَ وَمَتَاعًا بُلْغَةً لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ لِلْمُسَافِرِيْنَ مِنْ اَقْوَى الْقَوْمُ اَيْ صَارُوْا بِالْقِوِيِّ بِالْقَصْرِ وَالْمَدِّ اَيِ الْقَفْرِ وَهُوَ مَفَازَةٌ لَا نَبَاتَ فِيْهَا وَلَا مَاءَ فَسَبِّحْ نَزِّهْ بِاسْمِ زَائِدٌ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ اَيِ اللّٰهِ فَلَآ اُقْسِمُ لَا زَائِدَةٌ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ ۝ بِمَسَاقِطِهَا لِغُرُوْبِهَا وَاِنَّهٗ اَيِ الْقَسَمُ بِهَا لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ اَيْ لَوْ كُنْتُمْ مِّنْ ذَوِي الْعِلْمِ لَعَلِمْتُمْ عِظَمَ هٰذَا الْقَسَمِ اِنَّهٗ اَيِ الْمَتْلُوَّ عَلَيْكُمْ لَقُرْاٰنٌ

ع ۲ ۱۵ الواقعة

Marfat.com

كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ مَّصُوْنٍ وَهُوَ الْمُصْحَفُ لَا يَمَسُّهٗ خَبَرٌ بِمَعْنَى النَّهْيِ
اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ اَيِ الَّذِيْنَ طَهَّرُوْا اَنْفُسَهُمْ مِنَ الْاَحْدَاثِ تَنْزِيْلٌ مُّنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ الْقُرْاٰنِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ مُتَهَاوِنُوْنَ مُكَذِّبُوْنَ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ مِّنَ
الْمَطَرِ اَيْ شُكْرَهٗ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝ بِسُقْيَا اللّٰهِ حَيْثُ قُلْتُمْ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا فَلَوْلَا فَهَلَّا اِذَا
بَلَغَتِ الرُّوْحُ وَقْتَ النَّزْعِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَهُوَ مَجْرَى الطَّعَامِ وَاَنْتُمْ يَا حَاضِرِيَ الْمَيِّتِ حِيْنَئِذٍ
تَنْظُرُوْنَ ۝ اِلَيْهِ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ بِالْعِلْمِ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ مِنَ الْبَصِيْرَةِ اَيْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَهَلَّا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ مُجْزِيْنَ بِاَنْ تُبْعَثُوْا اَيْ غَيْرَ مَبْعُوْثِيْنَ
بِزَعْمِكُمْ تَرْجِعُوْنَهَا تَرُدُّوْنَ الرُّوْحَ اِلَى الْجَسَدِ بَعْدَ بُلُوْغِ الْحُلْقُوْمِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فِيْمَا
زَعَمْتُمْ فَلَوْلَا الثَّانِيَةُ تَاْكِيْدٌ لِلْاُوْلٰى وَاِذَا ظَرْفٌ لِتَرْجِعُوْنَ الْمُتَعَلِّقُ بِهِ الشَّرْطَانِ وَالْمَعْنٰى هَلَّا
تَرْجِعُوْنَهَا اِنْ نَفَيْتُمُ الْبَعْثَ صَادِقِيْنَ فِيْ نَفْيِهٖ اَيْ لِيَنْتَفِيَ عَنْ مَحَلِّهَا الْمَوْتُ فَاَمَّا اِنْ كَانَ الْمَيِّتُ
مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ اَيْ فَلَهٗ اِسْتِرَاحَةٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ رِزْقٌ حَسَنٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ ۝ وَهَلِ
الْجَوَابُ لِاَمَّا اَوْ لِاِنْ اَوْ لَهُمَا اَقْوَالٌ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ اَيْ لَهُ
السَّلَامَةُ مِنَ الْعَذَابِ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ مِنْ جِهَةِ اَنَّهٗ مِنْهُمْ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ
الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝
مِنْ اِضَافَةِ الْمَوْصُوْفِ اِلٰى صِفَتِهٖ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ تَقَدَّمَ ع ۳ ۲۲ ۱۶

ترجمہ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے (عدم سے وجود بخشا ہے) تو پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے (قیامت کی کیونکہ جو خدا تمہیں ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو منی پہنچاتے ہو (بیویوں کے رحم میں منی ڈالتے ہو) اس کو تم (دونوں ہمزہ کی تحقیق اور دوسری ہمزہ کو الف سے بدل کر اور تسہیل کرکے اور ہمزہ مسہلہ اور غیر مسہلہ کے درمیان الف داخل کرکے اور چاروں صورتوں میں بغیر الف داخل

marfat.com
Marfat.com

کیے پڑھا گیا ہے) آدمی بناتے ہو (یعنی منی کو انسان) یا ہم بنانے والے ہیں؟ ہم ہی نے تمہارے درمیان ٹھہرا رکھا ہے (قدرنا تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے) موت کو اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں تمہاری جگہ تو اور جیسے پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں (یعنی بندر اور خنزیر کی شکل پر) اور تمہیں پہلی پیدائش کا علم ہے (نشأۃ ایک قراءت میں سکون شین کے ساتھ ہے) پھر تم کیوں نہیں سمجھتے (اس کی اصل میں تائے ثانیہ کو ذال بنا کر ادغام کر دیا ہے) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اُگاتے ہو (نکالتے ہو) یا ہم اُگانے والے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو اس کو چُورا چُورا کر دیں (بغیر دانہ کے بھُوسہ) پھر تم رہ جاؤ (ظلتم اصل میں ظللتم تھا کسرہ لام کے ساتھ تخفیفاً لام کو حذف کر دیا یعنی تم دن بھر رہو) حیران (تفکہون کی اصل میں دو تاؤں تھیں ایک کو حذف کر دیا گیا اس پر تعجب کرتے ہوئے بول اُٹھو گے) کہ ہم تو ٹوٹے ہی میں رہ گئے (غلہ کی پیداوار میں) بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے (پیداوار سے خالی ہاتھ) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو (مزن یعنی بادل مزنۃ کی جمع ہے) یا ہم برسانے والے ہیں اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر ڈالیں (ایسا شور کہ پیا نہ جا سکے) سو تم شکر کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو (سرسبز درخت کا چقماق بناتے ہو) اس درخت کو تم نے پیدا کیا ہے (جیسے مرخ، عفار اور کلخ نامی درخت) یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم نے اس آگ کو (دوزخ کی) یاد دہانی کی چیز بنایا ہے اور مسافروں کے فائدہ (نفع) کی چیز بنایا ہے (مقوین یعنی مسافرین من اقوی القوم" سے ماخوذ ہے یعنی قوم میدان میں چلی گئی۔ قوی قصر و مد کے ساتھ دونوں طرح ہے یعنی کھلا میدان اور ایسا جنگل جس میں نہ گھاس ہو نہ پانی) سو اپنے عظیم الشان پروردگار (اللہ) کی (اسم زائد ہے) تسبیح (پاکی بیان) کیجئے۔ سو میں قسم کھاتا ہوں (لا زائد ہے) ستاروں کے چھپنے کی (غروب ہونے کے لیے ستاروں کے غائب ہونے کی) اور اگر غور کرو تم تو یہ (قسم) ایک بڑی قسم ہے (اگر تم سمجھ دار ہو تو سمجھ جاؤ گے کہ یہ قسم بہت بڑی ہے) کہ یہ (جو تم پر تلاوت کیا جا رہا ہے) قرآن کریم ہے جو ایک محفوظ کتاب (مصحف) میں درج (لکھا ہوا) ہے کہ اس کو کوئی ہاتھ لگانے نہیں پاتا (خبر ہے بمعنی نہی) نجس پاک فرشتوں کے جنہوں نے ہر قسم کی ناپاکیوں سے پاک کر رکھا ہے) یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا (بھیجا) ہوا ہے سو کیا تم اس کلام (قرآن) کو سرسری بات سمجھتے ہو (معمولی سمجھ کر جھٹلا رہے ہو) اور بنا رہے ہو اپنی غذا (بارش یعنی اس کی شکر گزاری) کو جھوٹ (اللہ کے سیراب کرنے کو یہ کہہ کر کہ فلاں ستارہ کے اثر سے بارش ہوئی ہے) سو جس وقت روح پہنچتی ہے (نزع کے وقت) حلق (کھانا گزرنے کی جگہ) تک اور تم (میت کے آگے کھڑے ہوئے اس وقت تکا کرتے ہو (میت کی طرف) اور ہم اس شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں (بلحاظ علم کے) لیکن تم سمجھتے نہیں ہو (لا تبصرون بصیرت سے ہے یعنی یہ معلوم نہیں ہے) تو اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں (کہ قیامت میں تمہیں سزا ملے۔ یعنی تمہارے خیال میں قیامت کے دن تم اٹھائے نہیں جاؤ گے) تو تم اس روح کو پھر کیوں لوٹا نہیں لاتے (جان گلے تک آجانے کے بعد پھر اس کو واپس کیوں نہیں کر دیتے) اگر تم سچے ہو

Marfat.com

(اپنے اعتقاد میں۔ دوسرا لولا پہلے لولا کی تاکید ہے اور اذا، ترجعون کا ظرف ہے جس سے دونوں شرطوں کا تعلق ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر تم قیامت کے منکر ہو اور اس دعوے نفی میں سچے ہو تو روح کو کیوں نہیں لوٹا دیتے یعنی اس شخص کو پھر موت نہیں آنی چاہیئے، پھر (مرنے والا) اگر مقربین میں سے ہے تو اس کے لیے چین ہے (یعنی اس کے لیے راحت ہے) اور غذائیں ہیں (عمدہ رزق) اور آرام کی جنت ہے (یہ اما کا جواب ہے باان کا جواب ہے یا دونوں کا جواب ہے یہ تین قول ہیں) اور اگر وہ شخص داہنے والوں میں سے ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لیے امن وامان ہے (عذاب سے چھٹکارہ) تو داہنے والوں میں سے ہے (تیرا انہی میں شمار ہے) اور جو شخص جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہوگا۔ بلاشبہ یہ تحقیقی یقینی بات ہے (حق الیقین میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہو رہی ہے) سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے (یہ آیت پہلے بھی گزر چکی ہے)۔

تحقیق وترکیب

افرأیتم۔ یہاں سے منکرین قیامت پر متعدد تردیدیں کی جارہی ہیں۔

ارأیتم۔ بمعنی اخبرونی اس کا مفعول اول ماتمنون اور مفعول ثانی جملہ استفہامیہ ہے۔

تمنون۔ ایک قراءت فتحہ تا کے ساتھ ہے۔

ءانتم تخلقونہ۔ اس میں دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ فعل محذوف کا فاعل ہو۔ ای تخلقونہ انتم۔ چونکہ فعل مابعد کے دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ اس لیے ضمیر بھی منفصل ہوگئی۔ یہ باب اشتغال کے قبیل سے ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ انتم مبتداء اور بعد کا جملہ خبر ہو حرف استفہام کی وجہ سے پہلی صورت راجح ہے مفسرؒ نے بشرٌ اسے اشارہ کیا ہے کہ منی پیدا کرنے سے انسان پیدا کرنا مراد ہے۔

ونشئکم مالاتعلمون سے یہ مقصد ہے کہ غیر معہود طریقہ پر پیدا کر دیا جائے جس سے معلوم ہو کہ حق تعالیٰ ذات وصفات دونوں میں تبدیلی کر سکتے ہیں۔ اس کی حکمت بالغہ کا اگر تقاضہ ہو تو یہ محال نہیں ہے۔

نشأۃ الاولیٰ۔ ابوعمروؒ، ابن کثیرؒ کی قراءت میں فتحہ شین کے ساتھ اور باقی قراء کے نزدیک سکون شین کے ساتھ ہے۔

ماتحرثون۔ حرث کے معنی کھیتی تیار کرنے کے ہیں تفسیری عبارت میں لغوی معنی کی رعایت ہے تخم ریزی کے معنی زیادہ بہتر ہیں۔ حدیث میں ہے۔ لایقول احدکم زرعت ولیقل حرثت۔

لمغرمون۔ غرام، تاوان، ڈانڈ کو کہتے ہیں۔

جعلناہ اجاجا۔ چونکہ تاکید کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے یہاں لام نہیں لایا گیا۔ کیونکہ بارش بادل پر کسی کی ملکیت کا ایہام ہی نہیں۔ برخلاف زمین اور کھیتی کے ان میں دوسرے کی ملکیت کا شائبہ ہے۔ اس لیے وہاں لام تاکید لایا گیا۔ اجاج اج سے ہے آگ کی لپٹ کو کہتے ہیں جس سے منہ جل جائے قرینہ مقام کی وجہ

marfat.com
Marfat.com

سے شور و تلخ کے معنی ہیں۔

شجر تھا۔ مرخ و عفار دونوں چقماق کی لکڑیاں یا پتھر ہوتے ہیں جن سے آگ کے شعلے اور چنگاریاں نکلتی ہیں پہلے زمانہ میں اسی سے آگ روشن کی جاتی تھی۔ اب دیا سلائی کی ڈبی نے اس کی جگہ لے لی ہے۔

کلام کے متعلق اہل مغرب و شام سے نقل کیا گیا ہے کہ ان کے یہاں بانس کی قسم سے ایک چیز ہوتی تھی۔ جس کے دو ٹکڑے ایک دوسرے پر مارنے سے آگ کی چنگاریاں نکال کر آگ روشن کی جاتی تھی۔

للمقوین۔ مسافر کی تخصیص اس لیے کی کہ ان کو ضرورت زیادہ ہوتی ہے ورنہ مقیمین کے یہاں تو اکثر آگ رہتی ہی ہے۔ لق و دق چٹیل میدان کو تفاؤلاً مفازہ کہتے ہیں۔

اسم ربك۔ مفسرؒ تو لفظ اسم کو زائد کہہ رہے ہیں۔ مگر زائد کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ بے کار اور فضول لفظ ہے العیاذ باللہ۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ اس لفظ کے بغیر عبارت اور معنی درست رہتے ہیں۔ گویا یہ لفظ ضروری نہیں ہے۔ لیکن دوسری رائے یہ ہے کہ یہ لفظ زائد نہیں ہے۔ بلکہ تنزیہ ذات کی طرح صفات و اسماء الٰہیہ کی تنزیہ بھی مطلوب و مقصود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اللہ کا نام کاغذ پر لکھا ہوا اگر کسی کو گندگی میں پڑا ملے اور وہ اس کو نہ اٹھائے تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ اللہ کے نام کی بے حرمتی ایسی ہے جیسے اس کی ذات کی بے حرمتی کیونکہ اسم مسمیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ لفظ اسم کا حرف الف رسم الخط میں یہاں لکھا جائے گا۔ اور بسم اللہ میں کثرت استعمال کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔

مواقع النجوم۔ غروب کی تخصیص اس لیے کی کہ اس میں مؤثر پر دلالت واضح ہے۔

وانه لقسم لو تعلمون۔ یہ دونوں جملے معترضہ ہیں۔ پہلا تو قسم اور جواب قسم کے درمیان اور دوسرا موصوف صفت کے درمیان جیسا کہ صاحب کشافؒ نے تصریح کی ہے۔ اس کو ایک جملہ معترضہ سے زائد پر محمول نہ کیا جائے جیسا کہ بعض حضرات کو آیت والتی سمیتہا مریم کی تفسیر میں صاحب کشاف پر شبہ ہو گیا ہے۔

لو تعلمون کے جواب میں محذوف کی طرف مفسرؒ نے لعلمتم عظم ھذا القسم سے اشارہ کیا ہے۔

لا یمسہ اگر اس کو جملہ خبریہ مانا جائے تو بغیر طہارت قرآن چھونے سے خبر کے جھوٹ ہونے کا شبہ ہوتا اس لیے مفسرؒ نے جملہ انشائیہ "نہی" سے تاویل کر دی۔ لیکن صاحب مدارکؒ کہتے ہیں کہ جملہ موصوفہ کو جب کتاب کی صفت بنا دیا جائے جس سے لوح محفوظ مراد ہو تو پھر مطہرون سے فرشتے مراد ہوں گے۔

امام مالکؒ اور ایک جماعت کی رائے بھی یہی ہے اور انسؓ، قتادہؒ، سعید بن جبیرؒ، ابو العالیہؒ سے بھی یہی روایت ہے اور لا یمسہ کی ضمیر اگر قرآن کی طرف راجع ہو تو پھر اس آیت سے ائمہ اربعہؒ کے نزدیک بے وضو اور بے غسل قرآن چھونا جائز نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ اللہ کی ضمیر اگر قرآن کی طرف راجع ہو تو پھر لا یمسہ نہی ہوگی یا نفی۔ یہاں قرآن کے چار اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک بغیر طہارت قرآن کسی الگ کپڑے کے ساتھ چھو سکتا ہے۔ البتہ بے وضو

Marfat.com

قرآن پڑھنے کی اجازت ہے۔ حافظ کے لیے اور ناظرہ بغیر ہاتھ لگائے پڑھ سکتا ہے مگر مکروہ ہے۔ اور شوافع اور مالکیہ کے یہاں کسی بے وضو و بے غسل کو نہ قرآن چھونے کی اجازت ہے اور نہ اُٹھانے کی۔ اور حنابلہ بے وضو اور جنبی کے لیے اجازت دیتے ہیں۔ مگر حیض و نفاس والی عورتوں کو اجازت نہیں دیتے۔ البتہ قرآن کی کتابت امام ابو یوسفؒ جنبی اور حائضہ کے لیے جائز مانتے ہیں۔ جب کہ اوراق کسی دوسری چیز پر رکھے ہوں۔ امام محمدؒ بالکل اجازت نہیں دیتے۔

وتجعلون رزقکم۔ مفسرؒ نے شکرہ مضاف محذوف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی مضاف الیہ مضاف کے قائم مقام ہوگیا۔ اور بعض نے آسمانی رزق سے شکر مراد لیا ہے۔ ابن مردویہؒ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے وتجعلون شکرکم پڑھا ہے یعنی بطور تفسیر کے۔

انکم تکذبون۔ مفسرؒ نے بسقیا اللہ سے تکذبون کے مفعول محذوف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سقیا۔ اسم ہے اور مصدر مضاف الی الفاعل ہے۔ مطرنا بنوء کذا۔ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ سالانہ منازل قمر ۲۸ ہوتی ہیں۔ ہر تیرہویں شب میں ایک ستارہ مغرب میں غروب ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل دوسرا ستارہ مشرق میں طلوع کرتا ہے۔ اہل مغرب بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرتے ہیں اور اسی کو مؤثر حقیقی سمجھتے ہیں۔ اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی۔ مؤثر حقیقی صرف حق تعالیٰ ہیں۔ فی الجملہ اسباب کی تاثیرات کا انکار نہیں عالم اسباب میں علویات سفلیات پر مؤثر ہیں۔ مگر اصل ہاتھ ان کی پشت پر اللہ کا ہوتا ہے۔ البتہ سدذرائع کے طور پر نجوم اور نجومیوں کے پاس تک جانے سے روک دیا گیا ہے۔

نوء۔ اصطلاح میں نچھتر کو کہتے ہیں۔

فلولا اذا بلغت۔ دراصل آیت کی ترتیب اس طرح ہے لولا ترجعونہا اذا بلغت الحلقوم ان کنتم غیر مدینین دوسرا لولا تاکید کے لیے ہے بقول زمخشریؒ۔

الروح۔ دل سے جو لطیف بخار بنتا ہے اس کو روح کہتے ہیں نفس ناطقہ مراد نہیں۔ کیونکہ اس کے اوصاف وہ نہیں جو بیان کیے جارہے ہیں۔

مدینین۔ دین سے ہے جس کے معنی جزاء کے ہیں یعنی "کیا قیامت نہیں آئے گی جس میں تمہیں کیے کا بدلہ ملے گا" گویا لازم کے ساتھ تفسیر کی ہے۔ کیونکہ جزاء وسزا نہ ہونے کا مطلب قیامت کا نہ ہونا ہے۔ کیونکہ بعث کے لیے جزا وسزا لازم ہے۔ پس لازم کی نفی سے ملزوم کی نفی ہوگئی۔ اور بعض نے غیر مدینین کے معنی غیر مربوبین کے لیے ہیں۔ وان السلطان رعیته اذا ساسهم۔

ترجعونہا۔ یعنی اگر بقول کفار کے نہ قیامت ہوگی نہ حساب کتاب اور نہ ہی خدا کوئی چیز ہے تو عزغرہ کی حالت میں جب دم واپسیں ہو تو کیوں نہیں مرنے والے کو بچا لیتے اور جب یہ نہیں کر سکتے تو سمجھ لو کہ تمہارے اوپر ایک بالادست طاقت ہے کہ اس کی چلتی ہے اور تمہاری کچھ نہیں چلتی۔ تفسیری عبارت "المتعلق بالشرطان"

marfat.com
Marfat.com

کا حاصل یہ ہے کہ ان کنتم غیر مدینین اور ان کنتم صادقین دونوں شرطوں کا تعلق ترجعونہا کے ساتھ ہے یعنی یہ دونوں کی الگ الگ جزاء ہے۔ مفسرؒ کی عبارت میں قلب ہوگیا۔ شرطوں کے جزاء سے متعلق ہونے کی بجائے کہنا چاہیئے تھا کہ جزاء دونوں شرطوں سے متعلق ہے۔ نیز بعد میں شرط و جزاء کی تقدیم تاخیر میں بھی تسامح ہوگیا۔ یوں کہنا چاہیئے تھا۔ ان نفیتم البعث صادقین فی نفیہ فھلا ترجعونہا اس میں ان نفیتم البعث شرط اوّل ان کنتم غیر مدینین میں مذکور ہے اور صادقین شرط ثانی ان کنتم صادقین سے ماخوذ ہے اور تفسیری عبارت لیبتغی علت ہے ھلا ترجعونہا جزاء کی اور محلہا سے مراد بدن میت ہے۔

فروح وریحان۔ مفسرؒ نے فلا سے خبر محذوف کی طرف اشارہ کیا ہے جو مقدم ہونی چاہیئے۔ ریحان کے معنی بعض کے نزدیک خوشبو کے ہیں۔ ابن جریرؒ نے ابو العالیہؒ سے تخریج کی ہے۔ لم یکن احد من المقربین یفارق حتی یوتی ببعض من ریحان الجنۃ فیشمہ ثم یقبض۔

جملہ فروح وریحان۔ اما کا جواب بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ان شرطیہ کی جزاء محذوف ہوگی۔ موجودہ عبارت دلالت کرنے کی وجہ سے یہ پہلی ترکیب ہی راجح ہے کیونکہ ان کی جزاء اکثر حذف ہوتی رہتی ہے۔

علامہ رضی کہتے ہیں فروح، اما کا جواب ہے اور ان کے جواب کی ضرورت نہیں ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ان حثتنی اکرمک مجزوم جائز نہیں بلکہ مرفوع ہونا واجب ہے۔ دوسری ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ "فروح و ریحان" ان کی جزاء ہو اور اما کا جواب محذوف مانا جائے۔ تیسری ترکیب یہ ہے کہ یہ دونوں کا جواب ہو۔

من اصحاب الیمین۔ مفسرؒ نے من تعلیلیہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

عجیب لطیفہ

تفسیر مدارک میں ہے کہ سورۂ اقتربت، سورۂ رحمٰن، سورۂ واقعہ تینوں سورتوں میں کہیں لفظ اللہ نہیں ہے۔ اور مفسر محقق تھانویؒ فرماتے ہیں کہ سورۂ مجادلہ کی کوئی آیت لفظ اللہ سے خالی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالمراد کلامہ اور ایسی پوری سورت کہ جس میں صرف ایک زیر ہو سورۂ اخلاص ہے۔

ربط آیات

پچھلی آیت میں کفار کے عذاب کی علت ان کا کفر و شرک اور انکار قیامت بیان فرمائی تھی۔ آیت نحن خلقنکم سے بعض تصرفات الٰہیہ کا ذکر ہے۔ چونکہ ان میں نعمت ہونے کی شان ہے اس لیے اس کے بعد کفر و شرک تعجب انگیز ہے اور چونکہ وہ دلائل قدرت بھی ہیں۔ اس لیے انکار قیامت کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر کیسے ان دونوں غلط باتوں کا ارتکاب کر رہے ہو؟ اور چونکہ دلائل عقلیہ سے توحید کا واجب اور قیامت کا ممکن ہونا ثابت ہے اور امکان کے بعد اصل مدعا قیامت کا واقع ہونا ہے اور اس بارہ میں عقلی دلیل کے ساتھ قیامت واقع ہونے کے لیے نقلی دلیل کی بھی ضرورت ہے اور جس طرح قرآن قیامت کے امکان عقلی کو بیان کرتا ہے۔ اسی طرح اس کے واقع ہونے کو بھی بیان کرتا ہے۔ لیکن ابھی منکرین کو قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں ہی کلام ہے۔ اس لیے آیت فلا اقسم الخ سے قرآن کی حقانیت کو اور پھر قیامت مجازات کے واقع

Marfat.com

ہونے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ اس مضمون سے توحید بھی ثابت ہو رہی ہے۔

تشریح

نحن خلقنٰکم۔ یعنی اس بات کو تم کیوں نہیں مانتے۔ کہ پہلے بھی اسی نے پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کر دے گا۔ پس نعمت ہونے کے اعتبار سے اس سے توحید اور دلیل قدرت ہونے کے لحاظ سے قیامت ثابت ہو رہی ہے۔

آگے پیدائش کی قدرے تفصیل ہے کہ بتلاؤ رحم مادر میں نطفہ سے کون انسان کو بناتا ہے۔ وہاں کسی کا ظاہری تصرف بھی نہیں چلتا۔ پھر ہمارے سوا کون ہے جو پانی کے قطرہ پر ایسی خوبصورت تصویر کھینچتا اور اس میں جان ڈالتا ہے کیونکہ جلانا مارنا سب ہمارے قبضہ میں ہے جب یہ سب باگ ڈور ہمارے قبضہ میں ہے تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔ تمہاری ذات اور صورت جس طرح دونوں اللہ ہی کی دی ہوئی ہیں ان کو باقی رکھنا بھی انہی کا انعام اور قدرت ہے۔

سائنسی ایجادات قدرت کا انکار نہیں۔ بلکہ اظہار کر رہی ہیں۔

آج کل مشینوں کے ذریعہ بچوں کا پیدا کرنا باعث اشکال نہیں ہونا چاہیئے۔ اول تو آلات کے ذریعہ جو کام انجام دیا جاتا ہے وہ صنعت کہلاتی ہے۔ تخلیق نہیں۔ تخلیق بلاواسطہ آلات ہوتی ہے۔ پھر مشین میں رکھے ہوئے انڈوں میں جان ڈال دینا تو مشین کا کام نہیں وہ صرف اللہ کا پوشیدہ ہاتھ ہے۔ تیسرے ان مشینوں کا مادہ اور خود انسانی دماغ کس کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اس لئے بات گھوم پھر کر اللہ ہی پر پہنچتی ہے۔

غرض کہ اللہ چاہیں تو تم کو مٹا لیں اور تمہاری جگہ یہاں اور مخلوق بسا دیں۔ یا تمہیں کسی ایسے جانور کی صورت میں مسخ کر دیں، جس کا تمہیں گمان بھی نہ ہو۔ اس لیے پہلی پیدائش پر دھیان کر کے دوسری کو بھی سمجھ لو۔

آفاقی دلائل قدرت

افرأیتم ما تحرثون۔ ان دلائل کے بعد اب آفاقی دلائل پر غور کرو۔ ہر چند تم زمین میں بیج ڈالتے ہو۔ لیکن اس کو پرورش کر کے زمین سے باہر نکالنا اور پھر لہلہاتی کھیتی بنا دینا کس کا کام ہے۔ کھیتی پیدا کر کے اس کو محفوظ رکھنا بھی ہمارا ہی کام ہے۔ ہم چاہیں تو کوئی آفت بھیج دیں جس سے ایک دم میں ساری کھیتی تہس نہس ہو کر رہ جائے۔ پھر تم سر پکڑ کر روؤ اور آپس میں بیٹھ کر باتیں بنانے لگو کہ میاں ہمارا تو بڑا نقصان ہو گیا۔ سچ پوچھو تو بالکل خالی ہاتھ ہو گئے۔

افرأیتم الماء۔ یہ تیسری تنبیہ ہے یعنی بارش بھی ہمارے حکم سے آتی ہے زمین کے خزانوں میں پانی ہم ہی

Marfat.com

جمع کرتے ہیں پانی کے کتنے خزانے تمہارے ہاتھ میں دے رکھے ہیں۔ ہم چاہیں تو پانی کو کڑوا کر سکتے ہیں کہ پینے کے کام کا نہ رہے۔ پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے جس کا بڑا فرد توحید ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ پانی پی کر یہ دعا پڑھتے تھے۔ الحمد للہ الذی سقانا عذبا فراتا برحمتہ ولم یجعلہ ملحا اجاجا بذنوبنا (ابن کثیر) آگے چوتھی تنبیہ ہے۔

افرأیتم النار۔ عرب میں کئی درخت جن کا نام مفسرؒ نے لکھا ہے ایسے ہیں کہ جن کو رگڑنے سے آگ نکلتی ہے۔ جیسے ہمارے یہاں بانس۔ بتلاؤ کہ ان درختوں میں آگ کس نے رکھی ہے تم نے یا ہم نے؟ سورۂ یٰسین میں اس کا بیان گزرا ہے۔ اس آگ کو دیکھ کر دوزخ کی آگ یاد کرنا چاہیئے۔ کہ یہ بھی اسی کا حصہ اور اوتے نمونہ ہے۔

نیز اس میں سمجھ دار کے لیے یہ نکتہ بھی قابل التفات ہے کہ جو سرسبز درخت سے آگ نکال سکتا ہے وہ یقیناً مردہ کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ اور مسافروں اور جنگل والوں کو چونکہ آگ سے بہت کام پڑتا ہے بالخصوص جاڑے کے موسم میں۔ اس لیے بیان میں مسافروں کی تخصیص کر دی ورنہ کام تو آگ سے سب ہی کو پڑتا ہے بعض روایات کی بنا پر علماء نے مستحب لکھا ہے کہ ان آیات میں ہر جملہ استفہامیہ کے بعد بلی انت یارب کہنا چاہیئے۔

آیت میں آگ کے دو فائدے بیان کیے گئے دوزخ کی یاد، دینی فائدہ ہے اور دوسرا دنیاوی فائدہ ہے۔ پس جس ذات نے ایسی مختلف اور کارآمد چیزیں پیدا کیں اور اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان سے متمتع کیا۔ ہمیں اس کا شکر گزار ہونا چاہیئے اور نادانوں کی خود ساختہ خرافات سے اس کے نام کی پاکی بیان کرنی چاہیئے۔

قرآن کلامِ الٰہی ہے

فلا اقسم۔ دلائل عقلیہ سے قیامت کا امکان ثابت ہونے کے بعد قرآن سے اس کا واقع ہونا ثابت ہے۔ مگر تم قرآن ہی کو نہیں مانتے۔ سو میں قسم کھاتا ہوں کہ قرآن کریم ایک محفوظ کتاب میں درج ہے۔ جس کو پاکباز فرشتوں کے سوا کوئی شیطان وغیرہ چھو بھی نہیں سکتا۔ اس کے مضامین پر مطلع ہونا چہ معنی؟ پس وہاں سے یہاں تک خاص طور پر فرشتہ ہی کے ذریعہ ہے۔ اور یہی ثبوت ہے اور شیاطین اس کو نہیں لا سکتے کہ کہانت وغیرہ کا احتمال نبوت میں خلل انداز ہو سکے۔ چنانچہ آیات نزل بہ الروح الامین وما تنزلت بہ الشیاطین میں اس کی صراحۃً تفصیل کر دی اور خاص طور سے فرشتہ کا لانا اس لیے عرض کیا کہ اگر نبی کے علاوہ کسی فرشتہ کا بذریعہ کشف یا اخبار لوح محفوظ پر مطلع ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ مستلزم نبوت نہیں۔ کیونکہ یہاں خاص اطلاع مقصود ہے اور وہ نبی ہی کو ہو سکتی ہے۔ لیکن فرشتہ کا لوح محفوظ پر مطلع ہونا مطلقاً تسلیم نہ کیا جائے تو پھر اس قید کی بھی حاجت نہیں ہے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ قسم کھاتا ہوں آیتوں کے اترنے کی۔ پیغمبروں کے دلوں میں یا آیات قرآنیہ کے آسمان سے زمین پر آہستہ آہستہ تھوڑی تھوڑی آنے کی۔ یا نفی کو نہی کے معنی میں لیا جائے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کو بغیر طہارت و وضو کے چھونا

Marfat.com

نہیں چاہیئے۔

لا اقسم میں لا زائد ہے یا یہ مطلب ہے کہ مضمون اتنا واضح اور یقینی ہے کہ قسم کھانے کی حاجت نہیں ہے یہاں ستاروں کے چھپنے کی قسم ایسی ہی ہے جیسے سورۂ نجم کے شروع میں بیان ہو چکا ہے یعنی مطلقاً ستاروں کا غروب ہونا حضور ﷺ کے نبی اور خاتم النبیین ہونے کی نظیر ہے اور یوں تو قرآن کی ساری قسمیں ہی عظیم ہیں۔ لیکن کہیں مطلوب کے خاص اہتمام اور تنبیہ کے لیے عظیم ہونے کی تصریح بھی فرمادی۔ چنانچہ یہاں اور سورۂ فجر میں مجملاً مقام کا حاصل وہی ہے جو سورۂ شعراء کے اخیر میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ یہ قرآن کوئی جادو ٹونکا نہیں۔ نہ کاہنوں کی زٹیل اور بے سروپا باتیں ہیں نہ شاعرانہ تک بندیاں۔ بلکہ ایک مقدس معزز کتاب ہے جو کہ رب جہاں نے عالم کی ہدایت و تربیت کے لیے اُتاری۔

دُنیا کا نظام محکم

جس خدا نے چاند سورج اور تمام ستاروں کا نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام قائم کیا۔ یہ ستارے ایک اٹل قانون کے مطابق روزانہ اپنے غروب سے اسی کی عظمت و وحدانیت اور قاہرانہ تصرف و اقتدار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں اور زبانِ حال سے شہادت دیتے ہیں کہ جس اعلیٰ و برتر ہستی کے ہاتھ میں ہماری باگ ہے وہی اکیلا زمین، بادل، پانی، آگ، ہوا، مٹی اور کائنات کے ذرہ ذرہ کا مالک ہے۔ کیا ایسے روشن آسمانی نشانات کو دیکھ کر ان مضامین کی صداقت میں کوئی شبہ رہ سکتا ہے جو سورۃ کے شروع میں بیان ہوئے ہیں۔

باطنی نظام شمسی

اور کیا کوئی عاقل اس عظیم الشان نظامِ فلکی پر نظر ڈال کر اتنا نہیں سمجھتا کہ ایک دوسرا باطنی نظام شمسی بھی جو قرآن کریم اور اس کی آیت اور تمام آسمانی صحیفوں سے عبارت ہے اسی پروردگارِ عالم کا قائم کیا ہوا ہے۔ جس نے اپنی قدرت اور رحمت کاملہ سے یہ ظاہری نظام قائم فرمایا۔ وہی خدائے پاک ہے جس نے روحانی ستاروں کے غروب ہونے کے بعد آفتاب قرآن کو چمکایا اور اپنی مخلوق کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا۔ آج تک یہ آفتاب برابر چمک رہا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ اس کو بدل سکے، یا غائب کر دے۔ اس کے انوار اور شعاعیں انہی دلوں میں پوری طرح منعکس ہوتی ہیں۔ جو مانجھ کر پاک و صاف کر لیے جائیں۔ کیا ایسی دولت ہے جس سے نفع اٹھانے میں تم سستی اور کاہلی کرو اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھو کہ اس کو اور اس کے بتلائے ہوئے حقائق کو جھٹلاتے رہو جیسے بارش کو دیکھ کر کہہ دیا کرتے ہو کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں آگیا۔ اس سے بارش ہو گئی۔ گویا خدا سے کوئی مطلب ہی نہیں۔ جو کچھ ہے وہ نچھتر ہی کے کارنامے ہیں۔

اسی طرح اس بارانِ رحمت کی قدر و منزلت نہ کرنا جو قرآن کی صورت میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ کہہ دینا کہ وہ اللہ کی اُتاری ہوئی نہیں ہے۔ سخت بدبختی اور حرمان نصیبی ہے۔ کیا ایک عظیم نعمت کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کو جھٹلایا جائے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ جھوٹ کو اپنی غذا بنا رہے ہو۔ یہاں تک کہ توحید اور قیامت کے

marfat.com
Marfat.com

واقع ہونے کا بھی انکار کیے دے رہے ہو اور ایسی بے فکری اور بے خوفی سے اللہ کی باتوں کو جھٹلاتے ہو کہ گویا تم کسی دوسرے کے حکم اور اختیار میں نہیں یا کبھی مرنا اور خدا کے یہاں جانا ہی نہیں۔

موت کا بھیانک منظر

اچھا جس وقت کسی تمہارے عزیز اور قرابت دار کی جان نکلنے والی ہو۔ سانس حلق میں اٹک جائے۔ موت اور جان کنی کی سختیاں گزر رہی ہوں اور تم پاس بیٹھے اس کی بے بسی اور درماندگی کا تماشا دیکھتے ہو اور دوسری طرف خدا یا اس کے فرشتے تم سے زیادہ اس کے نزدیک ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے۔ تم تو صرف اس کی ظاہری حالت دیکھ رہے ہو اور ہم اس کی باطنی حالت پر مطلع ہیں اور تم سے زیادہ اس کے حال سے واقف ہیں۔ تم اگر کسی دوسرے کے قابو میں نہیں ہو تو اس وقت کیوں اپنے پیارے کی جان اس کے بدن یا اپنی طرف کیوں نہیں پھیر لیتے اور کیوں بادلِ نخواستہ اپنے سے جُدا ہونے دیتے ہو، آنے والی سزا سے کیوں نہیں بچا لیتے۔ اگر اپنے ان دعوؤں میں سچے ہو تو ایسا کر دکھاؤ۔ لیکن تم ایک سیکنڈ کے لیے روک نہیں سکتے ہو۔ اس کو اپنے ٹھکانہ پر پہنچنا ضروری ہے۔

دُنیا کی سب سے بڑی سچائی قرآن کریم ہے

حاصل یہ ہے کہ قرآن سچا ہے وہ بعث کے واقع ہونے کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ پس جب مقتضیٰ پایا جا رہا ہے اور مانع کوئی ہے نہیں تو بعث کا واقع ہونا ثابت ہو گیا۔ لیکن اس پر بھی بدستور تمہارا انکار کیے چلے جانا بدلالتِ حال اس کو مستلزم ہے کہ تم جان اور روح کو اپنے بس میں سمجھتے ہو۔ یعنی اللہ اگر قیامت میں دوبارہ جان ڈالنا چاہے گا۔ جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے مگر ہم ڈالنے نہیں دیں گے۔ اور بعث نہیں ہونے دیں گے۔ تب ہی تو اتنے زور سے نفی کر رہے ہو۔ ورنہ جو شخص اپنے کو عاجز جانے وہ دلائل کے مقابلہ میں ایسے زور زبردستی کی بات کیوں کہے۔ اور اگر اپنے کو اتنا دوردار سمجھتے ہو تو اس کا اس سے اچھا کیا موقعہ ہو گا جب کہ تمہارا محبوب جان کنی کی کشاکش میں مبتلا ہے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ تم بھی اس کی بے بسی دیکھ کر دلگیر ہو رہے ہو اور تمہیں واقعی رحم اور ترس آ رہا ہے پس کیوں نہیں اس کی روح کو نکلنے سے روک لیتے اور کیوں نہیں اس کو بدن میں لوٹا دیتے۔ لیکن اگر سمجھتے ہو کہ تمہارا اس پر بس نہیں تو تمہیں یقین کر لینا چاہیئے کہ بعث پر بھی تمہارا بس نہیں ہو گا۔ اللہ تو نقلِ روح پر دونوں حالت میں قادر ہے۔ داخل سے خارج اور خارج سے داخل دونوں اس کے زیرِ تصرف ہیں۔ لیکن تمہارا ایک میں عاجز ہونا بعینہٖ دوسرے میں عاجز ہونا ہے۔ پھر ایسے لایعنی دعوے کیوں کرتے ہو۔

مقام چونکہ قدرت کی نفی کا ہے اور علم کی نفی تعلق قدرت کی نفی کو مستلزم ہے اس لیے "نحن اقرب" میں بطور جملہ معترضہ لوگوں کے علم تام کی نفی فرما دی اور یہ دلیل کافی چونکہ منکرین کے لیئے شافی نہ ہوئی۔ اس لیے بطور توبیخ لاتبصرون فرما دیا۔ نیز اس تقریر سے چونکہ اللہ کی قدرت بھی ثابت ہو رہی ہے۔ اس لیے بعث کے

Marfat.com

ساتھ اس سے توحید بھی ثابت ہو رہی ہے۔ آگے فرقِ مراتب کے ساتھ بعث کی تفصیل ہے۔

مقربین اصحاب الیمین اصحاب الشمال کا ذکر

فاما ان کان من المقربین۔ یعنی مرنے والا اگر مقربین میں سے ہے تو اعلیٰ درجہ کی روحانی جسمانی راحت و عیش کے سامانوں میں پہنچ جائے گا اور اصحاب یمین سے ہے تب بھی کچھ کھٹکا نہیں۔ اگر فضل خداوندی یا توبہ کے سبب اول ہی مغفرت ہو جائے تو یہ کہنا ابتداءً ہے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ موت سے پہلے ہی مرنے والے کو یہ بشارتیں مل جاتی ہیں۔ اسی طرح مجرموں کو ان کی بدحالی کی پہلے ہی اطلاع دے دی جاتی ہے۔ غرضکہ انجام کی خبر مرنے سے پہلے ہی سنا دی جاتی ہے۔ لیکن اگر سزا کے بعد مغفرت ہو تو یہ خوشخبری پھر انتہاءً ہوگی۔ اور اصحاب الیمین کے لیے روح و ریحان کی صراحت نہ ہونا فرق مراتب کی طرف مشیر ہے کہ یہ مقربین سے کم درجہ ہیں۔

ان ھذا لھو حق الیقین۔ جو کچھ مومنین اور مجرمین کی خبر دی گئی وہ بالکل یقینی ہے اسی طرح ہو کر رہے گا۔ تمہاری تکذیب سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ خواہ مخواہ شبہات پیدا کر کے اپنے نفس کو دھوکہ نہ دو۔ بلکہ آنے والے وقت کی تیاری میں لگو، اللہ کی تسبیح و تحمید میں جُٹ جاؤ کہ یہی وہاں کی بڑی تیاری ہے۔ اس طرح ان مکذبین کی دل آزار بے ہودگیوں سے بھی یکسوئی رہے گی۔

بخاری کی آخری روایت ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

لطائف سلوک

فاما ان کان من المقربین۔ اللہ کا مقرب وہی ہے جسے وہ اپنا بنالے۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَكِّيَّةٌ اَوْ مَدَنِيَّةٌ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَيْ نَزَّهَهٗ كُلُّ شَيْءٍ فَاللَّامُ مَزِيْدَةٌ وَجِيْءَ بِمَا دُوْنَ مِنْ تَغْلِيْبًا لِلْاَكْثَرِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ فِيْ مُلْكِهِ الْحَكِيْمُ ○ فِيْ صُنْعِهِ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيِيْ بِالْاِنْشَاءِ وَيُمِيْتُ ۚ بَعْدَهٗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ هُوَ الْاَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ بِلَا بِدَايَةٍ وَالْاٰخِرُ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ بِلَا نِهَايَةٍ وَالظَّاهِرُ بِالْاَدِلَّةِ عَلَيْهِ وَالْبَاطِنُ ۚ عَنْ اِدْرَاكِ

marfat.com
Marfat.com

الْحَوَاسِ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِنْ اَيَّامِ الدُّنْيَا
اَوَّلُهَا الْاَحَدُ وَاٰخِرُهَا الْجُمُعَةُ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلْكُرْسِيِّ اِسْتِوَاءً يَلِيْقُ بِهٖ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ
يَدْخُلُ فِي الْاَرْضِ كَالْمَطَرِ وَالْاَمْوَاتِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا كَالنَّبَاتِ وَالْمَعَادِنِ وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ
كَالرَّحْمَةِ وَالْعَذَابِ وَمَا يَعْرُجُ يَصْعَدُ فِيْهَا ۚ كَالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَالسَّيِّئَةِ وَهُوَ مَعَكُمْ بِعِلْمِهٖ
اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝
اَلْمَوْجُوْدَاتُ جَمِيْعُهَا يُوْلِجُ الَّيْلَ يُدْخِلُهٗ فِي النَّهَارِ فَيَزِيْدُ وَيُنْقِصُ اللَّيْلَ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ
فَيَزِيْدُ وَيُنْقِصُ النَّهَارَ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْاَسْرَارِ وَالْمُعْتَقِدَاتِ اٰمِنُوْا
دُوْمُوْا عَلَى الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ مِنْ مَّالِ
مَنْ تَقَدَّمَكُمْ وَيَسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهِ مَنْ بَعْدَكُمْ نَزَلَ فِيْ غَزْوَةِ الْعُسْرَةِ وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا اِشَارَةٌ اِلٰى عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ
خِطَابٌ لِلْكُفَّارِ اَيْ لَا مَانِعَ لَكُمْ مِنَ الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ
بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الْخَاءِ وَبِفَتْحِهِمَا وَنَصْبِ مَا بَعْدَهٗ مِيْثَاقَكُمْ عَلَيْهِ اَيْ اَخَذَهُ اللّٰهُ فِيْ عَالَمِ
الذَّرِّ حِيْنَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اَيْ مُرِيْدِيْنَ
الْاِيْمَانَ بِهٖ فَبَادِرُوْا اِلَيْهِ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ اٰيَاتِ الْقُرْاٰنِ لِيُخْرِجَكُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ الْكُفْرِ اِلَى النُّوْرِ الْاِيْمَانِ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ فِيْ اِخْرَاجِكُمْ مِّنَ الْكُفْرِ اِلَى الْاِيْمَانِ لَرَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اَلَّا فِيْهِ اِدْغَامُ نُوْنِ اَنْ فِيْ لَامِ لَا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ بِمَا فِيْهِمَا فَيَصِلُ اِلَيْهِ اَمْوَالُكُمْ مِنْ غَيْرِ اَجْرِ الْاِنْفَاقِ بِخِلَافِ مَا لَوْ اَنْفَقْتُمْ
فَتُؤْجَرُوْنَ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ لِمَكَّةَ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ

Marfat.com

الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا مِّنَ الْفَرِيْقَيْنِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ مُبْتَدَأٌ وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى
الْجَنَّةَ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ع ۱۰ فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ بِاِنْفَاقِ مَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ قَرْضًا حَسَنًا بِاَنْ يُّنْفِقَهٗ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَفِيْ قِرَاءَةٍ فَيُضٰعِّفَهٗ بِالتَّشْدِيْدِ مِنْ عَشْرٍ
اِلٰى اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِ مِائَةٍ كَمَا ذُكِرَ فِي الْبَقَرَةِ وَلَهٗ مَعَ الْمُضَاعَفَةِ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ مُقْتَرِنٌ بِهٖ
رِضًى وَاِقْبَالٌ اُذْكُرْ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ اَمَامَهُمْ وَيَكُوْنُ
بِاَيْمَانِهِمْ وَيُقَالُ لَهُمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ اَيْ دُخُوْلُهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا اَبْصِرْ وَتَا وَفِيْ قِرَاءَةٍ
بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الظَّاءِ اَيْ اَمْهِلُوْنَا نَقْتَبِسْ نَاْخُذِ الْقَبَسَ وَالْاِضَاءَةَ مِنْ نُّوْرِكُمْ ؕ قِيْلَ لَهُمْ
اِسْتِهْزَاءً بِهِمْ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَرَجَعُوْا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِسُوْرٍ
قِيْلَ هُوَ سُوْرُ الْاَعْرَافِ لَهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ مِنْ جِهَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَظَاهِرُهٗ مِنْ جِهَةِ
الْمُنَافِقِيْنَ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ عَلَى الطَّاعَةِ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ
فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِالنِّفَاقِ وَتَرَبَّصْتُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ الدَّوَائِرَ وَارْتَبْتُمْ شَكَكْتُمْ فِيْ دِيْنِ الْاِسْلَامِ وَ
غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ الْاِطْمَاعُ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ الْمَوْتُ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ الشَّيْطَانُ فَالْيَوْمَ
لَا يُؤْخَذُ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ اَوْلٰى
بِكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ هِيَ اَلَمْ يَاْنِ يَحِنْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ نَزَلَتْ فِيْ شَاْنِ الصَّحَابَةِ لَمَّا اَكْثَرُوْا
الْمَزَاحَ اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ مِنَ الْحَقِّ ؕ الْقُرْاٰنِ
وَلَا يَكُوْنُوْا مَعْطُوْفٌ عَلٰى تَخْشَعَ كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ هُمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَطَالَ
عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ الزَّمَنُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اَنْبِيَآئِهِمْ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ [illegible] اللّٰهِ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ

Marfat.com

فَسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا خِطَابٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ الْمَذْكُوْرِيْنَ اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا بِالنَّبَاتِ
فَكَذٰلِكَ يَفْعَلُ بِقُلُوْبِكُمْ بِرَدِّهَا اِلَى الْخُشُوْعِ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ الدَّالَّةَ عَلٰى قُدْرَتِنَا بِهٰذَا
وَغَيْرِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ مِنَ التَّصَدُّقِ اُدْغِمَتِ التَّاءُ فِي الصَّادِ اَيِ الَّذِيْنَ
تَصَدَّقُوْا وَالْمُصَّدِّقٰتِ اللَّاتِيْ تَصَدَّقْنَ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِتَخْفِيْفِ الصَّادِ فِيْهِمَا مِنَ التَّصْدِيْقِ
الْاِيْمَانِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا رَاجِعٌ اِلَى الذُّكُوْرِ وَالْاِنَاثِ بِالتَّغْلِيْبِ وَعَطْفُ الْفِعْلِ عَلَى
الْاِسْمِ فِيْ صِلَةِ اَلْ لِاَنَّهٗ فِيْهَا حَلَّ مَحَلَّ الْفِعْلِ وَذِكْرُ الْقَرْضِ بِوَصْفِهٖ بَعْدَ التَّصَدُّقِ تَقْيِيْدٌ لَهٗ
يُضٰعَفُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ يُضَعِّفُ بِالتَّشْدِيْدِ اَيْ قَرْضُهُمْ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ
وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۝ قف الْمُبَالِغُوْنَ فِي التَّصْدِيْقِ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ عَلَى
الْمُكَذِّبِيْنَ مِنَ الْاُمَمِ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ الدَّالَّةِ عَلٰى
وَحْدَانِيَّتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ النَّارِ

ع ۲ ۹ ۱۸

سورۂ حدید مکیہ ہے یا مدنیہ ہے جس میں ۲۹۔ آیات ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۭ

ترجمہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں آسمانوں اور زمین میں بھی ہیں (یعنی ہر چیز اللہ کی پاکی بیان کر رہی ہے۔ لام زائد ہے اور من کی بجائے ما استعمال کیا گیا ہے اکثریت کی تغلیب کرتے ہوئے) اور وہ (اپنے ملک میں) زبردست (اپنی کاریگری میں) حکمت والا ہے آسمان و زمین کی سلطنت اسی کی ہے وہی (پیدا کر کے) زندگی دیتا ہے اور وہی (اس کے بعد) موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے وہی اول ہے (سب سے پہلے ہے جس کی کوئی ابتداء نہیں ہے) اور وہی آخر ہے (ہر چیز کے بعد ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے) اور وہی ظاہر ہے (دلائل کی روشنی میں) اور وہی (حواس کی گرفت سے) مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا (دنیا کے دنوں کا اعتبار کرتے ہوئے اتوار سے شروع کر کے جمعہ تک پورا کر ڈالا) پھر عرش پر قائم ہوا (عرش سے کرسی مراد ہے اور قائم ہونا اس کے شایانِ شان ہے) وہ جانتا ہے زمین میں جو چیز داخل ہوتی ہے (جیسے بارش اور مردے) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (جیسے سبزیاں اور معدنیات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے (جیسے رحمت و زحمت) اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے (جیسے اچھے برے اعمال) اور وہ (اپنے علم سے) تمہارے ساتھ رہتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے۔

Marfat.com

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے اور اللہ ہی کی طرف سب چیزیں (کل کی کل موجودات) لوٹ جائیں گی۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے (جس کی وجہ سے دن بڑا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے) اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے (جس کی وجہ سے رات بڑی اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے) اور وہ دل کی باتوں کو جانتا ہے (جو کچھ دل میں اسرار و اعتقادات ہوتے ہیں) تم لوگ ایمان لے آؤ (ایمان پر برقرار رہو) اللہ اور اس کے رسول پر اور جس مال میں اس نے تم کو دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو (یعنی وہ مال جو پہلوں سے تمہیں ملا ہے اور تم سے تمہارے بعد والوں کو ملے گا۔ یہ آیت روہ عسرۃ یعنی غزوۂ تبوک میں نازل ہوئی ہے) سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے) ان کو بڑا ثواب ملے گا اور کیا سبب ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے (کفار کو خطاب ہے یعنی ایمان لانے سے تمہارے لیے کیا رکاوٹ ہے) اللہ پر حالانکہ رسول تم کو دعوت دے رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور تم سے لیا گیا تھا (اخذ ضمہ ہمزہ اور کسرہ خا کے ساتھ ہے اور دونوں فتحہ اور بعد کے نصب کے ساتھ بھی ہے) عہد (یعنی اللہ نے تم سے روز ازل عہد لیا تھا جب کہ تم سے الست بربکم کہہ کر شہادت لی تھی تم سب نے اقرار کر لیا تھا) اگر تم ایمان لانا چاہو (ایمان لانے کا ارادہ کرو تو فوراً کاربند ہو جاؤ) وہی ہے جو اپنے بندہ پر صاف صاف آیات (قرآن) بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو (کفر کی) اندھیریوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی کی طرف لے آئے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر (کفر سے ایمان کی طرف لانے میں) بڑا شفیق مہربان ہے اور تمہیں (ایمان لانے کے بعد) کیا رکاوٹ ہے کہ خرچ نہیں کرتے (الا۔ ان لا تنفقوا نون کا لام میں ادغام کر دیا گیا ہے) اللہ کی راہ میں حالانکہ سب آسمان و زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جائے گا (مع ان تمام چیزوں کے جو آسمان و زمین میں ہیں۔ یعنی سارا مال اللہ کے پاس پہنچ جائے گا بغیر خرچ کے ثواب کے البتہ اگر تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو تمہیں ثواب ملے گا) تم میں وہ لوگ برابر نہیں جو فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے۔ وہ لوگ درجہ میں بڑے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑے سب سے (دونوں فریقوں میں۔ اور ایک قراءت میں رفع کے ساتھ مبتداء ہے) اللہ نے بھلائی (جنت) کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے (وہ ان پر تمہیں بدلہ دے گا) کوئی ہے جو اللہ کو قرض دے (اللہ کی راہ میں مال صرف کرے) عمدہ طریقہ پر (صرف اللہ کے لیے صرف کر کے) پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس کے لیے بڑھاتا ہے (ایک قراءت میں فیضعفہ تشدید کے ساتھ ہے۔ ثواب کا بڑھانا دس گنا سے لے کر سات سو گنا سے زیادہ تک جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ہے) اور اس کے لیے (اس بڑھوتری کے ساتھ) پسندیدہ اجر ہے (جس کے ساتھ خوشنودی اور عنایات بھی شامل ہوں گی۔ آپ یاد کیجئے) جس دن آپ مسلمان مردوں اور عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے سامنے (آگے) اور داہنی طرف دوڑتا ہو گا۔ (اور ان سے کہا جائے گا کہ) آج تمہیں خوشخبری ہے ایسے باغوں (میں جانے) کی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے جس روز منافق مرد اور عورتیں مسلمانوں سے کہیں

Marfat.com

گے کہ ہم پر نظر کرو (ہمیں دیکھو۔ ایک قراءت میں انظرونا فتحہ ہمزہ اور کسرہ ظا کے ساتھ ہے یعنی ہمارا انتظار کرو) ہم بھی کچھ روشنی حاصل کرلیں (شعلہ اور چمک حاصل کرلیں) تمہارے نور سے (ان کو) جواب دیا جائے گا (ان کا مذاق اڑاتے ہوئے) تم پیچھے لوٹو پھر روشنی تلاش کرو (چنانچہ وہ پلٹیں گے) کہ فوراً ان کے (اور مسلمانوں کے) درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی (بعض کی رائے ہے کہ وہ دیوار اعراف ہوگی) جس میں ایک دروازہ ہوگا اس کی اندرونی جانب (مسلمانوں کے لیے) رحمت اور بیرونی جانب (منافقین کے لیے) عذاب ہوگا۔ یہ ان کو پکاریں گے کہ کیا ہم (کہا مانتے میں) تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی (نفاق) میں پھنسا رکھا تھا اور تم (مسلمانوں پر مصیبتوں کے) منتظر رہا کرتے تھے اور تم (دین اسلام میں) شک کیا کرتے تھے اور تم کو تمہاری بے ہودہ تمناؤں (آرزوؤں) نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا۔ یہاں تک کہ تم پر اللہ کا حکم (موت) آپہنچا اور تم کو دھوکا دینے والے (شیطان) نے اللہ کے معاملہ میں دھوکا میں ڈال رکھا تھا۔ غرض آج تم سے لیا نہیں جائے گا (یہ خذیا اور تا کے ساتھ ہے) نہ فدیہ اور نہ کافروں سے۔ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وہی تمہارا ساتھی (تمہارے لائق) ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ کیا ابھی وقت (زمانہ) نہیں آیا ایمان والوں کے لیے (صحابہ جب بکثرت ہنسی مذاق کرنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی) کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو نازل ہوا (نزل تخفیف وتشدید کے ساتھ ہے) دین حق اس کے سامنے جھک جائیں (نہ ہو جائیں (تخشع پر عطف ہے) ان لوگوں کی طرح جن کو ان سے پہلے کتاب ملی تھی (یعنی یہود و نصاریٰ) پھر ان پر ایک مدت دراز گزر گئی (ان کے اور انبیاء کے درمیان کا زمانہ) پھر ان کے دل سخت ہوگئے (اللہ کی یاد سے نرم نہیں) اور بہت سے آدمی ان کے نافرمان ہیں۔ یہ بات جان لو (مذکورہ مؤمنین کو خطاب ہے) کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کردیتا ہے (ہریالی اُگا کر۔ ایسے ہی تمہارے دلوں کو خوف الٰہی کی طرف پلٹ سکتا ہے) ہم نے تم سے نظائر بیان کردیئے ہیں (جو ہماری قدرت کو ظاہر کررہے ہیں۔ یہاں بھی اور دوسرے مقامات میں بھی) تاکہ تم سمجھو۔ بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد (تصدق سے ماخوذ ہے تا کو صاد میں ادغام کردیا گیا ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ الذین تصدقوا) اور صدقہ کرنے والی عورتیں (جو خیرات کرتی ہیں۔ ایک قراءت میں دونوں لفظ تخفیف صاد کے ساتھ ہیں۔ یعنی ایمان کی تصدیق) اور اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں (مرد وعورتیں دونوں مراد ہیں بطور تغلیب کے اور فعل کا عطف الف لام کے تحت جو اسم ہے اس پر ہو رہا ہے۔ کیونکہ اسم میں معنی فعل سرایت کرگئے ہیں اور صدقہ کے بعد قرض کو صفت کے ساتھ بیان کرنے سے صدقہ بھی اسی صفت کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے) وہ صدقہ بڑھا دیا جائے گا (ایک قراءت میں بتضعیف تشدید کے ساتھ ہے یعنی ان کا قرضہ) ان کے لیے اور ان کے لیے پسندیدہ اجر ہے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق ہیں (مبالغہ کا صیغہ ہے) اور (تمام امتوں میں سے جھٹلانے والوں کے خلاف) گواہ ہوں گے اپنے پروردگار کے حضور۔ ان کیلئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہوگا

Marfat.com

اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو انہوں نے جھٹلایا (جن سے ہماری وحدانیت معلوم ہو رہی تھی) یہی لوگ دوزخی ہیں۔

تحقیق و ترکیب

سبح للہ۔ سبح اگرچہ خود متعدی ہے لیکن لام زائد تاکید کے لیے ہے۔ جیسے نصحت لہ یا لام تعلیلیہ مانا جائے یعنی تسبیح کی غرض صرف رضائے الٰہی ہے۔ کسی اور غرض کے لیے نہیں ہے۔ یہ لفظ بعض سورتوں کے شروع میں صیغہ ماضی سے اور بعض میں صیغہ مضارع سے آیا ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اس کی تسبیح ہر حال میں ہے اور یہی تسبیح اختیاری ہے کہ ہر وقت اس کی تنزیہ کی جائے۔

سمٰوات۔ عالم علوی اور ارض سے عالم سفلی مراد ہے اور چونکہ غیر ذوی العقول بہ نسبت ذوی العقول زیادہ ہیں۔ اس لیے سب کو ایک شمار کر کے ما لایا گیا۔ ذوی العقول کی تسبیح تو بالاتفاق قولی ہیں۔ البتہ غیر ذوی العقول کی تسبیح میں اختلاف ہے۔ بعض ان میں بھی تسبیح قولی مانتے ہیں۔ گو اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اور بعض کے نزدیک ان میں صرف تسبیح حالی ہوتی ہے۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔

ھو الاول۔ ابتداء حقیقی اور انتہاء حقیقی صرف اللہ کے لیے ہے۔ حدیث اول ما خلق اللہ نوری کو ابتداء اضافی پر۔ اسی طرح جنت و جہنم وغیرہ کو انتہاء اضافی پر محمول کیا جائے گا۔ صرف وجود حقیقی ہی کے لیے بقاء حقیقی ذاتی ہے۔

فی ستۃ ایام۔ دن و رات کا تعلق چونکہ زمانہ سے ہے اور زمانہ زمین کے سورج کے گرد گردش کرنے سے بنتا ہے۔ لیکن وہاں یہ سب کچھ نہیں تھا۔ اس لیے مفسر نے تاویل کی کہ دنیا کے چھ دنوں کی مقدار مراد ہے اور اس میں تعینات فرض کر کے ان کا نام اتوار، جمعہ کر دیا گیا۔

ثم استوی۔ یہ کنایہ ہے اللہ کے علم و قدرت، اور انفراد تدبیر سے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ جلس فلان علی سریر الملک یعنی سلطنت و حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی۔ حالانکہ وہاں نہ تخت ہوتا ہے اور نہ بیٹھنا اور ثم عظمت کے لیے لایا گیا ہے۔

وما یعرج فیھا۔ صرف اعمال حسنہ اوپر جاتے ہیں۔ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اس لیے مفسر کو اعمال سیئہ کا ذکر کرنا نہیں چاہیئے تھا۔

وھو معکم۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہاں معیت سے مراد وہ نہیں جو عوام و خواص سمجھتے ہیں۔ بلکہ ذوق کشفی شہودی کی معیت ہے یعنی مراتب شہود کے اعتبار سے اللہ کی معیت ہمارے ساتھ ہے۔ ان کنتم فی المشھد الفعلی فانا معکم بالتجلی الذاتی ما اتقدم ولا اتاخر عنکم۔

امنوا باللہ۔ دلائل توحید کے بعد ایمان و رسالت و اتفاق کا ذکر ہے۔ چونکہ مسلمان مخاطب ہیں۔ اس لیے مفسر

marfat.com
Marfat.com

نے دوام ایمان اور بقاء ایمان مراد لیا ہے۔ کیونکہ دلائل توحید میں غور و فکر سے زیادتی اور دوام ایمان حاصل ہوتا ہے۔

مستخلفین۔ یعنی جس طرح پہلوں کے پاس مال نہیں رہا تمہارے اور تمہارے بعد والوں کے پاس بھی نہیں رہے گا۔ کیونکہ حقیقی ملکیت اللہ کی ہے۔ انسان تو صرف خلیفۂ تصرف ہے۔ اس لیے دوسرے کے مال میں انسان بخل کیوں کرتا ہے اور صرف بے جا کیسے کرتا ہے؟ سورۂ کوکبی مانتے کی صورت میں اس کو غزوۂ تبوک سے متعلق کہنا مشکل ہے الا یہ کہ اس کو کبی ہونے سے مستثنیٰ کر لیا جائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ و عثمان غنیؓ نے اس میں بڑھ چڑھ کر مالی تعاون پیش کیا۔ چنانچہ مؤخر الذکر نے تین سو لدے ہوئے اونٹ اور ہزار دینار کی پیشکش کی۔

مدینے سے چودہ مرحلہ کے فاصلہ پر شام کے ایک علاقے کا نام تبوک ہے۔ جہاں آنحضرتؐ نے غزوۂ طائف سے واپسی پر ۹ھ میں بڑے اہتمام سے فوج کشی فرمائی۔ لیکن بیس روز قیام کے باوجود لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ بلکہ جزیہ پر مصالحت ہو گئی۔ یہ آنحضرتؐ کا سب سے آخری غزوہ ہے۔ جیسا کہ بدر کا معرکہ سب سے اول غزوہ شمار ہوتا ہے۔

ان کنتم مومنین بظاہر اول کی آیت وما لکم لا تؤمنون میں اور اس آیت میں منافات معلوم ہو رہی ہے جس کا ایک جواب تو مفسر کی عبارت سے مفہوم ہو رہا ہے کہ یہاں ارادہ ایمان مراد ہے اور پہلی آیت میں ایمان نہ لانے پر تعجب کا اظہار ہو رہا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ایمان سے مراد حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ پر ایمان لانا ہے جو مقتضیٰ ہے آنحضرتؐ پر ایمان لانے کے لیے جس پر اظہار تعجب پہلی آیت میں کیا گیا ہے۔

وما لکم الا تنفقوا۔ یعنی مال تو بہر صورت چھوٹے گا۔ خواہ بلا اجر کے یا اجر کے ساتھ پھر اجر حاصل کر کے کیوں مال نہیں چھوڑتے۔ یعنی فی سبیل اللہ خرچ کر کے اس میں ایک چیز جاتی ہے تو دوسری آتی ہے۔

لا یستوی منکم من انفق۔ اصل عبارت اس طرح تھی۔ لا یستوی من انفق وما انفق لیکن ما انفق کی بجائے اولئک اعظم درجۃ پر اکتفاء کر لیا گیا۔

اولئک اعظم۔ حضرت ابو بکرؓ نے سب سے اول مال کی پیش کش کی اور کل اثاث البیت لا حاضر کیا۔ جس سے ان کی امتیازی فضیلت ثابت ہوئی۔

وعد اللہ الحسنیٰ۔ یہ کل مبتداء کی خبر ہے جس میں ضمیر محذوف ہے ای وعدہ اللہ الحسنی الجنۃ

من ذا الذی۔ من استفہامیہ مبتداء ہے۔ یقرض اللہ صلہ ہے اور انفاق کو تنزلاً قرض فرمایا گیا۔ ورنہ حقیقی مالک تو اللہ ہے یا اس کے صلہ میں بڑھ چڑھ کر چونکہ صلہ ملتا ہے اس لیے قرض فرمایا گیا۔

فیضعفہ۔ ابو عمرؒ اور اکثر قراء رفع کے ساتھ پڑھتے ہیں اور عاصمؒ کے نزدیک نصب کی قراءت ہے۔ جواب استفہام کے طور پر۔ ابن عامرؒ تشدید کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

وله اجر کریم۔ فیضعفہ سے مراد چونکہ اجر ہے۔ اس کے بعد "اجر کریم" بظاہر تکرار ہے۔ مفسرؒ نے جواب

Marfat.com

کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے رضائے الٰہی مراد ہے جو اجر و ثواب سے بڑھ کر ہے۔ علامہ زمخشری اس جملہ کو حالیہ کہتے ہیں۔ پس اجر بلحاظ کمیت تو مضاعف ہوگا اور بلحاظ کیفیت کریم ہوگا۔ یعنی فی نفسہ بھی بہترین ہوگا اور بلحاظ مقدار بھی عظیم۔

یوم۔ اذکر محذوف کا مفعول ہے یا اجر کریم اور یضاعفہ کا ظرف ہے یا تقدیر اس طرح ہے یوجرون یوم ترٰی اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اس میں عامل یسعیٰ ہو۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ فیضاعفہ عامل ہو اور یسعیٰ حال ہو اور "بین ایدیہم" یسعیٰ کا ظرف یا نورہم سے حال ہو۔

نورھم۔ نور ایمان وعمل مراد ہے۔ اسی لیے سامنے اور داہنی جانب کی تخصیص کی۔ کیونکہ نیکیاں اسی طرف ہوتی ہیں۔ گویا داہنے ہاتھ میں ایمان کی ٹارچ ہوگی جس کی روشنی اور کرنیں سامنے کا راستہ دکھلا رہی ہوں گی۔ اور بعض کی رائے ہے کہ تمام مستحقین مراد ہیں شرف کی وجہ سے ان دو جانبوں کا ذکر فرمادیا۔ تسمیۃ الکل باسم الجزء کے طریقہ پر۔

وبایمانھم۔ مفسرؒ نے ویکون مقدر مان کر متعلق محذوف کی طرف اشارہ کردیا۔ جو یسعیٰ کا معطوف علیہ ہے بین ایدیھم پر اس کا عطف درست نہیں کیونکہ سعی سامنے ہوا کرتی ہے داہنی جانب نہیں ہوتی۔

بشراکم الیوم جنت۔ بشراکم مبتدا ہے جنات بتقدیر مضاف خبر ہے اور الیوم ظرف ہے۔ پھر یہ جملہ یقال مقدر کا مفعول منصوب ہوجائے گا۔

خالدین۔ حال ہے اس میں عامل مضاف محذوف ہے۔ ای بشراکم دخولکم جنات خالدین فیھا اس میں ضمیر مخاطب فاعل کو حذف کردیا مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ پھر مضاف حذف کرکے مضاف الیہ اس کے قائم مقام ہوگیا۔ بشراکم کو عامل نہیں کہا جاسکتا کیونکہ مصدر ہے اس کو عامل بنانے سے فصل باجنبی لازم آجائے گا۔

انظرونا۔ یعنی ہماری طرف رُخ کرکے ہمیں دیکھ لو تو چہروں کے نور سے ہمارا راستہ کٹ جائے گا۔

فضرب۔ بظاہر یہ قیل ارجعوا وراءکم پر معطوف ہے اس طرح یہ استعارہ تمثیلیہ ہوا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ جنت وجہنم کے درمیان اعراف قائم کردیا جائے گا جو حجاب ہوگا۔

بسور۔ بازائد ہے سور المدینہ شہر کی چاردیواری شہر پناہ کو کہتے ہیں یہاں مقام اعراف مراد ہے۔

لہ باب۔ یہ جملہ سور کی صفت ہونے کی وجہ سے محلاً مجرور ہے اور باب کی صفت ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ماننا بہتر ہے۔ کیونکہ ضمیر کا مرجع اقرب ہونا چاہیئے۔ اور زید بن علیؒ اور عمر بن عبیدؒ نے فضرب کو معروف پڑھا ہے۔

باطنہ۔ ای باطن السور او الباب۔

ینادونھم۔ اول ضمیر منافقین کی طرف اور دوسری مومنین کی طرف راجع ہے۔

Marfat.com

الم یان۔ عام قراءت سکون ہمزہ اور کسرنون کے ساتھ ہے باب رمٰی سے مضارع معتل ہے محذوف الیاء ای لم یجئ وقت الخ آن یئین حان یحین کی طرح ہے بلحاظ وزن اور معنی کے جیسے غیر ناظرین اناہ۔

عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ قلوب کی قساوت یہ ہے کہ دل مضبوط ہو جائیں قرآن کی تلاوت سے بھی ان میں کوئی تغیر پیدا نہ ہو۔ بلکہ تمکین واستقامت حاصل ہو جائے جیسے دل کا حال پہلے تھا وہی کیفیت رہے۔ جیسا کہ بعض کا مقولہ ہے۔ حالی قبل الصلوٰۃ کحالی فی الصلوٰۃ اس میں شہودی حالت کے استمرار کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے ہی قست قلوبہم میں بظاہر تقبیح ہے مگر فی الحقیقت تحسین ہے۔ کیونکہ حالت تمکین وشہود کی طرف اشارہ ہے۔

بقاعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ضعفاء مریدین کا حال بیان کر رہی ہے جن میں ابھی حظوظ نفس کی طرف میلان باقی ہے۔ ذکر اللہ کرنے سے ان میں خشوع پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اہل صفوہ وہ ہوتے ہیں جو اللہ کی محبت کی آگ میں بھسم اور خاک ہو جاتے ہیں۔

وما نزل من الحق۔ ذکر اللہ سے مراد بھی اگر قرآن لیا جائے تو پھر یہ عطف ایک وصف کا دوسرے وصف پر ہو جائے گا۔ ورنہ عطف خاص علی العام ہوگا قرآن جامع ہے ذکر وعظ کو۔

اعلموا۔ یہ مزاح کرنے والے لوگوں کو خطاب ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بلکہ جس طرح بارانِ رحمت سے زمین لہلہا اُٹھتی ہے اسی طرح ذکر وفکر وانابت سے دل کی کھیتیاں ہری بھری ہو جائیں گی۔

ان المصدقین۔ ابن کثیر تخفیف کے ساتھ پڑھتے ہیں یعنی تصدیق ایمان کرنے والے۔

واقرضوا۔ یعنی اگرچہ لفظاً جمع مذکر ہے مگر مراد مذکر ومؤنث دونوں ہیں تغلیباً ورنہ اگر صرف مذکر مراد لیے جائیں گے تو صلہ کے تمام ہونے سے پہلے اس پر عطف لازم آئے گا۔ خطیب میں لکھا ہے کہ اقرضوا اللہ کا عطف معنی فعل پر ہو رہا ہے جو المصدقین میں ہے۔ کیونکہ الف لام معنی میں الذین کے ہے اور مصدقین اصدقوا کے معنی میں ہے۔ ای الذین اصدقوا واقرضوا اللہ تفسیری عبارت وذکر القرض اس شبہ کا جواب ہے کہ مصدقین کے معنی صدقہ کے ہیں اور صدقہ اور قرض ایک ہے۔ پھر صدقہ کے بعد قرض کو کیوں ذکر کیا گیا؟ حاصل جواب یہ ہے کہ صدقہ کے لیے صفت حسن ثابت کرنے کے لیے بطور تمہید قرض کا ذکر کیا گیا ہے یعنی قرض حسنہ۔ خوشدلی سے صدقہ کا نام ہے اس لیے تکرار نہیں رہا۔ کیونکہ پہلے مطلق صدقہ کا ذکر تھا اور یہاں صدقہ حسنہ مراد ہے۔

یضعف۔ ابن عامرؒ، ابن کثیرؒ کی قراءت تشدید کے ساتھ ہے یعنی اعمالنامہ میں نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک لکھی جائیں گی۔

لھم۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ فعل کی اسناد لھم کی طرف ہو سکتی ہے۔

والذین امنوا۔ الذین مبتداء اول، اولٰئک مبتداء ثانی۔ ھم مبتداء ثالث ہے اس طرح خبر تیسرے مبتداء سے مل کر دوسرے کی اور وہ پہلے مبتداء کی خبر ہو جائے گی۔ اور ھم ضمیر فصل بھی ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

صدیق۔ اکثر ثلاثی سے آتا ہے صدیق مبالغہ ہے وہ تصدیق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہوتا ہے جو نبوت سے نیچے ہے۔ یہاں عام تصدیق ایمانی مراد نہیں ہے۔

والشہداء اس کا پہلے پر عطف کیا جائے تو شہداء پر عطف تام ہوگا۔ لیکن اگر اس کو مبتداء بنایا جائے تو اسکی خبر کی دو صورتیں ہوں گی۔ عندربھم بھی خبر ہو سکتی ہے اور لھم اجرھم بھی خبر بن سکتی ہے خواہ پورا جملہ خبر ہو یا صرف لھم۔ اجرھم اس کا فاعل ہوگا۔ مفسرؒ نے علی المکذبین سے اشارہ کیا ہے کہ شہداء شاہد کی جمع ہے بمعنی شہید۔

ربط آیات

پچھلی سورت تسبیح کے حکم پر ختم ہوئی اور یہ سورت تسبیح کی خبر سے شروع ہو رہی ہے اور اس خبر اور دوسرے افعال وصفات سے مقصود توحید ثابت کرنا ہے۔ پھر آیت اٰمنوا باللہ الخ سے توحید قبول کرنے کا حکم ہے اور توحید چونکہ اعتقادِ رسالت کے بغیر معتبر نہیں اس لیے ایمان بالرسول کا حکم بھی شامل ہے۔ اسی کے ساتھ کمال ایمان کی ایک بڑی علامت انفاق کا حکم ہے جہاد میں جان ومال دونوں قربان کرنے پڑتے ہیں۔ اور جہاد اشاعتِ اسلام میں معین ہوتا ہے۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ خود بھی ایمان لاؤ اور دوسروں کے ایمان لانے کی کوشش بھی جاری رکھو کہ ان خوبیوں پر اجر اور ان کے چھوڑنے پر ملامت ہے۔

اس کے بعد آیت یوم ترٰی المؤمنین سے دو باتیں ارشاد فرمائی جا رہی ہیں۔ ایک کامل ایمان کا مطلوب و مامور بہ ہونا ہے۔ جس میں اقرار باللسان، تصدیق بالجنان، عمل بالارکان تینوں کا مجموعہ مقصود ہے۔ اسی لیے منافقین پر عتاب کیا جا رہا ہے جنہیں نہ تصدیق حاصل ہے اور نہ خشوع وخضوع۔ جس کی وجہ سے وہ ایمان اور کمالی ایمان دونوں سے محروم ہے۔ دوسرے ایمان کامل اور انفاق کی فضیلت اور بشارت ارشاد ہے۔ ہرچند کہ یہ مضمون پہلی آیات میں بھی تھا۔ مگر تبعاً اور یہاں مستقل طور پر "مقصود بنا کر" ہے اور عنوان بھی مختلف ہے اس لیے تکرار نہیں کیا جا سکتا اور درمیان میں منافقین کے ساتھ اور اخیر میں مومنین کے ذکر کے بعد کفار کی مذمت وعقوبت کا بیان بطور مقابلہ ہے۔

روایات

مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ انت الظاھر لیس فوقك شیء وانت الباطن فلیس دونك شیء۔ تو اس میں فوق سے مراد ظاہر ہونے میں فوق کی نفی ہے۔ اسی طرح دون کے معنی یہ ہیں کہ آپ سے بڑھ کر باطن اور خفی ہونے میں کوئی نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ کا ظاہر ہونا بھی سب سے بڑھ کر ہے۔ ذرہ ذرہ میں اسی کا جلوہ نمایاں ہے اور اس سے بڑھ کر باطن بھی کوئی نہیں۔ اس کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے۔

قیل ارجعوا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ان اللہ یعطی لکل مومن نورا ولکل منافق نورا فاذا استووا علی الصراط سلب اللہ نور المنافقین والمنافقات فقال المنافقون انظرونا نقتبس من نورکم وقال المؤمنون

marfat.com
Marfat.com

ے اقم لنا نورنا فلا یذکر عند ذلک احدا احدا۔

لیکن ابن جریر اور بیہقی کی روایت ہے۔ فقال المومنون ارجعوا وراءکم من حیث جئتکم من الظلمۃ فالتمسوا
نہ ھنالک الیوم۔

اور ابو امامہ کی روایت ہے۔ قیل لھم ارجعوا وراءکم فالتمسوا نورا وھی خدعۃ اللہ تعالیٰ التی خدع بھا
ا المنافقین حیث قال یخدعون اللہ وھو یخادعھم فیرجعون الی المکان الذی قسم فیہ النور فینصرفون الیھم۔
ا اور بقول صاوی یہ معنی ہیں کہ دور ہو جاؤ ذلت کے ساتھ ہمارے پاس تمہارے لئے نور نہیں ہے۔ گویا یہ ان کے ساتھ استہزاء
ہوگا۔ کیونکہ وہ نہ اپنے موقف میں واپس جا سکتے ہیں۔ اور نہ دنیا میں۔

آیت الم یان للذین کے سلسلہ میں ابن مردویہؒ نے حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ؐ ایک مرتبہ
ا ہر تشریف لائے تو دیکھا کہ صحابہ رضؓ ہنس رہے ہیں۔ فرمایا کیا تمہارے پاس اللہ کا فرمان آگیا جو اس بے فکری
سے ہنس رہے ہو۔ تمہارے اس ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس ہنسنے کا کفارہ
لیا ہے؟ فرمایا کہ جتنے ہنسے ہو اتنے ہی روؤ۔ صحابہؓ کے ایک گونہ خوشحال ہونے سے یہ ہنسی مذاق ہوئی۔ جس
کی وجہ سے عبادت میں بھی سستی ہونے لگی تھی۔

ابن معوذؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے مسلمان ہونے کے چار سال بعد یہ آیت عتاب نازل ہوئی۔

تشریح

سبح للہ۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ ہی کی زبان حال یا قال سے یا دونوں سے تسبیح کرتی ہے اور سب
کے وجود و عدم کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ ہے۔ سب جگہ اسی کا حکم و اختیار چلتا ہے۔ کوئی طاقت اس کے تکوینی
صرف کو روک نہیں سکتی۔ جب کوئی نہ تھا تب بھی وہ موجود تھا اور کوئی نہ رہے تب بھی وہ موجود رہے گا۔ ہر
چیز کی نمود و بود اسی کے وجود سے ہے۔ پھر اگر اس کا وجود ظاہر و باہر نہ ہو تو اور کس کا ہوگا۔ عرش سے فرش
تک اور ذرہ سے آفتاب تک ہر چیز کی ہستی اس کی ہستی کی روشن دلیل ہے۔ مگر اس کے باوجود اس کی کنہ
ات اور صفات کی تہہ تک عقل و ادراک کی رسائی نہیں۔ کسی ایک صفت کا احاطہ بھی کوئی نہیں کر سکتا، نہ
پنی رائے و قیاس سے اس کی کچھ کیفیت بیان کر سکتا ہے۔ اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ اس سے زیادہ باطن
ور پوشیدہ کوئی نہیں۔ بہر حال وہ اندر بھی باہر بھی، ظاہر بھی باطن بھی ہے اور کھلے چھپے سب احوال کا جاننے
الا ہے۔ ظاہر غالب ایسا کہ اس سے اوپر کوئی طاقت نہیں۔ باطن ایسا کہ اس سے پرے کوئی موقعہ نہیں کہ اس
لی آنکھ سے اوجھل ہو سکے۔

علم الٰہی کا احاطہ

یعلم ما یلج۔ اس کے علم کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ بارش کا پانی اور بیج مثلاً زمین
کے اندر جاتا ہے اور کھیتی درخت وغیرہ جو کچھ اس سے باہر نکلتے ہیں وہ سب

Marfat.com

سے واقف ہے۔ آسمان سے فرشتے احکام، قضاء وقدر کے فیصلے، بارش وغیرہ جو چیزیں اُترتی ہیں۔ اور اسی طرح جو اعمال اور فرشتے اوپر چڑھتے ہیں۔ سب کی اس کو خبر ہے۔ کسی وقت بھی اللہ تم سے غائب نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں تم ہو، جس حال میں ہو وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ اور سب کھلے چھپے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اس کی قلمرو سے نکل کر کہاں جا سکتے ہو۔ سب جگہ اسی کی حکومت ہے اور آخر سب کاموں کا فیصلہ وہیں سے ہوگا۔

پہلے لہ ملک السمٰوٰت فرمانا زندگی اور موت دینے کے سلسلہ میں تھا اور یہاں بعث و قیامت کی تحقیق کے لیے ہے اس لیے آیت میں تکرار نہیں رہا۔ اللہ کبھی رات بڑھاتا ہے دن گھٹا کر اور کبھی دن بڑھاتا ہے رات گھٹا کر۔ دلوں کے ارادوں، نیتوں، وسوسوں اور خطروں سے باخبر رہتا ہے۔

مال اللہ کا ہے اُسی کی مرضی سے خرچ کرو۔

جو مال تمہارے پاس ہے وہ اللہ کا ہے۔ تمہاری امانت میں رکھا ہے تم محض خزانچی ہو۔ جہاں مالک بتلائے اس کی نیابت میں خرچ کرو۔ دیکھو یہ مال کبھی دوسروں کے ہاتھ میں تھا، تمہارے پاس آیا۔ ایسے ہی سمجھو کہ تمہارے پاس سے کہیں اور جائے گا۔ پس جب یہ مال اوروں کے پاس نہ رہا تو تمہارے پاس بھی نہیں رہے گا۔ تو ایسی بے وفا اور ہر جائی چیز سے دل لگانا کہاں کا انصاف ہے۔ اور ضروری اور مناسب موقعوں سے کترانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ لہٰذا جن لوگوں میں ایمان اور اتفاق نہیں انہیں چاہیئے کہ اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کریں۔ اور جن میں یہ صفت وخصلت موجود ہے۔ انہیں آئندہ راستہ پر قائم رہنا چاہیئے۔

ایمان فطرت کی پکار ہے

وما لکم لا تؤمنون۔ اللہ پر ایمان لانے، یقین ومعرفت کے راستوں پر چلتے رہنے سے کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے آخر اس میں سستی کیسی۔ جبکہ اللہ کا رسول تمہیں تمہارے حقیقی پروردگار کے ماننے والے کی طرف دعوت دے رہا ہے جس کا اعتقاد تمہاری فطرتوں میں پیوست کر دیا گیا ہے اور جس کا اقرار تم دنیا میں آنے سے پہلے کر چکے ہو۔ جس کا کچھ نہ کچھ اثر آج بھی قلوب سلیم میں پایا جاتا ہے۔ پھر دلائل اور پیغمبروں کے ذریعے اس ازلی پیمان وعہد کی یاد دہانی بھی کرائی جاتی رہی اور پچھلے انبیاءؑ نے اپنی امتوں سے یہ عہد بھی لیا کہ آخری پیغمبر کی پیروی کریں۔ چنانچہ بہت سے لوگ وہ ہیں جنہوں نے خود آنحضرتؐ کے دست حق پرست پر طاعت و فرمانبرداری اور اللہ کی راہ میں مال قربان کرنے کا پکا عہد کیا ہے۔ پس اس کے بعد کہاں گنجائش ہے کہ جو ماننے کا ارادہ رکھتا ہو وہ نہ مانے اور جو مان چکا ہو وہ اس سے انحراف کرنے لگے جب کہ اللہ نے اپنا آخری کلام قرآن اتارا اور سچائی کے نشانات دیئے۔ جن سے تم کفر وجہل کی اندھیریوں سے نکل کر علم وایمان کے اجالے میں آجاؤ۔ یہ اللہ کی کتنی بڑی مہربانی اور شفقت ہے۔ ورنہ انہی اندھیریوں میں پڑا چھوڑ کر تمہیں ہلاک کر دیتا۔ یا ایمان لانے کے بعد بھی پچھلی خطاؤں کو معاف

Marfat.com

نہ کرتا تو کیا ہوتا؟ اور یہ گفتگو تو ایمان نہ لانے کے متعلق تھی۔ لیکن اب اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کے متعلق ہم پوچھتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں مال لگانا

ومالکم الا تنفقوا ۔ کہ جب مال تمہارا نہیں بلکہ اصل مالک اللہ ہے۔ پھر اس کے مال میں سے اس کے حکم کے مطابق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہوتا ہے۔ خوشی اور اختیار سے نہ دوگے تو بے اختیار اسی کے پاس پہنچے گا۔ بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ خوش دلی سے پیش کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر و افلاس سے نہ ڈرے زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک جب اللہ ہے تو کیا اس کے راستہ میں خوشی سے خرچ کرنے والا بھوکا رہ سکتا ہے؟

لایستوی منکم۔ یہاں سے خرچ کرنے والوں کے فرقِ مراتب کا بیان ہے کہ نفس خرچ میں اگرچہ سب برابر ہوتے ہیں اور مستحق اجر و ثواب لیکن مقدار اور موقع محل اور ضرورت بے ضرورت کے لحاظ سے خرچ کرنے کی قدر و قیمت مختلف ہو جایا کرتی ہے۔

فتح مکہ سے پہلے جان و مال نچھاور کرنے والوں کا جو مقام ہے ظاہر ہے کہ بعد والے اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ بقول روح المعانی اس وقت مسلمانوں کے کم اور کمزور ہونے کی وجہ سے جد و جہد کی ضرورت زیادہ تھی اور مالِ غنیمت کی امید بھی کم تھی۔ اس لیے اس وقت قربانیوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ظاہر ہے کہ بعد میں وہ بات نہیں رہ سکتی تھی۔

اس آیت میں بعض حضرات نے فتح سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے۔ جیسا کہ بعض روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ غرض یوں تو اللہ کی راہ میں جب بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے اللہ اس کا بدلہ دنیا و آخرت میں دے گا۔ لیکن وقت کی پکار کو سمجھنے والے اور بروقت ساتھ دینے والے باحوصلہ اور اولوالعزم کہلائیں گے۔ اللہ کو سب خبر ہے کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے اور اس میں خلوص و اخلاص کتنا ہے۔ ہر ایک سے اسی کے مطابق برتاؤ کیا جائے گا۔

من ذاالذی۔ اس کو قرض کا نام اس لیے دیا کہ اس وقت جہاد میں جو کچھ تم صرف کروگے پھر تم ہی دولتوں کو برتو گے اور آخرت میں تو اس کے صلہ کا کیا ٹھکانہ! ورنہ مالک اور غلام میں سودا بیاج کیسا۔ جو دیا سو اس کا، جو نہ دیا سو اس کا۔

ایمان کی تیز روشنی

یوم ترى المومنين۔ میدانِ حشر سے جنت میں جانے کے لیے جب پل صراط سے گزریں گے سخت اندھیرا ہوگا۔ لیکن ایمان اور نیک عمل کی روشنی ساتھ ہوگی آگے بھی، داہنے بھی۔ ایمان کی روشنی ممکن ہے آگے ہو اور عمل صالح کی داہنی طرف کیونکہ نیکیاں داہنی طرف ہی جمع ہوتی ہیں۔ غرض یہ روشنی ایمان و عمل کے لحاظ سے کم بیش ہوگی۔ اور رسول اللہ

Marfat.com

کے طفیل میں اس امت کے ایمان وعمل کی روشنی ممکن ہے نیز ہوا اور اور دل کی مانند۔ اور بعض روایات سے روشنی کا بائیں طرف ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے اسی روشنی کا اثر سب طرف پھیل جائے۔ جنت چونکہ رضائے الٰہی کی جگہ ہے اس لیے جو وہاں پہنچ گیا سب مرادیں پا گیا۔

جنت و دوزخ کے درمیان اعراف

یوم یقول المنافقون۔ جنتیوں و دوزخیوں کے درمیان ایک دیوار کھڑی کی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ جس میں مومنین داخل ہو کر منافقوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں گے دروازہ کے اندر پہنچ کر جنت کا سماں ہوگا۔

منافقین کی چیخ و پکار

اور ادھر دروازہ سے باہر عذاب الٰہی کا بھیانک نقشہ ہوگا جہاں تک کافروں اور کھلے منافقوں کا تعلق ہوگا وہ دونوں تو پہلے ہی جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ اس لیے پل صراط پر ان کا الگ ذکر نہیں کیا۔ البتہ جو لوگ کسی پیغمبر کی امت میں ہوں گے پیچھے یا پہلے انہیں پل صراط سے گزرنے کا حکم ہوگا۔ اس پر چڑھنے سے پہلے ایک اندھیرا گھیرے ہوئے ہوگا اس میں ایمان والوں کے ساتھ روشنی ہوگی منافق بھی اس روشنی میں چلنا چاہیں گے۔ لیکن مومنین تیزی سے آگے بڑھ جائیں گے جس سے ان کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائے گی۔ تب وہ پکاریں گے کہ میاں ذرا ٹھہرو تھوڑا سا انتظار کرو ہمیں بھی آنے دو۔ تاکہ ہم بھی تمہاری روشنی میں ساتھ ساتھ چل سکیں۔ آخر دنیا میں بھی تو ہم تمہارے ساتھ رہتے تھے اور ہمارا شمار بھی مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ اب اس مصیبت کے وقت اندھیرے میں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ کیا حق رفاقت یہی ہے؟

درمنثور کی روایت کے مطابق ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے منافقین کے پاس بھی ان کے ظاہری ایمان کی وجہ سے کچھ نور ہوگا۔ مگر اعتقاد میں مخلص نہ ہونے کی وجہ سے پھر کچھ دیر بعد وہ نور گل ہو جائے گا اس لیے اندھیرے میں وہ ہاتھ پیر ماریں گے۔ نیز منافقین کے خدع اور فریب کا بدلہ بھی ایسا ذو وجہین ہوگا کہ اوّل نور ملے گا پھر خلاف توقع بجھ جائے گا۔

غرض انہیں مومنین یا فرشتوں کی طرف سے جواب ملے گا کہ پیچھے لوٹ کر روشنی تلاش کرو اگر مل سکے تو لے آؤ۔ یہ سن کر پیچھے ہٹیں گے کہ اتنے میں دونوں فریق کے درمیان دیوار حائل ہو جائے گی۔ روشنی سے مراد ہے جو دنیا میں انہوں نے کمائی تھی وہ جگہ پیچھے چھوڑ آئے۔ یا پیچھے سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا تھا۔ منافقین تلاش نور میں وہاں جائیں گے وہاں کچھ نہ ملے گا پھر ادھر آئیں گے مگر دیوار حائل ہونے کی وجہ سے مسلمانوں تک نہ پہنچ سکیں گے۔ دیوار اعراف میں یہ دروازہ جنت میں جانے کے لیے ہوگا۔ ممکن ہے بات جیت اسی کے لیے ہو۔

Marfat.com

اہل ایمان کا جواب

قالوا بلیٰ۔ یعنی مسلمان منافقین سے جواب میں کہیں گے کہ دنیا میں یقیناً تم ہمارے ساتھ تھے مگر محض ظاہر کے لحاظ سے تھے اور فی الحقیقت تم گمراہی کے فتنہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ زبان سے اسلام کا دعوے کرتے تھے۔ مگر اندرونی حال یہ تھا کہ نفاق کا راستہ اختیار کر کے اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈالا، دوسروں کو چکمہ دیتے رہے اور توبہ کرنے کی بجائے راہ دیکھتے رہے کہ کب اسلام اور مسلمانوں پر افتاد پڑتی ہے۔ تمہیں بھی دھوکہ رہا کہ آگے ان چالبازیوں کا خمیازہ بھگتنا نہیں بلکہ چند دنوں میں یہ قصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا آخر ہم بھی غالب ہوں گے۔ رہ گیا آخرت کا قصہ سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔

انہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور موت نے آدبایا اور پکے دغاباز شیطان نے تمہیں ایسا کھو دیا۔ کہ اب کوئی سبیل چھٹکارہ کی نہیں ہے۔ بالفرض اگر آج کچھ معاوضہ وغیرہ دے کر سزا سے بچنا چاہو تو وہ بھی نہیں ہے۔ اب تو تم سب کو اسی دوزخ میں رہنا ہے۔ یہی تمہارا ٹھکانہ اور ساتھی ہے۔

فالیوم الخ ارشاد باری ہے۔ یا مسلمان کہیں گے۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ قلبی تصدیق اگر نہ ہو تو ایمان کالعدم ہے۔

قرآن اور ذکر اللہ کا اثر

الم یان۔ یعنی وقت آگیا ہے کہ مومنین کے دل قرآن اور اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑ گڑانے لگیں کیونکہ ایمان وہی ہے کہ دل نرم ہو کر نصیحت اور اللہ کی یاد کا اثر جلد قبول کرے۔ پہلے یہ باتیں اہل کتاب اپنے پیغمبروں کی صحبت میں حاصل کیا کرتے تھے اب وہ تو بچل گئے اور سرکشی کی راہ پر چل نکلے۔ مسلمانوں کی باری آتی ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی صحبت میں رہ کر نرم دلی، انقیاد کامل اور خشوع وخضوع کی خوبیوں سے آراستہ ہوں اور وہاں تک پہنچیں جہاں کوئی امت نہ پہنچ سکی۔ مثلاً پہلے لوگوں نے کفر وگناہ سے توبہ نہیں کی۔ ان کے دل سخت ہو گئے۔ مسلمان ایسا نہ کریں۔ انہیں کوتاہی کے بعد فوراً توبہ سے تلافی کر لینی چاہیئے۔ بعض دفعہ توبہ نہ کرنے سے پھر توبہ کی توفیق نہیں رہتی اور بعض اوقات کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے گناہ کر کے یہ مت سمجھ کہ اب توبہ سے کیا فائدہ۔ کیونکہ اعلموا ان اللہ الخ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو پیداوار کر کے زندہ کر دیتا ہے اسی طرح توبہ کرنے سے اللہ رحم کرے گا اور وہ اپنی رحمت سے دل مُردہ کو پھر زندہ کر دے گا۔ کسی مردہ سے مردہ انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ سچی توبہ کر لے تو اللہ پھر اس کے قالب میں زندگی کی روح پھونک دے گا۔ جو لوگ اللہ کے راستہ میں خالص نیت سے اس کی خوشنودی کی خاطر خرچ کرتے ہیں اور کسی اور سے صلہ یا شکریہ کے طلب گار نہ ہوں۔ یوں سمجھا جائے گا کہ وہ اللہ کو قرض دے رہے ہیں۔ سو اطمینان رکھیں ان کا دیا ہوا ضائع نہیں ہوگا۔ بلکہ کئی گنا کر کے لوٹایا جائے گا۔ دُنیا کی گورنمنٹیں ہنگامی طور پر جنگی قرضے رعایا سے

Marfat.com

لیتی ہیں اور پھر "سود در سود" لوٹا کر دیتی ہیں۔

والذین اٰمنوا۔ یعنی اللہ کے ہاں یہی لوگ صدیق ہیں اور سرکاری گواہ ہیں۔ آخرت میں اپنے ایمان و عمل کے مطابق ثواب اور روشنی مرحمت ہوگی۔

لطائف سلوک

العریان الخ اس میں خشوع کے ضروری ہونے کی تصریح ہے اور یہ کہ زیادہ غفلت سے قلبی قساوت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کہ قساوت کا علاج ذکر اللہ کی کثرت ہے۔

والذین اٰمنوا۔ میں مطلقاً مومنین کو صدیق فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح ولایت کے درجات ہیں۔ اسی طرح صدیقیت کے بھی درجات ہیں۔ عامہ، خاصہ۔ پس نہ سب مومن ایک درجہ کے ہیں۔ نہ سب صدیق و ولی ایک مرتبہ کے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ
الْاَوْلَادِ ؕ اَیِ الِاشْتِغَالُ فِیْهَا وَاَمَّا الطَّاعَاتُ وَمَا یُعِیْنُ عَلَیْهَا فَمِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ كَمَثَلِ اَیْ هِیَ فِیْ
اِعْجَابِهَا لَكُمْ وَاضْمَحْلَالِهَا كَمَثَلِ غَیْثٍ مَطَرٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ الزُّرَّاعَ نَبَاتُهٗ النَّاشِیْ عَنْهُ ثُمَّ یَهِیْجُ یَیْبَسُ
فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا ؕ فَتَاتًا یَضْمَحِلُّ بِالرِّیَاحِ وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ لِّمَنِ
اٰثَرَ عَلَیْهَا الدُّنْیَا وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ لِمَنْ لَّمْ یُؤْثِرْ عَلَیْهَا الدُّنْیَا وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا
التَّمَتُّعُ فِیْهَا الْاَمْتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ ۙ لَوْ وُصِلَتْ اِحْدٰىهُمَا بِالْاُخْرٰی وَالْعَرْضِ السَّعَةِ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی
الْاَرْضِ بِالْجَدْبِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ كَالْمَرَضِ وَفَقْدِ الْوَلَدِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ یَعْنِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ
مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ نَخْلُقَهَا وَیُقَالُ فِی النِّعْمَةِ كَذٰلِكَ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝ لِكَیْلَا ۛ كَیْ
نَاصِبَةٌ لِلْفِعْلِ بِمَعْنٰی اَنْ اَیْ اُخْبِرَ بِذٰلِكَ تَعَالٰی لِئَلَّا تَاْسَوْا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا فَرَحَ
بَطَرٍ بَلْ فَرَحَ شُكْرٍ عَلَی النِّعْمَةِ بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ بِالْمَدِّ اَعْطَاكُمْ وَبِالْقَصْرِ جَآءَكُمْ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ

marfat.com
Marfat.com

مُّتَكَبِّرٍ بِمَا أُوتِيَ فَخُورٌ ۝ بِهٖ عَلَى النَّاسِ بِالَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ
بِالْبُخْلِ بِهٖ لَهُمْ وَعِيْدٌ شَدِيْدٌ وَمَنْ يَّتَوَلَّ عَمَّا يَجِبُ عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ ضَمِيْرُ فَصْلٍ وَفِيْ
قِرَاءَةٍ بِسُقُوْطِ الْغَنِيُّ عَنْ غَيْرِهِ الْحَمِيْدُ ۝ لِأَوْلِيَائِهٖ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا الْمَلَائِكَةَ إِلَى الْأَنْبِيَاءِ
بِالْبَيِّنٰتِ بِالْحُجَجِ الْقَوَاطِعِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكُتُبَ بِمَعْنَى الْكُتُبِ وَالْمِيْزَانَ الْعَدْلَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ
وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ أَخْرَجْنَاهُ مِنَ الْمَعَادِنِ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ يُقَاتَلُ بِهٖ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ
اللّٰهُ عِلْمَ مُشَاهَدَةٍ مَعْطُوْفٌ عَلٰى لِيَقُوْمَ النَّاسُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ بِأَنْ يَنْصُرَ دِيْنَهٗ بِآلَاتِ الْحَرْبِ
مِنَ الْحَدِيْدِ وَغَيْرِهٖ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ حَالٌ مِنْ هَاءِ يَنْصُرُهٗ أَيْ غَائِبًا عَنْهُمْ فِي الدُّنْيَا قَالَ
ع ۳ ۶ ۱۹ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَنْصُرُوْنَهٗ وَلَا يُبْصِرُوْنَهٗ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا حَاجَةَ لَهٗ
إِلَى النُّصْرَةِ لٰكِنَّهَا تَنْفَعُ مَنْ يَّأْتِيْ بِهَا وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّإِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا
النُّبُوَّةَ وَالْكُتُبَ يَعْنِي الْكُتُبَ الْأَرْبَعَةَ التَّوْرٰةَ وَالْإِنْجِيْلَ وَالزَّبُوْرَ وَالْفُرْقَانَ فَإِنَّهَا فِيْ
ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيْمَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا
وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنٰهُ الْإِنْجِيْلَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَأْفَةً
وَّرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً هِيَ رَفْضُ النِّسَاءِ وَاتِّخَاذُ الصَّوَامِعِ ابْتَدَعُوْهَا مِنْ قِبَلِ أَنْفُسِهِمْ
مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ مَا أَمَرْنَاهُمْ بِهَا إِلَّا لٰكِنْ فَعَلُوْهَا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ مَرْضَاةِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا
حَقَّ رِعَايَتِهَا إِذْ تَرَكَهَا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ وَكَفَرُوْا بِدِيْنِ عِيْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَدَخَلُوْا فِيْ دِيْنِ
مَلِكِهِمْ وَبَقِيَ عَلٰى دِيْنِ عِيْسٰى كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَآمَنُوْا بِنَبِيِّنَا فَآتَيْنَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ
وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِعِيْسٰى اتَّقُوا اللّٰهَ وَآمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى عِيْسٰى يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ نَصِيْبَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ لِإِيْمَانِكُمْ بِالنَّبِيِّيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ

Marfat.com

نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ عَلَى الصِّرَاطِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَيْ اَعْلَمَكُمْ بِذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ التَّوْرٰىةِ الَّذِيْنَ لَمْ يُؤْمِنُوْا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ وَاِسْمُهَا ضَمِيْرُ الشَّاْنِ وَالْمَعْنٰى اَنَّهُمْ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ خِلَافَ مَا فِيْ زَعْمِهِمْ اَنَّهُمْ اَحِبَّاءُ اللّٰهِ وَاَهْلُ رِضْوَانِهٖ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ يُعْطِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ فَاٰتَى الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ كَمَا تَقَدَّمَ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ ع ۲۰

ترجمہ تم خوب سمجھ لو کہ دنیاوی زندگانی محض کھیل کود اور زینت (آرائش) اور ایک دوسرے پر شیخی بگھارنا اور اموال و اولاد میں ایک کا دوسرے پر زیادتی بیان کرنا ہے (یعنی ان چیزوں میں مشغول ہوجانا۔ البتہ نیک کام کرنا اور اس کی تیاری میں لگنا یہ آخرت کے کام ہیں) جیسے (یعنی دل کو لبھانے اور دل سے اتر جانے میں) مثل مینہ (بارش) کے ہے کہ کاشت کاروں (کھیتی باڑی کرنے والوں) کو بھلی معلوم ہوتی ہے اس کی پیداوار (جو کچھ زمین سے نکلتی ہے) پھر وہ خشک ہو جاتی ہے پھر تو اس کو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے (ہواؤں سے سرجھاکر ریزہ ریزہ) اور آخرت میں شدید عذاب ہے (جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہوگی) اور اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے (جو دنیا کو آپ پر ترجیح نہ دے) اور دنیا کی زندگانی (سے لذت اندوز ہونا) محض دھوکہ کا سامان ہے۔ تم اپنے پروردگار کی بخشائش کی طرف دوڑو۔ اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے (جب کہ آسمان و زمین سب کو ایک دوسرے کے برابر ملا لیا جائے۔ غرض بمعنی وسعت ہے) ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور وہ اپنا فضل جس کو چاہے عنایت کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے (قحط سالی) اور نہ خاص تمہاری جانوں پر (جیسے بیماری اور اولاد کی موت) مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہے (لوح محفوظ میں) اس سے پہلے کہ ہم نے ان جانوں کو پیدا کیا (بنایا۔ اور نعمت کا حال بھی یہی ہے) یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔ تاکہ (کے فعل کا ناصب ہے۔ یعنی اللہ اس کی اطلاع اس لئے دے رہا ہے کہ) تم رنج نہ کرو اس چیز پر جو تم سے جاتی رہی اور نہ اتراؤ (شیخی کے طور پر اترانا۔ البتہ بطور شکر نعمت خوش ہو سکتے ہو) اس چیز پر جو تمہیں عطا فرمائی ہے (اٰتٰکم مد کے ساتھ ہے بمعنی اعطاکم اور بغیر مد کے بمعنی جاءکم ہے) اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے (عطیہ پر تکبر کرنے والے) شیخی (لوگوں کے سامنے) کرنے والے کو پسند نہیں کرتا جو ایسے ہیں کہ خود بھی (واجبات میں) بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں (ایسے لوگوں کے لیے اس میں سخت وعید ہے) اور جو شخص (واجبات سے) اعراض کرے گا تو اللہ تعالیٰ (هُوَ ضمیر ہے اور ایک قراءت میں ھو نہیں ہے) بے نیاز ہیں (سب سے) سزاوار حمد ہیں (اپنے دوستوں کے لیے) ہم نے

Marfat.com

اپنے رسولوں کو (جو فرشتے انبیاءؑ کے پاس آئے) کھلے کھلے احکام (دلائل قطعیہ) دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب (یعنی کتب) اور عدل (انصاف) کو اتارا۔ تاکہ لوگ اعتدال پر رہیں۔ اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا (کانوں سے برآمد کیا) جس میں سخت ہیبت ہے (کہ اس سے قتل کیا جا سکتا ہے) اور لوگوں کے لیے اور بھی طرح طرح کے منافع ہیں۔ تاکہ اللہ جان لے (مشاہدہ کرلے یقوم الناس پر اس کا عطف ہے) کہ کون اس کی مدد کرتا ہے (لوہے وغیرہ کے ہتھیاروں سے اس کے دین کی مدد کرکے) اور اس کے رسولوں کی بغیر دیکھے (بالغیب۔ ینصرہ کی ضمیر سے حال ہے یعنی دنیا میں رہ کر غائبانہ مدد کرتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی مدد تو کرتے ہیں اور اس کو دیکھتے نہیں) اللہ طاقتور زبردست ہے (اس کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ تاہم جو اس کی مدد کرے گا اس کا اپنا فائدہ ہے) اور ہم نے نوحؑ و ابراہیمؑ کو پیغمبر بنایا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی (چاروں کتابیں توراۃ، زبور، انجیل، قرآن مراد ہیں۔ کیونکہ یہ سب ابراہیمؑ کی اولاد میں ہیں) سو ان میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے نافرمان نکلے۔ پھر ان کے بعد اور پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا اور رہبانیت کو (جس میں بیویوں کو چھوڑ چھاڑ کر گرجوں کو اپنا لینا ہوتا ہے) انہوں نے خود ایجاد کر لیا (اپنی طرف سے) ہم نے ان پر اس کو واجب نہیں کیا تھا (اس کا حکم نہیں دیا تھا) لیکن (انہوں نے اس کو پسند کر لیا) اللہ کی خوشنودی کی خاطر مگر انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی (کیونکہ بہت سے لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور دین عیسیٰ کو بھی خیرباد کہہ بیٹھے اور بادشاہِ وقت کے مذہب کو قبول کر لیا۔ البتہ بہت سے دین عیسوی کو اختیار کیے رہے۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے) سو ان میں سے جو لوگ (آنحضرتؐ پر) ایمان لے آئے۔ ہم نے ان کو ان کا صلہ دیا اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں۔ اے (عیسیٰؑ پر) ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد و عیسیٰ علیہما السلام) پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تم کو دوہرا حصہ عنایت کرے گا (کہ تم دو نبیوں پر ایمان لائے ہو) اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ تم اس کو لے کر (پل صراط پر) چلو پھرو گے اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ غفور الرحیم ہے۔ تاکہ اہل کتاب کو یہ معلوم ہو جائے (توراۃ والے جو آنحضرتؐ پر ایمان نہیں لائے) کہ ان کو (ان مخففہ ہے اس کا اسم ضمیر شان ہے یعنی انہیں) دسترس نہیں ہے اللہ کے فضل پر ذرا بھی (ان کے زعم کے برخلاف کہ وہ اللہ کو محبوب اور پسندیدہ ہیں) اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے دے دے (عطا کر دے) وہ جس کو چاہے (چنانچہ اہل کتاب مومنین کو اس نے دوہرا اجر عنایت فرمایا۔ جیسا کہ بیان ہوا) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تحقیق و ترکیب

وتکاثر فی الاموال۔ مفسرؒ نے اس شبہ کے دفعیہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مال و اولاد فی نفسہ قابل مذمت نہیں۔ بلکہ ان میں اشتغال اور وہ بھی ایسا کہ دین سے لاپرواہی ہو جائے مذموم ہے۔

Marfat.com

کمثل۔ مفسرؒ نے ای ہی سے اشارہ کیا ہے کہ مثل مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔

اعجب الکفار۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ متعارف معنی مراد نہیں بلکہ کافر بمعنی حارث ہے قاموس میں ہے کہ کافر بمعنی زراع ہے۔ ابن مسعودؓ ازہری کی رائے بھی یہی ہے۔ کیونکہ کفر کے معنی چھپانے کے ہیں اور کاشت کار بھی بیج زمین میں چھپا دیتا ہے۔

الی مغفرۃ۔ اسباب مغفرت یعنی استغفار اور اعمال صالحہ مراد ہیں۔

کعرض السماء۔ بظاہر یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جنت کا عرض بیان کیا گیا۔ گر طول نہیں بتلایا۔ مفسرؒ نے السعۃ کہہ کر اس کا جواب دے دیا کہ مطلق وسعت مراد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عرض کا جب یہ حال ہے تو طول تو ناقابل بیان ہے۔

فی الارض۔ یہ موقع خبر میں ہے۔ ای ما اصاب من مصیبۃ ثابتۃ فی الارض اور الا فی کتاب موضع حال میں ہے۔ مفسرؒ نے ویقال سے اشارہ کیا ہے کہ واو سبع معطوف، محذوف ہے اور یہ کہ مصیبت سے مطلقاً حوادث مراد ہیں خیر ہوں یا شر۔ البتہ اہمیت کی وجہ سے خاص شر کو بیان فرمایا گیا ہے۔

لکیلا تأسوا۔ یعنی دنیا کی ناپائداری کا تصور کر کے مصیبت ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے اور جب اس پر کسی دائمی خیر کا مرتب ہونا معلوم ہو جائے تو رنج اور بھی ہلکا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خوشی کے ناپائدار ہونے کے تصور سے اتراہٹ پیدا نہیں ہوتی۔

الذین یبخلون۔ مفسرؒ نے لہم وعید شدید، سے خبر محذوف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ومن یتول۔ اس کی جزاء، قالوا بال علیہ، محذوف ہے۔

رسلنا۔ علامہ زمخشریؒ نے ملائکہ بصیغہ جمع تنسیر کی ہے۔ کیونکہ آگے الکتاب بمعنی کتب ہے اور کتابیں ملائکہ کے ساتھ چونکہ آتی ہیں۔ اس لیے معلوم ہوا کہ رسل سے مراد فرشتے ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک انبیاءؑ مراد ہیں۔ کیونکہ تمام انبیاءؑ کے پاس وحی لانے والے صرف جبرئیلؑ ہیں۔ اس صورت میں معہم محذوف کے متعلق ہو کر حال ہوگا۔ ای انزلنا الکتاب حال کونہ اثلاد صائر الان یکون معہم اذا وصل الیہم یا کہا جائے کہ مع بمعنی الی ہے۔

وانزلنا الحدید۔ یہاں انزلنا اپنے معنی میں ہے یا بمعنی انشاء ہے۔ مفسرؒ نے دوسرے معنی لیے ہیں۔

والمیزان۔ یہاں بھی میزان کے متعارف معنی ہیں۔ اور میزان کا اتارنا یعنی اس کے اسباب کا اتارنا مراد ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ ترازو لے کر جبرئیلؑ حضرت نوحؑ کے پاس آئے اور ان کو وزن رائج کرنے کو کہا۔ دوسرے معنی میزان کے عدل وانصاف ہیں۔ جیسا کہ مفسرؒ نے کہا ہے۔

وانزلنا الحدید۔ یہاں بھی حقیقۃً اتارنا مراد ہے یا مجازی معنی ہیں۔

ولیعلم اللہ۔ اللہ کا علم ومشاہدہ مراد نہیں۔ بلکہ مخلوق کا علم ومشاہدہ مطلوب ہے۔ اس لیے اب علم باری کے حادث ہونے کا شبہ نہیں رہتا۔ اور عطف کی تصحیح کے لیے عبارت کی تقدیر اس طرح ہوگی۔ انزل اللہ معہم ھذہ

Marfat.com

الاشیاء لتتامل الناس بالحق والعدل ولیعلم اللہ من ینصرہ اور بعض اس کا معطوف علیہ محذوف، مان کر تقدیر عبارت اس طرح کرتے ہیں۔ انزلنا الحدید لیقاتلوا اویشفعوا اور یہ تقدیر لفظ "من ینصرہ" کے مناسب ہے۔ نیز لیعلم کے لام کو محذوف سے متعلق بھی کر سکتے ہیں۔ ای انزلہ اللہ لیعلم۔

بالغیب۔ فاعل یا مفعول سے حال ہے۔ ای غائبا عنھم اوغائبین عنہ۔

ولقد ارسلنا۔ پہلے ارسلنا پر عطف ہے۔ مزید اہتمام کے لیے کہ اس جملہ کو دہرا گیا۔ اور حضرت نوحؑ چونکہ آدم ثانی سمجھے جاتے ہیں۔ اور ابراہیمؑ عرب وروم اور بنی اسرائیل کے جد اعلیٰ ہیں۔ اس لیے دونوں کو ذکر کیا ہے۔

ورھبانیۃ۔ ما اضمر عامل کے طور پر منصوب ہے۔ جیسا کہ اکثر کی رائے ہے اور بعض جعلنا کا مفعول مانتے ہوئے رافۃ پر عطف کرتے ہیں اور ابتدعوھا اس کی صفت ہے۔ ای جعلنا فی قلوبھم رھبانیۃ مبتدعۃ۔ رھبان راہب کی جمع ہے۔ دنیا سے الگ تھلگ ہو جانا۔

الا ابتغاء۔ مفسرؒ نے استثناء منقطع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ قتادہؒ اور ایک جماعت کی یہی رائے ہے اور بعض استثناء متصل کہتے ہیں مفعول لہٗ ہے۔ ای ماکتبناھا علیھم بشیء من الاشیاء الا لابتغاء مرضات اللہ اور کتب بمعنی قضیٰ ہے یہ مجاہدؒ کی رائے تھی۔

فما رعوھا۔ یعنی ایک تو بدعت کی اور پھر اس کو نبھا بھی نہ سکے۔

کفلین۔ دوہرا ایمان ہونے کی وجہ سے ثواب دوہرا ہوا۔

لئلا یعلم۔ یعنی لام زائد ہے اور اس کا متعلق محذوف ہے۔ جیسے مامنعک الاتسجد میں لام زائد ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ان تتقوا اللہ وتومنوا برسولہ یوتکم کذا وکذا لیعلم اھل الکتاب ان عدم قدرتھم علی شیء من فضل اللہ الخ اور یہ لام حروف زوائد میں سے ہے اور بعض کی رائے ہے لام تینوں افعال یوتکم اور یجعل لکم اور یغفر لکم کے متعلق ہے بطور تنازع کے۔

ان لا یقدرون۔ زمخشریؒ ضمیر شان مفرد اور قاضیؒ جمع مقدر کرتے ہیں۔ لیکن قاضیؒ کی روایت بہتر ہے کیونکہ ضمیر شان یہاں کا مرجع نہیں ہے۔ لیکن مفسرؒ نے ضمیر شان تو مقدر مانی ہے۔ مگر اس کی تفسیر جمع کے ساتھ کی ہے۔ گویا ایک اصطلاح قائم کی ہے کہ ان مخففہ کے بعد مقدر ضمیر شان ہی ہوتی ہے۔ بایں کہ ضمیر شان میں عمدہ بات کی رعایت ہونی چاہیئے۔ تذکیر وتانیث، افراد وجمع کے لحاظ سے۔

نیز والمعنی انھم میں واؤ بمعنی او بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مفسرؒ ضمیر شان کو بیان نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ حاصل معنی بیان کر رہے ہیں۔

ربط آیات

پچھلی آیات میں آخرت کے ثواب وعذاب کا ذکر تھا۔ آیت اعلموا سے آخرت کی اہمیت وپائیداری اور دنیا جو آخرت میں رکاوٹ ہے اس کی ناپائیداری اور ناقابل

Marfat.com

التفات ہونا ارشاد فرمایا جارہا ہے۔

آیت ما اصاب من مصیبة سے اول دنیا کی نعمتوں کا پھر دنیا کی مصیبتوں کا بیان ہے جو آخرت کی مشغولیت سے رکاوٹ کا باعث ہوں۔ یعنی جس طرح نعمت کے فنا ہونے کو پیش نظر رکھ کر آخرت میں مخل نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ اسی طرح مصیبت کے مقدر ہونے کو پیش نظر رکھ کر آخرت کے لیے مانع نہ ہونے دیا جائے اور نعمتوں کا مانع بننا چونکہ اکثر ہے اس لیے اس کے مقدر ہونے کی صورت میں اس کے رکاوٹ نہ بننے کو مکرر فرمادیا۔ نیز چونکہ نعمتوں سے فخر و بخل جیسی بُری خصلتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو کبھی کبھی اعراض حق تک پہنچ جاتی ہے اس لیے ان برائیوں پر بھی وعید فرمائی جارہی ہے۔

اس کے بعد آیت لقد ارسلنا الخ سے دنیا کے ناقابل التفات اور آخرت کے اہتمام کے لائق ہونے کی تائید کی جارہی ہے۔ یعنی اصل میں آخرت کو درست کرنے کے لیے رسولوں کو بھیجا گیا اور احکام دیئے گئے۔ اور دین کی اعانت کے لیے لوہے کو پیدا کیا۔ اگرچہ تبعاً اس میں دوسرے فوائد بھی رکھ دیئے ہیں۔ حاصل یہ کہ دنیا بالغرض اور آخرت بالذات مقصود ہے۔

پھر خصوصیت سے محروم نوح و ابراہیم علیہما السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ جن کی اصطلاحات کو بعض نے قبول کیا اور بعض بدستور محروم رہے۔

روایات

وانزلنا الحدید کے ذیل میں تفسیر کبیر میں ابن عمرؓ سے نقل ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ انزل اربع برکات من السماء الی الارض انزل الحدید والنار والماء والملح۔

اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ثلثة اشیاء نزلت مع ادم السندان والکلبتان والمطرقة۔

رہبانیة ابتدعوھا۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے بنی اسرائیل نے رہبانیت کیسے اختیار کی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اللہ ورسولہ اعلم! آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد ظالم بادشاہوں کا تسلط ہو گیا اور وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ جس پر اہل ایمان بگڑ گئے اور ان سے آمادۂ جنگ ہوئے لیکن تین مرتبہ اہل ایمان کو شکست ہوئی اور وہ بہت کم رہ گئے۔ چنانچہ وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر رہے جن کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی۔ اس طرح وہ پہاڑوں میں رُوپوش ہو گئے اور رہبانیت کو اپنا بیٹھے۔ ان میں بعض عیسائی رہے اور بعض بددین ہو گئے۔

پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لئلا یعلم اھل الکتاب۔ یعنی اگر اہل کتاب آنحضرتؐ پر ایمان نہ لائے تو وہ دوچند اجر و مغفرت سے محروم رہیں گے جیسا کہ مدارک میں ہے۔

اور بقول قتادہؓ جب غیر مومن اہل کتاب نے مومن اہل کتاب کی اس خصوصی فضیلت پر حسد کیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ مومن اہل کتاب نے جب اس فضیلت پر فخر کیا تو اس پر یہ

Marfat.com

آیت نازل ہوئی۔

تشریح

اعلموا الخ عموماً انسان کی عمر کے تین دور ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن میں وہ کھیل کود، تماشہ کا شکار رہتا ہے۔ اور جوانی۔ بناؤ سنگار، فیشن، عیش وعشرت، نام ونمود تمناؤں امنگوں کی نذر ہو جاتی ہے۔ پھر بڑھاپا آتا ہے۔ موت کے دن قریب آتے ہیں۔ تو مال واولاد کی فکر سوار ہو جاتی ہے کہ میرے پیچھے گھر بار بنا رہے اور اولاد کسی کی محتاج ودست نگر نہ رہے۔

حالانکہ یہ سب ٹھاٹھ باٹھ، ساز وسامان مٹنے والے ہیں۔ چار دن کی چاندنی پھر اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ کھیتی کو دیکھ کہ چند روزہ رونق اور بہار ہوتی ہے پھر زرد پڑ جاتی ہے اور پھر پاؤں تلے روند کر چورا چورا ہو جاتی ہے پہلی شادابی اور ہریالی کا نام ونشان تک نہیں رہتا۔

دُنیا کی زندگانی چار دن کی چاندنی

دنیا کی زندگانی اور اس کے ساز وسامان کا بھی کچھ یہی حال سمجھو کہ وہ ایک دغا کی پونجی اور دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اس کی عارضی بہار سے انسان فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں مرنے کے بعد کام نہیں آئیں گی۔ وہاں تو ایمان اور نیک عمل کی پُوچھ گچھ ہوگی۔ جو شخص انہیں دنیا سے لے گیا سمجھو کہ بیڑا پار ہے۔ آخرت کی نعمتوں کے علاوہ مالک کی خوشنودی اور رضامندی حاصل ہوگی۔ لیکن جو ایمان و عمل سے محروم رہا اور کفر ونافرمانی کا بوجھ لے کر پہنچا اس کے لیے سخت دردناک عذاب ہے۔ البتہ جس نے ایمان کے ساتھ کچھ عملی کوتاہیاں بھی شامل کر لیں۔ اس کے لیے جلد یا بدیر دھکے کھا کر معافی ہے۔ وہ دنیا کا خلاصہ تھا اور یہ آخرت کا ہوا۔ غرض دنیا کے سامان عیش وطرب میں پڑ کر آدمی کو آخرت سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

سابقوا الخ دراصل ایمان وعمل حصول جنت کے اسباب ہیں لیکن حقیقت میں جنت ملتی ہے اللہ کے فضل ورحمت سے۔ اس کا فضل نہ ہو تو جنت تو بجائے خود جہنم سے چھٹنا بھی مشکل ہے۔ کسی اہل دل نے سچ کہا ہے "وہ فضل کرے تو چھٹیاں، عدل کرے تو لٹیاں" اس لیے اعمال پر کسی کو غرہ اور ناز نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ نے اپنی رحمت سے مشیت کا تعلق عمل سے کر دیا۔ اللہ اگر چاہتا تو یہ تعلق نہ کرتا۔ لان القدرۃ تتعلق بالضدین۔

ما اصاب الخ مصیبتیں داخلی ہوں یا خارجی سب مقدر ہیں۔ بیماریاں وغیرہ جو انسان کو پیش آتی ہیں یا قحط زلزلہ، ژالہ باری وغیرہ آفتیں جو ملک میں رونما ہوتی ہیں۔ وہ سب اللہ کے علم قدیم سے طے شدہ ہیں اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں۔ ایک ذرہ بھر کم وبیش یا پس وپیش نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا علم چونکہ ذاتی ہے کچھ محنت سے

Marfat.com

حاصل کرنا نہیں پڑا۔ اس لیے اس میں کسی دشواری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اپنے علم محیط کے مطابق واقعات سے پہلے لوح محفوظ میں کر دینا اس کے لیے کیا مشکل ہے۔

مایوسی اور ناز دونوں بے جا ہیں۔

لکیلا تاسوا۔ یعنی تمہیں اس سے اس لیے آگاہ کر دیا کہ تم سمجھ جاؤ کہ جو بھلائی مقدر ہے وہ ضرور پہنچ کر رہے گی اور جو مقدر نہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتی۔ اللہ کے علم کے مطابق جو ٹھہر چکا ہے وہی ہو کر رہے گا۔ لہٰذا جو فائدہ کی چیز ہاتھ نہ لگے اس پر غمگین اور مضطرب نہیں ہونا چاہیئے اور جو قسمت سے ہاتھ لگ جائے اس پر اترانا، اکڑنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ مصیبت و ناکامی کے وقت صبر و تسلیم سے کام لو اور راحت و کامیابی کے وقت شکر و تحمید کو شعار بناؤ۔ البتہ مصیبت پر طبعی رنج و حزن کا اور نعمت پر طبعی مسرت کا مضائقہ نہیں۔

غرضکہ مصائب و تکالیف، اسی طرح عیش و عشرت میں گھر کر حد اعتدال سے نہ بڑھے۔ خصوصاً مال و دولت، کے نشہ میں بالکل بدمست نہ ہو جائے۔ کیونکہ اکثر مال داروں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ بڑائی اور شیخی تو بہت ماریں گے مگر خرچ کرنے کے نام پر پیسہ جیب سے نہ نکلے گا۔ کسی اچھے کام میں خود دینے کی توفیق نہ ہوگی اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی یہی سبق پڑھائیں گے۔

البتہ موقع پر خرچ کر ڈالنا ان باہمت اور باتوکل لوگوں کا کام ہے جو پیسہ سے محبت نہیں کرتے اور جانتے ہیں کہ نہ سختی سب اسی مالک کی طرف سے ہے۔

ظاہر ہے کہ کسی کے خرچ کرتے نہ کرنے سے اللہ کا کیا فائدہ یا نقصان؟ وہ تو بے نیاز اور بے پرواہ ذات ہے۔ ساری خوبیاں اسی کی ذات میں جمع ہیں۔ تمہارے کسی فعل سے نہ اس میں کسی خوبی کا اضافہ ہوتا ہے اور نہ کمی۔ جو کچھ نفع نقصان ہے وہ خود تمہارا ہے خرچ کرو گے تو فائدہ اٹھاؤ گے، نہیں کرو گے تو پچھتاؤ گے۔

کتاب کے ساتھ اللہ نے ترازو اور لوہا ہی اتارا۔

لقد ارسلنا۔ یعنی اللہ نے کتاب اس لیے اتاری کہ لوگ عقائد، اخلاق، اعمال میں سیدھے انصاف کی راہ چلیں۔ افراط تفریط کے راستہ پر قدم نہ ڈالیں اور ترازو اس لیے پیدا کی۔ کہ خرید و فروخت، لین دین اور حقوق و معاملات میں انصاف کا پلہ کسی طرف اٹھا یا جھکا نہ رہے اور ممکن ہے ترازو سے مراد شریعت ہو جو تمام اخلاق قلبیہ اور قالبیہ کے حسن و قبح کو ٹھیک جانچ تول کر بتلا دیتی ہے۔

وانزلنا الحدید۔ لوہے کو اللہ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ زمین میں کانیں رکھ دیں۔ آج اسٹیل اور لوہا دنیا کی طاقت اور ترقی کا سرچشمہ ہے۔ مصنوعات سے لے کر سامان حرب تک سب کچھ اس سے تیار ہوتا ہے۔ جو لوگ آسمانی کتابوں سے درست نہ ہوں اور انصاف کی ترازو کو دنیا میں سیدھا نہ رکھیں ایسے ظالم، لٹیرے سرکشوں

marfat.com
Marfat.com

کو راہِ راست پر لانے کے لیے اور خالص دینی جہاد کی مہم سر کرنے کے لیے لوہے کی تلواروں سے کام لینا پڑے گا۔

اس وقت یہ واضح ہو جائے گا کہ کون اللہ کے وفادار بندے ہیں جو اُن دیکھے خدا اور آخرت کے غائبانہ اجر و ثواب پر یقین کر کے اس کے دین اور رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور یہ جہاد کی تعلیم و ترغیب اس لیے نہیں کہ اللہ کچھ تمہاری مدد کا محتاج ہے۔ اس زبردست، طاقتور ذات کو ایک کمزور مخلوق کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ البتہ اس میں تمہاری وفاداری کا امتحان کرنا ہے تاکہ پورا اُترنے پر اعلیٰ مقامات سے ہم کنار ہوں۔

اسلام نری رہبانیت سے روکتا ہے۔

ثم قفینا علی اٰثارھم۔ پچھلے پیغمبر اگلے پیغمبروں کے نقشِ قدم پر چلے۔ کیونکہ اصولی حیثیت سے سب کی تعلیم ایک تھی۔ پھر آخر میں انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰؑ کو انجیل مقدس دے کر بھیجا گیا۔ ان کے حواری اور صحابی تو واقعی ان کے طریقہ پر چلتے رہے۔ ان کے دلوں میں اللہ نے نرمی رکھی تھی۔ وہ لوگوں کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے رہے۔ مگر آگے چل کر بے دین بادشاہوں سے تنگ آ کر اور ادھر دنیا کے مخمصوں سے گھبرا کر رہبانیت کی راہ لی۔ اور شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں، پہاڑوں کی سکونت اختیار کر لی۔ حالانکہ اللہ نے ان کو ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ مگر اُن کی نیت بخیر تھی۔ تاہم اس خود ساختہ طریقہ کو نباہ نہ سکے۔

بلاشبہ تارک الدنیا ہونا مستحسن ہے۔ مگر متروک الدنیا بن جانا کوئی نیکی نہیں ہے۔ اختیاری فقر یقیناً اہل عزیمت کا شیوہ رہا ہے۔ مگر فقرِ اضطراری تباہی و ہلاکت کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ اللہ کا حکم کبھی نہیں رہا کہ اس طرح دنیا چھوڑ کر بیٹھ رہیں اور حقوق ترک کر کے مصروفِ عبادت ہو جائیں۔ تاہم عیسائی راہبوں نے جب ترکِ دنیا کا نام اپنے اُوپر رکھا۔ پھر اس پر وہ میں دنیا کمانا بڑا کمال ہے۔ یہ رہبانیت بدعت، لغوی تھی بدعتِ شرعیہ نہیں تھی۔ چونکہ کسی شریعت کے اہلِ حق بھی اہلِ بدعت نہیں ہوتے۔ چنانچہ آیت میں اس بدعت پر نہیں۔ بلکہ اس کی رعایت نہ کرنے پر ملامت ہو رہی ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ بدعتِ شرعیہ نہیں تھی اور ایسی رہبانیت سے شریعتِ اسلامیہ میں بھی ممانعت نہیں ہے

چنانچہ آیت لا تحرموا طیبات سائدہ پارہ کی تفسیر میں دونوں قسم کی رہبانیت کا ذکر گزر چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حلال چیزوں کو قربت کے اعتقاد سے چھوڑ دینا بدعت و رہبانیت ممنوعہ ہے اور بغیر اس اعتقاد کے کسی مصلحت کے پیشِ نظر جائز ہے۔

بدعات و رسوم میں فرق ہے

اسلام نے فطری اعتدال سے ہٹ کر رہبانیت کی اجازت نہیں دی تاہم اس جذبۂ رہبانیت کو پورا کرنے کے

Marfat.com

لیے جہاد فی سبیل اللہ رکھا ہے۔ ایک مجاہد سب حظوظ ولذات سے واقعی الگ ہو کر اللہ کے راستہ میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔

بدعت ایسے کام کو کہتے ہیں جس کی اصل کتاب وسنت اور صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے دور میں نہ ہو اور اس کو دین وثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔ اہل حق اور اہل اللہ میں سے اگر کسی سے ایسا کوئی فعل سرزد ہو جائے تو سابقہ تفصیل کی روشنی میں خود ان سے بدگمان نہیں ہونا چاہیئے۔ ممکن ہے وہ صورۃً رہبانیت ہو حقیقۃً نہ ہو۔ بدعت کا تعلق چونکہ فساد اعتقاد سے ہے۔ اس لیے بہت بچنا چاہیئے برخلاف رسوم کے ان کا تعلق فساد عمل سے ہے اس لیے ان سے بھی احتراز ہونا چاہیئے۔ البتہ رسوم کا معاملہ بدعات سے کم ہے۔

اکثر مطلق رہبانیت ناجائز صورت پر بولی جاتی ہے اور بعض روایات سے مطلق رہبانیت کی ممانعت اسی اصطلاح کے مطابق ہوتی ہے۔ البتہ بعض روایات میں خاص اسلام سے جو رہبانیت کی نفی معلوم ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلی شریعتوں میں وہ جائز تھی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ پچھلے مذہبی لوگوں میں وہ زیادہ پائی جاتی تھی مسلمانوں میں ان کے متمدن مذہب کی وجہ سے کم ہو گئی۔

خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ عیسائیوں کی دو قسمیں ہیں۔ متبع یعنی مومن اور غیر متبع۔ پھر متبعین کی دو قسمیں ہوئیں راہب اور غیر راہب۔ پھر راہب بھی دو طرح کے ہو گئے۔ راہب مراعی، راہب غیر مراعی۔ پس اس آیت میں متبعین کا اور ان میں سے مترہبین کا اور ان میں سے مراعین کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور دوسری قسم کا حکم ان کے احکام کی علتوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ غیر متبعین کا کافر ہونا اور اسی طرح غیر مراعین کا کافر ہونا خواہ وہ راہب ہوں یا غیر راہب اسی طرح مراعین کا گو وہ راہب نہ ہوں مومن ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اہلِ کتاب ایمان لائیں تو دُوہرا ثواب۔

یا ایھا الذین اٰمنوا۔ یعنی پیغمبر آخر الزمان کی پیروی کر کے نعمتوں کے مستحق بنو۔ پچھلی خطاؤں کی معافی اور ہر ہر عمل پر دوہرا ثواب لو۔ یہ ایسی روشنی ہے کہ جس سے تمہارا وجود منور ہو جائے گا اور آخرت میں بھی نور تمہارے آگے اور داہنی طرف چلے گا۔ روایات میں جن تین آدمیوں کو دوہرے ثواب کی بشارت دی گئی ہے ان میں مسلمان ہونے والے اہل کتاب بھی ہیں۔ اہل کتاب اگر آنحضرتؐ کی خبر سن کر اول انکار کر دے پھر ایمان لے آئے تو چونکہ انکار کی وجہ سے کافر ہو گیا۔ اس لیے اس کے اور اعمال مستحق ثواب نہیں رہے۔ پھر اس کو دوہرے اجر کا مستحق کیسے کہا جائے؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ کافر جب پھر مسلمان ہو جاتا ہے تو پھر اس کی کالعدم نیکیوں پر پھر بدستور ثواب مرتب ہو جاتا ہے وہ اکہرا ہو یا دوہرا۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ اہل کتاب چونکہ پہلے انبیاءؑ کے ساتھ آنحضرتؐ پر بھی ایمان لاتا ہے اس لیے دوہرے اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے مشرک وکافر بھی جب مسلمان ہوتے ہیں تو آنحضرتؐ اور دوسرے تمام انبیاءؑ

Marfat.com

پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر دونوں میں کیا فرق رہا۔ کتابی کی طرح غیر کتابی کو بھی مسلمان ہونے پر دوہرا اجر ملنا چاہیئے۔

جواب یہ ہے کہ بلاشبہ مسلمان ہو جانے کے بعد تو ان دونوں میں فرق نہیں رہتا۔ مگر اسلام لانے سے پہلے کتابی کسی نبی پر ایمان رکھتا تھا اور غیر کتابی اس سے محروم تھا اس لیے دونوں میں فرق کیا گیا۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ بلحاظ کیفیت غیر کتابی ثواب میں کتابی سے بڑھ جائے اور چونکہ اس کتابی کے مسلمان ہونے کے بعد پہلے ایمان کا بھی اعتبار ہو گیا۔ اس لیے اس کو یا ایھا الذین اٰمنوا سے خطاب کیا گیا۔ ورنہ اسلام نہ لانے کی صورت میں پہلا ایمان بھی کالعدم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ لئلا یعلم اھل الکتاب میں ایسے لوگوں کو صرف کتابی کہا گیا مومن نہیں کہا گیا۔ یعنی ایسے اہل کتاب پچھلے پیغمبروں کے احوال سُن کر پچھتاتے ہیں کہ افسوس ہم ان سے دور پڑ گئے۔ ہمیں نبیوں کی صحبت اور اس کی برکات سے محرومی ہو گئی۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ نے تمہیں تو ایسا رسول دیا ہے کہ اس کی صحبت میں پہلے سے دوگنا کمال حاصل ہو سکتا ہے، بزرگی مل سکتی ہے۔ اللہ کا فضل بند نہیں ہو گیا۔ لیکن اکثر سلف سے اس کی تفسیر یہ منقول ہے کہ وہ اہل کتاب جو ایمان نہیں لائے۔ وہ اللہ کے فضل پر دسترس نہیں رکھتے۔ یہ فضل صرف اللہ کے ہاتھ ہے جس پر وہ چاہے کر دے۔

مثلاً جو کتابی آپ پر ایمان لے آئے ان پر یہ فضل کر دیا کہ انہیں دوہرا ثواب ملتا ہے اور خطائیں معاف ہوتی ہیں آخرت میں روشنی عطا ہوتی ہے اور جو ایمان نہیں لاتے وہ ان انعامات سے بھی محروم ہیں۔

لطائف سلوک

اعلموا۔ اس میں دنیا سے زہد و بے رغبتی صراحۃً مذکور ہے۔

لکیلا تاسوا۔ اس میں تقدیر کو یاد کرنے سے حزن کا علاج ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ تقدیری فیصلہ ہماری مصلحت یقینی ہے۔ اگرچہ وہ تفصیلاً ہمیں معلوم نہ ہوں۔

روح المعانی میں ہے۔ والمراد نفی الحزن المخرج الی ما یذھل صاحبہ عن الصبر والتسلیم لامر اللہ ورجاء ثواب الصابرین ونفی الفرح العطفی الملھی عن الشکر واما الحزن الذی لا یکاد الانسان یخلوا منہ مع الاستسلام والسرور بنعمۃ اللہ والاعتداد بھا مع الشکر فلا باس بھما۔ عن ابن عباس انہ قال فی الآیۃ لیس احد الا وھو یحزن ویفرح ولکن من اصابتہ مصیبۃ جعلھا صبرا ومن اصابہ خیر جعلہ شکرا۔

ورھبانیۃ۔ جس رہبانیت کو اہل کتاب نے رضائے الٰہی کے لیے اختیار کیا تھا۔ اس پر ان کی مذمت نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کی رعایت نہ کرنے پر مذمت فرمائی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اوراد و نوافل کا پابند اور عادی ہو جائے تو اس کو چھوڑنا پسندیدہ نہیں ہے اور اس میں تمام اعمال و احوال محمودہ کی رعایت آگئی۔ ان میں خلل ڈالنا نہیں چاہیئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ پارہ قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ کی تفسیر مکمل ہوئی

ناشر۔ عتیق اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

Marfat.com

بہارِ بوستان

جاوید شاہ

شرح * اُردو "بوستان"

مصنف :- شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی ؒ

شارح :- مولانا فضل الرحمٰن، دھرمکوٹ

مکتبہ شرکت علمیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ○ ملتان

marfat.com

Marfat.com


حسبنا اللہ ونعم الوکیل
گلستان
مصنف
شیخ مصلح الدین سعدی
شارح
مولانا ظہیر احمد صاحب
مکتبہ شرکت علمیہ
فون نمبر ۳۲۳۰۹
بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

Marfat.com

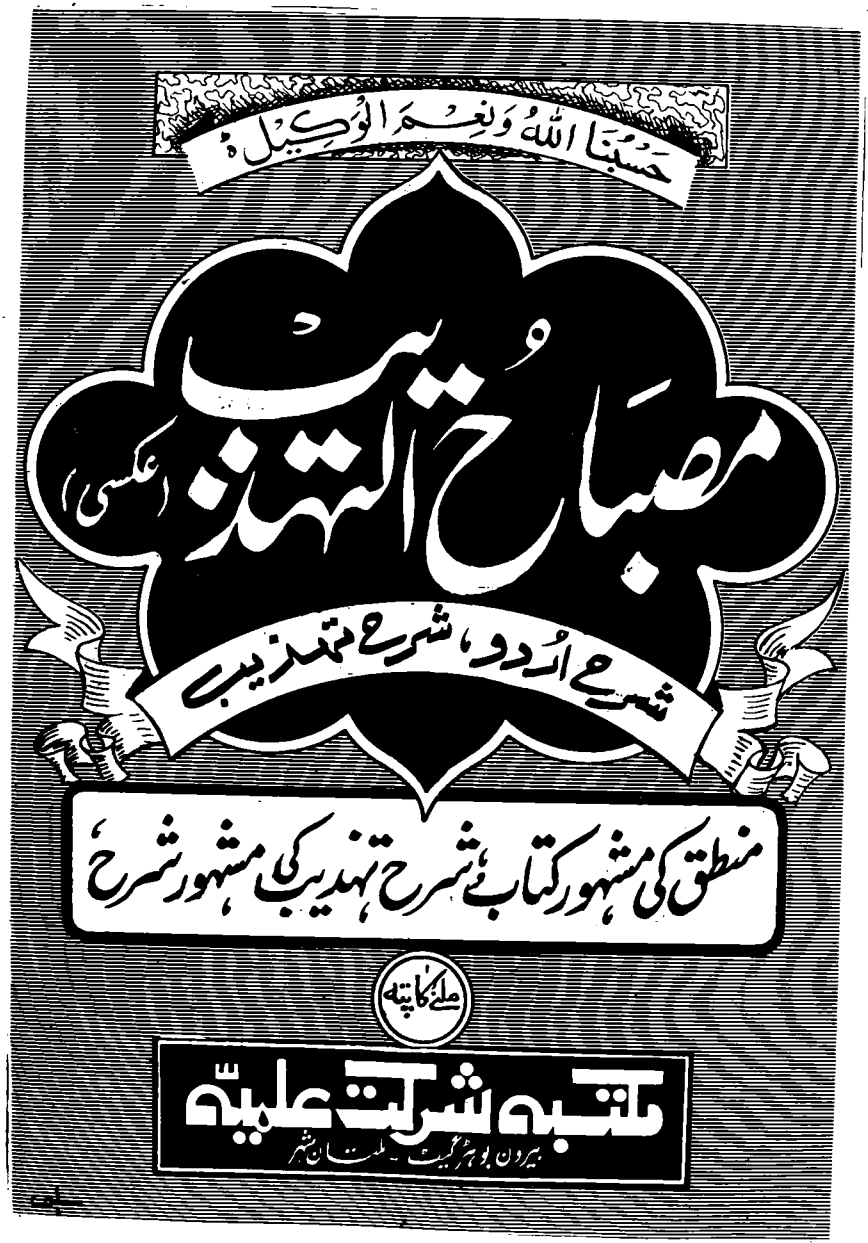
حسبنا اللہ ونعم الوکیل
مصباح التہذیب
(عکسی)
شرح اردو، شرح تہذیب
منطق کی مشہور کتاب شرح تہذیب کی مشہور شرح
ملنے کا پتہ
مکتبہ شرکت علمیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

Marfat.com

قال ربنا العلی العلیم

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ

کمالین

شرح اردو

جلالین

(شریف)

تفسیر

علامہ جلال الدین محلیؒ - و- علامہ جلال الدین سیوطیؒ

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

قد سمع اللہ (۲۸)

مکتبہ شرکت علمیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

Marfat.com

فہرست مضامین پارہ نمبر ۲۸

عنوان	صفحہ
سورۂ مجادلہ کا ترجمہ	۶
ظہار کسے کہتے ہیں۔	۱۴
احکامِ ظہار	〃
کفارۂ ظہار میں سرزنش کا پہلو	۱۵
آدابِ مجلس اور معاشرتی اصلاح	〃
مشورہ اور ارکانِ شوریٰ	۱۶
غیر مسلم کے سلام کا جواب	〃
سرگوشی کے حدود۔	۱۷
اہلِ مجلس کی رعایت	۱۷
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی گفتگو اور اس سے پہلے خیرات کے مصالح۔	۱۸
سورۂ حشر کا ترجمہ	۲۴
قیاس واعتبار کسے کہتے ہیں؟	۳۰
جہاد میں دشمن کے مال کو کیوں تلف کیا جاتا ہے۔	〃
مالِ فے اور غنیمت میں فرق ہے	۳۱
فے اور غنیمت کے احکام	〃
مسلمانوں کا امام حاکمانہ اختیارات رکھتا ہے نہ کہ مالکانہ۔	〃
حنفیہ کا مسلک	۳۲
تفسیراتِ احمدیہ کی تحقیق انیق	〃

عنوان	صفحہ
فاروق اعظمؓ کی رائے	۳۳
حاصل کلام	۳۴
آزمائش کے وقت منافقین کا پول کھل گیا۔	۳۹
مسلمانوں میں اختلاف کے باوجود مرکزی وحدت ہے جو کفار میں نہیں ہے۔	〃
سورۂ ممتحنہ کا ترجمہ	۴۲
ابراہیمؑ کے بہترین نمونہ ہونے کا مطلب۔	۴۷
مسلمانوں کا فتنہ بننا۔	۴۸
امن پسند کفار سے رواداری برتنی چاہیے۔	۵۷
اسلام عورتوں، بچوں، کمزوروں سے حد درجہ رعایت کرتا ہے۔	〃
شبہ کا جواب	〃
قتلِ اولاد اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا	۵۹
سورۂ صف کا ترجمہ	۶۲
محض باتیں بنانا اور عمل سے جی چرانا کوئی وزن نہیں رکھتا۔	۶۶
حضرت عیسیٰؑ کی متعلقیات اور آنحضرتؐ کے متعلق بشارت۔	〃
تمام انبیاءؑ نے آنحضرتؐ کی بشارت سنائی	۶۷
سب سے بڑے ظالم	〃
سورۂ جمعہ کا ترجمہ	۷۰

marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ
خاتم النبیینؐ اور امام اعظمؒ کے متعلق پیشین گوئی۔	۷۷
علامتِ ولایت	۷۸
نشانِ عداوت	〃
اذان وجمعہ کا حکم	۷۹
سورۂ منافقون کا ترجمہ	۸۱
جھوٹی قسموں کو آڑ بنانا	۸۴
منافق پرلے درجے کا بزدل ہوتا ہے	۸۵
حقیقی عزت کا مالک	〃
اللہ کے لیے مال خرچ کرنے سے اللہ کا نہیں انسان کا فائدہ ہے۔	۸۶
سورۂ تغابن کا ترجمہ	۸۸

عنوان	صفحہ
انسان عالمِ صغیر اور خلاصۂ کائنات ہے۔	۹۲
قناعت ہی سب سے بڑی دولت اور سلطنت ہے۔	۹۳
سورۂ طلاق کا ترجمہ	۹۶
احکامِ طلاق وعدت	۱۰۸
مذکورہ احکام کی علت	۱۱۰
زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات ہیں۔	〃
سورہ تحریم کا ترجمہ	۱۱۳
قسم کا حکم۔	۱۲۲
آنحضرتؐ کی مروّت	〃
گھریلو نازک پیچیدگیاں	۱۲۳
نادر تحقیق	۱۲۴
انسان کا اپنا عمل اصل چیز ہے اور نسبتاً بعد کی چیز ہے	۱۲۵
اچھی بری عورتیں اپنے اعمال پر نظر رکھیں۔	〃

Marfat.com

سُوْرَةُ الْمُجَادِلَةِ مَدَنِيَّةٌ ثِنْتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ تُرَاجِعُكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ فِيْ زَوْجِهَا الْمُظَاهِرُ
مِنْهَا وَكَانَ قَالَ لَهَا اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ وَقَدْ سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ
فَاَجَابَهَا بِاَنَّهَا حَرُمَتْ عَلَيْهِ عَلٰى مَا هُوَ الْمَعْهُوْدُ عِنْدَهُمْ مِنْ اَنَّ الظِّهَارَ مُوْجِبُ فُرْقَةٍ بَتَّةٍ
مُؤَبَّدَةٍ وَهِيَ خَوْلَةُ بِنْتُ ثَعْلَبَةَ وَهُوَ اَوْسُ بْنُ الصَّامِتِ وَتَشْتَكِيْ اِلَى اللّٰهِ وَحْدَتَهَا
وَفَاقَتَهَا وَصِبْيَةً صِغَارًا اِنْ ضَمَمْتَهُمْ اِلَيْهِ ضَاعُوْا وَاِلَيْهَا جَاعُوْا وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا
تَرَاجُعَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ○ عَالِمٌ الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ اَصْلُهُ يَتَظَهَّرُوْنَ اُدْغِمَتِ التَّاءُ
فِي الظَّاءِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِاَلِفٍ بَيْنَ الظَّاءِ وَالْهَاءِ الْخَفِيْفَةِ وَفِيْ اُخْرٰى يُقَاتِلُوْنَ وَالْمَوْضِعُ الثَّانِيْ
كَذٰلِكَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا اللّٰٓئِيْ بِهَمْزَةٍ وَيَاءٍ وَبِلَا يَاءٍ
وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا كَذِبًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○
لِلْمَظَاهِرِ بِالْكَفَّارَةِ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا اَيْ فِيْهِ بِاَنْ
يُخَالِفُوْهُ بِاِمْسَاكِ الْمُظَاهِرِ مِنْهَا الَّذِيْ هُوَ خِلَافُ مَقْصُوْدِ الظِّهَارِ مِنْ وَصْفِ الْمَرْاَةِ
بِالتَّحْرِيْمِ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ اَيْ اِعْتَاقُهَا عَلَيْهِ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا بِالْوَطْءِ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ
بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ رَقَبَةً فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ
اَنْ يَّتَمَاسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ اَيِ الصِّيَامَ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا عَلَيْهِ اَيْ مِنْ قَبْلِ اَنْ
يَّتَمَاسَّا حَمْلًا لِلْمُطْلَقِ عَلَى الْمُقَيَّدِ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ مُدٌّ مِّنْ غَالِبِ قُوْتِ الْبَلَدِ ذٰلِكَ اَيِ التَّخْفِيْفُ
فِي الْكَفَّارَةِ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ اَيِ الْاَحْكَامُ الْمَذْكُوْرَةُ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

Marfat.com

بِهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ مُوْلِمٌ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادُّوْنَ يُخَالِفُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا اُذِلُّوْا كَمَا
كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فِيْ مُخَالَفَتِهِمْ رُسُلَهُمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ دَالَّةٍ عَلٰى صِدْقِ
الرَّسُوْلِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ بِالْاٰيٰتِ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ذُوْ اِهَانَةٍ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ
بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَمْ تَرَ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ بِعِلْمِهٖ وَلَا خَمْسَةٍ
اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَمَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ تَنْظُرْ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ
يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۚ هُمُ الْيَهُوْدُ
نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ مِنْ تَنَاجِيْهِمْ اَيْ تُحَدِّثُهُمْ سِرًّا نَاظِرِيْنَ
اِلَى الْمُؤْمِنِيْنَ لِيُوْقِعُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرِّيْبَةَ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ
وَهُوَ قَوْلُهُمْ اَلسَّامُ عَلَيْكَ اَيِ الْمَوْتُ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا هَلَّا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ
مِنَ التَّحِيَّةِ وَاِنَّهٗ لَيْسَ بِنَبِيٍّ اِنْ كَانَ نَبِيًّا حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ هِيَ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا
بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى بِالْاِثْمِ وَنَحْوِهٖ مِنَ
الشَّيْطٰنِ بِغُرُوْرِهٖ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ هُوَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـــًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ اَيْ اِرَادَتِهٖ
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا تَوَسَّعُوْا فِي
الْمَجٰلِسِ مَجْلِسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوِ الذِّكْرِ حَتّٰى يَجْلِسَ مَنْ جَاءَكُمْ وَفِيْ قِرَاءَةٍ الْمَجَالِسِ
فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ فِي الْجَنَّةِ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا قُوْمُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْخَيْرَاتِ

Marfat.com

فَانْشُزُوْا وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِضَمِّ الشِّیْنِ فِیْهِمَا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ بِالطَّاعَةِ فِیْ ذٰلِكَ وَ
یَرْفَعُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۚ فِی الْجَنَّةِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا
اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ اَرَدْتُّمْ مُنَاجَاتَهٗ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ قَبْلَهَا صَدَقَةً ۚ ذٰلِكَ
خَیْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۚ لِذُنُوْبِكُمْ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تَتَصَدَّقُوْنَ بِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ لِّمُنَاجَاتِكُمْ
رَّحِیْمٌ ۝ بِكُمْ یَعْنِیْ فَلَا عَلَیْكُمْ فِی الْمُنَاجَاةِ مِنْ غَیْرِ صَدَقَةٍ ثُمَّ نُسِخَ ذٰلِكَ بِقَوْلِهٖۤ اَاَشْفَقْتُمْ
بِتَحْقِیْقِ الْهَمْزَتَیْنِ وَاِبْدَالِ الثَّانِیَةِ اَلِفًا وَتَسْهِیْلِهَا وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَیْنَ الْمُسَهَّلَةِ وَالْاُخْرٰی وَ
تَرْكِهٖ اَیْ اَخِفْتُمْ مِنْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۚ لِلْفَقْرِ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوا الصَّدَقَةَ
وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ رَجَعَ بِكُمْ عَنْهَا فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَیْ
دُوْمُوْا عَلٰی ذٰلِكَ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۲

سورۂ مجادلہ مدنیہ ہے جس میں ۲۲ آیتیں ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سُن لی جو آپ سے جھگڑ رہی تھی (اے پیغمبر! آپ سے بار بار عرض کر رہی تھی) اپنے شوہر کے معاملے میں (جس نے اس سے ظہار کرتے ہوئے انت علی کظھر امی کہہ دیا) اس پر عورت نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے خاوند پر حرام ہو گئی ہے۔ جیسا کہ پہلے سے ان کا یہی دستور چلا آ رہا تھا کہ ظہار سے بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ عورت خولہ بنت ثعلبہ تھی اور شوہر اوس بن صامت) اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی تھی (اپنی تنہائی اور فاقہ اور کمسن بچوں کی کہ اگر شوہر کے پاس رہے تو ضائع ہو جائیں گے اور اس کے پاس رہے تو بھوکے مر جائیں گے) اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو (بار بار کی بات چیت) سُن رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا، سب کچھ دیکھنے والا (جاننے والا) ہے۔ جو لوگ ظہار کرتے ہیں (یظھرون) اصل میں یتظھرون تھا۔ تا کو ظا میں ادغام کر دیا گیا۔ اور ایک قراءت میں ظا اور ھا اور خفیفہ کے درمیان الف کے ساتھ ہے اور دوسری قراءت یقاتلون کے وزن پر ہے اور دوسری جگہ بھی یہی تفصیل ہے) تم میں سے اپنی بیویوں سے وہ ان کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو بس وہی ہیں (اللائی ہمزہ اور یا کے ساتھ اور بغیر یا کے ہے) جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ اور وہ لوگ (ظہار کے ذریعہ) بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ (غلط) بات کہتے ہیں۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دینے والے بخش دینے والے ہیں (ظہار کرنے والے کو کفارہ کے ذریعہ) اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں۔ پھر اپنی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں۔ (ظہار کے خلاف کرنا چاہتے

Marfat.com

ہیں اس طرح ظہار کی ہوئی بیوی کو روک کر، جو ظہار کے مقصد کے خلاف ہے۔ یعنی بیوی کا حرام ہو جانا) تو ان کے ذمہ ایک غلام یا باندی کا آزاد کرنا ہے (یعنی غلام آزاد کرنا خاوند کے ذمہ ہے) اس سے پہلے کہ دونوں باہم وجماع کر کے) اختلاط کریں۔ اس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ پھر جس کو (غلام یا باندی) میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ پیاپے دو مہینہ کے روزے ہیں اس سے پہلے کہ باہم اختلاط کریں پھر جس سے یہ (روزے) بھی نہ ہو سکیں تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے (یعنی جماع سے پہلے، مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے۔ ہر مسکین کو، شہر کی زیادہ رائج غذا ایک مُد دے کر) یہ کفارہ میں سہولت) اس لیے ہے کہ اللہ و رسول پر تم ایمان لے آؤ اور یہ (مذکورہ احکام) اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک (تکلیف دہ) عذاب ہوگا۔ جو لوگ اللہ و رسول کی مخالفت (خلاف ورزی) کرتے ہیں وہ ایسے ذلیل (رسوا) ہوں گے جیسے ان سے پہلے (پیغمبروں کی مخالفت کر کے) ذلیل ہوئے ہیں۔ اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کیے ہیں (پیغمبر کے سچے ہونے پر) اور (احکام کے) انکار کرنے والوں کو ذلت (رسوائی) کا عذاب ہوگا۔ جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ جلائے گا۔ پھر ان کا سب کیا ہوا ان کو جتلائے گا۔ جو اللہ نے محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔ کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی۔ (آپ کو معلوم نہیں) کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو۔ اور نہ پانچ کی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ۔ مگر وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ لوگ کہیں بھی ہوں۔ پھر ان کو قیامت کے روز ان کے کیے ہوئے کام بتلادے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے۔ کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی۔ جن کو سرگوشی سے منع کیا گیا ہے۔ پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کر دیا گیا تھا۔ اور گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں (یعنی یہود جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سرگوشیوں سے منع کر دیا تھا۔ یہ یہود آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے۔ مسلمانوں کو دکھلا کر تاکہ مسلمان وساوس میں گھرے رہیں) اور جب آپ کے پاس (اے پیغمبر) یہ لوگ آتے ہیں تو ایسے لفظ سے سلام کرتے ہیں۔ جس سے آپ کو اللہ نے سلام نہیں فرمایا (یعنی کہتے ہیں السام علیک بمعنی موت) اور اپنے جی میں کہتے ہیں اللہ نے ہمارے اس کہنے پر کیوں سزا نہیں دی (اس طرح سلام کرتے پر، اگر یہ نبی ہوتے۔ معلوم ہوا کہ یہ نبی نہیں ہیں) ان کے لیے جہنم کافی ہے۔ یہ لوگ اس میں داخل ہوں گے۔ سو وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرو اور اللہ سے ڈرو۔ جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے ایسی (گناہ وغیرہ کی) سرگوشیاں محض شیطان (کے فریب) کی وجہ سے ہیں تاکہ مسلمانوں کے دل میں رنج نہ ڈالے۔ حالانکہ وہ بدوں اللہ کے ارادہ کے ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے۔ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو (وسیع کر دو)۔ (آنحضرت کی مجلس یا مجلس ذکر مراد ہے تاکہ آنے والے

Marfat.com

کے لیے گنجائش ہو جائے۔ ایک قراءت میں مجالس آیا ہے) تو تم جگہ کھول دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں (جنت میں کھلی جگہ دے گا اور جب یہ کہا جائے کہ اُٹھ کھڑے ہو (نماز وغیرہ اچھے کاموں کے لیے کھڑے ہو جاؤ) تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو (ایک قراءت میں دونوں جگہ ضمہ شین کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ (جنت میں) درجے بلند کرے گا۔ تم میں ایمان والوں کے (جو اس حکم کو ماننے والے ہیں) اور (بلند کرے گا) ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب اعمال کی پُوری خبر ہے۔ اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کیا کرو (اس کا ارادہ ہو) تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات کر دیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے (گناہوں سے) پھر اگر تمہیں (خیرات کی) سہولت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ (تمہاری سرگوشی کو) معاف کرنے والا۔ تم پر رحم کرنے والا ہے (یعنی بغیر خیرات سرگوشی کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ پھر یہ حکم اگلی آیت سے منسوخ ہو گیا) کیا تم ڈر گئے (دونوں ہمزاؤں کی تحقیق۔ اور دوسری ہمزہ کو الف سے بدل کر، اور دوسری ہمزہ کی الف کے ساتھ اور بغیر الف کے تسہیل) یہ ہے کہ یعنی گھبرا گئے، سرگوشی سے پہلے خیرات کرنے سے (غربت کی وجہ سے) سو جب تم (خیرات) نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی (یہ قانون واپس لے کر) تو تم نماز کے پابند رہو۔ اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ و رسول کا کہنا مانا کرو (یعنی ان احکام کی پابندی رکھا کرو) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

تحقیق و ترکیب

قد سمع اللہ بمعنی اجاب تجادلك مجادلہ کے معنی یہاں مجازاً مکالمہ کے ہیں یعنی بار بار کلام کرنا۔

الذین یظاھرون یقاتلون کے وزن پر عاصمؒ، ابو العالیہ حسینؒ کی قراءت ہے۔

من نساءھم۔ اس سے مراد بیوی ہے۔ چنانچہ بقول صاحب ہدایہ باندی سے ظہار نہیں ہوتا۔ نیز نساء کی اضافت ضمیر کی طرف ہے یعنی اپنی بیوی۔ چنانچہ کسی عورت سے اگر اس کی اجازت کے بغیر کسی نے نکاح کر لیا اور پھر اس بیوی سے ظہار کیا۔ ظہار کے بعد اس منکوحہ نے نکاح کی اجازت دی تو اس صورت میں ظہار نہیں ہوگا۔ کیونکہ اجازت دینے سے پہلے یہ اس کی بیوی نہیں ہوئی تھی اس لیے ظہار بھی نہیں ہوگا۔

ما ھن امھاتھم۔ یعنی بیوی حقیقۃً ماں نہیں ہوتی۔ اس لیے حقیقی ماں سے حرام ہونے میں تشبیہ بھی دینی نہیں چاہیئے۔ الا یہ کہ شرعاً اجازت ہے جیسے رضاعی ماں کہنا یا امہات المومنین ازواج مطہرات کو کہنا۔

منکراً من القول۔ یعنی شرعاً نامعقول بات ہے۔

زوراً۔ ناحق بات ہے اور یہ اس لیے کہ تشبیہ سے مقصود اگرچہ طلاق ہے اور وہ ناجائز و ناروا نہیں ہوتی۔ لیکن منکوحہ کو ایک ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو ہمیشہ کے لیے حرام ہو بُری بات سمجھی گئی اور جاہلیت کی یادگار ہے۔ اصول فقہ کی کتابوں میں اس موقعہ پر یہ اشکال نقل کیا گیا ہے کہ شوافع کے اصول پر، حرام چیز کسی مشروع کا سبب نہیں ہونی چاہیئے۔ حالانکہ ظہار کا منکر ہونا نص سے ثابت ہو رہا ہے۔ پھر یہ کفارہ جیسے شرعی حکم کا سبب کیسے بنا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

Marfat.com

ہماری گفتگو اس صورت میں ہے جب کہ سبب مشروع ہو اور حکم بھی مطلوب ہو اور پھر سبب کی ممانعت کی جائے تو اس صورت میں حکم مشروع ہوگا یا نہیں مثلاً خرید و فروخت شرعاً جائز ہے اور اس سے ملکیت مطلوب ہوتی ہے پس فاسد خرید و فروخت کی وجہ سے آیا ملکیت ثابت ہوگی یا نہیں لیکن کفارہ میں یہ صورت نہیں ہے کیونکہ وہ مطلوب نہیں ہے بلکہ ظہار پر سرزنش کرتے ہوئے مشروع ہوا ہے۔ اس لیے اس کا سبب ہی ممنوع ہونا چاہیئے جیسے قصاص کہ وہ قتل کی سزا ہے۔ اسی لیے قصاص کا سبب یعنی ابتدائی قتل حرام ہے۔

والذین یظاھرون۔ ظہار کی حقیقت یہ ہے کہ بیوی کو ماں کے یا اس کے کسی ایسے جزء کے ساتھ تشبیہ دینا جس کو بول کر ذات مراد لی جاتی ہے جیسے کہا جائے۔ انت علی کامی یا کظھراھی اور نیت حرام ہونے کی کی جائے تو بالاجماع ظہار ہو جائے گا۔ لیکن امام اعظمؒ اور امام مالکؒ نے ماں کے علاوہ دوسرے محرمات عورتوں کو بھی ماں پر قیاس کیا ہے جیسے بہن۔ خالہ۔ پھوپی وغیرہ اسی طرح رضاعی محرمات بھی اس میں داخل ہیں۔ امام شافعیؒ بھی ایک قول میں ہمارے شریک ہیں۔ اور دوسرے قول کے مطابق صرف ماں کے ساتھ ظہار خاص ہے۔ ظہار کا حکم یہ ہے کہ بیوی کفارہ ادا کرنے تک حرام رہے گی۔ اور اس کی حرمت چونکہ نص سے ثابت ہے۔ اس لیے اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جائے گا۔

ظہار کے الفاظ بول کر کوئی طلاق کی نیت کرے تو طلاق بائنہ ہو جائے گی اور کوئی تعظیم و تکریم کی نیت سے کہے تو تکریم ہی سمجھی جائے گی اور اگر بغیر نیت یہ الفاظ کہہ دے تو کوئی حکم مرتب نہیں ہوگا۔

ثم یعودون لما قالوا یعنی لنقض ما قالوا مضاف محذوف ہے۔ حاصل یہ ہے کہ شوہر اپنی بات کے برخلاف بیوی سے بیوی کے معاملات کرنا چاہے۔ لیکن عود کی صورت کیا ہوگی؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ حسنؒ کے نزدیک صرف ہمبستری کے ذریعہ عود کہلائے گا۔ امام مالکؒ کے نزدیک عزم جماع سے بھی عود ہو جائے گا۔ امام اعظم کے نزدیک دواعی جماع سے عود ہو جائے گا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک صرف بیوی رہنے دینے سے ہی عود ہو جائے گا۔ یعنی ظہار کے فوراً بعد اگر شوہر اس کو طلاق نہ دے تو عود ہو جائے گا۔ حنفیہ کی تائید ابن عباسؓ، حسنؒ، قتادہؒ کے اقوال سے بھی ہوتی ہے اور سفیان ثوری کے نزدیک عود کے معنی یہ ہیں کہ اسلام لانے کے بعد جاہلیت کے اس ظہار کو پھر دوہرائے۔ اور ظاہریہ کے نزدیک عود کے معنی بار بار ظہار کے الفاظ کو دوہرانے کے ہیں اور ابو مسلمؒ کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ شوہر اپنے کہنے پر حلف کرلے۔

فتحریر رقبۃ۔ یہاں سے کفارہ کی تین صورتوں کی تفصیل ہے۔ یہ مبتدا ہے اس کی خبر علیھم محذوف ہے یا بقول مفسرؒ اعتاقھا علیہ پھر یہ جملہ موصول کی خبر ہو جائے گا۔ اور فَا معنی شرط کی وجہ سے ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جماع اور دواعی جماع کی اجازت غلام، باندی آزاد کرنے سے پہلے نہیں ہے۔ تاہم کسی نے اگر ایسا کرلیا تو توبہ و استغفار کیا جائے کفارہ صرف ایک ہی دینا پڑے گا۔ خواہ بار بار جماع کرے اور اس حکم کی پابندی خاوند بیوی دونوں پر ہوگی۔ البتہ بعض علماء کے نزدیک کفارہ سے پہلے صرف جماع کی ممانعت ہے دواعی جماع کی ممانعت نہیں ہے۔ پھر غلام باندی عام ہیں۔ مسلمان ہو یا کافر چھوٹا ہو یا بڑا، گونگا ہو یا کانا، یا بہرا یا ایک ہاتھ اور دوسری جانب کی ٹانگ کٹی ہوئی ہو غرضیکہ جس

Marfat.com

غلام باندی کی منفعت باقی ہو اس کو آزاد کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مکاتب کو آزاد کرنا جس نے ابھی کچھ بدل کتابت ادا نہ کیا ہو یا اپنے آدھے غلام کو پہلے اور باقی کو بعد میں آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ البتہ بالکل غلام باندی جیسے نابینا، دیوانہ، دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا ایک ہی جانب کے ہاتھ پاؤں یا دونوں انگوٹھے کٹے ہوئے کو آزاد کرنا، یا مدبّر غلام یا اسی مکاتب کو آزاد کرنا جس نے کچھ بدل کتابت ادا کر دیا ہو یا مشترک غلام کے ایک حصہ کو پہلے اور بقیہ کو بعد میں آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا۔ یہ تمام تر تفصیل حنفیہ کے نزدیک رقبہ کے مطلق ہونے کی بنیاد پر ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ کے قتل پر قیاس کرتے ہوئے صرف مسلمان غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے۔ بلحاظِ ذات غلام صحیح سلامت ہو جو کارآمد ہو۔ ناقص اور عیب دار نا کافی ہوگا۔ فمن لم یجد فصیام یہ کفارہ کی دوسری صورت ہے۔ غلام باندی کے نہ پائے جانے کے معنیٰ میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ غلام باندی خواہ خدمت کے لیے ہوں یا اُن کی قیمت خواہ وہ اپنی ضروریات کے لیے ہو۔ ان دونوں کے نہ ہونے کی صورت میں روزوں کے ذریعہ کفارہ ادا کیا جائے گا۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک یہ دونوں چیزیں زائد از ضرورت نہ ہوں تب روزے رکھائے جائیں گے۔ البتہ حنفیہ کے نزدیک صرف غلام باندی کی موجودگی یا غیر موجودگی کا اعتبار کیا جائے گا قیمت پاس ہونے کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اگر غلام باندی موجود ہیں خواہ خدمتی ہیں تب انہی کو آزاد کیا جائے گا۔ ورنہ اگر ان کی قیمت ہو خواہ صرف سے زائد ہو بہر صورت روزوں کی اجازت ہوگی۔ چنانچہ کفارہ کی منتقلی، غریبوں کو کھانا کھلانے کی جانب یہ اس طرف مشیر ہے کہ کفارہ ظہار میں بعینہٖ غلام باندی کا اعتبار کیا گیا ہے ان کی قیمت کا نہیں۔ بہ خلاف کفارہ قتل کے اس میں یہ منتقلی نہیں ہے۔ اور دو ماہ کے روزے مسلسل ہونے ضروری ہیں۔ درمیان میں رمضان اور پانچ ممنوعہ دن بھی نہیں آنے چاہئیں۔ اسی طرح کسی عذر کی وجہ سے بھی اس تسلسل میں فرق نہیں آنا چاہیئے۔ ورنہ بلا عذر ناغہ کی صورت میں بالاجماع دو ماہ کے از سر نو روزے رکھنے پڑیں گے۔ اور حنفیہؒ کے نزدیک عذر کی وجہ سے بھی ناغہ ہونے سے سابقہ روزے کالعدم ہو جائیں گے۔ یہاں بھی روزے جماع اور وداعی جماع سے پہلے مکمل کرنے ضروری ہوں گے۔ اور بعض کے نزدیک صرف جماع سے پہلے روزے رکھنے ضروری ہیں۔ اسی طرح حنفیہ، مالکیہ کے نزدیک دن ورات دونوں میں بیوی سے بچنا ضروری ہوگا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک روزوں کے درمیان رات کو جماع کرنے سے روزوں کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن نص کا اطلاق حنفیہ کی تائید کر رہا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے۔ کہ اس صورت میں روزوں کو اگر از سر نو دہرایا گیا تو تمام روزے جماع سے مؤخر ہو جائیں گے۔ لیکن اگر ان ادا کیے ہوئے روزوں کو معتبر مان لیا جائے تو کم از کم بعض روزے ہی مقدم ہو جائیں گے۔ اس لیے من قبل ان یتماسا پر فی الجملہ عمل کرنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ ان روزوں کا اعتبار کر لیا جائے اور از سر نو روزے نہ رکھائے جائیں لیکن طرفین کا جواب یہ ہے کہ روزوں کے کفارہ میں دو چیزیں مقصود ہیں۔ ایک تمام روزوں کا جماع سے پہلے ہونا اور دوسرے ان تمام روزوں کا جماع سے خالی ہونا۔ پس مذکورہ صورت میں پہلا مقصد اگرچہ حاصل نہیں ہوا۔ تاہم دوسرے مقصد کو سامنے رکھ کر روزوں کو از سر نو رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ممکنہ حد تک نص پر عمل ہو سکے۔ فمن لم یستطع فاطعام

marfat.com
Marfat.com

یہ کفارہ کی تیسری صورت ہے۔ یعنی غلام باندی کو آزاد کرنے کی طرح۔ اگر کوئی دو ماہ کے مسلسل روزے نہیں رکھ سکتا ہو۔ بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے بالکل نہیں رکھ سکتا، یا دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو پھر تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ فی مسکین آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا کھجوروں کا دے دے یا اتنی قیمت ادا کردے یا دو وقتہ پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ تو حنفیہ کے نزدیک سب صورتیں جائز ہیں یعنی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک آنحضرتؐ کے پیمانہ کے حساب سے فی مسکین ایک رطل اور تہائی رطل جو اناج زیادہ استعمال ہوتا ہو دے دے۔ اور فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے نہ اباحت ان کے نزدیک کافی ہے اور نہ قیمت کی ادائیگی جائز ہے اور چونکہ کھانا کھلانے میں مَسّ قبل ان یتماسا کی قید نہیں ہے۔ اس لیے درمیان میں جماع حنفیہ کے نزدیک مخل کفارہ نہیں ہوگا۔ لیکن امام شافعیؒ مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے تیسری صورت کو پہلی دونوں صورتوں پر قیاس کر کے من قبل ان یتماسا کی شرط مقدر مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مطلق ومقید اگر دو واقعوں میں بھی الگ الگ ہوں گے تب بھی مطلق کو مقید سمجھا جائے گا برخلاف حنفیہ کے وہ ایک حادثہ میں بھی مطلق ومقید کو الگ الگ رکھتے ہیں اور راجح یہی اصول معلوم ہوتا ہے کیونکہ شارع کے نزدیک یہ قید اگر ضروری ہوتی تو مطلق کیوں ارشاد فرماتے۔ پھر شوہر کے ظہار کے بعد کفارہ کی ادائیگی پر شوہر کو مجبور کرنا بیوی کا حق ہے۔ صاحب کشاف اور صاحب مدارک دونوں نے فرمایا کہ عورت قاضی کے یہاں مرافعہ کر سکتی ہے اور قاضی شوہر کو مجبور کرے گا۔ بلکہ کفارہ ظہار ہی ایسا کفارہ ہے جس میں خاوند کو جیل بھی بھیجا جا سکتا ہے تاکہ بیوی کی حق تلفی نہ ہو۔ ان الذین یحادون اہل مکہ مراد ہیں۔ اس میں آنحضرتؐ کے لیے فتح وکامرانی اور دشمنوں کے ذلیل ورسوا ہونے کی بشارت ہے۔ کبتوا کما۔ فی تحقق اور یقین کے لیے لائی گئی ہے۔

ونسوہ۔ غفلت وتساہل مراد ہے۔

ما یکون۔ مَا نافیہ اور کان تامہ اور من زائدہ ہے۔

نجویٰ۔ مصدر بمعنی تناجی، فاعل ہے، سرگوشی اور پوشیدہ گفتگو کے معنیٰ ہیں اس میں اللہ کے علم کی وسعت مقصود ہے۔

الا ھو۔ محل نصب میں ہے۔ استثناء مفرغ حال ہے۔ ابو جعفرؒ کی قراءت ما یکون ہے نجویٰ مؤنث ہونے کی وجہ سے لیکن عام قراءت بقول ابو الفضلؒ مذکر کے صیغہ سے ہے۔

ولا اکثر۔ عام قراءت جر کی ہے نجویٰ پر عطف کی وجہ سے۔ لیکن حسنؒ، اعمشؒ، ابن ابی اسحٰق، ابو حیوۃؒ، یعقوبؒ نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے نجویٰ کے محل پر عطف کرتے ہوئے من زائد ہوگا۔ اور نجویٰ مصدر ہونے کی صورت میں مضاف محذوف ہوگا۔ ای من ذوی نجویٰ اور بمعنی متناجین ہو تو پھر حذف مضاف کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور دوسری صورت رفع کی یہ ہے کہ ادنیٰ مبتدا ہو اور الا ھو معھم اس کی خبر اور ولا اکثر کا عطف ادنیٰ مبتدا پر ہو۔

الم تر۔ یہود ومنافقین مراد ہیں۔

بما لم یحیک۔ ذمی کافر کے سلام کے جواب میں علماء کی رائے مختلف ہے۔ ابن عباسؓ، شعبیؒ، قتادہؒ ظاہر امر کی وجہ

Marfat.com

سے واجب کہتے ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں واجب نہیں ہے۔ صرف علیک جواب میں کہہ دینا کافی ہے۔ حنفیہؒ کے نزدیک حدیث کی وجہ سے جواب میں وعلیک کہنا واجب ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں علاک السلام کہنا چاہیئے۔ یعنی سلامتی تجھ سے اُٹھتی ہے۔ اور بعض مالکیہ کے نزدیک السّلامُ علیک جواب دینا چاہیئے۔ سِلَام کے معنی پتھر کے ہیں۔ یعنی تجھ پر پڑیں پتھر۔

انما النجوٰی من الشیطان۔ یعنی غیبت اور آبرو ریزی کی باتیں مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے شیطانی چال ہے۔ جس میں خود سرگوشی کرنے والے پھنسیں گے۔ اہل معرفت کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی آبرو ریزی میں غور و خوض سے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

ولیس بضارھم شیئاً الا باذن اللہ۔ اس میں غیبت و چغلخوری کرنے والوں کے لیے تخویف ہے۔

تفسحوا۔ صحابہ چونکہ مجلسِ نبوی کے لیے تنافس کرتے تھے اس لیے تفسح کا حکم دیا گیا۔

یفسح اللہ اسی طرح یرفع اللہ دونوں مجزوم ہیں جواب اِمر جواب شرط کی وجہ سے انشزوا مجلس میں تنگی کی وجہ سے اُٹھنے کو کہا جائے۔ تو اس کی تعمیل مقصود ہے۔ یا اذان کے بعد نماز جماعت میں سستی سے منع کرنا مقصود ہے۔

الذین اوتوا العلم عطف خاص علی العام ہے۔ اہل علم کی فضیلت اس سے واضح ہے۔

بین یدی نجوٰکم۔ اس میں حضور کی توقیر، غرباء و مساکین کا انتفاع اور کثرتِ سوال سے روکنا اور مخلص و منافق میں امتیاز اور محبِ دُنیا اور محبِ آخرت میں فرق کرنے کے لیے صدقہ کا حکم دیا گیا بعض کے یہ حکم واجب تھا اور بعض کے نزدیک مستحب۔

فان لم تجدوا۔ اس کی خبر محذوف ہے۔ جس کی طرف سے مفسرؒ نے فلا علیکم سے اشارہ کیا ہے اور فان اللہ الخ جزاء کی علت ہے۔

اذلم تفعلوا۔ اس میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ ماضی ہے جیسا کہ ابو البقاء کی رائے ہے۔ دوسرے یہ کہ اذ کے معنی میں ہے۔ تیسرے یہ کہ ان شرطیہ کے معنی میں ہے۔

ربط آیات

پچھلی سورت کے آخر میں رسالت کا مضمون تھا۔ اور اس سورت کے شروع میں قد سمع اللہ ہے جو مسائل توحید میں سے ہے۔ اسی طرح پچھلی سورۃ کے اخیر میں اہلِ ایمان کی اخروی فضیلت کا بیان تھا۔ اس سورت کے شروع میں اہلِ ایمان پر دنیوی فضل کا بیان ہے۔ کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں جو سختی تھی اسلام نے اس کو نرم کر دیا۔

آیت ان الذین یحادون اللہ و رسولہ میں اللہ و رسول کے خلاف کرنے والوں کے لیے وعید ہے خواہ وہ کافر ہوں یا منافق۔ بالخصوص یہود ان میں دونوں قسم کے مخالفین تھے۔

الم تر ان اللہ یعلم سے سرگوشی کے سلسلہ میں پھر آیت یا ایھا الذین امنوا اذا قیل لکم سے کچھ آدابِ مجلس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شانِ نزول

ایک بار اوس بن صامتؓ کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے ہمبستری کی خواہش کی۔ بیوی نے معذرت کی۔ اوسؓ نے خفا ہو کر الفاظ ظہار انت علی کظھر امی کہہ دیئے۔ پرانے دستور کے مطابق ظہار کرنے سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی تھی۔ اس لئے خولہؓ صورتِ حال کی نزاکت سے پریشان ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسار کیا کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ اس لئے آپ نے رواج کے مطابق فرمادیا۔ کہ ما اراك الا قد حرمت علیہ۔ یعنی میرے خیال میں تو شوہر کے لئے حرام ہو گئی۔ وہ یہ سُن کر واویلا کرنے لگی کہ پھر بچوں کا کیا ہوگا؟ اور عرض کیا " ما ذکر طلاقا " یعنی شوہر نے طلاق کا لفظ نہیں کہا تھا۔ پھر طلاق کیسے ہو گئی؟ آپ نے فرمایا۔ ما امرت فی شانك بشئ حتی الآن۔ یعنی اس بارہ میں اب تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ خولہ نے دعا کی۔ اللھم انی اشکو الیك اس پر آیات قد سمع اللہ الخ نازل ہوئیں۔ خولہ رضؓ کے بار بار اصرار کو مجادلہ کہا گیا ہے حقیقی جدال و نزاع مراد نہیں۔ ابن عباسؓ ما احسن عقلھا حیث جادلت مع رسول اللہ و لم تجادل مع اللہ بل شکت الیہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ انا سمعنا المجادلۃ مع الرسول ولم نسمع الشکوی الی اللہ و اللہ قد سمعھا۔ بہرحال جاہلیت میں بیوی کو ماں کہنے سے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی۔ ان آیات میں اصلاح کا حاصل یہ ہے کہ بیوی ماں کہہ دینے سے جب حقیقی ماں نہیں بن گئی تو اس کی ابدی حرمت بیوی میں کیسے آگئی۔ سورۂ احزاب میں بھی فرمایا گیا ہے۔ ما جعل ازواجکم اللائی تظاھرون منھن امھاتکم۔

سنہ ۵ یا ۶ھ میں غزوۂ احزاب ہوا تو اس سلسلہ میں آیات ان الذین یحادون نازل ہوئیں۔ جس میں روئے سخن اہل مکہ کی طرف ہے اور آنحضرت کے لیے بشارت ہے۔ آیت الم تر الی الذین یہود اور منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔ مسلمانوں کو رنجیدہ اور کبیدہ کرنے کے لیے۔ چپکے چپکے کانا پھوسی کیا کرتے تھے اور کن انکھیوں سے مسلمانوں کو دیکھتے جاتے۔ تاکہ مسلمان خلجان اور وساوس میں پڑ جائیں۔ اسی طرح یہ دونوں مجلس نبوی میں آتے اور السلام علیکم کی بجائے السام علیکم کہتے۔ جس کے معنی بد دُعا کے ہیں اور کھسر پھسر کرتے ہوئے کہتے۔ کہ لولا یعذبنا اللہ بما نقول اس پر آیت و اذا جاؤك الخ نازل ہوئی۔ علیٰ ہذا ایک مرتبہ آپ صفہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مجمع زیادہ تھا۔ کچھ اہلِ بدر آئے۔ تو انہیں کہیں جگہ نہ ملی اور نہ اہلِ مجلس مل کر بیٹھے۔ کہ جگہ کھل جاتی۔ آپ نے دیکھا تو بعضوں کو مجلس سے اُٹھنے کے لیے فرما دیا۔ منافقین طعن کرنے لگے کہ کہاں کا انصاف ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ اس پر رحم کرے جو اپنے بھائی کے لیے جگہ کھول دے۔ لوگوں نے جگہ کھول دی۔ اس پر آیت یا ایھا الذین امنوا اذا قیل الخ نازل ہوئی۔ اسی طرح کچھ مال دار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دیر تک سرگوشی کیا کرتے۔ جس سے غربا کو استفادہ کا کم موقع ملتا آپ کو بھی اس طرح یہ طویل سرگوشی ناگوار گزرتی۔ بلکہ زید بن اسلم سے بلا سند فتح البیان میں منقول ہے کہ کچھ یہود و منافقین بلا ضرورت بھی سرگوشی کیا کرتے تاکہ مسلمان آنحضرتؐ سے ان کا قرب سمجھیں اور انہیں کسی ضرر کا ایہام ہو جائے۔ جس سے مخلصین کو تکدر ہوتا۔ آیت نھوا عن النجوی میں اولاً اس سے روکا گیا۔ لیکن جب باز نہ آئے تو آیت اذا ناجیتم الرسول الخ نازل ہوئی جس سے بد باطن لوگوں کی بھیڑ چھٹ گئی۔ لیکن پھر بعض صاحب استطاعت مخلصین کو بھی صدقہ کی ادائیگی کی پابندی سے تنگی پیش آئی۔ چنانچہ سعد بن منصورؒ حضرت علیؓ سے تخریج کرتے ہیں۔ ما عمل بھا احد قبلی و لا یعمل بھا

Marfat.com

بما احد بعدی کان عندی دینار، فبعتہ بعشرۃ دراھم فکنت کلما ناجیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدمت بین یدی نجوای درھما ثم نسخت فنزلت ااشفقتم الخ ابن عمرؓ آنحضرتؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ اذا کنتم ثلاثۃ فلا یتناجی اثنان دون الثالث الا باذنہ۔ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث سے یہ حکم ہر زمانہ اور ہر وقت کے لیے عام ہے۔ ابن عمر، امام مالک اور جمہور کی رائے یہی ہے۔ خواہ سرگوشی واجب کے سلسلہ میں ہو یا مندوب و مباح کے متعلق ہو۔ کیونکہ رنجیدہ ہونے کا امکان سب میں ہے۔ البتہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب کہ مومن و منافق حقیقۃً تھے اور منافق مسلمانوں کو ستانے کے لیے سازشیں کرتے تھے۔ لیکن جب اسلام پھیل گیا اب یہ حکم نہیں ہے۔ اور بعض حضرات اس کو سفر وغیرہ کے مخصوص حالات کے لیے مانتے ہیں۔ جہاں ایک دوسرے سے خطرہ ہو سکتا ہے۔ لیکن وطن میں اور جہاں قابل اعتماد حمایتی موجود ہو وہاں اس پابندی کی ضرورت نہیں رہتی۔

تشریح

ظہار کا رواج اسلام سے پہلے عرب میں تھا اور اس سے بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی۔ اوس بن صامت اور ان کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ کے واقعہ ظہار نے ہمیشہ کے لیے اس کی سختی کو ختم کر دیا۔ قد سمع کے یہی معنی ہیں اور خولہ کی فریاد باصرار کو مجادلہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حکم کا حاصل یہ ہے کہ ظہار میں ابدی حرمت کا کوئی سبب پایا نہیں جاتا۔ نہ حرمت نسبی ہے نہ حرمت سببی ہے۔ پھر ہمیشہ کے لیے حرمت کیسی۔ کسی کو ماں کہہ دینے یا بیٹا کہہ دینے سے کوئی حقیقت تو تبدیل نہیں ہو جاتی۔ تاہم بے احتیاطی سے بولنے کی سزا یہ ہے کہ کفارہ دینے تک بیوی حرام رہے گی۔

ظہار کسے کہتے ہیں

حنفیہ کے نزدیک ظہار کسے کہتے ہیں۔ بیوی کو محرمات ابدیہ میں سے کسی کے ایسے عضو سے حرام ہونے کی نیت سے تشبیہ دی جائے جس کی طرف اس کو دیکھنا منع ہے۔ ظہار کا حکم یہ ہے کہ کفارہ ہی بیوی کو حلال کر سکتا ہے۔ ظہار کے مختصر مگر ضروری مسائل یہ ہیں:۔

احکام ظہار

۱۔ زیادہ تر کمر سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہوگی۔ کہ اکثر مجامعت کے وقت بیوی کمر پہ لیٹتی ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جیسے ماں کو اس نیت سے اس طرح لٹانا حرام ہے۔ اسی طرح بیوی کو بھی حرام سمجھتا ہوں۔ اسی طرح دوسرے اعضاء کی تشبیہ میں بھی مناسبت نکال لی جائے گی۔

۲۔ منکم میں خطاب چونکہ مسلمان بالغوں کو ہے۔ اس لیے کافر یا نابالغ مسلمان کا ظہار حقیقی نہیں۔

۳۔ نساء سے چونکہ منکوحہ بیویاں مراد ہیں۔ اس لیے اپنی باندی سے ظہار نہیں ہوگا۔

۴۔ ظہار کرنا گناہ ہے اور بعض کے نزدیک گناہ کبیرہ۔

۵۔ کفارہ ادا کیے بغیر بیوی سے صحبت اور اس کے دواعی حرام رہیں گے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ فلا تقربھا حتی تفعل ما امرک اللہ۔

۶۔ کسی وجہ سے ایسی بیوی سے صحبت یا دواعی صحبت کا ارادہ نہ ہو اور اس کو خاوند طلاق دے دے یا بیوی مر جائے

marfat.com
Marfat.com

تو اس گناہ کی معافی توبہ سے ہو جائے گی۔ کیونکہ کفارہ صحبت کے لیے شرط ہے گناہ کے لیے نہیں۔

۷۔ بغیر ارادۂ صحبت اگر کفارہ ادا کر دے تب بھی صحبت حلال ہو جائے گی۔ کیونکہ کفارہ کے نفس وجوب کا سبب تو ظہار ہے مگر وجوب ادا کا سبب ارادۂ صحبت ہے۔ پس نفس وجوب کے بعد کفارہ کا ادا کرنا صحیح ہو جائے گا۔ البتہ اس کی ادائیگی بغیر ارادۂ صحبت واجب نہ ہو گی بلکہ صرف توبہ کافی ہے۔ پس آیت میں عود کے ساتھ مقید کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ کفارہ کے بغیر صحبت جائز نہیں ہے۔ نہ یہ کہ بدوں ارادۂ صحبت کے کفارہ بھی جائز نہیں۔ غرضیکہ ارادۂ صحبت کے وقت تو ظہار کا تدارک کفارہ سے ہو گا اور بغیر ارادۂ صحبت کے توبہ سے تدارک ہو سکے گا۔

۸۔ غلام باندی آزاد کرنے یا روزے رکھنے کے درمیان اگر شوہر نے صحبت کر لی تو از سر نو کفارہ ادا کرنا ہو گا لیکن اگر کھانا کھلانے کے درمیان صحبت کر لی تو تجدید کفارہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ گناہ ہو گا جس کے لیے توبہ کرنی ہے۔

۹۔ چونکہ فی زمانہ کہیں غلام باندی نہیں ہیں اس لیے کفارہ صرف روزوں اور کھانا کھلانے کے ذریعہ ادا ہو گا۔

۱۰۔ کچھ مسائل سورۂ نساء کفارہ قتل کے ذیل میں اور کچھ مسائل سورۂ مائدہ کفارہ یمین کے تحت گزر چکے ہیں اور ظہار کے متعلق تفصیل سورۂ احزاب آیت ماھن امھاتھم الخ میں گزری ہے۔ ان اللہ سمیع علیم۔ اللہ تو سب ہی کی سنتا دیکھتا ہے۔ وہ اس عورت کی گفتگو کیوں نہیں سنتا جو آپ سے ہوئی۔ بے شک وہ عورت مصیبت زدہ تھی جس کی فریاد سنی اور ہمیشہ کے لیے اس قسم کے واقعات سے عہدہ برآ ہونے کا راستہ بتلا دیا۔

کفارۂ ظہار میں سرزنش کا پہلو

ماھن امھاتھم۔ بیوی اس کہہ دینے سے حقیقی ماں کیسے بن سکتی ہے؟ کہ حقیقی ماں کی طرح ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے۔ ہاں کوئی جب اپنی بدتمیزی سے ایک غلط اور نامعقول بیہودہ بات کہہ دے تو اس کی تادیب یہ ہے کہ کفارہ ادا کرے۔ عورت کو اس کے بغیر ہاتھ نہ لگائے، پر بیوی اسی کی رہی۔ محض ظہار سے طلاق نہیں پڑ گئی۔ زمانۂ جاہلیت میں جو ایسی حرکت ہو چکی وہ معاف ہے۔ لیکن اب احتیاط کرو۔ پھر بھی اگر کسی سے یہ غلط ہو جائے تو توبہ کرے اور بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے کفارہ ادا کرے۔ ذٰلکم توعظون۔ کفارہ، تنبیہ و نصیحت کے لیے ہے کہ پھر ایسی غلطی نہ کرو اور دوسرے بھی باز رہیں۔

آدابِ مجلس اور معاشرتی اِصلاح

ان الذین یحادون۔ یہود و منافقین محض مسلمانوں کو پریشان اور شکستہ خاطر کرنے کے لیے فرضی سرگوشیاں کرتے اس پر سرزنش کی گئی ہے۔ اسی طرح مجلسی آداب اور معاشرتی اصلاح کے سلسلہ میں پہلے تو علیک سلیک صحیح کرنے کا سبق دیا گیا۔ اور پھر جگہ تنگ ہونے پر اولاً تو آپ نے ممکنہ حد تک نئے آنے والوں کے لیے گنجائش پیدا کرنے کا حکم دیا۔ جن کے دلوں میں جگہ تھی انہوں نے باہر بھی جگہ کھول دی۔ لیکن جن کے دل تنگ تھے وہ گھٹتے رہے مگر اپنی جگہ سے کھسکے نہیں۔ تو آپ نے تادیباً ان کو اٹھا دیا۔ اور نئے آنے والوں نے ان کی جگہ سنبھال لی تاکہ پرانوں کی طرح نئے لوگ بھی استفادہ کر سکیں۔ جیسا کہ مدارس میں طلبہ اساتذہ سے بطور تناوب درسی استفادہ کرتے رہتے ہیں کہ ایک جماعت جاتی

Marfat.com

ہے دوسری آرہی ہے۔ یا ایک کتاب ختم ہو رہی ہے اور دوسری شروع ہو رہی ہے۔ اس سے استفادہ محدود نہیں رہتا بلکہ وسیع ہو جاتا ہے۔ سب کو موقع مل جاتا ہے۔ مگر روگی دلوں کو یہ ناگوار ہوا۔ اسی طرح بعض پیسہ والے آتے اور دوسروں پر رعب جماتے اور فرضی تقرب جتلانے کے لیے آنحضرتؐ سے طویل سرگوشی کرتے۔ آپ غایت اخلاق سے ان کو روک تو نہیں سکتے۔ مگر طبعاً ناپسند کرتے اور غریب عوام محروم رہتے۔ کیونکہ جب سارا دن مجلس خاص چلتی رہے تو پھر مجلس عام کب ہوگی؟ اس لیے مصلحتاً اس پر روک لگانے کے لیے پیشگی رقم کی ادائیگی لازم کر دی گئی۔ جس سے غیر مخلصین کی بھیڑ تو چھٹ گئی مگر بعض درمیانی درجہ کے مخلصین کو تنگی ہونے لگی۔ کہ وہ نہ تو پورے نادار تھے کہ رخصت سے فائدہ اٹھالیں اور نہ پورے مالدار کہ بے دھڑک خرچ کر ڈالیں۔ اور پھر سرگوشی کوئی اس درجہ کی چیز نہیں تھی کہ اس کو عبادت کا درجہ دیکر لازمی خرچ کیا جائے۔ اس لیے جلد ہی اس پابندی کو واپس لے لیا گیا۔

احصاہ اللہ ونسوہ۔ یعنی ان کو عمر بھر کے بہت سے کام یاد ہی نہیں رہے یا ان کی طرف توجہ نہیں رہی۔ لیکن اللہ کے ہاں وہ سب ایک ایک کر کے محفوظ ہیں وہ سارا دفتر اس دن کھول کر رکھ دیا جائے گا۔

مشورہ اور ارکان شوریٰ

مایکون من نجویٰ۔ مشورہ میں اگر صرف دو شخص ہوں تو اختلاف کی صورت میں ترجیح دشوار ہوتی ہے۔ اس لیے اہم معاملات میں طاق عدد رکھتے ہیں اور ایک کے بعد پہلا طاق عدد تین پھر پانچ تھا۔ اس لیے ان دو کو اختیار کر کے آگے تعمیم کر دی۔ رہا حضرت عمرؓ کا خلافتی شورے کو چھ افراد پر دائر کرنا جو طاق عدد نہیں، اس لیے ہوگا کہ اس وقت خلافت کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق یہی چھ حضرات تھے جن میں سے کسی ایک کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر خلافت کا انتخاب انہی چھ میں سے ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس کا نام آتا، رائے دینے والے تو اس کے سوا پانچ افراد ہی رہتے۔ پھر بھی احتیاطاً حضرت عمرؓ نے بصورت مساوات ایک جانب کی ترجیح کے لیے عبداللہ بن عمرؓ کا نام لیا تھا۔ الم تر الی الذین نھوا۔ مجلس نبویؐ میں بیٹھ کر ناحق اہل مجلس کا مذاق اڑاتے، ان پر نکتہ چینیاں کرتے، آپس میں کھسر پھسر کرتے۔ اور آنکھوں سے مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے۔ اور حضرت کی بات سن کر کہتے یہ مشکل کام ہم سے نہیں ہو سکے گا۔ سورۂ نساء میں ایسی سرگوشیوں سے منع بھی کیا جا چکا تھا۔ مگر یہ موذی بے حیا پھر اپنی حرکتوں اور شرارتوں سے باز نہ آتے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

غیر مسلم کے سلام کا جواب

حیوک بما لم یحیک بہ اللہ۔ یہودی اور منافقین آپ کو السلام علیکم کے بجائے السام علیک کہہ کر سلام کرتے۔ جس کا دھمکی آمیز جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ آپ جواب میں صرف وعلیک فرما دیتے۔ یعنی تمہاری پیش کش واپس، تمہیں ہی مبارک، ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہودی کے السام کے جواب میں علیک السام واللعنۃ کہہ دیا۔ آپؐ نے ناپسند فرمایا۔ صدیقہؓ بولیں۔ یارسول اللہؐ! آپ نے خیال نہیں فرمایا اس نے کیا کہا؟ آپؐ نے فرمایا تم نے خیال نہیں کیا میں نے کیا کہا؟ یعنی جواب میں صرف علیک کہہ کر اس کا تحفہ اسی کو واپس کر دیا۔ ہمیں اپنی زبان کو گندہ نہیں کرنا چاہیئے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ کفار کے سلام کے جواب میں صرف علیک کہہ دیا جائے یا ہدانا اللہ کہنا چاہیئے۔ لیکن اگر "آداب عرض ہے" بندگی بجا لاتا

Marfat.com

ہوں" تو انہی جملوں کو دہرانے کی اجازت ہے۔ البتہ ابتداءً سلام نہیں کرنا چاہیئے۔ اور سلام کے جواب میں سلام نہیں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ کافر کی سلامتی، کفر کی سلامتی ہے جو مطلوب نہیں۔ بلکہ ہدایت مطلوب ہے۔ البتہ دفع ضرر کے لیے دونوں باتوں کی اجازت ہے۔

سرگوشی کے حدود

فلا تتناجوا۔ ممکن ہے اس پر کوئی شبہ کرے کہ منافقین کو فلا تتناجوا بالاثم کہا گیا ہے۔ مگر وہ کہہ سکتے ہیں ہم تو بہ و تقویٰ کی سرگوشی کرتے ہیں اثم و عدوان کی سرگوشی نہیں کرتے۔ کیونکہ صورۃً تو دونوں ایک سی ہیں۔ ان میں فرق و امتیاز معلوم نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بر و تقویٰ کے مضامین، سرگوشی کے لائق بہت کم ہیں۔ ایسی سرگوشی تو شاذ و نادر ہی کبھی ہوگی۔ برخلاف شرارت و خباثت کے کہ اس میں سرگوشی بکثرت ہوتی ہے پس دونوں میں یہی ایک امتیاز کافی ہے۔ پھر اس کے علاوہ قرائن خارجیہ خصوصی احوال بھی دونوں سرگوشیوں کو ایک دوسرے سے جدا کر سکتے ہیں۔

انما النجوی من الشیطان۔ منافقین کی کانا پھوسی مسلمانوں کو دلگیر کرنے کے لیے تھی۔ مگر مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطان کی شرارت ہے۔ اور وہ ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اس کے قبضہ میں کیا ہے سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا حکم نہ ہو تو لاکھ منصوبے یہ گانٹھ لیں بال بیکا نہیں کر سکتے۔ اس لیے دلگیر ہونے کے بجائے اپنے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ احادیث میں ہے کہ مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر دو شخص کانا پھوسی نہ کریں۔ اس سے تیسرا دلگیر ہوگا یہ مسئلہ بھی اس آیت کے تحت آسکتا ہے۔ یہ تو خلوت کا ادب تھا آگے جلوت کا ادب ارشاد ہے۔

اہلِ مجلس کی رعایت

واذا قیل لکم تفسحوا۔ حضور پُرنور کی مبارک مجلس میں ہر شخص آپ کا قرب چاہتا تھا۔ جس سے مجلس میں کبھی تنگی پیش آتی۔ حتیٰ کہ اکابر صحابہؓ کو حضورؐ کے قریب جگہ نہ ملتی۔ اس لیے یہ احکام نازل ہوئے۔ تاکہ سب کو درجہ بدرجہ استفادہ کا موقع ملے۔ اور نظم و ضبط قائم رہے اب بھی اس قسم کی انتظامی چیزوں میں صدر مجلس کے احکام کی اطاعت کرنا چاہیئے۔ خواہ وہ بالکل اُٹھ جانے کو کہے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کر دے۔ پھر یہ انتظام خواہ مجلسی مصالح کے پیش نظر ہے یا صدر مجلس کو کسی خاص مشورہ یا عبادت یا آرام کے لیے خلوت کی ضرورت ہے جس کے بغیر وہ کام نہ ہو سکیں یا ادھورے ہوتے ہوں۔ بہرصورت تعمیل کرنی چاہیئے کہ اسلام ابتری اور بدنظمی نہیں سکھلاتا۔ بلکہ انتہائی نظم و شائستگی سکھلاتا ہے۔ یرفع اللہ الذین امنوا سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب و تہذیب سکھلاتا ہے اور متواضع بناتا ہے۔ اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر جھکتے ہیں اور اپنے کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ، یہ کام جاہل بدبین۔ متکبروں کا ہے محض اتنی سی بات پر لڑ پڑے کہ مجھے کیوں یہاں سے اُٹھا دیا، وہاں کیوں بٹھا دیا۔ مجلس سے کیوں الگ کر دیا۔ بہرحال اسی حکم پر عمل کرنے والے تین طرح کے لوگ ہوئے۔ ایک وہ بے ایمان جو کسی دنیاوی مصلحت سے حکم مان لیں۔ جیسے منافقین، وہ تو منکم کی قید کی وجہ سے اس وعدہ سے خارج ہیں۔ دوسرے بے علم مگر اہل ایمان ان کے لیے بلند درجات ہیں۔ تیسرے وہ جو جامع ہیں ایمان و علم کے۔ ظاہر ہے کہ ان کے لیے مزید بلندی درجات ہے۔ کیونکہ علم و ایمان سے معرفت

Marfat.com

اخلاص زیادہ ہوگا جس سے عمل اور اس کے اجر میں ترقی لازمی ہے۔

رسول اللہ سے خصوصی گفتگو اور اس سے پہلے خیرات کی مصلحت

فقدموا بین یدی نجوکم صدقۃ منافقین تو اپنی خ
بڑائی جتلانے کے لیے سرگوشی کرکے آپ کا وقت خراب
کرتے۔ اور بعض مسلمان بھی غیر اہم باتوں میں سرگوشی
کرکے دوسروں کو استفادہ سے رکاوٹ کا سبب
بنتے۔ مگر مروت و اخلاق کے سبب آپ کسی کو منع نہ فرماتے۔ اس لیے سرگوشی سے پہلے خیرات کا حکم دیا گیا۔ آیت میں تو اس
کی کوئی مقدار نہیں آئی۔ لیکن روایات میں مختلف مقداریں ذکر کی گئی ہیں۔ کوئی معین مقدار مقرر نہیں۔ تاہم معتدبہ ہونی چاہیے۔
اس صدقہ میں کئی فائدے تھے۔ اس طرح غریبوں کی امداد ہو جاتی تھی۔ مخلص و غیر مخلص میں امتیاز، غیر ضروری سرگوشی سے نجات۔
منافقین کو بخل کے مارے چھٹ گئے۔ اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ زیادہ سرگوشیاں اللہ کو پسند نہیں

فاذلم تفعلوا۔ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم پر عام طور سے عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔
حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ اس پر صرف میں نے عمل کیا ہے۔ صدقہ دلانے کا جو مقصد تھا جب وہ حاصل ہو گیا۔ تو
اس وقتی حکم کو بھی اپنا لیا جائے کہ ان احکام کی اطاعت میں ہمہ تن لگے رہو۔ جو کبھی منسوخ ہونے والے نہیں ہیں۔ انہی
سے کافی تزکیۂ نفس ہو جائے گا۔

لطائف سلوک

ذلکم توعظون۔ مالی کفارہ کو وعظ و تنبیہ کا سبب کہنا اس کی دلیل ہے کہ اصلاح نفس
میں مالی جرمانہ کی خاصی تاثیر ہے۔ مشائخ بھی اس تدبیر سے معالجہ کرتے ہیں۔ لیکن خود
مشائخ کو وہ جرمانہ وصول نہیں کرنا چاہیے۔

وتناجوا بالبر و التقوی۔ کسی مصلحت سے تخلیہ میں گفتگو کے جواز کی یہ اصل ہے۔ مشائخ کا اس پر بھی عمل ہے۔

اذا قیل لکم تفسحوا۔ یہ اپنے عموم کے اعتبار سے بعض آداب مجلس مشائخ پر روشنی ڈال رہی ہے۔

یرفع اللہ الذین اٰمنوا سے معلوم ہوا کہ عوام و خواص کے مراتب کی رعایت ضروری ہے مگر اس کا مدار شیخ کی رائے
پر ہے نہ کہ ان کے اصحاب کی آرا پر۔

فقدموا بین یدی نجوکم صدقۃ۔ اس کی علت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سے سرگوشی، بڑی بھاری بات ہے اس کی
جرأت نہیں کرنی چاہیے۔

ءاشفقتم ان تقدموا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو طالب شیخ کو ہدیہ دینے پر قادر نہ ہو شیخ کو اس کی تسلی کرنا
زیبا ہے۔ وہ بھی اس کے عموم میں داخل ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۝ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۚ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۚ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۚ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۚ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۚ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۚ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

Marfat.com

الْكَذِبِ اَیْ قَوْلِهِمْ اِنَّهُمْ مُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ اَنَّهُمْ كَاذِبُوْنَ فِیْهِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ
عَذَابًا شَدِیْدًا اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ مِنَ الْمَعَاصِیْ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً سِتْرًا
عَنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ فَصَدُّوْا بِهَا الْمُؤْمِنِیْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَیِ الْجِهَادِ فِیْهِمْ بِقَتْلِهِمْ
وَاَخْذِ اَمْوَالِهِمْ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ○ ذُوْ اِهَانَةٍ لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ
اللّٰهِ مِنْ عَذَابِهٖ شَیْئًا مِنَ الْاِغْنَاءِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ اُذْكُرْ یَوْمَ
یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ اَنَّهُمْ مُّؤْمِنُوْنَ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ اَلَآ
مِنْ نَّفْعِ حَلْفِهِمْ فِی الْاٰخِرَةِ كَالدُّنْیَا اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ اِسْتَحْوَذَ اِسْتَوْلٰی عَلَیْهِمُ
الشَّیْطٰنُ بِطَاعَتِهِمْ لَهٗ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَتْبَاعُهٗ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ
الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ یُخَالِفُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ○
الْمَغْلُوْبِیْنَ كَتَبَ اللّٰهُ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اَوْ قَضٰی لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ بِالْحُجَّةِ اَوِ السَّیْفِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ
عَزِیْزٌ ○ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ یُصَادِقُوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اَیِ الْمُحَآدُّوْنَ اٰبَآءَهُمْ اَیِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ
بَلْ یَقْصِدُوْنَهُمْ بِالسُّوْءِ وَیُقَاتِلُوْنَهُمْ عَلَی الْاِیْمَانِ كَمَا وَقَعَ لِجَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ اُولٰٓئِكَ
الَّذِیْنَ لَا یُوَادُّوْنَهُمْ كَتَبَ اَثْبَتَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ بِنُوْرٍ مِّنْهُ تَعَالٰی
وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِطَاعَتِهٖ وَرَضُوْا
عَنْهُ بِثَوَابِهٖ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ یَتَّبِعُوْنَ اَمْرَهٗ وَیَجْتَنِبُوْنَ نَهْیَهٗ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ○ اَلْفَآئِزُوْنَ

ترجمہ کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں کی (یعنی منافقین) جو ایسے لوگوں (یہود) سے دوستی کرتے ہیں۔ جن پر اللہ نے غضب کیا ہے۔ یہ لوگ (منافقین) نہ تو تم میں ہیں (مومنین میں) اور نہ ان میں ہیں (یعنی یہود میں

Marfat.com

بلکہ وہ ڈانواڈول ہیں) اور جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں (یعنی اس پر کہ وہ مومنین ہیں) اور وہ جانتے ہیں (کہ وہ اس بات میں جھوٹے ہیں) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے بے شک وہ بڑے بڑے کام (گناہ) کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو (اپنی مال و جان کی حفاظت کے لیے) سپر بنا رکھا ہے۔ پھر (ان قسموں کے ذریعہ مسلمانوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے رہتے ہیں (جہاد سے قتل کر کے مال لوٹ کر) سو ان کے لیے ذلت (اہانت) کا عذاب ہونے والا ہے۔ ان کے مال و اولاد اللہ (کے عذاب) سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے۔ یہ لوگ دوزخی ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (آپ یاد کیجئے) اس روز کو جب اللہ ان سب کو دوبارہ اُٹھائے گا۔ سو یہ اس کے حضور بھی قسمیں کھائیں گے (کہ وہ مومن ہیں) جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں۔ اور یوں سمجھیں گے ہم بڑی عمدہ حالت میں ہیں (دنیا کی طرح آخرت میں بھی قسم کھانے سے فائدہ ہو جائے گا) خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے پورا تسلط (قابو) کر لیا ہے (شیطان کی پیروی کرنے سے) سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ (پیروکار) ہیں۔ خوب سُن لو کہ یہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ سخت ذلیل (شکست خوردہ) لوگوں میں ہیں۔ اللہ نے یہ بات لکھ دی۔ (لوحِ محفوظ میں یہ فیصلہ فرما دیا) کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے (دلیل سے یا تلوار کے ذریعہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ طاقت ور زبردست ہے۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان (یقین) رکھتے ہیں۔ آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ و رسول کے برخلاف ہیں گو وہ (مخالفین) باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں (مسلمانوں کے۔ بلکہ وہ ایمان کی رو سے ان کو نقصان پہنچانے اور قتل کرنے کی ٹھانے ہوئے رہتے ہیں جیسا کہ صحابہ میں سے بہت سوں نے کر دکھایا ہے) ان لوگوں کے دلوں میں (جو اپنے عزیزوں سے بے تعلق ہو گئے) اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے۔ اور ان کو مضبوط کر دیا ہے۔ اپنے فیض (نور) سے اور ان کو باغات میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ (ان کی فرمانبرداری کی وجہ سے) ان سے راضی ہو گا۔ اور وہ (اس کے ثواب سے) راضی ہوں گے۔ یہ اللہ کا گروہ ہے (اس کے حکم کی پابندی اور ان کی ممانعت سے پرہیز کرتے ہیں) خوب سُن لو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا (کامیاب) ہے۔

تحقیق و ترکیب

ماھم منکم۔ اس جملہ کی کئی ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ جملہ مستانفہ مانا جائے محلِ اعراب میں نہیں ہو گا۔ یعنی منافقین نہ خالص مومن ہیں اور نہ خالص کافر ضمیر ہم منافقین کی طرف راجع ہے۔ اور منہم کی ضمیر یہود کافروں کی طرف راجع ہو گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تولوا کے فاعل کے حال سے کو حال کہا جائے گا۔ اس صورت میں معنیٰ وہی رہیں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اس کو قوماً کی صفتِ ثانیہ کہا جائے۔ اب ضمیر ہم کا مرجع قوم یہود ہو گی اور منہم کی ضمیر دوستی کرنے والوں کی طرف راجع ہو گی۔ یعنی یہود نہ مسلمانوں میں ہیں اور نہ منافقین میں۔ بلکہ اس کے باوجود منافق ان سے وابستہ ہیں۔ بقول ابن عطیہؒ اس صورت میں انتشارِ ضمائر لازم آئے گا۔ جو پہلی دونوں صورتوں میں نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شیئاً۔ مفسرؒ نے من الاغناء سے اس کے مفعول مطلق ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن مفعول بہ بھی ہو سکتا ہے۔ ای شیئاً من غنائہ یوم یبعثھم مفسرؒ نے اذکر سے اس کے مفعول بہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن لن تغنی کا ظرف بھی ہو سکتا ہے۔

استحوذ۔ یہ لفظ بغیر تعلیل کے اصل حالت میں ہے تعلیل کے بعد استحاذ ہوگا۔ جیسے استعاذ اور استقام حذت الابل کے معنیٰ اونٹ پر قابو یافتہ ہونے کے ہیں۔

فانساھم۔ منافقین جو ذکر اللہ کرتے وہ اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے۔

فی الاذلین۔ فی بمعنی مع ہے یا منجملہ اذلین کے شمار کیا گیا۔

کتب اللہ۔ چونکہ کتب بمعنی قسم کو متضمن ہے۔ اس لیے جواب لاغلبن تاکید کے لیے لایا گیا۔ لیکن مفسرؒ نے کتب کو اپنے معنی میں رکھا ہے اور قضی کے معنی میں بھی لیا ہے۔ اس وقت لاغلبن قسم محذوف کا جواب ہو جائے گا وایدھم بروح روح کے مختلف معنی بیان کیے گئے ہیں۔ حسنؒ نصرۃ کے معنی اور ربیع بن انسؒ قرآن اور اس کے دلائل مراد لیتے ہیں۔ ابن جریجؒ نور و برہان و ہدایت کہتے ہیں اور بعض نے رحمت الٰہی اور بعض نے جبرئیل کو مصداق کہا ہے۔

شانِ نزول

عبداللہ بن نبتل منافق آنحضرتؐ کی مجلس میں شریک ہوتا اور آپؐ کی باتیں سن کر یہود کو پہنچایا کرتا۔ ایک روز آپؐ اپنے حجرہ میں تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آج ایسا شخص آئے گا جس کا دل جبار کا، اور آنکھیں شیطان کی ہوں گی۔ چنانچہ اس کے بعد عبداللہ بن نبتل آیا جس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ آپ نے اسی سے فرمایا کہ تو اور تیرے ساتھی مجھے برا بھلا کیوں کہتے ہیں؟ مگر وہ اور اس کے ساتھی مکر گئے اور حلفیہ انکار کرنے لگے۔ اس پر آیات الم تر الی الذین تولوا نازل ہوئیں۔

ولو کانوا اٰباءھم چنانچہ ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے اپنے والد کو غزوۂ احد میں قتل کیا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے غزوۂ بدر میں اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو مقابلہ کی دعوت دی۔ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور حضورؐ سے یہ عرض کرتے ہوئے اجازت چاہی۔ دعنی اکن فی الوھلۃ الاولیٰ۔ مگر آنحضرتؐ نے یہ کہہ کر رد کر دیا۔ متعنا بنفسک یا ابابکر فانعلم انک عندی بمنزلۃ سمعی وبصری۔ علیٰ ہذا مصعب بن عمیرؓ نے غزوۂ احد میں اپنے بھائی عبد بن عمیر کو مار ڈالا۔ نیز حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عاصی بن ہشام بن مغیرہ کو اور حضرت علیؓ، حمزہؓ، ابوعبیدہؓ نے خاندانی لوگوں کو عتبہ، شیبہ، ولید بن عقبہ کو غزوۂ بدر میں قتل کر ڈالا۔

تشریح

منافقین چونکہ دو غلے ہوتے ہیں اس لیے جس طرح فی الواقع وہ پورے طور پر کسی کے ساتھ نہیں ہوتے۔ اسی طرح کسی کو ان پر بھروسہ بھی نہیں ہوتا۔ وہ بظاہر دونوں طرف ہاتھ رکھ کر دوہرا نفع لوٹنا چاہتے ہیں۔ مگر فی الحقیقت دوہرے ٹوٹے میں رہتے ہیں۔ اس لیے ماھم منکم ولا منھم فرمایا گیا ہے اور بے خبری اور انجان پنے سے نہیں بلکہ جان بوجھ کر

Marfat.com

جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو اپنائیت کا یقین دلا کر اپنے اعتماد میں لے سکیں۔

اتخذوا ایمانھم جنۃ۔ حالانکہ یہی سب سے زیادہ جھوٹے اور سب سے زیادہ خسارے میں ہیں۔ اللہ کے حضور پہنچ کر بھی جھوٹی قسموں سے اپنا کام نکالنا چاہیں گے۔ اس سے بڑھ کر پرلے درجہ کا جھوٹ، اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ کے آگے بھی پرانی خصلت سے باز نہ آئے۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہشیار ہیں۔ بڑی اچھی چال چل رہے ہیں۔ شاید اتنا کہہ دینے سے رہائی مل جائے۔

استحوذ علیھم الشیطان یعنی شیطان جس پر قابو پا لیتا ہے اس کا دل و دماغ اسی طرح مسخ و ماؤف ہو جاتا ہے۔ اسے کچھ یاد نہیں رہتا کہ خدا بھی کوئی چیز ہے۔ شاید محشر میں بھی اسے جھوٹ پر قدرت دے کہ اس کی بے حیائی، حماقت کا بھانڈا پھوڑتا ہے کہ اس دیوانہ کو اتنا ہوش نہیں کہ اللہ کے آگے میرا کیا جھوٹ چلے گا؟ شیطانی لشکر کا انجام یقیناً خراب ہے۔ دنیا میں تو تباہ ہوا ہی، آخرت میں بھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے اور نہ شدید عذاب سے چھٹکارا کی کوئی سبیل ہے۔

ان الذین یحادون۔ اللہ و رسول کا مقابلہ کرنے والے حق و صداقت کے خلاف جنگ کرنے والے سخت ناکام و ذلیل ہیں۔ اللہ کہہ چکا ہے کہ آخر کار حق ہی غالب ہو کر رہیگا اور اس کے پیغمبر ہی مظفر و منصور ہوں گے۔

لطائف سلوک

استحوذ علیھم الشیطان الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسیان کو کہ اگر شیطان کا اثر کسی وقت محسوس کرو تو اس کا تدارک ذکر اللہ سے کر لینا چاہیئے۔

لاتجد قوما سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت الٰہیہ کے لوازم میں سے ہے کہ اس کے مخالفین سے اس کو نفرت ہو جائے۔

وایدھم بروح منہ۔ یہ روح نور قلب ہے جس کو سکینہ اور نسبت بھی کہتے ہیں۔ اس سے قلب کی حیات وابستہ ہونے کی وجہ سے روح سے تعبیر فرمایا گیا۔

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ اَيْ نَزَّهَهٗ فَاللَّامُ مَزِيْدَةٌ وَفِي الْاِتْيَانِ بِمَا تَغْلِيْبٌ لِلْاَكْثَرِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ فِيْ مُلْكِهٖ وَصُنْعِهٖ هُوَ الَّذِيْ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ هُمْ بَنُو النَّضِيْرِ مِنَ الْيَهُوْدِ مِنْ دِيَارِهِمْ مَسَاكِنِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ هُوَ حَشْرُهُمْ اِلَى الشَّامِ وَاٰخِرُهٗ اَنْ جَلَاهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ خِلَافَتِهٖ اِلٰى خَيْبَرَ مَا ظَنَنْتُمْ اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ

وقف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

ن اَنَّ حُصُوْنَهُمْ فَاعِلَهٗ بِهٖ تَمَّ الْخَبَرُ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَذَابِهٖ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ اَمْرُهٗ وَعَذَابُهٗ مِنْ
ـه حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا لَمْ يَخْطِرْ بِبَالِهِمْ مِنْ جِهَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَذَفَ اَلْقٰى فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ
ـس بِسُكُوْنِ الْعَيْنِ وَضَمِّهَا اَلْخَوْفُ بِقَتْلِ سَيِّدِهِمْ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ يُخْرِبُوْنَ بِالتَّشْدِيْدِ
ـا وَالتَّخْفِيْفِ مِنْ اَخْرَبَ بُيُوْتَهُمْ لِيَنْقُلُوْا مَا اسْتَحْسَنُوْهُ مِنْهَا مِنْ خَشَبٍ وَغَيْرِهٖ بِاَيْدِيْهِمْ
ـا وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ قَضٰى عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ
ـا اَلْخُرُوْجَ مِنَ الْوَطَنِ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ط بِالْقَتْلِ وَالسَّبْيِ كَمَا فُعِلَ بِقُرَيْظَةَ مِنَ الْيَهُوْدِ
ـه وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا خَالَفُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ج وَمَنْ يُّشَآقِّ
ـا اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لَهٗ مَا قَطَعْتُمْ يَا مُسْلِمِيْنَ مِّنْ لِّيْنَةٍ نَخْلَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا
ـة قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ اَيْ خَيَّرَكُمْ فِيْ ذٰلِكَ وَلِيُخْزِيَ بِالْاِذْنِ فِي الْقَطْعِ الْفٰسِقِيْنَ ۝
ـا الْيَهُوْدَ فِيْ اِعْتِرَاضِهِمْ بِاَنَّ قَطْعَ الشَّجَرِ الْمُثْمِرِ فَسَادٌ وَمَاۤ اَفَآءَ رَدَّ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ
ـا اَوْجَفْتُمْ اَسْرَعْتُمْ يَا مُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِ مِنْ زَائِدَةٍ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ اِبِلٍ اَيْ لَمْ تُقَاسُوْا فِيْهِ مُشَقَّةً
ـة وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ فَلَا حَقَّ لَكُمْ فِيْهِ وَ
ـيَخْتَصُّ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ ذُكِرَ مَعَهٗ فِي الْاٰيَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْاَصْنَافِ الْاَرْبَعَةِ
ـعَلٰى مَا كَانَ يَقْسِمُهٗ مِنْ اَنَّ لِكُلٍّ مِّنْهُمْ خَمْسُ الْخَمْسِ وَلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَاقِيْ يَفْعَلُ
ـفِيْهِ مَا يَشَآءُ فَاَعْطٰى مِنْهُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَثَلَاثَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ لِفَقْرِهِمْ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ
ـمِنْ اَهْلِ الْقُرٰى كَالصَّفْرَاءِ وَوَادِي الْقُرٰى وَيَنْبُعَ فَلِلّٰهِ يَاْمُرُ فِيْهِ بِمَا يَشَآءُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي
ـصَاحِبِ الْقُرْبٰى قَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ وَالْيَتٰمٰى
ـا اَطْفَالِ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ هَلَكَتْ اٰبَاؤُهُمْ وَهُمْ فُقَرَاءُ وَالْمَسٰكِيْنِ ذَوِي الْحَاجَةِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

وقف لازم

Marfat.com

وَابْنِ السَّبِيْلِ الْمُنْقَطِعِ فِيْ سَفَرِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَيْ يَسْتَحِقُّهُ النَّبِيُّ وَالْاَرْبَعَةُ عَلٰى مَا كَانَ يَقْسِمُهٗ
مِنْ اَنَّ لِكُلٍّ مِنَ الْاَرْبَعَةِ خُمُسَ الْخُمُسِ وَلَهُ الْبَاقِيْ كَيْلَا كَيْ بِمَعْنَى اللَّامِ وَاَنْ مُقَدَّرَةٌ بَعْدَهَا
يَكُوْنَ الْفَيْءُ عِلَّةَ الْقِسْمَةِ كَذٰلِكَ دُوْلَةً مُتَدَاوَلًا بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ اَعْطَاكُمُ الرَّسُوْلُ
مِنَ الْفَيْءِ وَغَيْرِهٖ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَاءِ
مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ اَيْ اَعْجَبُوا الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ فِيْ اِيْمَانِهِمْ
وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ الْمَدِيْنَةَ وَالْاِيْمَانَ اَيْ اَلْفَوْهُ وَهُمُ الْاَنْصَارُ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ
هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً حَسَدًا مِّمَّآ اُوْتُوْا اَيْ اُتِيَ النَّبِيُّ الْمُهَاجِرِيْنَ
مِنْ اَمْوَالِ بَنِي النَّضِيْرِ الْمُخْتَصَّةِ بِهٖ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَقْفٌ حَاجَةٌ
اِلٰى مَا يُؤْثَرُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ حِرْصَهَا عَلَى الْمَالِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَ
الَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا حِقْدًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

ع ۱ ۲ ۳

سورۂ حشر مدنیہ ہے جس میں ۲۴ آیات ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے (اس کی) جو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہیں (اللہ کی پاکیزگی، لام زائد ہے اور ما اکثریت کی تغلیب کرتے ہوئے لایا گیا) اور وہ زبردست حکمت والا ہے (اپنے ملک اور کاریگری میں) وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو (یہود میں سے بنو نضیر کو) ان کے گھروں (مدینہ کی رہائش گاہوں) سے پہلی ہی بار اکٹھا کر کے نکال دیا۔ (یہ اخراج شام کی طرف ہوا۔ پھر آخر کار عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں۔ ان کو خیبر میں جلا وطن کر دیا) تمہارا گمان بھی نہ تھا (اے مسلمانو!) کہ وہ نکلیں گے اور انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کو بچالیں گے (ان کی خبر ہے) ان کے قلعے (یہ فاعل ہے جس سے خبر پوری ہوگی) اللہ (کے عذاب) سے سو اللہ (کا حکم اور عذاب) ان پر ایسی جگہ سے

Marfat.com

پہنچا کہ ان کو خیال کبھی نہ تھا۔ (مسلمانوں کی طرف سے انہیں وہم بھی نہ تھا) اور ان کے دلوں میں رعب بٹھا دیا ڈال دیا ۔ رعب، سکون عین اور ضمہ عین کے ساتھ بمعنی خوف ان کے سرکردہ کعب بن اشرف کو قتل کر کے) وہ اُجاڑ دیے تھے (تشدید اور تخفیف کے ساتھ اخرب سے ماخوذ ہے) اپنے گھروں کو (تاکہ جو اچھی اچھی چیزیں لکڑیاں وغیرہ لے جا سکیں) خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی، سو اے دانشورو عبرت حاصل کرو اور اللہ اگر ان کی قسمت میں جلا وطن ہونا (وطن سے نکالنا) نہ لکھ چکا ہوتا (فیصلہ کر چکا ہوتا) تو ان کو دنیا ہی میں سزا دے دیتا (قتل اور گرفتار کر کے، جیسا کہ یہود قریظہ کے ساتھ کیا گیا) اور ان کے لیے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو اللہ کی مخالفت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ (اس کو) سخت سزا دینے والا ہے۔ جو کھجوروں کے درخت (اے مسلمانو!) تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا۔ سو خدا ہی کے حکم سے ہے (اسی نے تم کو اجازت دی ہے) اور تاکہ (کاٹنے کی اجازت دے کر) کافروں کو ذلیل کرے (یہود کو ان کی اس نکتہ چینی کے جواب میں کہ پھل دار درخت کو کاٹنا پاپ ہے) اور جو اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوا دیا۔ سو تم نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے (اے مسلمانو! من زائد ہے) اور نہ اُونٹ (یعنی تم نے اس سلسلہ میں کوئی محنت برداشت نہیں کی تھی) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے (لہٰذا تمہارا اس میں کچھ حق نہیں بیٹھتا۔ بلکہ وہ حضورؐ کے لیے مخصوص ہے اور آپ کے ساتھ ان لوگوں کے لیے جن کا ذکر دوسری آیت میں آ رہا ہے۔ یعنی چار قسمیں جن پر آپ نے تقسیم فرمایا کہ ان میں سے ہر قسم کو پانچویں حصہ میں سے پانچواں حصہ مرحمت فرما دیا۔ باقی آپ کا ہے آپ، جو چاہیں کریں۔ چنانچہ کچھ مہاجرین اور تین انصار کو ان کی غربت کی وجہ سے آپ نے عطا کیا) جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دوسری بستیوں سے دلوایا (جیسے صفراء، وادی القریٰ، ینبع کے رہنے والوں سے) وہ اللہ کا حق ہے (جیسا چاہے حکم دے) اور رسول کا اور قرابت داروں کا (آنحضرتؐ کے رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی مطلب مراد ہیں) اور یتیموں کا (مسلمانوں کے وہ بچے جن کے باپ مر گئے اور وہ غریب ہیں) اور غریبوں (مسلمان حاجت مندوں) کا اور مسافروں کا ہے (جو مسلمان سفر میں ساتھیوں سے بچھڑ جائیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں قسمیں جن کو آنحضرتؐ نے مرحمت فرمایا۔ یعنی ان چار قسموں کو خمس الخماس دیا اور باقی خود رکھا) تاکہ (کے بمعنی لام ہے۔ اس کے بعد ان مقدر ہے) وہ قبضہ میں نہ آ جائے تمہارے دولتمندوں کے اور رسول جو کچھ تم کو عنایت (عطا) فرما دیا کریں (فئ وغیرہ میں سے) وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیا کریں، تم رُک جایا کرو۔ اور اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ ان حاجت مندوں کے لیے (اس کا تعلق محذوف کے ساتھ ہے۔ یعنی تعجب کرو) جو مہاجرین اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے۔ وہ اللہ کے فضل اور رضامندی کے طلب گار ہیں۔ اور وہ اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں (ایمان کے لحاظ سے) اور ان لوگوں کے لیے جو دار الاسلام (مدینہ) اور ایمان میں قرار پکڑے ہوئے ہیں (یعنی انہیں اس سے الفت ہے۔ انصار مراد ہیں) ان سے پہلے ان کے پاس جو ہجرت کر کے آتا ہے وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین

Marfat.com

کو جو کچھ ملتا ہے اس سے اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے (یعنی آنحضرتؐ نے اپنے خاصۃ بنو نضیر میں سے جو کچھ مہاجرین کو عنایت فرمادیا) اور انہیں اپنے سے مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو (ایثار کی ہوئی چیز کی ضرورت ہی کیوں نہ ہو) اور جو شخص طبعی بخل (حرص مالی) سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو اُن کے بعد آئے (مہاجرین و انصار کے بعد قیامت تک) جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ (عداوت) نہ ہونے دیجئے۔ اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق و رحیم ہیں۔

تحقیق و ترکیب

لاوّل الحشر۔ اس کا تعلق اخرج سے ہے لام فوقیت کا ہے اور صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہو رہی ہے۔

ای للحشر الاول۔ یہود مدینہ کے حشر چار ہیں۔ پہلے بنو نضیر کی جلاوطنی، پھر اہل خیبر کی جلاوطنی۔ پھر اخیر زمانہ میں قعر عدن سے ایک آگ برآمد ہوکر لوگوں کو جمع کرے گی اور آخری حشر قیامت میں ہوگا۔ بنو نضیر عام طور پر تو شام کے علاقہ اذرعات اور اریحا میں منتقل ہوگئے۔ البتہ ابو الحقیق اور حی بن اخطب کے خاندان خیبر چلے گئے اور فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں بقولِ مفسر خیبر کی جانب جلاوطنی نہیں ہوئی۔ بلکہ خیبر سے سب کو جلاوطن کیا گیا۔ اس لیے تفسیری عبارت الی خیبر ہونی چاہیئے تھی۔ بنو نضیر حضرت ہارونؑ کی نسل سے ہیں۔

مانعتھم حصونھم۔ اس میں خبر مقدم ہے۔ خطیب میں اس کی دو ترکیبیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ حصونھم مبتدا اور مانعتھم خبر مقدم ہے اور یہ جملہ انہم کی خبر ہے دوسرے یہ کہ انہم کی خبر مانعتھم ہے اور حصونھم فاعل ہے جیسے کہا جائے ان زیدا قام ابوہ اورانّ عمرًا قائمۃ جاریتہٗ اس صورت میں حصونھم کا اعتماد مبتداء پر ہوگا۔

فاتاھم اللہ۔ مفسرؒ نے حذف مضاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لیے اب یہ شبہ بھی نہیں کہ اللہ کا آنے جانے سے پاک ہے۔ یہ اجسام اور حوادث کی صفات ہوتی ہیں۔ کیونکہ امر الٰہی کا آنا مراد ہے۔ تفسیری عبارت من جھۃ المؤمنین میں اضافت بیانیہ ہے یعنی عذاب الٰہی مومنین کی طرف سے آیا ہے جس کا ان کو وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ کعب بن اشرف جو یہود کا سرگروہ تھا اس کو محمد بن سلمہ انصاریؓ نے قتل کر ڈالا جو اس کے رضاعی بھائی تھے۔

من لینۃ۔ مفسرؒ نے نخلہ کہہ کر دونوں کے ہم معنی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ، حکمہ سعیدؒ، مجاہدؒ، عمرو بن میمونؒ، زہریؒ سے منقول ہے کہ اللینۃ الوان النخل کلھا الا العجوۃ۔ اور زمخشری لینۃ کے متعلق کہتے ہیں ما عدا العجوۃ والبریۃ وھما اجود النخل۔

فباذن اللہ۔ مفسرؒ نے علتِ محذوفہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ای واذن لکم فی القطع لیخزی الخ وانتم منتھون عن الفساد فی الارض فنزلت

ما افاء اللہ۔ فیٔ کے معنی رجوع کے ہیں۔ گویا اصل سے سارا مال اللہ کے رسول اور مومنین کا تھا جس پر یہود قابض ہوگئے تھے۔ اب پھر وہ مال مسلمانوں کے پاس واپس ہوگیا اور بے محنت و مشقت مل گیا۔ اسی لئے لارکاب فرمایا (خیبر مدینہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر ہے)۔ چنانچہ فیٔ اسی مال کو کہتے ہیں۔ جو بغیر غزوہ اور جہاد کے حاصل ہوجاتے۔ . . . . . .

Marfat.com

وہ پیغمبر کے لیے خاصہ کہلاتا ہے پیغمبر جہاں چاہے اس کو صرف کرے اور اس کے خلفاء متولی اور نگران ہوتے ہیں۔ اس مال کی مثال اس جبی ہے جس کا مالک معلوم نہ ہو۔ یا ایسا ترکہ جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ یا جزیہ کی رقم اور ذمیوں سے آمدنی یا زمین کا خراج۔ مال فے کا حکم مالِ غنیمت جیسا نہیں کہ عام مجاہدین پر تقسیم ہو۔ بلکہ وہ خاصہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے مالِ فے مہاجرین میں تقسیم فرمایا اور انصار میں سے صرف تین غریبوں کو عنایت فرمایا یعنی بقول بغوی ابو دجانہ اور سہل بن حنیف، اور حارث بن الصمۃ کو، بقول زہری صرف اول الذکر دو کو دیا۔

من اھل القریٰ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے بنو قریظہ اور بنو نضیر مراد ہیں۔ جو مدینہ میں رہتے تھے .... اور فدک اور خیبر اور قریٰ عرینہ اور ینبع بھی مراد ہیں۔ ینبع ایک قلعہ اور ڈیوڑھی تھی۔ جس میں چشمے باغات اور کھیت تھے۔ مال فے کی تقسیم میں اختلاف ہے۔ بعض نے تو ظاہر آیت کی وجہ سے چھ حصے کیے۔ جن میں سے اللہ کا حصہ تو بیت اللہ، مساجد وغیرہ میں صرف کیا جائے گا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ اللہ کا ذکر تو بطور تعظیم و تبرک کے ہے چنانچہ قرطبی نے شوافع کی رائے بتلائی کہ اس آیت سورۂ انفال کی آیت کے معنی ایک ہی ہیں یعنی فے کے پانچویں حصہ کو آنحضرتؐ کے ساتھ چاروں مذکورہ اقسام پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور باقی حصے آنحضرتؐ کے لیے مخصوص ہوں گے وہ جہاں چاہیں رفاہِ عامہ کے کاموں میں صرف کریں۔ اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء قائمقام ہوں گے اور ان اوقاف کے متولی سمجھے جائیں گے۔ البتہ امام شافعی کے ایک قول میں تو آپ کے مال فے کے مستحق جہاد میں شریک ہونے والے مجاہدین ہوں گے۔ اور دوسرے قول میں اس کا مصرف عامہ مسلمین کے مصالح ہوں گے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے لیس لی مما غنائکم الا الخمس والخمس مردود فیکم۔ آنحضرتؐ کے قرابت دار بنو ہاشم اور بنو مطلب اس لیے مستحق ہیں کہ وہ زکوٰۃ و صدقات نہیں لیتے۔ اس لیے مال فے میں ان کا حق رکھا گیا۔ بہرحال فے میں فقراء کا استحقاق نہیں ہے اور ابن السبیل اگرچہ مالدار ہو وہ بھی مصرف ہے۔ کیونکہ روپیہ سردست اس کے پاس نہیں ہے۔ قافلہ سے بچھڑ گیا ہے اور گھر سے بھی الگ ہے۔ مفسرؒ نے دولۃ الباقی کہہ کر لاکر اپنے مسلک کی رعایت سے تاکید کر دی۔

للفقراء۔ لفظ اخرجوا اس میں اشارہ ہے کہ مسلمانوں کے مال پر اگر کفار کا غلبہ ہو جائے تو کفار مالک ہو جائیں گے۔ کیونکہ اللہ نے مہاجر مسلمانوں کو فقیر کہا۔ حالانکہ مکہ میں جائداد اور مال و دولت رکھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ کافروں کے قبضہ میں چلے جانے سے یہ فقیر ہو گئے۔

یبتغون۔ یہ حال ہے اور ینصرون بھی اس پر معطوف ہو کر حال ہے۔ لیکن حال مقدرہ ہے ای نادین نصرۃ اللہ ورسولہ اذ وقت خروجھم۔

والذین تبوؤا۔ بقول زمخشریؒ المہاجرین پر عطف ہے یعنی للفقراء المہاجرین پر عطف ہے گویا عطف مفردات ہے۔

یحبون۔ حال ہے یا مبتدا اور یحبون اس کی خبر ہوگی۔ مفسرؒ نے الفوہ نکال کر اشارہ کیا ہے کہ یہ آیت علفتہا تبنا وماء بادذا کے قبیل سے ہے۔ کیونکہ تبوء کا تعلق صرف دار سے ہے اور الایمان کا عامل اللہ محذوف ہے۔ الفت ایمانی مراد ہے اختصار کلام کی وجہ سے ایسا عطف جائز ہے۔ اور بعض نے تقدیر عبارت اخلصوا الایمان نکالی

Marfat.com

ے اور بعض نے تبوء کے معنی نزول کے لیے ہیں اور بطور مجاز نزول سے لزوم مراد لیا ہے۔ ای الزموا المدینۃ والایمان اور بعض نے عبارت اس طرح مانی ہے۔ تبوؤ دار الهجرة ودار الایمان۔ اول سے مضاف الیہ اور ثانی سے مضاف حذف کر دیا اور مضاف الیہ کے عوض مضاف پر الف لام داخل کر دیا۔ مہاجرین کے بعد اس آیت میں انصار کی منقبت ہے۔ و یؤثرون ای الـمهاجرين مفعول محذوف ہے۔

خصاصة۔ قاموس میں ہے کہ خصاص اور خصاصہ کے معنی فقر و خلل کے ہیں۔

ومن یوق شح۔ یرق و قایہ سے مجہول صیغہ ہے۔ محفوظ رکھنا اور شح کہتے ہیں حرص و بخل۔ ضمہ اور کسرہ کے ساتھ دونوں طرح ہے۔

ربط آیات

پچھلی سورۂ مجادلہ کے آخری حصہ میں زیادہ تر منافقین کی مذمت اور ان کی یہود دوستی کا ذکر تھا۔ اب سورۂ حشر کی ابتدائی آیات میں یہود کی کچھ سزا کا اور منافقین کی دوستی کا کارآمد نہ ہونا بیان کیا جا رہا ہے۔ اسی سزا کے ذیل میں یہود کی جلاوطنی اور بعض احکام فے ارشاد فرمائے گئے ہیں اور سورت کے آخری حصہ میں مسلمانوں کو کفار کے طور طریق سے بچنے کے لیے آخرت کی تیاری کا حکم ہے اور یہ کہ وہ احکام الٰہیہ کی مخالفت سے بچیں۔ اور تاکید و تقویت کے لیے صفات جلالیہ اور جمالیہ کا بیان ہے۔ پس اس طرح اخیر کے حصہ میں ابتدائی اجمال فاعتبروا کی فی الجملہ تفصیل بھی ہو گئی۔

شانِ نزول و روایات

پوری سورۂ حشر یہود بنو نضیر کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود سے صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ اس صلح میں قبیلہ بنو نضیر بھی شریک تھا۔ جو مدینہ سے مشرقی جانب دو میل کے فاصلہ پر رہتا تھا۔ اسی اثناء میں عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ سے مسلمانوں کے دو خون ہو گئے۔ اس کے خونبہا کے سلسلہ میں بنو نضیر کو شامل کرنے کے لیے آپ ان کی ڈیوڑھی پر تشریف لے گئے۔ تو ان لوگوں نے بظاہر آمادگی ظاہر کر کے آپ کو تو ایک جگہ بٹھا دیا کہ ہم ابھی انتظام کئے دیتے ہیں اور خود ایک سازش میں لگ گئے۔ کہ اوپر سے آپ پر چکی کا پاٹ لڑھکا دیا جائے۔ تاکہ آپ کا کام تمام ہو جائے۔ اور روز بروز کا یہ قصہ ختم ہو۔ لیکن بذریعہ وحی آپ کو اس منصوبہ کا علم ہو گیا تو آپ وہاں سے اُٹھ آئے اور کہلا بھیجا کہ چونکہ تم نے نقض عہد کیا ہے اس لیے تمہیں دس دن کی مہلت ہے۔ اس مدت میں جہاں چاہو چلے جاؤ۔ ورنہ اس مدت کے بعد پھر جو شخص نظر پڑے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔ چنانچہ بنو نضیر نے کہیں چلے جانے کا تہیہ کر لیا۔ لیکن عبداللہ بن ابی نے اور بقول محمد بن اسحٰق وغیرہ ودیعہ بن مالک اور سوید و داعل نے بھی ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ تم کہیں مت جاؤ۔ میرے ساتھ دو ہزار کی جمعیت ہے وہ اپنی جان دے دیں گے مگر تم پر آنچ نہ آنے دیں گے۔ بنو نضیر اس بھرّہ میں آ گئے اور آنحضرتؐ کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم کہیں نہیں جاتے۔ آپ سے جو ہو سکے کر لیجئے۔ یہ سُن کر آپ نے چڑھائی کر دی۔ وہ لوگ تو قلعہ بند ہو گئے اور منافقین منہ چھپا کر بیٹھ گئے، سامنے نہیں آ سکے۔ چنانچہ آپ نے ڈیوڑھی کا محاصرہ کر لیا اور باغات کو کٹوا دیا۔ درختوں کو جلوا دیا۔ آخر تنگ آ کر انہوں نے کہیں نکل

marfat.com
Marfat.com

جانا منظور کر لیا۔ آپ نے فرمایا ہتھیاروں کے علاوہ سب کچھ لے جانے کی اجازت ہے۔ اس طرح کچھ لوگ شام اور کچھ خیبر چلے گئے۔ اور حرص و حسد کی حد کر دی کہ گھروں کی چوکھٹ، بازو، کڑی، تختے ایک ایک کر کے سب سامان لاد لے گئے یہ ابتدائی جلاوطنی ۴ھ میں ہوئی۔ جو حشر اوّل ہے۔ پھر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں سب کو شام کی طرف نکال دیا۔ یہ حشر ثانی ہوا۔ اسی لیے شام کو ارض المحشر بھی کہتے ہیں۔ اس تفصیل کے پس منظر میں بھی کچھ واقعات ہیں۔ مثلاً معاہدۂ صلح کا حاصل یہ تھا کہ یہود غیر جانبدار رہیں گے۔ نہ مسلمان ان سے مدد کے خواہاں ہوں گے اور نہ یہود، مسلمانوں کے دشمنوں سے ساز باز کریں گے۔ چنانچہ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو کہنے لگے کہ محمد تو نبی موعود ہیں۔ اور جب اُحد میں شکست ہوئی تو تردّد میں پڑ گئے۔ حتیٰ کہ کعب بن اشرف چالیس سواروں کو ہمراہ لے کر مکہ گیا اور مشرکین سے بات چیت کی۔ قریش بولے کہ تم اور محمد دونوں اہل کتاب ہو۔ ہمیں تم پر اطمینان نہیں۔ آج معاہدہ کر کے کل کو باہم مل بیٹھو گے۔ اس لیے ہمارے بتوں کو سجدہ کرو تو ہم جانیں کہ تم قابل اعتماد ہو۔ چنانچہ کعب بن اشرف وغیرہ نے بتوں کو سجدہ کر لیا۔ اِدھر ابوسفیان نے کہا۔ انحن اھدیٰ سبیلاً امر محمد؟ کعب نے کہا انتم جس کو آیت الم تر الی الذین اوتوا نصیباً من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھٰؤلاء اھدیٰ من الذین اٰمنوا سبیلاً میں ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ کعبۃ اللہ کے سامنے قریش و یہود کا معاہدہ ہو گیا۔ معذر نے کعب کے رضاعی بھائی محمد بن مسلمہ انصاری کو مامور فرمایا۔ انہوں نے اس کو گھات لگا کر موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اسکے بعد ۱۵ روز بنو نضیر کا محاصرہ فرمایا۔ پندرہ روزہ لڑائی کے بعد بنو نضیر لڑائی موقوف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ آنحضرت نے جب باغات اور درختوں کے کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا تو یہود کہنے لگے۔ یا محمد قد کنت تنھی عن الفساد فی الارض فمابال قطع النخل و تحریقھا اور بعض مسلمانوں کو بھی اس میں تامل ہوا تو آیت ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ نازل ہوئی۔ زمانہ جاہلیت کا دستور جنگ یہ تھا کہ مالِ غنیمت کا چوتھائی سردار کا ہوتا اور بقیہ مال کا زیادہ حصہ اغنیاء لے لیا کرتے۔ اور تھوڑا بہت عام لڑنے والوں کے حصہ میں آتا۔ لیکن اسلام نے آکر غنیمت و فے دونوں کے اصول کو بدل دیا۔ آیت ما افاء اللہ سے دولۃ بین الاغنیاء تک اسی کا رد اور قانون اصلاح کا بیان ہے۔

آیت ما اتاکم الرسول عام ہے جہاد اور غیر جہاد تمام احکام امر و نہی کو شامل ہے۔ للفقراء حنفیہ نے اس سے استیلاء کفار کو سبب ملک قرار دیا ہے۔ لیکن شوافع اشارۃ النص کے اس اصول کو نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک فقراء کہنا مال سے دور ہونے کی وجہ سے ہے۔ والذین جاءو امن بعدھم۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے۔ دخل فی ھذا الفی کل من ھو مولود الی یوم القیامۃ فی الاسلام۔ استوعبت ھذہ الآیۃ للمسلمین عامۃ۔

تشریح

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ یعنی دانشمندوں کو بنو نضیر کے انجام سے عبرت پکڑنی چاہیئے کہ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں تباہی مول لی۔ عبرت کہتے ہیں مماثل چیزوں میں غور و تامل کرنے کو۔ قیاس بھی اسی کی نظیر ہے۔

Marfat.com

قیاس واعتبار کسے کہتے ہیں

چنانچہ شریعت میں احکام مشروعہ کی کوئی نہ کوئی علت ہوا کرتی ہے۔ جہاں جہاں وہ علت پائی جائے گی احکام بھی دائر رہیں گے جیسا کہ واقعات کے اسباب ہوتے ہیں کہ جہاں وہ اسباب ہوں گے۔ واقعات کو بھی ان سے وابستہ مان لیا جائے گا پس اس طرح قیاس کا حجت ہونا عقلی ہوا۔ یعنی ایسی دلالت النص سے ثابت ہو رہا ہے جو قیاس کے مشابہ ہے بعینہٖ قیاس سے ثابت نہیں ہے ورنہ دور لازم آئے گا۔ یا یوں کہا جائے گا کہ حق تعالیٰ نے عبرت و اعتبار کا حکم دیا ہے اور اعتبار کسے کہتے ہیں کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانے کو اور یہ عام ہے خواہ قیاس ہو یا مثنیات دونوں کو عبرت و اعتبار کہا جائے گا۔ اس صورت میں قیاس کا حجت ہونا عبارت النص سے ثابت ہو جائے گا۔ بقول اکثر علماء کے یعنی بقول صاحب توضیح اشارۃ النص سے قیاس کا حجت ہونا ثابت ہو جائے گا۔ بہرحال یہ دلیل عقل ونقل کی جامع ہے۔ اسی لیے بعض اصولی تو اس کو عقلی دلیل کہتے ہیں اور بعض نقلی، صاحب مدارکؒ اور قاضیؒ نے بھی اس سے استدلال کیا ہے۔ البتہ قیاس کے حجت ہونے کی واضح نقلی دلیل حدیث معاذ ہے۔ اسی طرح معاملات وغیرہ کے بیشتر مسائل اجتہادی اور قیاسی ہیں جیسا کہ حدیث رد اس کی شاہد ہے۔ اس لیے روافض وغیرہ کا قیاس و اجتہاد سے انکار غلط ہے اور قرآن کی تفسیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے ائمہ معصومین کے ساتھ مخصوص سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

جہاد میں دشمن کے مال کو کیوں تلف کیا جاتا ہے۔

ما قطعتم من لینۃ۔ اس سے کفار کے مال وجائداد کو دارالحرب میں تباہ و برباد کرنے کی اجازت معلوم ہو رہی ہے۔ تاکہ کفار غیظ میں مبتلا ہوں۔ جیسا کہ صاحب کشافؒ اور قاضی بیضاویؒ نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ ایک مسلمان عجوہ کھجور کا درخت اور دوسرا لینہ کھجور کا درخت کاٹ رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے ان سے وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ کافروں کو جلانے کے لیے یہ درخت کاٹتے ہیں۔ اور فلاں فلاں درخت آپ کے لیے چھوڑ دیئے ہیں۔ چنانچہ اس سے نہ صرف اجتہاد کا جواز معلوم ہوا۔ جب کہ آنحضرتؐ کی موجودگی میں بھی اجتہاد کی اجازت نکلی۔ حتیٰ کہ صاحب کشاف نے اپنے مسلک اعتزال کی رعایت کرتے ہوئے "کل مجتہد مصیب" پر اسی سے استدلال کیا ہے۔

روح المعانی میں لکھا ہے کہ کفار کو جلا وطن کرنا ابتداء اسلام میں مشروع تھا۔ لیکن منسوخ ہو گیا۔ حالانکہ صاحب ہدایہ نے فئے کی بحث میں لکھا ہے۔ الاراضی التی اجلوا عنہا اہلہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم باقی ہے۔ مگر اس اختلاف کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ جن حضرات نے جلا وطن کرنے کو "امامنا" میں داخل سمجھا ہے۔ انہوں نے من کی طرح اس کو بھی منسوخ کہا ہے۔ اور جنہوں نے جائز کہا ہے انہوں نے اس کو ایسا سمجھا جیسا مقابلہ کے وقت بھاگنے لگیں۔ اور کسی مصلحت سے ان کا تعاقب نہ کیا جائے۔ تو صلح کی طرح یہ چھوڑنا بھی جائز ہو گا۔ اسی طرح جلا وطن کرنا بھی گویا ان کو چھوٹ دینا ہے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنونضیر سے پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس اونٹ اور بہت سا مال اور زمین ہاتھ آئی۔ جو خاصہ میں شامل ہوئی۔ مال غنیمت کی طرح اس میں سے خمس نہیں نکالا گیا۔ جس کی

Marfat.com

تفصیل آگے ہے۔

مال فے اور غنیمت میں فرق ہے

ما افاء اللہ۔ سابقہ کاروائی تو بنو نضیر کا جانی معاملہ تھا۔ یہاں سے مال کے متعلق معاملہ کا ذکر ہے۔ دار الحرب سے جو مال قتال وجہاد کے نتیجہ میں حاصل ہو وہ غنیمت کہلاتا ہے اور جو مال بغیر قتال حاصل ہو وہ فے ہے۔ بنو نضیر کا تمام مال اور باغ فدک اور نصف خیبر یعنی کتیبہ، وطیح، سلالہ کے علاقے سب فے میں داخل ہیں۔ لیکن باقی نصف خیبر یعنی شق، نطاۃ کا علاقہ فے نہیں تھا۔ بلکہ جہاد و قتال کے بعد حاصل ہوا۔ جیسا کہ ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے تخریج کی ہے۔ صاحب ہدایہ کے مطابق امام صاحب کے نزدیک مال فے میں خمس نہیں ہے۔ البتہ جو علاقہ قتال کے بعد حاصل ہو اس میں تقسیم کے وقت خمس نکالا جاتا ہے۔ جس کے مصارف کا بیان سورۂ انفال میں گزر چکا ہے۔

فے اور غنیمت کے احکام

روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال فے کے مالک ہیں یا حاکم۔ اس میں جو مصارف آپ کو بطور واجب یا استحباب بتلائے گئے ان کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے اور لوگوں پر زکوٰۃ و خیرات کے احکام ہیں۔ البتہ آنحضرتؐ کے وصال کے بعد پھر ان میں وراثت اور ترکہ نہیں تھا بلکہ وہ وقف ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں روایات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے مال کا اکثر حصہ مہاجرین اور تین حاجت مند انصار کو تقسیم فرما دیا۔ اور خیبر کی آمدنی سے فقرائے مہاجرین کی۔ اور فدک سے مسافروں کی امداد فرماتے۔ آیت وما افاء اللہ میں اسی خصوصیت کا ذکر ہے۔ کیونکہ بعض لوگوں نے عرض کیا تھا کہ وہاں کی زمین کیوں نہیں تقسیم کی گئی؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اس فتح میں مسلمانوں کو کچھ کرنا نہیں پڑا۔ اس لیے اس میں استحقاق جتلانا بھی بے محل ہے۔ یہ اللہ کا عطیہ ہے۔ پیغمبر مالکانہ یا حاکمانہ تصرف کے مجاز بنائے گئے ہیں۔ آپ کے سالانہ خانگی اخراجات، مہاجرین اور مسافروں اور غرباء کی دیکھ بھال اسی سے ہوگی۔ اور آپ کی حیات کے بعد اس کے مصارف بقول صاحب ہدایہ مصالح عامہ ہوں گے۔ مثلاً سرحدات کی حفاظت، پلوں، سراؤں کی تعمیر، علماء، عمال، قاضیوں کے وظائف فوجیوں کے اخراجات، شہداء کی اولاد وغیرہ کی پرورش، جہادی سامان کی فراہمی وغیرہ ضروریات اس سے پوری کی جائیں گی۔ بلکہ خمس، غنیمت کے جو مصارف، یتیم و مسکین و مسافر ہیں۔ وہ بھی ان عام مصالح میں شمار ہوں گے۔ اور جس طرح فقراء مہاجرین و انصار اس میں داخل ہیں۔ بعد میں ان کی نسلیں بھی اس میں داخل ہوں گی کیونکہ مصالح عامہ میں وہ بھی آتے ہیں۔ البتہ امام اور خلیفہ ایسی زمین کا کسی کو مالک بنا سکتا ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے جیسا کہ ردالمحتار اور درمختار کی فصل جزیہ کے قریب کی عبارت سے مفہوم ہو رہا ہے۔ دوسری، چوتھی، پانچویں آیت میں ان سب کا ذکر ہے اور حضرت عمرؓ کی روایت بھی اس کی مؤید ہے۔

مسلمانوں کا امام حاکمانہ اختیارات رکھتا ہے نہ کہ مالکانہ

البتہ ان مصارف کی تعیین و تحدید امام کی رائے سے ہوگی۔ تاہم امام کو حاکمانہ اختیارات ہوں گے مالکانہ اختیارات نہیں ہوں گے۔ اور حضورؐ کو مالکانہ اختیارات

Marfat.com

تھے یعنی خرید و فروخت، ہبہ وغیرہ بھی کر سکتے تھے۔ اور درمنثور کی روایت کے مطابق پہلے خمس غنیمت کے مصارف بھی وہی تھے جو فے کے مصارف ہیں۔ لیکن پھر حشر کی آیت سورۂ انفال کی آیت سے منسوخ ہو گئی اور ان کے لیے بھی خمس مقرر ہو گیا مگر چونکہ سورۂ انفال کی آیت بظاہر غزوۂ بدر کے موقعہ پر نازل ہوئی اور بدر واقعہ بنو نضیر سے پہلے ہے۔ اس لیے قتادہ کا یہ محل خلاف ظاہر معلوم ہوتا ہے یہ گنجائش تو حنفیہ کے مسلک پر ہوئی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک غنیمت کی طرح فے میں بھی خمس ہے۔ اور بقیہ چار خمس مذکورہ مصارف پر صرف ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث صحاح میں ہے۔ مالی مما افاء اللہ تعالیٰ علیکم الا الخمس و الخمس مردودٌ علیکم پس فے میں بھی خمس ہوا۔ یہاں جن مصارف کا ذکر ہے۔ وہ اسی خمس کے مصارف ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ما افاء اللہ فللہ و للرسول الخ ظاہر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام "ما افاء اللہ" کے یہ مصارف ہیں۔ صرف خمس کے مصارف نہیں ہیں۔ اور مذکورہ حدیث مالی مما افاء اللہ الخ میں ممکن ہے کہ فے سے مراد غنیمت ہو۔

حنفیہ کا مسلک

شیخ ابوبکر رازی حنفی نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے کہ مال غنیمت خمس نکالنے کے بعد لشکریوں کا حق ہے کہ فے میں لشکر کا حق نہیں۔ آنحضرتؐ مالکانہ تصرف کا حق رکھتے ہیں اور آپؐ کے جانشین حاکمانہ تصرف کے مجاز ہیں۔ مگر مصالح عامہ میں یہ حکم اموال منقولہ کا ہے۔ غیر منقولہ میں امام کو اختیار ہے کہ مصلحت سمجھے کہ لشکر پر تقسیم کر دے مصلحت نہ سمجھے تو مصالح عامہ کے لیے رہنے دے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے سواد عراق میں بعض اکابر صحابہؓ کے مشورہ سے یہی عملدرآمد رکھا۔ اسی کے مطابق شیخ ابوبکر جصاصؒ نے آیت انفال واعلموا کو اموال منقولہ پر اور آیات حشر کو اموال غیر منقولہ پر محمول کیا ہے۔ اس طرح کی پہلی آیت وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منہم کو حکم فے پر اور دوسری آیت ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اھل القریٰ کو حکم غنیمت پر محمول کیا ہے۔ اور ابھی گزرا کہ غنیمت کو لغۃً فے سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

شروع سورت میں واقعہ بنو نضیر ذکر کیا گیا۔ اس کے مال نے کو آپ کی صواب دید پر رکھا۔ اگر آپ مذکورہ لوگوں کو دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ خواہ یہ جہاد میں شریک ہوں یا نہ ہوں۔ اللہ کا حصہ تو تبرکاً کہا۔ البتہ کعبہ اور مساجد میں خرچ کیا جا سکتا ہے اور رسول اللہؐ کا مالکانہ اختیار اور ان کے قرابت داروں کا استحقاق آپ کی حیات تک ہے۔ اب صرف یتیم، مسکین، مسافر مصرف ہیں۔

حضورؐ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو دولت مند ہونے کے باوجود اس مال میں سے دیا۔ کیونکہ قرابت داروں کو آپ کی نصرت تھی۔ امیر ہوا یا غریب۔ البتہ آپ کے بعد حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ آپ کے غریب صاحب حاجت قرابت داروں کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ محقق تھانوی قدس سرہٗ نے سورۂ براءت کی طرح اس مقام کو بھی غامض اور دقیق فرمایا ہے۔ پس ان کے اس بیان کی تسہیل تو اور بھی ادق ہو گی۔

تفسیراتِ احمدیہ کی تحقیق انیق

صاحب تفسیرات نے اس مقام کی نزاکت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے۔ اعلم ان ھٰھنا ابحاث الشریعۃ ونکات لطیفۃ لا یحرم حولھا کل واحد من العلماء و یغفل عنھا جم کثیر من الاذکیاء طلبہ کے مطالعہ کے لیے کچھ اس کی تلخیص

marfat.com
Marfat.com

حاضر ہے۔ قرآن کریم میں دو جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ انفال میں لفظ غنیمت کے ساتھ وہاں فے کا لفظ ذکر نہیں کیا۔ اور سورۂ حشر میں فے کے لفظ سے بیان کیا۔ یہاں غنیمت کا لفظ نہیں آیا اور غنیمت کے سلسلہ میں آیت واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل میں صرف خمس کے مصارف بیان کیے اور باقی چار خمس سے سکوت کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ لشکر کا حصہ ہے اور سورۂ حشر میں فے کا ذکر دو مرتبہ آیا ہے مگر خمس کو بیان نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ سارا مال فے ان مصارف میں خرچ کیا جائے گا۔ نیز یہاں فقراء مہاجرین کا بھی اضافہ ہے اور فے کی دونوں آیتیں متصلاً بلا فصل اور بغیر عطف کے ہیں۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو بقول کشاف و بیضاوی یہ ہے کہ دوسری آیت پہلی آیت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرتؐ مال فے بھی وہیں خرچ کریں۔ جہاں خمس و غنیمت خرچ فرماتے ہیں۔ اہل بصیرت و نظر نے اسی کو پسند کیا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی آیت کا تعلق واقعہ نضیر سے ہے۔ وہ مال رسول اللہؐ کا خاصہ ہے۔ اس میں کسی اور کا حق نہیں اور دوسری آیت میں عام غنیمت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ جو لشکر اسلام کی مدد سے حاصل کی جائے۔ اور مصارف مذکورہ خمس غنیمت کے ہوں گے۔ کل غنیمت کے نہیں ہوں گے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کی رائے ہے اور یہی صاحب مدارک کے نزدیک مختار ہے۔ قاضی بیضاوی کے کلام سے غنیمت و فے میں فرق ہے۔ غنیمت تو وہ مال ہے جو جہاد و قتال سے حاصل ہو۔ اور فے وہ مال ہے کہ کافر خود بھاگ کھڑے ہوں اور گھر بار چھوڑ جائیں۔ چنانچہ واعلموا انما غنمتم" میں غنیمت کی نسبت صحابہ کی طرف کی گئی ہے۔ جو مجاہدین تھے۔ اور ما افاء اللہ میں فے کی نسبت اللہ نے اپنی طرف فرمائی ہے۔ چنانچہ کتب حدیث میں دونوں کے ابواب الگ الگ قائم کیے گئے ہیں چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح میں انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے آیت انما الصدقات الخ پڑھ کر فرمایا۔ ھذہ لھؤلاء پھر آیت واعلموا انما غنمتم الخ پڑھ کر فرمایا۔ ھذہ لھؤلاء پھر آیت ما افاء اللہ الخ پڑھی اور آیت والذین جاءوا من بعدھم پڑھ کر فرمایا۔ ھذہ استوعبت المسلمین کافۃ فلئن عشت فلیاتین الراعی وھو بسرو حمیر نصیبہ منھا لم یعرق فیھا جبینہ۔

فاروق اعظمؓ کی رائے

نیز حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرتؐ کے تین صفایا تھے۔ بنو نضیرؓ، فدکؓ، خیبرؓ۔ بنو نضیر ہنگامی ضرورت کے لیے تھا۔ اور فدک مسافروں کے لیے اور خیبر کے حضورؐ نے تین حصے فرما رکھے تھے۔ دو تہائی مسلمانوں کی ضروریات کے لیے۔ اور ایک تہائی خانگی اخراجات کے لیے تھا۔ اس میں بھی جو کچھ بچ رہتا تھا۔ اس کو فقرائے مہاجرین پر صرف فرما دیتے۔ (ابو داؤد)

البتہ فقہاء کے کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں میں فرق نہیں کرتے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ "باب الایمان" میں ایک جگہ لکھتے ہیں "فبقی الکل فیئا وغنیمۃ" ممکن ہے یہ اس لیے ہو کہ دونوں کا مفہوم ایک ہے یا دونوں کا حکم یعنی تخمیس الخمس ایک ہے۔ اسی طرح اہل اصول نے اشارۃ النص کی بحث میں لکھا ہے۔ کہ ان قولہ تعالیٰ للفقراء المھاجرین بین ایجاب معھم من الغنیمۃ لھم وفیہ اشارۃ الی زوال

Marfat.com

املاکھم الی الکفار بالاستیلاء۔ اس سے بھی غنیمت دفنے کا ایک ہونا معلوم ہوتا ہے۔

حاصل کلام

حاصل یہ نکلا کہ دونوں متحد ہیں تو پھرنے کے مصارف بھی وہی ہوں گے جو غنیمت کے ہیں لیکن اگر الگ الگ ہیں تو پھرنے آپ کے صوابدید پر ہوگی۔ اللہ کا حصہ، حنفیہ اور شوافع دونوں کے نزدیک محض تبرکا ہے۔ البتہ آنحضرتؐ کا حصہ شوافع کے نزدیک آپ کے بعد امام وقت کے لیے ہوگا مال غنیمت میں۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک مال غنیمت اور مال صفی دونوں آپ کے بعد ساقط ہو جائیں گے۔ اسی طرح شوافع کے نزدیک ذوی القربیٰ کو بھی دیا جائے گا۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ حصہ آپ کی نصرت کی وجہ سے تھا۔ لیکن اب وہ بھی ساقط ہے۔ البتہ کوئی حاجت مند ہو تو دیا جاسکتا ہے اور قرابت داروں میں صرف بنی ہاشم اور بنی مطلب آتے ہیں۔ عبد شمس اور نوفل کی اولاد نہیں آتی۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت عثمانؓ اور جبیر بن مطعم کو خمس غنیمت میں سے بھی نہیں دیا۔ اور دریافت کرنے پر فرمایا کہ بنو ہاشم و بنو مطلب دونوں ہمارے ساتھ اسلام سے پہلے اور بعد میں اس طرح رہے جیسے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں گھسا دی جائیں۔ پس معلوم ہوا کہ قرابت عملیہ مراد نہیں ہے بلکہ قرابت مودیہ مراد ہے اور وہ آپ کی حیات کے بعد ختم ہو گئی۔ البتہ حاجت مند ہوں تو زکوٰۃ کے بجائے غنیمت میں شریک کیا جائے گا۔ چنانچہ زکوٰۃ مانگنے پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ ان اللہ قد حرم علیکم عنھا لہ الناس وھو منکم بخمس الخمس۔ اس کے بعد آیت للفقراء میں فقراء کا بیان ہے۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک مہاجرین جن کا بیان آیت والذین تبوؤ الدار میں ہے اور تیسرے بعد میں قیامت تک آنے والے فقراء مہاجرین ہیں۔ جن کا ذکر آیت والذین جاءوا من بعدھم میں ہو رہا ہے۔ (تفسیرات احمدیہ)

لطائف سلوک

ما ظننتم۔ اس سے معلوم ہوا کہ تدابیر مستقل طور پر مؤثر نہیں ہوتیں۔ عارفین کا ایک حال یہی ہوتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ عبرت کی حقیقت کسی کو اپنی نظیر کی طرف لوٹانا ہے۔ قرآن و حدیث میں صوفیاء کی تاویلات اگر شرائط کے مطابق ہوں تو وہ بھی عموم میں داخل ہیں جنہیں اعتبارات کہا جاتا ہے۔

ما قطعتم۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف مسلک بشرطیکہ شرعی حدود میں ہو اور خلوص سے ہو تو مضر نہیں ہے۔ اس میں صوفیاء کا مسلکی اختلاف بھی داخل ہے۔ اس لیے کسی کو کسی پر عیب لگانے کا حق نہیں ہے۔

ویؤثرون علیٰ انفسھم۔ اس میں ایثار کی فضیلت ہے بشرطیکہ کوئی شرعی واجب نہ چھوٹے۔

یقولون ربنا۔ اس میں اسلاف کے لیے دعا کرنے کی ترغیب ہے اور صوفیاء کی تو عادت لازمہ ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے لیے دعا اور ایصال کرتے رہتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ تَنْظُرْ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَهُمْ بَنُو النَّضِيْرِ وَاِخْوَانُهُمْ فِي الْكُفْرِ لَئِنْ لَّامُ قَسَمٍ فِي الْاَرْبَعَةِ اُخْرِجْتُمْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ

marfat.com
Marfat.com

وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ فِي خُذْلَانِكُمْ أَحَدًا أَبَدًا لَا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ حُذِفَتْ مِنْهُ اللَّامُ الْمُوَطِّئَةُ لَنَنْصُرَنَّكُمْ
وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ○ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ
وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ جَاءُوا وَالنَّصْرُ لَهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ وَاسْتُغْنِيَ بِجَوَابِ الْقَسَمِ الْمُقَدَّرِ عَنْ جَوَابِ الشَّرْطِ فِي
الْمَوَاضِعِ الْخَمْسَةِ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ○ أَيِ الْيَهُودُ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً خَوْفًا فِي صُدُورِهِمْ أَيِ
الْمُنَافِقِينَ مِنَ اللَّهِ لِتَأْخِيرِ عَذَابِهِ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ○ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ أَيِ الْيَهُودُ
جَمِيعًا مُجْتَمِعِينَ إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ سُورٍ وَفِي قِرَاءَةٍ جُدُرِ بَأْسُهُمْ حَرْبُهُمْ
بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا مُجْتَمِعِينَ وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى مُتَفَرِّقَةٌ خِلَافُ الْحُسْبَانِ ذٰلِكَ
بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ○ مَثَلُهُمْ فِي تَرْكِ الْإِيمَانِ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا زَمَنًا مِنْ قَرِيبٍ
وَهُمْ أَهْلُ بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ عُقُوبَتَهُ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْقَتْلِ وَغَيْرِهِ وَلَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ مُؤْلِمٌ فِي الْآخِرَةِ مَثَلُهُمْ أَيْضًا فِي سَمَاعِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَتَخْلِيفِهِمْ عَنْهُمْ كَمَثَلِ
الشَّيْطٰنِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعٰلَمِينَ ○
كَذَّبَ مِنْهُ وَبِيَاءً فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَيِ الْغَاوِي وَالْمُغْوِي وَقُرِئَ بِالرَّفْعِ اسْمُ كَانَ أَنَّهُمَا فِي النَّارِ
خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذٰلِكَ جَزَاءُ الظّٰلِمِينَ ○ الْكَافِرِينَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ ع ۲ ۵
مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ
نَسُوا اللَّهَ تَرَكُوا طَاعَتَهُ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يُقَدِّمُوا لَهَا خَيْرًا أُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ○ لَا يَسْتَوِي
أَصْحٰبُ النَّارِ وَأَصْحٰبُ الْجَنَّةِ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ○ لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى
جَبَلٍ وَجُعِلَ فِيهِ تَمْيِيزٌ كَالْإِنْسَانِ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مُتَشَقِّقًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَ
تِلْكَ الْأَمْثَالُ الْمَذْكُورُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ○ فَيُؤْمِنُونَ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا

Marfat.com

هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ
الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ الظَّاهِرُ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِهٖ السَّلِمُ ذُو السَّلَامَةِ مِنَ النَّقَائِصِ الْمُؤْمِنُ الْمُصَدِّقُ رُسُلَهٗ
بِخَلْقِ الْمُعْجِزَةِ لَهُمُ الْمُهَيْمِنُ مِنْ هَيْمَنَ يُهَيْمِنُ اِذَا كَانَ رَقِيْبًا عَلَى الشَّيْءِ اَيِ الشَّهِيْدُ عَلٰى عِبَادِهٖ
بِاَعْمَالِهِمُ الْعَزِيْزُ الْقَوِيُّ الْجَبَّارُ جَبَرَ خَلْقَهٗ عَلٰى مَا اَرَادَ الْمُتَكَبِّرُ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِهٖ سُبْحٰنَ اللّٰهِ تَنْزِيْهًا
نَفْسَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ بِهٖ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُنْشِئُ مِنَ الْعَدَمِ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى
التِّسْعَةُ وَالتِّسْعُوْنَ الْوَارِدُ بِهَا الْحَدِيْثُ وَالْحُسْنٰى مُؤَنَّثُ الْاَحْسَنِ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ تَقَدَّمَ اَوَّلُهَا

ع ۳

ترجمہ کیا آپ نے ان منافقین کی حالت پر نظر نہیں کی جو اپنے بھائی کفار اہل کتاب (بنو نضیر اور کفر میں اُن کے دوسرے ساتھیوں) سے کہتے ہیں کہ اگر (چاروں جگہ لام قسمیہ ہے) تم (مدینہ سے) نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے (ذلیل کرنے کے) معاملہ میں ہم کسی کا کہنا نہیں مانیں گے۔ اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی (اس میں لام قسم محذوف ہے) تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ واللہ اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے۔ اور اگر ان کی مدد کی بھی (ان کی مدد کے لیے آئے بھی) تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے (پانچوں جگہ جواب قسم کے ہوتے ہوئے جواب شرط مقدر ماننے کی ضرورت نہیں ہے) پھر ان (یہود) کی کوئی مدد نہ ہوگی۔ بلاشبہ تم لوگوں کا خوف (ڈر) ان (منافقین) کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ ہے (اللہ کا عذاب مؤخر ہونے کی وجہ سے) یہ اس سبب سے ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔ یہ (یہود) سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے۔ مگر محفوظ بستیوں میں یا دیوار کی آڑ میں (جدار بمعنی دیوار۔ اور ایک قراءت میں جُدُر ہے) ان کی لڑائی آپس میں بڑی تیز ہے۔ اے مخاطب تو ان کو متفق (متحد) خیال کرتا ہے۔ حالانکہ ان کے دل منتشر ہیں (گمان کے برخلاف مختلف ہیں) یہ اس لیے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے (ایمان نہ لانے میں بے عقلوں سے تمثیل دی ہے) ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ مشرکین بدر جو حال ہی میں تھے) جو اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں (دنیا میں قتل وغیرہ کے ذریعہ) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے (جو آخرت میں تکلیف دہ ہوگا۔ یہود کے لیے منافقین سے مثال دی گئی ہے۔ ان کی باتیں سُن کر خلاف کرنے میں) شیطان کی سی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا۔ پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں تو اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں (جھوٹ اور ریاکاری سے کہتا ہے) سو آخری انجام (دونوں بہکانے والے اور گمراہ، ایک قراءت

Marfat.com

میں رفع ہے کان کا اسم) کا یہ ہوا کہ دوزخ میں گئے۔ جہاں ہمیشہ رہیں گے اور ظالموں (کافروں) کی یہی سزا ہے۔ اے اہلِ ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے لیے اس نے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ۔ جنہوں نے (فرمانبرداری چھوڑ کر) اللہ سے لاپروائی کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو (نیک کام آگے بھیجنے سے) لاپرواہ بنا دیا یہی لوگ نافرمان ہیں۔ دوزخی اور جنتی دونوں برابر نہیں ہیں۔ جنتی ہی کامیاب ہیں۔ اس قرآن کو اگر ہم کسی پہاڑ پر اُتارتے (اور انسان کی طرح ان میں سمجھ داری دی جاتی) تو تو اس کو دیکھتا کہ اللہ کے خوف کے مارے دب جاتا اور پھٹ جاتا (ٹکڑے ہو جاتا) اور یہ (مذکورہ) عجیب مضامین لوگوں کے لیے ہم بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں (اور ایمان لے آئیں) اللہ ہی ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہری (چھپی کھلی) چیزوں کا جاننے والا ہے وہی بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (نامناسب باتوں سے) پاک ہے۔ صحیح سالم (نقائص سے بری) اطمینان دلانے والا (معجزات کے ذریعہ پیغمبروں کی تصدیق کرنے والا) نگہبانی کرنے والا (ھیمن یہیمن سے ماخوذ ہے۔ کسی کا نگران ہونا یعنی اپنے بندوں کے اعمال کا محافظ) زبردست (طاقت ور) خرابی کو ٹھیک کرنے والا (مخلوق کے بگاڑ کو اپنے ارادہ کے مطابق درست کرنے والا) بالادست ہے۔ (نا ملائم باتوں سے) اللہ پاک ہے (اس نے اپنی پاکی بیان کی) لوگوں کے شرک سے وہ معبود ہے پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا (ناپید سے پیدا کرنے والا) صورت بنانے والا ہے۔ اس کے اچھے اچھے نام ہیں (ننانوے نام، جو احادیث میں آئے ہیں۔ حسنیٰ، احسن کا مؤنث ہے) اس کی تسبیح کرتی ہیں آسمان و زمین کی سب چیزیں۔ اور وہی زبردست حکمت والا ہے (شروع سورت میں یہ الفاظ گزر چکے ہیں)۔

تحقیق و ترکیب

الم تر۔ مخاطب آنحضرتؐ ہیں یا ہر سننے والا، عبداللہ بن ابی وغیرہ نے جو بنو نضیر سے فریب کیا، اس کی طرف اشارہ ہے۔ منافقین اگرچہ قبیلہ خزرج کے ہیں مگر ان کو کفر کے اعتبار سے بھائی کہا۔

لئن اخرجتم۔ مفسرؒ نے چار جگہ لام قسمیہ کہا۔ پانچویں جگہ "ان قوتلتم" ہے جہاں لام قسمیہ محذوف ہے یعنی قسم مقدر ہے ماقبل پر اعتماد کرتے ہوئے۔

لیولن الادبار۔ یعنی جواب قسم مقدر موجود ہے اور جواب شرط محذوف ہے اسی لیے مذکورہ افعال مرفوع ہیں۔ جواب قسم ہونے کی وجہ سے پانچوں جگہ یعنی لنخرجن، لننصرن، لا یخرجون، لا ینصروھم، لیولن الادبار، ثم لا ینصرون۔ یعنی ان کے مددگار منافقین جب خود شکست کھا جائیں گے تو یہود کس طرح منصور ہو سکتے ہیں۔

قلوبھم شتیٰ۔ یعنی خلاف توقع ان کے دل غیر متحد ہیں۔

لا یعقلون۔ پہلے لا یفقھون کہا اور یہاں لا یعقلون کہا کیونکہ وہاں لانتم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ کہا تھا جو دلیل ہے اللہ کی نسبت ان کی جہالت کی۔ اس لیے وہاں عدم تفقہ مناسب تھا اور یہاں تحسبھم جمیعاً و قلوبھم شتیٰ

Marfat.com

کہا ہے جو دلیل ہے ان کی بے عقلی کی۔ عقل اگر ہوتی تو دل بچھڑے ہوئے کیوں ہوتے۔

مثل الذین خبر ہے مبتدائے محذوف مثلھم کی کمثل الشیطان۔ یہاں حقیقی شیطان مراد ہے انسانی شیطان مراد نہیں ہے۔ یہود کی پہلی مثال تو مشرکین بدر سے دی گئی اور یہاں شیطان سے دی گئی۔

فکان عاقبتھما۔ کان کی خبر ہو کر منصوب ہے اور جملہ "انھما فی النار" موضع رفع میں ہے کان کا اسم ہونے کی وجہ سے۔ لیکن قراءت رفع میں اس کا برعکس ہے۔

لغد۔ قیامت کا دن مراد ہے اور غد کہنا قرب کی وجہ سے ہے اور اس لیے کہ گویا کل مدت دو دن ہے ایک دن دنیا کا اور ایک دن آخرت کا اور نکرہ سے اس کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے وجدنا ما عملنا ربحنا ما قدمنا خسرنا ما خلفنا۔ (مدارک)

واتقوا اللہ۔ تاکید کے لیے تکرار ہے یا اول سے واجبات کی ادائیگی اور دوسرے سے منہیات سے باز رہنا مراد ہے۔

علی جبل۔ زہرۃ الریاض میں لکھا ہے کہ دنیا میں ہزاروں ٹیلوں کے علاوہ ۶۶۷۰ پہاڑ ہیں۔ مقصد قرآن کریم کی تعظیم ہے۔

عالم الغیب۔ غیب و شہادت سے سر علانیہ یا دنیا و آخرت یا معدوم و موجود ہیں۔ (مدارک) اور بقول خطیب عالم غیب جو تمام مخلوق سے غائب ہو۔ یعنی غیب الغیب اور عالم شہادت جو بعض کو معلوم و محسوس ہو۔ یہ تقسیم ظاہر ہے کہ مخلوق کے لحاظ سے ہے۔ اللہ کے لیے کوئی بھی چیز غائب نہیں ہے۔ اطلاقات شرع عرف کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔

المؤمن۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو لوگوں کو ظلم سے امن دے اور اہل ایمان کو عذاب سے امن دے۔ یا انبیاءؑ کی تصدیق بذریعہ معجزات کرے۔

المھیمن۔ مفعل کے وزن پر تھا۔ ہمزہ کو یا سے تبدیل کر دیا۔ محافظ اعمال۔

الجبار۔ اصلاح حال بھی مراد ہو سکتی ہے کہ فقیر کو امیر اور شکستہ کو بہتر کر دے۔ اللہ کی صفت ہو تو مدح کے لیے اور مخلوق کی صفت ہو تو مذمت کے لیے ہے۔ (خطیب)

ھو اللہ۔ چونکہ آئندہ صفات، ذات الٰہی کے لیے آئینہ ہیں اس لیے پھر مکرر ذکر کر دیا۔

روایات

الوعد الزیہ آیات واقعہ بنو نضیر کے بعد نازل ہوئیں جیسا کہ الفاظ آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اسم اعظم کے متعلق پوچھا۔ تو فرمایا۔ علیک باخر الحشر۔ معقل بن یسارؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص صبح تین مرتبہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ کر سورۂ حشر کی یہ تین آیات پڑھے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس پر رحمتیں بھیجتے ہیں اور اس روز وفات ہو تو شہید ہو گا۔ اسی طرح شام کے پڑھنے سے۔ امام ترمذیؒ نے حسن غریب کہہ کر اس کی تخریج کی ہے۔ اور مدارک، خطیب، روح البیان میں جابر بن یزیدؓ سے نقل ہے کہ اس آیت کی رو سے اسم اعظم

marfat.com
Marfat.com

اللہ ہے۔

تشریح

عبداللہ بن ابی وغیرہ نے یہود بنی نضیر کو خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ گھبرانا نہیں اور اپنے کو اکیلا نہ سمجھنا۔ اگر مسلمانوں نے تم کو نکالا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ اور لڑائی کی نوبت آئی تو تمہاری مدد کریں گے۔ یہ ہمارا اٹل فیصلہ ہے۔ اس کے خلاف تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات نہیں مانیں گے۔ اور ہم کسی کی پروا کرنے والے نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ نے بقسم اس کی تردید فرمادی۔ یعنی یہ بات منافق دل سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ محض مسلمانوں کے اکسانے کے لیے باتیں بنا رہے ہیں اور جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں ہرگز اس پر عمل نہیں کریں گے۔ چنانچہ لڑائی کا سامان ہوا اور بنو نضیر محصور ہوگئے مگر ایسی نازک صورت حال میں کوئی منافق ان کی مدد کو نہ پہنچا اور آخر کار جب وہ نکالے گئے یہ اس وقت آرام سے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔

آزمائش کے وقت منافقین کا پول کھل گیا

ولئن نصروھم اللہ کے لا ینصرونھم فرمانے کے بعد ینصرونھم کا تو احتمال ہی نہیں بفرض محال کہا جارہا ہے تاکہ تمام شقوق واقعہ اور فرضیہ میں ان کا ناکارہ ہونا معلوم ہو جائے۔ بہرحال منافق بفرض محال یہود کی مدد کو نکلے بھی تو نتیجہ وہی ہوگا کہ مسلمانوں کے مقابلہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ ان کی مدد تو کیا کرتے۔ خود ان کی مدد کو بھی کوئی نہ آسکے گا۔ یہ آیت اگر واقعہ سے پہلے نازل ہوئی تب تو توجیہ ظاہر ہے۔ لیکن اگر واقعہ ہو چکنے کے بعد نازل ہوئی تو پھر پچھلی صورت کا استحضار مقصود ہوگا۔ جس سے وعدہ خلافی اور ان کی ذلت کھل کر واضح ہو جائے اور یا آئندہ کے لیے منافقین کے ساتھ دینے کے موہوم احتمال کی نفی کرنی ہے۔

لانتم اشد رھبۃ۔ یعنی مسلمانوں کی شجاعت و بسالت سے تو ڈرتے ہیں۔ اسی لیے ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتے نہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔ لیکن اللہ کی عظمت سمجھتے اور دل میں اس کا ڈر ہوتا تو کفر و نفاق کیوں اختیار کرتے۔ گویا اللہ سے نہ ڈرنے کا مطلب ایمان نہ لانا ہے۔ ورنہ طبعاً مخلوق کا ڈر اللہ سے زیادہ ہونا گناہ نہیں ہے۔ لایقاتلونکم جمیعاً یعنی یہ لوگ چونکہ مسلمانوں سے خوف زدہ اور مرعوب ہیں۔ اس لیے الگ الگ یہود و منافق تو کیا لڑتے۔ مل کر بھی کھلے میدان میں جنگ نہیں کرسکتے۔ ہاں گنجان بستیوں میں قلعہ بند ہو کر یا دیوار کی آڑ میں چھپ کر لڑیں تو لڑیں۔ آخر ایسے لوگوں کا کیا شمار جن کے نزدیک چھتوں پر اینٹ پتھر پھینکنا اور تیزاب کی پچکاریاں چلانا ہی سب سے بڑی علامت بہادری کی ہے۔

مسلمانوں میں اختلاف کے باوجود مرکزی وحدت ہے جو کفار میں نہیں ہے۔

اور اوس و خزرج کی لڑائیوں سے یہ اندیشہ نہ کرنا کہ شاید مسلمانوں کے مقابلہ میں بھی یہ کارنمایاں کرسکیں۔ کیونکہ بأسھم بینھم شدید۔ آپس میں ان کی لڑائیاں بڑی سخت اور بڑی تیز ہوتی ہیں

Marfat.com

مگر مسلمانوں کے سامنے پڑنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ آئیں تو ساری شیخی کرکری ہو جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے بظاہر ایک ہو جانے سے بھی دھوکا نہ کھانا یہ خیال نہ کرنا کہ بہت سے کمزور مل کر قوی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتّٰی۔ ظاہر میں یہ ایک دکھائی پڑتے ہیں۔ حقیقت میں ان کے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں۔ ہرچند کہ یہ اہل حق کے مقابلہ میں مشترک نظریہ رکھتے ہیں۔ مگر خود ان میں بھی تو اختلاف عقائد ہے اور وہی بنیاد ہے باہمی افتراق و عداوت کی۔ ہر ایک اپنی غرض و ہوا کا بندہ اور نفسانی خواہشات میں ایک دوسرے سے الگ ہے۔ پھر حقیقی یک جہتی کہاں میسر آ سکتی ہے منافق و کافر ہزاروں بندوں میں بٹے ہوئے ہیں سچے مسلمان اللہ کی ایک رسی تھامے ہوئے ہیں۔ ان کا مرنا جینا ایک سے وابستہ ہے۔ اس لیے وہ نیک دل اور ایک دل ہیں۔ یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اکثر بے دینوں کے دلوں میں اتفاق دیکھا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں قاعدہ کلیہ بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔ بلکہ ان کی نااتفاقی کا سبب بیان کیا جا رہا ہے۔ بانھم میں با سببیہ ہے اور سببیت فی الجملہ اور بعض کے اعتبار سے بھی ہو تو صحیح ہے۔ کمثل الذین من قبلھم یعنی ماضی قریب ۲ھ میں بدر کے معرکہ میں جو کچھ مکہ کے بہادروں کی بنی اور ابھی قریبی زمانہ ۴ھ میں یہود بنی قینقاع اپنی غداری کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ کچھ ایسا ہی انجام بنی نضیر کا ہوا کہ دنیا میں بھی بے گھر در اور رسوا ہوئے اور دوزخ کا عذاب تو نفع میں ہے ہی۔ اسی طرح دوسری مثال شیطان کی ہے جو منافقین پر منطبق ہے۔ شیطان پہلے انسان کو اپنے جال میں پھنساتا ہے اور پھنسنے کے بعد پھر کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ اور تیرے کام سے بیزار ہوں اور ریا و مکاری سے کہتا ہے کہ مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان خود ہی دوزخ کا کندہ بنایا اور انسان کو بھی لے ڈوبا۔ بدر کے معرکہ میں بھی لوگوں کو اسی طرح شیطان بھڑکاتا اور بڑھاتا رہا۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ انہوں نے خواہ مخواہ بنی نضیر کو بھروسہ دے کر نکلوا دیا اور خود کھڑے تماشا دیکھتے رہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا۔ مسلمانوں کو اللہ سے ڈر کر نیکیوں کا ذخیرہ کرنا چاہیئے۔ سوچو کہ کل کے لیے کیا سامان تم نے آگے بھیجا ہے جو مرنے کے بعد تمہارے کام آوے۔ اللہ سے کوئی کام چھپا ہوا نہیں اس سے ڈرو۔ پرہیزگاری اختیار کرو اور نافرمانی سے بچو۔

لو انزلنا۔ یعنی قرآن کی فی نفسہ تاثیر اتنی زبردست ہے کہ پہاڑ جیسی مضبوط چیز بھی ٹکڑے ہو جائے۔ پہاڑ میں اگر سمجھ کا مادہ ہوتا تو وہ بھی کلام اور متکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا۔ خوف کے مارے پارہ پارہ ہو جاتا۔ مگر انسان نے شہوت و بہیمیت کے غلبہ سے استعداد فاسد کر لی۔ جس کی وجہ سے وہ تاثر نہیں ہوتا۔ اس لیے چاہیئے کہ فرمانبرداری کر کے نافرمانی سے بچ کر قرآن کی تاثیر دیکھے۔ یہ تو کلام کی عظمت تھی اور آگے ہو اللہ الخ سے متکلم کی عظمت کا بیان ہے۔

---

marfat.com
Marfat.com

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ثَلَاثَ عَشَرَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَيْ كُفَّارَ
مَكَّةَ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ تُوْصِلُوْنَ اِلَيْهِمْ قَصَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَهُمُ الَّذِيْ اَسَرَّهٗ
اِلَيْكُمْ وَوَرّٰى بِخَيْبَرَ بِالْمَوَدَّةِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ كَتَبَ حَاطِبُ بْنُ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلَيْهِمْ كِتَابًا بِذٰلِكَ
لِمَا لَهٗ عِنْدَهُمْ مِنَ الْاَوْلَادِ وَالْاَهْلِ الْمُشْرِكِيْنَ فَاسْتَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اَرْسَلَهٗ
بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهٗ بِذٰلِكَ وَقَبِلَ عُذْرَ حَاطِبٍ فِيْهِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ج اَيْ دِيْنِ
الْاِسْلَامِ وَالْقُرْاٰنِ يُخْرِبُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ مِنْ مَكَّةَ بِتَضْيِيْقِهِمْ عَلَيْكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا اَيْ لِاَجْلِ
اَنْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا لِلْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ق وَجَوَابُ
الشَّرْطِ دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْلَهٗ اَيْ فَلَا تَتَّخِذُوْهُمْ اَوْلِيَاءَ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ق وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ
اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ اَيْ اِسْرَارُ خَبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَقَدْ ضَلَّ
سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ اَخْطَأَ طَرِيْقَ الْهُدٰى وَالسَّوَاءَ فِي الْاَصْلِ الْوَسْطُ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَظْفَرُوْا بِكُمْ يَكُوْنُوْا
لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ بِالْقَتْلِ وَالضَّرْبِ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ بِالسَّبِّ وَالشَّتْمِ وَوَدُّوْا
تَمَنَّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ○ ط لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ قَرَابَتُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ج اَلْمُشْرِكُوْنَ الَّذِيْنَ لِاَجْلِهِمْ
اَسْرَرْتُمُ الْخَبَرَ مِنَ الْعَذَابِ فِي الْاٰخِرَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ج يُفْصَلُ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَالْفَاعِلِ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَهُمْ فَتَكُوْنُوْنَ فِي الْجَنَّةِ وَهُمْ فِيْ جُمْلَةِ الْكُفَّارِ فِي النَّارِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ قَدْ كَانَتْ
لَكُمْ اُسْوَةٌ بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ وَضَمِّهَا فِي الْمَوْضِعَيْنِ قُدْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ اَيْ بِهٖ قَوْلًا وَّفِعْلًا وَ
الَّذِيْنَ مَعَهٗ ج مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا جَمْعُ بَرِيْءٍ كَظَرِيْفٍ مِنْكُمْ وَمِمَّا

معانقہ عند المتاخرین ۱۲

Marfat.com

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ز كَفَرْنَا بِكُمْ اَنْكَرْنَاكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا بِتَحْقِيْقِ
الْهَمْزَتَيْنِ وَاِبْدَالِ الثَّانِيَةِ وَاَوًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ
مُسْتَثْنٰى مِنْ اُسْوَةٍ اَىْ فَلَيْسَ لَكُمْ التَّاَسِّىْ بِهٖ فِىْ ذٰلِكَ بِاَنْ تَسْتَغْفِرُوْا لِلْكُفَّارِ وَقَوْلُهٗ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ
مِنَ اللّٰهِ اَىْ مِنْ عَذَابِهٖ وَثَوَابِهٖ مِنْ شَىْءٍ ؕ كَنّٰى بِهٖ عَنْ اَنَّهٗ لَا يَمْلِكُ لَهٗ غَيْرَ الْاِسْتِغْفَارِ فَهُوَ مَبْنِىٌّ عَلٰى
مُسْتَثْنٰى مِنْ حَيْثُ الْمُرَادُ مِنْهُ وَاِنْ كَانَ مِنْ حَيْثُ ظَاهِرُهٗ مِمَّا يَتَاَسّٰى فِيْهِ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
شَيْئًا وَاسْتِغْفَارُهٗ قَبْلَ اَنْ يَّتَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ كَمَا ذُكِرَ فِىْ بَرَآءَةٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ
اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ مِنْ مَقُوْلِ الْخَلِيْلِ وَمَنْ مَّعَهٗ اَىْ وَقَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَىْ
لَا تُظْهِرْهُمْ عَلَيْنَا فَيَظُنُّوْٓا اَنَّهُمْ عَلَى الْحَقِّ فَيُفْتَتَنُوْا اَىْ تُذْهِبُ عُقُوْلَهُمْ بِنَا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فِىْ مُلْكِكَ وَصُنْعِكَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ جَوَابُ قَسَمٍ مُّقَدَّرٍ فِيْهِمْ
اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ بَدَلُ اشْتِمَالٍ مِّنْكُمْ بِاِعَادَةِ الْجَارِّ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ اَىْ يَخَافُهُمَا
ع اَوْ يَظُنُّ الثَّوَابَ وَالْعِقَابَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ بِاَنْ يُّوَالِ الْكُفَّارَ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ عَنْ خَلْقِهِ الْحَمِيْدُ ع
لِاَهْلِ طَاعَتِهٖ

سورۂ ممتحنہ مدنیہ ہے اس میں ۱۳ آیات ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں (کفار مکہ) کو دوست مت بناؤ کہ تم ان کو بھیجتے ہو پیغام (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کے متعلق جو کفار مکہ پر چڑھائی کرنے کا تھا جسے مخفی طور پر تمہیں تو آپ نے بتلا دیا تھا، مگر خیر کے طور پر یہ کیا تھا) دوستی کی وجہ سے (اپنے اور ان کے درمیان۔ حاطب بن ابی بلتعہ نے اس مضمون کا خط کفار مکہ کو لکھا۔ کیونکہ ان کے اہل وعیال مشرکین کے پاس تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خط کو واپس منگوا لیا بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہو گیا۔ اور اس بارے میں حاطب کا عذر قبول فرما لیا) حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق (دین اسلام اور قرآن) کے جو تمہارے پاس آچکا ہے وہ شہر بدر کر چکے ہیں پیغمبر کو اور تمہیں (مکہ سے تمہیں مجبور کر کے) اس بناء پر کہ تم ایمان لے آئے (یعنی تمہارے ایمان لانے کی وجہ سے) اللہ پر جو تمہارا پروردگار ہے۔ اگر تم جہاد کرنے کی غرض سے میرے

marfat.com
Marfat.com

رستہ میں اور میری خوشنودی کی خاطر نکلے ہو (جواب شرط ماقبل سے معلوم ہو رہا ہے۔ یعنی فلا تتخذوھم اولیاء) تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو۔ حالانکہ مجھے سب چیزوں کا بخوبی علم ہے جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ ظاہر کر کے کرتے ہو اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا (آنحضرتؐ کی خبر انہیں چپکے چپکے پہنچائے گا) تو وہ راہ راست سے بہک گیا (ہدایت کے راستہ سے چوک گیا سواء اصل میں وسط کو کہتے ہیں) ان کو اگر تم پر دسترس (قابو) ہو جائے تو عداوت ظاہر کرنے لگیں اور تم پر (قتل اور مار دھاڑ سے) دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں بُری طرح (گالم گلوچ کر کے) اور وہ اس بات کے خواہشمند (متمنی) ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ۔ تمہارے رشتہ دار (قرابتدار) اور اولاد کام نہ آئیں گے (وہ مشرکین جن کی وجہ سے تم نے خبر چپکے سے پہنچائی ہے۔ عذاب آخرت سے) قیامت کے دن اللہ فیصلہ کرے گا (مجہول ومعروف دونوں قراءتیں ہیں) تمہارے درمیان (اور کافروں کے درمیان۔ تمہیں جنت میں اور ان کو کافروں کے ساتھ دوزخ میں بھیج کر) اور اللہ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔ تمہارے لیے ایک نمونہ ہے (اسوۂ کسرہ ہمزہ اور ضمہ ہمزہ کے ساتھ دونوں جگہ بمعنی نمونہ) عمدہ ابراہیم میں (یعنی ان کے قول وفعل میں) اور ان (مومنین) میں جو ان کے ساتھ تھے۔ جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں (برآء برئ کی جمع ہے ظریف کی طرح) ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا (ابداء دونوں ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور دوسری ہمزہ کو واؤ سے بدل کر ہے) جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لیے استغفار ضرور کروں گا (یہ اسوہ سے مستثنیٰ ہے۔ یعنی ابراہیم کی اس بات میں تمہارے لیے نمونہ نہیں ہے کہ تم کفار کے لیے استغفار کرنے لگو، اور ان کا یہ قول کہ) اور تمہارے لیے مجھ کو اللہ کے آگے اختیار نہیں ہے (یعنی اس کے عذاب وثواب کا) کچھ بھی (یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ بجز استغفار کے میں ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ پس یہ قول لاستغفرنّ پر معطوف ومرتب ہے اور بلحاظ مقصد مستثنیٰ ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ آیت قل فمن یملک من اللہ شیئا کی وجہ سے قابل تقلید معلوم ہوتی ہے اور ابراہیم کا استغفار اس بات کے ظاہر ہونے سے پہلے ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ جیسا کہ سورۂ براءت میں گزر چکا ہے) اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر توکل کرتے ہیں۔ اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے (یہ دعائیہ جملے بھی چونکہ ابراہیم اور ان کے رفقاء کے ہیں۔ اس لیے پہلے قالوا مقدر ہے) اے ہمارے پروردگار! ہمیں کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا (یعنی کافروں کو ہم پر غلبہ نہ دیجئے۔ ورنہ وہ خود کو برسرِ حق سمجھ بیٹھیں گے۔ پس اس طرح وہ فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ یعنی ان کی عقلیں ہماری وجہ سے ماری جائیں گی) اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر دیجئے۔ بلاشبہ آپ زبردست حکمت والے ہیں اپنی سلطنت وصنعت میں) بے شک تمہارے لیے (اے امت محمدیہ! قسم مقدر کا یہ جواب ہے) ان لوگوں میں عمدہ نمونہ ہے۔ یعنی اس شخص کے لیے (یہ بدل الاشتمال ہے ضمیر لکم سے جار کو دوبارہ لا کر) جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہے (ان دونوں سے ثواب وعذاب کا دھیان کرتا ہو) اور جو شخص روگردانی کرے گا (کفار سے دوستی کر کے)

Marfat.com

سو اللہ تعالیٰ (اپنی مخلوق سے) بالکل بے نیاز (اپنے فرمانبرداروں کے لیے) لائق ستائش ہے۔

تحقیق وترکیب

الممتحنہ۔ کسرۂ حاء کے ساتھ ہو تو مومنین کے اعتبار سے ہے اور فتحہ حاء کے ساتھ ہو تو ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط مراد ہوں گی۔ جو عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بیوی اور ابراہیم کی والدہ ہیں جنہوں نے ہجرت کی تھی۔

لا تتخذوا عدوی۔ محبت وعداوت دونوں میں اگرچہ منافات ہوتی ہے۔ دونوں یک جا نہیں ہوسکتیں۔ اور بظاہر ممانعت دونوں کے ممکن الاجتماع ہونے کو بتلا رہی ہے؟ جواب یہ ہے کہ ایک حیثیت سے یقیناً دونوں جمع نہیں ہوسکتیں۔ مگر دو حیثیتوں سے جمع ہوسکتی ہیں۔ یعنی دنیاوی لحاظ سے محبت ہو اور مذہبی لحاظ سے عداوت ہو۔ اس لیے آیت میں اس حیثیت سے جمع کرنے کو بھی منع کیا جارہا ہے کہ ان سے دنیاوی محبت بھی نہ کرو۔ کہ وہ صرف میرے ہی نہیں بلکہ تمہارے بھی دشمن ہیں۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ ظاہری تعلق مراد ہے ورنہ حاطبؓ کا دل صاف تھا۔ جیسا کہ ارشادِ نبویؐ "اما صاحبکم فقد صدق" سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جس سے ظاہر ہوا کہ کفار سے باطنی تعلق تو درکنار ظاہری محبت بھی نہیں ہونی چاہیئے۔

عدوکم۔ اضافتِ عہد کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے۔

تلقون۔ مفسرؒ نے "تقصدالنبی" سے اس کے مفعول محذوف کی اشارہ کیا ہے۔ یعنی تم نے آنحضرتؐ کی پوشیدہ خبر دشمنوں کو پہنچائی اور بالمودۃ میں باسببیہ ہے۔ حاطب یہ بدری ہیں اور قریش کے حلیف تھے مگر مخلص مسلمان بھی تھے۔

وودّی بخبیر۔ تو یہ کہتے ہیں پوشیدہ کے خلاف ظاہر کرنے کو کسی مصلحت سے ہو تو جائز ہے۔ اس کو قصد نہ ہونے کی وجہ سے کذب نہیں کہا جائے گا۔ خبیر کہنا صحیح نہیں بلکہ غزوۂ حنین کا تو یہ کہنا صحیح ہے۔ چنانچہ بعض نسخوں میں خبیر کے بجائے وودی الخبر کے الفاظ ہیں وہ صحیح ہے۔ ایک عورت کے ذریعہ یہ خط بھیجا گیا۔ جسے حضرت علیؓ اور مقدادؓ نے موقعہ پر پہنچ کر اس کے سر کے جوڑے سے برآمد کر لیا۔

خرجتم۔ مفسرؒ نے اشارہ کر دیا کہ جہاداً مفعول لہٗ ہے۔ زمخشریؒ نے ان کنتم خرجتم جملہ شرطیہ کو لا تتخذوا کے فاعل سے حال کہا ہے۔ لیکن بعد کے حضرات نے ان وصلیہ کے علاوہ شرط کو بغیر جواب حال بنانا صحیح نہیں مانا۔

سواء السبیل۔ صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ سواء بمعنیٰ وسط جو ہدایت وصواب ہوتا ہے۔

لن تنفعکم۔ تفسیری عبارت میں "من العذاب فی الآخرۃ" کا تعلق لن تنفعکم سے ہے یوم القیامۃ اگر اس کا تعلق لن تنفعکم سے ہے تب تو اس پر وقف کیا جائے گا اور یفصل مستقل جملہ ہے۔ لیکن اگر اس کا تعلق یفصل کے ساتھ ہو تو پھر ولا اولادکم پر وقف ہوگا۔ اور یوم القیامۃ جملہ مستانفہ ہو جائے گا۔

یفصل۔ ابو عمرؒ، ابن کثیرؒ، نافعؒ کے نزدیک مجہول صیغہ ہے اور تخفیف کے ساتھ ہے۔ لیکن ابن عامرؒ کے نزدیک مجہول تشدید کے ساتھ ہے۔ اور حمزہؒ، علیؒ کے نزدیک تشدید کے ساتھ معروف باب تفعیل، اور عاصمؒ کے نزدیک ثلاثی سے معروف ہے۔

اُسوۃ۔ امام راغب کہتے ہیں کہ اُسوۃٌ اور اَسوۃ، قُدوۃ اور قَدوۃ کی طرح ہے۔ کسی دوسرے کی حالت کی نقل اُتارنا۔

marfat.com
Marfat.com

خواہ اچھی ہو یا بُری۔ اور اَسٰی کے معنیٰ حزن و رنج کے ہیں چھٹی ہوئی چیز پر غم کرنا۔

اذ قالوا۔ یہ ابراہیمؑ اور الذین معہ سے بدل اشتمال ہے۔ قوم سے مراد نمرود اور اس کے پیروکار ہیں۔

الا قول ابراھیم۔ کافر کے لیے جب تک حتمی طور پر اس کا کافر ہونا معلوم نہ ہو۔ اگرچہ استغفار شرعاً عقلاً جائز ہے۔ لیکن جب حتمی طور پر اس کی بھی ممانعت ہو جائے۔ جیسا کہ ومن یتولّ فان اللہ ھو الغنی الحمید سے معلوم ہو رہا ہے۔ تو پھر اس کو اسوہ بنانا صحیح نہیں ہوگا۔

ما املك لك۔ یہ الفاظ کنایہ ہیں اس سے کہ مجھے بجز استغفار کے کچھ اختیار نہیں ہے اور کنایہ کہتے ہیں کہ کسی لفظ کو غیر موضوع لہٗ معنیٰ میں استعمال کیا جائے۔ مفسرؒ اس موقعہ پر ایک شبہ کا دفعیہ کرنا چاہتے ہیں۔ شبہ یہ ہے کہ وما املك لك من اللہ حضرت ابراہیمؑ وغیرہ کا یہ قول تو قابل تقلید ہے۔ حالانکہ اس کا عطف مستثنیٰ یعنی لاستغفرن لك پر ہو رہا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ قول ثانی بھی پہلے قول کی طرح قابل تقلید نہیں ہے۔ جواب کا ماحصل یہ ہے کہ یہاں ان ظاہری معنیٰ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جو معترض کے پیش نظر ہیں۔ بلکہ معنیٰ یہ ہوں گے کہ میں اپنے باپ کے لیے استغفار کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ یعنی خاص ان کے لیے استغفار کا مالک ہوں۔ دوسرے کے لیے نہیں ہوں اور ظاہر ہے کہ کافر باپ کے لیے استغفار قابل تقلید نہیں ہے۔ پس تفسیری عبارت "وھو مبنی علیہ" کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ قول پہلے قول لاستغفرن پر مرتب ہے۔ بطریق عطف کے یا بطور حالت کے گویا کہ ابراہیمؑ نے یہ کہا کہ میں باپ کے لیے استغفار کروں گا۔ حالانکہ میری طاقت اور وسعت میں سوائے استغفار کے کچھ نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے اس مجموعہ کی حکایت فرمادی مفسرؒ کا قول قل فمن یملك لکم من اللہ شیئاً۔ یہ آیت فتح سے استدلال ہے مفسرؒ کے "یتأتی بہ فیہ" کہنے پر اور خطیبؒ کہتے ہیں کہ ما املك یہ تتمہ ہے لاستغفرن کا اور مجموعہ کے استثناء سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے تمام احوال کا استثناء بھی ہو جائے۔ بہرحال اس آیت میں آنحضرتؐ کا حضرت ابراہیمؑ سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کو قابل تقلید نمونہ نہیں مانا اور آنحضرتؐ کو ما اٰتاکم الرسول فخذوہ الخ میں مطلقاً قابل تقلید مانا ہے۔

ربنا علیك توکلنا۔ اس سے پہلے مفسرؒ نے وقالوا مقدر مان کر اشارہ کیا ہے کہ یہ بھی پہلے قول کا معمول ہے۔ ای قالوا تغابراء الخ وقالوا ربنا علیك الخ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو حکم ہو کہ تم سب باطل معبودوں سے ہٹ کر اللہ سے التجا کرو۔

لمن کان۔ مفسرؒ بدل اشتمال کہہ رہے ہیں مراد بدل البعض ہے۔ اور بقول علامہ رضی بدل الاشتمال کو بدل البعض کہہ سکتے ہیں اعادہ جار کی صورت میں اور جن حضرات نے ضمیر مخاطب سے بدل بنانے کو ناجائز کہا ہے اس سے بدل الکل مراد ہے۔ اور سیبویہ کے نزدیک مطلقاً بدل بنانا جائز ہے۔

ربط آیات

سورۂ حشر میں منافقین اور یہود کی دوستی کی مذمت کی تھی۔ اس سورت کے اول و آخر میں مسلمانوں کو کفار سے دوستی کرنے اور خصوصیت سے مشرکہ عورتوں سے نکاح رکھنے کی ممانعت ہے۔ اور مشرک و مومن عورتوں میں امتیاز کرنے کے لیے صرف اظہار ایمان پر اکتفا ہو رہا ہے۔

Marfat.com

شانِ نزول

سورۂ ممتحنہ کی ابتدائی آیات کا تعلق ایک خاص واقعہ سے ہے۔ ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ دو برس تک یہ صلح قائم رہی۔ لیکن پھر کفار کی طرف سے اس کی خلاف ورزی ہوئی۔ تو آنحضرتؐ نے نہایت خاموشی سے فوج جمع کر کے فتح مکہ کا ارادہ کیا۔ خبروں پر سخت پابندی کر دی گئی کہ کہیں کفار آپؐ کی تیاریوں سے آگاہ ہو کر لڑائی کا سامان شروع نہ کر دیں۔ اور اس طرح حرم شریف میں جنگ ناگزیر ہو جائے۔ مگر حاطب بن ابی بلتعہؓ نے جو بدری مہاجر ہیں۔ مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر اندھیری رات اور سیل بے پناہ کی طرح تم پر ٹوٹنے والا ہے۔ حضورؐ کو وحی سے یہ معلوم ہو گیا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ، مقدادؓ وغیرہ چند صحابہؓ کو حکم دیا کہ ایک عورت مکہ کے راستہ میں سفر کرتی ہوئی فلاں مقام پر ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے وہ حاصل کر کے لاؤ۔ یہ افراد تیزی سے روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پالیا۔ اس نے بہت لیت ولعل اور رد و کد کے بعد خط ان کے حوالہ کیا۔ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے کفار مکہ کے نام ہے اور مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع دی گئی ہے۔ آپؐ نے حاطب کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ بولے یارسول اللہؐ! نہ میں نے کفر اختیار کیا ہے، نہ اسلام سے پھرا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے اہل وعیال مکہ میں ہیں۔ وہاں ان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ برخلاف دوسرے مسلمانوں کے ان کے تعلقات ایسے ہیں کہ ان کے بال بچوں کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ اس لیے میں نے کافروں پر احسان کر کے یہ چاہا کہ وہ اس صلہ میں میرے بال بچوں کی خبرگیری کرتے رہیں گے۔ اور ان سے اچھا سلوک کریں گے اس طرح میرا فائدہ ہو جائے گا اور اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ فتح و نصرت کے جو وعدے اللہ نے آپ سے کیے ہیں وہ یقیناً پورے ہو کر رہیں گے۔ کسی کے روکے رُک نہیں سکتے چنانچہ خط میں بھی یہ مضمون تھا کہ خدا کی قسم اگر رسول اللہؐ تن تنہا بھی تم پر حملہ آور ہوں تو اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا اور جو وعدے ان سے کیے گئے ہیں پورے کر کے چھوڑے گا۔ بلاشبہ حاطب سے بڑی بھول اور غلطی ہوئی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے تو اتنے برہم اور برافروختہ ہوئے کہ عرض کیا۔ یارسول اللہؐ اگر اجازت ہو تو اس کی گردن مار دوں؟ مگر رحمۃ للعالمین نے فرمایا۔ صدق حاطب لاتقولوا الا بخیرًا۔ اور فرمایا کہ حاطب اہل بدر میں سے ہیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ اللہ نے بدریین کی خطا معاف فرما دی ہوں۔ سورت کی ابتدائی آیات اسی واقعہ سے متعلق ہیں۔

تشریح

یخرجون الرسول۔ یعنی پیغمبر کو اور تمہیں کیسی کیسی ایذائیں دے کر ترکِ وطن پر مجبور کر دیا گیا۔ محض اس قصور پر کہ تم ایک اللہ کو جو تمہارا سب کا پروردگار ہے کیوں مانتے ہو۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر دشمنی اور ظلم کیا ہو گا۔ مگر تعجب ہے کہ تم ایسوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو ہر چند کہ تمہاری نیت بخیر تھی۔ جس کی وجہ سے تمہیں معاف کر دیا گیا۔ مگر عمل یقیناً غلط تھا جس پر توبیخ کی جا رہی ہے۔ مگر تمہارا مکہ کے گھروں سے نکلنا میری خوشنودی کی خاطر تھا اور میرے راستہ میں جہاد کرنے کے لیے ہے اور خالص میری رضا کے لیے تم نے سب کو دشمن بنایا ہے تو پھر اپنی دشمنوں سے دوستی گانٹھنے کا کیا مطلب؟ کیا جنہیں ناراض کر کے اللہ کو راضی کیا تھا۔ اب انہیں راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو۔ تم کوئی کام دُنیا کی

Marfat.com

آنکھوں میں دھول جھونک کر کرنا چاہو تو کیا تم اس کو اللہ سے بھی چھپا لو گے۔ کیا حاطبؓ کی درپردہ کوشش کامیاب ہو گئی۔ اللہ نے اپنے رسول کو مطلع فرما دیا اور راز قبل از وقت فاش ہو گیا۔

ومن یفعلہ۔ یعنی مسلمان ہو کر کوئی ایسا کام کرے اور یہ سمجھے کہ میں اس سے چھپانے میں کامیاب ہو جاؤں گا سخت غلطی اور بڑی بھول ہے۔

ان یثقفوکم۔ ان کافروں سے بحالتِ موجودہ کسی بھلائی کی امید مت رکھو۔ تم خواہ کتنی ہی رواداری اور دوستی کا اظہار کرو گے۔ وہ کبھی مسلمانوں کے خیرخواہ نہیں ہو سکتے۔ انتہائی رواداری کے باوجود تم پر اگر ان کا قابو چڑھ جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے درگزر نہ کریں۔ زبان سے ہاتھ سے ہر طرح ایذائیں پہنچائیں اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت سے منکر ہیں کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں۔ کیا ایسے شریر اور بد باطن اس لائق ہیں کہ ان کو دوستانہ پیغام بھیجا جائے۔

لن تنفعکم۔ یعنی جن عزیزوں کی خاطر دشمنوں کے نام یہ خط لکھا گیا وہ قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے۔ اللہ سب کا رتی رتی عمل دیکھتا ہے۔ اسی کے مطابق فیصلہ فرمائے گا۔ اس کے فیصلہ کو کوئی بیٹا، پوتا، عزیز، قریب ہٹا نہیں سکتا۔ پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ایک مسلمان اپنے اہل وعیال کی خاطر اللہ کو ناراض کرلے۔ یاد رکھو ہر چیز سے مقدم اللہ کی رضامندی ہے وہ راضی ہو تو اس کے فضل سے سب کام ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ ناخوش ہو تو کوئی کچھ کام نہ آئے گا۔

ابراہیمؑ کے بہترین نمونہ ہونے کا مطلب

قد کانت لکم یعنی ابراہیمؑ اور ان کے ہمراہی مسلمانوں کا نمونہ سامنے رکھو۔ کہ اپنے اپنے وقت میں سب نے قولاً فعلاً، سب نے اسی علیحدگی کا اعلان کیا اور کہہ دیا کہ لوگو تم اللہ سے منکر ہو اور اس کے احکام کی پروا نہیں کرتے تو ہم تمہارے طریقہ سے منکر ہیں اور ذرہ برابر تمہاری پروا نہیں کرتے۔ اور یہ دشمنی اور عداوت اسی وقت ختم ہو سکتی ہے جب تم شرک چھوڑ کر اسی ایک آقا کے غلام بن جاؤ جس کے ہم ہیں۔ تاہم اسی کے ساتھ ان کی اپنے باپ سے اتنی بات تو ہوئی جس سے بظاہر تعلق کا وہم ہو سکتا ہے کہ میں تمہارے لیے استغفار ضرور کروں گا۔ اور میں صرف دعا ہی کر سکتا ہوں۔ مجھے خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں کہ دعا قبول ہی کرالوں۔ یا باوجود ایمان نہ لانے کے تمہیں عذاب سے بچالوں۔ میں کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں۔ اللہ جو کچھ پہنچانا چاہے اسے میں روک نہیں سکتا۔ حاصل یہ ہے کہ اتنی بات تو ابراہیم علیہ السلام نے البتہ کہی تھی وہ بھی ممانعت معلوم ہونے سے پہلے۔ جس کا مطلب تم میں سے بعض لوگ استغفار سمجھ گئے۔ حالانکہ یہاں استغفار کے دوسرے معنیٰ ہیں۔ یعنی طلبِ ہدایت کہ جس کے نتیجہ میں مغفرت ہو سکے اور اس کی اجازت سب کو ہے۔ اور واقع میں اتنی سی بات قطع تعلق کے خلاف بھی نہیں تھی۔ مگر صورۃً ظاہری تعلق اور ظاہری معنیٰ استغفار کے لحاظ سے صورۃً اس کو مستثنیٰ کیا جا رہا ہے۔ نیز ہر چند کہ لفظاً مستثنیٰ مجموعہ ہے۔ لاستغفرن الخ اور ما املک الخ کا۔ لیکن فی الواقع مستثنیٰ مجموعہ کا جزء اول ہے یعنی لاستغفرن اور دوسرا جزو وما املک تبعاً آ گیا ہے۔ جیسا کہ مفسرؒ نے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیمؑ نے باپ کے لیے دعا چاہی تھی جب تک ان کو معلوم نہ تھا۔ تم کو معلوم ہو چکا۔ لہٰذا تم کافر کی بخشش نہ مانگو اور اس استغفار کی تحقیق سورۂ براءت

Marfat.com

کے اخیر میں گزر چکی ہے۔

مسلمانوں کا فتنہ بننا

لا تجعلنا فتنة۔ یعنی کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا کہ ہمیں دیکھ کر کافر خوش ہوں۔ اسلام اور مسلمانوں پر آوازیں کسیں اور ہمارے مقابلہ میں اپنی حقانیت پر استدلال کرنے لگیں۔ لقد کان لکم۔ یعنی تمہیں اللہ سے ملنے اور آخرت کے قائم ہونے کی اگر امید ہے تو ابراہیمؑ اور ان کے رفقاء کی چال اختیار کرنی چاہیئے۔ دنیا تمہیں کتنا ہی متعصب اور تنگ دل کہے تم اس راستہ سے منہ نہ موڑو۔ جو دنیا کے موحد اعظم نے اپنے طرز عمل سے قائم کر دیا۔ مستقبل کی ابدی کامیابی اسی راستہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے خلاف چلو گے اور خدا کے دشمنوں سے یارانہ کرو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے۔ اللہ کو کسی کی دوستی، دشمنی کی کیا پروا، وہ تو بذات خود تمام کمالات سے اور ہر طرح کی خوبیوں کا مالک ہے اس کو کیا ضرر پہنچ سکتا ہے۔

لطائف سلوک

ان کنتم خرجتم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت الٰہی کے لوازم میں سے ہے کہ اس کے مخالفین سے قطع تعلق ہو۔

لن تنفعکم ارحامکم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیوی علائق کی رعایت دین میں ناجائز ہے۔

اذ قالوا لقومهم الخ لاستغفرن۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغض فی اللہ شفقت و خیر خواہی کو قطع نہیں کرتا۔ برخلاف بغض نفسانی کے۔ اس میں شفقت نہیں رہتی۔

ربنا لا تجعلنا فتنة۔ اس عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اسباب سے بھی بچنا چاہیئے جن سے اہل حق پر اہل باطل ہونے کا شبہ ہو یا اہل باطل کو اہل حق سمجھا جانے لگے۔ البتہ اسباب اگر غیر اختیاری ہوں تو ان سے بچنا یہ ہے کہ اللہ سے دعا کرے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مِّنْ كُفَّارِ مَكَّةَ طَاعَةً لِلّٰهِ تَعَالٰى مَوَدَّةً
بِاَنْ يَهْدِيَهُمْ لِلْاِيْمَانِ فَيَصِيْرُوْا لَكُمْ اَوْلِيَاءَ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ عَلٰى ذٰلِكَ وَقَدْ فَعَلَهُ بَعْدَ فَتْحِ
مَكَّةَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ لَّهُمْ مَّا سَلَفَ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ مِّنَ
الْكُفَّارِ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ بَدَلُ اشْتِمَالٍ مِّنَ الَّذِيْنَ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ
تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ بِالْقِسْطِ اَيِ الْعَدْلِ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْجِهَادِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝
اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا
عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ بَدَلُ اشْتِمَالٍ مِّنَ الَّذِيْنَ اَيْ تَتَّخِذُوْهُمْ اَوْلِيَاءَ وَمَنْ

Marfat.com

يَتَوَلَّهُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَلْسِنَتِهِنَّ
مُهٰجِرٰتٍ مِنَ الْكُفَّارِ بَعْدَ الصُّلْحِ مَعَهُمْ فِي الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى اَنَّ مَنْ جَاءَ مِنْهُمْ اِلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ يُرَدُّ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ بِالْحَلْفِ اَنَّهُنَّ مَا خَرَجْنَ اِلَّا رَغْبَةً فِي الْاِسْلَامِ لَا بُغْضًا
لِاَزْوَاجِهِنَّ الْكُفَّارِ وَلَا عِشْقًا لِرِجَالٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَذَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَحْلِفُهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ ظَنَنْتُمُوْهُنَّ بِالْحَلْفِ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا
تَرْجِعُوْهُنَّ تَرُدُّوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ اَيْ اَعْطُوا
الْكُفَّارَ اَزْوَاجَهُنَّ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْمُهُوْرِ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ بِشَرْطِهٖٓ
اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُهُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ
زَوْجَاتِكُمْ لِقَطْعِ اِسْلَامِكُمْ لَهَا بِشَرْطِهٖٓ اَوِ اللَّاحِقَاتِ بِالْمُشْرِكِيْنَ مُرْتَدَّاتٍ لِقَطْعِ ارْتِدَادِهِنَّ
نِكَاحَكُمْ بِشَرْطِهٖ وَاسْـَٔلُوْا اُطْلُبُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْمُهُوْرِ فِيْ صُوْرَةِ الْاِرْتِدَادِ مِمَّنْ
تَزَوَّجَهُنَّ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ عَلَى الْمُهَاجِرَاتِ كَمَا تَقَدَّمَ اَتَهُمْ يُؤْتُوْنَهٗ ذٰلِكُمْ
حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ بِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اَيْ وَاحِدَةٍ
فَاَكْثَرُ مِنْهُنَّ اَوْ شَيْءٌ مِّنْ مُهُوْرِهِنَّ بِالذِّهَابِ اِلَى الْكُفَّارِ مُرْتَدَّاتٍ فَعَاقَبْتُمْ فَغَزَوْتُمْ وَغَنِمْتُمْ
فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِنَ الْغَنِيْمَةِ مِثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ لِفَوَاتِهٖ عَلَيْهِمْ مِنْ جِهَةِ الْكُفَّارِ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ وَقَدْ فَعَلَ الْمُؤْمِنُوْنَ مَا اُمِرُوْا بِهٖ مِنَ الْاِيْتَاءِ لِلْكُفَّارِ
وَالْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ اِرْتَفَعَ هٰذَا الْحُكْمُ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ
بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ كَمَا كَانَ يَفْعَلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ وَاْدِ
الْبَنَاتِ اَيْ دَفْنِهِنَّ اَحْيَاءً خَوْفَ الْعَارِ وَالْفَقْرِ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ

Marfat.com

وَاَرْجُلِهِنَّ اَیْ بِوَلَدٍ مُلْقُوْطٍ یَنْسِبْنَهٗ اِلَی الزَّوْجِ وَوُصِفَ بِصِفَةِ الْوَلَدِ الْحَقِیْقِیِّ فَاِنَّ الْاُمَّ اِذَا وَضَعَتْهُ سَقَطَ بَیْنَ یَدَیْهَا وَرِجْلَیْهَا وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ هُوَ مَا وَافَقَ طَاعَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی كَتَرْكِ النِّیَاحَةِ وَتَمْزِیْقِ الثِّیَابِ وَجَزِّ الشَّعْرِ وَشَقِّ الْجَیْبِ وَخَمْشِ الْوَجْهِ فَبَایِعْهُنَّ فَعَلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ بِالْقَوْلِ وَلَمْ یُصَافِحْ وَاحِدَةً مِنْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ هُمُ الْیَهُوْدُ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ اَیْ مِنْ ثَوَابِهَا مَعَ اِیْقَانِهِمْ بِهَا لِعِنَادِهِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عِلْمِهِمْ بِصِدْقِهٖ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ الْكَائِنُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ○ اَیِ الْمَقْبُوْرِیْنَ مِنْ خَیْرِ الْاٰخِرَةِ اِذْ تُعْرَضُ عَلَیْهِمْ مَقَاعِدُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ كَانُوْۤا اٰمَنُوْا وَمَا یَصِیْرُوْنَ اِلَیْهِ مِنَ النَّارِ

ع ۲ ۸ التحریم

ترجمہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے (اللہ کی اطاعت کی وجہ سے یعنی کفار مکہ سے) دوستی کردے (انہیں اسلام کی توفیق بخش دے کہ وہ تمہارے دوست بن جائیں) اور اللہ کو بڑی قدرت ہے (اس پر۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد اللہ نے وعدہ پورا کردیا) اور معاف کرنے والا ہے (جو کچھ ان سے پہلے سرزد ہو چکا ہے۔ ان پر) رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا۔ ان (کافروں) کے ساتھ احسان وانصاف کا برتاؤ کرنے سے (ان تبروھم بدل اشتمال ہے الذین سے اور قسط بمعنی عدل ہے) جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا (یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تمہیں روکتا ہے۔ جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہوں اور تمہارے گھروں سے تم کو نکالا ہو۔ اور تمہارے نکالنے میں مدد (اعانت) کی ہو۔ ان تولوھم بدل اشتمال ہے۔ الذین سے یعنی ان کو دوست بنانے سے روکتا ہے) اور جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی کرے گا سو وہ لوگ گنہ گار ہوں گے۔ اے اہل ایمان جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (جنہوں نے زبان سے اسلام کا اقرار کیا) ہجرت کرکے آئیں (کفار کو چھوڑ کر۔ اس فیصلہ کے بعد جو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر طے ہو گیا تھا کہ کافروں میں سے اگر کوئی مسلمانوں کے پاس آئے گا تو اس کو واپس کرنا پڑے گا) تو تم ان کا امتحان کرلیا کرو (یہ قسم دلا کر ان کا ہجرت کرنا صرف اسلام کی وجہ سے ہوا ہے۔ کافر شوہروں سے نفرت کی وجہ سے، اور مسلمانوں سے عشق ومحبت کی وجہ سے نہیں ہوا چنانچہ آنحضرتؐ اسی مضمون کا حلف عورتوں سے لیتے تھے) ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ چنانچہ اگر تم انہیں

marfat.com
Marfat.com

مسلمان سمجھو (قسم سے تمہارا اطمینان ہو جائے) تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو نہ وہ عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں پر اور ان (کافروں) کو ادا کرو جو انہوں نے خرچ کیا ہے (مہر اپنی عورتوں پر) اور تمہیں ان عورتوں سے (مشروط) نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے جب کہ تم ان کے مہر ان کو دے دو اور تم باقی مت رکھو (تشدید و تخفیف کے ساتھ دونوں قراءتیں ہیں) کافر عورتوں کے تعلقات کو (کافر بیویوں کے۔ کیونکہ اسلام نے اس رشتہ کو منقطع کر دیا مع شرط کے۔ یا ان بیویوں سے جو مشرکین سے جا ملیں مرتد ہو کر۔ کیونکہ ان کے ارتداد نے تمہارے نکاح کو مع شرط کے منقطع کر دیا ہے) اور مطالبہ کرو (مانگ لو) کافروں سے جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے (ان بیویوں پر مہر اس صورت میں کہ ان بیویوں نے مرتد ہو کر کافروں سے نکاح کر لیا ہو) اور وہ مانگ لیں جو کچھ ان کافروں نے ہجرت کرنے والی عورتوں پر خرچ کیا ہو جیسا کہ ابھی بیان ہوا کہ وہ خرچہ کو ادا کریں گے) یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان (اس کا) فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بڑا علم و حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بی بی ہاتھ نہ آئے (یعنی ایک یا ایک سے زائد بیوی۔ یا مہر میں سے کچھ لے کر چلی جائے) کافروں میں (مرتد ہو کر) چلی جانے سے پھر تمہاری نوبت آئے (غزوہ کر کے مال غنیمت میں تم نے حاصل کر لی ہو) تو جن کی بیویاں نکل گئی تھیں (غنیمت میں سے) جتنا انہوں نے کیا تھا اتنا تم دے دو (کیوں کہ کافروں سے انہیں کچھ نہیں ملا) اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے رہو (مسلمانوں نے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے کفار اور مومنین کو مال دیا۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا) اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں۔ کہ آپ اُن سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ وہ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی۔ اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی (جیسے زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ عار اور فقر کے خیال سے ان کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا) اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی۔ جن کو ہاتھ پاؤں کے درمیان بنا لیا ہو (یعنی گری پڑی اولاد کو شوہروں کی طرف منسوب کر دیں اور حقیقی اولاد اس لیے کہا کہ ماں جب بچہ جنے گی تو بچہ اس کے ہاتھ پاؤں کے آگے ہی ولادت پائے گا) اور شرعی باتوں میں آپ کے خلاف نہیں کریں گی۔ (مشروع باتیں جو اللہ کے حکم کے مطابق ہوں۔ مثلاً بیان کر کے نہ رونا، کپڑے وغیرہ نہ پھاڑنا اور بال نہ نوچنا اور نہ چہرہ کو پیٹنا) تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجئے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زبانی بیعت فرمایا۔ لیکن انہوں نے کسی عورت سے مصافحہ نہیں فرمایا) اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیجئے۔ بلاشبہ اللہ غفور و رحیم ہے۔ اے اہل ایمان ان لوگوں سے دوستی مت کرو۔ جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے (یعنی یہود) وہ آخرت سے ایسے مایوس ہو گئے۔ (یعنی ثواب سے۔ باوجودیکہ ان کا اس کا یقین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرتے ہوئے۔ حالانکہ ان کو آپ کے سچے ہونے کا یقین ہے) جیسا کہ کفار مایوس ہوں گے قبروں میں جا کر (یعنی آخرت کی بھلائی سے قبروں میں ناامید ہوں گے۔ جنت کا مقام ان کو دکھلایا جائے گا۔ جو بصورت ایمان ان کو نصیب ہوتا۔ اور دوزخ جس میں وہ جھونکیں جائیں گے)

Marfat.com

تحقیق و ترکیب

عادیتم منہم تفسیر کی عبارت طاعۃ اللہ عادیتم کی یہ علت ہے۔ ای عادیتموھم لاجل طاعۃ اللہ۔ لاینہاکم اللہ۔ جو کفار مسلمانوں سے عداوت نہیں رکھتے یہ ان کے اچھے سلوک کا ایک صلہ ہے۔ ابن زید فرماتے ہیں کہ یہ حکم ابتداء اسلام کا ہے۔ جب کہ جہاد کی اجازت نہیں تھی پھر منسوخ ہوگیا۔ اور قتادہؓ آیت فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم سے اس کو منسوخ مانتے ہیں۔ لیکن اکثر علماء تاویل، اس حکم کو غیر منسوخ اور محکم مانتے ہیں۔ اور حاصل اس حکم کا کفار سے عداوت اور دوستی میں اعتدال ملحوظ رکھنا ہے چنانچہ منقول ہے کہ قوم خزاعہ نے آنحضرتؐ سے عہد و پیمان کیا تھا کہ ہم نہ مسلمانوں کے خلاف ہوں گے اور نہ دشمنان دین کا ساتھ دیں گے۔ ان کے متعلق یہ حکم ہے۔ یا پھر ان عورتوں اور بچوں کے سلسلہ میں یہ حکم ہے۔ جنہیں لڑائی سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ یا یوں کہا جائے کہ پچھلی آیت میں عام کفار کے متعلق حکم تھا۔ خواہ وہ مصلحت کنندہ ہوں۔ لیکن اس آیت میں قبیلہ خزاعہ اور بنی الحارث جیسے لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔ جن سے معاہدہ صلح ہے۔ البتہ جو کافر حربی ہیں دوسری آیت میں ان کا ذکر ہے۔ ان سے بدستور جنگ رہے گی۔ گویا پہلی آیت ذمیوں سے متعلق ہے اور دوسری آیت کا تعلق حربیوں سے ہے۔ اس لیے صاحب ہدایہ نے باب الوصیۃ میں استدلال کرتے ہوئے کہا ہے۔ ان الوصیۃ للذمی جائزۃ دون الحربی لانہ نوع احسان۔ نیز باب الزکوٰۃ میں ہے۔ ان الصدقۃ النافلۃ یجوز اعطاءھا للذمی دون الحربی لانا ما نہینا عن البر فی حقھم بخلاف الزکوٰۃ لانھا لا یجوز الا لمسلم لحدیث معاذ خذھا من الاغنیائھم وردھا الی فقرائھم۔ ان تبروھم یہ الذین لم یقاتلونکم سے بدل ہے۔ ای لا ینھاکم عن برھم۔ وتقسطوا الیھم عدل و انصاف کرنے میں ان کی تخصیص نہیں۔ وہ تو ہر ایک کے ساتھ حتیٰ کہ قاتل کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔ اس لیے اعطاء سے تفسیر کرنا بہتر ہوگا۔ ای تعطوھم قسطاً من اموالکم۔ یعنی قسط کا برّ پر عطف خاص کا عام پر عطف ہوگا۔ اذا جاءکم المومنات یعنی سرسری طور پر ان کے ایمان کو دیکھا جائے گا۔ صرف زبانی اقرار پر اکتفاء کر لیا جائے گا۔ قلبی ایمان کی تحقیق ضروری نہیں ہوگی۔ البتہ اس ہجرت کا سبب ایمان کے علاوہ اگر نجی تعلقات یا منافرت ہو تو پھر اس ہجرت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اور ہر چند کہ صلح حدیبیہ میں مکہ سے آنے والوں کے واپسی کی دفعہ عام تھی۔ جس میں مرد عورتیں سب داخل ہوتیں۔ لیکن آیت لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن سے معلوم ہوا کہ عورتیں اس شرط میں داخل نہیں خواہ تو اس کو ماقبل کا بیان مان لیا جائے۔ یا بقول مدارک پہلے مطلق حکم نسخ قرار دیا جائے۔ یہاں تین الفاظ سے ایمان کا ضروری ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ اذا جاءکم المؤمنات، اللہ اعلم بایمانھن۔ فان علمتموھن مؤمنات اور درمیان میں اللہ اعلم بایمانھن بطور جملہ معترضہ ہے کہ حقیقی ایمان کا پتہ تو اللہ کے سوا کس کو ہو سکتا ہے۔ تم کلمہ شہادت کا اعتبار کر لو اور ایمان کی شرط اور حلفیہ بیان کی وجہ یہ ہے کہ بعض گھریلو جھگڑوں میں عورتوں نے کافر شوہروں سے کہنا شروع کر دیا تھا کہ اگر تم نہیں مانتے تو ہم محمدؐ کے پاس چلی جائیں گی۔ دوسرا حکم "اٰتوھم ما انفقوا" سے مسلمانوں کو یہ دیا جا رہا ہے کہ اگر تم ان مسلمان مہاجر عورتوں سے شادی کرنا چاہو تو پہلے ان کے سابقہ کافر شوہروں کو مہر ادا کر دو۔ پھر ان عورتوں سے شادی کر سکتے ہو۔ اس درمیانی معتدل حکم میں اسلام نے مسلمان بیوی اور کافر شوہر

Marfat.com

دونوں کی رعایت کر دی ہے۔ اگر صرف کافر شوہر کا لحاظ کر کے عورت کو دوسری شادی کی اجازت نہ دی جاتی تو اس میں عورتوں کی حق تلفی ہوتی۔ اور مسلمانوں کو مفت نکاح کی اجازت دے دی جاتی تو پہلے کافر شوہروں کا مالی نقصان ہوتا اور ہجرت کی بنیاد صرف اسلام کو قرار دے کر بہت سے فتنوں کا سدباب کر دیا ہے۔ صاحب ہدایہ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے "باب العدۃ" میں کہا ہے۔ ان عند الحنیفۃ اذا خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ جاز لہا التزوج من غیر عدۃ خلافا لہما ولہ قولہ تعالیٰ لاجناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن صاحب مدارک کی رائے بھی یہی ہے اور صاحب کشاف نے بھی اس کو ذکر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ انما قیدہ بایتاء المھور امالانہ یرادبہ ما یعطیٰ لھن لیدفعنہ الیٰ ازواجھن فیجب تقدیم ادائہ او یعطی لھن علی سبیل الفرض ثم یزوجھن علیٰ ذٰلک اویدانا بان ما اعطی ازواجھن لا یقوم مقام المھور۔ امام زاہد فرماتے ہیں۔ الایتاء ھٰھنا الالتزام والقبول۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ مہر واپس کرنا مسلمانوں پر واجب ہے یا مستحب اور اس کی بنیاد اس پر ہے کہ آیا صلح عام ہوئی تھی کہ مرد و عورت سب کو واپس کیا جائے گا۔ اور بعد میں عورتوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے یا صلح صرف مردوں ہی کے بارے میں ہوئی تھی۔ اور عورتیں اس میں داخل ہی نہیں تھیں؟ جیسا کہ صلحنامہ کے ان الفاظ سے تخصیص معلوم ہوتی ہے۔ علیٰ انہ لایاتیک منا رجل وان کان علیٰ دینک الا رددتہ۔ اگر پہلی صورت ہے تو پھر کی واپسی واجب ہوگی ورنہ مستحب ہے۔ اس کے بعد آیت ولا تمسکوا سے تیسرا حکم دیا جا رہا ہے کہ کافرہ عورتوں سے نکاح مت کرو۔ لیکن لفظ امساک بتلا رہا ہے کہ کافر عورتوں کو نکاح میں باقی رکھنے سے منع کیا جا رہا ہے۔ یہاں ابتداءً نکاح کرنے سے منع نہیں کیا جا رہا ہے۔ مدارک میں ہے۔ لانکن بینکم و بینھن عصمۃ ولا علقۃ زوجیۃ۔ یعنی جن مسلمانوں کی بیویاں مکرہ گئیں اور وہ کافر ہیں تو ان کو بیویاں مت بنائے رکھو بلکہ ان کو چھوڑ دو۔ کیونکہ دونوں کا وطن مختلف ہو گیا۔ ایک کا دارالاسلام اور دوسرے کا دارالحرب، اور مذہب بھی الگ الگ ہے۔ چنانچہ صحابہ نے ایسی بیویوں کو چھوڑ دیا۔ تغیری عبارت "لقطع اسلامکم لہا بشرطہ" کا مطلب یہ ہے کہ مدخولہ ہونے کی صورت میں اسلام ان دونوں کو عدت میں جمع نہیں کر گیا۔ "او اللاحقات بہ" کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان بیوی اگر مرتد ہو کر دارالحرب میں چلی گئی تو اس کو بھی بیوی نہ سمجھو۔ کیونکہ ارتداد نے یہ رشتہ منقطع کر دیا ہے۔ غیر مدخولہ ہونے کی صورت میں تو فوری تفریق ہو جائے گی اور مدخولہ ہونے کی صورت میں اگر عدت میں دوبارہ بھی یہ مسلمان ہو جائے تب بھی رجعت نہیں ہوگی۔

بشرطہ کا مطلب بشرط القطع ہے یعنی انقضائے عدت۔ پس اسلام تو سبب انقطاع ہوا اور عدت کا گزرنا شرط ہوا۔ حاصل یہ کہ مرتد ہونا عدت ختم ہونے تک جاری ہے۔ پس اگر عدت ختم ہونے سے پہلے عورت دوبارہ مسلمان ہو جائے تو امام شافعیؒ کے نزدیک بیوی اگر مدخولہ ہے تو بدستور بیوی رہے گی۔ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر غیر مدخولہ ہے تو مرتد ہوتے ہی تفریق ہو جائے گی۔ امام مالک کے نزدیک مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں صورتوں میں تجدید نکاح ضروری ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک اختلاف دارین کی وجہ سے عصمت ختم ہو جاتی ہے اور مہاجرہ کے لیے عدت نہیں ہے۔ جیسا کہ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ چوتھا حکم مہر کے لین دین سے متعلق ہے۔ واسئلوا ما انفقتم

Marfat.com

یعنی از روئے عدل وانصاف جس طرح تمہیں اپنی کافر یا مرتد بیوی کے سلسلہ میں اپنے دئے ہوئے مہر کے مطالبہ کا نئے کافر شوہروں سے حق ہے اسی طرح کافروں کو بھی حق ہے کہ وہ اپنی ان بیویوں کے مہر کا مطالبہ تم سے کریں جنہوں نے اسلام لانے اور ہجرت کرنے کی صورت میں تم سے شادی کرلی ہے۔ لیکن یہ حکم بھی اب منسوخ ہوگیا ہے کیونکہ مسلمانوں نے تو اس پر عمل کرتے ہوئے مہر کی رقم کافروں کے پاس بھجوادی۔ مگر کافروں نے مرتد عورتوں کے مہر دینے سے انکار کردیا۔ اس پر وان فاتکم نازل ہوئی۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر تمہاری ایک دو بیویاں یا پورا یا ادھورا مہر کفار کے قبضہ میں رہ جائے اور پھر تمہیں مہر کی ادائیگی کی نوبت پیش آجائے۔ تو کافر شوہروں کو تم بھی مہر ادا نہ کرو۔ بلکہ ان مسلمان شوہروں کے حوالہ کردو۔ جن کے مہر کفار کے پاس رکے رہ گئے ہیں۔ اس تبادلہ سے مسلمان بھائیوں کے نقصان کی تلافی ہوجائے گی۔ مفسرؒ نے اشئ من ھھورھن میں اشارہ کیا ہے کہ مضاف محذوف ہے۔

فعاقبتم۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ عاقبتم عقاب سے ہے۔ یعنی کفار سے انتقامی کارروائی کرکے جہاد کرو۔ حتیٰ کہ تمہیں مال غنیمت حاصل ہوجائے۔ جیسا کہ زجاج رح کی رائے ہے اور بعض نے یہ معنی لئے ہیں کہ انجام تمہارے حق میں ہوجائے اور تم کامیاب ہوجاؤ اور عاقبت تمہارے ساتھ ہوجائے یعنی کفار سے تمہیں عقبیٰ اور غنیمت حاصل ہوجائے۔ حاصل دونوں توجیہوں کا ایک ہی نکلتا ہے اور بعض نے عقب کے معنی نوبت کے لئے ہیں یعنی تمہارے مہر کی ادائیگی کی نوبت آجائے لیکن اکثر نے پہلے ہی معنیٰ لئے ہیں چنانچہ مفسرؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ بہرحال چھ مسلمان عورتیں مرتد ہوکر دارالحرب چلی گئیں جن کا مہر مسلمان شوہروں کو آنحضرت نے مال غنیمت سے ادا فرمادیا۔ گویا یوں سمجھا جائے گا کہ کافر شوہروں نے جب مہر خود نہیں دیا تو ان سے حاصل کئے ہوئے مال غنیمت کا خمس نکالنے سے پہلے دین مہر مسلمانوں کو ادا کردیا گیا۔ کیونکہ وہ اسی دین کی ادائیگی ہے جو کفار پر واجب تھا۔ تفسیری عبارت لفواتہ علیہم کا مطلب یہی ہے۔

من الایتاء۔ اس کا تعلق اٰتوھم ما انفقوا کے ساتھ ہے اور والمومنٰت کا تعلق فاتوا الذین ذھبت کے ساتھ ہے۔ ای ومن ایتاء المؤمنین مھر المرتدۃ لزوجھا الکافر من الغنیمۃ۔ خلاصہ یہ ہے کہ آیت جہاد غنیمت یا سنت کی وجہ سے فامتحنوھن اور اٰتوھم ما انفقوا اور واسئلوا ما انفقتم اور یسئلوا ما انفقوا اور فاتوا الذین ذھبت ازواجھم سب احکام منسوخ ہو گئے ہیں۔ کیونکہ یہ سب صورتیں معاہدہ کے تحت تھیں۔ لیکن جب معاہدہ نہیں رہا تو ذیلی دفعات بھی سب ختم ہوگئیں اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ عاقبتم کے معنیٰ اگر غنمتم کے ہوں تو یہ حکم استحبابی ہے اور باقی ہے۔ اذا جاءک المومنٰت عورتوں میں چونکہ عام طور سے یہ برائیاں پائی جاتی ہوں گی۔ اس لیے آپ نے بیعت لیتے وقت ان سے باز رہنے کا عہد لیا

بین ایدیھن۔ حرامی بچہ کی نسبت خاوندوں کی طرف کردیتی تھیں۔ اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ کشاف اور مدارک نے یہی معنیٰ لیے ہیں۔ معروف کے سلسلہ میں اصول یہ ہے۔ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ امام زاہد معروف سے مراد نوحہ نہ کرنا، کپڑے نہ پھاڑنا، نامحرم کے ساتھ عورت کا سفر نہ کرنا۔ صاحب کشاف نے روایت نقل کی ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر مردوں کی بیعت کے بعد عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے آنحضرتؐ نے یہ عہد لیے تھے۔ دراصل بیعت اور بیع دونوں کا ماخذ ایک ہے اور جس طرح بیع میں حوالگی ہوتی ہے اسی طرح بیعت میں بھی مرید خود کو شیخ کے حوالہ کردیتا ہے جس کا حاصل انقیاد کامل ہے۔ بیعت کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک بیعت اسلام۔ یعنی اسلام عمدہ طریقہ

marfat.com
Marfat.com

سے حاصل کرنے کے بعد بیعت کرنا۔ دوسرے بیعتِ امتثال۔ جیسے خلفاء اسلام سے رعایا کا بیعت کرنا۔ تیسرے بیعت ارادۃ ہوتی ہے اس آیت میں یہی مراد ہے۔ جسے بیعتِ سلوک کہنا چاہیئے مردوں کی بیعت میں مصافحہ شرط یا ضروری تو نہیں مگر قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ تاہم عورتوں کی بیعت میں اجازت نہیں ہے۔ اور حدیث میں جہاں آنحضرتؐ سے ثابت ہے تو محرم کی موجودگی ہوگی یا ممانعت سے پہلے کی بات ہوگی۔ البتہ قیچی کلاہ وغیرہ کا دینا، بعض آنحضرتؐ سے اور بعض حضرت علیؓ سے اور بعض مشائخ سے منسوب کرتے ہیں۔ لا تتولوا فاتحہ سورت کا مضمون دہرایا گیا ہے۔ جس کو اصطلاحِ بلاغت میں ردّ العجز علی الصدر کہا جاتا ہے تو ماغضب اللہ سے یہود مراد ہیں یا تمام کفار اصحاب القبور مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ قبر سے موضع قبر مراد ہے۔ جیسا کہ قاموس میں ہے۔ اصحاب القبور۔ اہل قبور اور مردے ہیں۔ اذ تقدض۔ یہ ظرف ہے پیشوا کا اور لو کانوا آمنوا قید ہے مقاعدھم کی نسبت کی اور مایصدون کا عطف مقاعد ھم پر ہے۔

شانِ نزول و روایات

لا ینھاکم اللہ۔ شروع سورت میں جو کفار سے مطلقاً دوستی رکھنے کی ممانعت تھی۔ اس آیت میں ذمی کافروں سے یعنی جن سے عہد صلح ہو گیا ہو ان سے تعلقات رکھنے کی اجازت دی جا رہی ہے جیسے قبیلہ خزاعہ اور بنی حارث اس لیے یہ آیت محکم ہے۔ اس میں کافر عورتیں بچے بھی داخل ہیں۔ جن سے کوئی جنگی خطرہ نہیں ہوتا۔ اور بعض نے اس کے شانِ نزول میں قبیلہ بنت عبدالعزیٰ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ بحالتِ کفر اپنی بیٹی اسماء بنت ابوبکرؓ کے پاس ہدایا لے کر ملنے آئیں۔ مگر اسماءؓ نے نہ ہدایا قبول کیے اور نہ ماں کو ملنے کی اجازت دی اور دوسری آیت انما ینھاکم کفار حرب کے بارہ میں نازل ہوئی کہ ان سے تعلقات رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

اذ جاء کم المومنات۔ صلح حدیبیہ کی ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ جو شخص کافروں میں سے مسلمانوں کی طرف چلا جائے گا اس کو واپس کرنا پڑے گا۔ چنانچہ کچھ مسلمان مرد مکہ سے مدینہ آئے تو انہیں شرط کے مطابق واپس کر دیا گیا۔ پھر کچھ عورتیں بھی آئیں۔ تو ان کے عزیز و اقارب نے ان کی واپسی کے لیے بھی درخواست کی۔ اس پر حدیبیہ ہی میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان کو واپس کرنے سے منع کر دیا گیا۔ پس صلحنامہ کا عموم اس سے خاص اور منسوخ کر دیا گیا۔ ایسی عورتوں کے لیے کچھ شرائط اور احکام خاص بھی مقرر کر دیئے گئے۔ مثلاً جو عورتیں مسلمان ہو کر آتیں ان سے حضرت عمرؓ حلفیہ بیان لیتے۔ کہ ماخرجت رغبۃ بارض عن ارض وباللہ ماخرجت عن بعض زوج و باللہ ماخرجت الا حباً اللہ و رسولہ۔ اور بقول عکرمہؒ ان سے کہا جاتا۔ ماجاء بک عشق رجال منا ولا فرارا من زوجک ماجاء بک الا حب اللہ و رسولہ۔ منجملہ مہاجر عورتوں کے سبیعہ بنت الحارث اسلمیہ تھیں۔ ان کے شوہر کا نام مسافر مخزومی یا صیفی بن الراہب تھا۔ انہوں نے بیوی کی واپسی کی خواہش کی۔ مگر جبرئیلؑ یہ آیتیں لے کر نازل ہوئے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے سبیعہ اسلمی سے حلفیہ بیان لیا کہ وہ مومنہ ہے اور آپؐ نے مسافر مخزومی کو اس کا مہر وغیرہ ادا کر دیا۔ پھر حضرت عمرؓ سے ان کا نکاح ہو گیا۔ دوسرا حکم مشرک عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھنے کے بارہ میں "ولا تمسکوا بعصم الکافر" نازل ہوا۔

Marfat.com

ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ من کانت له امرأة کافرة بمکة فلایعتدن بها من نسائه لان اختلاف الدارین قطع عصمتها منه۔ چنانچہ صحابہؓ نے کافر بیویوں کو جو مکہ رہ گئیں تھیں چھوڑ دیا اور مہر کے تبادلہ کے سلسلہ میں واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا حکم نازل ہوا۔ لیکن کفار کی طرف سے جب مہر کی ادائیگی میں رکاوٹ ہوئی تو پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور مسلمانوں پر بھی مہر کی ادائیگی نہیں رہی۔ اس کے بعد بیعت کی شرائط و احکام بیان فرمانے لگے۔ مردوں کی بیعت کا ذکر تو سورۂ فتح کی آیت ان الذین یبایعونك اور لقد رضی الله عن المؤمنین اذ یبایعونك میں آچکا تھا۔ مومن عورتوں کا ذکر آیت اذا جاءك المومنات یبایعنك میں فرمایا جا رہا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کوہ صفا پر تھے۔ اور حضرت عمرؓ آپ کے حکم سے نیچے کی جانب عورتوں سے بیعت لے رہے تھے۔ منجملہ عورتوں کے ہندہ بن عتبہ ابوسفیان کی بیوی بھی حاضر ہوئیں مگر آنحضرتؐ سے خائف چادر میں لپٹی ہوئی آئیں کہ پہچان نہ لی جائیں۔ آپؐ نے عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے جب فرمایا۔ اما یمکن علی ان لا تشرکن بالله شیئا۔ تو اس پر ہندہ بولیں۔ والله لقد عبدتنا الاصنام وانك لتاخذ علینا امرا ما رایناك اخذته علی الرجال تبایع الرجال علی الاسلام والجهاد۔ آنحضرتؐ نے پھر فرمایا۔ ولا یسرقن۔ اس پر ہندہ نے عرض کیا۔ ان ابا سفیان رجلا سحیحا وانی اصبت من ماله هنات فما ادری ایحل لی ام لا۔ ابوسفیانؓ بولے۔ ما اصبت منی شیء فیما مضی وفیما غبر فهو لك حلال۔ یہ مکالمہ سنکر آنحضرتؐ کو بے ساختہ ہنسی آگئی اور پہچان کر فرمایا۔ وانك لهنده بنت عتبة؟

بولیں، جی ہاں اور عرض گذار ہوئیں۔ فاعف عما سلف یا نبی الله عفا الله عنك۔ آپ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ ولا یزنین۔ کہنے لگیں۔ او تزنی الحرة۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ ماذنت منهن امراة قط۔ آنحضرت نے فرمایا۔ ولا یقتلن اولادهن ہندہ بولیں۔ ربیناهم صغارا وقتلتهم کبارا فانتم وهم اعلم۔ یہ اس لیے کہا کہ ابوسفیان کا جوان بیٹا حنظلہ غزوۂ بدر میں مارا جا چکا تھا۔ اس لیے یہ فقرے سن کر حضرت عمرؓ تو ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گئے اور آنحضرتؐ بھی مسکرا دیئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ولا یاتین ببهتان۔ ہندہ نے عرض کیا۔ والله ان البهتان لامر قبیح وما تامرنا الا بالرشد ومکارم الاخلاق۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ ولا یعصینك فی معروف۔ ہندہ بولیں والله ما جعلنا فجلسنا هذا وفی انفسنا ان نعصیك فی شیء۔ ہندہ کی جرأت و بے باکی تو قابل داد ہے۔ مگر آنحضرتؐ کا تحمل و وقار اور وسعت اخلاق بھی بے مثال ہے۔ عورتوں سے بیعت لینے میں آپؐ نے مصافحہ نہیں فرمایا چنانچہ حضرت عائشہؓ کے الفاظ یہ ہیں۔ والله ما اخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم علی النساء قط الا بما امر الله عز وجل وما مست کف رسول الله صلی الله علیه وسلم کف امرأة قط۔ دوسری روایت میں ہے۔ انه صلی الله علیه وسلم بایع النساء وبین یدیه وایدیهن ثوب وکان یشترط علیهن، وفی روایة ثوب قطری یاخذ بطرف منه ویاخذن بطرف الاخر توقیا عن مساس ایدی الاجنبیات۔

تشریح ایک تو رشتہ داروں کے چھوٹنے کا غم اگرچہ وہ کافر ہی سہی۔ دوسرے عام کافروں کی عداوت سن کر فکر ہو سکتی تھی۔ اس لیے عیسی الله پر بشارت آمیز پیشین گوئی فرمائی جا رہی ہے کہ یہ عارضی جدائیگی

Marfat.com

ہے۔ اللہ کی قدرت و رحمت سے بعید نہیں کہ جو آج بدترین دشمن ہیں۔ کل وہ مسلمان بن کر بہترین دوست ہو جائیں اور پھر تمہارے اور ان کے درمیان بدستور بلکہ پہلے سے بھی زیادہ برادرانہ اور دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقعہ پر یہی ہوا کہ سب مکہ والے مسلمان ہوگئے تو جو ایک دوسرے پر تلوار اٹھا رہے تھے اب ایک دوسرے پر جان قربان کرنے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ قطع تعلق اگر ہمیشہ کے لیے کیا جاتا تب بھی حکم الٰہی ہونے کی وجہ سے واجب التسلیم اور واجب العمل تھا۔ لیکن اب تو یہ ترکِ موالات چند روزہ ہے۔ پھر اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس لیے حالاتِ موجودہ، ترکِ موالات پر مضبوطی سے قائم رہو۔ جس کسی سے کوئی بے اعتدالی ہو جائے وہ اللہ سے اپنی خطا معاف کرالے وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

امن پسند کفار سے رواداری برتنی چاہیئے۔

لایہاکم اللہ۔ یعنی سب کافر ایک طرح کے نہیں ہیں۔ لہٰذا سب کو ایک لاٹھی نہ ہنکاؤ۔ جو کافر مصالح اور غیر جانبدار ہوں کہ نہ تو مسلمان ہوئے اور نہ ہی مسلمانوں سے بیر رکھا اور نہ ان کے دشمنوں سے لگاؤ رکھا۔ ایسے کافروں سے بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ پس انصاف یہاں خاص انصاف یعنی احسان کا برتاؤ مراد ہے ورنہ عام انصاف تو ہر کافر بلکہ جانور کے ساتھ بھی واجب ہے۔ حاصل یہ کہ جب وہ تمہارے ساتھ نرمی رواداری سے پیش آتے ہیں تو انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اور دنیا کو دکھلا دو کہ اسلام کا معیارِ اخلاق کس قدر بلند ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ اگر کافروں کی ایک جماعت مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہے تو کافروں کو بلا امتیاز ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دو۔

اسلام عورتوں، بچوں، کمزوروں سے حد درجہ رعایت کرتا ہے

ضروری ہے کہ عورت، مرد، بوڑھے، جوان، بچے، مفاد غیر معاند کے اعتبار سے ان میں فرق کیا جائے۔ البتہ جو کافر تم سے آمادۂ پیکار ہوں ان سے دوستانہ برتاؤ کرنا بیشک سخت ظلم اور گناہ کا کام ہے۔ یہ تو ہوا محارب غیر محارب مرد کافروں کا معاملہ۔ رہ گئیں عورتیں، خواہ مکہ سے آنے والی ہوں یا رہ جانے والی۔ ان کے بارے میں ارشاد ہے۔ اذجاءکم المؤمنات الخ ان سے متعلق احکام کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ کسی کے دل کا حال تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ لیکن ظاہری طور سے ایسی آنے والی عورتوں کی جانچ کر لیا کرو کہ آیا واقعی وہ مسلمان ہیں اور محض اسلام کی خاطر وطن چھوڑ کر آئی ہیں۔ کوئی دنیوی یا نفسانی غرض تو اس ہجرت کا سبب نہیں بنا۔ چنانچہ بہ نفسِ نفیس خود حضورؐ ایسی عورتوں سے بیعت لیتے اور کبھی حضرت عمرؓ آپ کی اجازت اور حکم سے جانچ کر کے بیعت لیتے۔

۲۔ خاوند بیوی میں اگر ایک مسلمان اور دوسرا کافر ہو تو اختلافِ دارین کے بعد نکاح کا تعلق قائم نہیں رہتا۔ نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔

Marfat.com

۳۔ مسلمان عورت اگر کافر ملک کو چھوڑ آئے تو اس کا نکاح مسلمان سے ہو سکتا ہے۔ حاملہ ہونے کی صورت میں تو بالاجماع بچہ پیدا ہونے کے بعد۔ اور حاملہ نہیں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک بغیر عدت گزرے فوراً نکاح ہو سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک عدت ختم ہونے کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔

۴۔ کافرہ حربیہ کا شوہر اگر مسلمان ہو جائے تب بھی نکاح ٹوٹ جائے گا اور اس پر کسی کے نزدیک عدت نہیں ہے یہ دونوں حکم اب بھی باقی ہیں۔

۵۔ مسلمان مہاجر عورت کو اس کے پہلے کافر شوہر نے جس قدر مہر دیا تھا۔ دارالاسلام میں جو مسلمان اس سے نکاح کرے اس کے ذمہ ہے کہ اس کافر نے جتنا مہر عورت پر خرچ کیا تھا وہ اسے واپس کر دے۔ اگر کوئی خاص شخص نکاح کرے تو وہ واپس کرے ورنہ بیت المال (شاہی خزانہ) سے دے دیا جائے۔ اور اب اس عورت کا جو مہر قرار پائے وہ الگ اپنے ذمہ رکھے تب اپنے نکاح میں لا سکتا ہے۔ لیکن یہ حکم اب باقی نہیں ہے۔ بلکہ یہ اسی وقت کے مخصوص حالات کے پیش نظر دیا گیا تھا۔ تاکہ مصالحت کنندگان کو نقصان نہ پہنچے اور انہیں اشتعال نہ ہو کہ صلح ٹوٹ جائے۔

۶۔ اسی طرح مسلمان شوہر کی حربی بیوی کا مہر، کافر مسلمان کو ادا کریں۔ یہ حکم بھی اسی واقعہ کے ساتھ خاص تھا۔ اب وہ نہیں ہے۔

۷۔ کفار اگر ایسی عورتوں کا مہر ان کے مسلمان شوہروں کو واپس نہ کریں۔ تو جو مہر کفار کا مسلمانوں کے ذمہ ہے وہ ان کفار کی جگہ ان مسلمان شوہروں کو دے دیا جائے۔ برابر کی صورت میں تو کوئی اشکال نہیں۔ البتہ کمی بیشی کی صورت میں جو کفار کا بچتا وہ کفار کو دے دیا جاتا اور جو اپنا بچتا اس کا مطالبہ ان سے کیا جاتا۔ یہ حکم بھی اسی وقت کے حالات کے پیش نظر تھا اور دلیل ان احکام کے خاص ہونے کی اجماع ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کبھی یہ برتاؤ نہیں کیا۔ جس سے ان احکام کا وقتی ہونا معلوم ہوا۔

شبہ کا جواب

لیکن اگر شبہ یہ ہو کہ اس تخصیص و نسخ سے تو عہد عام ٹوٹ گیا اور نقض عہد جائز نہیں۔ جواب یہ ہے کہ نقض عہد، غدر کے عہد میں جائز نہیں ہے اور یہاں غدر نہیں کیا گیا پس بغیر غدر کئے تو نفس صلح کا ختم کرنا بھی جائز ہے۔ پھر صلح کے کسی خاص جز کا رفع کر دینا تو اور بھی ہلکا اور سہل ہے۔ پھر دوسرا فریق اس میں مجبور نہیں کیا گیا۔ وہ اگر نہ مانتا تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ صلح ختم ہو جاتی۔ لیکن جب فریق ثانی نے بھی مان لیا۔ خواہ اپنی کسی مصلحت سے یا یہ سمجھ کر کہ مردوں کے زیادہ ہونے سے تو جنگ کا اندیشہ ہے۔ لیکن عورتیں اگر واپس نہ کی گئیں تو ان سے کوئی اندیشہ نہیں۔ غرضیکہ مان لینے کے بعد تو اب صلح متفق علیہ بھی ہو گئی۔ اذا اٰتیتموھن اجورھن یعنی مہر کی ادائیگی ہو یا اس کا التزام، اور یہ قید شرط کے درجہ میں نہیں۔ کیونکہ نکاح کا جائز ہونا مہر کی ادائیگی یا التزام پر موقوف نہیں۔ بلکہ یہ قید لزوم بیان کرنے کے لیے ہے۔ یعنی مہر نکاح کے لوازم میں سے ہے۔ خواہ وہ مقرر کیا ہوا ہو یا بلا تعیین کے ہو۔ نقد ہو یا کپڑوں کے جوڑہ کی صورت میں۔

ولا تمسکوا بعصم الکوافر۔ یعنی مسلمانوں کی جو بیویاں کفر کی حالت میں دارالحرب میں رہ گئیں۔ ان سے رشتۂ نکاح

marfat.com
Marfat.com

ختم ہو گیا اور اب اس تعلق کا کوئی اثر باقی نہ سمجھو۔ اس کے لیے عدت بھی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایسے مرد کو اسی وقت ایسی عورتوں سے بھی نکاح جائز ہے۔ جن سے اس بیوی کی عدت میں جائز نہ ہوتا۔ یہ عورت خود بخود نکاح سے الگ ہو گئی۔ اس کو طلاق دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ پھر بھی بعض صحابہ کا طلاق دینا اور آنحضرتؐ کا اس پر انکار نہ کرنا ممکن ہے۔ اس لیے ہوا ہو کہ طلاق کے لغوی معنی مراد لیے ہوں۔ یعنی ترک تعلقات کا اظہار، طلاقِ شرعی مراد نہیں تھی۔ اور بہت ممکن ہے کہ حضورؐ کو صحابہؓ کے طلاق دینے کی اطلاع ہی نہ ہوئی ہو۔

قتل اولاد اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا

ولا یقتلن اولادھن۔ جیسا کہ جاہلیت میں رواج تھا۔ عرب میں بھی ہند وستان کے قدیم ترین راجپوتوں میں بھی کہ رسمی ننگ و عار کے خیال سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔ اسی طرح قدیم ہندوستان میں مہر و وفا کی دیوی ظاہر کرنے کے لیے عورت مرد کی چتا پر بھسم چڑھ جاتی تھی جس کو ستی ہونا کہتے تھے۔ عرب میں بعض اوقات فقر و فاقہ کے خوف سے بھی لڑکیوں کو بھی مار ڈالتے۔ ولا یاتین ببھتان۔ جاہلیت میں بعض عورتوں کا دستور تھا کہ کسی غیر کا بچہ اپنا لائیں اور کہہ دیا کہ میرے خاوند کا ہے یا کسی سے بدکاری کر کے بچہ کو خاوند کا بتلا دیا۔ اس سے روکا جا رہا ہے کہ اس میں زنا کا گناہ تو ہے ہی۔ بچہ کی نسبت دوسرے کی طرف کرنے کا گناہ الگ ہوا۔ جس کی وعید حدیث میں آئی یا ہاتھ پاؤں میں طوفان باندھنے سے مراد یہ ہے کہ کسی پر جھوٹا دعوے کر دیا یا جھوٹی گواہی دیں یا کسی معاملہ میں اپنی طرف سے بنا کر جھوٹی قسمیں کھالیں۔ پچھلی آیت میں جو مہاجر عورتوں کی جانچ کو فرمایا تھا۔ ان آیات میں بتلا دیا کہ وہ جانچ یہ ہے کہ اگر وہ ان احکام کو قبول کر لیں تو وہ مومنہ سمجھی جائے گی۔

لا تتولوا قوما۔ شروع سورت میں جو مضمون تھا۔ خاتمہ سورت پر پھر یاد دلا دیا کہ مومن کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ اللہ کے تعلق کو اصل سمجھے۔ اسی کے متعلق اوروں سے تعلق رکھے۔ اور وہی تعلق نہ ہو تو پھر کسی سے کیا رشتہ ناطہ؟

قد یئسوا من الکفار۔ یعنی جس طرح منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا اور پھر ایک دوسرے سے ملیں گے۔ یہی حال ان کافروں کا بھی ہے۔ اور بعض حضرات نے من اصحاب القبور کو کفار کا بیان مانا ہے۔ یعنی جو کافر قبروں میں پہنچ چکے ہیں۔ جس طرح وہاں کا حال دیکھ کر وہ اللہ کی مہربانی سے بالکلیہ مایوس ہو چکے ہیں۔ اسی طرح یہ کافر بھی آخرت کی طرف سے مایوس ہیں۔ پھر ایسے گمراہوں سے تعلق رکھنا کیا معنی؟ اس سے یہ سمجھا جائے کہ جن کافروں کی گمراہی اس درجہ کی نہ ہو۔ ان سے دوستی جائز ہے۔ کیونکہ مطلق کفر بھی دوستی سے مانع ہے۔ البتہ کفر میں جتنی شدت ہو گی ممانعت میں بھی اتنی ہی شدت آجائے گی۔ گویا دونوں کلیاں مشکک ہیں۔

لطائف سلوک

لا ینھاکم اللہ۔ اس میں بزرگوں کی اس عادت کا جواز نکل رہا ہے کہ وہ کفار سے نرم کلامی اور ملاطفت و ملائمت کا برتاؤ کرتے اور ان کے ہدیہ کو قبول کر لیتے ہیں۔

فامتحنوھن۔ اس میں مرید کی جانچ اور آزمائش کا حکم ہے۔

یبایعنک۔ اس سے صحیح بیعت کی غرض و غایت صراحۃً معلوم ہو رہی ہے اور ساتھ رسمی بیعت کا لایعنی ہونا بھی معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے۔ جس میں نہ ایمان کا کما حقہٗ احترام ہو اور نہ عمل صالح کا اہتمام۔
واستغفر لہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرید کے لیے دُعا کرنا منجملہ اس کے حقوق کے ہے۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَكِّيَّةٌ اَوْ مَدَنِيَّةٌ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ اَيْ نَزَّهَهٗ فَاللَّامُ مَزِيْدَةٌ وَجِيْءَ بِمَا دُوْنَ مَنْ تَغْلِيْبًا لِلْاَكْثَرِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ فِيْ مُلْكِهِ الْحَكِيْمُ ○ فِيْ صُنْعِهِ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ فِيْ طَلَبِ الْجِهَادِ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اِذَا انْهَزَمْتُمْ بِاُحُدٍ كَبُرَ عَظُمَ مَقْتًا تَمْيِيْزٌ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا فَاعِلٌ كَبُرَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ يَنْصُرُ وَيُكْرِمُ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا حَالٌ اَيْ صَافِّيْنَ كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوْصٌ ○ مُلْزَقٌ بَعْضُهٗ اِلٰى بَعْضٍ ثَابِتٍ وَاذْكُرْ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ قَالُوْا اِنَّهٗ اَدَرُّ اَيْ مُنْتَفِخُ الْخُصْيَةِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَكَذَّبُوْهُ وَقَدْ لِلتَّحْقِيْقِ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ط اَلْجُمْلَةُ حَالٌ وَالرَّسُوْلُ يُحْتَرَمُ فَلَمَّا زَاغُوْا عَدَلُوْا عَنِ الْحَقِّ بِاِيْذَائِهٖ اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ط اَمَالَهَا عَنِ الْهُدٰى عَلٰى وَفْقِ مَا قَدَّرَهٗ فِي الْاَزَلِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ عِلْمِهٖ وَاذْكُرْ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَمْ يَقُلْ يَا قَوْمِ لِاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لَهٗ فِيْهِمْ قَرَابَةٌ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ قَبْلِيْ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَمَّا جَآءَهُمْ جَآءَ اَحْمَدُ الْكُفَّارَ بِالْبَيِّنٰتِ الْاٰيَاتِ وَالْعَلَامَاتِ قَالُوْا هٰذَآ اَيِ الْمَجِيْءُ بِهٖ سِحْرٌ وَفِيْ قِرَاءَةٍ سَاحِرٌ لِّاَيِ الْجَائِيْ بِهٖ مُّبِيْنٌ ○ بَيِّنٌ وَمَنْ لَّآ اَحَدَ اَظْلَمُ اَشَدُّ ظُلْمًا مِّمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ بِنِسْبَةِ الشَّرِيْكِ وَالْوَلَدِ اِلَيْهِ وَوَصْفِ اٰيَاتِهٖ بِالسِّحْرِ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

marfat.com
Marfat.com

الظّٰلِمِيْنَ ○ اَلْكٰفِرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا مَنْصُوْبٌ بِاَنْ مُقَدَّرَةً وَاللَّامُ مَزِيْدَةٌ نُوْرَ اللّٰهِ شَرْعَهٗ
وَبَرَاهِيْنَهٗ بِاَفْوَاهِهِمْ بِاَقْوَالِهِمْ اَنَّهٗ سِحْرٌ وَشِعْرٌ وَكِهَانَةٌ وَاللّٰهُ مُتِمُّ مُظْهِرُ نُوْرِهٖ وَفِيْ قِرَاءَةٍ
بِالْاِضَافَةِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ ذٰلِكَ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهٗ يُعْلِيَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ لِجَمِيْعِ الْاَدْيَانِ الْمُخَالِفَةِ لَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ع ۱ ۹
اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ مُؤْلِمٍ
فَكَاَنَّهُمْ قَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ تُؤْمِنُوْنَ تَدُوْمُوْنَ عَلَى الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ اَنَّهٗ خَيْرٌ لَّكُمْ فَاٰمَنُوْا
يَغْفِرْ جَوَابُ شَرْطٍ مُقَدَّرٍ اَیْ اِنْ تَفْعَلُوْهُ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ اِقَامَةٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَيُؤْتِكُمْ نِعْمَةً اُخْرٰى
تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ بِالنَّصْرِ وَالْفَتْحِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ لِدِيْنِهٖ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالْاِضَافَةِ كَمَا كَانَ الْحَوَارِيُّوْنَ كَذٰلِكَ الدَّالُّ عَلَيْهِ قَالَ
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اَیْ مِنَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ يَكُوْنُوْنَ مَعِيْ مُتَوَجِّهًا
اِلٰى نُصْرَةِ اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ وَالْحَوَارِيُّوْنَ اَصْفِيَاءُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُمْ
اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَكَانُوْا اِثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مِنَ الْحَوْرِ وَهُوَ الْبَيَاضُ الْخَالِصُ وَقِيْلَ كَانُوْا قَصَّارِيْنَ
يَحُوْرُوْنَ الثِّيَابَ يُبَيِّضُوْنَهَا فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ بِعِيْسٰى وَقَالُوْۤا اِنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ
رُفِعَ اِلَى السَّمَآءِ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ لِقَوْلِهِمْ اَنَّهٗ اِبْنُ اللّٰهِ رَفَعَهٗ اِلَيْهِ فَاقْتَتَلَتِ الطَّآئِفَتَانِ
فَاَيَّدْنَا قَوَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الطَّآئِفَتَيْنِ عَلٰى عَدُوِّهِمُ الطَّآئِفَةُ الْكَافِرَةُ فَاَصْبَحُوْا ع ۲ ۱۰
ظٰهِرِيْنَ ○ غَالِبِيْنَ

Marfat.com

ترجمہ سورۂ صف مکی ہے یا مدنی ہے اس میں چودہ آیات ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں (اللہ میں لام زائد ہے اور من کی بجائے ما کا لانا اکثریت کی تغلیب کے طور پر ہے) اور وہی (اپنے ملک میں) زبردست (صنعت میں) حکمت والا ہے۔ اے اہل ایمان (جہاد کی خواہش کے سلسلہ میں) ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو (جب تمہیں غزوۂ احد میں شکست ہوئی) یہ بات بہت (بڑی) ناراضگی کی ہے (یہ تمیز ہے) اللہ پاک کے نزدیک کہ ایسی بات کہو (کبر کا فاعل ہے) جو کرو نہیں اللہ تعالیٰ تو پسند کرتا ہے (مدد اور اکرام کرتا ہے) ان لوگوں کو جو اس کے رستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں (صفا حال ہے ای صافین) کہ گویا وہ ایک عمارت ہے سیسہ پلائی ہوئی (ایک دوسرے میں گچی ہوئی، مضبوط) اور (یاد کرو) جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھ کو کیوں ایذاء پہنچاتے ہو (لوگوں نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ ان کو فتق کی بیماری ہے یعنی ان کے خصیے بڑھے ہوئے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ جھوٹ بکتے تھے، حالانکہ (قد تحقیق کے لیے ہے) تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں (جملہ حال ہے۔ اور رسول واجب الاحترام ہوتا ہے) پھر جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے (موسےٰ کو ستانے کی وجہ سے حق سے ہٹ گئے) تو اللہ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کر دیا (ہدایت سے پھیر دیا۔ تقدیر ازلی کے مطابق) اور اللہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا (جو علم الٰہی میں کافر ہوں) اور (یاد کیجئے) جبکہ عیسیٰ بن مریم نے فرمایا۔ اے بنی اسرائیل (یا قوم نہیں فرمایا۔ کیونکہ وہ ان کے قرابت دار نہیں تھے) میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ اپنے سے پہلی تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا۔ میں ان کی بشارت دینے والا ہوں (حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) پھر جب وہ (احمد) ان (کفار) کے پاس کھلی دلیلیں (نشانیاں اور علامات) لے کر آئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ (یعنی جو لایا گیا) جادو ہے (ایک قراءت میں ساحر ہے یعنی قرآن لانے والا) کھلا ہوا۔ اور کون (کوئی نہیں) زیادہ ظالم ہے (ظلم میں بڑھ کر ہے) اس شخص سے جو اللہ پر جھوٹ باندھے (شریک اور اولاد کی نسبت اس کی طرف کرکے۔ اور اس کی آیات کو جادو کہہ کر) حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالموں (کافروں) کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ بجھا دیں (ان مقدرہ کے ذریعہ یطفئوا منصوب ہے اور لام زائد ہے) اللہ کے نور (شریعت اور اس کے براہین) کو اپنے منہ سے (یہ کہہ کر جادو ہے۔ شعر ہے۔ کہانت ہے) حالانکہ اللہ کمال تک پہنچا کر (ظاہر کرکے) رہے گا اپنے نور کو (ایک قراءت میں "متمّ نورہ" اضافت کے ساتھ ہے) گو کافر (اس سے) کیسے ہی ناخوش ہوں۔ وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام (اس کے مخالف) دینوں پر غالب (بلند) کر دے۔ گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔ اے اہل ایمان! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلا دوں۔ جو تم کو بچالے (تخفیف و تشدید کے ساتھ ہے) دردناک عذاب سے (گویا انہوں نے جواب میں کہا ہاں، تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں) تم ایمان لاؤ (ایمان پر جمے رہو) اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کے راستہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو (کہ یہ آیت تمہارے لئے بہتر ہے تو تم اس کو کرو) اللہ معاف کر دے گا (یہ جواب ہے شرط مقدر کا یعنی اگر تم نے اس پر عمل کر لیا تو بخش دیئے جاؤ گے) تمہارے گناہ اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں جاری

Marfat.com

ہوں گی۔ اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے (عطا فرمائے گا تمہیں ایک نعمت) اور بھی جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اللہ کی طرف سے مدد اور جلد کامیابی اور آپ مومنین کو (نصرت و فتح کی) خوشخبری سنا دیجئے اے اہل ایمان تم اللہ کے مددگار بن جاؤ (اس کے دین کے۔ ایک قراءت میں انصار اللہ اضافت کے ساتھ ہے) جیسا کہ (حواری بھی ایسے ہی تھے جس پر اگلا جملہ دلالت کر رہا ہے) عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے فرمایا کہ اللہ کے لیے کون میرا مددگار ہوتا ہے (یعنی میرے ساتھیوں میں سے کون مددگار اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے) حواری بولے ہم اللہ کے مددگار ہیں (حواری حضرت عیسیٰ کے چیدہ لوگ تھے جو ان پر سب سے پہلے ایمان لائے اور وہ بارہ افراد تھے۔ حواری، حور سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنیٰ خالص سفیدی کے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ دھوبی تھے۔ کپڑوں کو دھو کر سفید کرتے تھے) سو بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے (عیسیٰ پر ان کا کہنا یہ ہے کہ عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں اور جن کو آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے) اور کچھ لوگ منکر رہے (کیونکہ یہ لوگ کہتے تھے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں جن کو اس نے اپنے پاس بلا لیا ہے۔ چنانچہ ان دونوں فرقوں میں جنگ ہوئی) سو ہم نے ایمان والوں کی تائید کی (ان دونوں طبقوں میں سے) ان کے دشمنوں (کافر جماعت) کے مقابلہ میں سو وہ غالب ہو گئے۔

تحقیق و ترکیب

سورۃ الصف۔ ابن عباسؓ اس کو مکی اور جمہور مدنی مانتے ہیں۔

مرصوص۔ الرص کے معنیٰ تعمیر کو ایک دوسرے کے ساتھ پیوست اور مستحکم کرنے کے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پتھر کو پتھر پر رکھ کر پتھریاں اور روڑیاں ملا کر گارا ڈالنے کو اہل مکہ رصاص کہتے ہیں۔ امام راغبؒ بنیان مرصوص کے معنیٰ مستحکم کے لیتے ہیں یہ کنایہ ہے۔ جنگ میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر چلنے کے جیسا کہ فراءؒ کی رائے ہے۔ روح و صراح میں رص کے معنیٰ چونہ سے گچ کرنے کے ہیں۔

لم تؤذونني۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے آیت لا تکونوا کالذین آذوا موسیٰ میں گزرا ہے اور عام اذیتیں بھی مراد ہو سکتی ہیں۔

الفٰسقین یعنی علم الٰہی میں جو کافر ٹھہر چکے ہیں۔ ان کو ہدایت نہیں ہوتی۔ ورنہ بہت سے کافر ہدایت یافتہ ہو جاتے ہیں۔ حاصل یہ کہ معہود فاسق مراد ہیں۔ سب فاسق مراد نہیں ہیں۔ اس لیے اب کوئی شبہ نہیں رہتا۔

مصدقا یہ اور مبشرا دونوں لفظ حال ہیں۔ رسول اللہ سے بتاویل مرسل اور وہی دونوں میں عامل ہے۔

من بعدی۔ حضرت عیسیٰ کی ولادت اور آنحضرت کی ہجرت کے درمیان چھ سو تیس سال کا فصل ہے۔ چنانچہ انجیل یوحنا کے چودہویں اصحاح میں ہے۔ وانا اطلب لکم الی ابی حتی یمنحکم و یعطیکم الفارقلیط حتی یکون معکم الی الابد والفارقلیط ھو روح الحق الیقین۔ اسی طرح پندرہویں اصحاح میں ہے۔ واما الفارقلیط روح القدس یرسلہ ابی باسمی و یعلمکم و یمنحکم جمیع الاشیاء و ھو یذکرکم ما قلت لکم۔ پھر آگے چل کر لکھا ہے۔ والآن قد اخبرتکم بھذا قبل ان یکون حتی اذا کان ذلک تومنون۔ سولہویں اصحاح میں لکھا ہے۔ ولکن اقول لکم الحق حقا یقینا انطلاقی عنکم خیر لکم فان لم انطلق عنکم الی لم یاتکم الفارقلیط و ان انطلقت ارسلتہ الیکم فاذا ھو یفید اھل العالم

Marfat.com

ویدینھم و یمنھم یوفقھم علی الخطیئۃ والبر والدین۔ پھر کچھ آگے چل کر کہا ہے۔ فان لی کلاماً کثیراً ارید ان اقولہ لکم ولکن لا یقتدرون علی قبولہ والاحتفاظ لہ ولکن اذا جاء روح الحق الیکم یلھمکم ویؤیدکم بجمیع الحق لانہ لیس یتکلم بدعۃ من تلقاء نفسہ (ھذا ما فی الانجیل) لیطفئوا ای یریدون ان یطفئوا۔ لام تاکید کے لیے ایسے ہی زائد ہے۔ جیسے لا ابالک میں تاکید اضافت کے لیے زائد ہے اور بعض نے تعلیلیہ مانا ہے۔ اور خلیل و سیبویہ کے نزدیک یریدون مصدر کے حکم میں ہے اور لیطفئوا اس کی خبر ہے۔ ای ارادتھم الاطفاء نورہ نور اللہ میں استعارہ تصریحیہ ہے اور اطفاء میں ترشیحیہ ہے اور بافواھھم میں توریہ ہے۔ صاحب کشاف نے استعارہ تمثیلیہ مانا ہے کہ جس طرح آفتاب کو پھونکوں سے بجھانے والے کا حال ہے وہی حق کو باطل کرنے کی کوشش کرنے والوں کا حال ہے مقصود تہکم اور سخریہ ہے اور قرطبی نے کہا ہے کہ اطفاء اور اخماد دونوں لفظ آگ یا دوسری روشن اور واضح چیزوں کے گل کرنے میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن دونوں میں من وجہ فرق یہ ہے کہ اطفاء چھوٹی چیزوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اطفأت السراج کہا جائے یہاں اخمدت السراج نہیں کہیں گے۔ نور اللہ سے کیا مراد ہے؟ ابن عباسؓ ابن زیدؒ کے نزدیک قرآن ہے اور سدی کے نزدیک اسلام اور ضحاک کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ابن حجرؒ کے نزدیک حجۃ اللہ مراد ہے اور ابن عیسیٰ ناقل ہیں کہ یہ بطور تمثیل، حق کے مٹانے کو نور شمسی کے گل کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

متم نورہ۔ بغیر اضافت کے۔ مکیؒ، حفصؒ، حمزہؒ، علیؒ کی قراءت ہے۔

تنجیکم۔ عامرؒ فتحہ نون اور تشدید جیم کے ساتھ اور باقی قراء سکون نون اور تخفیف جیم کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

ان کنتم تعلمون۔ مفسرؒ نے تعلمون کا مفعول مقدر مانا ہے۔ لیکن تعلمون کو بمنزلۂ لازم کے بھی مانا جا سکتا ہے۔ ان کنتم من اھل العلم۔ پھر تقدیر مفعول کی ضرورت نہیں رہتی۔

یغفر۔ بعض کے نزدیک جواب امر بھی ہو سکتا ہے۔

تومنون۔ سے جو امر آمنوا مفعول ہو رہا ہے۔

واخریٰ۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ اخریٰ فعل مقدر کا مفعول ہے۔ یہ فعل مقدر تیسرا جواب شرط ہو گا۔ پہلی دونوں نعمتیں اخروی ہیں اور یہ تیسری نعمت دنیوی ہے۔

کما قال عیسیٰ۔ مفسرؒ نے کما کے بعد کان مقدر نکالا ہے۔ یعنی حواری بھی انصار اللہ ہے۔ اب یہ شبہ نہیں رہتا کہ مشبہ تو مومنین کا انصار اللہ ہونا ہے اور مشبہ بہ قول عیسیٰ ہے جو انہوں نے حواریوں سے فرمایا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ بے جوڑ ہے۔ لیکن مفسرؒ نے مشبہ بہ حواریوں کے انصار اللہ ہونے کو قرار دیا۔ جو "قال عیسیٰ ابن مریم الخ" سے مفہوم ہو رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بظاہر تو آیت میں قول عیسیٰ مشبہ بہ ہے لیکن معنی حواریوں کا انصار اللہ ہونا مشبہ بہ ہے۔ کما قال میں ما مصدریہ ہے یہ مع صلہ کے ظرف ہے اور بعض نے تقدیر عبارت قل لھم کما قال عیسیٰ بن مریم نکالی ہے۔

من انصاری۔ مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ انصاری میں ایک مشارک کی اضافت دوسرے کی طرف ہو رہی ہے۔

حواری۔ اگر آنکھوں کے سفید اور خوبصورت ہونے کی وجہ سے حواری یا حور کہا جاتا ہے۔ تو یہ وصف ذاتی ہوا اور

marfat.com
Marfat.com

کپڑوں کو اُجلا کرنے کی وجہ سے اگر کہا جاتا ہے تو یہ وصف قائم بالغیر ہوگا۔

فامنت۔ اس کا تعلق محذوف سے ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ فلما رفع عیسیٰ الی السماء افترق الناس فیہ فرقتین فامنت الطائفۃ الخ عیسائیوں میں تین فرقے تھے۔ ایک کہتا تھا کہ وہ خدا تھے جو اپنی جگہ چلے گئے۔ دوسرا فرقہ کہتا تھا کہ وہ خدا کے بیٹے تھے جو اپنے باپ کے پاس چلے گئے۔ یہ دونوں فرقے گمراہ تھے۔ اور تیسرا فرقہ ان کو اللہ کا بندہ اور رسول مانتا تھا اور زندہ آسمان پر جانے کو مانتا تھا۔ یہ جماعت مومن تھی۔ جو پہلے تو دونوں کافر جماعتوں سے مغلوب رہی۔ مگر آنحضرتؐ کی برکت سے اسلام آنے کے بعد معاملہ برعکس ہوگیا۔

ایدنا الذین امنوا کا یہی مطلب ہے۔

ربط آیات

سورۂ ممتحنہ میں کفار سے دوستی نہ کرنے کا حکم تھا۔ سورۂ صف میں ان سے جہاد کا حکم ہے اور کچھ مضمون ذیلی فرمایا گیا۔

شان نزول

بعض مسلمانوں نے خواہش کی کہ اگر ہمیں بہترین عمل معلوم ہوجائے تو ہم اس کے لیے جان و مال کی بازی لگا دیں۔ لیکن جہاد کا حکم آیا تو یہ مسلمان ہچکچانے لگے۔ اس پر آیت لم تقولون الخ اور یاایھا الذین امنوا ھل ادلکم نازل ہوئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے جب غزوۂ بدر کا ثواب بیان فرمایا تو بعض صحابہ نے کہا۔ لئن لقینا قتالاً لنفرغن فیہ وسعنا۔ لیکن غزوۂ اُحد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو اس آیت میں عار دلائی جارہی ہے۔ گویا زجر و توبیخ فرمائی گئی ہے۔ اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ منافقین نے مسلمانوں سے ڈینگیں ماری تھیں۔ کہ ان خرجتم خرجنا معکم و قاتلنا۔ لیکن جب حضورؐ اور صحابہؓ اُحد کے لیے روانہ ہوئے تو منہ چھپا کر بیٹھ رہے اور کچھ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ان کو مومن ظاہر حال کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ یاایھا الذین امنوا ھل ادلکم۔ بعض نے اس کا نزول عثمان بن مظعون کے بارہ میں کہا ہے۔ جب کہ انہوں نے آنحضرتؐ سے درخواست کی۔ لو اذنت لنا فاختلفت خولۃ و ترھبت واختصیت وحرمت اللحم ولا انام اللیل ابدا۔ تو آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا۔ ان من سنتی النکاح ولا رھبانیۃ فی الاسلام۔ اس پر عثمان بن مظعون نے عرض کیا۔ وددت یا نبی اللہ ان اعلم ای التجارات احب الی اللہ فاتجر فیھا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن جہاد کو تجارت کہا گیا۔ جیسا کہ ان اللہ اشتری الخ میں یہی مراد ہے۔

تشریح

لم تقولون مالا تفعلون۔ یعنی مسلمانوں کو لاف زنی اور دعوے کی باتوں سے ڈرنا چاہیئے۔ زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے۔ لیکن اس کا نبھانا آسان نہیں ہے۔ اللہ تو اس سے سخت ناراض اور بے زار ہوتا ہے کہ جو زبان سے کہے بہت کچھ اور کرے کچھ نہیں۔ اگر محبوب عمل کرنے کا اظہار کیا تھا۔ تو معلوم ہونے پر کیوں جی چُرا بیٹھے اور کیوں اُحد سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ یعنی دیکھ، سنبھل کر کہا کرو۔ پس یہاں ایک بات زبان سے نکال کر اس پر کاربند نہ ہونے

Marfat.com

پر اظہارِ بیزاری ہے۔ قول بے عمل اور وعظ بلا عمل اس کے مفہوم میں داخل نہیں وہ خارج ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ محبوب عمل کی فکر ہے تو ہم بتلائے دیتے ہیں کہ اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اس کی راہ میں اس کے دشمنوں سے مقابلہ کے وقت آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدانِ جہاد میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

محض باتیں بنانا اور عمل سے جی چُرانا کوئی وزن نہیں رکھتا

ہر چند کہ تم میں بعض اس معیار پر پورے بلکہ بڑھ کر اُترے ہیں۔ مگر بعض ایسے بھی نکلیں گے۔ جن کے عمل نے ان کی زبانی دعوؤں کی تکذیب کر دکھائی۔ آخر غزوۂ اُحد میں وہ بنیان مرصوص کہاں گئی۔ خلاصہ یہ کہ عمل سے زیادہ زبانی دعوے نہ کرو۔ بلکہ خدا کی راہ میں قربانی پیش کرو۔ جو قوم کردار کی غازی ہوتی ہے وہ گفتار اور زر تراشیوں سے بچتی ہے۔ اور زبانی جمع خرچ کرنے والے اور خالی ڈینگیں مارنے والے میدانِ عمل میں صفر رہا کرتے ہیں قوم موسیٰ کو نہیں دیکھا۔ جو زبان سے بہت بڑھ چڑھ کر شیخی اور تعلی کی باتیں بناتے تھے۔ لیکن جہاں کوئی عمل کا موقعہ آیا فوراً پھسل گئے اور ستانے والی باتوں میں خوب جٹے رہے۔ حضرت موسےٰ نے فہمائش بھی کی کہ روشن دلائل اور کھلے معجزات سے میرے سچے پیغمبر ہونے کا تمہیں یقین ہے۔ پھر بھی تم مجھے ستاتے ہو۔ یہ طرزِ عمل تو کسی عام خیر خواہ اور معمولی ہمدرد کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔ چہ جائیکہ اللہ کے رسول کے ساتھ دل آزاری اور گستاخی کا برتاؤ کرنا۔ بے جان بچھڑے کو پوجنا۔ اور اس کو اپنا اور موسیٰ کا خدا بتلانا۔ قوم عمالقہ سے جہاد کا حکم ہوا تو اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون کہہ ڈالنا۔ انہی گستاخیوں اور بدعملیوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دل سیاہ اور سخت ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ نیکی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ یہی حال ان کا ہوا۔ جب ہر بات میں رسولؑ کی ضد ہی کرتے رہے اور برابر ٹیڑھی چال چلتے رہے تو آخر مردود ہو گئے۔ اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ سیدھی بات قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رہی۔ ایسے ضدی نافرمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہی عادت ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات اور آنحضرتؐ کے متعلق بشارت

واذ قال عیسیٰ ابن مریم۔ حضرت موسےٰ کے بعد دوسرے اولوالعزم پیغمبر جو بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے وہ حضرت عیسیٰ ہیں تورات کے مصدق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے احکام اور خبروں پر یقین رکھتا ہوں۔ اور جو کچھ میری تعلیم اور عملدرآمد ہے۔ وہ فی الحقیقت انہی احکام کے ماتحت ہے۔ جو تورات میں دیئے گئے اور ابن کثیر وغیرہ نے یہ مطلب لیا ہے کہ میرا وجود تورات کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے جن باتوں کی خبر تورات میں دی گئی ہے میں ان کا مصدق بن کر آیا ہوں۔ بہر حال تصدیق خاص مراد ہے۔ ورنہ نفس تصدیق میں تورات کی کیا تخصیص ہے تمام پچھلے انبیاءؑ اور کتابوں کی تصدیق بھی ضروری ہے۔ نیز پچھلے پیغمبر اور کتاب کی تخصیص کے ساتھ اگلے پیغمبر کی بشارت سناتا ہوں۔ اس میں اپنی شریعت کی حدود

marfat.com
Marfat.com

اور دائرۂ کار بھی بتلا دیا کہ آنے والے پیغمبر کے آنے تک میری شریعت رہے گی۔ آگے پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف جمالی بیان فرمائے ہیں۔ اس سے جہاں ان کا تمام ادیان کے لیے ناسخ ہونا مقصود ہے۔ وہیں اپنی امت کو تکمیلی ہدایت کی ترغیب دینی بھی ہے کہ کہیں مجھ پر سرِدست ایمان لا کر قناعت نہ کر بیٹھیں۔ ان کو اگر نہ مانا تو میرا ماننا ہی کالعدم ہو جائے گا حضرت عیسیٰؑ کی زبانی ان بشارتوں کو خود اہلِ کتاب کے اقرار کے ساتھ بھی احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ تفسیر خازن میں ابوداؤد کی روایت نقل کی ہے۔ شاہِ حبشہ جو ایک عیسائی عالم بھی تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ کی بشارت کا مصداق آنحضرتؐ کو قرار دیتے تھے۔ اسی طرح ترمذی کی روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن سلام آنحضرتؐ کی صفات کا ذکر تورات میں مانتے تھے اور کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام آنحضرتؐ کے ساتھ دفن ہوں گے۔ اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بشارت دینا تورات میں ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ وہ تورات کے مبلغ تھے۔

تمام انبیاءؑ نے آنحضرتؐ کی بشارت سنائی۔

یوں تو دوسرے انبیاء بھی خاتم الانبیاءؐ کی تشریف آوری کی خوشخبری برابر سناتے آئے ہیں۔ لیکن جتنے اہتمام اور صراحت کے ساتھ حضرت مسیح نے بشارت دی۔ وہ کسی اور سے منقول نہیں ہے قریب العہد ہونے کی وجہ سے ممکن ہے۔ یہ خصوصیت ان کے حصہ میں آئی ہے۔ یہود و نصاریٰ کی مجرمانہ غفلت نے آج دنیا کے ہاتھوں میں اصل تورات و انجیل وغیرہ کا کوئی صحیح نسخہ باقی نہیں چھوڑا اس لیے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن کریم کے اس صاف و صریح بیان کو اس تحریف شدہ بائبل میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے جھٹلانے لگے اس کے باوجود خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی معجزہ سمجھنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے ان محرفین کو اتنی قدرت نہیں دی کہ وہ تمام پیش گوئیوں کو بالکلیہ محو کر دیں۔ علماء اسلام نے موجودہ بائبل کے بیسیوں مقامات سے ان پیشین گوئیوں کو نکال دکھلایا۔ جس کا اعتراف یا نیم اقرار پادریوں کو بھی کرنا پڑا کہ ان کا مصداق محمد رسول اللہؐ ہی ہو سکتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سب سے بڑے ظالم

وھو اظلم۔ یعنی جب اہلِ کتاب سے مسلمان ہونے کو کہا جاتا ہے تو حق چھپا کر اور جھوٹی باتیں بنا کر ایمان لانے سے انکار کر دیتے ہیں وہ خدا کو بشر یا بشر کو خدا بنانے کا جھوٹ تو رہا ایک طرف آسمانی کتابوں میں تحریف کر کے جو چیزیں ان میں واقعی موجود تھیں ان کا انکار کرتے اور جو نہیں ہیں ان کو درج کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا۔ وھو یدعیٰ اس لیے بڑھایا کہ اس سے ان کی اور برائی ہوگی کہ خود تو متنبہ ہوتے۔ تنبیہ کے بعد بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ اور "لا یھدی" اس لیے بڑھا دیا کہ ایسے بے انصافوں کو ہدایت کہاں نصیب ہوتی ہے اور ان کی اصلاح کی کیا امید اس لیے ان کے لیے قتال کی سزا تجویز کیا جانا ہی مناسب ہوا۔ چنانچہ اب بھی اگر کسی کو اسلام کی خبر نہ پہنچی ہو تو پہلے اس کو اسلام کی دعوت دینی چاہیئے۔ اگر کوئی پھر بھی انکار کر دے تو چونکہ بظاہر اصلاح سے ناامیدی ہو گئی۔ اس لیے جہاد کی ضرورت ہے۔ اور ممکن ہے لا یھدی سے ادھر اشارہ ہو کہ یہ ظالم کتنا ہی انکار اور کتنی ہی تحریف و تاویل کریں لیکن اللہ ان کو کامیابی

Marfat.com

کی راہ نہیں دکھلائے گا۔ گویا حضورؐ کے متعلق جن خبروں کو وہ چھپانا یا مٹانا چاہتے ہیں۔ وہ چھپ یا مٹ نہ سکیں گی۔ منکر زور لگایا کریں، بُرا مانا کریں۔ اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔ کوئی احمق سورج کے نور کو منہ سے پھونک مار کر بجھانا چاہے تو کیا وہ بجھ جائے گا۔ ھوالذی ارسل یعنی اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے۔ مگر تمہارا فرض ہے کہ اس پر استقامت رکھتے ہوئے جان و مال سے جہاد کرو۔ یہ سوداگری ایسی ہے جس میں خسارہ نہیں۔

نصرٌ من اللہ۔ قرونِ اولیٰ کے ساتھ یہ وعدہ کیسی خوبی سے پورا ہوا۔ آج بھی اگر مسلمان سچے مومن بن کر جہاد فی سبیل اللہ میں لگ جائیں تو کامیابی و کامرانی ان کے قدموں میں ہے۔

کونوا انصار اللہ۔ مدینہ کے مسلمانوں نے اسلام کی جو غیر معمولی خدمات انجام دیں ان کے پیش نظر ان کا لقب انصار ہو گیا۔ حواریین جو اپنے حسب نسب میں کچھ زیادہ معزز نہیں تھے۔ مگر حضرت عیسیٰ کو قبول کیا اور ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس لیے وہ اس لقب کے مستحق ہوئے تو جاں نثار صحابہ نے آنحضرتؐ پر جان و مال سب کچھ لٹا دیا وہ اس لقب سے کیسے سرفراز نہ ہوتے؟

فامنت طائفۃ۔ بنی اسرائیل میں تین فرقے ہو گئے تھے۔ ایک فرقہ برسرِ حق رہا اور دوسرے دو فرقے برسرِ باطل ہو گئے۔ پھر حضرت مسیحؑ کے بعد باہم دست و گریباں رہے۔ آخر میں اللہ نے بچے کھچے صحیح العقیدہ عیسائیوں کو آنحضرتؐ کے اتباع کے طفیل دوسرے تمام عیسائیوں پر منصور اور غالب فرمایا۔

لطائفِ سلوک

یاایھا الذین اٰمنوا لم تقولون مالا تفعلون۔ اس میں اعمال اور کمال کے دعویٰ کی مذمت ہے۔

یٰقوم لم تؤذونني۔ اس عنوان سے معلوم ہو رہا ہے کہ شیخ کو ایذاء دینا مذموم ہے۔

واخرٰی تحبونھا نصر من اللہ۔ اس نصرت و غلبہ کا مطلوب ہونا چونکہ دین کی اعانت کے لیے ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ جس دنیا سے دین کی اعانت کی جائے وہ مذموم نہیں ہے۔

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ اِحْدٰی عَشْرَۃَ اٰیَۃً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ یُنَزِّھُہٗ فَاللَّامُ زَائِدَۃٌ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ فِیْ ذِکْرِ مَا تَغْلِیْبٌ لِلْاَکْثَرِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْمُنَزَّہِ عَمَّا لَا یَلِیْقُ بِہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ○ فِی مُلْکِہٖ وَصُنْعِہٖ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ الْعَرَبِ وَالْاُمِّیُّ مَنْ لَا یَکْتُبُ وَلَا یَقْرَأُ کِتَابًا رَسُوْلًا مِّنْھُمْ ھُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہِ الْقُرْاٰنَ وَیُزَکِّیْھِمْ یُطَھِّرُھُمْ مِنَ الشِّرْکِ وَ

marfat.com
Marfat.com

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ الْقُرْاٰنَ وَالْحِكْمَةَ مَا فِيْهِ مِنَ الْاَحْكَامِ وَاِنْ مُخَفَّفَةٌ مِّنَ الثَّقِيْلَةِ وَاِسْمُهَا مَحْذُوْفٌ
اَيْ وَاِنَّهُمْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ قَبْلَ مَجِيْئِهٖ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ بَيِّنٍ وَّاٰخَرِيْنَ عَطْفٌ عَلَى الْاُمِّيِّيْنَ
اَيِ الْمَوْجُوْدِيْنَ مِنْهُمْ وَالْاٰتِيْنَ مِنْهُمْ بَعْدَهُمْ لَمَّا لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ فِي السَّابِقَةِ وَالْفَضْلِ وَهُمُ
التَّابِعُوْنَ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَيْهِمْ كَافٍ فِيْ بَيَانِ فَضْلِ الصَّحَابَةِ الْمَبْعُوْثِ فِيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ عَلٰى مَنْ عَدَاهُمْ مِمَّنْ بُعِثَ اِلَيْهِمْ وَاٰمَنُوْا بِهٖ مِنْ جَمِيْعِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لِاَنَّ
كُلَّ قَرْنٍ خَيْرٌ مِّمَّنْ يَلِيْهِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فِيْ مُلْكِهٖ وَصُنْعِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَآءُ النَّبِيَّ وَمَنْ ذُكِرَ مَعَهٗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ كُلِّفُوا
الْعَمَلَ بِهَا ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا لَمْ يَعْمَلُوْا بِمَا فِيْهَا مِنْ نَعْتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ
كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا اَيْ كُتُبًا فِيْ عَدَمِ انْتِفَاعِهٖ بِهَا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ الْمُصَدِّقَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدٍ وَالْمَخْصُوْصُ بِالذَّمِّ مَحْذُوْفٌ تَقْدِيْرُهٗ
هٰذَا الْمَثَلُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ الْكَافِرِيْنَ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ
اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ تَعَلَّقَ بِتَمَنِّيْهِ الشَّرْطَانِ
عَلٰى اَنَّ الْاَوَّلَ قَيْدٌ فِي الثَّانِيْ اَيْ اِنْ صَدَقْتُمْ فِيْ زَعْمِكُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ وَالْوَلِيُّ يُؤْثِرُ الْاٰخِرَةَ وَ
مَبْدَؤُهَا الْمَوْتُ فَتَمَنَّوْهُ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ مِنْ كُفْرِهِمْ بِالنَّبِيِّ
الْمُسْتَلْزِمِ لِكَذِبِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ الْكَافِرِيْنَ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ
فَاِنَّهٗ وَالْفَآءُ زَائِدَةٌ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْبَرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ
الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ اَيِ الصَّلٰوةِ وَذَرُوا الْبَيْعَ اَيْ اُتْرُكُوْا عَقْدَهٗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ

Marfat.com

لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَنَّهٗ خَيْرٌ فَافْعَلُوْهُ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ اَمْرُ
اِبَاحَةٍ وَابْتَغُوْا اَيْ اُطْلُبُوا الرِّزْقَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝
تَفُوْزُوْنَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَدِمَتْ عِيْرٌ وَضُرِبَ لِقُدُوْمِهَا
الطَّبْلُ عَلَى الْعَادَةِ فَخَرَجَ لَهَا النَّاسُ مِنَ الْمَسْجِدِ غَيْرَ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَ وَاِذَا رَاَوْا اِتِّجَارَةً
اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا اَيِ التِّجَارَةِ لِاَنَّهَا مَطْلُوْبَةٌ دُوْنَ اللَّهْوِ وَتَرَكُوْكَ فِي الْخُطْبَةِ قَآئِمًا ؕ ع ۱۱
قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الثَّوَابِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝
يُقَالُ كُلُّ اِنْسَانٍ يُرْزَقُ عَائِلَتَهٗ اَيْ مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى

سورۂ جمعہ مدنیہ ہے جس میں گیارہ آیات ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ آسمان و زمین کی سب چیزیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں (لام زائد ہے۔ اور ما اکثریت کی تغلیب کے لیے لایا گیا ہے) جو کہ بادشاہ ہے پاک ہے (تمام نامناسب باتوں سے) زبردست حکمت والا ہے (اپنے ملک اور صنعت میں) وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں (عرب کے۔ امی اسے کہتے ہیں جو نہ کچھ لکھ سکے اور نہ کسی کتاب کو پڑھ سکے) انہی میں سے ایک پیغمبر کو بھیجا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو ان کو اللہ کی آیات (قرآن) پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور (شرک سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب (قرآن) اور دانشمندی سکھلاتے ہیں (احکام کی باتیں) اور یہ لوگ (ان قبیلہ تھا جس کو مخفضہ کیا گیا اس کا اسم محذوف ہے یعنی وانہم) پہلے سے (آپ کے تشریف لانے سے پہلے) کھلی (واضح) گمراہی میں تھے اور دوسروں کے لیے بھی (اس کا عطف امیین پر ہو رہا ہے یعنی موجود اور آئندہ لوگوں کے لیے) انہی میں سے (جو بعد میں آنے والے ہیں) جو ان میں شامل نہیں ہوئے (پہل کرنے میں اور فضیلت کے لحاظ سے یعنی تابعین، ان پر اکتفا کرنا کافی ہے۔ صحابہ کی فضیلت کے سلسلہ میں جن میں حضورؐ تشریف لائے۔ دوسرے تمام ان لوگوں کے مقابلہ میں، جن کی طرف آنحضرت ﷺ کا تشریف لانا ہوا۔ اور وہ انس و جن میں سے قیامت تک آپ پر ایمان لاتے رہیں گے۔ کیونکہ ہر پہلا قرن پچھلے قرن سے بہتر ہے) اور وہ زبردست حکمت والا ہے (اپنی سلطنت و صنعت میں) یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ فضل جس کو چاہتا ہے دیتا ہے (آنحضرتؐ اور آپ کے ساتھیوں کو جس سے نوازا) اور اللہ بڑے فضل والا ہے جن لوگوں کو تورات اٹھانے (اس پر عمل کرنے) کا حکم دیا گیا۔ پھر انہوں نے اس کو نہیں اٹھایا (عمل نہیں کیا۔ حضورؐ کے اوصاف

marfat.com
Marfat.com

بیان فرمائے گئے انہیں نہیں مانا اور آپ پر ایمان نہیں لائے، ان کی حالت اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے (بجائے نفع نہ اُٹھانے کے، ان لوگوں کی بُری حالت ہے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا (جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہوتی تھی مخصوص بالمذمت محذوف ہے۔ یعنی ہٰذا المثل) اور اللہ ایسے ظالموں (کافروں) کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ کہدیجئے کہ اے یہودیو! اگر یہ دعوے ہے کہ بلاشرکت غیرے تم اللہ کے مقبول ہو تو موت کی تمنا کر دکھاؤ اگر تم سچے ہو (تمنائے موت کے ساتھ دونوں کا تعلق ہے اس طرح کہ پہلی شرط دوسری شرط کے لیے قید ہو رہی ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ ان صدقتم فی زعمکم انکم اولیاء اللہ۔ اور ولی وہ ہوتا ہے جو آخرت کو ترجیح دے جس کا مدار موت ہے۔ لہٰذا تم موت کی تمنا کر کے دکھلاؤ) اور وہ اس کی کبھی تمنا نہ کرینگے ان اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں (حضور کے ساتھ کفر کرنا جان کے جھوٹے ہونے کو مستلزم ہے) اور اللہ تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کافروں) کی۔ آپ کہہ دیجئے جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو (فاذا زائدہ ہے) آپکڑے گی۔ پھر تم پیش کیے جاؤ گے ایسے کے سامنے جو پوشیدہ اور ظاہر (سر و علانیہ) جاننے والا ہے۔ پھر وہ تم کو تمہارے سب کیے ہوئے کام بتلا دے گا (ان کا تمہیں بدلہ دے گا) اے اہل ایمان جب جمعہ کے روز (من بمعنی فی ہے) نماز کے لیے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (نماز) کی طرف چل پڑا (لگ جایا) کرو۔ اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہے (کہ یہ بہتر ہے تو تم اس کو کرو) پھر جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین پر چلو پھرو (یہ حکم بطور اجازت ہے) اور تلاش کرو (رزق ڈھونڈو) اللہ کی روزی اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو۔ تاکہ تم کو فلاح ہو (کامیابی ہو۔ آنحضرتؐ ایک مرتبہ خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک تجارتی قافلہ مدینہ میں آیا اور حسب معمول جب اس کی منادی ہوئی تو لوگ سُن کر مسجد سے دوڑ پڑے سجز بارہ افراد کے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی) اور وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑنے کے لیے بکھر جاتے ہیں (یعنی تجارت کی طرف کیونکہ صحابہ کا مطلوب وہی تھا نہ کہ لہو ولعب) اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے۔ وہ (مسلمانوں کے لیے) بدرجہا بہتر ہے۔ ایسے مشغلہ اور تجارت سے اور اللہ سب سے اچھا روزی دینے والا ہے (بولتے ہیں کہ انسان اپنے متعلقین کو رزق دیتا ہے یعنی اللہ کا رزق)

تحقیق وترکیب

سورۃ الجمعۃ مدنیۃ۔ اس کا مدنی ہونا بالاجماع ہے للہ لام زائد ہے یا لام تعلیلیہ ہے۔ یعنی تسبیح صرف اللہ کے لیے کرتے ہیں کوئی دوسری غرض نہیں ہوتی۔

فی الامیین۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ میں فرمایا گیا اور قبیلہ عرب سے آپ کا ہونا۔ اس میں عرب کی عزت افزائی ہے ورنہ آپ کی بعثت عام۔ آنحضرتؐ کا اُمّی ہونا کتب سابقہ میں آیا ہے۔ اور غالباً اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ پر رسمی علوم کے اکتساب کا شبہ بھی نہ رہے۔ جس سے آپ کی صداقت اور اعجاز کلامی زیادہ واضح ہوگئی۔

واٰخرین منھم۔ اس کا امیین پر عطف ہو تو مجرور ہوگا۔ ای بعثہ فی اٰخرین من الامیین اور لما یلحقوا بھم

Marfat.com

آخرین کی صفت ہو جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آخرین کو یعلمھم کی ضمیر منصوب پر عطف کرتے ہوئے منصوب مانا جائے۔ ای یعلم آخرین لم یلحقوا بھم یعنی قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے آپؐ بالواسطہ معلم ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کے بلاواسطہ استاد ہیں۔ مفسرؒ نے امیین کی تفسیر موجودین سے اور آخرین کی تفسیر یاتین کے ساتھ کی ہے۔ جس سے عموم بعثت ثابت ہوئی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

لما یلحقوا۔ یعنی بعد کے آنے والے صحابہ کے ہم پلہ نہیں ہوں گے اور چونکہ صحابہ کی یہ فضیلت مستمر اور دائمی ہے۔ اسی لیے مفسرؒ نے لمّا کی تفسیر لم کے ساتھ کی ہے۔ تاکہ اس کا منفی ہونا عام رہے برخلاف لمّا کے وہ صرف متوقع الحصول کی نفی کے لیے آتا ہے۔ اور بعض نے لما یلحقوا سے مراد فضیلت وشرف کی بجائے زمانہ اور وقت لیا ہے۔ یعنی صحابہ کا زمانہ بعد والوں نے نہیں پایا۔ اس صورت میں لمّا اپنے اصل معنیٰ پر رہے گا۔ یعنی صرف متوقع الحصول کی نفی مراد ہوگی۔ اس صورت میں اگرچہ اس سے تابعی مراد ہیں مگر تبع تابعین سے بھی صحابہ بدرجہ اولیٰ افضل ہوں گے۔ اس طرح حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم سے صحابہ کی برتری تمام بعد والوں پر معلوم ہو رہی ہے۔ کیونکہ ہر پہلا قرن بعد کے قرن سے قریب العہد نبوی کی وجہ سے بہتر ہوتا ہے۔ قرب زمانی کے ساتھ اگر قرب مکانی بھی ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ وہیں اس روایت سے درجہ بدرجہ قرنوں کی ترتیب بھی معلوم ہوتی ہے۔ بعض اہل لطائف وکشف تو یہاں تک محسوس کرتے ہیں کہ باسی کھانے میں بہ نسبت تازہ کھانے کے زیادہ انوار وبرکات ہوتے ہیں۔ عہد نبوت کے قرب کی وجہ سے۔ اور زمانہ نبوت جوں جوں بعید ہوتا جائے گا۔ خیریت سے بھی بعد بڑھتا چلا جائے گا۔ یہی حال قلوب واعمال کی نورانیت وظلمت کا ہے۔ بہرحال اول تو امیین کی تخصیص ذکری ہے اس کا مفہوم مراد نہیں اور ہو بھی تو آیت وما ارسلناک الا کافۃ للناس کے منطوق ومعارض نہیں ہو سکتا۔ پھر مفسرؒ نے "مبعوث فی الامیین" اور "مبعوث الی الامیین" کے فرق کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔

حملوا التوراۃ۔ یعنی بے عمل کتاب محض حمالہ بن کر رہ گئی ہے۔ حالانکہ ان کو کمّالہ ہونا چاہیئے تھا۔

ان زعمتم۔ قول بلا دلیل کو زعم کہتے ہیں۔ یعنی غیر یقینی انکل پچو اقوال زعم کے دائرہ میں آتے ہیں۔ قاموس میں ہے کہ زعم مثلث الحرکات ہے۔ حق وباطل، جھوٹ سب پر بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کا اکثری استعمال شک کے موقعہ پر آتا ہے حدیث میں ہے۔ بئس المطی الرجل زعم فتمنو الموت۔ موت سے محبت طبعی مراد نہیں۔ کیونکہ طبعاً موت تو مکروہ معلوم ہوا کرتی ہے۔ بلکہ محبت عقلی مراد ہے جو علامت ولایت پر لقاء محبوب چونکہ مطلوب ہے اور اس کا ذریعہ موت ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب کی رو سے پس موت بھی وصال حبیب کا زینہ ہونے کی وجہ سے مطلوب ہوئی۔ البتہ جو موت کی آرزو، دنیا کے مصائب ومشکلات سے گھبرا کر ہو۔ حدیث میں اس کو منع کیا گیا ہے۔ اس لیے اب آیت اور حدیث میں تعارض نہیں رہا۔ کیونکہ شوق آخرت میں موت کی آرزو پسندیدہ ہے۔ اس پر اجر شہادت کا وعدہ ہے اور جو موت کی خواہش جزع فزع کی وجہ سے ہو وہ ناپسندیدہ ہے۔

لایتمنونہ ابدًا۔ سورۂ بقرہ میں "لن یتمنوہ" فرمایا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہود سے موت کی تمنا تاکیداً بھی منفی

Marfat.com

ہے جیسا کہ بقرہ میں ہے۔ اور غیر مؤکد طریقہ پر بھی منفی ہے۔ جیسے یہاں ہے۔ پس ہر حال میں ان سے موت کی تمنا کرنے کی امید نہیں ہے۔ یہ پیشین گوئی فی الحقیقت آنحضرتؐ کا معجزہ ہے۔ اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ممکن ہے یہود نے موت کی تمنا کی ہو۔ اس لیے اگر موت کی تمنا کی ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اگر وہ آرزو کرتے تو ضرور موت آجاتی۔ مگر آپ سے مرعوب ہو کر ایسے ڈر گئے کہ دیوار بولے تو بولے مگر وہ نہ بولے۔

اذا نودی ۔ اس سے خطیب اور منبر کے سامنے کی اذانِ جمعہ مراد ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے کی اذان آنحضرتؐ کے زمانے میں رائج نہیں ہوئی تھی۔ وہ تو حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں جب لوگ زیادہ ہو گئے اور کاروبار اور مشاغل بڑھ گئے تو صحابہؓ کے مشورہ سے پہلی اذان کا اضافہ کیا گیا۔ جو پہلے مقام زوراء پر چڑھ کر کہی جاتی تھی۔ اور چونکہ سب صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا اور خلیفہ راشد کی سنّت ہے۔ اس لیے حدیث علیکم بسنتی و سنۃ خلفاء الراشدین کی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک آیت کا مصداق اب بھی اذانِ اوّل ہو گی۔

صاحبِ کشاف نے نکتہ چینی کرتے ہوئے اگرچہ کہا ہے کہ اذانِ اوّل آنحضرتؐ کے زمانہ میں نہیں تھی حضرت عثمانؓ نے جاری فرمائی۔ جیسا کہ حجاج نے اپنے زمانہ میں خطبہ کی اذان اور اذانِ اول کے درمیان ایک درمیانی اذان کا اور اضافہ کیا تھا۔ پھر آیت کا مصداق اس کو کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ جس کا امام زاہد نے یہ جواب دیا ہے کہ اذان سے بعینہٖ یہ کلمات مراد نہیں۔ بلکہ وقت کا شروع ہونا مراد ہے اور وہ خطبہ کی اذان پر ہوتا ہے۔ اس وقت دنیاوی معاملات کرنا جائز نہیں ہے مگر صاحب مدارکؒ اور صاحب ہدایہؒ مطلق اذان سے اذانِ اوّل مراد لے رہے ہیں۔ نیز ذکر اللہ کے اطلاق سے امام اعظمؒ نے یہ سمجھا ہے کہ خطبہ میں صرف سبحان اللہ الحمد للہ پر بھی اگر اکتفا کر لیا جائے تو خطبہ ہو جائے گا۔ البتہ صاحبین کے نزدیک طویل خطبہ شرط ہے۔ جس کو عرف میں خطبہ کہا جاتا ہے۔ اور امام شافعیؒ دو خطبے فرماتے ہیں۔ پہلے خطبے میں حمد و صلوٰۃ اور وعظ ہونا چاہیئے اور دوسرے خطبہ میں حمد و صلوٰۃ کے ساتھ خلفاء اور صحابہ کا ذکر بھی ہونا چاہیئے۔ یہ تفصیل تو خطبہ کی ہے لیکن اگر ذکر اللہ سے مراد نماز جمعہ ہو تو چونکہ اسعوا جمع کا صیغہ ہے۔ اس لیے اس کی رعایت ضروری ہے۔ صاحبین کے نزدیک امام سمیت تین آدمیوں کا ہونا انعقادِ جمعہ کے لیے ضروری ہے۔ لیکن امام اعظم امام کے علاوہ تین مقتدیوں کا ہونا ضروری فرماتے ہیں۔ کیونکہ مساعی تین ہونے چاہئیں اور ذاکر اللہ یعنی خطیب امام ان کے علاوہ ہونا چاہیئے۔ نیز اذا نودی سے بھی یہی مفہوم ہو رہا ہے کہ منادی اور ہونا چاہیئے اور مساعین اس کے علاوہ ہوں اور امام شافعیؒ کے نزدیک جمعہ میں چالیس آدمیوں کا اجتماع ہونا چاہیئے۔ نیز اگر مقتدی سجدہ میں جانے سے پہلے نماز سے ہٹ جائے۔ تو پھر مستقل طور سے نماز ظہر ادا کرے اور سجدہ کے بعد اگر جماعت سے نکلے تو نماز جمعہ ہی پوری کرے۔ اور صاحبین کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد نکل جانے سے نمازِ جمعہ پوری کرنی ہوگی۔ اور امام زفرؒ کے نزدیک سلام پھیرنے سے پہلے نکلنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔

فاسعوا۔ اس سے اذانِ جمعہ کے بعد، سعی یعنی نماز جمعہ کی تیاری کا واجب ہونا اور خرید و فروخت وغیرہ کاروبار کا ممنوع ہونا ثابت ہوا۔ لیکن اگر سعی جمعہ جاری رہتے ہوئے کوئی کاروباری معاملہ کیا جائے۔ جس سے تیاری میں کوئی خلل نہ

Marfat.com

پڑے تو وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ اس لیے اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اور ذکر اللہ سے مراد خطبہ یا نمازِ جمعہ ہے۔ دونوں کا واجب ہونا اس سے ثابت ہوا۔ قرآن کریم میں یہی آیت ہے جس سے وجوب جمعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور ذٰلکم خیر لکم اس کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ خیریت عام ہے واجب کو بھی شامل ہے۔

من یوم الجمعۃ۔ اذا کا بیان ہے۔ عرب اس دن کو عروبہ کہا کرتے تھے۔ لیکن اسلام نے عبادتی اجتماع کی وجہ سے اس کا نام جمعہ رکھا۔ یہود کے یہاں یوم السبت اور نصاریٰ کے یہاں یوم الاحد مذہبی عظمت کے حامل رہے ہیں۔ لیکن جمعہ کی عظمت سب سے بالا ہے۔ جیسا کہ احادیث اور تاریخی اہم واقعات سے ثابت ہے۔ منجانب اللہ امتوں کی رائے اور اجتہاد پر اس دن کے انتخاب کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ لیکن اسلام لانے والے حق کو پاسکے اور دوسرے چوک گئے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق اس بارہ میں یہ ہے کہ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم السبت ہفتہ کا دن ہے۔ اور نصاریٰ کے عقیدہ میں یوم السبت اتوار کا دن ہے۔ اور چونکہ عربی زبان میں سبت کے معنی تعطیل کے آتے ہیں۔ اس لیے علماء اسلام کو بھی اس کی تعیین میں اشکال پیش آئی۔ حافظ ابن تیمیہؒ جیسے محدث ومحقق بھی اس مسئلہ میں متردد ہیں اور اس کے قائل ہوگئے ہیں کہ یوم السبت بارکا دن ہے۔ اور اس اشکال کو اس سے اور بھی تقویت زیادہ ہوجاتی ہے کہ خود عربی زبان میں یوم السبت سنیچر کے دن کو کہتے ہیں۔ لیکن ان کی نظر شاید اس پر نہیں گئی کہ عرب دورِ جاہلیت میں دنوں کے یہ نام نہیں تھے۔ جو ان کے یہاں بعد میں مستعمل ہوئے۔ تاریخ پر نظر رکھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ موجودہ نام دراصل یہود کے ایجاد کردہ ہیں اور وہی اس کے واضع ہیں۔ ورنہ پہلے عرب جمعہ کو عروبہ کہا کرتے تھے۔ عروبہ عبرانی لفظ ہے۔ جس کا مفہوم وہی ہے جو ہمارے محاورہ میں عرفہ کا ہے۔ اردو محاورہ میں ہر اسلامی تہوار سے ایک روز پہلے کو عرفہ بولتے ہیں۔ بعینہٖ یہی عرف عروبہ تھا۔ چونکہ یہود ہفتہ کو "یوم السبت" تعطیل کا دن مانتے تھے۔ اس لیے جمعہ کو عرب عروبہ کہتے تھے۔ چنانچہ یہ لفظ مسلمانوں میں بھی رائج رہا۔ بعض احادیث میں بھی یہ لفظ پایا جاتا ہے۔

بہرحال چونکہ ہفتہ کے موجودہ نام یہود سے لیے گئے۔ اس لیے لازمی تھا کہ وہ سبت ہفتہ کے دن کو مانیں اور اتوار کو یوم الاحد یعنی پہلا دن کہیں۔ علماء اسلام نے بھی عُرف کا لحاظ رکھا۔ اور ہفتہ کو یوم السبت سمجھا اور جمعہ کی فضیلت کو صرف عہد اسلامی سے شروع مانا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ بات خلاف تحقیق ہے۔ کیونکہ مسند امام شافعیؒ میں روایت ہے کہ "استواء علی العرش" جمعہ کے دن ہوا۔ اور مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ عالم کی تخلیق کی ابتداء سنیچر کے دن ہوئی لہٰذا ان دونوں روایتوں کی بنیاد پر ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ "یوم الاستواء" یعنی تخلیق عالم سے فراغت اور تعطیل کا دن جب جمعہ کا تھا اور تخلیق کا آغاز سنیچر سے ہوا۔ تو بلا تردد "یوم السبت" یقیناً جمعہ ہی کا نام ہے۔ ہفتہ یا اتوار کو سبت کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جمعہ کا شرف عہد اسلامی ہی سے نہیں ہے۔ بلکہ تخلیق عالم کی ابتداء ہی سے ہے۔ کیونکہ اس دن ہی اللہ کے استواء علی العرش کی عید تھی۔ نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے پوری کائنات کو چھ روز میں پیدا فرمایا اور صحاح کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو جمعہ کے روز پیدا فرما کر اس ساتویں روز عید منائی کہ سارے عالم پر اس کے استیلا اور غلبہ اور سلطنت کا اظہار ہوگیا۔ یہی ہے استواء عرش کی حقیقت۔

Marfat.com

لیکن جمعہ کے دن حضرت آدمؑ کی تخلیق پر شبہ ہے کہ پھر تو پورا ہفتہ، سات دن تخلیق ہی میں گزرے۔ پھر "یوم السبت" یعنی تعطیل کا دن کہاں ہوا؟ لیکن تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ قدس سرہ نے اس کا حل یہ کیا ہے کہ وہ جمعہ جس میں حضرت آدمؑ کی تخلیق ہوئی۔ ان چھ دنوں سے متصل جمعہ نہیں تھا۔ جن میں تخلیق عالم ہوئی۔ جیسا کہ عام طور سے علماء محدثین نے سمجھا ہے بلکہ بعد کا کوئی جمعہ ہوگا۔ اس طرح چھ دنوں میں تخلیق عالم بھی ہوجاتی ہے اور جمعہ کو تخلیق آدم بھی اور جمعہ یوم السبت بھی رہتا ہے۔ اور کوئی خلجان نہیں رہتا۔

صحاح کی حدیث میں ہے کہ اللہ نے ہمارے لیے جمعہ کو پسند فرمایا۔ اور دوسری امتوں نے اس کو ٹال دیا۔ نصاریٰ نے اتوار کو یہود نے ہفتہ کو پسند کر کے تعطیل کا دن قرار دیا۔ محدثین نے اس کی دو توجیہیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ عید اور جشن کے دن کا انتخاب امتوں کی رائے اور اجتہاد پر رکھا گیا تھا۔ امت محمدیہ جواب کو پا گئی۔ اور دوسری امتیں محروم رہیں۔ دوسری توجیہ یہ کہ حق تعالیٰ نے دوسری امتوں پر بھی جمعہ کا دن قرار دیا تھا۔ مگر ان لوگوں نے اپنی اغراض و مصالح کے پیش نظر اس کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ انبیاءؑ کو قت کو اس میں تنگ کیا کہ وہ اس دن کو تعطیل کا دن نہ رہنے دیں۔ مگر امت محمدیہ نے اس نعمت کو برضاء و رغبت قبول کر لیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اور سعی سے مراد مطلق چلنا نہیں ہے ورنہ فامشوا کہا جاتا اور نہ دوڑ دھوپ یا بھاگنا مراد ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تاتوھا تسعون۔ بلکہ جلد تیاری کرنا مقصود ہے۔ البتہ فی الجملہ لپک کر جمعہ کے لیے چلنا بہتر ہے۔ اسی طرح "وذروا البیع" سے مراد مطلق مشاغل دنیا چھوڑ دینا ہے۔ اور خرید و فروخت کی تخصیص اس لئے کی کہ اس وقت یہ بکثرت ہوتی ہے یعنی دنیا کا کاروبار چھوڑ کر آخرت کے کاروبار میں لگو اہل اصول کہتے ہیں کہ افعال شرعیہ خرید و فروخت وغیرہ سے چونکہ ممانعت ہو رہی ہے اس لیے اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت باصلہ مشروع اور بوصفہ غیر مشروع رہے گی۔ لیکن اگر خرید و فروخت نماز جمعہ کی تیاری میں مخل نہ ہو تو پھر اس کی اجازت ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کے بعد یہ ممانعت اباحت سے بدل گئی۔ کیونکہ ممانعت کے بعد حکم اباحت کے لیے ہوا کرتا ہے۔ پس فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ ایسے ہی ہے جیسے دوسری جگہ اذا حللتم فاصطادوا فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ امام زاہد کہتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد خرید و فروخت کی اجازت پر یہ آیت دلیل ہے۔ اور جو طلب حلال اور طلب علم دونوں کو فرض بعد الفرض کہتے ہیں۔ وہ اس حکم کو واجب کہتے ہیں۔ لیکن فانتشروا سے مراد اگر علماء صلحاء کی زیارت اور مریضوں کی عیادت ہو تو پھر یہ حکم مستحب ہوگا۔ البتہ مالکیہ کہتے ہیں کہ اس وقت نکاح، ہبہ، صدقہ کے علاوہ دوسرے معاملات کرنے سے فسخ ہو جائیں گے اور وہ سامان واپس کیا جائے گا۔ اور سامان نہ ہوا تو قیمت یوم القبض دلائی جائے گی۔ عطاء سے منقول ہے کہ جب پہلی اذان ہو جاتے تب خرید و فروخت، صنعت و حرفت، کتابت، سونا، بیوی کے پاس جانا، کھیل تفریح منع ہے۔

بہر حال اس سے اصولیوں کی یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ قضاء کا لفظ بول کر ادا مراد لی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ اس کا برعکس بھی صحیح ہے۔ اور فآ بلا مہلت تفریع کے لیے ہے۔ یعنی نماز کے فوراً بعد کاروبار میں لگ جاؤ۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ اس نماز کے بعد نماز فرض نہیں ہے۔ پس نماز جمعہ کے بعد ظہر نہ پڑھے۔ اور واذکروا اللہ، کے معنی یہ ہیں کہ کاروبار میں

Marfat.com

لگنے کے بعد ذکر اللہ بالکلیہ مت چھوڑ دو۔ بلکہ ذکر خاص یعنی خطبہ نماز اگرچہ ہو گیا ہے تاہم ذکر عام ہر حال میں جاری رہنا چاہیئے۔

واذا راوا تجارۃ۔ جب نماز کے وقت کاروبار کی اجازت نہیں تو لہو ولعب اور خرافات کی کیسے اجازت ہو گی۔

"او لھوا" میں او بمعنی واؤ ہے۔ ممکن ہے بعض افراد خطبہ چھوڑ کر خرید و فروخت کے لیے اور بعض لوگ شادی بیاہ کے کھیل تماشہ میں شرکت کے لیے چلے گئے ہوں۔ صاحب مدارک کہتے ہیں۔ وترکوک قائما سے معلوم ہوا کہ خطیب کھڑے ہو کر خطبہ دے اور نماز شروع ہونے کے بعد اگر مسلمان بازار چلے گئے تو قیام نماز مراد ہو گا۔ بظاہر آیت میں تمام مسلمانوں کو اگرچہ عام خطاب ہے لیکن مراد خاص مکلفین ہیں۔ یعنی آزاد، عاقل، بالغ، تندرست، مقیم، مسلمان مرد جس کی آنکھ، پاؤں سلامت ہوں۔ چنانچہ ابو داؤد کی روایت میں الجمعۃ من واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوک او امرأۃ او صبی او مریض۔

یہ تخصیصات اس نص کو قطعیت سے خارج نہیں کریں گی۔ جیسے نماز، زکوٰۃ، حج، روزوں کی تخصیصات ان کی قطعیت کے خلاف نہیں ہیں۔ چنانچہ وجوب جمعہ کی جس طرح چھ شرائط ہیں اسی طرح ادائے جمعہ کے لیے بھی شرائط ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ شہر یا قریہ کبیرہ، جس میں شہری ضروریات مہیا ہوں۔ حاکم، وقت، وقت ظہر، خطبہ، جماعت، اجازت عام۔ شہریت چونکہ ہر زمانہ کی مختلف رہی ہے۔ اس لیے کتابوں میں شہریت کی مختلف تعریفیں ملتی ہیں۔ ان شرائط کے پائے جانے میں جن کو تامل رہا انہوں نے جمعہ کے بجائے ظہر کو اختیار کر لیا اور بعض احتیاط الظہر بھی جمعہ کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ پھر جہاں پہلے سے جمعہ باوجود شرائط نہ ہونے کے قائم ہو بعض اس میں زمی کو پسند کرتے ہیں اور اس کو جاری رہنے دینے کو پسند کرتے ہیں۔ (تفسیرات احمدی، مکتوب فارسی مولانا محمد قاسم نانوتوی رح)

وابتغوا۔ مفسر نے مفعول مقدر مانا ہے اور من فضل اللہ کو صلہ مانا ہے۔ لیکن بعض نے فضل اللہ سے رزق مراد لیا ہے۔ مرفوع روایت ہے۔ لیس یطلب دنیا ولکن حضور جنازۃ و عیادۃ مریض۔

خیر الرازقین۔ غیر اللہ کو لغۃً رازق کہا گیا۔ حقیقی رازق اللہ ہے۔

ربط آیات

سورۂ صف میں کفار کا مستحق قتل ہونا اور توحید و رسالت کا برحق ہونا بیان فرمایا گیا تھا۔ اس سورۃ کی ابتدا میں توحید و رسالت کا اثبات اور منکرین کا مستحق مذمت و وعید ہونا ارشاد ہے اور چونکہ یہود کی دکھتی رگ حرص و طمع اور محبت دنیا ہے۔ اس لیے دوسرے رکوع میں احکام جمعہ کے ذیل میں مسلمانوں کو دنیا کی بجائے آخرت کی ترجیح کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز دونوں صورتوں کے اخیر میں تجارت کا ذکر ہے۔ پہلی میں اخروی تجارت کا اور دوسری میں دنیاوی تجارت کا۔

شان نزول و روایات

ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ یہود خود کو ابناء اللہ و احباءہ کہتے تھے اور یہ کہ لا یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاری اس کی تردید کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ مدینہ طیبہ میں غلہ کی کمی ہو گئی۔ لوگ بھوک سے پریشان تھے کہ دحیہ کلبی بن خلیفہ تجارتی سامان لے کر شام سے آئے اور بازار میں ایسے وقت دف سے اعلان ہو رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے

Marfat.com

تھے۔ لوگ اعلان سنتے ہی خطبہ چھوڑ کر بازار کی طرف ہولیے۔ صرف بارہ حضرات جن میں عشرہ مبشرہ بھی تھے۔ خطبہ میں بدستور حاضر رہے۔ عشرہ مبشرہ کے علاوہ بلالؓ اور ابن مسعودؓ بھی تھے۔ ایک روایت میں ابن مسعودؓ کے بجائے عمارؓ کا نام ہے۔ اور مسلم کی روایت میں جابرؓ کا نام بھی ہے۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ بارہ مرد اور سات عورتیں رہ گئی تھیں۔ اور بعض نے آٹھ اور بعض نے گیارہ اور بعض نے چالیس افراد کو کہا ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ لو خرجوا کلھم لاضطرم المسجد علیھم نارًا۔ اس زمانہ میں عید کی طرح جمعہ میں بھی نماز پہلے اور خطبہ بعد میں ہوا کرتا تھا۔ جانے والے یہ سمجھے کہ نماز تو ہو ہی چکی ہے۔ خطبہ میں چلے جانے کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرتؐ نے اس کے بعد پھر نماز جمعہ سے پہلے خطبہ مقرر فرمادیا۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ خطبہ پہلے ہوتا تھا تو جانے والوں کا ارادہ جلد واپسی کا ہوگا پھر صحابہؓ کی ابتدائی حالت تھی اور زمانہ قحط کا تھا۔ پھر اجلہ صحابہ بچے رہے۔ پھر اجتہادی خطا ہوئی۔ اس لیے گنجائش اعتراض بالکل نہیں ہے۔

تشریح

فی الامیین۔ عرب کو امی (ان پڑھ) اس لیے کہا کہ ان میں علم و ہنر کچھ نہ تھا اور نہ کوئی آسمانی کتاب ان کے پاس تھی۔ معمولی لکھنا پڑھنا بھی بہت کم آدمی جانتے تھے۔ پورے ملک میں شاید انگلیوں پر گنے جاسکتے ہوں۔ ان کی جہالت وحشت و بربریت ضرب المثل تھی۔ بت پرستی، اوہام پرستی، فسق و فجور کا نام ملت ابراہیمی رکھ چھوڑا تھا۔ تقریباً ساری قوم اسی طرح کی گمراہیوں میں بھٹک رہی تھی کہ اللہ نے اسی قوم میں سے ایک رسول بھیجا۔ جس کا امتیازی لقب نبی امی تھا۔ مگر علوم الٰہیہ کی روشنی سے سارے عالم کو جگمگا دیا۔

خاتم النبیینؐ اور امام اعظمؒ کے متعلق پیشین گوئی

واٰخرین منھم۔ یعنی یہی رسول قیامت تک آنے والی ساری دنیا کے لیے بھی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ سے اس دوسری قوم کی نسبت پوچھا گیا۔ تو آپؐ نے سلمان فارسیؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ علم یا دین اگر ثریا پر بھی پہنچے گا۔ تو اس کی قوم فارس کا مرد وہاں سے بھی لے آئے گا۔ شیخ جلال الدین سیوطی وغیرہ علماء کبار نے تسلیم کیا ہے کہ اس کا بڑا مصداق امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں جو فارسی النسل ہیں۔ تاہم فارس کی یہ تخصیص شرف کے لیے ہے حصر کے لیے نہیں ہے۔ چنانچہ آج دنیا کے ہر گوشہ میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خوشہ چیں پہنچ گئے ہیں۔ سارا عرب و عجم اسلام کے حلقہ بگوشوں سے بھرا ہوا ہے۔ نیز تقریباً دو تہائی مسلمان ابو حنیفہؒ کے ماننے والے ہیں۔

حملوا التوراۃ۔ بلاشبہ تورات جس کے بنی اسرائیل حامل بنائے گئے تھے حکمت و ہدایت کا ایک ربانی خزینہ تھا۔ مگر جب وہ اس سے مستفید نہ ہوئے۔ تو وہی مثال ہوگئی "نہ محقق شدی نہ دانشمند، چار پایہ بر دکتابے چند"، ایک گدھے پر علم و حکمت کی کتنی ہی کتابیں لاد دو، بوجھ میں دبنے کے سوا اسے کچھ پتہ نہیں۔ وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے۔ اسے

Marfat.com

اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ پیٹھ پر لعل وجواہر لدے ہوئے ہیں یا سنگریزے وخزف، اگر وہ محقق اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھ میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں۔ لہٰذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں۔ تو یہ اور بھی زیادہ گدھا پن ہوگا۔

علامتِ ولایت

ان زعمتم۔ اس گدھے پن اور جہل مرکب اور حماقت کے باوجود دعوے یہ ہے ہم ہی بلا شرکتِ غیرے اللہ کے دوست اور ولی، اور جنت کے تنہا حقدار ہیں بس دنیا سے چلے اور جنت میں پہنچے۔ لیکن واقعی دل میں اگر یہی یقین ہے اور اپنے دعوے میں سچے ہیں تو دنیا کے مکدر عیش سے دل برداشتہ ہو کر محبوب حقیقی کے اشتیاق میں اور جنت الفردوس کی تمنا میں مرنے کی آرزو کرتے۔ جب کہ ارشادِ نبویؐ ہے۔ لو وددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل۔ اسی طرح صحابہ کرام اور اہل اللہ سبھی وصالِ جاناں کے آرزومند رہتے ہیں۔ دنیا کی مصیبتوں اور سختیوں سے گھبرا کر نہیں کہ وہ تمنا تو ناپسندیدہ ہے۔ بلکہ شوقِ محبوب اور لقاءِ آخرت میں موت کو عزیز ومحبوب سمجھتے ہیں۔ ؎

غدا نلقی الاحبۃ (محمدا وحزبہ) اور یا حبذا الجنۃ واقترابہا + طیبۃ وبارد شرابہا۔ نیز حبیب جاء علی فاقۃ اور یا بنیّ لا یبالی ابوک سقط علی الموت او سقط علیہ الموت۔ لیکن ان جھوٹے مدعیوں کے افعال وحرکات پر نظر ڈال کر دیکھو کہ ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے اور گھبرانے والا کوئی نہیں ہے۔ مرنے کا نام سنکر گھبراتے اور بھاگتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ زیادہ دن زندہ رہیں تو زیادہ نیکیاں کمائیں گے۔ بلکہ اس لیے کہ اول تو دنیا کی حرص سے ان کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ دوسرے سمجھتے ہیں کہ جو کرتوت ہم نے کیے ہیں یہاں چھوٹتے ہی ان کی سزا میں پکڑے جائیں گے۔ جو دم گزر رہا ہے غنیمت ہے۔ گائے قصائی کے سامنے جانے سے جس طرح ڈرتی ہے وہی حال ان کا موت کے تصور سے ہے کیونکہ ان کو اپنا انجام بد معلوم ہے۔ اس لیے وہ ایک لحہ کے لیے بھی اس آرزو کے لیے آمادہ نہیں ہو سکتے حدیث میں ہے کہ کوئی یہودی اس وقت اگر موت کی تمنا کر گزرتا تو فوراً اچھو لگ کر ہلاک ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو جھوٹ موٹ بھی ہمت نہیں ہوئی۔ حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے اس کو مباہلہ پر محمول کیا ہے۔

نشانِ عداوت

قل ان الموت۔ یعنی موت سے ڈر کر کہاں بھاگ سکتے ہیں۔ ہزار کوشش کریں مضبوط قلعوں میں بند ہو کر بیٹھ رہیں۔ وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں۔ آخر مرنے کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہوگی اور تم ہوگے۔

اذا نودی۔ یہاں مسلمانوں کو برموقعہ ہدایت کی گئی کہ تم یہود کی طرح دنیا کے دھندوں میں لگ کر اللہ کی یاد اور موت کے تصور کو فراموش مت کرو۔ خصوصیت سے جمعہ کا وقت بھی ایسا ہی ہے کہ اس میں کاروبار زوروں پر ہوتا ہے۔ اس وقت تم دنیا کے کام میں نہ لگو۔ بلکہ پوری توجہ اور خاموشی سے خطبہ سنو اور نماز ادا کرو۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی خطبہ کے وقت بات چیت کرے وہ اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔ یعنی وہ یہود کی طرح ہے جن کی مثال گدھے کی سی ہے۔

Marfat.com

اذان وجمعہ کا حکم

یاایھا الذین اٰمنوا۔ عام مخصوص البعض ہے۔ کیونکہ بعض پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ اسی طرح ہر اذان کا یہ حکم نہیں۔ کیونکہ کاروبار کرکے بھی عام نمازوں میں جماعت مل سکتی ہے۔ اور جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا۔ پھر کہاں ملے گا۔ اس لیے اذانِ جمعہ مراد ہے اور قرآن میں جس اذان کا ذکر ہے وہ خطبہ والی اذان ہے۔ لیکن اس سے پہلے والی اذان جو صحابہ کے اجماع سے دورِ عثمانی میں مقرر ہوئی۔ کاروبار کی ممانعت میں اس کا حکم بھی قدیم اذانِ خطبہ کی طرح ہے۔ علت کے اشتراک سے حکم بھی مشترک ہوا کرتا ہے۔ البتہ اتنا فرق رہے گا کہ یہ حکم اذانِ قدیم میں تو منصوص اور قطعی ہوگا۔ اور اذانِ اول جدید میں ظنی اور اجتہادی ہوگا۔ اس سے تمام اشکال رفع ہو گئے اور ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے۔ مگر نماز بھی اس کے عموم میں داخل ہے۔ یعنی ایسے وقت پہنچ جانا چاہیئے کہ خطبہ سُن سکے اور جماعت میں شریک ہو سکے۔

لطائف سلوک

اذ بعث فی الامیین رسولا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسباب عادیہ میں علم کا اضافہ موقوف نہیں ہے۔ پس امیت کے ساتھ ولایت جمع ہو سکتی ہے۔ یعنی امی شخص ولی ہو سکتا ہے۔ البتہ ضروری شرعی امور کا جاننا ضروری ہے۔ اگرچہ بغیر رسمی تعلیم کے ہو۔

ویزکیھم۔ روح المعانی میں بعض کا قول نقل کیا ہے کہ یتلو علیھم میں اشارہ ہے افاضہ قالبیہ کی طرف اور یزکیھم میں افاضہ قلبیہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی ایک فرد، توجہ اور رابطہ بھی ہے ..... اور رابطہ کا ثبوت نقلی دلیل پر موقوف نہیں۔ کیونکہ اس کی برکت مشاہدہ سے ثابت ہے۔

واٰخرین منھم۔ روح المعانی میں ہے کہ بعض کے نزدیک یعلمھم کی ضمیر مفعول پر آخرین کے عطف میں اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان امت پر قیامت تک جاری رہے گا اور اولیاء اللہ آپ کے وارث ہیں ان کا فیض بھی وفات کے بعد جاری رہتا ہے۔

مثل الذین حملوا التوراۃ۔ اس میں اشارہ ہے اس شخص کی بدحالی کی طرف جو علم کے باوجود انکار کرے۔

ان زعمتم انکم اولیاء۔ اس سے معلوم ہوا کہ موت کی تمنا اگرچہ عقلی ہو، علاماتِ ولایت میں سے ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدعی حال کا امتحان ہونا چاہیئے۔

فاذا قضیت الصلوٰۃ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دینی مصالح نشاط وفرحت کی خاطر بعض مباحات میں مشغول ہونا بھی مطلوب ہے۔ بشرطیکہ دین پر ان مباحات کو ترجیح نہ دی جائے۔ اور روح المعانی میں ہے کہ اس عتاب میں اشارہ ہے کہ مریدین سے جب کوئی غلطی ہو جائے تو ان کی تادیب وتربیت کی جائے۔

Marfat.com

سُوْرَةُ الْمُنَافِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا بِاَلْسِنَتِهِمْ عَلٰى خِلَافِ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ
نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ م وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ يَعْلَمُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝
فِيْمَا اَضْمَرُوْهُ مُخَالِفًا لِمَا قَالُوْهُ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً سُتْرَةً عَنْ اَمْوَالِهِمْ وَدِمَائِهِمْ فَصَدُّوْا بِهَا
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اَيْ عَنِ الْجِهَادِ فِيْهِمْ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ذٰلِكَ اَيْ سُوْءُ عَمَلِهِمْ بِاَنَّهُمْ
اٰمَنُوْا بِاللِّسَانِ ثُمَّ كَفَرُوْا بِالْقَلْبِ اَيِ اسْتَمَرُّوْا عَلٰى كُفْرِهِمْ بِهٖ فَطُبِعَ خُتِمَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ بِالْكُفْرِ
فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ الْاِيْمَانَ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ط لِجَمَالِهَا وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ
لِفَصَاحَتِهٖ كَاَنَّهُمْ مِنْ عِظَمِ اَجْسَامِهِمْ فِيْ تَرْكِ التَّفَهُّمِ خُشُبٌ بِسُكُوْنِ الشِّيْنِ وَضَمِّهَا
مُسَنَّدَةٌ ط مَمَالَةٌ اِلَى الْجِدَارِ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ تُصَاحُ كَنِدَاءٍ فِي الْعَسْكَرِ وَاِنْشَادِ ضَالَّةٍ
عَلَيْهِمْ ط لِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الرُّعْبِ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْهِمْ مَا يَبِيْحُ دِمَاءَهُمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ
فَاِنَّهُمْ يَفْشُوْنَ سِرَّكَ لِلْكُفَّارِ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ز اَهْلَكَهُمْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ كَيْفَ يُصْرَفُوْنَ عَنِ
الْاِيْمَانِ بَعْدَ قِيَامِ الْبُرْهَانِ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا مُعْتَذِرِيْنَ يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا
بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ عَطَفُوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ يُعْرِضُوْنَ عَنْ ذٰلِكَ وَهُمْ
مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اِسْتَغْنٰى بِهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ عَنْ هَمْزَةِ الْوَصْلِ
اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ هُمُ الَّذِيْنَ
يَقُوْلُوْنَ لِاَصْحَابِهِمْ مِنَ الْاَنْصَارِ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حَتّٰى
يَنْفَضُّوْا ط يَتَفَرَّقُوْا عَنْهُ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِالرِّزْقِ فَهُوَ الرَّازِقُ لِلْمُهَاجِرِيْنَ
وَغَيْرِهِمْ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اَيْ مِنْ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ

وقف لازم

Marfat.com

إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ
وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ
رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ
نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

سورۂ منافقون مدنیہ ہے جس میں گیارہ آیات ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ یہ منافقین جب آپ کے پاس آتے ہیں تو (دلوں کے برخلاف زبانوں سے) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ تو اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے (جانتا ہے) کہ یہ منافق جھوٹے ہیں (زبان کے برخلاف جو کچھ چھپاتے ہیں اس میں) ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے (مال و جان کے لیے ڈھال) پھر یہ لوگ اللہ کی راہ (جہاد) سے روکتے ہیں۔ بے شک ان کے اعمال بہت ہی برے ہیں۔ یہ (ان کی بد عملی) اس لیے ہے کہ یہ لوگ (صرف زبانی) ایمان لے آئے مگر کافر ہے (دل سے یعنی اپنے کفر پر جمے رہے) سو ان کے دلوں پر (ان کے کفر کی وجہ سے) مہر کر دی گئی اس لیے یہ (ایمان کو) نہیں سمجھتے اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد و قامت (خوب صورتی میں) آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو (فصاحت کی وجہ سے) آپ ان کی باتیں سننے لگیں گویا یہ (ڈیل ڈول کے باوجود نا سمجھ ہونے میں) لکڑیاں ہیں (جنہیں کے سکون و ضمہ کے ساتھ) جو ٹیک دی گئی ہیں (دیوار کے سہارے کھڑی کر دی گئی ہیں) ہر غل غپاڑہ کو (جو لشکر میں کسی منادی یا گم شدہ چیز کے اعلان کی وجہ سے ہو) اپنے اوپر خیال کرنے لگتے ہیں (دل میں رعب ہونے کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے قتل کے بارے میں کوئی حکم آیا ہے) یہی لوگ دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہیے (کیونکہ کافروں سے آپ کے راز یہی اگلتے ہیں۔) اللہ انہیں غارت (برباد) کرے۔ یہ کہاں پھرے جاتے ہیں (دلیل قائم ہونے کے باوجود یہ ایمان سے کیسے روگردانی کر رہے ہیں) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (معذرت خواہ بن کر) آؤ تمہارے لیے رسول اللہ استغفار کریں تو پھیر

Marfat.com

لیتے ہیں (تشدید و تخفیف کے ساتھ ہے) اپنے سر اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ بے رُخی (اس سے کنارہ کشی) کرتے ہیں۔ تکبر کرتے ہوئے۔ ان کے لیے دونوں باتیں برابر ہیں۔ خواہ آپ ان کے لیے استغفار کریں (ہمزہ استفہام کی وجہ سے ہمزۂ وصل کی ضرورت نہیں رہی) یا ان کے لیے استغفار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ وہ ہیں جو (اپنے انصار بھائیوں سے) کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس (مہاجرین) ہیں۔ ان پر کچھ خرچ مت کرو۔ یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر (تتر بتر) ہو جائیں گے۔ اور اللہ ہی کے ہیں سب آسمانوں اور زمین کے خزانے (رزق کے۔ لہٰذا مہاجرین وغیرہ کا وہی روزی رساں ہے) لیکن منافقین سمجھتے نہیں۔ یوں کہتے ہیں کہ اگر ہم اب (غزوہ بنی مصطلق سے) مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو نکال باہر کرے گا عزت والا (مراد خود ہیں) وہاں سے ذلت والے کو (یعنی مسلمانوں کو) اور عزت (غلبہ) اللہ ہی کی ہے اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی۔ لیکن منافقین (اس کو) جانتے نہیں ہیں۔ اے اہل ایمان تمہیں غافل نہ کرنے پائیں۔ تمہارے مال واولاد، یادِ الٰہی (پنج وقتہ نمازوں) سے اور جو ایسا کرے گا ایسے ہی لوگ ناکام رہنے والے ہیں۔ اور (زکوٰۃ میں) خرچ کرو۔ اس میں سے کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہو۔ پھر وہ کہنے لگے کہ کیوں نہ (لولا بمعنی ھلا ہے یا لا زائد ہے اور لو تمنائیہ ہے) مجھ کو تھوڑے دنوں کی مہلت دے دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا (اصل میں تاء کو صاد میں ادغام کر دیا۔ میں زکوٰۃ دے لیتا) اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا (حج کر لیتا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو شخص زکوٰۃ و حج میں کوتاہی کرتا ہے وہ مرنے کے وقت دُنیا میں رہنے کی ضرور درخواست کرتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جب کہ اس کا وقت آجاتا ہے ہرگز مہلت نہیں دیا کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے (تتمون تا اور یا کے ساتھ دونوں طرح ہے)

تحقیق و ترکیب

سورۃ المنافقون۔ اس کا مدنی ہونا اور گیارہ آیات پر مشتمل ہونا بالاجماع ہے۔

اذا جاءک المنافقون۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء مراد ہیں۔ جواب شرط قالوا ہے اور بعض نے محذوف کہا ہے۔ ای فلا تقبل منھم۔ لیکن بعض نے اتخذوا ایمانھم کو جواب کہا ہے۔ مگر وہ بعید ہے

واللہ یعلم جملہ معترضہ ہے نشھد اور واللہ یشھد کے درمیان اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر یہ جملہ نہ لایا جاتا تو شبہ رہتا کہ ممکن ہے منافقین کا رسول اللہ کہنا فی نفسہ غلط ہے۔ اب اس وہم کا ازالہ کر دیا۔

ان المنافقین لکاذبون یعنی اس قول میں کاذب نہیں۔ بلکہ ان کے دل میں جو رسالت کا انکار چھپا ہوا ہے اس میں جھوٹے ہیں۔ اس لیے نظام معتزلی کا صدق و کذب کی تعریف میں اعتقاد کے مطابق ہونے نہ ہونے کی قید لگا کر اس آیت سے استدلال کرنا غلط ہوگا۔ معلوم ہوا کہ صرف واقعہ کی مطابقت عدم مطابقت کا لحاظ کیا جائے گا۔ نہ صرف اعتقاد و واقعہ دونوں کی مطابقت غیر مطابقت کا اعتبار کیا جائے گا جس سے صدق و کذب کے درمیان واسطہ ثابت کیا جا سکے اور مشہور جواب نظام کا یہ ہے کہ منافقین کا اس خبر کو شہادت کہنا یا اس کو شہادت کا نام دینا غلط بیانی ہے۔ کیوں کہ شہادت دل سے ہوا کرتی ہے۔ اور ان کی یہ خبر دل سے نہیں ہے۔ بلکہ اوپرے دل سے ہے۔ جس کو خبر کہنا چاہیئے تھا۔

marfat.com
Marfat.com

اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ منافقین اس خبر واقعی کو صادق کی بجائے کاذب سمجھتے ہیں۔ یعنی فی الواقع یہ کاذب ہیں۔ بلکہ اپنے زعم فاسد میں کاذب ہیں کہ انہوں نے خلاف واقعہ بات کہی ہے۔ یا لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا اور لئن رجعنا الی المدینۃ۔ ان اقوال کے انکار میں کاذب ہیں۔ اس طرح یہ پانچ جواب ہو گئے ہیں۔ پہلا جواب مفسرؒ کا ہے۔

باانہم آمنوا۔ مفسرؒ نے باللسان کہہ کر یہ شبہ دور کر دیا کہ منافقین کا ولی ایمان مراد نہیں۔ صرف زبانی اقرار مراد ہے اتخذوا ایمانہم۔ اس آیت میں شہادت پر یمین کا اطلاق کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ لفظ شہادت سے بھی یمین ہو جاتی ہے۔ جس کا پورا کرنا ضروری ہے ورنہ کفارہ ضروری ہوگا۔ چنانچہ کشاف، مدارک اور تفسیر زاہدیہ میں ایسے ہی ہے صاحب ہدایہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ البتہ اگر ایمان سے مراد منافقین کا جھوٹا حلف لیا جائے۔ یا ایمان کسرہ ہمزہ کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر یمین کی بحث اس سے متعلق نہیں ہوگی۔

خشب مسندۃ۔ جس طرح بے کار لکڑی دیوار سے لگا کر ایک طرف رکھ دی جاتی ہے یہی حال منافقین کے ناکارہ ہونے کا ہے۔ بلی کا گو لپیٹے کا نہ پوتے کا۔

کل صیحۃ۔ یحسبون کا یہ مفعول اول ہے اور علیہم مفعول ثانی ہے استغفرت میں ابتداء بالسکون سے چونکہ ہمزہ استفہام سے ہو گیا ہے۔ اس لیے ہمزۂ وصل کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ورنہ لفظ سواء کے بعد آنے کی وجہ سے تسویہ کے معنی بدستور ہیں۔ لئن رجعنا۔ صحیحین کی روایت میں غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی مراد ہے۔ لیکن امام نسائیؒ غزوۂ تبوک سے واپسی کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر اسی کو ترجیح دے رہے ہیں۔

عن ذکر اللہ۔ ابن مردویہ ابن عباسؓ سے مرفوع روایت تخریج کرتے ہوئے اور ابن منذرؒ، عطاءؒ اور ضحاکؒ سے تخریج کرتے ہوئے ذکر اللہ سے پنجوقتہ نمازیں مراد لیتے ہیں۔

انفقوا۔ ابن منذر، ضحاک سے زکوٰۃ اور نفقہ حج مراد لیتے ہیں۔ اور ترمذی ابن عباس سے مرفوع روایت نقل کرتے ہیں۔ من کان لہ مال یبلغہ حج بیت ربہ او تجب علیہ الزکوٰۃ فلم یفعل سال الرجعۃ عند الموت فقال بہ رجل یا ابن عباس اتق اللہ فانما یسال الرجعۃ الکفار فقال سالتوا علیکم بذلک قرآناً فقرأ الآیۃ۔ اس لیے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ اہل توحید نہیں ہیں۔ ورنہ دنیا میں دوبارہ آنے کی تمنا کیوں کرتے۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ طبعی موت آنے سے پہلے وجود حقیقی حاصل کرنے کے لیے ارادہ روحانی سے وجود مجازی کا انفاق کر دینا چاہیئے۔ ورنہ حیات جاودانی سے محروم ہو کر جاہلیت کی موت مرے گا۔ کیونکہ نفس اللہ کی معرفت سے جاہل ہے اور حیات ابدی معرفت حقیقی کا نام ہے۔ اور وہ بلا نفس وطبیعت کی موت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس جو شخص اس موت ارادی کو نہیں چکھے گا۔ وہ طبعی موت کے وقت دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرے گا۔ تاکہ برضاء و رغبت وجود مجازی کو تصدیق کر دے۔ اور وجود حقیقی سے ہمکنار ہو کر زمرۂ صالحین میں داخل ہو جائے۔

لن یؤخر اللہ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نکرہ منفیہ ہونے کی وجہ سے عام ہے۔ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ ہل

Marfat.com

یؤخرالاجل ھذا الغنیٰ۔

ربط آیات

سورۂ صف میں یہود کا ذکر تھا۔ اس سورۃ میں منافقین کا ذکر ہے جو اکثر یہود تھے۔ نیز پچھلی سورت کے اخیر میں آخرت کو دنیا پر ایثار کرنے کا ذکر تھا۔ اس سورت کے اخیر میں بھی یہی ذکر ہے۔ اور یہ مضمون منافقین کے حال کے مطابق ہی تھا کیونکہ وہ مال و اولاد پر گھمنڈ کیا کرتے تھے۔ اس مال و اولاد سے قلب کو غفلت کے ساتھ وابستہ کرنے کی ممانعت ہے۔

شان نزول

غزوۂ تبوک یا غزوۂ بنی المصطلق میں جہجاہ بن اسید مہاجر اور سنان جہنی انصاری کے درمیان پانی پر لڑائی ہوگئی۔ سنان انصاری عبداللہ بن ابی کا حلیف تھا۔ مہاجر نے اپنی مدد کے لیے مہاجرین کو پکارا۔ تو ایک مہاجر نے بڑھ کر سنان کے طمانچہ مارا۔ تو عبداللہ اپنے حلیف کی حمایت میں بولا۔ ماصبحنا محمدًا الا انتلطم وجوھنا واللہ ما مثلنا و مثلھم الا کما قال القائل سمن کلبك یاکلك اما واللہ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل۔ پھر اپنے آدمیوں سے کہنے لگا۔ ماذا فعلتم بانفسکم قد انزلتموھم بلادکم و قاسمتموھم فی اموالکم اما واللہ لو امسکتم عنھم فضل الطعام لتحولوا من عندکم فلا تنفقوا علیھم حتیٰ ینفضوا من حول محمد۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تم نے ان پردیسیوں کو روٹیاں کھلا کھلا کر بگاڑ دیا۔ اب مدینہ جاکر ان کو خیرات دینا بند کردو، یہ خود ہی چلے جائیں گے۔ ورنہ ہم عزت والے ہیں ان ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ یہ باتیں زید بن ارقم رضؓ نے سُنکر حضورؐ سے جاکہیں۔ آپؐ نے ابن ابی کو بلا کر پوچھا تو وہ صاف مکر گیا اور قسم کھا بیٹھا۔ زید بن ارقم رضؓ کو اس سے بڑا رنج اور دُکھ ہوا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ آپؐ نے ابن ارقم کو بُلا کر فرمایا کہ اللہ نے تمہارے کان کی تصدیق فرمادی۔ تب انہیں سکون ہوا۔ عبداللہ کی باتیں جن لوگوں نے سنی تھیں انہوں نے اس سے کہا بھی کہ تو حضورؐ کے پاس جاکر توبہ کرلے۔ مگر ان سے اس کا بھی انکار کر دیا اور چونکہ سب منافقین دل سے اس کی باتوں پر راضی تھے۔ اس لیے سب کی طرف نسبت کردی گئی۔

تشریح

قالوا نشھد۔ یعنی منافقین کہتے ہیں کہ ہم دل سے آپؐ کو سچا رسول سمجھتے ہیں۔ فرمایا جھوٹ کہتے ہیں۔ ان کا یہ دلی اعتقاد نہیں ہے۔ واقع میں وہ آپؐ کی رسالت کے قائل نہیں۔ محض زبانی باتیں بناتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور ایک اسی بات پر کیا منحصر ہے، جھوٹ تو ان کے ضمیر میں پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک واقعہ میں جس کا ذکر آرہا ہے۔ صریح جھوٹ بولا کہ اللہ نے آسمان سے ان کی تکذیب کی۔

جھوٹی قسموں کو آڑ بنانا

اتخذوا ایمانھم۔ یعنی مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال محفوظ رکھنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھالیتے ہیں۔ جہاں کوئی بات قابل گرفت سرزد ہوئی۔ اور مسلمانوں کی طرف سے مواخذہ کا کھٹکا ہوا۔ فوراً جھوٹی قسمیں کھا کر چھوٹ گئے۔ لوگ ان کو بظاہر مسلمان سمجھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اس طرح ان کی جھوٹی قسموں کا نقصان انہی تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ یہ فساد دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔ اس سے

Marfat.com

بڑھ کر اور بُرا کام کیا ہوگا۔

ذٰلك بانهم۔ یعنی گو زبان سے اظہار بیان کیا مگر دل سے بدستور منکر ہے اور ایمان کے دعویدار ہو کر کافروں کے کام کیے۔ اس بے ایمانی اور فریب و دغا کا یہ اثر ہوا کہ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ اب اس حالت پر پہنچ کر ان کے سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے جب انسان کا دل بُرے کرتوتوں سے مسخ ہو جائے۔ پھر نیک و بد سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ جب انسان کے دل تو واقعی مسخ ہو چکے۔ مگر ڈیل ڈول دیکھو تو بڑے چکنے چپڑے۔ بات کرتے ہیں تو بڑی لچھے دار کہ خواہ مخواہ سننے والا ریجھ جائے۔ ان کی مثال اس خشک اور بیکار لکڑی کی ہے جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے۔ دیکھنے میں کیسی موٹی۔ مگر بے سہارا۔ ایک سیکنڈ بھی کھڑی نہیں رہ سکتی۔ ہاں جلانے کے کام ضرور آ سکتی ہے۔

منافق پرلے درجہ کا بزدل ہوتا ہے

یہی حال منافقوں کا ہے اوپر سے خول بڑا اچھا۔ مگر اندر سے خالی خولی۔ کسی کام کے نہیں۔ صرف دوزخ کے ایندھن ہیں۔ بزدل، ڈرپوک، اتنے کہ اگر کہیں شور سُنیں تو دہل جائیں۔ اور سمجھیں کہ ہم پر بھی کوئی بلا آئی۔ ناپاک حرکتوں کی وجہ سے ہر وقت انہیں کھٹکا لگا رہتا ہے کہ دیکھئے کہیں ہماری مکاری کا پردہ چاک تو نہیں ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اب بھی وقت نہیں گیا۔ آؤ رسول اللہؐ کے پاس چل کر اپنا قصور معاف کرا لو۔ آپ کے استغفار کی برکت سے تمہاری خطا معاف ہو جائے گی۔ مگر کبر و نخوت کے مارے ایک کان سے سُن کر دوسرے سے اُڑا دیتے ہیں اور بڑی شان بے نیازی سے گردن ہلا کر، سر گھما کر رہ جاتے ہیں۔

سواء علیهم۔ ممکن ہے آپ اپنے اخلاق و مروت سے ان کے لیے طالب عفو ہوں۔ مگر یاد رہے اللہ کسی صورت سے ان کو معاف کرنے والا نہیں ہے اور نہ ایسے بے توفیقوں کو ہدایت نصیب ہوا کرتی ہے۔ منافقین کے لیے یہ استغفار آپ کے لئے چاہے کسی منقبت کا باعث ہو مگر خود ان کے لیے بے سُود ہے۔ چنانچہ سواءٌ علیك نہیں فرمایا۔ بلکہ سواءٌ علیهم فرمایا ہے هم الذین یقولون۔ یہ عبداللہ بن ابی کی اسی گفتگو کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل گزر چکی۔ مگر آنحضرتؐ کے بُلانے پر وہ صاف مکر گیا۔ کہ زید بن ارقم نے ہماری دشمنی میں جھوٹ کہہ دیا۔ لوگ زید پر آوازے کسنے لگے۔ وہ بے چارے سخت محجوب اور نادم ہوئے۔ یہ آیات نازل ہوئیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا اللہ نے تجھے سچا کر دکھایا۔

حقیقی عزت کا مالک

وللہ خزائن۔ یہ منافقین کا جواب ہے کہ یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہی ہے۔ کیا وہ ان لوگوں کو بھوکوں مار دے گا۔ جو پیغمبر کی خدمت میں رہتے ہیں۔ منافقین اگر ہاتھ کھینچ لیں گے تو وہ بھی اپنی روزی کے سب دروازے ان پر بند کر دے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ ان اللہ والوں پر خرچ کرتے ہیں وہ بھی اللہ ہی کرا تا ہے۔ اس کی توفیق کے بغیر کوئی ایک پیسہ خرچ نہیں کر سکتا۔ اور انہیں خبر نہیں عزت والا کون ہے؟ اصلی اور ذاتی عزت تو اللہ کی ہے اور پھر اس تعلق سے رسول اور ایمان والوں کی ہے۔ روایات میں ہے کہ ابن ابی کے یہ الفاظ جب اس کے بیٹے عبداللہ کو پہنچے جو نہایت مخلص مسلمان تھے تو باپ کے سامنے تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور بولے کہ جب تک اقرار نہ کرے گا کہ رسول اللہؐ عزت والے ہیں۔

Marfat.com

اور تو ذلیل ہے زندہ نہ چھوڑوں گا اور نہ مدینہ میں گھسنے دوں گا۔ آخر اقرار کرا کر چھوڑا۔

لاتلھکم اموالکم۔ یعنی مسلمانوں کو یہود و منافقین کی طرح مال و اولاد کے گھمنڈ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ بات بڑے خسارہ اور ٹوٹے کی ہے کہ "باقی" کو چھوڑ کر "فانی" میں انسان دل لگا بیٹھے۔ مال و اولاد وہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل نہ بنادے۔ اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں بھی قلبی سکون حاصل نہ ہوا۔

اللہ کے لئے مال خرچ کرنے سے اللہ کا نہیں انسان کا فائدہ ہے۔

وانفقوا۔ یہ جواب ہے منافقین کے قول لاتنفقوا کا کہ خرچ کرنے میں خود تمہارا ہی بھلا ہے۔ جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے جلدی کرو۔ ورنہ موت سر پہ کھڑی ہے اس وقت پچھتانا پڑے گا کہ ہم نے کیوں اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کیا۔ اس وقت کچھ حسرت آرزو کرے گا کہ کچھ اور مہلت مل جاتی تو میں خیر خیرات کر کے نیک بنتا اور اللہ کے سامنے سرخرو ہوتا لیکن وہاں تاخیر کیسی؟ جس شخص کی جتنی عمر لکھدی اور جو میعاد مقرر کر دی اس کے پورا ہونے پر ایک لمحہ کی ڈھیل نہیں ہو سکتی۔

ابن عباسؓ کے نزدیک یہ تمنا قیامت کے دن کرے گا۔ بہر حال اس تمنا کا کچھ حاصل نہیں۔ کیونکہ اللہ کو سب کی سب کچھ خبر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر تمہیں دنیا میں بھیجا گیا یا مہلت دی گئی تو کیا عمل کرو گے۔ وہ سب کی اندرونی استعدادوں کو جانتا ہے۔

لطائف سلوک

ھم الذین یقولون۔ اس میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو مال و دولت کی کمی کے سبب اہل اللہ کو حقیر سمجھتے ہیں۔

لاتلھکم اموالکم۔ اس میں غفلت کی مذمت ہے۔

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَكِّيَّةٌ اَوْ مَدَنِيَّةٌ ثَمَانِيْ عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ يُنَزِّهُهٗ فَالْاَمُ زَائِدَةٌ
وَاُتِيَ بِمَا دُوْنَ تَغْلِيْبًا لِلْاَكْثَرِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ هُوَ الَّذِيْ
خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ فِيْ اَصْلِ الْخِلْقَةِ ثُمَّ بِمِيْتَتِكُمْ ثُمَّ يُعِيْدُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ اِذْ جَعَلَ شَكْلَ
الْاٰدَمِيِّ اَحْسَنَ الْاَشْكَالِ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

Marfat.com

وَمَا تُعْلِنُوْنَ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْاَسْرَارِ وَالْمُعْتَقَدَاتِ اَلَمْ
يَاْتِكُمْ يَا كُفَّارُ مَكَّةَ نَبَاُ خَبَرُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ز فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ عُقُوْبَةَ كُفْرِهِمْ
فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ مُؤْلِمٌ ذٰلِكَ اَيْ عَذَابِ الدُّنْيَا بِاَنَّهٗ ضَمِيْرُ الشَّانِ
كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ الْحُجَجِ الظَّاهِرَاتِ عَلَى الْاِيْمَانِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ اُرِيْدَ بِهِ
الْجِنْسُ يَهْدُوْنَنَا ز فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا عَنِ الْاِيْمَانِ وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ط عَنْ اِيْمَانِهِمْ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ
عَنْ خَلْقِهٖ حَمِيْدٌ ○ مَحْمُوْدٌ فِيْ اَفْعَالِهٖ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ مُخَفَّفَةٌ وَاِسْمُهَا مَحْذُوْفٌ اَيْ
اَنَّهُمْ لَنْ يُّبْعَثُوْا ط قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ط وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الْقُرْاٰنِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ اُذْكُرْ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ
لِيَوْمِ الْجَمْعِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ط يَغْبِنُ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ بِاَخْذِ مَنَازِلِهِمْ وَ
وَاَهْلِيْهِمْ فِي الْجَنَّةِ لَوْ اٰمَنُوْا وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ وَفِيْ
قِرَاءَةٍ بِالنُّوْنِ فِي الْفِعْلَيْنِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَآ الْقُرْاٰنِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ○ ع هِيَ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط بِقَضَائِهٖ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ فِيْ قَوْلِهٖ اِنَّ
الْمُصِيْبَةَ بِقَضَائِهٖ يَهْدِ قَلْبَهٗ ط لِلصَّبْرِ عَلَيْهَا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ اَلْبَيِّنُ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ج بِاَنْ تُطِيْعُوْهُمْ
فِي التَّخَلُّفِ عَنِ الْخَيْرِ كَالْجِهَادِ وَالْهِجْرَةِ فَاِنَّ سَبَبَ نُزُوْلِ الْاٰيَةِ الْاِطَاعَةُ فِيْ ذٰلِكَ وَاِنْ تَعْفُوْا
عَنْهُمْ فِيْ تَثْبِيْطِهِمْ اِيَّاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مُعْتَلِّيْنَ بِمَشَقَّةِ فِرَاقِكُمْ عَلَيْهِمْ وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ

ع ۱۰ ۱۵ الثلثة

Marfat.com

اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ لَكُمْ شَاغِلَةٌ عَنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ
اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ فَلَا تَقُوْتُوْهُ بِاشْتِغَالِكُمْ بِالْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ نَاسِخَةٌ لِقَوْلِهٖ
اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَاسْمَعُوْا مَا اُمِرْتُمْ بِهٖ سَمَاعَ قُبُوْلٍ وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا فِي الطَّاعَةِ خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ
خَبَرٌ يَكُنْ مُقَدَّرَةٌ جَوَابُ الْاَمْرِ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا بِاَنْ تَتَصَدَّقُوْا عَنْ طِيْبِ قَلْبٍ يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَفِيْ قِرَاءَةٍ يُضَعِّفْهُ بِالتَّشْدِيْدِ
بِالْوَاحِدَةِ عَشْرًا اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ وَاَكْثَرَ وَهُوَ التَّصَدُّقُ عَنْ طِيْبِ قَلْبٍ وَيَغْفِرْ لَكُمْ مَا يَشَآءُ وَاللّٰهُ
شَكُوْرٌ مُجَازٍ عَلَى الطَّاعَةِ حَلِيْمٌ ○ فِي الْعِقَابِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ عٰلِمُ الْغَيْبِ السِّرِّ وَالشَّهَادَةِ الْعَلَانِيَةِ الْعَزِيْزُ
فِيْ مُلْكِهِ الْحَكِيْمُ ○ فِيْ صُنْعِهٖ ع ۱۶

سورۂ تغابن مکیہ ہے یا مدنیہ ہے جس میں اٹھارہ آیات ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ترجمہ آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں (لام زائد ہے اور مَنْ کی بجائے مَا لایا گیا اکثریت کی تغلیب کرتے ہوئے) اسی کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی نے تم کو پیدا کیا۔ سو تم میں کچھ کافر ہیں اور کچھ مومن (پیدائشی طور پر، پھر تمہیں موت دے کر پہلی حالت پر دوبارہ پیدا کرے گا) اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طریقہ پر پیدا کیا ہے۔ اور تمہارا عمدہ نقشہ بنایا (کیونکہ انسان کو بہترین شکل پر پیدا کیا گیا ہے) اور اسی کے پاس لوٹنا ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو جانتا ہے۔ اور تمہاری پوشیدہ اور علانیہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کو جاننے والا ہے (یعنی دلی راز اور اعتقادات) کیا تمہیں (اے کفار مکہ) ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے پہلے کفر کیا پھر انہوں نے اپنے کیے کا وبال چکھا (دنیا میں کفر کی سزا بھگتی) اور ان کے لیے (آخرت میں) دردناک (تکلیف دہ) عذاب ہونے والا ہے۔ یہ (دنیا کی سزا) اس لیے ہے (ضمیر شان ہے) کہ ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر کھلے دلائل لے کر آئے (ایمان کی واضح دلیلیں) سو ان لوگوں نے کہا کہ کیا آدمی (انسان کی جنس مراد ہے) ہم کو ہدایت کریں گے۔ غرض انہوں نے کفر کیا اور اعراض کیا (ایمان سے) اور اللہ نے (اُن کے ایمان کی) پرواہ نہ کی اور اللہ (اپنی مخلوق سے) بے نیاز ستودہ صفات ہے (بہترین کارگزاری والا) یہ کافر دعوے کرتے ہیں کہ وہ (ان مخففہ ہے جس کا اسم محذوف ہے ای انہم) ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں واللہ ضرور دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے

marfat.com
Marfat.com

پھر جو کچھ تم نے کیا ہے سب کچھ تمہیں جتلا دیا جائے گا۔ اور یہ اللہ کے لیے بالکل آسان ہے۔ سو تم اللہ، اس کے رسول اور نور (قرآن) پر ایمان لاؤ۔ جو کہ ہم نے نازل کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے (یاد کیجئے) جس روز ہم تم سب کو جمع کریں گے۔ جو جمع ہونے کا دن (قیامت) ہوگا۔ وہ یہی دن ہے سود و زیاں کا (مسلمان کافروں کو خسارہ میں ڈال دیں گے۔ ان کے جنت کے گھر اور بیویاں لے کر جو ان کو ایمان لانے کی صورت میں ملتیں) اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور نیک کام کرتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو دور کر دے گا اور اس کو داخل کرے گا (ایک قراءت میں یکفر اور یدخلہ دونوں فعل نون یعنی صیغۂ متکلم کے ساتھ ہیں) ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیات (قرآن) جھٹلائی ہوں گی۔ یہ لوگ دوزخی ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ) بُرا ٹھکانہ ہے۔

کوئی مصیبت بدوں حکم (قضا) الٰہی کے نہیں آتی۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے (یہ سمجھتا ہے کہ مصیبت اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے) اللہ تعالیٰ اس کے دل کو (مصیبت پر صبر کرنے کی) راہ دکھا دیتا ہے۔ اور اللہ چیز کو خوب جانتا ہے۔ اور اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم پہلو تہی کرو گے تو ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف (کھلے طور پر) پہنچا دینا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہیئے۔ اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں۔ سو تم ان سے ہوشیار رہو (ان کا کہنا ماننے سے جہاد و ہجرت جیسے نیک کاموں میں پیچھے ہٹ کر۔ کیونکہ آیت کا شانِ نزول ایسے کاموں میں ان کا کہنا ماننا ہے) اور اگر تم (ان کو) معاف کر دو (تم کو بھلے کاموں سے روکنے پر۔ ان سے جدائیگی کی مشقت پر رحم کھا کر) اور درگزر کرو اور بخش دو، تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ تمہارے مال و اولاد بس تمہارے لیے ایک آزمائش ہے (آخرت کے کاموں سے رکاوٹ) اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے (لہٰذا مال و اولاد میں مشغول ہو کر اس کو نہ گنوا بیٹھنا) سو جہاں تک تم سے ہو سکے۔ اللہ سے ڈرتے رہو (یہ آیت ناسخ ہے۔ آیت فاتقوا اللہ حق تقاتہ کی) اور سنو (جو کچھ تمہیں حکم دیا جا رہا ہے قبولیت کے ساتھ) اور کہنا مانو اور (اور نیک کاموں میں) خرچ کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا (یکن مقدر کی خبر ہے اور جواب امر ہے) اور جو شخص نفسانی خواہش سے محفوظ رہا۔ سو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے (کامیاب) ہیں۔

اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے۔ (خوش دلی سے خیرات کرو گے) تو وہ اس کو تمہارے لیے بڑھاتا جائے گا۔ (ایک قراءت یضعفہ تشدید کے ساتھ ہے ایک کے بدلے دس سے سات سو تک اور اس سے زائد ثواب عطا کرے گا۔ اور صدقہ خوش دلی سے ہونا چاہیئے) اور تمہارے گناہ (اگر چاہے گا) بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا قدرداں (فرمانبرداری کا صلہ دینے والا) بڑا بُردبار ہے (قصوروں پر سزا دینے میں) پوشیدہ (مخفی) اور علانیہ (ظاہر) کا جاننے والا (اپنے ملک میں) زبردست (اپنی صنعت میں) حکمت والا ہے۔

تحقیق و ترکیب

سورۃ التغابن۔ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کو تغابن کہتے ہیں۔ اہل جنت کا دوزخیوں کے جنتی مقام پر قبضہ کر کے نقصان پہنچانا تو صحیح ہے۔ مگر جہنمیوں کے جنتیوں

Marfat.com

کے جہنمی مقام پر قبضہ کی صورت میں تغابن کہنا تھکم واستہزاء کے طور پر ہے۔ یہ سورت مکی ہے۔ بجز آیت یا ایھا الذین اٰمنوا الخ کے وہ مدنی ہے۔

فمنکم کافر۔ ارادہ ازلی کے اعتبار سے کافر و مومن فرمایا۔ انسان کا عمل تقدیر ازلی کے مطابق ہوتا ہے۔ جس کی چار صورتیں نکلتی ہیں:۔

۱۔ سعید ازلی ہو اور مرنے تک دنیا میں مومن رہے۔
۲۔ شقی ازلی ہو اور اسی کے مطابق رہے۔
۳۔ ازل میں سعید قرار دیا جائے اور دنیا میں کفر پر رہے مگر خاتمہ ایمان پر ہو۔ یہ تینوں صورتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔
۴۔ ساری عمر مومن رہے اور آخر میں کفر پر مرے۔

غرضیکہ انما العبرۃ بالخواتیم۔ خاتمہ ہی سے تقدیری فیصلہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان و کفر وغیرہ اعمال سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ لیکن زمخشری معتزلی ہونے کی وجہ سے فمنکم کافر کے معنی کفر کرنے والے کے لیتے ہیں یعنی انسان اس کو وجود میں لاتا ہے۔ چنانچہ ان کی دلیل واللہ بما تعملون بصیر ہے یعنی ایمان و کفر جو انسان کا عمل ہے اللہ اسے دیکھتا ہے۔ یہ اللہ کے اعمال نہیں ہیں۔ پس پہلی صورت میں فا تفصیلیہ ہوگا اور دوسری صورت میں تعقیبیہ ہوگا۔ آیت فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا اور حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ اہل سنت کی تائید کرتی ہے۔ اور حدیث ان احدکم یعمل بعمل اھل الجنۃ حتی مایکون بینہ وبینھا الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل النار فیدخلھا و ان احدکم لیعمل بعمل اھل النار حتی مایکون بینہ وبینھا الا ذراع فیسبق علیھا الکتاب فیعمل بعمل اھل الجنۃ فیدخلھا۔ حاصل یہ ہے کہ اعمال میں دو نسبتیں ہوتی ہیں۔ اللہ کی طرف ان کو موجود کرنے کی اور بندوں کی طرف ان کو عمل میں لانے کی پہلے کو خلق اور دوسرے کو کسب کہا جاتا ہے۔

فاحسن صورکم۔ سورۂ تین میں ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ اور دلیل اس کے احسن ہونے کی یہ ہے کہ انسان کسی دوسری مخلوق کی شکل اپنے لیے پسند نہیں کرتا۔ نیز انسان کا مستقیم القامت ہونا امتیاز خصوصی ہے۔ انسان کیسا ہی کریہہ النظر ہو پر جانوروں سے بہتر ہی سمجھا جائے گا۔

وبال۔ وبال کے معنیٰ بوجھ کے ہیں۔

وبیل۔ اس کھانے کو کہتے ہیں جو معدہ پر بار ہو۔ وابل بوجھل بارش، عقوبت اور سزا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جس میں ثقل معنوی ہوتا ہے۔

ابشر۔ ہمزہ انکاری ہے اور یبشر فعل مضمر کا فاعل ہے۔ ای یھدوننا بشر۔ اور چونکہ بشر اسم جنس ہے اس لیے ضمیر جمع لانا بھی صحیح ہوگا۔

زعم الذین۔ زعم دو مفعول کی طرف متعدی ہے جن کے قائم مقام ان لن یبعثوا ہے۔ اس سے مراد اہل مکہ ہیں جیسے ابو حیانؒ کی رائے ہے اور قل بلیٰ کا خطاب بھی اس کا قرینہ ہے۔ اس لیے اس سے الذین کفروا من قبل

marfat.com
Marfat.com

مراد لینا مناسب نہیں ہے۔

یوم یجمعکم۔ یہ "لتنبؤن" کا ظرف ہے اور درمیان میں جملے معترضہ ہیں۔ یا یوم کو اذکر کا مفعول کہا جائے۔ قیامت کا دن سارے عالم کے اجتماع کا دن ہوگا۔ اس لیے یوم الجمع کہا ہے۔

یوم التغابن۔ مفسرؒ نے یغبن المومنون سے اشارہ کیا ہے کہ باب تفاعل اپنے معنی میں نہیں ہے۔ کیونکہ کافر کی جنتی جگہ چھن جانے سے تو اس کا غبن ہوگا۔ لیکن مومن کی دوزخی جگہ کافر کو مل جانے سے مومن کا غبن نہیں ہے۔ غبن باب ضرب سے ہے۔

یھد قلبہ۔ مصیبت کے وقت انا للہ کہے اور صبر کرے۔ یا یہ مطلب ہے کہ انشراح قلب کے ساتھ مزید طاعت میں لگ جائے یا ہدایت سے مراد یہ یقین کرنا ہے کہ جو مصیبت مقدر ہے وہ ٹل نہیں سکتی اور جو مقدر میں نہیں وہ آنہیں سکتی۔

فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ جواب شرط مقدر ہے۔ ای فلا تعصوہ ولا باس اور فانما علی رسولنا محذوف کی علت ہے۔

فلیتوکل۔ توکل اخلاق کے بلند مقامات میں سے ہے حدائق نہیں ہے۔ التوکل ھو الثقۃ بما عند اللہ والیاس مما فی ایدی الناس۔ اور بظاہر امر سے وجوب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن توکل کے بھی درجات ہیں۔ عوام و خواص سب اپنے اپنے درجہ کے اعتبار سے مکلف ہیں۔

فاتقوا اللہ۔ مفسر اس کو ناسخ کہہ رہے ہیں۔ جیسا کہ قتادہؒ، ربیع ابن الحسنؒ اور سدیؒ کی رائے ہے۔ لیکن ابن عباسؓ دونوں آیات کو محکم فرماتے ہیں اور آیت نساء میں تقاتہ کی ضمیر اللہ کی طرف نہیں بلکہ تقوے کی طرف ہے۔ اور حق تقوے بقدر استطاعت مراد ہے۔ پس دونوں آیتوں کا مفہوم ایک ہی ہوگا۔ ممکن ہے اول دہلہ میں صحابہ نے آیت نساء کا مفہوم ظاہری سمجھا ہو اور اس سے پریشان ہو گئے ہوں اور پھر دوسری آیت نازل ہونے پر اس کو نسخ سمجھ لیا ہے۔

خیرا لکم۔ مفسر ابو عبیدہؒ کا اتباع کرتے ہوئے یکن مقدر کی خبر مان رہے ہیں۔ لیکن یہ ترکیب نادر ہے۔ کیوں کہ کان مع اسم کے محذوف ہے اور اس کی خبر موجود ہے۔ یہ ان اور لو کے بعد ہوا کرتا ہے۔ اس جملہ کی کئی ترکیبیں ہو سکتی ہیں:۔

۱۔ سیبویہ کی رائے یہ ہے کہ فعل محذوف کا یہ مفعول ہے ای ایتوا خیرا لانفسکم۔

۲۔ تقدیری عبارت یکن الانفاق خیرا لکم ہو۔ یعنی خیرا یکن کی خبر ہو۔ جیسا کہ ابو عبیدہ اور مفسر کی رائے یہ ہے۔

۳۔ کسائیؒ اور فراءؒ کے نزدیک یہ مصدر محذوف کی صفت ہے ای انفاقا خیرا۔

۴۔ کوفیوں کے نزدیک حال ہے۔

۵۔ انفقوا کا مفعول کہا جائے۔ ای انفقوا مالا خیرا بضاعتہ۔ ابن کثیر اور ابن عامر کے نزدیک باب تفعیل سے مشدد ہے

ربط آیات سورۂ منافقین کے اخیر میں آخرت کی ترغیب اور اس کے چھوڑنے پر ترہیب تھی۔ اس سورت میں آخرت اختیار کرنے اور چھوڑنے والوں کی جزاء و سزا کا بیان ہے اور اسی سابقہ مضمون ترغیب و ترہیب کی تکمیل ہے۔ اور چونکہ پچھلی سورتوں میں مشرکین، منافقین، مومنین کا ذکر ہوا ہے۔ اس لیے بھی اس سورت کو خاص طور سے سب سورتوں سے ربط ہے۔

Marfat.com

شانِ نزول و روایات

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت یا ایھا الذین اٰمنوا ان من ازواجکم اولادکم عدوا لکم اہل مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مسلمان ہو کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔ مگر ان کی بیویاں اور اولاد مانع ہوئیں۔ چنانچہ انہوں نے حاضر ہو کر جب دیکھا کہ لوگوں نے بہت کچھ احکام حاصل کر لیے ہیں تو انہیں غصہ آیا اور ان بیوی بچوں کو سزا دینی چاہی۔ تو پھر ان تعفوا کا حکم نازل ہوا۔ لیکن ابن عباسؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ آیت عوف بن مالک اشجعی کے متعلق مدینہ میں نازل ہوئی۔ یہ اہل وعیال والے تھے۔ جب انہوں نے غزوۂ بدر میں جانے کا ارادہ کیا تو سب رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہمیں کس پر چھوڑے جا رہے ہیں۔ عوف نے حضورؐ سے صورت حال عرض کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح

ھوالذی خلقکم۔ یعنی اللہ ہی نے سب آدمیوں کو پیدا کیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ سب اسی پر ایمان لاتے۔ مگر ہوا یہ کہ بعض پھر گئے اور بعض ماننے والے رہے۔ بے شک اللہ نے انسان میں دونوں راستوں کی صلاحیت رکھی ہے۔ تاہم اس نے سب کو صحیح فطرت پر پیدا کیا۔ پھر کوئی اس فطرت پر قائم رہا اور کسی نے ماحول سے متاثر ہو کر اس کے خلاف راہ اختیار کر لی۔ اگرچہ ان دونوں کا علم اللہ کو پہلے سے تھا کہ کون کس طرف جائے گا۔ اور اسی کے مطابق انعام یا سزا کا مستحق ہوگا۔ یہی چیز اپنے علم کے موافق اس کی قسمت میں لکھ دی تھی کہ ایسا ہوگا۔ بس اللہ کے اس علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان کے اختیار و ارادہ کی قوت باقی نہ رہے۔ اور وہ یہ کہہ کر صاف بچ نکلنے کی کوشش کرے۔ کہ میں کیا کروں۔ میں تو قسمت کا مارا مجبور تھا۔

انسان "عالم صغیر" اور خلاصہ کائنات ہے

فاحسن صورکم۔ صورت شکل میں یہی انسان سب سے بہتر ہے اور دماغی اور قلبی ملکات اور باطنی قوتوں میں یہی سارے عالم سے ممتاز بلکہ سارے جہاں کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ اسی لیے اہل حقیقت اس کو "عالم صغیر" کہتے ہیں۔ فقالوا۔ یعنی پچھلی قوم کے ناہنجاروں نے پیغمبروں کے جواب میں بس یہی کہا کہ کیا ہمارے ہادی ہم جیسے ہی بھیجے گئے ہیں۔ اللہ کو اگر بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجا ہوتا۔ گویا وہ رسول ہونے کو انسان ہونے کے خلاف سمجھتے تھے۔ اسی لیے پیغمبروں کی باتیں ان کے گلے نہیں اُتریں۔ تعجب ہے ان حضرات پر جو اس آیت سے رسول کو بشر کہنے والوں کے کفر کا اثبات کرتے ہیں۔ بلکہ غور سے دیکھا جائے تو یہ آیت اس کے برعکس ان لوگوں کے کفر پر دلالت کر رہی ہے جو رسول کے بشر ہونے کا انکار کریں۔ تاہم کسی کی تکفیر میں بڑی احتیاط کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اسلام میں داخل کرنے کی اگر ہمیں سعادت حاصل نہیں ہو سکتی تو کم از کم اسلام سے نکالنے کی خدمت تو انجام نہ دیں۔

ذلک یوم التغابن۔ یعنی قیامت ہار جیت کا دن ہوگا۔ ہارنا تو یہ ہوگا کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو بے موقع خرچ کر کے راس المال بھی گنوا بیٹھے۔ اور جیتنا یہ ہے کہ ایک ایک کے ہزاروں پائے۔

Marfat.com

قناعت ہی سب سے بڑی دولت و سلطنت ہے

ما اصاب من مصیبة ۔ دنیا میں کوئی بھی مصیبت آتی ہے تو وہ اللہ کی مشیت سے ہوتی ہے۔ مسلمان کا جب اس پر پختہ یقین ہے تو پھر کسی مصیبت پر غمگین اور بددل ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ راضی برضا رہنا چاہیئے۔ اللہ مومن کے دل کو صبر اور تسلیم و رضا کی خو دے دیتا ہے جس سے عرفان کی راہیں کھل جاتی ہیں اور ملک قناعت حاصل ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان کو یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ جو تکلیف و مصیبت اللہ نے بھیجی ہے وہ عین حکمت ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کون تسلیم و رضا کی راہ پر چلا اور کس کا ظرف اسرار و حکم کی صلاحیت رکھتا ہے۔

واطیعوا اللہ۔ ہر حال میں خواہ خوشی ہو یا غم، اللہ و رسول کا حکم مانو۔ پیغمبر تو نیک و بد سب سمجھا کر اپنا فرض انجام دے چکے۔ اب اپنے نفع و نقصان کو خود سوچو۔ اللہ کو تمہاری اطاعت یا نافرمانی سے کوئی نفع نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ پھر لائق بندگی صرف اسی کی ذات ہے۔ نہ کوئی اور بندگی کے لائق ہے اور نہ کوئی بھروسہ کے قابل ہے۔

ان من ازواجکم۔ انسان بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر کبھی کبھی اللہ و رسول کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ بلکہ ان بندھنوں میں جکڑ بند ہو کر بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے اور برائیوں میں پڑ جاتا ہے اور ان کی بیجا فرمائشوں کا طومار کسی وقت دم لینے نہیں دیتا اور اسی چکر میں پڑ کر انسان آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ پس ایسے اہل و عیال بظاہر ہے کہ انسان کے لیے پھندہ ہیں۔ وہ حقیقی دوست نہیں بلکہ جنجال ہیں۔ اور ایسے دوست نما دشمن ہیں۔ جن کی دشمنی کا بسا اوقات احساس نہیں ہوتا۔ اس لیے فرمایا کہ ذرا ہشیار رہے اور ایسے رویہ سے بچو کہ جن میں دنیا تو سنورے یا نہ سنورے۔ مگر عقبیٰ یقیناً برباد ہو جائے۔ اس آیت کے مفہوم میں نیک بیویاں اور صالح اولاد داخل ہیں۔ وہ غیر مترقبہ ہیں۔ اسی لیے من ازواجکم فرمایا۔ جس میں من تبعیضیہ اسی فرق کو ظاہر کر رہا ہے۔

وان تعفوا۔ یعنی ہر چند کہ ایسے اہل و عیال دشمن ہیں۔ لیکن اس کا یہ اثر نہیں ہونا چاہیئے کہ تم ان کے انتقام کے پیچھے ہو جاؤ۔ اس سے خانگی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ جہاں تک شرع اور عقل اجازت دے۔ ان کی حماقتوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرو۔ اللہ ہی اس مہربانی کے بدلہ تم پر مہربانی فرمائے گا۔ جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے۔ یقیناً بندہ ان کو معاف نہیں کر سکتا۔ لیکن اول تو شرعاً عقلاً گنجائش ہونے کی قید لگا دی ہے۔ اس لیے شبہ نہیں رہتا۔ دوسرے ان حقوق کی معافی تو اللہ سے متعلق ہے۔ اگرچہ تعفوا و تصفحوا و تغفروا میں بندوں کی طرف اسناد مجازی ہے۔ گویا کہنا یوں چاہیئے تھا۔ ان تعاقبوا ولم تثربوا ولم تحقدوا۔ انما اموالکم واولادکم فتنة۔ یعنی اہل و عیال میں اللہ آزمائش کرتا ہے کہ کون ان فانی چیزوں میں پھنس کر آخرت کی دائمی نعمتوں کو فراموش کر دیتا ہے اور کس نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔

لطائف سلوک

ومن یومن باللہ یہد قلبہ۔ اہل حال کے مآل کا اس میں اثبات ہو رہا ہے۔

فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلوک اور تربیت و اصلاح میں تدریجی رفتار سے چلنا کافی ہے۔

Marfat.com

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ثَلَاثَ عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ الْمُرَادُ وَاُمَّتُهٗ بِقَرِيْنَةِ مَا بَعْدَهٗ اَوْ قُلْ لَهُمْ اِذَا طَلَّقْتُمُ
النِّسَآءَ اَرَدْتُّمُ الطَّلَاقَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ لِاَوَّلِهَا بِاَنْ يَّكُوْنَ الطَّلَاقُ فِيْ طُهْرٍ لَمْ تَمَسَّ
فِيْهِ لِتَفْسِيْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ لِاِ احْفَظُوْهَا لِتُرَاجِعُوْا
قَبْلَ فَرَاغِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ اَطِيْعُوْهُ فِيْ اَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ
مِنْهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ زِنًا مُّبَيِّنَةٍ ط بِفَتْحِ الْيَاءِ وَكَسْرِهَا اَيْ بَيِّنَتْ
اَوْ بَيِّنَةٍ فَيَخْرُجْنَ لِاِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِنَّ وَتِلْكَ الْمَذْكُوْرَاتُ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ
اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ الطَّلَاقِ اَمْرًا ○ مُرَاجَعَةً فَيُمْسِكُهَا اِذَا
كَانَ وَاحِدَةً اَوْ اِثْنَتَيْنِ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ قَارَبْنَ انْقِضَاءَ عِدَّتِهِنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِاَنْ
تُرَاجِعُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ مِّنْ غَيْرِ ضِرَارٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اُتْرُكُوْهُنَّ حَتّٰى تَنْقَضِيَ
عِدَّتُهُنَّ وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ بِالْمُرَاجَعَةِ وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ عَلَى الرَّجْعَةِ اَوِ الْفِرَاقِ وَ
اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ط لَا لِلْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ اَوْ لَهٗ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ مِنْ كَرْبِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
يَخْطُرُ بِبَالِهٖ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فِيْ اُمُوْرِهٖ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط كَافِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ط مُرَادِهٖ وَفِيْ
قِرَاءَةٍ بِالْاِضَافَةِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ كَرْخَاءَ وَشِدَّةٍ قَدْرًا ○ مِيْقَاتًا وَاللّٰٓئِيْ بِهَمْزَةٍ
وَيَاءٍ وَبِلَا يَاءٍ فِي الْمَوْضِعَيْنِ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ بِمَعْنَى الْحَيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ
شَكَكْتُمْ فِيْ عِدَّتِهِنَّ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّاللّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ ط لِصِغَرِهِنَّ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ
اَشْهُرٍ وَالْمَسْئَلَتَانِ فِيْ غَيْرِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهُنَّ اَزْوَاجُهُنَّ اَمَّا هُنَّ فَعِدَّتُهُنَّ مَا فِيْ اٰيَةِ الْبَقَرَةِ يَتَرَبَّصْنَ

Marfat.com

بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اِنْقِضَاءُ عِدَّتِهِنَّ مُطَلَّقَاتٍ اَوْ مُتَوَفًّى
عَنْهُنَّ اَزْوَاجُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ الْمَذْكُوْرُ فِي الْعِدَّةِ اَمْرُ اللّٰهِ حُكْمُهٗ اَنْزَلَهٗ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ
وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝ اَسْكِنُوْهُنَّ اَيِ الْمُطَلَّقَاتُ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ اَيْ بَعْضُ مَسَاكِنِكُمْ مِّنْ
وُّجْدِكُمْ اَيْ سَعَتِكُمْ عَطْفُ بَيَانٍ اَوْ بَدَلٌ مِمَّا قَبْلَهٗ بِاِعَادَةِ الْجَارِ وَتَقْدِيْرُ مُضَافٍ اَيْ اَمْكِنَةً
سَعَتِكُمْ لَا مَا دُوْنَهَا وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ الْمَسَاكِنَ فَيَحْتَجْنَ اِلَى الْخُرُوْجِ اَوِ
النَّفَقَةِ فَيَفْتَدِيْنَ مِنْكُمْ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ
رَضَعْنَ لَكُمْ اَوْلَادَكُمْ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ عَلَى الْاِرْضَاعِ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۚ
بِجَمِيْلٍ فِيْ حَقِّ الْاَوْلَادِ بِالتَّوَافُقِ عَلٰى اَجْرٍ مَعْلُوْمٍ عَلَى الْاِرْضَاعِ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ تَضَايَقْتُمْ فِي الْاِرْضَاعِ
فَامْتَنَعَ الْاَبُ مِنَ الْاُجْرَةِ وَالْاُمُّ مِنْ فِعْلِهٖ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ لِلْاَبِ اُخْرٰى ۝ وَلَا تُكْرِهُ الْاُمَّ عَلَى اِرْضَاعِهٖ
لِيُنْفِقْ عَلَى الْمُطَلَّقَاتِ وَالْمُرْضِعَاتِ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ ضَيِّقَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ
مِمَّاۤ اٰتَاهُ اَعْطَاهُ اللّٰهُ ؕ اَيْ عَلٰى قَدْرِهٖ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتَاهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ
عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ع وَقَدْ جَعَلَهٗ بِالْفُتُوْحِ وَكَاَيِّنْ هِيَ كَافُ الْجَرِّ دَخَلَتْ عَلٰى اَيْ بِمَعْنٰى كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ
ع ۷ ۱۷
هِيَ وَكَثِيْرٌ مِنَ الْقُرٰى عَتَتْ عَصَتْ يَعْنِيْ اَهْلَهَا عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا فِي الْاٰخِرَةِ
اِنْ لَّمْ تَجِئْ لِتَحَقُّقِ وُقُوْعِهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ بِسُكُوْنِ الْكَافِ وَضَمِّهَا
فَظِيْعًا وَهُوَ عَذَابُ النَّارِ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا عُقُوْبَتَهٗ وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ خَسَارًا
هِلَاكًا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ تَكْرِيْرُ الْوَعِيْدِ تَاكِيْدٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَاۤ اُولِي الْاَلْبَابِ ۚ ۝ صلے
اَصْحَابُ الْعُقُوْلِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قف نَعْتٌ لِلْمُنَادٰى اَوْ بَيَانٌ لَهٗ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ لا هُوَ الْقُرْاٰنُ

مع عند المتقدمين

Marfat.com

رَسُوْلًا اَیْ مُحَمَّدًا مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ اَیْ وَاَرْسَلَ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ بِفَتْحِ الْیَاءِ وَکَسْرِهَا کَمَا تَقَدَّمَ لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بَعْدَ مَجِیْءِ الذِّکْرِ وَالرَّسُوْلِ مِنَ الظُّلُمٰتِ الْکُفْرِ الَّذِیْ کَانُوْا عَلَیْهِ اِلَی النُّوْرِ ۭ الْاِیْمَانِ الَّذِیْ قَامَ بِهِمْ بَعْدَ الْکُفْرِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْهُ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالنُّوْنِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝ هُوَ رِزْقُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ لَا یَنْقَطِعُ نَعِیْمُهَا اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ یَعْنِیْ سَبْعَ اَرَضِیْنَ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ الْوَحْیُ بَیْنَهُنَّ بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَنْزِلُ بِهٖ جِبْرِیْلُ مِنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ اِلَی الْاَرْضِ السَّابِعَةِ لِتَعْلَمُوْٓا مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ اَیْ اَعْلَمَکُمْ بِذٰلِکَ الْخَلْقِ وَالتَّنْزِیْلِ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝

ع ۲ ۱۸

سورۂ طلاق مدنیہ ہے جس میں ۱۲ آیات ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ اے پیغمبر (مراد آپ اور آپ کی امت ہے جیسا کہ بعد میں جمع کے صیغوں سے معلوم ہو رہا ہے یا تقدیر عبارت قل لہم ہے) جب تم لوگ طلاق دو (طلاق دینے کا ارادہ کرو) عورتوں کو تو ان کے عدت سے پہلے طلاق دے دو (عدت کے اول طلاق ایسے طہر میں ہونی چاہیئے۔ جس میں مرد بیوی کے پاس نہ گیا ہو۔ جیسا کہ حدیث شیخین میں آیا ہے) اور عدت کو یاد رکھا کرو (عدت کی نگہداشت رکھو۔ تاکہ رجعت، عدت ختم ہونے سے پہلے ہو سکے) اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار ہے (اور امر و نہی میں اس کی فرمانبرداری کرو) ان عورتوں کو اُن کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں (عدت گزرنے تک) مگر ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں (بینۃ فتحہ یا اور کسرہ کے ساتھ یعنی بے حیائی کھلی ہوئی ہو۔ یا بیان کی گئی ہو۔ پس اس صورت میں ان پر حد قائم کرنے کے لیے نکلنا ہو گا) اور یہ سب اللہ کے مقرر کیے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے تجھے معلوم نہیں شاید اللہ تعالیٰ اس (طلاق کے بعد کوئی بات پیدا کرے (ایک یا دو طلاق ہونے کی صورت میں خاوند بیوی کو پھر ملا دے) پھر جب وہ عورتیں عدت کو پہنچ جائیں (عدت گزرنے کا زمانہ قریب پہنچ جاتے) تو ان کو روک سکتے ہو (ان سے رجعت کر کے) قاعدہ کے مطابق (تکلیف دیئے بغیر) یا قاعدہ کے موافق رہائی دے دو (عدت پوری ہونے تک۔ اور رجعت کے لئے نہ ستاؤ) اور آپس میں سے دو معتبر گواہ (رجعت یا علیحدگی پر) کر لو اور تم ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے گواہی دو (مخالف یا موافق کے لئے نہیں) اس مضمون کی اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے۔ جو اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے (دنیا اور آخرت کی مصیبتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ

marfat.com
Marfat.com

سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان (دل میں خطرہ) بھی نہیں ہوتا اور جو شخص (اپنے کاموں میں) اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ اس کیلئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے (یعنی اپنی مراد، اور ایک قراءت میں "بالغ امرہ" اضافت کے ساتھ ہے) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا (جیسے خوشحالی اور تنگی) ایک اندازہ (وقت) مقرر کر رکھا ہے اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں (دونوں جگہ ہمزہ اور یا کے ساتھ اور بغیر یا کے ہے) حیض سے مایوس ہو چکی ہوں۔ اگر تم کو (ان کی عدت میں شک) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اسی طرح جن عورتوں کو حیض آیا ہی نہیں (کمسنی کی وجہ سے ان کی عدت بھی تین مہینے ہے۔ اور یہ دونوں مسئلے اس وقت ہیں جب خاوند کا انتقال نہ ہوا ہو۔ لیکن وفات کی صورت میں ایسی عورتوں کی عدت وہ ہے جو سورہ بقرہ کی آیت یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا میں بیان کی گئی ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت (خواہ وہ عورتیں مطلقہ ہوں یا ان کے شوہروں کا انتقال ہو گیا ہو ان کی عدت کا پورا ہونا) ان کے حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے (دنیا و آخرت کے) ہر کام میں آسانی کر دے گا۔ یہ (حکم جو مذکور) اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور کر دے گا۔ اور اس کو بڑا اجر دے گا۔ تم ان (مطلقہ عورتوں) کو (اپنے مکانات میں سے) رہنے کی جگہ دو (اپنی وسعت کے مطابق (یعنی جتنی تمہاری گنجائش ہو۔ یہ عطف بیان ہے یا ماقبل کا بدل ہے جار کا اعادہ کرتے ہوئے اور مضاف مقدر مان کر یعنی اپنی حیثیت کے موافق مکان دو، اس سے کم نہیں ہونا چاہیئے) اور ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف مت پہنچاؤ۔ (مکان دے کر تاکہ وہ نکلنے پر مجبور ہو جائیں یا نفقہ دینے لگے۔ کہ فدیہ لینے پر تم سے مجبور ہو جائیں۔

اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو خرچ دو۔ پھر اگر وہ دودھ پلائیں تمہارے لیے (تمہاری اس اولاد کو جو ان سے ہے) تو تم اُن کو اجرت دو (دودھ پلائی کی) اور باہم (اپنے اور عورتوں کے درمیان) مناسب مشورہ کر لیا کرو (جو اولاد کے حق میں بہتر ہو۔ دودھ پلانے کی اجرت طے کر کے) اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے (دودھ پلانے میں تنگی برتنے لگو۔ اس طرح کہ باپ تو اُجرت سے ہاتھ کھینچ لے اور ماں دودھ پلانے سے دستبردار ہو جائے) تو دوسری عورت اس (باپ) کے لیے دودھ پلائے گی (ماں کو دودھ پلانے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا) خرچ کرنا چاہیئے (مطلقہ اور دودھ پلانے والی عورتوں پر) وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق اور جس کی آمدنی کم (تنگ) ہو اس کو چاہیئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے (اس کے مطابق) خرچ کرے۔ خدا تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جتنا اس کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد جلد فراغت بھی دے گا (چنانچہ فتوحات کے ذریعہ اس وعدہ کو پورا فرما دیا ہے) اور کتنی ہی (کاف جارہ، اتی بمعنی کم پر داخل ہوا ہے) بستیاں تھیں (یعنی بہت سی بستیاں تھیں) جنہوں نے سرتابی کی (یعنی بستی والوں نے سرکشی کی) اپنے پروردگار کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے، پس ہم نے ان کا سخت حساب کیا (آخرت میں وہ اگرچہ ابھی آئی نہیں۔ لیکن یقینی ہونے کی وجہ سے ماضی سے تعبیر کیا ہے) اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سزا دی (نکرا سکون کاف اور ضمہ کاف کے ساتھ۔ عذاب جہنم مراد ہے) غرض انہوں نے اپنے اعمال کا

Marfat.com

وبال (مزہ) چکھا اور انجام کار ان کا خسارہ ہی ہوا (تباہی اور بربادی) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے (دوبارہ تاکید وعید کے لیے ہے) سو اللہ سے ڈرو۔ اے سمجھ دارو (عقلمندو) ایمان دارو (منادیٰ کی صفت ہے یا اس کا بیان ہے) اللہ نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ (قرآن) بھیجا ہے ایک ایسا رسول (یعنی محمدؐ، یہ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے ای ارسل) جو تمہیں اللہ کے احکام سناتے ہیں پڑھ پڑھ کر صاف صاف (فتحہ یا اور کسرۂ یا کے ساتھ جیسا کہ پہلے گزرا) تاکہ ایمان داروں، نیکوکاروں کو (ذکر اور رسول آنے کے بعد) لے آئیں تاریکیوں سے (اس کفر کی جس پر وہ ہیں) نور کی طرف کفر کے بعد (جو انہیں ایمان حاصل ہوا ہے) اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور نیک کام کرے گا۔ اللہ اس کو داخل کرے گا (ایک قراءت میں نون کے ساتھ ہے) ایسے باغات میں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی ان میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ نے اچھی روزی دی (جنتی رزق جس کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی) اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور انہی کی طرح کی (سات) زمینیں بھی، احکام (وحی) نازل ہوتے رہتے ہیں۔ ان سب میں (آسمانوں اور زمین میں، جبرئیل ساتویں آسمان سے ساتویں زمین تک لاتے ہیں) تاکہ تم کو معلوم ہو جائے (محذوف کے متعلق ہے۔ ای اعلمکم بذالک الخلق والتنزیل) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطۂ علمی میں لیے ہوئے ہے۔

تحقیق و ترکیب

یاایھا النبی۔ حکم اگرچہ عام ہے لیکن ندا آنحضرتؐ کے لیے خاص ہے جس کی دو توجیہوں کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا ہے۔ ایک توجیہ تو المراد وامتہ سے کی ہے یعنی عبارت میں واؤ اور معطوف محذوف ہیں۔ اصل عبارت اس طرح ہے "یاایھا النبی وامتہ" یہ ایسے ہی ہے۔ جیسے سرابیل تقیکم الحر کہ اصل میں الحر والبرد تھا اور بقول صاحب کشاف خطاب میں خصوصیت اس لیے ہے کہ آنحضرتؐ رئیس قوم تھے چنانچہ رئیس قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا جاتا ہے۔ یافلان افعل کیت وکیت حالانکہ مراد عام ہوتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی "اذا طلقتم" صیغہ جمع عموم کا قرینہ ہے اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ یاایھا النبی قل لھم اذا طلقتم الخ عبارت مقدر مانی جائے اس صورت میں گویا حقیقۃً مخاطب آنحضرتؐ ہیں اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یاایھا النبی کی طرح اذا طلقتم کا خطاب بھی آنحضرتؐ کو ہے اور صیغہ جمع تعظیماً لایا گیا ہے۔

طلقتم۔ مفسرؒ نے طلاق سے ارادۂ طلاق مراد لیا ہے۔ تاکہ طلقتم کے بعد فطلقوھن صحیح ہو جائے۔ ورنہ تحصیل حاصل کا اشکال رہتا ہے۔ کیونکہ طلاق پر طلاق کیسے مرتب ہو سکتی ہے۔ اور النساء سے مدخولہ عورتیں مراد ہیں جنہیں حیض آتا ہے۔ کیونکہ حاملہ اور آئسہ کا بیان آگے آرہا ہے۔ لعدتھن ای مستقبلات لعدتھن۔ جیسے کہا جائے۔ اتیتہ للیلۃ بقیت من رمضان ای مستقبلا لھا۔ ایک قراءت میں فی قبل عدتھن ہے یعنی ایسے وقت طلاق دو کہ عدت کا احصاء یعنی مکمل شمار ہو سکے۔ اور یہ صورت اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ طلاق عورت کے پاک رہنے کے زمانہ میں دی گئی ہو۔ اور دونوں میں خاوند بیوی کے معاملات نہ ہوئے ہوں۔ کیونکہ پورے تین حیض عدت اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر بحالت حیض طلاق دی گئی تو پھر احصاء عدت نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس حیض کو بھی طلاق میں شمار کیا

Marfat.com

لیائے تو تین حیض سے کم عدت لازم آئے گی۔ اور نہ شمار کیا جائے تو عدت تین حیض سے بڑھ جائے گی۔ حالانکہ حیض تجزی قبول نہیں کرتا۔ علیٰ ہذا اگر بحالتِ طہر وطی کر کے طلاق دی تو عدت تذبذب میں پڑ جائے گی کہ حاملہ ہو گئی ہو تو پھر عدت وضع حمل قرار دی جائے اور غیر حاملہ ہو تو عدت اور سمجھی جائے۔ غرضیکہ عورت معلقہ ہو کر رہ جائے گی نہ معتدہ کہلائے گی اور نہ شوہر والی بلکہ اوپر میں لٹکی رہے گی۔ نیز مطلقہ عدت مدخولہ ہونی چاہیئے۔ نہ صغیرہ ہو اور نہ آئسہ اور نہ حاملہ۔ کیونکہ غیر مدخولہ کو طلاق دی جائے تو اس کی عدت ہی نہیں ہوتی اور باقی عورتوں کے لیے حیض نہیں ہے۔ پس غیر مدخولہ کو تو بحالت حیض بھی طلاق دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح باقی عورتوں کو ہمبستری کے بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے۔ جس کی تفصیلی بحث یہ ہے کہ وطی سے خالی طہر میں صرف ایک طلاق دی جائے تو یہ طلاق احسن کہلاتی ہے اور غیر موطوئہ کو ایک طلاق دی جائے۔ خواہ بحالت حیض ہی ہو۔ یا موطوئہ جب کہ وہ حیض والی ہو تو تین ایسے طہروں میں الگ الگ تین طلاقیں دینا جن میں ہمبستری نہ ہوئی ہو۔ دونوں صورتیں طلاق احسن کہلاتی ہیں۔

لیکن بحالتِ حیض طلاق دینا، یا وطی والے طہر میں طلاق دینا، یا دو تین طلاقیں ایک دم یا ایک طہر میں دے دینا، یہ تینوں صورتیں طلاق بدعی کی ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک متعدد طلاقیں بدعی نہیں ہوں گی۔ بشرطیکہ بے وطی طہر میں ہوں۔ لیکن بقول صاحب کشاف امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ طلاق سنی، صرف ایک طلاق ہے وہ تین طلاقوں کو خواہ ایک دم دی جائیں یا الگ الگ مکروہ فرماتے ہیں۔ البتہ حنفیہ ایک طہر میں ایک سے زائد طلاق کو مکروہ فرماتے ہیں۔ حاصل یہ کہ امام مالکؒ تو طلاق سنی میں وقت اور عدد دونوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ صرف وقت کا لحاظ رکھے ہیں۔ طلاق بدعی ہمارے نزدیک اگرچہ گناہ ہے تاہم واقع ہو جائے گی۔ سعید بن المسیبؒ اور تابعینؒ کی ایک جماعت کے نزدیک طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی امام محمدؒ امام زفرؒ کے نزدیک حاملہ کو سنی طلاق ایک ہی دی جائے گی۔ نیز ہمارے نزدیک اصح روایات میں مدخولہ کو طلاق بائنہ دینا مکروہ ہے۔ بہرحال حنفیہ کے نزدیک "لعدتھن" سے مراد حیض ہے۔ جیسا کہ شانِ نزول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک طہر کے معنی ہیں۔ اور "فطلقوھن لعدتھن" کے معنی فی عدتھن کے ہیں۔ علامہ وقیتہ ہے اور وقت طلاق بالاتفاق طہر ہے۔ اس لیے وہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مطلقہ کی عدت تین طہر ہیں۔ آیت "ثلثۃ قروء" کے معنی بھی طہر ہی کے لیتے ہیں۔ تفصیلات سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہیں۔ اور واحصوا العدۃ عورتوں کو مخاطب احتیاطاً کیا گیا ہے کیونکہ عورتیں کم سمجھ ہوتی ہیں۔ ممکن ہے وہ احصاء نہ کر سکیں۔ غرضیکہ عدت میں احتیاط کی تاکید مقصود ہے۔ کہ عورت کی حق تلفی نہ ہو اور انہیں ضرر پہنچانے کی نیت نہ ہو۔

آیت میں دوسرا مسئلہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ زمانۂ عدت میں عورت شوہر کے مکان سے بلا مجبوری نہ خود نکلے اور نہ شوہر وغیرہ اس کو نکالیں۔ البتہ عورت سے بدکاری، چوری سرزد ہو جائے تو دوسری بات ہے۔ اس وقت عورت کو باہر نکالا جا سکتا ہے۔ یا "الا یاتین فاحشۃ" سے مراد بطور مبالغہ عورت کا باہر نکلنا ہوا ہو۔ یعنی عورت بے ضرورت باہر نکلے گی۔ تو یہ بھی فاحشہ شمار ہو گا۔ بہرحال معتدہ کے لیے سکنیٰ کا ضروری ہونا آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔ اور یہ کہ عورت کو اسی مسکن میں سکونت کی پابندی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ "باب العدۃ" میں فرماتے ہیں۔ علی ان لا تخرج المطلقۃ من البیت

Marfat.com

اور فرمایا۔ کہ الفاحشۃ نفس الخروج وقیل الزنا فیخرجن لاقامۃ الحد والمعنی الاول باعتبار الخروج والثانی باعتبار الاخراج ثم صرح فی بیوتھن بان البیت المضاف الیھا وھو الذی تسکنہ فعلیھا ان تعتد فی المنزل الذی تضاف الیھا بالسکنی حال وقوع الفرقۃ والموت لھذہ الآیۃ۔

اسی طرح صاحب ہدایہ نے باب الرجعۃ میں امام زفر پر رد کرتے ہوئے فرمایا۔ لا یجوز المسافرۃ بالمطلقۃ الرجعیۃ حتی یشھد الی رجعتھا لقولہ تعالیٰ ولا تخرجوھن من بیوتھن الآیۃ و ذلک لانہ لما منع الاخراج للزوج مطلقا والمسافرۃ نوع من الاخراج علم ان المسافرۃ بھا ممنوعۃ وانما جوزناھا بالاشھاد۔ اور صاحب مدارک کہتے ہیں کہ بیوت کی اضافت عورتوں کی طرف سکنیٰ کے لیے ہے، ملک کے لیے نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ سکنیٰ واجب ہے۔

کوئی اگر یہ حلف کرے کہ میں اپنے مکان میں داخل نہیں ہوں گا۔ تو اس صورت میں بھی حانث ہو جائے گا۔ جب کہ دوسرے کے مملوکہ مکان میں سکونت رکھتا ہو اور اس میں داخل ہو جائے۔ نیز عورت کے اس سکونتی مکان پر زبردستی قبضہ کرنے کی صورت میں بھی اخراج کہلائے گا۔ یعنی جائز نہیں ہے۔ اور الفاظ بیت منزل دار میں جو فرق ہے۔ اس کے پیش نظر آیت میں من بیوتھن کہنے اور من دورھن یا من مناز لھن نہ کہنے میں یہ اشارہ نکلتا ہے کہ صرف سکنی کے لیے بیت کا ہونا ضروری ہے۔ منزل یا دار ضروری نہیں ہے۔ آگے اس سکنی کی مصلحت ارشاد فرمائی گئی ہے۔ "لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرًا"، یعنی ممکن ہے اس سکنی سے رجعت کے جذبات پیدا ہو جائیں۔ اور بگڑا ہوا گھر پھر بن جائے۔ یا اس جملہ کو مستانفہ کہا جائے۔ اور صاحب کشاف اور صاحب مدارک کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جملہ کا تعلق پہلے پورے بیان سے ہے۔

مبینۃ۔ ابن کثیرؒ ابوبکرؒ کے نزدیک فتحہ یا کے ساتھ ہے یعنی کھلی ہوئی بدکاری۔ اور دوسرے قراء کے نزدیک کسرہ یا کے ساتھ ہے یعنی ظاہر کرنے والی عورت کی بدکاری۔ اور کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ طلاق رجعی یا بائنہ کی صورت میں عورت کو بالکل باہر نہیں نکلنا چاہیئے۔ البتہ عدت وفات ہو تو دن میں محنت مزدوری کے لیے احتیاط اور پردہ کے ساتھ باہر جا سکتی ہے۔ رات مکان عدت ہی میں گزارنی چاہیئے۔ نیز طلاق بائنہ کی صورت میں مرد بھی اگر اسی مکان میں رہے تو مرد و عورت کے درمیان پردہ رہنا چاہیئے۔ بلکہ ایسی عورت بھی اگر ساتھ رہے تو بہتر ہے جو عورت مرد کو حرامکاری سے روک سکے۔ لیکن مرد اگر آزاد منش ہو یا گھر تنگ ہو تو پھر مرد کو باہر ہی رہنا چاہیئے۔

تیسری بات ان آیات میں یہ ارشاد فرمائی گئی کہ مرد خواہ مخواہ جاہلیت کے دستور پر عدت کو طول نہ دے۔ بلکہ زمانہ عدت میں اگر باہمی ملاپ کرنا مصلحت سمجھے تو حسن سلوک کی نیت سے رجعت کر لے۔ ورنہ عدت پوری ہوتے ہی عورت کو خوبصورتی سے رخصت کر دے۔ یعنی مہر و متعہ دے کر اور حقوق پورے ادا کر کے الگ کر دے۔ "فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف"، میں یہ دونوں پہلو ذکر کر دیئے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے بہت سے مواقع پر اس کا ذکر کیا ہے منجملہ ان کے "باب العنین"، میں ہے لما فوت الامساک بالمعروف فینوب القاضی منابہ فی التسریح بالاحسان۔

Marfat.com

الا علیٰ ہذا باب اللعان میں کہا۔ لما عجز عن الامساک بالمعروف باب القاضی منابۃ فی التزیع بالاحسان۔

واشہدوا ذوی عدل منکم۔ یعنی دو مسلمان منصف مزاج آدمیوں کی گواہی کر لو۔ اور قتادہؓ کہتے ہیں کہ دو آزاد گواہوں کو رجعت پر شاہد بنانا مراد ہے۔ تاکہ آئندہ بدکاری کی تہمت نہ رہے۔ یہ حکم بھی آیت اشہدوا اذا تبایعتم کی طرح استحباب پر محمول ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اور امام شافعیؒ کی ایک روایت کے مطابق واجب ہے۔ صاحب ہدایہ نے باب الرجعۃ میں تصریح کی ہے۔ ولنا اطلاق النصوص عن قید الاشہاد۔ پھر آگے چل کر کہا۔ وما تلاہ محمول علیہ الا ترٰی انہ قرنہا بالمفارقۃ وہو فیہا مستحب۔ اور تفسیر زاہدی میں ہے کہ آیت میں گواہ بنانے کو امساک اور مفارقت کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ اور مفارقت بغیر گواہی کے صحیح ہے۔ اسی طرح امساک یعنی رجعت بھی بغیر گواہ صحیح ہونی چاہیئے اور صاحب اتقان کہتے ہیں کہ آیت مائدہ ذوی عدل منکم او اٰخران من غیرکم اس آیت اشہدوا ذوی عدل کے ذریعہ منسوخ ہے۔ یعنی اب ذمی کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ لیکن پہلی آیت کا تعلق وصیت سے ہے اور اس آیت کا تعلق رجعت سے ہے۔ اس لیے صاحب اتقان کا بیان شافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ خاص سبب کا اعتبار نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوا کرتا ہے چنانچہ یہاں بھی آیت اگرچہ رجعت کے بیان میں ہے مگر الفاظ عام ہیں۔

واقیموا الشہادۃ للہ۔ اس میں پچھلے کلام کی روش تبدیل ہو گئی۔ یہاں گواہوں کو خطاب ہے۔ گواہی خالص خدا کے لیے ہونی چاہیئے۔ کسی کی جانب داری یا رعایت ..... پیش نظر نہیں ہونی چاہیئے۔ ذٰلکم یوعظ بہ من کان یؤمن باللہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ کفار شرائع احکام کے مکلف نہیں ہیں۔

بالغ امرہ۔ جمہور کے نزدیک بغیر اضافت کے اور حفص کے نزدیک اضافت کی صورت میں ہے۔

واللائی یئسن۔ اکثر قراء کے نزدیک ہمزہ اور یا کے ساتھ ہے اور ورش اور بزی کے نزدیک بغیر یا کے ہے مطلقہ حائضہ کی عدت اور عدت وفات کا بیان سورۂ بقرہ میں گزر چکا۔ یہاں غیر حائضہ کی عدت کا بیان ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں۔ حیض نہ آنا کمسنی کی وجہ سے ہوگا۔ یا کبرسنی کی وجہ سے یا حاملہ ہونے کی وجہ سے پہلی دونوں صورتوں میں عدت تین مہینے ہو گی۔ اور تیسری صورت میں وضع حمل عدت ہو گی۔ سن ایاس میں اختلاف ہے۔ بعض نے پچپن سال اور بعض نے ساٹھ سال مانا ہے۔ لیکن اصح یہ ہے کہ جب حیض کی بندش ہو جائے۔ عمر خواہ کچھ ہو۔

ان ارتبتم۔ غیر حائضہ کی عدت میں شک مراد ہے۔ یا سن ایاس پر عورت پہنچنے کے بعد خون میں شبہ کرنے لگے کہ یہ حیض کا خون ہے یا استحاضہ کا؟ اور بقول صاحب کشاف و مدارک جب شک کی حالت میں تین ماہ عدت ہے تو بلاشک یہ عدت بدرجۂ اولیٰ ہو گی اور کم سنی کی وجہ سے غیر حائضہ کا حکم واللائی لم یحضن میں بیان کیا گیا ہے جس میں کمسن بھی داخل ہیں اور وہ عورت بھی جو سن بلوغ کو پہنچ گئی۔ مگر حیض ابھی نہیں آیا۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں۔ وان کانت لا تحیض من صغر او کبر فعدتہا ثلثۃ اشہر۔ لقولہ تعالیٰ واللائی یئسن من الایۃ وکذا التی بلغت بالسن ولم تحض باٰخر الایۃ۔ صاحب ہدایہ کی ظاہری عبارت سے اگرچہ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کمسن، کبیر السن کی طرح آیت اللائی یئسن میں داخل ہے۔ لیکن امعان نظر سے دیکھا جائے تو بالغہ بالسن کی طرح کمسن آیت اللائی لم یحضن میں داخل ہے۔ آیت میں لف

Marfat.com

ونشراس کا قرینہ ہے۔

بہرحال مہینوں سے عدت کا ہونا اس کی دلیل ہے کہ قرء سے مراد حیض ہے۔ کیونکہ حیض نہ ہونے کی وجہ سے ہی عدت مہینوں میں تبدیل ہوگئی۔ ورنہ حائضہ کی عدت تو حیض سے شمار ہوتی ہے۔ گویا آزاد عورت جو من نسائکم کا مصداق ہے اس کا ہر مہینہ ایک حیض کے قائم مقام ہوا۔ اسی آئسہ باندی کی عدت ڈیڑھ ماہ ہوگئی۔ کیونکہ حیض میں تو تجزی ممکن نہیں۔ مگر مہینوں میں تجزی ہوسکتی ہے۔ واللائی لم یحضن مبتداء ہے۔ مفسرؒ نے اس کی خبر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ جملہ "فعدتھن ثلثۃ اشھر" کی بجائے مفرد محذوف مانا جائے۔ مثلاً فکذلک یا مثلھن، اور سب سے عمدہ صورت یہ ہے کہ اللائی لم یحضن کو اللائی یئسن پر عطف کیا جائے اور دونوں کی خبر فعدتھن ثلاثۃ اشھر ہے۔

واولات الاحمال۔ یہ مبتدا ہے۔

اجلھن۔ مبتداء ثانی ہے جس کی خبر ان یضعن ہے۔ پھر جملہ مبتداء اول کی خبر ہے۔ اس میں تیسری حالت حاملہ کا بیان ہے۔ عورت آزاد ہو یا باندی، مطلقہ ہو یا متوفی عنہا الزوج ہو چاروں صورتیں اس میں آجاتی ہیں۔ کیونکہ یہ آیت طلاق آیۃ بقرہ والذین یتوفون الخ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ عموم اگرچہ دونوں آیتوں میں ہے۔ لیکن بعد میں نازل ہونے کی وجہ سے آیت طلاق کے عموم کو ترجیح دی جائے گی۔ تاکہ ممکنہ حد تک دونوں آیتوں پر عمل ہوجائے۔ چنانچہ غیر حاملہ کی عدت وفات چار مہینے دس دن ہوگی۔ اور حاملہ کی عدت طلاق و وفات دونوں وضع حمل ہوں گی۔ بیضاویؒ نے اس کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ اول تو اولات الاحمال کا عموم ذاتی ہے۔ اور اذواجا کا عموم عرضی ہے۔ دوسرے آیت طلاق میں حکم معلل ہے برخلاف آیت بقرہ کے۔ نیز سبیعہ بنت الحارث کے شوہر کے انتقال سے چند روز بعد ہی بچہ پیدا ہوگیا۔ تو آنحضرتؐ نے عدت ختم ہونے کا حکم دے دیا۔ چونکہ آیت طلاق مؤخر النزول ہے۔ پس اس کی تقدیم تو تخصیص ہوگی۔ اور آیت بقرہ کی تقدیم عام کی بنا پر خاص ہوگی۔ لہٰذا متفق علیہ ہونے کی وجہ سے پہلی صورت کو ترجیح ہوگی۔ بقول صاحب کشاف وغیرہ ابن مسعودؓ، ابوہریرہؓ کی یہی رائے ہے۔ البتہ حضرت علیؓ، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حاملہ کو عدت وفات وضع حمل اور چار مہینے دس دن میں سے جو مدت طویل ہو وہ گزارنی چاہیئے۔ لیکن صاحب ہدایہؒ کہتے ہیں۔ ان کانت حاملاً فعدتھا ان تضع حملھا لقولہ تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور باندی کا حکم بھی یہی ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علیؓ کے جواب میں فرماتے ہیں۔ من شاء باھلتہ ان سورۃ القصری نزلت بعد الایۃ التی فی سورۃ البقرۃ۔ نیز حضرت عمر فرماتے ہیں۔ لو وضعت وزوجھا علی سریر لا نقضت عدتھا وحل لھا ان تزوج۔ پھر صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔ اذا مات الصغیر من امراتہ ولھا حبلٌ فعدتھا ان تضع حملھا وھذا عند ابی حنیفۃ ومحمد وقال ابو یوسف عدتھا اربعۃ اشھر وعشرًا وھو قال الشافعی لان الحمل لیس بثابت النسب منہ فصار کالحادث بعد الموت لھما اطلاق قولہ تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ اور صاحب ہدایہ فصل نفاس میں لکھتے ہیں۔ ان العدۃ فی النوائب تنقضی بالاخیر من الوالدین اذا الحمل المضاف الیھن اعنی قولہ حملھن یعم الکل۔ غرضیکہ آئسہ، کمسن، بالغہ بالسن کی عدۃ تین ماہ ہونے کا حکم بھی عام ہونا چاہیئے۔ جس میں عدت طلاق اور عدت وفات دونوں آجائیں۔ آئسہ کی عدت وفات تین

Marfat.com

مہینے دس دن ہیں ہماری دلیل آیت حمل ہے۔ یہی رائے ابن مسعودؓ کی ہے۔ آیت حمل خاص نہیں ہے۔ بلکہ سورۂ طلاق میں جن کا ذکر ہے سب کو عام ہے۔ لیکن امام زاہدؒ کی تفسیر سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مطلقہ کی عدت کے ساتھ خاص ہے۔ طلاق ہی کی صورت میں یہ عدت ہوگی۔ اور مطلقہ بھی مدخولہ ہونی چاہیئے اور عدت وفات عام ہے۔ جس میں ذوات الحیض، آئسہ صغیرہ مدخولہ سب داخل ہیں اور حاملہ کی عدت سب سے زیادہ عام ہے۔ جس میں حائضہ، آئسہ، صغیرہ، مدخولہ، غیر مدخولہ عدت وفات، طلاق سب آجاتی ہیں۔ لہٰذا عدت تین طرح کی ہو گئی۔ خاص، عام، اعم۔

اسکنوھن من حیث سکنتم۔ اس آیت میں چند مسائل ہیں:۔

۱۔ عدت طلاق میں سکنیٰ واجب ہے اور وہ حسب حیثیت ہوگا۔ من حیث میں مِنْ تبعیضیہ ہے ای بعض مکان۔ جیسے یغضوا من ابصارھم ای بعض ابصارھم۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ ایک ہی مکان ہو تو اس کے کچھ حصہ میں معتدہ رہ سکتی ہے اور رازی کسائی کی رائے ہے کہ مِنْ صلہ کا ہے۔ یعنی ایک ہی جگہ دونوں کو رہنے کی اجازت ہے۔ الحوفیؒ اور ابو البقاءؒ من ابتدائیہ مانتے ہیں۔ یعنی جس طرح تم رہتے ہو معتدہ کو اسی طرح رکھو۔ من وجدکم صاحب کشاف کے نزدیک من حیث سکنتم کا عطف بیان ہے اور ابو البقاءؒ بدل کہتے ہیں۔ اور من وجدکم میں مِنْ بیانیہ ہے۔ جیسا کہ صاحب کشاف و مدارک کی رائے ہے۔ فخر الاسلام نے اقسام السنہ میں ذکر کیا ہے کہ اس آیت سے سکنیٰ و نفقہ دونوں کا واجب ہونا معلوم ہوا۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔ اذا ادی الرجل المھر اخرجھا حیث شاء ولا یجوز لھا المنع لعموم قولہ اسکنوھن من حیث سکنتم۔ یہ آیت اگرچہ مطلقہ کے بارے میں ہے ..... منکوحہ کے متعلق نہیں ہے۔ تاہم لفظ عام ہے۔ اسی پر عمل کیا جائے گا۔

۲۔ مطلقہ حاملہ کا نفقہ بھی واجب ہے۔ وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن، بچہ کی رعایت کے پیش نظر یہ نفقہ رکھا گیا۔ اسی طرح حنفیہ کے نزدیک مطلقہ رجعیہ، بائنہ کے لیے بھی یہ نفقہ ضروری ہوگا۔ عورت کے محبوس رہنے کی وجہ سے اور للمطلقات متاع بالمعروف کی رو سے۔ اور ان سب کا سکنیٰ بھی ضروری ہوگا۔ لیکن امام مالک، امام شافعی کے نزدیک اس آیت کی رو سے صرف حاملہ کے لیے نفقہ ضروری ہے۔ جیسا کہ بیضاوی اور مدارک اور ہدایہ باب النفقہ میں ہے۔ لیکن حسنؒ کے نزدیک مطلقہ بائنہ کے لیے نہ نفقہ ہے اور نہ سکنیٰ۔

فاطمہ بنت قیس کو طلاق ثلثہ ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لا سکنیٰ لک ولا نفقۃ۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ فرمایا تھا۔ لا ندع کتاب ربنا ولا سنۃ نبینا بقول امرأۃ لا ندری صدقت ام کذبت حفظت ام نسیت۔ سمعت النبیؐ یقول لھا السکنیٰ والنفقہ۔ صاحب کشاف نے کہا ہے کہ چونکہ وہم ہو سکتا تھا کہ کہیں حاملہ کا زمانۂ عدت طویل نہ ہو جائے اور اس کی وجہ سے زائد مدت ساقط ہو جائے۔ اس لیے اللہ نے حاملہ کی قید لگائی، تخصیص مقصود نہیں ہے۔ لیکن حاملہ کی عدت وفات کتنی ہے اس میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت غیر حاملہ پر قیاس کرتے ہوئے کہتی ہے کہ حاملہ کے لیے عدت نہیں ہے۔ اور حضرت علیؓ اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک واجب ہے۔

۳۔ مطلقہ اگر اپنے بچہ کو دودھ پلائے تو فان ارضعن لکم فاٰتوھن اجورھن کی وجہ سے اس کے لیے اجرت ہے۔

Marfat.com

"لینفق ذو سعة" کی وجہ سے امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ نفقہ میں مرد کے حال کی رعایت کی جائے گی۔ زخشریؒ کا قول بھی یہی ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک مرد و عورت دونوں کے حال کی رعایت کی جائے گی۔ خصاف نے اسی کو اختیار کیا ہے اور فتوے بھی اسی پر ہے۔

چنانچہ ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہؓ کو آپ نے یہ کہہ کر اجازت دی تھی۔ خذی من مال زوجك ما یکفیك وولدك جس سے یہ معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے عورت کے حال کی رعایت فرمائی۔ اور آیت کے معنیٰ ہمارے نزدیک یہ ہیں۔ فی الحال مرد کو وسعت کے مطابق مکلف کیا گیا ہے۔ لیکن بقیہ اس کے ذمہ قرض رہے گا۔ صاحب ہدایہ نے باب النفقہ میں ایسے ہی ذکر کیا ہے۔ لیکن صاحب کشاف و مدارک نے مطلقہ اور مرضعہ دونوں کے حق میں عام مانا ہے۔

بہرحال ماں پر بچہ کو دودھ پلانا واجب نہیں ہے۔ باپ کے ذمہ دودھ پلانے والی مقرر کرنا واجب ہے۔ اِلّا یہ کہ باپ محتاج ہو۔ یا بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیئے۔ تو پھر منکوحہ ہونے اور مطلقہ رجعیہ ہونے کی صورت میں اور ایک روایت کے مطابق مطلقہ بائنہ کی صورت میں بھی بلا اُجرت ماں دودھ پلائے۔ البتہ عدت کے بعد اپنے بچہ کو دودھ پلانے اسی طرح دوسری بیوی کا بچہ ہو تو دونوں صورتوں میں اُجرت لے سکتی ہے۔ نیز اُجرت کے سلسلہ میں دوسری عورت کے مقابلہ ماں کو ترجیح دی جائے گی۔ اِلّا یہ کہ وہ زیادہ اُجرت کا مطالبہ کرے اور عدت کے بعد ماں کا مستحق اُجرت ہونا فان ارضعنکم کی فاء سے سمجھ میں ہو رہا ہے۔ کیونکہ وضع حمل کے بعد فاء آئی ہے اور وضع حمل سے عدت ختم ہو جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عدت کے بعد ماں کو اجرت دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ وہ مثل اجنبیہ کے ہو گئی ہے۔ اس سے مطلقاً دودھ پلانے والی کی اُجرت کا جواز نکل آیا۔ البتہ آیت میں لفظاً اجرت ہے۔ اب آیا کھانا کپڑا بھی اُجرت شمار ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظمؒ تو استحساناً اجازت دیتے ہیں۔ لیکن صاحبین قیاس ظاہر کی رُو سے ناجائز کہتے ہیں۔ یہ تفصیل اس وقت ہے جب کہ آیت سورۂ بقرہ وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف کو دودھ پلائی کی اُجرت پر محمول نہ کیا جائے لیکن اگر یہ آیت اُجرت پر محمول کی جائے۔ جیسا کہ فخر الاسلام بزدویؒ وغیرہ کی رائے ہے۔ جس کا ذکر اشارۃ النص کی بحث میں ہے تو پھر امام اعظم کی کھلی دلیل ہو جائے گی۔

دودھ پلائی کی اجرت سے متعلق چند جزئیات یہ ہیں:۔

۱۔ فقہی کتابوں میں صراحت ہے کہ انّا کو بچہ کے نہلانے، کپڑے دھونے، تیل پھلیل اور کھانے کا بندوبست کرنا ضروری ہے اور یہ کلی خرچہ بچہ کے باپ پر ہوگا۔

۲۔ ہاں مدت رضاعت کے بعد بکری وغیرہ کا دودھ پلائے یا غذا وغیرہ کا انتظام کرے تو اس کی ذمہ داری مرد پر نہیں ہوگی۔

۳۔ اور انّا کا شوہر اپنے مکان میں اس سے صحبت کر سکتا ہے۔ بچہ کے باپ کے مکان پر رہتے ہوئے نہیں کر سکتا۔

۴۔ لیکن بچہ کا باپ اگر دودھیاری کے شوہر کو اس کے اپنے مکان پر بھی صحبت کی اجازت نہ دے تو دودھیاری کا شوہر اجارہ کو منسوخ کر سکتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

۵۔ اسی طرح اگر بیمار پڑ جائے یا حاملہ ہو جائے تو بچہ والے بھی اجارہ منسوخ کر سکتے ہیں۔

من قریۃ۔ مجاز مرسل کے طریقہ پر محل بول کر حال مراد لیا گیا ہے۔ اور اعد اللہ لھم کی ضمیر جمع اہل قریہ کی طرف راجع ہوگی۔ ذکرًا رسولًا مفسرؒ نے رسولًا کی دو ترکیبوں میں سے ایک ترکیب بیان کی ہے۔ چنانچہ ان کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ زجاجؒ اور فارسیؒ اس کو ذکرًا مصدر کی وجہ سے منصوب مانتے ہیں۔ جیسے دوسری آیت میں ہے۔ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ یتیمًا۔

۲۔ رسولًا کو بطور مبالغہ ذکر قرار دے کر ذکر سے بدل مانا جائے۔

۳۔ رسولًا بدل ہو ذکرًا سے حذف مضاف کے ساتھ ای انزل و اذکر رسولًا۔

۴۔ رسولًا اس محذوف کی صفت ہو۔

۵۔ رسولًا، ذکرًا سے بدل ہو، حذف مضاف ہو۔ رسولًا میں ای ذکرًا ذا رسول۔ اس صورت میں ذا رسول، ذکرًا کی صفت ہوگی۔

۶۔ رسولًا بمعنیٰ رسالۃ ہو۔ اس صورت میں بغیر تاویل کے رسولًا بدل صریح ہو جائے گا۔ یا بقول فارسیؒ کے بیان بھی ہو سکتا ہے باوجود نکرہ ہونے کے۔ لیکن یتلوا علیکم پر نظر کی جائے تو یہ ترکیب بعید معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ رسالت کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ الّا یہ کہ مجاز اختیار کیا جائے۔

۷۔ جیسا کہ مفسرؒ نے کہا ہے کہ رسولًا فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔

۸۔ رسولًا کو منصوب علی الاغراء کہا جائے ای اتبعوا الذی ھو رسولًا اسی طرح رسولًا کے مصداق میں رائیں مختلف ہیں۔ آنحضرتؐ مراد ہیں یا قرآن کریم یا جبریل امین ہیں۔ زمخشریؒ کے نزدیک رسول ذکر سے بدل ہے۔ مراد جبریل ہیں۔ کیونکہ وہی آیات اللہ تلاوت کرتے ہیں جو انزال ذکر ہے۔

ومن الارض مثلھن۔ عام قراء مثلھن کو منصوب کہتے ہیں۔ سبع سمٰوٰت پر عطف کرتے ہوئے یا فعل محذوف کا مفعول ہو۔ ای خلق مثلھن من الارض اور قراءت شاذہ رفع کی بھی ہے۔ مبتداء و مؤخر مانتے ہوئے۔ من الارض خبر مقدم ہے۔ آسمانوں کے سات ہونے پر تو علماء اسلام کا اتفاق ہے اور یہ کہ سب اوپر نیچے ہیں لیکن زمین کے متعلق جمہور کی رائے تو یہ ہے کہ وہ بھی آسمانوں کی طرح اوپر نیچے سات ہیں اور فاصلے سے ہیں۔ اور سب میں مخلوقات آباد ہیں۔ البتہ دین و اسلام کی دعوت اوپر کے طبقہ پر رہنے والوں سے متعلق ہے۔ آثار و نقلیات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ کا یا آپ کے علاوہ کسی نبی کا نیچے طبقوں کے لیے آنا ثابت نہیں ہے۔ اس طرح اور طبقات میں آفتاب و ماہتاب علیحدہ ہیں یا ان ہی کا نور وہاں پہنچتا ہے؟ علماء دونوں طرف گئے ہیں۔ ضحاک کی رائے ہے کہ یہ سب زمینیں پیاز کے چھلکوں کی طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں۔ اور بعض کی رائے ہے کہ ساتوں زمینیں طبقات کی صورت میں ہیں۔ بلکہ یہی زمین سات ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ان قطعات کے درمیان سمندر اور دریا حائل ہیں اور ان سب پر آسمان تنا ہوا ہے۔ لیکن قرطبیؒ روایات کی بناء پر جمہور کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔

Marfat.com

یتنزل الامر بینھن۔ علامہ بیہقی نے جو ابوالضحیٰ کے طریق سے ابن عباسؓ کا اثر نقل کیا ہے۔ اس کی سند کو بیہقی نے صحیح کہا۔ مگر شاذ بھی کہا ہے کیونکہ ابوالضحیٰ کا متابع نہیں ملا۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اگر اس کی مثل ابن عباس سے ثابت ہو تو کہا جائے گا کہ ممکن ہے انہوں اسرائیلیات سے اس کو لیا ہو گا۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی نے تحذیر الناس میں اس پر بے نظیر کلام فرمایا ہے۔ انہوں نے امام احمد ترمذی کی مرفوع روایات کو ابوہریرہؓ کی وجہ سے زمین کو سات طبقات پر مانا ہے۔ اور یہ کہ جس طرح آسمانوں میں اوپر سے نیچے کو احکام اترتے ہیں۔ اسی طرح زمین کے طبقات میں بھی اوپر کا طبقہ اصل ہے . . . . . .

اور نچلے طبقات تابع ہیں۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ سید السموات السماء التی فیہ العرش و سید الارضین التی انتم علیھا۔ جہاں اس سے آسمانِ اول اور زمین اول کی فضیلت دوسرے آسمانوں اور زمینوں پر ثابت ہو رہی ہے۔ ایسے ہی وہاں کے رہنے والے بھی دوسرے رہنے والوں سے افضل ہوں گے۔ اور اس زمین اول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرکزِ نبوت ہیں اور شریعت اسلامیہ اصولِ شرائع ہے۔ پس آپ اور آپ کی شریعت بھی سب زمینوں پر حاکم رہے گی۔ اور ابن عباسؓ کا اثر اگرچہ تواتر کو نہیں پہنچا اور نہ اس کے مضمون کو اجماعی کہا جاتا ہے تاہم ایسے آثار کا انکار بھی مناسب نہیں۔ جب کہ اس آیت کے الفاظ بھی مشیر ہیں۔ ائمہ حدیث نے اس اثر کی تصحیح کی ہے۔ اور بیہقی نے شاذ کہنے کے باوجود صحیح مانا ہے۔ اس لیے یہ شذوذ باعث طعن نہیں رہتا۔ کیونکہ شاذ کے دو معنے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک ثقہ راوی دوسرے تمام ثقات کے برخلاف کوئی بات کہے۔ دوسرے یہ کہ کسی روایت کا راوی صرف ایک ثقہ شخص ہو۔ چنانچہ یہاں دوسری صورت ہے اور وہ صحیح ہی میں شمار ہوتی ہے۔ پھر اس اثر سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی جلالت اور زیادہ ہو جاتی ہے اس لیے لائق قبول ہے۔

ربط آیات

سورۂ تغابن کے اخیر میں بعض بیویوں اور اولاد کا دینی اعتبار سے دشمن ہونا بتلایا گیا تھا۔ ممکن تھا کہ ان کے حقوق واجبہ ادا کرنے میں اس دشمنی کا خیال کرنے سے کوتاہی ہوتی۔ خاص کر جب مفارقت بھی ہو جائے۔ اس لیے اس سورۂ طلاق میں مطلقہ عورتوں اور شیر خوار اولاد کے احکام سے اس کی تلافی کر دی ہے یعنی جب جدائی کے باوجود عورتوں کے حقوق کی نگہداشت کا حکم ہے تو موافقت کی صورت میں یہ حکم بدرجۂ اولیٰ ہوگا۔ ان احکام ذیل میں چار جگہ چونکہ تقوے کا حکم اور ترغیب ہے۔ اس لیے دوسرے رکوع کا پورا مضمون اس کی تاکید میں ہے۔ اور یہ بھی بتلانا ہے کہ دنیاوی معاملات کی رعایت بھی شریعت میں ضروری ہے۔

شانِ نزول و روایات

امام مالکؒ، شافعیؒ، شیخینؒ، ابوداؤدؒ و ترمذیؒ و نسائیؒ و ابن ماجہؒ وغیرہ سب نے روایت کی ہے کہ ابن عمرؓ نے بحالتِ حیض بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ سے ذکر کیا۔ تو آپؐ نے نہایت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ لیراجعھا ثم یمسکھا حتی تطھر ثم تحیض فتطھر فان بدا لہ ان یطلقھا فلیطلقھا طاھرا قبل ان یمسھا فتلک العدۃ التی امر اللہ ان تطلق لھا النساء۔ پھر آپؐ نے یہ آیت یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء پڑھ کر سنائی اور بعض کہتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے حفصہؓ

Marfat.com

کو طلاق دی یا دینی چاہی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ الا ان یاتین بفاحشۃ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ الفاحشۃ ان تبدوا و المرأۃ علی اھل الرجل فاذا بدت علیھم بلسانھا فقد حل لھم اخراجھا۔ اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ خروجھا من بیتھا قبل انقضاء العدۃ ھو الفاحشۃ بعد ذلک امرا۔ فاطمہ بنت قیس کی طویل روایت ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں۔ انما النفقۃ و السکنیٰ للمرأۃ علی زوجھا ما کانت لہ علیھا رجعۃ اذا لم یکن فلا نفقۃ ولا سکنیٰ۔ لیکن جو حضرات مطلقہ بائنہ اور وفات کے لیے بھی نان نفقہ مانتے ہیں۔ وہ امرًا سے مراد یہ لیتے ہیں کہ شاید منجانب اللہ کوئی خاص حکم یا ناسخ آجائے۔ ومن یتق اللہ۔ عوف بن مالک اشجعیؓ کے صاحبزادہ سالمؓ کو کفار نے گرفتار کر لیا۔ اور حضرت عوفؓ حضورؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور لڑکے کی گرفتاری اور اپنے فاقہ کا حال بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اتق اللہ واکثر لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔ چنانچہ عوفؓ نے تعمیل ارشاد کی۔ یہ ابھی اپنے مکان میں تھے کہ ان کے صاحبزادہ سالمؓ نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے دیکھا تو اس کے ساتھ سو اونٹ بھی تھے۔ ہوا یہ کہ دشمن کی نظر بچا کر سو اونٹ سمیت بھاگ آئے۔

ان ارتبتم۔ عدتین کی ایک جماعت نے ابی ابن کعب سے تحریج کی ہے کہ عورتوں کی عدت سے متعلقہ سورت بقرہ کی آیات جب نازل ہوئیں تو اہل مدینہ نے کہا کہ بعض عورتیں ابھی رہ گئی ہیں۔ جن کے احکام معلوم نہیں ہوئے۔ مثلاً چھوٹی بڑی عورتیں جن کو حیض نہیں آتا اور حاملہ عورتیں ان کے متعلق قرآن نازل نہیں ہوا تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ اسی لیے ان ارتبتم سے شروع کیا۔ ورنہ اس کا مفہوم مراد نہیں ہے۔

حتی یضعن حملھن۔ اسی نفقہ کے خاص حاملہ کے لیے مخصوص ہونے پر ائمہ ثلاثہ فاطمہ بنت قیس کی روایت پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے لیس علیہ نفقۃ فرما دیا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ نفقہ صرف حاملہ کے لیے ہے۔ لیکن حنفیہ اس روایت کو مخدوش مانتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے خدشہ ظاہر کیا ہے اور آیت میں قید حمل احترازی نہیں ہے۔

ومن الارض مثلھن۔ عن ابی ھریرۃ قال بینما نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس و اصحابہ اذ اتی علیھم سحاب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل تدرون ما ھذا؟ قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال ھذہ العنان ھذہ روایا الارض یسوقھا اللہ الی قوم لا یشکرونہ ولا یدعونہ ثم قال ھل تدرون ما فوقکم قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال فانھا الرقیع سقف محفوظ و موج مکفوف ثم قال ھل تدرون ما بینکم و بینھا قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال بینکم و بینھا خمس مائۃ عام ثم قال ھل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال سماء ان بعد ما بینھما خمس مائۃ سنۃ ثم قال کذلک حتی عد سبع سموات ما بین کل سمائین ما بین السماء و الارض ثم قال ھل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال ان فوق ذلک العرش وبینہ و بین السماء بعد ما بین السمائین ثم قال ھل تدرون ما الذی تحتکم قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال انھا الارض ثم قال ھل تدرون ما تحت ذلک قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال ان تحتھا ارضا اخری بینھما مسیرۃ خمس مائۃ سنۃ حتی عد سبع ارضین بین کل ارضین مسیرۃ خمس مائۃ سنۃ ثم قال والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی

Marfat.com

الارض السفلیٰ لهبط علی الله ثم قرأ هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم (احمد، ترمذی) عن ابن عباس ان الله خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کادمکم ونوح کنوحکم وابراهیم کابراهیمکم وعیسیٰ کعیسیٰکم ونبی کنبیکم (درمنثور)

تشریح

یا ایها النبی، نبی کو مخاطب بنا کر ساری امت سے خطاب ہے۔

احکامِ طلاق و عدّت

۱۔ اگر کسی ضرورت یا مجبوری سے ان بیویوں کو طلاق دینے لگو جو مدخولہ (حقیقی یا حکمی ہوں) تو انہیں زمانۂ عدت یعنی حیض سے پہلے ایسے طہر میں طلاق دو جس میں صحبت نہ ہوئی ہو (عندالاحناف) یا یہ معنیٰ ہیں۔ ابتداء عدت یعنی طہر میں طلاق دو (عندالشوافع)۔

۲۔ اور عدت کو یاد رکھو۔

۳۔ اللہ سے ڈرتے رہو یعنی طلاق اور عدت خلافِ شرع صورتیں اختیار نہ کرو۔

۴۔ زمانہ نکاح کی طرح زمانۂ عدت میں بھی عورتوں میں رہنے دو۔ باہر مت نکالو۔

۵۔ عورتیں خود بھی نہ نکلیں۔ بلکہ حق شرع سمجھ کر عدت گھر میں بسر کریں۔

۶۔ ہاں اگر بدکاری، چوری وغیرہ کریں تو سزا کے لیے نکالی جا سکتی ہیں۔ یا بقول بعض اگر زبان درازی کریں اور ہر وقت رنجش و تکرار رکھیں تو نکال دینے کی اجازت ہے۔

۷۔ جو اس کی خلاف ورزی کرے گا۔ ظالم گنہگار ہوگا۔

۸۔ طلاق کے بعد شاید اللہ بہتر صورت نکال دے۔ اس میں طلاق رجعی کے بہتر پہلو کی طرف توجہ دلا کر رجعت کی ترغیب ہے۔

۹۔ عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کرنا چاہو تو جائز ہے۔

۱۰۔ چھوڑنا مصلحت ہو تو خوبصورتی سے شرعی دستور پر عورت کو رخصت کر دو۔ مطلب یہ ہے کہ جاہلیت کے طریقہ پر عورت کو آدھ میں لٹکی ہوئی مت چھوڑ دو۔

۱۱۔ دونوں صورتوں میں دو معتبر آدمیوں کی گواہی کرا لو۔

۱۲۔ گواہوں کو چاہیئے کہ بلا رو و رعایت ٹھیک ٹھیک گواہی دیں۔

۱۳۔ اللہ اپنے سے ڈرنے والوں کو اُخروی اور دنیوی نقصان سے بھی بچا لیتا ہے اور انہیں رزق ایسی جگہ سے فراہم کر دیتا ہے جہاں ان کا وہم و گمان بھی نہ ہو۔ اُخروی ضرر سے بچانا یہ کہ اسے عذاب سے نجات ہو جائے۔ اور رزق اخروی جنت اور نعمائے جنت ہیں اور دنیوی ضرر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ضرر حسّی جو اکثری ہوتا ہے۔ اس کا دفعیہ یہ ہے کہ وہ بلا ٹل جائے۔ اور رزقِ حسی کی فراغت ہو جائے۔ دوسرے باطنی طور پر ضرر دفع ہو جائے کہ اس

Marfat.com

بلا پر صبر ہو جائے کہ یہ بھی نجات ہے اس کے اثر سے۔ اور قلیل رزق پر قناعت ہو جائے کہ یہ بھی اثر سکون و طمانیت کے لحاظ سے رزق حسی ہی کے حکم میں ہے اور اس کو لا یحتسب اس لیے کہا کہ حصول طمانیت و سکون کا ظاہری ذریعہ تو فراوانی رزق ہوا کرتا ہے۔ مگر قناعت سے سکون حاصل ہو جانا خارج از گمان ہے۔

۱۴۔ اور تقوے کا ایک شعبہ توکل ہے۔ جو اللہ پر توکل کرے گا (اس کا اثر یہ ہے کہ اللہ اس کے لیے سب مہمات میں کافی ہو جائے گا۔ یعنی اصلاح مہمات کے لئے کافی ہونے کا اثر خاص ظاہر فرماتا ہے۔ ورنہ اللہ کا کافی ہونا تو سارے عالم کے لئے عام ہے نیز یہ اصلاح مہمات بھی عام ہے۔ خواہ حسی طور پر ہو یا باطنی ہو۔ کیونکہ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اور اس نے ہر چیز کا ایک انداز مقرر کر رکھا ہے چنانچہ اصلاح مہمات کا وقت اور انداز بھی اسی کے ارادہ اور حکمت پر ہے۔

۱۵۔ مطلقہ بیویوں میں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں۔ اگر تمہیں ان کی مدت کی تعیین میں شبہ ہو جیسا کہ تمہارے پوچھنے سے معلوم ہو رہا ہے تو ان کی مدت تین مہینے ہے۔

۱۶۔ اسی طرح جن بیویوں کو کمسنی کی وجہ سے ابھی حیض نہیں آیا تو ان کی عدت بھی تین مہینے ہے۔

۱۷۔ حاملہ بیویوں کی عدت بچہ پیدا ہو جانا ہے۔ بچہ مکمل ہو یا ناقص، حتیٰ کہ ایک انگلی ہی سہی۔

۱۸۔ مطلقہ عورتوں کو اپنی مقدور کے مطابق رہائش کی جگہ بھی جہاں تم رہتے ہو۔ البتہ مطلقہ بائنہ ہونے کی صورت میں شوہر بیوی کے درمیان حائل کا ہونا ضروری ہے۔

۱۹۔ ان کو تنگ کر کے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

۲۰۔ مطلقہ بیویاں اگر حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک ان کو نان نفقہ کا خرچہ دو۔ اور بچہ جننے کی قید حاملہ کے لیے لگانا اس لیے ہے کہ غیر حاملہ بیویوں کا خرچہ تین حیض یا تین مہینے کا ہوگا۔ اور اس تخصیص ذکری کا نکتہ یہ ہے کہ ممکن ہے ابتداء حمل میں طلاق ہوئی ہو تو بچہ پیدا ہونے کی مدت تین حیض یا تین مہینے کی نسبت غالباً زیادہ ہوگی اور اتنے دنوں کا خرچہ نفس پر شاق ہوا کرتا ہے۔ اس لیے اس کو صراحۃً فرما دیا اور مطلقاً مطلقات کے لیے نفقہ و سکنیٰ حنفیہ کا مسلک ہے۔ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک مطلقہ بائنہ غیر حاملہ کے لیے نہ نفقہ ہے اور نہ سکنیٰ۔ ان کے نزدیک اسکنوھن کی ضمیر مطلقہ رجعیہ کی طرف راجع ہے۔ اگرچہ "ان کن اولات حمل" کی ضمیر ان کے نزدیک بھی مطلقاً مطلقات کی طرف راجع ہیں کیونکہ حنفیہ کے نزدیک "اسکنوھن" کے علاوہ سب ضمیر مطلقاً مطلقات کی طرف راجع ہیں کیونکہ خود اسکان کا حکم رجعیہ کے مرجع ہونے کا قرینہ ہے۔

۲۱۔ مطلقہ بیویاں خواہ پہلے سے بچہ والی ہوں یا بچہ ہونے سے ان کی عدت ختم ہوئی ہو۔ وہ اگر بچہ کو دودھ پلائیں تو ان کو اجرت دینی چاہیئے۔

۲۲۔ دودھ پلائی کی اجرت باہمی مشورہ سے طے کر لی جائے۔ کیونکہ بچہ دونوں کا ہے۔ دونوں ہی کے پیش نظر اس کی مصلحت ہونی چاہیئے۔

۲۳۔ لیکن اگر اجرت کے معاملہ میں باہمی کشمکش ہو تو پھر دوسری کوئی عورت دودھ پلائے گی یعنی دوسری آنا تلاش کر لو۔

Marfat.com

اس خبر سے مقصود حکم ہے اور اس میں مرد کو کم اجرت دینے پر عتاب ہے کہ یہاں دوسری عورت دودھ پلائے گی، آخر وہ بھی تو اجرت مانگے گی مفت دودھ نہیں پلائے گی۔ پھر کیوں نہ ماں کو پوری اُجرت دے دو۔ اسی طرح عورت کو زیادہ اجرت طلب کرنے پر عتاب ہے کہ تو اگر سخرے کرتی رہے گی تو دوسری عورت موقعہ سے فائدہ اٹھالے گی۔ اس لیے تو ہی کیوں گراں بنتی ہے۔

۲۴۔ دودھ پلائی کی اجرت اور خرچہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق ادا کرے گا۔ امیر ہو تو امیرانہ، اور غریب ہو تو غریبانہ۔

مذکورہ احکام کی علّت

آیت لاتدری میں جس طرح طلاق رجعی کی ترغیب کا پہلو ہے۔ اسی طرح آیت کے بعید احکام کی علت بھی ہے۔ خواہ صراحۃً، خواہ اشارۃً۔ مثلاً عدت کی نگہداشت کی علت تو اس طرح ہے کہ عدت یاد نہ رہی تو رجعت کیسے کرے گا۔ اور اس سے فائدہ کیسے اُٹھائے گا۔ علیٰ ہذا دفعۃً تین طلاق نہ دینے کی علت اس طرح ہے کہ اگر طلاق متفرق طور پر دے گا تو رجعت کی گنجائش رہے گی۔ اور دفعۃً تینوں طلاق دے ڈالنے سے یہ مصلحت ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح حالتِ حیض میں طلاق نہ دینے کی علت اس طرح ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق کا سبب ممکن ہے۔ نفرت طبعی ہے۔ اور جب حالتِ طہر میں وہ نفرت چلی جائے گی اور نکاح میں رکھنے کا ارادہ ہو گا تو خواہ مخواہ اپنی حماقت پر حسرت و ندامت ہو گی۔ اور گو بحالتِ حیض طلاق دینا رجعت کے لیے مانع نہیں ہے۔ لیکن اس طرح حسرت سے تو بچاؤ رہے گا۔ علیٰ ہذا زمانۂ عدت میں گھر سے نہ نکالنے کی علت اس طرح ہو گی۔ کہ بعض دفعہ گھر سے نکال دینے کی صورت میں رجعت کرنے یا دوبارہ نکاح کرنے میں طبعاً رکاوٹ ہو جاتی ہے۔ اور اس میں دونوں یا ایک کا نقصان ہے۔ اسی طرح خود عورت کے گھر سے نہ نکلنے کی علت اس طرح ہے کہ بعض دفعہ مرد کی نفرت عورت کے نکل جانے سے بڑھ جاتی ہے۔ لیکن ایک جگہ رہنے میں ممکن ہے مرد کو رجعت یا دوبارہ نکاح کرنے کا خیال پیدا ہو جائے۔ غرضیکہ لعل اللہ الخ کی حکمت سب عورتوں کو شامل ہے۔

وکاین من قریۃ۔ شرعی احکام کی بالخصوص عورتوں سے متعلق ہدایات کی پابندی کرو۔ اگر نافرمانی کرو گے۔ تو یاد رہے کہ کتنی ہی بستیاں اللہ کی نافرمانی کا خمیازہ بھگت چکی ہیں۔ ہم نے ان کی سرکشی پر سختی سے جائزہ لیا۔ اور ان کو ایسی آفت میں پھنسایا جو آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

ذکراً رسولاً۔ ذکر اگر بمعنیٰ ذاکر ہو تو خود رسول مراد ہوں گے۔

زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات ہیں۔

ومن الارض مثلھن۔ یہ سات زمینیں ممکن ہے نظر آتی ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ نظر نہ آتی ہوں۔ مگر لوگ ان کو کواکب سمجھتے ہوں۔ جیسا کہ آج کل مریخ وغیرہ کی نسبت سائنسدانوں کا گمان ہے کہ اس میں پہاڑ، دریا، آبادیاں ہیں۔ باقی احادیث میں جو ان زمینوں کا اس زمین کے نیچے ہونا آیا ہے ممکن ہے کہ وہ بعض حالات کے لحاظ سے ہو اور بعض حالات میں وہ زمینیں اوپر دکھائی دیتی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

یتنزل الامر۔ عالم کے انتظام و تدبیر کے لیے اللہ کے احکام تکوینیہ و تشریعیہ آسمانوں اور زمینوں میں اترتے رہتے ہیں۔

ابن عباسؓ کی موقوف روایت سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم و آدم کادم کے اشکالات میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کی سہل ترین توجیہ صاحب روح المعانی نے ان الفاظ سے فرمائی ہے۔ والمراد ان فی کل ارض خلقا یرجعون الی اصل واحد رجوع بنی آدم فی ارضنا الی آدم علیہ السلام وفیہم افراد ممتازون علی سائرھم کنوح وابراھیم وغیرھما فینا۔ اور غالباً اس کے مشکل ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ کو یہ فرمانا پڑا۔ لو حدثکم بتفسیرھا لکفرتم وکفرتم بتکذیبکم بھا (درمنثور)

اس سے زیادہ سمجھنے کی عام لوگوں میں چونکہ استعداد نہیں ہوتی۔ اس لیے نہ عوام کو اس میں پڑنا چاہیئے اور نہ خواص کے بارے میں بدگمانی کرنی چاہیئے۔ اور چونکہ بقول صاحب روح المعانی بعض نے اس حدیث کو موضوع شمار کیا ہے۔ اس لیے اہل علم کے لیے بھی زیبا نہیں کہ وہ اس حدیث کے مضامین میں عوام پر زور دیں جب کہ اس کی صحت ہی پہلے سے مختلف رہی ہے اور اس سورت کی آیات تقوے میں ایک بلیغ ربط یہ ہے کہ اول اتقوا اللہ میں حکم ہے۔ پھر ومن یتق اللہ دنیوی اُخروی برکات کے لیے جامع ہے اور ومن یتق اللہ یجعل لہ میں دنیوی برکات کا اور ومن یتق اللہ یکفر الخ میں اُخروی برکات کا ذکر ہے۔ گویا پہلے اجمال ہوا پھر تفصیل۔ وان اللہ قد احاط۔ یعنی اللہ کی صفات علم و قدرت کے اظہار کے لیے یہ سارا تکوینی تشریعی نظام پھیلایا ہے۔ بقیہ صفات الٰہی انہی دو مرکزی صفتوں کے گرد گھومتی ہیں۔ صوفیا رجو کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف بیان کرتے ہیں۔ وہ اگرچہ محدثین کے نزدیک صحیح حدیث نہیں ہے۔ تاہم اس آیت کے مضمون سے ماخوذ ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

لطائف سلوک

لاتدری۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کام کی مختلف شقوں میں اگر مختلف مصلحتیں ہوں تو کسی قطعی فیصلہ میں جلدی نہ کرے۔ اس میں مرید سے قطع تعلق بھی داخل ہے۔ اسی طرح اسباب معاش کا یا اہل وطن سے تعلق کا چھوڑنا بھی اس میں داخل ہے۔

ومن یتق اللہ۔ تقویٰ کی ان برکات کا اہل طریق ہر وقت مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

وأتمروا بینکم بمعروف۔ عورت سے ناقص العقل ہونے کے باوجود مشورہ کرنے میں ان کی دلجوئی ہے اور بعض دفعہ ناقص سے بھی کامل رائے مل جاتی ہے۔ پس یہ دونوں ہی پہلو اہل طریق کی عادت اور مطلوب میں داخل ہیں۔

وان تعاسرتم سے معلوم ہوا کہ نہ خود ایسی تنگی میں پڑے اور نہ دوسرے کو ڈالے جس سے اپنی یا دوسرے کی آزادی میں خلل پڑے۔ اہل طریق اس کا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔

قد انزل اللہ الیکم ذکرا الخ۔ رسولاً اگر ذکراً کی صفت ہو تو بطور سابقہ دونوں میں اتحاد ہوا۔ جس سے معلوم ہوا کہ شیخ کی صحبت اور گفتگو، ذکر کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ بالواسطہ وہ بھی ذکر ہے۔

Marfat.com

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ اِثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ مِنْ اَمَتِكَ مَارِيَةَ
الْقِبْطِيَّةَ لَمَّا وَاقَعَهَا فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ وَكَانَتْ غَائِبَةً فَجَاءَتْ وَشَقَّ عَلَيْهَا كَوْنُ ذٰلِكَ فِيْ
بَيْتِهَا وَعَلٰى فِرَاشِهَا حَيْثُ قُلْتَ هِيَ حَرَامٌ عَلَيَّ تَبْتَغِيْ بِتَحْرِيْمِهَا مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ اَيْ
رِضَاهُنَّ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ غَفَرَ لَكَ هٰذَا التَّحْرِيْمَ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ شَرَعَ لَكُمْ تَحِلَّةَ
اَيْمَانِكُمْ ۚ تَحْلِيْلَهَا بِالْكَفَّارَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِيْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ وَمِنَ الْاَيْمَانِ تَحْرِيْمُ الْاَمَةِ
وَهَلْ كَفَّرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُقَاتِلٌ اَعْتَقَ رَقَبَةً فِيْ تَحْرِيْمِ مَارِيَةَ وَقَالَ الْحَسَنُ لَمْ يُكَفِّرْ
لِاَنَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ نَاصِرُكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ وَاذْكُرْ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ
اَزْوَاجِهٖ هِيَ حَفْصَةُ حَدِيْثًا ۚ هُوَ تَحْرِيْمُ مَارِيَةَ وَقَالَ لَهَا لَا تُفْشِيْهِ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ عَائِشَةَ
ظَنًّا مِنْهَا اَنْ لَا حَرَجَ فِيْ ذٰلِكَ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ اَطْلَعَهٗ عَلَيْهِ عَلَى الْمُنَبَّاُ بِهٖ عَرَّفَ بَعْضَهٗ
لِحَفْصَةَ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ تَكَرُّمًا مِنْهُ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ
نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ اَيِ اللّٰهُ اِنْ تَتُوْبَآ اَيْ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ
مَالَتْ اِلٰى تَحْرِيْمِ مَارِيَةَ اَيْ سِرُّكُمَا ذٰلِكَ مَعَ كَرَاهَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ وَذٰلِكَ
ذَنْبٌ وَجَوَابُ الشَّرْطِ مَحْذُوْفٌ اَيْ تُقْبَلْ وَاُطْلِقَ قُلُوْبٌ عَلٰى قَلْبَيْنِ وَلَمْ يُعَبِّرْ بِهٖ لِاسْتِثْقَالِ
الْجَمْعِ بَيْنَ تَثْنِيَتَيْنِ فِيْمَا هُوَ كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ وَاِنْ تَظٰهَرَا بِاِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الْاَصْلِ
فِي الظَّاءِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِدُوْنِهَا فَتَعَاوَنَا عَلَيْهِ اَيِ النَّبِيِّ فِيْمَا يَكْرَهُهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ فَصْلُ مَوْلٰهُ
نَاصِرُهٗ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ مَعْطُوْفٌ عَلٰى مَحَلِّ اِسْمِ اِنَّ فَيَكُوْنُوْنَ
نَاصِرِيْهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ بَعْدَ نَصْرِ اللّٰهِ وَالْمَذْكُوْرِيْنَ ظَهِيْرٌ ○ ظُهَرَاءُ اَعْوَانٌ لَهٗ فِيْ

marfat.com
Marfat.com

نَصِيْرِهٖ عَلَيْكُمَا عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَيْ طَلَّقَ النَّبِيُّ اَزْوَاجَهٗ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ خَبَرُ عَسٰى وَالْجُمْلَةُ جَوَابُ الشَّرْطِ وَلَمْ يَقَعِ التَّبْدِيْلُ لِعَدَمِ وُقُوْعِ الشَّرْطِ

مُسْلِمٰتٍ مُّقِرَّاتٍ بِالْاِسْلَامِ مُّؤْمِنٰتٍ مُّخْلِصَاتٍ قٰنِتٰتٍ مُّطِيْعَاتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ صَآئِمَاتٍ اَوْ مُهَاجِرَاتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ بِالْحَمْلِ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ الْكُفَّارُ وَالْحِجَارَةُ كَاَصْنَامِهِمْ مِنْهَا يَعْنِيْ اَنَّهَا مُفْرِطَةُ الْحَرَارَةِ تَتَّقِدُ بِمَا ذُكِرَ لَا كَنَارِ الدُّنْيَا تُتَّقَدُ بِالْحَطَبِ وَنَحْوِهٖ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ خَزَنَتُهَا عِدَّتُهُمْ تِسْعَةَ عَشَرَ كَمَا سَيَاْتِيْ فِي الْمُدَّثِّرِ غِلَاظٌ مِّنْ غِلْظِ الْقَلْبِ شِدَادٌ فِي الْبَطْشِ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ بَدَلٌ مِّنَ الْجَلَالَةِ اَيْ لَا يَعْصُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ تَاْكِيْدٌ وَالْاٰيَةُ تَخْوِيْفٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ الْاِرْتِدَادِ وَلِلْمُنَافِقِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ دُوْنَ قُلُوْبِهِمْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ يُقَالُ لَهُمْ ذٰلِكَ عِنْدَ دُخُوْلِهِمُ النَّارَ اَيْ لِاَنَّهٗ لَا يَنْفَعُكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اَيْ جَزَاءَهٗ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نُّصُوْحًا ۚ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَضَمِّهَا صَادِقَةً بِاَنْ لَّا يُعَادَ اِلَى الذَّنْبِ وَلَا يُرَادُ الْعَوْدُ اِلَيْهِ عَسٰى رَبُّكُمْ تَرَجِّيَةٌ تَقَعُ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ بَسَاتِيْنَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ بِاِدْخَالِ النَّارِ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ اَمَامَهُمْ وَيَكُوْنُ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ مُسْتَاْنِفٌ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمُنَافِقُوْنَ يُطْفَى نُوْرُهُمْ وَاغْفِرْ لَنَا ۚ رَبَّنَآ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ بِالسَّيْفِ وَالْمُنٰفِقِيْنَ بِاللِّسَانِ وَالْحُجَّةِ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ بِالْاِنْتِهَارِ وَالْمَقْتِ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ هٰى ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ

Marfat.com

لُوطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فِي الدِّيْنِ اِذْ كَفَرَتَا وَكَانَتِ امْرَاَتُ
نُوْحٍ وَّاسْمُهَا وَاهِلَةُ تَقُوْلُ لِقَوْمِهٖ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ وَّامْرَاَةُ لُوْطٍ وَّاسْمُهَا وَاعِلَةُ تَدُلُّ عَلٰى اَضْيَافِهٖ اِذَا
نَزَلُوْا بِهٖ لَيْلًا بِاِيْقَادِ النَّارِ وَنَهَارًا بِالتَّدْخِيْنِ فَلَمْ يُغْنِيَا اَيْ نُوْحٍ وَلُوْطٍ عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَذَابِهٖ
شَيْئًا وَّقِيْلَ لَهُمَا ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ ○ مِنْ كُفَّارِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّقَوْمِ لُوْطٍ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اٰمَنَتْ بِمُوْسٰى وَاسْمُهَا اٰسِيَةُ فَعَذَّبَهَا فِرْعَوْنُ بِاَنْ اَوْتَدَ وقف لازم
يَدَيْهَا وَرِجْلَيْهَا وَاَلْقٰى عَلٰى صَدْرِهَا رَحًى عَظِيْمَةً وَّاسْتَقْبَلَ بِهَا الشَّمْسَ فَكَانَتْ اِذَا تَفَرَّقَ
عَنْهَا مَنْ وُّكِّلَ بِهَا ظَلَّلَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ اِذْ قَالَتْ فِيْ حَالِ التَّعْذِيْبِ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي
الْجَنَّةِ فَكَشَفَ لَهَا فَرَاَتْهُ فَهَانَ عَلَيْهَا التَّعْذِيْبُ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَتَعْذِيْبِهٖ
وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ اَهْلِ دِيْنِهٖ فَقَبَضَ اللّٰهُ رُوْحَهَا وَقَالَ ابْنُ كَيْسَانَ رُفِعَتْ اِلَى
الْجَنَّةِ حَيَّةً فَهِيَ تَاْكُلُ وَتَشْرَبُ وَمَرْيَمَ عَطْفٌ عَلٰى امْرَاَةِ فِرْعَوْنَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْ
اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا حَفِظَتْهُ فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا اَيْ جِبْرِيْلُ حَيْثُ نَفَخَ فِيْ جَيْبِ دِرْعِهَا
بِخَلْقِ اللّٰهِ فِعْلَهُ الْوَاصِلَ اِلٰى فَرْجِهَا فَحَمَلَتْ بِعِيْسٰى وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا بِشَرَائِعِهٖ وَ
كُتُبِهٖ الْمُنَزَّلَةِ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ مِنَ الْقَوْمِ الْمُطِيْعِيْنَ ۔

سورۂ تحریم مدنیہ ہے جس میں ۱۲ آیات ہیں ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ اے نبی! اللہ نے جس چیز کو آپ کے لیے حلال کیا ہے آپ اس کو کیوں حرام فرماتے ہیں (یعنی ماریہ قبطیہ جو آپؐ کی حرم ہیں۔ حفصہؓ کی عدم موجودگی میں آپ نے ان سے زن و شوئی کے معاملات کر لیے۔ جب وہ آئیں اور دیکھا کہ یہ سب کچھ ان کے گھر اور بستر پر ہوا تو انہیں گراں گزرا۔ اس لیے آپ نے ان کو خوش کرنے کے فرمادیا کہ ماریہ مجھ پر حرام ہیں، آپ (اس کو حرام کر کے) اپنی بیویوں کی خوشنودی (رضامندی) حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (آپ کا یہ حرام کرنا بھی ہم نے معاف کر دیا) اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے قسموں کا کھولنا مقرر (مشروع) فرمایا ہے (سورۂ مائدہ والا کفارہ ادا کر کے قسمیں کھولی جا سکتی ہیں۔ حرم کو حرام کرنا بھی اس قسم میں داخل ہے۔ کیا آنحضرتؐ نے کفارہ ادا فرمایا؟ مقاتل فرماتے ہیں کہ ماریہ کے سلسلہ میں آپ نے غلام آزاد فرمایا۔ اور حسن کہتے

Marfat.com

ہیں کہ کفارہ نہیں دیا۔ کیونکہ آپ کے لیے معافی ہو چکی) اور اللہ تمہارا کارساز (مددگار) ہے اور وہ بڑا جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے اور (یاد کرو) جب کہ پیغمبر نے اپنی بیوی (حفصہؓ) سے ایک بات چپکے سے فرمائی (ماریہؓ کو حرام کر لینا۔ اور یہ کہ اس کو کسی سے کہنا مت) سو پھر جب۔ اس بیوی نے وہ بات بتلا دی (عائشہؓ کو۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس میں کیا حرج ہے) اور پیغمبر کو اللہ نے اس (خبر) پر مطلع (آگاہ) کر دیا تو پیغمبرؐ نے (حفصہؓ کو) تھوڑی سی بات تو بتلا دی اور تھوڑی سے (مروت میں) ٹال گئے۔ سو پیغمبر نے جب اس بیوی کو وہ بات جتلائی۔ تو بیوی کہنے لگی کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ کو بڑے جاننے والے بڑے خبر رکھنے والے (اللہ) نے خبر کر دی ہے۔ اے دونوں بی بیو! (حفصہؓ و عائشہؓ) اگر تم اللہ کے آگے توبہ کر لو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں (ماریہؓ کے حرام کر دینے کی جانب یعنی آنحضرتؐ نے اس تحریم کر باوجود ناگوار سمجھنے کے تم دونوں کو چپکے سے بتلا دیا۔ اور یہ کوتاہی ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ یعنی دونوں کی توبہ اللہ قبول فرمالے گا اور قلبین کی بجائے قلوب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جو لفظ ایک کلمہ کے حکم میں ہو اور اس میں دو جمع کا اکٹھا ہونا دشوار ہوتا ہے) اور اگر تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں (تظاھرا کی اصل تتظاھرا جس میں تائے ثانیہ کو ظا میں ادغام اور ایک قراءت میں بغیر ادغام ہے۔ تم دو بیویاں ایک دوسرے کی تائید کرتی رہیں) پیغمبر کے مقابلہ میں (اس کی مرضی کے خلاف) تو اللہ ہی (ھو ضمیر فصل ہے) پیغمبر کا رفیق (مددگار) ہے اور جبریل اور نیک بندے ہیں۔ (یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ۔ اس کا عطف اسم ان کے محل پر ہے۔ یعنی یہ سب پیغمبر کے مددگار ہیں) اور ان کے علاوہ فرشتے (اللہ اور جبریل صالح المومنین کی مدد کے علاوہ) مددگار ہیں (ظھیر بمعنی ظھراء۔ تم دونوں بیویوں کے مقابلہ میں۔ ان کی مدد حضور کو حاصل رہے گی) اگر پیغمبر عورتوں (اپنی بیویوں) کو طلاق دے دیں تو بہت جلد بدل دے گا (تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں قراءتیں ہیں) تم سے اچھی بیویاں (عسیٰ کی خبر ہے۔ اور جملہ جواب شرط ہے اور چونکہ شرط نہیں پائی گئی اس لیے تبدیلی کی نوبت بھی نہیں آئی) جو اسلام والیاں (اسلام کا اقرار کرنے والی) ایمان والیاں (اخلاص والی) فرمانبرداری کرنے والیاں (اطاعت گزار) توبہ کرنے والیاں عبادت گزار روزہ رکھنے والیاں (روزہ دار یا ہجرت کرنے والیاں) ہوں گی۔ کچھ بیوائیں، کچھ کنواریاں، اے ایمان والو! تم بچاؤ خود کو اور اپنے گھر والوں کو (اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر آمادہ کر کے) اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی (کافر) اور پتھر ہیں (جیسے پتھروں کے بت، یعنی وہ آگ انتہائی گرم ہو گی جو ان چیزوں سے دھونکائی جائے گی۔ دنیا کی آگ کی طرح نہیں ہو گی جو لکڑیوں وغیرہ سے دہکتی ہے) جس پر فرشتے ہیں (جہنم پر مامور فرشتے جن کی تعداد سورۂ مدثر میں انیس آ رہی ہے) جو تند خو (سخت مزاج) مضبوط (پکڑ میں) ہیں۔ جس بات کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اس میں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے (مآمر، اللہ سے بدل ہے۔ یعنی حکم الٰہی سے باہر نہیں ہوتے) اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجا لاتے ہیں (یہ جملہ تاکید ہے اس میں مسلمانوں کو مرتد ہونے سے ڈرانا ہے۔ اور منافقین کو بھی ڈرانا ہے جو دل سے نہیں، صرف زبان سے ایمان ظاہر کرتے ہیں) اے کافرو! آج تم عذر مت کرو (کافروں سے دوزخ میں ڈالنے کے وقت یہ کہا جائے گا۔ یعنی معذرت کا اب کوئی فائدہ نہیں ہے) پس تم کو تو اس کی سزا مل رہی ہے۔ جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو (نصوح فتحہ نون کے ساتھ

Marfat.com

اور ضمہ نون کے ساتھ۔ بمعنی صادقہ کہ پھر نہ وہ قصور کرے اور نہ اس کا ارادہ ہو) امید ہے (جو پوری ہو کر رہے گی) کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں پہنچائے گا۔ ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس دن کہ اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا (دوزخ میں لے جا کر) نبی کو اور ان کے ساتھی مسلمانوں کو۔ ان کا نور ان کے سامنے (آگے) دوڑتا ہو گا اور ان کے داہنے۔ یوں دعا کرتے ہوں گے (جملہ مستانفہ ہے) اے ہمارے پروردگار ہمارے لیے ہمارے اس نور کو اخیر تک رکھیے (جنت میں جانے تک، اور منافقین کا نور گل ہو جائے گا) اور ہماری مغفرت فرما دیجئے (ہمارے پروردگار) آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے نبی! کفار سے (تلوار کے ذریعہ) اور منافقین سے (زبان اور دلیل سے) جہاد کیجئے اور ان پر (ڈانٹ ڈپٹ کر) سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور وہ بُری جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کا حال بیان فرماتا ہے۔ وہ دونوں عورتیں۔ ہمارے خاص بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں۔ سو ان دونوں عورتوں نے ان دونوں خاوندوں کے ساتھ خیانت کی (بلحاظ دین کے کہ دونوں کافر ہو گئیں۔ نوح کی بیوی جس کا نام واعلہ تھا اپنی قوم سے کہنے لگی کہ نوح تو دیوانہ ہے۔ اور لوط کی بیوی جس کا نام واعلہ تھا۔ رات کو آنے والے مہمان کی اطلاع اپنی قوم کو آگ جلا کر اور دن کو آنے والے مہمان کی اطلاع دھواں کر کے کر دیا کرتی تھی) سو وہ دونوں نیک بندے (نوح و لوط) اللہ کے (عذاب کے) مقابلہ میں ان کے ذرا کام نہ آسکے۔ اور حکم ہو گیا (ان دونوں بیویوں کے لیے) کہ اور جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں جاؤ (یعنی قوم نوح و لوط کے اور کافروں کے ساتھ) اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے فرعون کی بیوی کا حال بیان کرتا ہے (جو موسےٰ پر ایمان لائی تھیں جن کا نام آسیہ تھا۔ فرعون نے اس کو چوبیس کے سزا دی اور ان کی چھاتی پر ایک بڑا پتھر بھاری رکھوا دیا۔ اور اُن کو دھوپ میں ڈال دیا۔ چنانچہ جب وہاں سے سنتری ہٹتے تو فرشتے سایہ کر کے کھڑے ہو جاتے) جب کہ اس بی بی نے (سزا کی حالت میں) دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار میرے لیے جنت میں، اپنے قرب میں مکان بنائیے (چنانچہ جنت ان پر منکشف ہو گئی جسے دیکھ انہیں سزا ہلکی معلوم ہونے لگی) اور مجھ کو فرعون سے اور اس کی کاروائی (سزا) سے محفوظ رکھیے اور مجھ کو تمام ظالموں سے محفوظ رکھیے (جو فرعون کے طریقہ پر ہیں۔ چنانچہ اللہ نے ان کی روح قبض کر لی۔ اور ابن کیسان کہتے ہیں کہ وہ زندہ اُٹھا لی گئیں۔ وہ کھاتی پیتی ہیں) اور مریم کا حال بیان کرتا ہے (اس کا عطف امرأۃ فرعون پر ہے) جو عمران کی بیٹی تھی جنہوں نے اپنی ناموس کو محفوظ (برقرار) رکھا۔ سو ہم نے ان کے چاک گریبان میں اپنی روح پھونک دی (یعنی جبریل نے ان کے گریبان میں پھونک ماری اللہ کے حکم سے جبریلی پھونک کا اثر رحم میں پہنچا جس سے عیسیٰ رحم میں ٹھہر گئے) اور مریم نے اپنے پروردگار کے پیغامات (احکامات شرع) کی اور اس کی کتب (منزلہ) کی تصدیق کی اور وہ اطاعت کرنے والوں (فرمانبردار لوگوں) میں سے تھیں۔

تحقیق و ترکیب

ماریہ قبطیہ۔ مقوقس شاہ مصر نے آنحضرتؐ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی تھی۔ انہی کے بطن سے صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوئے۔

تحلۃ ایمانکم۔ فقہاء نے اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسی مباح چیز کو حرام کر لینا قسم ہے۔ جس کے لیے

marfat.com
Marfat.com

کفارہ ہوتا ہے۔ چونکہ حلال چیز کو حرام کر لینا غلطی تھی۔ اس لیے واللہ غفور رحیم فرمایا۔ اور بعض نے اس کے معنی یہ لیے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے قسم سے بچنے کا ایک راستہ پیدا کر لیا کہ اگر کوئی انشاء اللہ کے ساتھ حلف کرلے تو حلف منعقد نہیں ہوتا۔ اس سے بھی حلال کو حرام کر لینے سے یمین کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ الفاظ استثناء کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ حانث نہیں ہوا جیسا کہ مدارک میں ہے۔ لہٰذا قاضی بیضاویؒ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حرام کرنے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمین کا لفظ بھی فرمایا تھا۔ اس لیے یمین ہوئی۔ صرف تحریم سے یمین نہیں ہوئی۔ وجہ اس کے غیر صحیح ہونے کی یہ ہے کہ آیت میں تحریم کو یمین کہا گیا ہے۔ اس طرح قاضی کا یہ فرمانا بھی صحیح نہیں رہا کہ کفارہ واجب ہونے سے یمین ہونا لازم نہیں آتا۔ وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے صرف کفارہ کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ اس پر یمین کا لفظ فرمایا ہے۔ اور غور سے دیکھا جائے تو قاضی کے ان دونوں کلاموں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

صاحب کشاف نے حلال کو حرام کرنے کی تفصیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کوئی کھانے کو حرام کرے گا تو قسم کھانا کھانے پر محمول ہوگی۔ اور باندی کو حرام کر لینے کو اس سے صحبت پر محمول کیا جائے گا اور بیوی کو حرام کرنے سے ایلاء ہو جائے گا جب کہ کوئی اور نیت نہ ہو۔ لیکن اگر ظہار کی نیت سے کہا تو طلاق بائنہ سمجھی جائے گی۔ اور دو یا تین طلاقوں کی نیت سے کہا تو وہی نیت معتبر ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میں نے جھوٹ کہا تھا تو دیانۃً صحیح سمجھا جائے گا۔ البتہ قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔ اور اگر یہ کہا کہ سب حلال چیزیں مجھ پر حرام ہیں تو اس کو صرف کھانے پینے پر محمول کیا جائے گا۔ جب کہ کسی اور چیز کی نیت نہ ہو۔ ورنہ جو نیت کرے گا تو اسی کا اعتبار ہوگا۔ امام اعظمؒ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا یا حرام کو حلال کرنا یمین ہے۔ چنانچہ بہت سے صحابہؓ سے یہی منقول ہے۔ صاحب ہدایہ باب الایلاء میں لکھتے ہیں۔ اذ قال لامرأته انت علی حرام فان قال اردت الکذب فهو کما قال وقیل لا یصدق فی القضاء وان قال اردت الطلاق فهی تطلیقة بائنة الا ان ینوی الثلث وان قال اردت الظهار فهو ظهار الا عند محمد وان قال اردت التحریم ولم یرد شیئا فهو ایلاء ومنهم من یصرف لفظ التحریم الی الطلاق من غیر نیة بحکم العرف۔

اسی طرح فقہاء نے یہ بھی فرمایا کہ کسی مباح چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا بھی یمین ہے جس پر کفارہ واجب ہے۔ کیونکہ مباح کو حرام کرنے سے اس کی ضد کا واجب ہو جانا لازم کہلاتا ہے۔ اگرچہ اس میں قسم کا لفظ نہ بولا جائے۔ کیونکہ یہ یمین ہے۔ اور یمین اگر گناہ پر ہو تو اس سے بچنا اور اس پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ اور گناہ نہ ہو تو اس کو کرنا ضروری اور اس کے خلاف کرنے پر کفارہ لازم ہے۔ برخلاف امام شافعیؒ کے وہ تحریم حلال کو یمین نہیں سمجھتے۔ البتہ بیوی کو حرام کر لینے کی صورت میں کفارہ واجب ہو جاتا ہے اور اگر حرام کرنے سے طلاق کی نیت کرے تو طلاق رجعی سمجھی جائے گی۔

اور حضرت علیؓ کے نزدیک تین طلاقیں اور زیدؓ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ اور حضرت عثمانؓ کے نزدیک ظہار ہو گا۔ اور مسروقؒ و شعبیؒ کے نزدیک اس پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔ آیت لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم اور آیت لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال وهذا حرام کی وجہ سے۔ شوافع کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ کفارہ لازم ہونے سے یمین ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ممکن ہے حضورؐ نے یمین کا لفظ فرمایا ہو۔ چنانچہ عبدالرزاقؒ شعبیؒ سے نقل کرتے ہیں۔

Marfat.com

وحلف بیمین مع التحریم فعاقبۃ اللہ فی التحریم وجعل لہ کفارۃ ایمین۔

لیکن قتادہؒ کے قول سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ حرمھا فکانت یمیناً۔ الفاظ قرآنیہ حنفیہ کی تائید کرتے ہیں۔ اور ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ ان کے پاس ایک صاحب آئے اور انہوں نے کہا۔ جعلت امرأتی علی حرام تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ تجھ پر بڑا کفارہ غلام کا آزاد کرنا ہے۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور نذر کا حکم یہ ہے کہ اگر گناہ کی نذر مانی ہے تو اس کو کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس پر کفارہ بھی لازم نہیں ہوگا۔ ہاں اگر گناہ کے علاوہ کسی اور کام کی نذر کی تو اس کا کرنا لازم ہوگا۔ اور اس کی خلاف ورزی سے کفارہ آجائے گا۔ اور اگر نذر و یمین دونوں کسی نے کیں۔ تو پھر اس کے مقتضی پر عمل واجب ہو جائے گا۔

واللہ غفور رحیم۔ یعنی کفارہ امت کی تعلیم کے لیے ہے آپ کو کفارہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن بعض کی رائے ہے۔ کہ آپ نے کفارہ ادا فرمایا۔

اسر النبی۔ ماریہؓ کے حرام کر لینے کو رازدارانہ طور پر آپ نے کہا تھا اور بعض کی رائے ہے کہ آنحضرتؐ نے دونوں کے والد کے خلیفہ ہونے کی بشارت دی تھی۔

فلما نبأت بہ۔ مفسرؒ نے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ اول مفعول کی طرف خود اور دوسرے مفعول کی طرف حرف جر کے ذریعہ متعدی۔ کبھی تخفیفاً حرف جار حذف بھی ہو جاتا ہے اور مفعول اول بھی قرینہ لفظیہ کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ اس آیت میں یہ تینوں استعمال موجود ہیں۔ چنانچہ نبأت بہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے مگر اول مفعول محذوف ہے اور مفعول ثانی مجرور بالباء ہے۔ ای نبأت بہ غیرھا اور فلما نبأھا بہ میں دونوں مفعول موجود ہیں اور من انبأک ھذا میں بھی دونوں موجود ہیں۔ مگر جار محذوف ہے

اظھرہ اللہ علیہ علی النبأ بہ سے مراد حفصہؓ کو ماریہؓ کے حرام ہونے کی خبر ہے۔

واعرض عن بعض۔ اس سے مسئلہ خلافت بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا افشار باعث فتنہ نہ ہو جائے۔ اس لیے اس پر عتاب ہوا۔

فقد صغت۔ فا تعلیلیہ ہے۔ ای ان تتوبا الی اللہ لاجل الذنب الذی صدر منکما وھو انہ قد صغت۔

وذلک ذنب۔ یعنی حضور ماریہ کے حرام کرنے کو اگرچہ ناپسند فرماتے تھے۔ مگر دونوں بیویوں سے اس کو چھپنے سے فرمایا۔ پس اس کی خلاف ورزی گناہ ہے۔ جواب شرط کے متعلق خطیب کی رائے ہے کہ محذوف میں قرینہ کی وجہ سے ای ان تتوبا کان خیراً لکما اور قلبا کما کی بجائے قلوبکما چونکہ سہل ہے اس لیے عربی مذاق کی رعایت کی گئی ہے۔ حقیقۃً اگرچہ یہ ایک کلمہ نہیں ہے۔ لیکن مضاف، مضاف الیہ کا جزو ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو حکماً ایک کلمہ کہا گیا۔

تظٰھرا ابو عمرؒ، ابن کثیرؒ، نافعؒ، ابن عامرؒ کے نزدیک یہ لفظ بغیر تشدید کے پڑھا گیا ہے۔

وجبریل۔ لعل اسم ان پر عطف بعض نسخات کا مذہب ہے اور جبریل مبتداء صالح المومنین معطوف ہے اور ظھیر سب کی خبر ہو سکتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ھو مولاہ۔ سب کے ساتھ لگایا جائے گا۔

ظہیر۔ بروزن فعیل اس میں واحد وغیرہ یکساں ہیں۔

صالح المومنین۔ کے اضافہ میں آنحضرتؐ کی توقیر اور مسلمانوں کی تالیف مقصود ہے۔

عسیٰ ربہ۔ لفظ اگر ترجی کے لیے ہو تو یہ شبہ ہوگا کہ آنحضرتؐ نے جب طلاق نہیں دی تو یہ خبر غلط ہوگئی۔ حاصل جواب یہ ہے کہ خبر شرط پر معلق تھی۔ پس نہ شرط ہوئی اور نہ خبر۔ دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عسیٰ تخویف کے لیے ہے۔

سٰئِحٰت۔ ابن عباسؓ اس کے معنی روزہ دار کے فرماتے ہیں۔ کیونکہ سائح کہتے ہیں جس کے پاس زاد نہ ہو۔ چنانچہ وہ زاد آنے تک رُکا رہتا ہے۔ روزہ دار کا حال بھی افطار تک رُکے رہنے کا ہے۔

نصوحًا۔ اکثر قراء کے نزدیک فتحہ نون کے ساتھ ہے۔ شکور کی طرح مبالغہ کے لیے ہے یعنی پُرخلوص دعا۔ اور ضمہ نون کے ساتھ مصدر ہے۔ دونوں متواتر قراءتیں ہیں۔ اخفش اس کے معنی صادق کے لیتے ہیں۔ روح البیان میں ہے۔ رجلٌ صبورٌ شکورٌ ای بالغ فی النصح۔ قاشانی فرماتے ہیں کہ تقوے کی طرح توبہ کے بھی مراتب ہیں۔ تقوے کا اول مرتبہ منکرات شرع سے بچنا اور آخری درجہ انانیت سے خالی ہو جانا ہے۔ اسی طرح توبہ کا اول درجہ گناہوں سے باز آجانا اور آخری درجہ وجود کے گناہ سے نکل جانا جو اہل تحقیق کے نزدیک سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ توبہ نصوح کے لیے تین شرطیں ہیں۔ فعل پر ندامت فعل کا ترک آئندہ نہ کرنے کا عزم۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ سے منقول ہے۔ التوبۃ النصوح ان یتوب العبد من العمل السیئ ثم لا یعود الیہ ابدًا۔ اور ابن عباسؓ سے موقوف و مرفوع روایت بھی یہی ہے۔ ممکن ہے تیسری شرط خواص کی توبہ ہی ہو تاکہ اہلسنت کے اس مسلک کے خلاف نہ ہو کہ توبہ کے لیے ندامت اور نہ کرنے کا عزم شرط ہے۔

معتزلہ کے نزدیک توبہ کے لیے شرط ہے مظالم کا رد اور آئندہ کے لیے اس گناہ کا ترک اور ندامت کا تسلسل۔ اور یہ اہلسنت کے نزدیک واجب نہیں۔ جیسا کہ شرح مواقف میں ہے۔ اور حسنؒ کہتے ہیں کہ توبۃ النصوح ھی ان یکون العبد نادمًا علی ما مضیٰ مجمعًا علی ان لا یعود فیہ۔

ابن مسیب کہتے ہیں۔ توبۃ تنصحون انفسکم عسیٰ ربکم۔ عسیٰ توقع کے لیے ہے۔ لیکن واجب الوقوع ہے۔ کیونکہ کریم کا اطماع متیقن ہوتا ہے۔

والذین اٰمنوا۔ اگر اس کا عطف النبی پر ہے تو معہ پر وقف کیا جائے گا۔ اور نورھم یسعیٰ جملہ مستانفہ ہو جائے گا یا حال ہوگا۔ یا الذین اٰمنوا جملہ مبتداء اور نورھم الخ اس کی خبر ہے۔

اتمم لنا۔ اتمام سے مراد جنت میں جانے تک دوام ہے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ منافقین کا نور بجھنے پر مومنین ڈر کر یہ دعا کریں گے۔

والمنافقین۔ ضرورت کے وقت منافقین کے ساتھ جہاد بالسیف کی بھی اجازت ہے۔

فخانتاھما۔ مفسرؒ نے فی الدین کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ خیانت سے زنا مراد نہیں ہے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ما زنت امرأۃ نبی قط چنانچہ اذ کفرتا تفسیری عبارت خانتا کی علت ہے۔ یعنی کفر کی وجہ سے دینی خیانت کی۔

Marfat.com

فنفخنا فیہ۔ نفخ فرج سے مراد نفخ جیب ورع ہے۔ جیسے مفسرؒ نے اشارہ اور دوسرے حضرات نے تصریح کی ہے۔ اور بقاعی فرج حقیقی مراد لیتے ہیں۔ پھر تاویل کی ضرورت نہیں رہتی۔

بخلق اللہ۔ اس کا تعلق نفخنا سے ہے بخلقنا کہنا چاہیئے تھا۔

من القنتین۔ چونکہ ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ اس لیے صلحا کا گھرانہ سمجھا جاتا تھا اور جمع مذکر لانے میں نکتہ یہ ہے کہ طاعتِ الٰہی میں مردوں سے کم نہیں تھیں۔

ربط آیات

سورۂ طلاق کی طرح سورۂ تحریم میں بھی عورتوں سے متعلق مضامین ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ اس میں عام عورتوں کے احکام تھے اور اس میں خاص عورتوں کے۔ نیز پہلی سورت میں طلاق پر مرتب ہونے والے احکام کا بیان تھا اور اس میں ازواجِ مطہرات کو طلاق سے ڈرانا ہے اور جس طرح پہلی سورت کے اخیر میں اطاعت کی عام قید تھی۔ اسی طرح اس سورت میں ازواج کے خطاب کے بعد عام طور پر رجوع الی اللہ کی تاکید ہے۔ اس طرح دونوں سورتوں کے سب اجزاء باہم متناسب ہو گئے۔

شانِ نزول و روایات

مفسر نے ماریہ قبطیہؓ کے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے تفصیلی روایت یہ ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہ فلما کان یوم حفصۃ اساذنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی زیارۃ ابیہا فاذن لہا فلما خرجت ارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جاریتہٗ مادیۃ القبطیۃ فادخلہا بیت حفصۃ فوقع علیہا فلما رجعت حفصۃ وجدت الباب مغلقا فجلست عند الباب فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووجہہ یقطر عرقا وحفصۃ تبکی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یبکیک فقالت انما اذنت لی من اجل ذلک ادخلت امتک بیتی ثم وقعت علیہا فی یومی علی فراشی اما رأیت لی حرمۃ وحقا ما کنت تصنع ہذا بامراۃ منہن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیس ہی جاریتی قد احلہا اللہ لی فہی حرام علی التمس بذلک رضاک فلا تخبری بہذا امراۃ منہن فلما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرعت حفصۃ الجدار الذی بینہا وبین عائشۃ فقالت الا ابشرک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد حرم علیہ امتہ مادیۃ وان اللہ قد اراحنا منہا واخبرت عائشۃ بما رأت فلم تکثر فطلقہا رسول اللہ علیہ وسلم بطریق الجزاء علی افشاء سرہ۔ یہاں تک تو روح البیان، خطیب وغیرہ کا بیان تھا آگے خطیب کی عبارت مختلف ہو گئی۔ اس میں یہ ہے۔ واخبرت عائشۃ فلم یزل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی حلف ان لا یقربہا ای المادیۃ۔ خطیب کی عبارت تو مفسر کی مؤید ہے کہ ماریہؓ کی حرمت مراد ہے اور اسی سے رجعت کا حکم ہے۔ لیکن روح البیان کا بیان مفسر کے برعکس ہے۔ اس سے حفصہؓ کی حرمت و رجعت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے۔ انہ ﷺ کانت لہ امۃ یطأ فلم تزل بہ حفصۃ وعائشۃ حتی حرمہا فانزل اللہ یا ایہا النبی۔

لیکن تفسیراتِ احمدیہ میں واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے۔ انہ علیہ السلام خلا بمادیۃ فی یوم عائشہ وعلمت

marfat.com
Marfat.com

لا بذلك حفصة فقال لها اكتمي علي وقد حرمت مارية على نفسي وابشري ان ابا بكر وعمر يملكان بعدي
به مرأتي فاخبرت به عائشة وكانتا متصادقتين فنزلت وقيل انه عليه السلام دخل يوما على حفصة يكرم
بيوتها وكان عمر مريضا فذهبت لعيادة ابيها على مافي الحيني اولتاتي الطعام منه الى رسول الله صلعم على ما
ارتي الزاهدي فطلب عليه السلام مارية القبطية في مكانهما ولما علمت ذلك ثقل عليها فحرمها لاجلها وبشرها
بخلافة الشيخين فارضا منا بذلك واستكتمها فلم تكتم فطلقها واعتزل نساءه ومكث تسعا وعشرين ليلة في بيت
المارية فنزل جبريل وقال راجعها فانها صوامة وانها لمن نساءك في الجنة هكذا في الكشاف والمدارك او
ان طلقها ولكن اشتكى منها هكذا في الزاهدي وقد ذكر هو في هذا المقام وجوها شتى وقصصا
مختلفة وحكايات طويلة۔

لیکن صحیح بخاری کی روایت اس سلسلہ میں دوسری ہے۔ عن جابر انه ﷺ كان يمكث عند زينب بنت جحش
ويشرب عندها عسلا فواطئت به عائشة وحفصة فقلن له انا نشم منك ريح المغافير نحرم العسل فنزلت
يا ايها النبي الخ

امام نسائیؒ فرماتے ہیں۔ حدیث عائشة في العسل في غاية الجودة وحديث مارية لم يات من طريق جيد۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ الصحيح انما في قصة العسل لا في قصة مارية المروي في غير الصحيحين فانها
جاءت من طريق صحيح۔

تفسیرات احمدیہ میں اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ ان النبي صلى الله عليه وسلم كان احب العسل فاذا دخل
على زينبؓ يوما قربته شرابا يطيبها واقام عنده بين ايدي رسول الله صلى الله عليه وسلم فشربه واحسن عليه فثقلت
تلك الحالة على بعض الازواج اعني عائشةؓ وحفصةؓ وغيرهما فحلفت بانه اذا دخل علينا عليه السلام
نقول له شاهدنا منك ريح المغافير فلما دخل عليهن عليه السلام قلن يا رسول الله شاهدنا منك ريح المغافير فقال عليه
السلام ما شربت المغافير ولكن شربت العسل في بيت زينبؓ فقال حرمت نحلة الفرظ حرمت العسل على نفسي فالله
لا اكلوا فانزلت على ما قالوا وقيل شراب العسل عند الحنفية فواطات عائشة سودة وصفية فقلن له انا نشم منك ريح
المغافير الا صرح به في البيضاوي۔ بہت ممکن ہے کہ یہ سب واقعے ہوئے ہوں اور بعد میں یہ آیات نازل ہوئیں
ہوں۔

فخانتاهما ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ خيانة امرأة نوح قولها انه مجنون وخيانة امرأة لوط دلالتها على ضيفه۔

کلبیؒ کہتے ہیں۔ اسرتا النفاق واظهرتا الايمان۔

امرأة فرعون ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ ان فرعون وتد لامرأته اربعة في يديها ورجليها فكانوا اذا تفرقوا اظلتها
الملائكة۔ دوسری روایت ہے۔ ان فرعون وتد لامرأته اوتادا اوضعتها على صدرها رحى واستقبل بها
عين الشمس فرفعت رأسها الى السماء فقالت رب ابن لي عندك بيتا في الجنة فخرج الله بها عن بيتها

Marfat.com

فی الجنة۔ اور سلیمان کی روایت ہے۔ کانت امرأة فرعون تعذب فاذا انصرفوا عنها اظلتها الملائكة باجنحتها وكانت ترى بيتها في الجنة۔

اور حسن بن کیسان کہتے ہیں۔ دفعت الى الجنة وهي حية تاكل وتشرب۔

تشریح

آنحضرتؐ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ عصر کے بعد سب ازواج کے ہاں تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے۔ ایک روز حضرت زینبؓ کے ہاں کچھ دیر لگی۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے شہد پیش کیا تھا۔ اس کے نوش فرمانے میں وقفہ ہوا۔ پھر کئی روز یہی معمول ہوا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے مل کر تدبیر کی۔ کہ آپؐ وہاں شہد پینا چھوڑ دیں۔ چنانچہ آپؐ نے چھوڑ دیا۔ اور حفصہؓ سے فرمایا کہ میں نے زینبؓ کے ہاں شہد پیا تھا۔ مگر اب قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ نہیں پیوں گا۔ نیز یہ خیال فرما کر کہ زینبؓ کو اس کی اطلاع ہوگی تو خواہ مخواہ دلگیر ہوں گی۔ حفصہؓ کو منع کر دیا کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ کرنا۔ اسی قسم کا قصہ ماریہ قبطیہؓ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ جو آپؐ کی حرم اور صاحبزادہ ابراہیم کی والدہ تھیں۔ اس میں بھی آپؐ نے بقسم بیویوں کو مطمئن کر دیا۔ اور حفصہؓ کو منع کر دیا کہ دوسروں کے سامنے اس کا اظہار مت کرنا۔ مگر حضرت حفصہؓ نے یہ بات حضرت عائشہؓ سے ٹپک دی۔ آپؐ نے حفصہؓ کو بلا کر فرمایا کہ تم نے عائشہؓ سے یہ بات کیوں کہہ دی۔ حالانکہ میں نے منع کر دیا تھا۔ اور وہ متعجب ہو کر بولیں۔ آپؐ سے کس نے کہا۔ شاید عائشہؓ کی طرف خیال کیا ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے۔

قسم کا حکم تحلّة ایمانکم۔ حلال اور مباح چیز کو مباح سمجھتے ہوئے اپنے اوپر پابندی عائد کر لینا کہ میں اس کام کو نہیں کروں گا، تحریم حلال ہے۔ اگرچہ یہ پابندی صحیح مصلحت کی بنا پر ہو تو شرعاً جائز ہے، منع نہیں ہے۔ مگر حضورؐ کی رفعت کے شایانِ شان نہیں تھی۔ کیونکہ اس میں بعض ازواج کی خوشدلی مزاج کی خاطر آئندہ امت کے لیے ایک اسوہ قائم ہوتا تھا۔ جو تنگی کا موجب ہوتا۔ اس لیے تنبیہ فرمادی کہ بیویوں کے ساتھ بیشک خوش اخلاقی کی ضرورت ہے۔ مگر اس حد تک نہیں کہ ایک جائز چیز سے محروم ہو جائیں۔ خیر اس خلافِ اولیٰ بات کو ہم معاف کیے دیتے ہیں۔

پہلی شریعتوں میں اس کا خلافِ اولیٰ نہ ہونا آیت کل الطعام الخ پارۂ لم تحرم میں گزر چکا ہے۔ اور تحریم حلال کے اقسام و احکام آیت لا تحرموا طیبات سورۂ مائدہ میں گزر چکے ہیں۔ اور آپؐ نے فرمایا ہوگا۔ کہ میں اپنے اوپر شہد کو حرام کرتا ہوں۔ یا فرمایا ہوگا کہ واللہ میں شہد نہیں پیوں گا۔ بہرصورت یہ قسم ہے۔ اور چونکہ اس کا اثر تحریم ہے۔ یعنی اس سے بچنا ضروری، اس لیے اس کو تحریم سے تعبیر فرما دیا جس پر کفارہ ہے۔ چنانچہ آپؐ نے غلام آزاد فرما دیا۔

آنحضرتؐ کی مروّت عرف بعضه واعرض عن بعض۔ یعنی آپؐ کی غایت کرم اور اخلاق کی بات ہے کہ خلاف ورزی پر بیوی کی شکایت بھی کرنے بیٹھے تو آدھی بات کی اور

marfat.com
Marfat.com

آدمی کو گول کر گئے کہ شرمندگی اور خجالت زیادہ ہوگی۔ بس کچھ کہا اور کچھ نہیں کہا۔ تاکہ وہ سمجھیں کہ بس آپ کو اتنے ہی کی خبر تھی ہوگی تو شرمندگی کم ہوگی۔ اور بیویوں کو سنا دیا کہ وہ محجوب ہو کر تائب ہوں۔ پس جو بات اللہ و رسول نے ٹلا دی، ہم کیا جانیں؟ اسی لیئے ٹلا دی کہ بے ضرورت چھیڑ نہ ہو۔ تاکہ اور لوگ بُرا نہ مانیں۔ خلافت کا مضمون جو بعض روایات میں آیا ہے وہ بعض شیعہ حضرات نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس لیے خلافت بلا فصل کے معاملہ میں۔ انہیں محجوج ہونا چاہیئے۔

ان تتوبا الی اللہ۔ حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کو فرمایا گیا کہ تمہارے دل اعتدال سے ہٹ کر ایک طرف کو ڈھلک گئے تھے۔ یعنی یہ کہ دوسری بیویوں سے ہٹا کر آپ کو اپنا ہی بنالیں۔ ہر ایک بیوی کی یہی تمنا تھی۔ کہ وہ زائد از زائد حضورؐ کی توجہات کا مرکز بن کر دارین کی برکات حاصل کرلیں۔ حبِ رسول اگرچہ نہایت مستحسن چیز ہے۔ لیکن اس طور پر نہیں کہ دوسروں کے حقوق تلف ہو جائیں۔ اور دوسروں کے دل ٹوٹیں۔ کہ یہ چیزیں قبیح ہیں اور قبیح کا ذریعہ بھی قبیح ہوتا ہے۔ مرد کے لیے یہ موقعہ تحمل و تدبر اور خوش اخلاقی کے امتحان کا نازک ترین موقعہ ہوتا ہے۔ حضورؐ اس نازک موقعہ پر بھی اسی عنیر متزلزل ثبات قدمی کے ساتھ جمے رہے۔ جس کی توقع سید الانبیاءؐ کی سیرت پاک سے ہو سکتی تھی۔ غرضیکہ اس لحاظ سے ازواج کو تنبیہ فرمائی گئی۔ کہ محبت میں اعتدال ملحوظ رکھو اور بے اعتدالی سے پرہیز کرو۔

گھر یُو نازک پیچیدگیاں

والف۔ تظاھرا علیہ۔ خاوند بیوی کے معاملات بعض مرتبہ ابتداءً بہت معمولی نظر آتے ہیں۔ لیکن ذرا باگ ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو آخر کار نہایت خطرناک اور تباہ کن صورت اختیار کرتے ہیں۔ خصوصاً عورت اگر کسی اونچے گھرانہ سے تعلق رکھتی ہو تو اس کو طبعاً اپنے باپ بھائی خاندان پر بھی گھمنڈ ہو سکتا ہے۔ اس لیے متنبہ فرما دیا کہ دیکھو اگر تم اس طرح کی کارروائیاں اور مظاہرے کرتی رہیں۔ تو یاد رکھو ان سے پیغمبر کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا۔ اللہ، فرشتے، نیک بندے، ایمان دار لوگ جس کے رفیق کار ہوں اس کے سامنے کوئی انسانی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ ہاں تمہیں ضرر پہنچنے کا امکان ہے۔ اور بعض اسلاف نے صالح المومنین کا مصداق ابوبکرؓ و عمرؓ کو کہا ہے۔ شاید صاحبزادیوں کی مناسبت سے ہو۔ انہیں ہی سے ہر ایک کی رفاقت حسب مراتب ہوگی۔ حق تعالیٰ کی رفاقت تو حقیقی ہے اور جبریل کی رفاقت واسطۂ فیض ہونے کی وجہ سے اور فرشتوں کی رفاقت سکینہ نازل کرنے کے اعتبار سے ہے اور مومنین کی رفاقت تابع ہونے کے لحاظ سے۔

عسیٰ ربہ ان طلقکن۔ یعنی یہ وسوسہ دل میں نہ لانا کہ آخر مردوں کو بیویوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں۔ اس لیے مجبوراً ہماری باتیں سہی جائیں گی۔ یاد رکھو اللہ چاہے تو پیغمبر کے لیے تم سے بہتر بیویاں پیدا کردے۔ اس کے یہاں کس چیز کی کمی ہے۔ ثیبات کا ذکر اس لیے کر دیا کہ بعض مرتبہ بعض مصالح کے لحاظ سے ان کو غیر شادی شدہ پر ترجیح دی جاتی ہے اور خیراً منکن سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالفعل ازواج سے بہتر کچھ عورتیں نہیں۔ ہاں اگر تبدیلی کی نوبت آتی تو اللہ تعالیٰ بہتر بیویاں دے سکتا تھا۔

یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے گھر والوں کو دین کی راہ پر لائے۔ سمجھا کر، ڈرا کر، پیار

Marfat.com

سے، مار سے، جس طرح ہو سکے۔ دیندار بنائے اس پر بھی اگر وہ راہِ راست پر نہ آئیں تو ان کی کمبختی ہے۔ یہ بے قصور ہے۔
ملائکۃ غلاظ۔ یعنی جہنم پر ایسے فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔ نہ کسی پر رحم کھا کر چھوڑیں اور نہ کوئی ان کی زبردست گرفت سے چھوٹ کر بھاگ سکے۔ وہ نہ حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ سستی اور نہ ہی وہ اس کی تعمیل سے عاجز ہیں۔

نادر تحقیق

توبۃً نصوحًا۔ صدق دلی سے توبہ یہ ہے کہ دل میں پھر اس گناہ کا خیال نہ رہے۔ اگر توبہ کے بعد اپنی خرافات کا خیال پھر آیا تو سمجھو کہ توبہ میں کچھ کسر رہ گئی۔ اور گناہ کی جڑ دل سے نہیں نکلی۔ گناہ چھوڑنے کے پختہ ارادہ میں تحقیق یہ ہے کہ دوبارہ گناہ کرنے کا ارادہ نہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن دل میں اگر گناہ خطور کرے تو قدرت ہوتے ہوئے پھر گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ بھی ضروری ہے۔ البتہ اگر قدرت نہ ہو تب بھی یہ ارادہ ضروری ہے کہ اگر قدرت ہوگی تب بھی گناہ نہیں کروں گا۔ اور دوزخ سے بچنے میں صرف توبہ کا ذکر اس لیے ہے کہ معصوم کے علاوہ کون ہے جس سے گناہ سرزد نہ ہو۔ اس لیے توبہ کی حاجت زیادہ عام ہوئی۔ اور چونکہ طاعت نہ کرنا معصیت ہے اور توبہ میں ترکِ معصیت ضروری ہے۔ پس اس عموم میں فعل طاعت بھی آگیا۔ اس طرح یہ حکم طاعت بجالانے اور گناہ سے بچے رہنے کو عام ہوگیا۔

والذین اٰمنوا۔ یعنی نبی کا کہنا ہی کیا۔ اللہ ان کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہیں کرے گا۔ بلکہ اعزاز و اکرام سے نوازا گیا۔ یہاں صرف مسلمانوں کو اطمینان دلانا ہے۔ پیغمبر کا ذکر یقین کی تقویت کے لیے ہے۔ نبی جیسے نبی کا رسوا نہ ہونا یقینی ہے ایسا ہی مسلمانوں کی رسوائی نہ ہونا بھی یقینی ہے اور رسوائی سے خاص کفر کی رسوائی مراد ہے۔ آیت ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین کی رو سے۔ اسی طرح مومنین سے مطلق مومن مراد ہے اور یہ عام رسوائی قیامت میں ہوگی۔ اس لیے قیامت کی تخصیص کردی۔

ربنا اتمم۔ قیامت میں ہر مومن کو کچھ نہ کچھ نُور عطا ہوگا۔ منافقین کا نُور جب گُل ہونے لگے گا۔ تب مومنین یہ دُعا کریں گے کہ اے اللہ نُورِ ایمان اخیر تک رکھیئے۔ یا یہ معنیٰ ہیں کہ نورِ ایمان دل میں ہے۔ دل سے بڑھے تو سارے بدن میں سرایت کرے اور گوشت پوست میں رچ جائے۔ اور یہ اتمام نُور سب مومنین کے لیے عام ہے اور اس سے گنہ گار مسلمانوں کا دوزخ میں نہ جانا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ نورِ ایمان کے رہتے ہوئے بھی گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جانا ممکن ہے۔ رہا یہ شبہ کہ پھر نُور باقی رہنے یا گل نہ ہونے سے کیا فائدہ؟ سو اول تو حکم ہے۔ کہ وہ نُور اصل میں ان کے ایمان کی صورت مثالیہ ہو اور اس نُور کا باقی رہنا وجودِ ایمان کے لوازم میں سے ہے اور لوازم میں غایت کا سوال ہی زائد ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس نُور سے انسیت ہونا بھی اس کی غایت ہے۔ یعنی کفار کی طرح گنہگار مسلمانوں کو دوزخ میں وحشت نہیں ہوگی۔

آیت یا ایھا الذین سے کفار کا مبغوض ہونا بھی معلوم ہوا۔ اس لیے حضورؐ کو بطور تفریح کے ارشاد ہے اور ان کے جہنمی ہونے کی اطلاع بھی ہے کہ کفار و منافقین سے سختی سے نبٹئے۔ گویا حضورؐ کی نرم خوئی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اوروں کو فرماتا ہے کہ تحمل کرو اور آپ کو فرماتا ہے کہ سختی کرو۔ ہمارے پاس جب آئیں گے تو ہمارے یہاں کوئی کسر نہیں

marfat.com
Marfat.com

اُٹھا رکھی جائے گی۔

انسان کا اپنا عمل اصل چیز ہے اور نسبتاً بعد کی چیز ہے

اُوپر کی آیت قوا انفسکم واھلیکم سے دو باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ ایک گھر والے پر گھر والوں کی اصلاح کی ذمہ داری جو دلالت مطابقی کے طور پر ہے۔ دوسرے گھر والے کی خود اپنی اصلاح جو دلالت التزامی سے معلوم ہوئی۔ جو اگرچہ قوا انفسکم واھلیکم کے عموم میں دلالت مطابقی کے طور بھی داخل ہو سکتی ہے۔ پس اس دوسری صورت کے واجب ہونے پر جس کا زیادہ مصداق عورتیں ہوتی ہیں دو وسوسے ہو سکتے تھے۔ ایک وسوسہ صلحاء کے متعلقین کو ہو سکتا تھا۔ کہ اگر ہم صالح نہ بھی ہوں تب بھی ان صالحین کے انتساب میں ہمارے لیے فلاح آخرت ہے۔ اسی طرح دوسرا وسوسہ غیر صلحا کے متعلقین کو ہو سکتا تھا کہ اگر ہم نیک بھی ہو جائیں تب بھی ان غیر صلحاء کی شامت میں پھنسنا پڑے گا۔ اور ایک تیسرا شبہ کنواری یا بیوہ عورتوں کو بھی ہو سکتا تھا۔ جو سرے دست کسی صالح یا غیر صالح سے وابستہ نہیں ہیں۔ وہ یہ کہ شاید عورتوں کی کامل اصلاح مردوں کی اصلاح پر موقوف ہو گی۔ جب ہی تو مردوں کو اصلاح کا حکم ہوا ہے۔ ان شبہات کے رفع کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے اجمالاً عورتوں کے چند قصے فرما دیئے ہیں۔

نوح و لوط کی بیویوں کے قصے تو پہلا شبہ دُور ہو گیا۔ اور فرعون کی بیوی کے قصہ سے دوسرا وسوسہ دُور ہو گیا اور حضرت مریم کے قصہ سے تیسرا وسوسہ رفع ہو گیا۔ اور چونکہ پہلے وسوسہ میں زیادہ ابتلاء ہے۔ اس لیے اس کے دو ہرے قصے بیان فرما دیئے اور تیسرے وسوسہ میں مردوں کو خطاب کرنا تسہیل اصلاح کے لیے ہے۔ یہ نہیں کہ صلاح کا توقف اصلاح پر ہے کہ اگر اصلاح ہو گی تو صلاح حاصل ہو گی ورنہ نہیں۔

اچھی بُری عورتیں اپنے اعمال پر نظر رکھیں۔

امرأۃ نوح و امرأۃ لوط۔ حضرت لوطؑ اور نوحؑ کیسے نیک بندے ہیں مگر دونوں کے گھروں میں بیویاں منافق تھیں۔ بظاہر ان کے ساتھ تعلق تھا۔ مگر دل سے کافروں کے شریک حال تھیں۔ پھر کیا ہوا۔ عام دوزخیوں کے ساتھ ان کو بھی اللہ نے دوزخ میں دھکیل دیا۔ پیغمبروں کا رشتۂ زوجیت ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکا۔ ان کے برعکس فرعون کی بیوی حضرت آسیہ پکی ایماندار، اُن کا شوہر پکا باغی۔ مگر وہ بیوی خاوند کو خدا کے عذاب سے نہ بچا سکی اور نہ ہی خاوند کی شرارت و خباثت کے جُرم میں بیوی کو کچھ آنچ آ سکی۔ یہ وہم نہ کیا جائے نوح و لوط کے بیویوں کے قصے ازواج مطہرات کے لیے سُنائے۔ کیونکہ ان کے لیے تو سورۂ نُور میں الطیبات للطیبین کہا جا چکا ہے اور اگر ایسا وہم کیا جائے۔ تو فرعون کی بیوی کی مثال معاذ اللہ کس پر چسپاں کی جائے گی۔

امرأۃ فرعون۔ حضرت موسےٰ کی انہوں نے پرورش کی تھی اور ان کی مددگار تھیں اور ان کی معتقد تھیں۔ بعد میں جب فرعون کو یہ حال کھُلا تو انہیں سخت اذیتوں میں مبتلا کیا۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئیں۔ حتیٰ کہ جانِ شیریں جان

Marfat.com

آفرین کے سپرد کر دی۔ حدیث میں اُن کے ولی کامل ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ اللہ نے بھی ان کے ساتھ مریم کا ذکر ہے۔ فنفخنا فیھا: نفخ جبریلی جس کی برکت سے استقرارِ حمل ہوا۔ حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا۔ کہ فاعلِ حقیقی، مؤثر بالذات وہی ہیں۔ آخر ہر عورت کے رحم میں جو بچہ بنتا ہے۔ اس کے سوا کون ہے۔ بعض مفسرین نے فرج کے معنی چاک گریباں کے لیے ہیں۔ یہ نہایت بلیغ کنایہ ہے۔ ان کی عفت و پاکدامنی سے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے گریبان تک بھی کسی کو پہنچنے نہیں دیا۔ عرب بولتے ہیں۔ فلان نقی الجیب، طاھر الذیل۔ اردو میں بھی پاکدامنی کا لفظ عفت سے کنایہ ہوتا ہے۔ دامن کی پاکی ناپاکی سے بحث نہیں ہوتی۔

لطائفِ سلوک

یاایھا النبی لم تحرم۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی دوسرے کی اتنی رعایت نہ کرے کہ اپنا دینی نقصان ہونے لگے۔ کہ اس سے دوسرے کے اخلاق بھی خراب ہوتے ہیں۔

اعرض عن بعض۔ اہل اللہ کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے کہ دوسروں کو زیادہ خجل نہیں کرتے۔

توبوا الی اللہ۔ توبہ خالص کے وجوب پر نص ہے۔

امرأۃ نوح۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض صلحاء کے انتساب پر ناز نہ کرے جب تک اپنے پاس طاعت نہ ہو۔

الحمد للہ کہ پارہ قد سمع اللہ کی تفسیر مکمل ہوئی

ناشر:۔ عتیق اکیڈمی پیرن بوہڑ گیٹ ملتان

کاتب ـــــ محمد حفیظ الحق صدیقی چک ۹۳/۱۰-ر ـــــ خانیوال

marfat.com
Marfat.com

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

مصباح الفتاح

شرح اردو تلخیص المفتاح

از علامہ محمد بن عبدالرحمان قزوینی

شارح

الفاضل الذکی مولانا محمد افتخار علی

سابق مدرس دارالعلوم دیوبند

ملنے کا پتہ

مکتبہ شرکت علمیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

Marfat.com

معلم الاصول شرح اردو اصول الشاشی مجلد	120/=
مسنون دعائیں	4/50
معدن الحقائق	337/50
نام حق محشی	3/75
نام حق مترجم	6/=
نماز حنفی	4/50
نور الانوار مجلد سفید اعلیٰ کاغذ	150/=
نور الایضاح	45/=
وعظ بے نظیر	22/50
ہدایہ اول	240/=
ہدایہ اولین (کاغذ سفید اعلیٰ) مجلد	450/=
ہدایہ آخرین (کاغذ سفید اعلیٰ) مجلد	495/=
ہدایہ ۴ جلد جُز کامل مجلد	990/=
ہدایہ اولین (کاغذ زرد نیوز) مجلد	240/=
ہدایہ آخرین (کاغذ زرد نیوز) مجلد	240/=
ہدیۃ الطالبین شرح زاد الطالبین	30/=
ہدیہ نعمانیہ مجلد (شرح اردو تفسیر بیضاوی)	225/=
ہدایۃ النحو	36/=

Marfat.com